مخزنِ اخلاق

تالیف:

علامہ مولانا رحمت اللہ سبحانی لدھیانوی مرحوم



اہل علم وتقویٰ کی نظر ثانی اور تائید کے ساتھ

مخزن اخلاق

اخلاقیات، احکامات اور پند ونصائح کے عنوان سے مضامین متفرقہ کا دلچسپ، مفید عام، دانش آموز، خردافروز مجموعہ جسے دین اسلام اور دیگر مذاہب کے اکابرین کے ساتھ ساتھ سربرآوردہ اکابر نے متفقہ طور پر اصلاح نفس واصلاح دنیا وآخرت کے لیے لاجواب اور اس کے مسلسل مطالعہ کو ازبس ضروری قرار دیا۔

تالیف:

علامہ مولانا رحمت اللہ سبحانی لدھیانوی مرحوم

ناشر

ادارہ مطبوعات سلیمانی

رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ فون: ۷۲۳۲۷۸۸

E-mail: idarasulemani@yahoo.com

کتاب کا نام	مخزن اخلاق
مصنف	عنایت اللہ سبحانی
ناشر	حکیم عروہ وحید سلیمانی
مطبع	آر۔آر۔پرنٹرز۔لاہور
تعداد	۱۱۰۰
قیمت	۳۷۵/-روپے

شائع کردہ

ادارہ مطبوعات سلیمانی
رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور • فون: 042-37232788
042-37361408 E-mail: idarasulemani@yahoo.com
sulemani@gmail.com : sulemani.com.pk
www.facebook.com/sulemani5

فہرست مضامین

حرف چند

مخزن اخلاق کی لازوال شہرت وافادیت ہی اس کتاب کا اصل تعارف ہے۔ درحقیقت ہر تصنیف میں مصنف کا جذبہ اخلاص ومحبت ہی اس کی قبولیت کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ زیرنظر کتاب جولدھیانہ کے علمی چراغ علامہ مولانا رحمت اللہ سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی کاوش ودقت نظر کا شاہکار ہے۔ پہلی مرتبہ مصنف کی اپنی ہی سعی وکاوش سے منظر عام پر آئی۔ اور پھر یکے بعد دیگرے اس کے لاتعداد ایڈیشن قیام پاکستان سے قبل ہی امرتسر وجالندھر کے مختلف مطابع سے منظر عام پر آئے۔ قیام پاکستان کے بعد مولف کتاب مولانا سبحانی مرحوم جب پاکستان میں آ کر مقیم ہوئے تو کچھ عرصہ خود ہی اس کتاب کی طباعت واشاعت کا اہتمام کرتے رہے۔

مخزن اخلاق جو اقوال وحکایات کا حسین ولازوال گلدستہ ہے۔ اپنی نوعیت کی غالباً پہلی کتاب ہے جس میں قطع وبرید یا حک واضافہ کی کبھی ضرورت پیش نہیں آئی۔ مولف مرحوم نے اپنی بعض مجبوریوں اور مالی وسعت نہ ہونے کی وجہ سے یہ کتاب لاہور کے ایک کتب خانے کو طباعت کے لئے دی۔ اور پھر چند سال بعد ہی انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ ع اللہ رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مولف کے انتقال کے بعد عرصہ دراز تک وہی ادارہ اس کتاب کو جوں کا توں طبع کرتا رہا اور یہ عالی ظرف اور وسیع المشرب مولف مرحوم کی اولاد کی عالی ظرفی تھی کہ انہوں نے اس ادارے سے کسی بھی قسم کا مالی مفاد حاصل نہ کیا مولف مرحوم کی غیر مطبوعہ کتب ومخطوطات بھی محفوظ نہ رہ سکے یا بعض اداروں نے ان کے مولف کے نام کو بے نام کیا اور خوب مالی فائدہ اٹھایا۔

بوجوہ مذکورہ مکتبہ اور مولف مرحوم کے وارثان کے درمیان ہم آہنگی قائم نہ رہ سکی تو مرحوم کے وارثان نے عدالتی چارہ جوئی کی اور کثیر مالی اخراجات کے بعد مطبع مذکور اور دیگر اداروں کو ذمبر

1998 میں اس کتاب کی اشاعت وفروخت سے روک دیا اور کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت مولف مرحوم کے ورثاء کو خود یا کسی دوسرے ادارے کے ذریعہ چھاپنے کا اختیار دیا۔ اس کے بعد یہ کتاب ایک طویل عرصہ سنی پبلی کیشنز سے شائع ہوتی رہی،

اب علامہ مولانا رحمت اللہ سبحانی لدھیانوی مرحوم کے وارثان محترم جناب عبدالرحمٰن صاحب سبحانی جناب محترم عبدالمجید صاحب سبحانی اور محترم جناب عبدالجمیل صاحب سبحانی نے کمال اعتماد اور عزت افزائی کرتے ہوئے ادارہ مطبوعات سلیمانی کو یہ اعزاز دیا کہ ہم اس کتاب کو جدید اور خوبصورت انداز میں طبع کرا کے دنیا کے کونے کونے میں عام کریں۔ یقیناً یہ کتاب ہر قاری کو زندگی میں توازن واعتدال کی راہ سمجھاتی ہے۔ کیونکہ مولف مرحوم نے معاشرہ کو عام آدمی کی حیثیت سے بہت قریب سے دیکھا اور زندگی کے نشیب وفراز اور اپنے وسعت مطالعہ کو کاغذات میں سلیقہ سے سمو دیا ہے۔

ادارہ مطبوعات سلیمانی نے مقدور بھر کوشش کی ہے کہ کتاب کو شایان شان انداز میں پیش کرے۔

ہماری یہ بات ادھوری رہے گی اگر ہم قارئین محترم کو یہ نہ بتائیں کہ مخزن اخلاق کتاب کو ملک وبیرون ملک کی نامور شخصیات، قومی قائدین، وزرائے اعظم، عدالت ہائے عظمٰی وعالیہ کے جج صاحبان، قابل تکریم علماء ملت، صحافی برادری اور زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والوں نے ہدیہ تبریک وخراج تحسین پیش کیا ہے۔ اس میں سے چند حضرات کے اسماء گرامی کتاب میں بطور نمونہ ذکر کیے جائیں گے کیونکہ سبھی حضرات کے اسماء گرامی کی فہرست شاید اس کتاب کی اپنی ضخامت سے بڑھ جائے اور قبولیت عامہ کے لئے یہی کہا جاسکتا ہے

ع ایں سعادت از بزور نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

والسلام

ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احکام خدا

"احکام الٰہی" کو ہنسی کھیل نہ سمجھو' اور اللہ نے تم پر جو احسان کیے ہیں ان کو یاد کرو۔ اس کا یہ احسان بھی نہ بھولو کہ اس نے تم پر کتاب اور عقل کی باتیں اتاری ہیں' اور منظور یہ ہے کہ تمھیں ان حکموں یا کتاب کے ذریعے سے نصیحت کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

میں وہ اللہ ہوں' جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جس نے میری قضا کو تسلیم کیا' اور میری بلا پر صبر کیا' اور میری نعمتوں پر شکر ادا کیا' میں اس کو اپنے پاس صدیق لکھتا ہوں۔ اور جس نے میری قضا کو تسلیم نہ کیا' اور میری بلا پر صبر نہ کیا' اور میری نعمتوں پر شکر نہ کیا' پس چاہیئے کہ میرے سوا اور رب کی تلاش کرے۔

دوزخ کے عذاب سے ڈرتے رہو' جو نافرمانوں اور منکروں کے لئے تیار ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول ؐ کا حکم مانو' عجب نہیں کہ تم پر رحم کیا جائے۔

مسلمانو! ہماری یاد میں لگے رہو' تاکہ ہمارے ہاں تمھارا ذکر خیر ہوتا رہے۔ ہمارا شکر ادا کرو' اور ناشکری نہ کرو۔

جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی' ہم ان کو اپنا راستہ بتائیں گے۔

جس شخص کو میرا ذکر سوال کرنے سے روک لے' میں اس کو سوال کرنے والوں سے زیادہ دیتا ہوں۔

اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کسی قسم کی تکلیف پہنچانی چاہے' تو اس کے سوا کوئی اس تکلیف کو دور کرنے والا نہیں۔ اور اگر تجھ کو کسی قسم کا فائدہ پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

شاید کہ تم برا مانو کسی شے کو' حالانکہ وہ تمہارے لیے اچھی ہو۔ اور شاید کہ تم محبت کرو کسی چیز سے' حالانکہ وہ تمہارے لیے مضر ہو۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

تحقیق وہ آنکھیں اندھی نہیں' بلکہ وہ دل جو سینے میں ہیں اندھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا' جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔

لوگوں سے بے رخی نہ کر' اور زمین پر اترا کر نہ چل' کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی خور کو پسند نہیں کرتا۔

اے محمد ﷺ! تم اخلاق کے بڑے درجے پر ہو۔ اللہ کی عنایت سے تم لوگوں سے نرمی سے پیش آتے ہو۔ اگر تم کہیں کج خلق اور سخت دل ہوتے' تو یہ لوگ تمہارے آس پاس سے ہٹ جاتے۔

کیا تمہارا خیال ہے کہ تم بے فائدہ پیدا کیے گئے ہو اور تم ہماری طرف نہ پھرو گے؟

جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ اللہ اس کے لیے وجہ خروج بنا دیتا ہے' اور اسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے' جو اس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھی۔

بہت بڑا گناہ یہ ہے کہ تم وہ بات کہو' جو تم خود نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ سے تو اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں' جو اللہ تعالیٰ کے آثار قدرت کا علم رکھتے ہیں۔

جب گواہ ادائے شہادت کے لیے بلائے جائیں' تو حاضر ہونے سے انکار نہ کریں۔

تو اپنے رب کی راہ کی طرف بلا' ساتھ حکمت اور موعظت کے۔ اور ان سے ایسی تدبیر کے ساتھ مباحثہ کر جو خوبی سے بھری ہوئی ہوں۔

لوگو! جب تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ چیزیں خرچ نہیں کرو گے' جو تم کو عزیز اور پیاری ہیں' نیکی کے درجے کو ہرگز نہیں پہنچو گے۔ اور کوئی سی چیز بھی خرچ کرو' اللہ اس کو جانتا ہے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرو' اور اپنے تئیں اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو۔

ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت' جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں' اور لوگوں کے دلوں میں شبے ڈال کر ان میں کجی پیدا کرنی چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے' مگر انہی لوگوں کی جو نادانی سے کوئی بری حرکت کر بیٹھتے ہیں اور جلدی سے توبہ کر لیتے ہیں' تو اللہ تعالیٰ بھی ایسوں کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور وہ سب کا حال جانتا اور دین و دنیا کی مصلحتوں سے واقف ہے۔

اور ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں' جو عمر بھر تو برے کام کرتے رہے' یہاں تک کہ ان میں سے جب کسی کے سامنے موت آ کھڑی ہوئی تو کہنے لگے' کہ اب میری توبہ۔ اور اسی طرح ان کی بھی توبہ قبول نہیں ہوتی' جو کافر ہی مر گئے۔ یہی وہ لوگ ہیں' جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اے نبی ﷺ! ہم نے تمہارے پاس ایسی آیتیں بھیجی ہیں' جس کا مطلب صاف اور واضح ہے اور ان سے انکار وہی لوگ کرتے ہیں' جو نافرمان ہیں۔

اے ایمان والو! کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا کہ جن پر تم سے پہلے کتاب اتری۔ لیکن زمانہ دراز گزر جانے پر ان کے دل سخت ہو گئے اور وہ اس کو فراموش کر بیٹھے۔

کوئی امت ایسی نہیں گزری کہ اس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو۔

خبردار! نیک کام میں خرچ کیے ہوئے روپے کو احسان جتا جتا کر' دکھ دینے والے کلمات کہہ کر ضائع نہ کرو۔

اے نبی ﷺ! اپنی بیویوں' اپنی لڑکیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہو کہ اپنی چادریں اپنے اوپر اوڑھ لیا کریں۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ پہچانی جائیں اور ان سے خواہ مخواہ چھیڑ چھاڑ کی جائے۔

جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا' اللہ تعالیٰ اس کے سب کام آسان کر دے گا۔ اور جو اللہ پر بھروسہ رکھے' اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے۔

تمہارے لیے اللہ کے پیغمبر (ﷺ) عمدہ نمونہ ہیں۔

گمراہوں کے سوا! ایسا کون ہے' جو اپنے پروردگار کی رحمت سے ناامید ہو۔

اے نوح! تمہارا بیٹا تمہارے اہل و عیال میں داخل نہیں' کیونکہ اس کے عمل اچھے نہیں۔ جس چیز کی حقیقت حال تم کو معلوم نہیں ہے' ہم سے اس کی درخواست نہ کرو۔ ہم تم کو سمجھائے دیتے ہیں' کہ نادانوں کی سی باتیں مت کرو۔

اور مجھے حکم دیا گیا ہوں کہ قرآن پڑھ کر سنادوں۔ پس جو ہدایت پاگیا اس کا فائدہ اس کے نفس ہی کو پہنچے گا اور جو گمراہ ہو گیا اس کا نقصان بھی وہی اٹھائے گا۔ پس کہہ کہ میں تو ڈرانے والا ہوں۔

اے نبی! (ﷺ) کہہ دے! میں خالص اللہ کی عبادت کرتا ہوں' پس تم عبادت کرو جس کی چاہو اس کے سوا۔

اے محمد (ﷺ)! کہہ دو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم کو دوست بنائے گا۔

یہ بات تحقیق ہے کہ ظالموں کو کبھی فلاح نہیں ہوتی ہے۔

جو شخص سیدھے راستہ پر چلا' وہ اپنے ہی ذاتی فائدے کے لیے چلا۔ اور جو بھٹکا' تو اس کے بھٹکنے کا خمیازہ بھی اسی کو بھگتنا پڑے گا۔ اور کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے بار گناہ کو اپنے اوپر نہیں لے گا۔ اور جب تک ہم رسول بھیج کر تمام حجت نہ کرلیں کسی کو اس کے گناہ کی سزا نہیں دیا کرتے۔

اے پیغمبر (ﷺ)! ایسا نہ سمجھنا کہ اللہ ان ظالموں کے اعمال سے غافل ہے۔ اور یہ جو فوراً ان پر عتاب نازل نہیں ہوتا' اس کی وجہ بس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اسی حد تک مہلت دے رہا ہے' جس دن مارے خوف کے لوگوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

جب ہم انسان کو کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو وہ الٹا ہم سے منہ پھیرتا ہے اور پہلو تہی کرتا ہے۔ اور جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو آس توڑ بیٹھتا ہے۔

ہم کسی شخص کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ نہیں ڈالتے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو' تو شرط فرمانبرداری یہ ہے کہ اسی پر بھروسہ رکھو۔

جو ہماری ناراضگی لوگوں کی رضامندی کے مقابلے میں خریدتا ہے' ہم اس کو انہیں کے حوالے کر دیتے ہیں۔

مال اور اولاد دنیا کی چند روزہ زندگی کے بناؤ سنگار ہیں۔ اور اعمال نیک جن کا اثر دیر تک باقی رہنے والا ہے' تمہارے پروردگار کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں اور توقعات آئندہ کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں۔

تم اونچی جگہ پر بے ضرورت یادگاریں بناتے اور بڑی بڑی صنعت کے محل تعمیر کرتے ہو کیا تم ہمیشہ دنیا میں رہو گے؟

لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر جانی چاہیے تھی' جانی ہی نہیں۔ بیشک اللہ تو بڑا زبردست' سب پر غالب ہے۔

اے پیغمبر (ﷺ)! لوگوں سے کہہ دو کہ میرا پروردگار جس کی روزی چاہتا ہے' فراخ کر دیتا ہے' اور جس کی چاہتا ہے تنگ۔ مگر اکثر لوگ تقسیم رزق کی مصلحتوں سے واقف نہیں۔

جو شخص اللہ کے لیے محنت اٹھاتا ہے' اپنے ہی بھلے کے لیے اٹھاتا ہے۔ اللہ تو دنیا کے سب لوگوں سے بے نیاز ہے۔

ہر شخص اپنے عمل کے بدلے میں گروی ہے۔

مسلمانو! ہم نے جو مال تم کو دے رکھا ہے' اس میں سے راہ الٰہی میں بھی خرچ کرتے رہا کرو۔ مگر اس دن سے پہلے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آموجود ہو۔ اور اس وقت کہنے لگے کہ کاش! میرا پروردگار مجھ کو تھوڑی سی مہلت اور دیتا' اور میں خیرات کرتا' اور دوسرے نیک بندوں میں سے ایک نیک بندہ میں بھی ہوتا۔

جب تمہیں سلام کے ذریعے سے دعا دی جائے' تو تم اس کے جواب میں بہتر دعا دو' یا وہی کلمہ جواب میں کہہ دو۔

بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب کرنے والا ہے۔
جو شخص راہ ہدایت پر چلے گا' اس کے لیے نہ دنیا میں کوئی ڈر ہے اور نہ وہ آخرت میں ہی غمگین ہو گا۔
لوگو! اپنی بہت پاکیزگی نہ جتایا کرو۔ پرہیزگاروں کو وہی خوب جانتا ہے۔
ایمان لانے کے بعد بد تہذیبی بری ہے' اور جو ان حرکات سے باز نہ آئے' تو وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظالم ہیں۔
دنیا کی زندگی تو نرا کھیل اور تماشا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھو گے اور پرہیزگاری کرتے رہو گے' تو وہ تم کو تمہارا اجر عنایت کرے گا' اور اپنے لیے تمہارے مال سے کچھ نہ طلب کرے گا۔
اور اگر مشرکوں میں سے کوئی پناہ مانگے' تو ان کو پناہ دے دے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے' اور پھر اس کو امن کی جگہ پہنچا دے۔ یہ اس لیے کہ وہ بے علم قوم ہے۔
تحقیق وہ لوگ جنہوں نے تفرقہ کیا اور فرقے فرقے ہو گئے۔ تجھے ان کے بارے میں کوئی اختیار نہیں۔ ان کا معاملہ اللہ کے حضور پیش ہے۔ اور ان کو ان کے افعال سے خبر دے گا۔
کہیں انسان کو من مانی مراد بھی ملی ہے؟ سو آخرت اور دنیا سب کچھ اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔
کیا اس وجہ سے تم لوگ حد عبودیت سے باہر ہو گئے ہو کہ ہم تمہاری اصلاح سے بے تعلق ہو کر نصیحت کرنا چھوڑ دیں گے۔
کیا نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ اور بھی ہو سکتا ہے؟
انسان کا مال و متاع مثل آب باراں کے ہے' یعنی بارش ضرورت کے موافق برسے تو نافع ہے۔ اور اگر زیادہ برسے تو باعث بربادی۔ اسی طرح مال بقدر ضرورت نافع اور فائدہ مند ہے اور زائد از ضرورت باعث گرفتاری معصیت ہے۔
اے پیغمبر (ﷺ)! ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم اپنی جگہ عمل کیے جاؤ اور میں اپنی جگہ عمل کر رہا ہوں۔ پھر آگے چل کر تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کس پر کیسی آفت آتی ہے جو اس کو دنیا میں بھی رسوا کر دے گی اور آخرت میں بھی اس پر دائمی عذاب نازل ہو گا۔
جو شخص نیک عمل کرے گا' مرد ہو یا عورت' اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو تو ہم اس دنیا میں بھی اس کی زندگی اچھی طرح بسر کرائیں گے اور آخرت میں بھی ان بہترین اعمال کا صلہ ضرور عطا فرمائیں گے۔
کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ زبان سے یہ کہنے پر ہی چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟
البتہ ہم تم کو ایک شے سے آزمائیں گے۔ ڈر سے' بھوک سے' اور مالوں' جانوں اور پھلوں کی کمی سے۔ اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے۔ ان لوگوں کو کہ جب ان کو مصیبت پہنچتی ہے' کہتے ہیں تحقیق ہم اللہ کے واسطے ہیں اور تحقیق ہم اسی کی طرف پھر جانے والے ہیں۔
مصیبت کی برداشت کے لیے صبر اور نماز کا سہارا پکڑو۔
البتہ نماز شاق ہے مگر ان پر نہیں' جو خاکسار ہیں اور یہ خیال پیش نظر رکھتے ہیں کہ وہ آخر کار اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں' اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔
لوگو! تم کہیں بھی ہو' موت تو تم کو آ کر رہے گی' اگرچہ مضبوط قلعوں ہی میں کیوں نہ ہو۔

اے نبی (ﷺ)! تم ان سے کہہ دو کہ نفع ہو یا نقصان' سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔
اور اگر وہ تیری تکذیب کریں تو کہہ دے! میرے لیے میرے عمل ہیں اور تمہارے لیے تمہارے عمل۔ تم بری ہو اس سے جو میں کرتا ہوں' اور میں بری ہوں اس سے جو تم کرتے ہو۔ بعض ان میں ایسے ہیں جو تیری بات بظاہر سنتے ہیں۔ کیا تو بہروں کو سنا سکتا ہے اگر چہ ان میں کچھ بھی عقل نہ ہو۔ بعض ان میں ایسے ہیں جو تیری طرف دیکھتے ہیں۔ کیا تو اندھوں کو راہ دکھا سکتا ہے اگر چہ وہ بصیرت نہ رکھتے ہوں؟ تحقیق اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا' لیکن لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے نفس اور مال جنت کے بدلے میں خرید لیے ہیں۔
مسلمانو! اسلام میں پورے پورے آجاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو۔ وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔
کتمان شہادت سے بچو' سچی شہادت بے روک ٹوک دو' خواہ اپنے باپ اور بھائی کے خلاف کیوں نہ دینی پڑے۔
جو شخص نیک بات کی سفارش کرے' قیامت کے دن اس نیک کام کے اجر میں سے اس کو بھی حصہ ملے گا۔ اور جو بری بات کی سفارش کرے' اس کے وبال میں وہ بھی شریک ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ہر چیز پر نگران ہے۔
اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہ ہوگا۔
نہیں طاقت بدی کو چھوڑنے کی اور نہ قوت نیکی کرنے کی' مگر اللہ تعالیٰ بلند و بزرگ کی مدد سے۔
سائل کو نرمی سے جواب دے دینا۔ اور سائل کے اصرار سے درگزر کرنا' اس خیرات سے بہت بہتر ہے جس کے لیے پیچھے سائل کو کسی طرح کی ایذا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ بے نیاز اور بردبار ہے۔
اے ایمان والو اصبر کرو' اور صبر دلاؤ اور تعلق پیدا کرو' اور اللہ سے ڈرو' تاکہ تم نجات پاؤ۔
مسلمانو! اللہ کی راہ میں عمدہ چیزوں میں سے خرچ کرو' وہ چیزیں جو تم نے تجارت وغیرہ سے آپ کمائی ہوں۔ یا ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہوں۔ اور ناکارہ چیز کے دینے کا ارادہ تک بھی نہ کرنا کہ اس میں خرچ کرنے لگو۔ حالانکہ وہی چیز اگر کوئی تم کو دینا چاہے' تو تم اس کو کبھی خوش دلی سے نہ لو۔ مگر ہاں دیدہ دانستہ چشم پوشی کر جاؤ' تو دوسری بات ہے۔ اور جانے رہو' کہ اللہ بے نیاز اور سزاوار حمد و ثنا ہے۔
مومنین ایسے نیک دل ہوتے ہیں کہ بہ تقاضائے بشریت جب ان سے کوئی برا کام' یا کوئی اور بے جابات کر کے اپنا دینی نقصان ہو جاتا ہے' تو فوراً اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں۔ اور اللہ کے سوا بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے بھی کون؟ اور جو بے جابات کر بیٹھتے ہیں' تو دیدہ دانستہ اس پر اصرار نہیں کرتے۔
مسلمانو! جب تم ایک میعاد مقرر تک کے لیے ادھار کا لین دین کرو' تو اس کو لکھ لیا کرو۔ اور تم کو لکھنا نہ آتا ہو تو تمہارے درمیان تمہاری باہمی قرارداد کوئی لکھنے والا انصاف کے ساتھ لکھ دے' اور لکھنے والے کو چاہئے کہ لکھنے سے انکار نہ کرے' جس طرح اللہ نے اسے لکھنا سکھایا ہے' اسی طرح اس کو بھی چاہیے کہ وہ بے عذر لکھ دے۔
اس قرآن کا مقصد لوگوں کو سمجھانا ہے' لیکن ہدایت و نصیحت وہی لوگ پکڑتے ہیں' جن کے دل میں اللہ کا خوف ہے۔
لوگوں کو دنیائی مرغوب چیزوں مثلاً بیویوں اور بیٹوں اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیروں اور عمدہ عمدہ گھوڑوں

اور مویشیوں کے ساتھ دل بستگی بھی معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ تو دنیا کی زندگی کے چند روزہ فائدے ہیں۔ اور ہمیشہ کا اچھا ٹھکانا تو اسی اللہ کے ہاں ہے۔

نماز پڑھا کر' اور لوگوں کو اچھے کاموں کے کرنے کی نصیحت کیا کر' اور برے کاموں سے منع کیا کر' اور تجھ پر جیسی پڑے اس کو جھیل۔ بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔

اور سچ کو جھوٹ کے ساتھ مخلوط نہ کرو' اور جان بوجھ کر حق بات کو نہ چھپاؤ' حالانکہ تم اس بات کو جانتے ہو۔

نعمت کا ملنا آزمائش ہے کہ تم شکر کرتے ہو یا ناشکری۔

آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناحق' ناروا خورد برد نہ کرو۔ اور نہ مال کو حاکموں کے پاس رسائی پیدا کرنے کا ذریعہ گردانو کہ لوگوں کے مال سے جو کچھ ہاتھ لگے' اس کو جان بوجھ کر ناحق ہضم کر جاؤ۔

غصہ کے وقت اپنے قصوروار سے بدلہ لینے سے اول یہ ضرور خیال کر لیا کر کہ تو اپنے رب کا اس کی نسبت زیادہ قصوروار ہے یا کم۔ پھر جو معاملہ اپنے رب کی طرف سے اپنے لیے تجھ کو پسند آئے (یعنی سزا یا معافی) وہی فیصلہ اس کے لیے تجویز کر۔ کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں ہی کو دوست رکھتا ہے۔

لوگو! اب بھی ہم نے تم کو پیدا کیا ہے۔ تو تم قیامت میں ہر رے دوبارہ پیدا کرنے کو سچ کیوں نہیں سمجھتے؟ ہم نے قرآن کو لوگوں کی نصیحت پکڑنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔ تو کوئی ہے کہ نصیحت پکڑے۔

لوگوں میں بعض آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں' جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تو ہیں' مگر اکھڑی اکھڑی کہ اگر ان کو کوئی نفع پہنچ گیا' تو اس کی وجہ سے مطمئن ہو گئے' اور اگر ان پر کوئی مصیبت آپڑی تو جدھر سے آئے تھے' الٹا ادھر ہی کو لوٹ جاتے ہیں۔ انہوں نے دنیا بھی کھوئی اور آخرت بھی۔ بس صریح گھاٹا یہی کہلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان چیزوں کو اپنی حاجت روائی کے لئے بلاتا ہے' جو نہ ان کو نقصان ہی پہنچا سکتی ہیں اور نہ نفع۔ پرلے درجے کی گمراہی یہی ہے۔ جو شخص اللہ کے سوا اور چیزوں کو حاجت روائی کے لیے بلاتا ہے' ان کے فائدے سے نقصان زیادہ قریب ہے۔ کچھ شک نہیں کہ ایسا کارساز بھی برا ہے اور ایسا رفیق بھی برا۔

ہم نے لوگوں کو مبتلائے عذاب بھی کیا' تاہم یہ لوگ اپنے پروردگار کے آگے نہ جھکے۔ عاجزی تو ان کا شیوہ ہی نہیں۔

جب سمندر میں تم کو کسی طرح کی تکلیف پہنچتی ہے' تو اس وقت جو معبودوں کو تم پکارا کرتے ہو' سب بھولے بسرے ہو جاتے ہیں۔ مگر وہی ایک اللہ تعالیٰ یاد رہتا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ تم کو سمندر سے باہر خشکی پر نکال لاتا ہے' تو اس سے تم پھر بیٹھتے ہو۔ تو انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ کیا تم اس بات سے خاطر جمع ہو گئے ہو' کہ وہ تم کو خشکی کی طرف لے جا کر زمین میں دھنسا دے' یا تم پر آندھی کا پتھراؤ چلا دے۔ اور اس وقت تم کسی کو اپنا مددگار نہ پاؤ۔

زمین پر اکڑ کر نہ چل' کیونکہ اس طرح تو زمین کو پھاڑ نہیں دے گا۔ اور نہ تن کر چلنے سے پہاڑوں کی بلندی ہی کو پہنچ سکے گا۔

موت کی بے ہوشی تو آکر رہے گی۔ اور ہم اس وقت آدمی کو جتا دیں گے کہ یہی وہ حالت ہے' جس سے بھاگتا تھا۔

اے نبی (ﷺ)! کہہ دو کہ میں اور پیغمبروں سے کوئی انوکھا پیغمبر تو ہوں نہیں۔ اور میں نہیں جانتا کہ آئندہ میرے

ساتھ کیا کیا جائے گا' اور نہ یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ میری طرف جو وحی نازل ہوئی ہے' میں اسی پر چلتا ہوں۔ اور میں تو صاف طور پر ڈرانے والا ہوں اور بس۔

قرآن سے پہلے اے پیغمبر (ﷺ)! نہ تو آپ کسی کتاب میں سے پڑھ کر کچھ سنا سکتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھ ہی سکتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو البتہ باطل پرست شک کرتے۔ بلکہ یہ تو کھلی ہوئی آیات ہیں' جو ان لوگوں کے سینوں میں ہیں' جن کو علم دیا گیا ہے۔ اور ہماری آیتوں سے صرف گنہگار ہی انکار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کیوں اس کے اللہ کی طرف سے خاص نشانیاں نہیں اتری ہیں۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ نشانیاں تو اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہیں۔ میں تو واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔ کیا ان کے لیے یہ نشانی کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر معجزانہ کتاب اتاری' جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ اس میں ایمان والوں کے لیے رحمت اور نصیحت ہے۔

کہہ دو اے محمد (ﷺ)! کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ تم جن کو پکارتے ہو' وہ تمہاری مصیبت کو ہٹانے یا بدلنے کا کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ کیا تم ان ناموں کے لیے میرے ساتھ جھگڑتے ہو' جو تم اور تمہارے بڑوں نے گھڑ لیے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں کوئی سند نازل نہیں کی۔

کہہ دو اے نبی (ﷺ)! مجھے حکم ہوا کہ میں اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کروں کہ عبادت کو اس کے لئے خاص رکھوں' اور مجھے یہ بھی حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلا فرمابردار بنوں۔ کہہ دو میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں' اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں۔ کہہ دو میں خالص اللہ ہی کی اطاعت کرتے ہوئے اس کی عبادت کرتا ہوں۔

اگر اللہ بندوں کو ان کی نافرمانیوں کی سزا میں پکڑتا' تو روئے زمین پر کسی ایک آدمی کو بھی باقی نہ چھوڑتا۔ مگر وہ ایک وقت مقررہ یعنی موت تک ان کو مہلت دیے ہوئے ہے۔ پھر جب ان کا وقت آ پہنچتا ہے' تو اس سے نہ ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔

اے پیغمبر (ﷺ)! ان کو بیہودہ باتیں بنانے اور کھیل تماشے کرنے دو' یہاں تک کہ آخر کار وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے' ان کے سامنے آ موجود ہو۔

جس شخص نے اللہ کی باندھی ہوئی حدوں سے باہر قدم رکھا' اس نے آپ ہی اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔

آدمی بہتری کی دعا مانگنے سے تو کبھی نہیں اکتاتا۔ اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے' تو دل شکستہ اور بالکل ناامید ہو جاتا ہے۔ ناشکری عذاب کی خوشخبری ہے۔

جب ہم آدمی پر اپنا فضل و کرم کرتے ہیں' تو وہ ہماری طرف سے منہ پھیر لیتا ہے اور ہم سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے' تو بڑی لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگتا ہے۔

لوگو! تم پر جو مصیبت پڑتی ہے' تو تمہارے اپنے ہی کرتوتوں سے پڑتی ہے اور اللہ تعالیٰ تو تمہارے بہت سے قصوروں سے درگزر فرماتا ہے۔

لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حوا) سے پیدا کیا ہے۔ اور پھر تمہاری ذاتیں اور برادریاں ٹھہرادیں' تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ ورنہ اللہ کے نزدیک تم میں شریف وہی ہے' جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

جو صاحب دل ہے یا کان لگا کر بات کو حضور قلب سے سنتا ہے' اس کے لیے توان باتوں (قرآن) میں کافی نصیحت ہے۔
قیامت کا دن وہ دن ہوگا' جس دن کہ ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ لیں گے' جیسے خطوں کا مکتوب لپیٹ لیا جاتا ہے اور جس طرح ہم نے اول بار مخلوقات کو پیدا کیا تھا' اسی طرح ان کو دوبارہ بھی پیدا کریں گے۔ یہ ایک وعدہ ہے جس کا پورا کرنا ہم نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔
عورت مرد زنا کریں توان میں سے ہر ایک کو سو درے مارو۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہو' تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں تم کو ان کے حال پر کسی طرح کا ترس دامن گیر نہ ہونا چاہیے۔ اور نیز ان کو سزا دیتے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت ان کی نفیحت کے لئے موجود رہے۔
مسلمانو! ہم نے جو تم کو رزق طیب دے رکھا ہے' اس کو بے تامل کھاؤ۔ اور اگر تم اللہ ہی کی بندگی کا دم بھرتے ہو' تو اس کا شکر بھی ادا کرو۔
اور اگر کوئی تنگدست تمہارا مقروض ہو' تو اس کو فراخی تک مہلت دو۔ اور اگر تم سمجھو تو تمہارے حق میں یہ زیادہ بہتر ہے کہ اس کو اصل قرضہ ہی بخش دو۔
کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو خوش دلی کے ساتھ قرض دے' کہ اللہ اس کے قرض کو اس کے لیے کئی گنا بڑھا دے۔
لوگو! تم اللہ تعالیٰ سے کیونکر انکار کرسکتے ہو۔ تم بے جان تھے تو اسنے تم میں جان ڈالی۔ پھر وہی تم کو مارتا ہے' پھر وہی تم کو دوبارہ قیامت کے دن زندہ کرے گا۔ پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔
اے نبی (ﷺ)! تم سے دریافت کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ کی راہ میں کس قدر خرچ کریں؟ تم ان کو سمجھا دو کہ جتنا تمہاری حاجت سے زائد ہو' خرچ کردو۔
مسلمانو! ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے کچھ ہماری راہ میں بھی خرچ کرو۔ اس دن کے آنے سے پہلے' جس میں نہ تو خرید و فروخت ہوگی اور نہ ہی یاری آشنائی اور نہ سفارش۔ اور جو راہ الٰہی میں نہ خرچ کرکے نعمت کی ناشکری کرتے ہیں' وہ ظالم ہیں۔ یعنی اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔
اور جنہوں نے لوگوں پر ظلم کئے ہیں' ان کو مرنے پر عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے؟
رات دن کے ردوبدل میں سمجھ والوں کے لیے بڑی عبرت ہے۔
اے نبی! جب ہمارے بندے تم سے ہمارے بارے میں دریافت کریں' تو ان کو سمجھا دو کہ ہم ان کے پاس ہیں۔ جب کوئی ہم سے دعا کرے' تو ہم دعا کرنے والے کی دعا کو سنتے ہیں' اور مناسب ہوتا ہے' تو قبول بھی کرلیتے ہیں۔ تو ان کو چاہیے کہ ہمارے حکم بھی مانیں' اور ہم پر ایمان لائیں' تاکہ وہ سیدھے راستہ پر لگ جائیں۔
اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جاؤ' یا اس کی راہ میں اپنی موت سے مرجاؤ' تو اللہ کی بخشش اور مہربانی جو تم پر ہوگی' اس مال و دولت سے جو لوگ چند روز جی کر جمع کرلیتے ہیں' کہیں بہتر ہے اور تم اپنی موت سے مرو یا مارے جاؤ' آخر کار اللہ تعالیٰ کی ہی طرف بلائے جاؤ گے۔
وہی قادر مطلق ہے' جو ماں کے پیٹ میں جیسی چاہتا ہے' تمہاری صورت بناتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ

زبردست ہے حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو قتل ہو' اسے مردہ نہ کہو' بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تم ان کی زندگی کو نہیں سمجھ سکتے۔

لوگوں سے ڈرنے کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ کا زیادہ حق ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

متقی وہ لوگ ہیں' جو خوشحالی اور تنگدستی دونوں حالتوں میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے اور غصے کو روکتے ہیں اور لوگوں کے قصوروں سے درگزر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انبیاء و صلحا جو تم سے پہلے گزرے ہیں' ان کے طریقے کھول کھول کر تم سے بیان کرے اور تم کو انہی طریقوں پر چلائے اور تم پر بخشش کی نظر رکھے۔ اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

جو کوئی زور و ظلم سے کسی کا مال خورد برد کرے گا' تو ہم اس کو قیامت کے دن دوزخ کی آگ میں جھونک دیں گے اور اللہ تعالیٰ کے لیے ایک آسان سی بات ہے کہ جن کاموں کے کرنے سے تم کو منع کیا جاتا ہے' اگر تم ان میں سے بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے' تو تمہارے چھوٹے چھوٹے قصور تمہارے نامۂ اعمال سے محو کر دیں گے۔ اور تم کو مقامِ عزت میں لے جا کر جگہ دیں گے۔

اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ تمام ادیانِ سابق پر اس کو غالب کریں۔

ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

امی و دقیقہ دانِ عالم سایہ دار و سائبانِ عالم

کسی بھائی کی حاجت براری کرنے والا ایسا ہے کہ گویا عمر اللہ کی خدمت میں گزار دی۔

تم اپنے بھائی کی مدد کرو' خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ مظلوم کی مدد ظالم سے چھڑانا' اور ظالم کی مدد ظلم سے باز رکھنا ہے۔

جس کو مسلمان کا غم نہ ہو' وہ میری امت میں سے نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی عبادت نہیں کہ تو کسی مسلمان بھائی کا دل خوش کر دے۔

شرک کے بعد بدترین گناہ ایذا رسانیِ خلق ہے۔ ایمان کے بعد افضل ترنیکی خلق کو آرام دینا ہے۔

جو شخص سلام سے پہلے بات کرے۔ اس کا جواب مت دو' جب تک پہلے سلام نہ کر لے۔

سلام میں سبقت کرنے والے کو تیس (۳۰) اور جواب دینے والے کو دس (۱۰) نیکیاں ملتی ہیں۔

جب دو بھائی مصافحہ کرتے ہیں' تو ان میں ستر رحمتیں تقسیم کی جاتی ہیں۔ انہتر رحمتیں اس کو ملتی ہیں جو ان دونوں میں زیادہ خندہ رو' کشادہ پیشانی ہوتا ہے۔ اور ایک رحمت دوسرے کو۔

حقِ ہمسائیگی درجہ دار چالیس گھروں تک ہے' یعنی چاروں طرف چالیس چالیس گھر۔

ہمسایوں کا حق صرف یہی نہیں کہ ان کو ستائے نہیں' بلکہ ان کے ساتھ احسان کرنا بھی ضروری ہے۔

قیامت کے دن غریب ہمسایہ امیر ہمسایہ کا دامن گیر ہو گا۔

احوال پرسی کرنا اور پھر اظہار غمخواری نہ کرنا' دلیل نفاق ہے۔
کافر ہمسایہ کا ایک حصہ حق ہے' مسلمان ہمسایہ کا دو چند اور رشتہ دار ہمسایہ کا سہ چند۔
جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے' اسے کہہ دو کہ پڑوسی کی تکریم کرے۔
جس نے پڑوسی کے کتے کو مارا' اس نے پڑوسی کو ایذا دی۔
پڑوسی کو ستانے والا دوزخی ہے' اگرچہ تمام رات عبادت کرے' اور تمام دن روزہ دار رہے۔
جس کے شر سے پڑوسی بے خوف نہ ہو' وہ مسلمان نہیں' خواہ وہ پڑوسی کافر ہو یا مومن۔
قسم ہے اللہ کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے' کہ حق ہمسایہ اسی سے ادا ہوتا ہے' جس پر اللہ رحمت کرتا ہے۔
بیگانوں سے نیکی کرنا عمر دراز اور رزق فراخ کرتا ہے۔
جب جنازہ کے ہمراہ جائے' تو مردے کے غم سے زیادہ اپنا غم کر' اور خیال کر کہ وہ ملک الموت کا منہ دیکھ چکا' اور مجھے ابھی دیکھنا ہے' وہ موت کی تلخی کا مزا چکھ چکا اور مجھے ابھی چکھنا ہے' وہ خاتمہ کے ڈر سے نکل گیا' مجھ پر ابھی باقی ہے۔
غماز کی بات کسی مسلمان کے حق میں مت سن۔ مسلمان کی رنجش کا خاتمہ سلام علیک ہے۔
تو بوڑھوں کی تعظیم کر' اللہ تعالیٰ نوجوانوں کو توفیق دے گا' کہ تیری تعظیم کریں' جبکہ تو بوڑھا ہوگا۔
جو شخص بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر شفقت نہ کرے گا' وہ میری امت میں نہیں۔
رنجش کی حالت میں بہتر وہ ہے' جو صلح میں سبقت اور سلام علیک کرے۔
ہر نیک و بد کے ساتھ نیکی کر۔ اگر وہ نیکی کرنے کے قابل نہیں' تو تو اس لائق ہے۔
بدوں سے نیکی کرنا نیکوں کا کام ہے' اور نیکوں سے بدی کرنا بدوں کا کام ہے۔
جو کام سب سے زیادہ سبب مغفرت ہوگا' وہ کشادہ روئی اور شیریں زبانی ہے۔
جو چیز تو اپنے لیے پسند نہیں کرتا' کسی مسلمان کے لیے بھی پسند نہ کر۔ ہر قوم کے معزز آدمی کی تعظیم کر
کوئی مسلمان تیرے ہاتھ اور زبان سے ایذا نہ پائے۔ تین دن سے زیادہ کسی آشنا سے ترک کلام نہ کر۔
حتی المقدور ہر ایک سے نیکی کر' خواہ وہ نیک ہو یا بد۔ جو نرمی سے محروم ہو' وہ نیکی سے بالکل محروم رہا۔
تہمت کی جگہ سے دور رہ۔ کسی کو اپنی نسبت بد گمانی میں نہ ڈال۔ سادگی ایمان کی علامت ہے۔
اگر تو صاحب منزلت ہے' تو کسی کے لیے سعی کرنے میں دریغ نہ کر۔
غریبوں کے ساتھ دوستی رکھ اور امیروں کی مجلس سے حذر (پرہیز)۔
ایسا اشارہ حرام ہے جس سے کسی کو رنج ہو' چہ جائیکہ کلام' ایسا کوئی کلام حلال نہیں جس سے کوئی گھبرائے یا ڈرے۔
کوئی صدقہ زبانی صدقہ سے بہتر نہیں۔ زبانی صدقہ یہ ہے کہ تو کسی کی سفارش کردے یا اذیت ہٹا دے یا جان بچائے۔
زیارت قبور کے لیے جا۔ خود عبرت حاصل کر اور مغفرت مسلمین کی دعا کر۔
سخی اللہ سے قریب ہے۔ جنت سے قریب ہے۔ لوگوں سے قریب ہے اور آگ سے دور ہے۔
بخیل اللہ سے دور ہے' جنت سے دور ہے' لوگوں سے دور ہے اور دوزخ سے نزدیک ہے۔

جب تین شخص سفر کو جائیں تو ایک کو اپنا سردار بنا لیں۔
تین باتوں میں دیر نہ کر۔ نماز' جب وقت ہو جائے' جنازہ' جب تیار ہو اور بیوہ کا نکاح' جب اس کا جوڑ مل جائے۔
دو نعمتیں ہیں کہ ان میں اکثر لوگ نقصان اٹھاتے ہیں۔ ایک تندرستی' دوسرے کاروبار میں فراغت۔
جس نے جنگل میں سکونت اختیار کی' وہ علم و عقل سے خالی رہا۔ جو شکار کے پیچھے لگا وہ غافل ہوا۔
جو امرا کے دروازے پر آیا' وہ فتنے میں پڑا۔ جس قدر اس کے نزدیک ہوا' اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے دور ہوا۔
سب اعضاء زبان سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارا خیال کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ اگر تو سیدھی رہی' تو ہم بھی سیدھے رہیں گے۔ اگر تو ٹیڑھی ہو گئی' تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔
کھاؤ' خیرات کرو اور پہنو' اس حد تک کہ فضول خرچی اور تکبر نہ کرو۔
جس شخص نے اپنی زبان اور شرمگاہ کو قابو میں رکھا' میں اس کے واسطے جنت کا ضامن ہوتا ہوں۔
ایماندار آدمی کو شایان نہیں کہ خود کو ذلیل کرے۔ یعنی اس بلا کو ہاتھ ڈالے جس کے مقابلے کی طاقت نہ ہو۔
مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا۔
بغیر سختی اٹھانے کے حلیم اور بغیر تجربہ کے حکیم نہیں ہو سکتا۔ زمانے کو برا نہ کہو کہ اس کا فاعل حقیقی اللہ برتر ہے۔
نجات کیا ہے؟ اپنی زبان کو بند رکھنا' اپنے گھر میں قیام رکھنا' اور گناہوں پر نادم ہونا۔
تم میں سے بہتر وہ شخص ہے' جس سے نیکی کی توقع ہو اور بدی کی نسبت اطمینان ہو کہ وہ نہیں کرے گا۔ اور بدتر شخص وہ ہے جس سے نہ نیکی کی توقع ہو' نہ ہی بدی نہ کرنے کی نسبت اطمینان ہو۔
کوئی مرد دوسرے کے مقام ستر کو نہ دیکھے' نہ کوئی عورت دوسری عورت کے مقام ستر کو دیکھے۔ نہ کوئی مرد دوسرے مرد کے ساتھ بغل گیر ہو کر ایک ہی کپڑے میں سوئے۔ اور نہ کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ بغل گیر ہو کر ایک کپڑے میں سوئے۔ (واضح رہے کہ آپؐ نے (مرد کے لیے) ران سے کمر تک مقام ستر قرار دیا ہے۔)
ایمان دو نصف ہیں' نصف صبر اور نصف شکر۔ صبر ایمان سے ایسا ملا ہوا ہے جیسے سر جسم سے۔
جو کوئی قصور کرے گا' اسی سے اس کا مواخذہ کیا جائے گا۔ باپ سے بیٹے کا مواخذہ نہ ہو گا اور نہ بیٹے سے باپ کا۔
جس کسی نے ظالم کی مدد کی' اس نے گویا غضب الٰہی خود اپنے سر لے لیا۔
جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے' وہ شہید ہے۔ جو اپنی جان کی حفاظت میں مارا جائے' وہ بھی شہید ہے' جو اپنے دین کی حفاظت میں مارا جائے' وہ بھی شہید ہے۔ جو اپنے اہل و عیال کی حفاظت میں مارا جائے' وہ بھی شہید ہے۔
اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ کینہ اس شخص کے دل میں ہے' جو بہت جھگڑے بکھیڑے اور مباحثے کرتا رہتا ہے۔
چار شخص مرفوع القلم ہیں۔ لڑکا جب تک بالغ نہ ہو' سویا ہوا جب تک بیدار نہ ہو' دیوانہ جب تک تندرست نہ ہو' وہ بوڑھا جس کی عقل زیادتی عمر کی وجہ سے زائل ہو گئی ہو۔
جو شخص اجازت کے بغیر اپنے بھائی کے خط کو دیکھے گا' وہ آگ کو دیکھے گا۔
کسی انسان کے دل میں ایمان اور حسد اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ آپس میں سلام کا عام رواج کرو' محبت بڑھے گی۔

انسان جب بوڑھا ہو جاتا ہے' تو اس میں دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں' ایک مال کی حرص' دوسری عمر کی۔

ہر ایک دین کے واسطے خلق ہے اور اسلام کا خلق حیا ہے۔

جو چیز لوگوں کو جنت میں داخل کرے گی' وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور خوش خلقی ہے۔

دو بھوکے بھیڑیئے جو بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں' وہ اس قدر فساد برپا نہیں کرتے' جس قدر انسان کی دولت اور مرتبہ کی حرص اس کے دین میں فساد ڈالتے ہیں۔

جس چیز میں فحش ہو گا' اس کا انجام سوائے تباہی کے کچھ نہیں اور جس میں حیا ہے' اس کا انجام اس کی زینت ہے۔

قیامت کے دن مومن کے اعمال کے ترازو میں کوئی چیز خوش خلقی سے زیادہ وزنی نہ ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ بدگو' بدزبان کو بہت برا سمجھتا ہے۔

اگر مرتے دم تک تم حاکم یا منشی یا کاردار نہ ہوئے' تو سمجھو کہ مزے میں رہے۔ اور مواخذے سے بچ گئے۔

حکومت طلب مت کر۔ کیونکہ وہ اگر تجھے مانگنے سے ملی' تو اس کا سب بوجھ تجھ پر پڑ جائے گا۔ اور اگر بن مانگے ملی' تو تیری ہر طرح سے امداد ہوگی۔

مظلوم کی دعا سے ڈر' کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔

اپنی جانوں' اپنی اولاد' اپنے خدام اور اپنے مال کے حق میں بددعا نہ کیا کرو۔ ایسا اتفاق نہ ہو جائے کہ وہ گھڑی اجابت کی ہو' اور تمہاری بددعا قبول ہو جائے۔

اونچی آواز سے تکبیر نہ پڑھو' کیونکہ تم کسی بہرے یا غیر حاضر شخص کو نہیں پکار رہے' تم اس کو پکار رہے ہو' جو سنتا ہے اور دیکھتا ہے' اور وہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کیا کرو' کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے' کہ مانگا جائے' اور غم کے دور ہونے اور آسائش کے حاصل ہونے کا انتظار کرنا بہت اچھی عبادت ہے۔

تم میں سے ہر ایک کو اپنی حاجتیں اپنے رب سے مانگنی چاہئیں' حتیٰ کہ چپلی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اسی سے مانگو۔

تم سے پہلی قوموں نے اپنے پیغمبروں اور بزرگوں کی قبور کو عبادت گاہ بنالیا۔ تم ایسا نہ کرنا میں تم کو منع کرتا ہوں۔

اللہ کی پناہ مانگو' ایسے دل سے جس میں عاجزی نہ ہو' ایسی دعا سے' جو سنی نہ جائے' ایسے نفس سے' جو سیر نہ ہو' ایسے علم سے' جس سے نفع نہ ہو۔

دنیا کی محبت سب گناہوں کی جڑ ہے۔ اور کسی چیز کی محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

ملعون ہے وہ' جس کا اعتماد اپنے جیسی مخلوق پر ہے۔

جس شخص کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو گا' وہ دوزخ سے نکالا جائے گا۔

ایماندار آدمی کا ہر ایک کام اس کے لیے اچھا ہے۔ اسے جب خوشی حاصل ہوتی ہے' وہ شکر کرتا ہے۔ اگر اسے دکھ پہنچتا ہے' تو صبر کرتا ہے' اور یہ دونوں باتیں اچھی ہیں۔

ایماندار وہ شخص ہے' جس سے لوگ اپنے مال اور جان کو محفوظ سمجھیں۔

کوئی تم میں سے ایمان والا نہیں' جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے' جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

تمہارے اہل و عیال کا تم پر حق ہے' تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے' اور تمہارے اپنے نفس کا بھی تم پر حق ہے۔ پس روزہ بھی رکھو' مگر کھانا بھی کھاؤ۔ نماز پڑھو مگر سوؤ بھی۔

لوگ جب ظالم کو دیکھیں اور اسے ظلم کرنے سے باز نہ رکھ سکیں' تو جلدی اللہ ان سب پر عذاب نازل کرے گا۔

بہت بڑا جہاد یہ ہے' کہ انصاف کی بات ظالم حاکم کے روبرو کہہ دی جائے۔

لوگو! نیک کاموں کے کرنے کا حکم دیا کرو۔ اور برے کاموں سے منع کرتے رہو' ورنہ جلدی اللہ تم پر عذاب نازل کرے گا' پھر اگر دہائی دو گے' تو شنوائی نہ ہو گی۔

اگر کوئی شخص کسی برائی کو دیکھے' تو اسے چاہئے کہ ہاتھ سے روک دے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو' زبان سے اس کی برائی ظاہر کردے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے اسے برا سمجھے۔ مگر یہ آخری صورت بہت ضعیف ایمان کی نشانی ہے۔

جہاں شبہ کی گنجائش ہو' وہاں قبل اس کے کہ کوئی منہ کھولے' خود اپنی بریت کا اظہار کر دینا چاہئے۔

باپ کا کوئی عطیہ بیٹے کے لیے اس سے بڑھ کر نہیں کہ اس کی تعلیم و تربیت اچھی کرے۔

دو شخصوں کے درمیان صلح کرا دینا صدقہ ہے۔ کسی کو سہارا دے کر اس کی سواری پر سوار کر دینا یا اس کا مال لدوا دینا بھی صدقہ ہے۔ اچھا قول بھی صدقہ ہے۔ ہر قدم جو نماز یا کارہائے نیک کے واسطے اٹھایا جائے صدقہ ہے۔ راستہ سے اذیت دینے والی چیز ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔

قسم سے خرید و فروخت میں زیادتی ہو سکتی ہے مگر کمائی گھٹ جاتی ہے۔

اللہ اس شخص پر مہربانی کرتا ہے' جو خرید و فروخت اور قیمت وصول کرنے کے تقاضے میں اور نرمی اختیار کرے۔

میری کمر دو آدمیوں نے توڑی۔ ایک جاہل عابد و زاہد نے' دوسرے دین کی ہتک کرنے والے عالم نے۔

وہ لوگ جو فنافی المال ہیں' وہ راندہ درگاہ ایزد متعال ہیں۔

کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں' کہ وہ کوئی ایسی چیز بیچے' جس میں کسی نقص کے ہونے کا اس کو علم ہو۔ البتہ اگر خریدار کو اس نقص سے مطلع کردے تو مضائقہ نہیں۔

درختوں کے پھل مت بیچا کرو' جب تک کہ ان میں صلاحیت ظاہر نہ ہو جائے۔

دو خصلتیں کسی ایماندار آدمی میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ ایک بخل اور دوسری بدخلقی۔

اے بنی آدم! تیرا کوئی مال نہیں' سوائے اس کے جو تو نے کھایا' پہن کر گھسایا' یا کار خیر پر صرف کر کے جاری رکھا۔

غیر کے لیے کوئی صدقہ نہیں' جب قریبی رشتہ دار محتاج ہیں۔ بہتر صدقہ وہ ہے جو مقدور کے موافق ہو۔

کسی کے غضب پر صبر کرنے' اور ایذا رسانی سے درگزر کرنے کے رویے کو جو لوگ اختیار کریں گے' اللہ تعالیٰ انہیں محفوظ رکھے گا' اور ان کے مخالف ان سے عاجزی کریں گے۔

گنہگار کا دل برائی سے عادی ہو جاتا ہے۔ اور اسے احساس کم ہو جاتا ہے' اس لیے بلا روک ٹوک بدی کیے جاتا ہے۔

جب تم میں سے کوئی نماز کی جماعت کا امام ہو' تو اسے تھوڑا پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ جماعت میں ضعیف' بیمار اور کام

کاج والے ہوں گے۔ اور جب اکیلے پڑھو' تو بیشک جتنا جی چاہے پڑھو۔

وہ مسلمان جو لوگوں سے ملتا جلتا ہے' اور ان سے اذیت پہنچنے پر صبر کرتا ہے' اس سے اچھا ہے' جو نہ لوگوں سے ملتا ہے اور نہ ان سے اذیت پہنچنے پر صبر کرتا ہے۔

بہتر صدقہ وہ ہے۔ جو صاحب توفیق دے' اور اپنے عیال سے شروع کرے۔

ایک روز آپ نے صدقہ کا حکم دیا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کہ میرے پاس ایک دینار ہے۔ آپ نے فرمایا' اس کو اپنی جان پر صدقہ کر (یعنی اپنی جان پر خرچ کر)۔ پھر کہا میرے پاس ایک اور بھی ہے۔ فرمایا اسے اپنی اولاد پر خرچ کر۔ پھر عرض کیا میرے پاس ایک اور بھی ہے۔ فرمایا' اسے اپنی بیوی پر صدقہ کر۔ پھر کہا میرے پاس ایک اور بھی ہے فرمایا اپنے خادم پر صدقہ کر۔ پھر کہا میرے پاس ایک اور بھی ہے۔ فرمایا اسے جہاں مناسب سمجھے صرف کر۔

علم بغیر عمل وبال ہے' اور عمل بغیر علم گمراہی ہے۔ نیکی کا بتانے والا مثل اس کے کرنے والے کے ہے۔

اللہ تعالیٰ غیور ہے' اس لیے اس نے غیرت کی بنا پر بری باتوں کو حرام قرار دے دیا۔

مسکین کو صدقہ دینا ایک صدقہ اور قرابتی کو صدقہ دینا دو صدقے' ایک اصل صدقہ دوسرے رشتہ کی نگہداشت کا۔

اگر میں حکم دیتا کہ کوئی کسی کو سجدہ کرے تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

اگر کوئی عورت مرجائے' اس حال میں کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو' وہ جنت میں داخل ہوگی۔

ایماندار آدمی اپنی بیوی سے ناراض نہ رہا کرے' کیونکہ اس کی کوئی عادت اسے ناپسند ہو تو کوئی قابل پسند بھی ہوگی۔

ناقص دانائی کی بہ نسبت بیوقوفی نجات سے زیادہ نزدیک ہے۔ پیٹ سے بڑھ کر کوئی بدترین برتن نہیں۔

جو شخص کسی برائی میں حاضر ہوا' اور اس سے راضی ہوا' تو گویا اس نے خود وہ برائی کی۔

لوگوں کو اپنی منزل پر اتارو' یعنی حفظ مراتب کا خیال رکھو۔ مومن کا چہرہ بشاش رہتا ہے' اور دل غمگین۔

بدظنی سے پرہیز کرو۔ کیونکہ ظن سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔ عیب جوئی مت کرو۔ چھپ کر باتیں نہ سنو۔ فخر نہ کرو۔ حسد اور کینہ نہ رکھو۔ منہ نہ موڑو۔ اللہ کے بندو! اور بھائی بھائی بنے رہو۔

اگر کوئی بندہ مشرق میں مارا جائے اور دوسرا مغرب میں اس قتل پر راضی ہو تو وہ دوسرا بھی اس قتل میں شریک ہوگا۔

اگر تم یہ سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہل گیا تو اس کی تصدیق کرو۔ لیکن جب یہ سنو کہ فلاں شخص اپنی عادت کو چھوڑ بیٹھا تو اس کی تصدیق نہ کرو۔ کیونکہ وہ عنقریب اپنی جگہ لوٹ آئے گا۔

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا۔ بیمار پرسی کرنا۔ جنازہ کے ساتھ جانا۔ بلاوے کو قبول کرنا' اور چھینک کا جواب دینا۔

حسن خلق کو حقیر مت سمجھو' خواہ وہ اسی قدر ہو' کہ تم اپنے بھائی سے بکشادہ پیشانی ملو۔

جب سالن پکاؤ' تو اس میں پانی ذرا زیادہ ڈال لیا کرو' اور اپنے ہمسائے کو اس میں سے ایک دو چمچے دے ڈالو۔

رستوں میں بیٹھنے سے پرہیز کرو۔ اگر بیٹھنا ہے تو اس کا حق ادا کرو۔ یعنی نظر نیچے رکھنا' ایذا پہنچانے سے باز رہنا' سلام کا جواب دینا' نیکی کا حکم دینا' برائی سے منع کرنا' مصیبت زدہ کی فریادرسی کرنا اور بھولے ہوئے کو رستہ بتانا۔

جب تین شخص بیٹھے ہوں' تو تیسرے کو چھوڑ کر دو آپس میں سرگوشی نہ کریں کہ اس سے وہ آزردہ ہو جائے گا۔
جو شخص اس بات سے خوش ہو' کہ لوگ اس کے لیے تعظیماً کھڑے ہوں' تو وہ اپنا ٹھکانا آگ میں سمجھ رکھے۔
کھانا کھلانا' واقف و ناواقف ہر دو کو سلام کہنا بہترین اسلام ہے۔
ایک گروہ جب چل رہا ہو تو کافی ہے کہ ان میں سے صرف ایک ہی سلام کہے۔ اسی طرح ایک جگہ بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے بھی ایک ہی کا جواب سلام کافی ہے۔
دوست کے ساتھ محبت اعتدال کے ساتھ رکھو' کیونکہ ممکن ہے کبھی بگاڑ ہو جائے۔ اسی طرح دشمن کے ساتھ دشمنی حد سے زیادہ نہ کرو' کیونکہ ممکن ہے کبھی تمہاری محبت ہو جائے۔
سوار پیدل کو' چلنے والا بیٹھنے والے کو اور تھوڑے بہتوں کو سلام کریں۔
جس شخص کے دونوں دن یعنی آج اور کل گزشتہ برابر ہو جائیں' وہ نقصان زدہ ہے اور جس شخص کا گزشتہ کل آج سے اچھا تھا' وہ محروم ہے۔
گوشہ نشینی کو لازم پکڑو' وہ عبادت ہے اور تم سے پہلے نیکو کاروں کا طریقہ ہے۔
اللہ کی عبادت اس طرح سے کر کہ گویا تو اس کو دیکھتا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ سکتا' تو وہ تجھے دیکھتا ہے۔
مجھے سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا جس میں صراط مستقیم پر چلنے کا حکم ہے۔ جو بال سے باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔
اپنے آپ کو تمنا سے بچا' کہ وہ بیوقوفوں کی وادی ہے۔ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ بدلہ نہیں لیتا۔
مومن کو ایذا پہنچانا اللہ کے نزدیک کعبہ اور بیت المعمور گرانے سے پندرہ گنا برا ہے۔
لوگ اللہ کے عیال ہیں' اور اللہ کے نزدیک زیادہ پیارا اس کے عیال کو زیادہ فائدہ پہنچانے والا ہے۔
علم عمل کو آواز دیتا ہے۔ پس اگر وہ جواب دے تو ٹھہرتا ہے ورنہ کوچ کر جاتا ہے۔
جب تو صبح کرے تو اپنے نفس سے شام کا ذکر نہ کر۔ اور جب تو شام کرے تو اپنے نفس سے صبح کا ذکر نہ کر۔ کیونکہ تو نہیں جانتا کہ کل تیرا کیا انجام ہو گا۔
جس نے جہالت سے اللہ کی عبادت کی' اس کا فساد اصلاح سے زیادہ ہوتا ہے۔
جاہل ایک دفعہ عذاب دیا جائے گا اور عالم سات دفعہ۔
بندے کے لیے دنیا میں اللہ کا سخت ترین عذاب غیر مقسوم کا طلب کرنا ہے۔
مومن کی فراست سے بچتے رہو۔ یقیناً وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔
مجھے اپنی امت پر زیادہ خوف منافق اور زبان دراز کا ہے۔
عبادت کے دس جزو ہیں۔ نو ان میں سے طلب حلال ہیں۔
جو شخص اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ وہ کہاں سے مال کماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی پروا نہیں کرے گا کہ اس کو کہاں سے دوزخ میں داخل کرے۔
جو شخص ایک کپڑا دس درم کو مول لے اور اس کی قیمت میں ایک درم حرام ہو' تو وہ کپڑا جب تک اس کے بدن پر

رہے گا' اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کرے گا۔

ایماندار کا غصہ بھی جلد ہوا کرتا ہے' اور راضی بھی جلد ہوا کرتا ہے۔

آدمی کو اتنی ہی برائی کافی ہے' کہ وہ مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

تمہارا ہمسایہ اگر تم سے مدد چاہے' تو اس کی مدد کرو اور اگر قرض مانگے تو قرض دو۔ اگر تم سے کوئی کام پڑے' تو پورا کرو۔ بیمار ہو تو عیادت کرو۔ اور مر جائے تو جنازے کے ہمراہ جاؤ۔ اس کو بہتری حاصل ہو تو مبارک باد کہو۔ مصیبت پڑے تو تعزیت کرو۔ بغیر اس کی اجازت کے اپنی عمارت اونچی مت کرو کہ اس کی ہوا رکے۔ اگر کوئی میوہ خریدو تو اس کو ہدیہ دو۔ ورنہ چھپا کر اپنے گھر میں لاؤ۔ اور اپنے بچے کو میوہ لے کر باہر نہ جانے دو کہ کسی ہمسائے کے بچے کو رنج نہ ہو۔ اپنی ہنڈیا کے خوشبودار بگھار سے اس کو ایذا مت دو۔ مگر اس صورت میں کہ ایک چمچہ اس کے ہاں بھی بھیجو۔ اور حقوق اسی سے ادا ہوں گے جس پر اللہ تعالیٰ رحم کرے۔

رحم رحمٰن سے مشتق ہے' جو کوئی اس کو ملائے گا رحمٰن سے ملے گا۔ جو کوئی اسے قطع کرے گا' رحمٰن سے قطع کرے گا۔

نیک خو اور خوش خلق صائم الدہر اور قائم اللیل کا درجہ پاتا ہے۔

جس کو سلامت رہنا اچھا لگے وہ سکوت لازم پکڑے' اور چاہئے کہ تیرا گھر تجھ کو گنجائش کرے۔

مومن کی زبان دل سے پیچھے رہتی ہے (یعنی بولنا چاہتا ہے' تو دل میں سوچ لیتا ہے' تب زبان سے نکالتا ہے)۔

جب کوئی تم کو دعا دے' تو تم بھی دعا دو۔ اس سے بہتر یا وہی۔ سخی کا کھانا دوا ہے' اور بخیل کا مرض۔

زیادہ گوئی سے بڑھ کر انسان کے لیے کوئی چیز بری نہیں۔ نہ نقصان اٹھانا چاہیے' نہ نقصان پہنچانا۔

میں اور میری امت کے پرہیز گار لوگ تکلف سے بری ہیں۔ سخی گنہگار اللہ تعالیٰ کے نزدیک بخیل عابد سے اچھا ہے۔

آگ خشک لکڑی میں اتنی جلدی نہیں لگتی' جتنی غیبت بندہ کے حسنات کو خشک کرتی ہے۔

لوگوں میں سے برا وہ ہے جس کی تعظیم اس کے شر کے خوف سے کی جائے۔

بہتر وہ ہے کہ دیر میں خفا ہو' اور جلد مان جائے۔ بدتر وہ ہے کہ جلد غصہ ہو' اور دیر میں راضی ہو۔

دنیا اس کا گھر ہے جس کا گھر نہ ہو۔ اس کا مال ہے جس کا مال نہ ہو۔ اسے وہ جمع کرتا ہے' جسے عقل نہ ہو۔ اس پر وہ عداوت کرتا ہے جسے علم نہ ہو۔ وہ حسد کرتا ہے جس کو سمجھ نہ ہو اور اس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے جسے یقین نہ ہو۔

دنیا کی کوئی چیز تیرے پاس نہ ہو' لیکن یہ چار چیزیں ہوں تو تجھے ضرر نہیں۔ (۱) راست گفتاری (۲) حفظ امانت (۳) خوش خلقی اور (۴) غذائے حلال۔

دنیا حلال بھی عذاب ہے' مگر یہ حرام کی نسبت خفیف ہے۔ جو میانہ روی اختیار کرتا ہے' وہ مفلس نہیں ہوتا۔

آدمی کے دوست تین ہیں۔ ایک تو قبض روح تک ساتھ رہتا ہے۔ دوسرا قبر تک۔ تیسرا قیامت تک۔ قبض روح تک کا ساتھی تو مال ہے' قبر تک کے ساتھی اس کے گھر والے' اور قیامت تک کے ساتھی اس کے اعمال۔

عمل بقدر طاقت کرو۔ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ ملول نہیں ہوتا' تم ہی ملول ہو جاؤ گے۔

کارہائے زندگی کو پائدار سمجھ کر کر۔ اور کارہائے آخرت کے وقت یہ خیال کر کہ کل ہی موت کا سامنا ہے۔

کوئی فقیر اور غنی ایسا نہیں جس کو قیامت میں یہ تمنا نہ ہو کہ دنیا میں اس کو بقدر قوت یعنی گزارہ کے لائق دیا جاتا۔

جب اللہ کو کسی کی ہلاکت منظور ہوتی ہے' تو سب سے پہلے خود رائے کی خود رائی اس کو برباد کرتی ہے۔

جو دنیاوی حیثیت میں تجھ سے زیادہ ہے' اس کو مت دیکھ کہ ناشکری پیدا ہو گی۔

دست بالا یعنی سخی کا ہاتھ دست زیریں یعنی سائل کے ہاتھ سے بہتر ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی ناراضی لوگوں کی رضامندی میں چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں ہی کے حوالے کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ پسندیدہ نہیں۔ ایک آنسو کا قطرہ' جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو دوسرا خون کا قطرہ' جو اللہ کے راستے میں گرا ہو۔ بخل اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔

جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرتا ہے' اسی میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں۔

آخر زمانہ میں تم یہود و نصاریٰ کے قدم بہ قدم چلو گے۔ یہاں تک کہ ان میں سے کوئی پہاڑ کے سوراخ میں جا بیٹھا ہو گا' تو تم بھی اس کی تقلید میں پہاڑ کے سوراخ میں جا بیٹھو گے۔

جب تم کسی کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اس کی مراد دیئے جاتا ہے' اور وہ اپنی خطا پر مصر ہے' تو جان لو کہ یہ امراس کو مہلت دیئے جانے کے لیے ہے۔

جب کسی بندے پر اللہ تعالیٰ کی نعمت زیادہ ہوتی ہے' تو اس کیطرف لوگوں کی حاجتیں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ اگر وہ ان سے سستی برتتا ہے' تو اس نعمت کے کھونے کے درپے ہوتا ہے۔

جو شخص جھگڑا چھوڑ دے گو حق ہی پر ہو' اس کے واسطے مضافات جنت اور جو جھوٹ کہنا چھوڑ دے خواہ بطور ظرافت ہو' اس کے لیے وسط جنت' اور خوش خلق کے لیے جنت کے اعلیٰ درجے میں ایک گھر کا میں ضامن ہوں۔

جو چیز اولاد کے لیے بازار سے لائے' پہلے لڑکی کو دے پھر لڑکے کو۔

کیا میں تمہیں ایسے خزانے سے مطلع نہ کروں' جو سب سے اچھا ہے؟ سن لو کہ وہ نیک عورت ہے۔

آپس میں تحفہ بھیجا کرو' کہ تحفہ دل کی کدورت دور کر دیتا ہے۔

اپنے بھائی کی تکلیف پر خوشی ظاہر نہ کرو' کہ اللہ تعالیٰ اسے آرام دے گا اور تجھے دکھ میں مبتلا کرے گا۔

حاکم عادل کی تعظیم کرنا اللہ کی تعظیم میں داخل ہے۔ ایسی نعمت کسی کو بھی نہیں ملی' جو صبر سے بہتر اور بڑی ہے۔

جس نے لڑنے کی غرض سے تلوار اٹھائی' اور پھر اپنے ارادہ سے باز آ کر میان میں رکھ لی' اس پر مواخذہ نہیں ہے۔

ایک بیٹی والا رنجور' دو بیٹیوں والا گرانبار اور تین والے کی مدد کرو' اے مسلمانو! کہ وہ جنت میں میرا ہمسایہ ہو گا۔

لوگ ہرگز ہلاک نہیں ہوں گے' جب تک کہ ان کے اعمال بد کی وجہ سے ان کی جانوں پر حجت قائم نہ ہو۔

دعویٰ کی شہادت پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے' اور اس سے انکار کی صورت میں قسم کھانا مدعا علیہ کے ذمہ ہے۔

حلال چیزوں میں کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسی بری نہیں جتنی طلاق۔

جس شخص پر فاقہ اترے' اور وہ اسے لوگوں پر اتارے (یعنی بھیک مانگے) اس کا فاقہ دور نہیں ہوتا' اور جو اپنا فاقہ اللہ تعالیٰ پر اتارے (یعنی اس سے مانگے) تو اسے اللہ تعالیٰ جلدی یا قدرے توقف سے رزق دے گا۔

جب کوئی حاکم تجسس و تحقیقات کرے اور حق بات پا جائے 'تو اسے دو اجر ملیں گے۔ اور اگر تجسس کرے 'اور غلطی کھا جائے 'تو اس کے لیے تجسس کا ایک ہی اجر ملے گا۔

تمہارے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہوتا ہے 'اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ معلوم رہے کہ وہ دل ہے۔

وہ شخص جھوٹا نہیں ہے 'جو دو شخصوں میں صلح کرا دے۔ نیک بات کہے یا اپنی طرف سے نیک بات ملا دے۔

سیدنا ابراہیم (فرزند مبارک) کو جب سانس چھوڑ رہے تھے 'حضور ﷺ نے اپنی گود میں اٹھایا اور زبان مبارک سے فرمایا۔ "اے ابراہیم! حکم الٰہی کے سامنے ہم تیرے کس کام آ سکتے ہیں؟"

جو شخص لباس کو شہرت حاصل کرنے 'یا امارت ظاہر کرنے کی غرض سے پہنے 'اللہ تعالیٰ اس کو ذلت کا لباس پہنائے گا۔

تم میرے پاس حسب نسب لے کر نہ آؤ بلکہ اعمال لے کر آؤ۔ جو اپنے ظالم پر بددعا کرتا ہے 'وہ اپنا بدلہ لے لیتا ہے۔

جو شخص تلاش علم میں نکلا 'وہ اپنی واپسی تک گویا اللہ تعالیٰ کی راہ پر چلتا رہا۔

جب تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے۔ اگر کوئی کسی میں برائی دیکھے 'تو چاہئے کہ اسے ہٹا دے یا بتا دے۔

جو شخص مرنے کے وقت غلام کو آزاد کرے 'وہ گویا پیٹ بھر کر کسی کے ہاں کھانا بطور تحفہ بھیجنے کی مانند ہے۔ جس میں کوئی مروت نہیں۔ آدمی کے اسلام کی خوبی 'امور بے فائدہ کو چھوڑ دینا ہے۔

جس کسی نے کسی امیر کے سامنے اس کی امارت کی وجہ سے فروتنی کی اگرچہ وہ ظالم نہ ہو 'تب بھی اس کے دین کا ایک حصہ ضائع ہو جاتا ہے۔

جب دو شخص ایک ہی وقت میں دعوت دیں 'تو ان میں سے نزدیک تر دروازے والے کی دعوت قبول کرو۔ اگر ان میں سے کوئی پہل کرے 'تو پہل والے کی قبول کرو۔

اگر کسی شخص کی دعوت کی جائے اور وہ قبول نہ کرے 'تو اس نے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔ اور جو شخص بن بلائے چلا جائے 'تو گویا چور اندر چلا گیا 'اور چوری کر کے باہر آ گیا۔

کوئی آقا اپنے غلام سے یہ نہ کہے کہ میرا غلام یا میری لونڈی یا میرا خادم 'اور نہ خادم آقا کو یہ کہے کہ میرا رب یعنی پالنے والا یا پالنے والی۔ بلکہ آقا کہے میرا جوان یا میری جوان عورت۔ اور خادم کہے 'میرا سردار یا میری سردارنی۔ کیونکہ تم سب مملوک ہو 'اور سب کا رب وہی عزت و جلال والا ہے۔

آپ جب کسی کے گھر آتے تو دروازہ کے سامنے سے نہ آتے۔ بلکہ دائیں یا بائیں سے السلام علیکم کہتے۔ کیونکہ ان ایام میں دروازوں کے آگے پردے نہ تھے۔

ابو مسعود بدری اپنے غلام کو کوڑے مار رہا تھا کہ اتنے میں آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے 'تو اس نے کوڑا پھینک دیا۔ آپ نے فرمایا۔ "سنو ابو مسعود! اللہ تجھ پر زیادہ قادر ہے بہ نسبت اس کے کہ تو غلام پر ہے۔" یہ سن کر ابو مسعود آئندہ کے لیے تائب ہو گئے۔

آپ نے اس چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے 'جس پر پردے (منڈیر) نہ ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے باہر سے آواز دے کر رسول اللہؐ سے ملاقات کی اجازت مانگی۔ آپؐ بولے یہ شخص قوم کا برا آدمی ہے۔ جب وہ اندر آیا۔ تو اس سے کشادہ پیشانی اور نرمی کلام سے پیش آئے۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے کہا' یا رسول اللہؐ! جس وقت آپ نے اس آدمی کا آنا سنا' اس وقت اس کی نسبت ایسا ایسا کہا' جب آپ اس کے سامنے ہوئے' تو کشادہ پیشانی رکھی۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اے عائشہ! تو نے مجھے کب کسی سے بداخلاقی کرتے یا بدخلقی سے پیش آتے دیکھا؟ میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کروں۔" بہت سے لوگ آپ کے حسن اخلاق ہی سے متاثر ہو کر آپ کی رسالت پر ایمان لائے۔

حضرت صفیہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ مسجد میں معتکف تھے۔ ایک رات میں انہیں دیکھنے گئی۔ چند باتیں کر کے میں اٹھی کہ گھر جاؤں' تو آپ بھی میرے ساتھ مسجد کے دروازے تک تشریف لائے۔ اس وقت دو شخص انصاری ادھر سے گزرے۔ انہوں نے رسول اللہؐ کو دیکھا تو قدم تیز کر دیئے۔ آپ نے فرمایا! ٹھہر جاؤ' دیکھو یہ صفیہ میری بیوی ہے۔ انہوں نے کہا سبحان اللہ! یا رسول اللہؐ! یہاں کسی شبہ کی گنجائش ہے؟ آپ نے فرمایا' شیطان کا گزر بنی آدم کے خون کی گزرگاہوں تک ہے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ تمہارے دلوں میں میرے متعلق کوئی برا خیال نہ ڈالے۔

عثمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ میرا باپ مجھے اپنے ہمراہ لے کر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا۔ یا رسول اللہؐ! میں نے اس بیٹے کو یہ غلام عطا کیا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا تم نے ہر ایک بیٹے کو ایسا عطیہ دیا ہے؟ اس نے کہا' نہیں۔ تو آپ نے فرمایا' تو اپنا عطیہ واپس لے لے۔

فرمان مبارک ہے کہ مرد بغیر عورت کے مسکین ہے اور عورت بغیر مرد کے مسکینہ ہے۔ خواہ وہ مالدار ہی ہوں۔

جب دو مسلمانوں نے تلواروں سے ایک دوسرے کا مقابلہ کیا' تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہؐ! قاتل تو دوزخی ہوا' مقتول کیوں؟ فرمایا اس نے بھی تو اپنے ساتھی کے قتل کا ارادہ کر رکھا تھا۔ اگر کوئی شخص نیک کام کر رہا ہو اور بیماری یا سفر کی وجہ سے نیک کام سے رک جائے تو اللہ تعالیٰ اس کا عمل ایسا ہی شمار کرے گا جیسا وہ اس حالت میں تھا' جبکہ وہ معذور نہیں تھا۔

جو شخص کسی نیک کام کے واسطے ترغیب دیتا ہے' تو اسے اسی قدر ثواب ملتا ہے' جس قدر اس شخص کو جو اس کی پیروی کرتا ہے اور جو شخص کسی برے کام کی ترغیب دیتا ہے' تو اسے اسی قدر گناہ ہوتا ہے جس قدر اس شخص کو جو اس کی پیروی کرتا ہے۔ ان ہر دو کے ثواب و گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

حضور ﷺ نے نوحہ کرنے والی اور اسے کان لگا کر سننے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

ایک شخص نے عرض کیا' یا رسول اللہؐ! مجھے کوئی نصیحت فرمایئے۔ مگر اتنی زیادہ نہ ہو کہ میں بھول جاؤں آپ نے فرمایا' غصہ نہ کیا کرو۔ پھر فرمایا بنی آدم کے تین طبقات ہیں۔ (۱) بعض جلد غصہ قبول کر لیتے اور جلد ہی ٹھنڈے ہو جاتے ہیں (۲) بعض کو دیر میں غصہ آتا ہے اور جلد اصلی حالت پر واپس آ جاتے ہیں۔ (۳) بعض دیر میں غصہ قبول کرتے اور دیر میں اپنی حالت پر لوٹتے ہیں۔ ان میں بہترین دوسری قسم کے لوگ ہیں۔ اور بدترین تیسری قسم کے۔

آنحضرت ﷺ ایک جنگ سے واپس ہوئے تو فرمایا "ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹتے ہیں۔"

لوگوں نے پوچھا کہ بڑا جہاد کونسا ہے۔ فرمایا کہ اپنے نفس کے ساتھ جہاد۔ کیونکہ تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے۔ جو تیرے دو پہلوؤں کے درمیان ہے۔ حقیقی صبر مصیبت کو اولاہی برداشت کرلینا ہے۔

فرمایا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے پہلے نبیوں اور رسولوں پر چھ چیزوں میں فضیلت عطا فرمائی ہے۔ (۱) مجھ کو جوامع الکلم عطا فرمائے (۲) میری فتح و کامیابی کے لیے مجھ کو دشمنوں کے مقابلہ میں خاص رعب بخشا (۳) میری امت کے لیے مال غنیمت کو حلال کیا (۴) تمام زمین میرے لیے مسجد اور پاک قرار دی (۵) مجھ کو تمام مخلوق کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا (۶) انبیاء و رسل کی نبوت مجھ پر ختم کر دی۔ ہم سے پہلے کسی نبی کے زمانے میں مال غنیمت حلال نہیں ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے ضعف و عجز پر نظر کی کہ ہمارے لیے اس کو پاک کر دیا۔

جب کوئی عورت اسلام لانے کے لیے آنحضرتؐ کے پاس آتی' تو حضورؐ اس بات پر حلف لیتے کہ "اللہ کی قسم! میں شوہر سے ناراض ہو کر نہیں آئی' مجھے دنیا حاصل کرنا مقصود نہیں' میں ایک خطہ چھوڑ کر دوسری زمین پر بسنے کے شوق میں نہیں آئی۔ بلکہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی محبت میرے آنے کا باعث ہوئی۔

لوگوں نے پوچھا کہ ایک عورت مالدار تو ہے لیکن اس کا شوہر اس کو حج کی اجازت نہیں دیتا۔ فرمایا کہ شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے لیے حج پر جانا درست نہیں۔ دنیا سامان زیست ہے اور اس کی بہترین متاع صالح عورت ہے۔

آپ سے پوچھا گیا کہ سب سے اچھا شخص کون ہے؟ فرمایا جس کی عمر لمبی اور اعمال نیک ہوں۔ لوگوں نے پوچھا' سب سے برا شخص کون ہے؟ فرمایا جس کی عمر لمبی اور اعمال بد ہوں۔

ایک اونٹنی کسی کے باغ میں گھس گئی اور اسے خراب کر ڈالا۔ آپ نے فرمایا' دن کے وقت مال کی حفاظت (یعنی باغ کی) مال والے کے ذمے ہے اور رات کے وقت مویشی کی نگہبانی مویشی والے کے ذمے ہے۔

لوگوں نے خبر دی کہ ایک شخص نے خودکشی کی ہے۔ آپ نے فرمایا میں اس کے لیے جنازہ کی دعا نہ پڑھوں گا۔

ابو سفیانؓ کی بیوی ہندہؓ نے عرض کیا کہ میرا خاوند بخیل ہے۔ میری اور میری اولاد کی ضروریات کے لیے کافی خرچ نہیں دیتا۔ میں اس کی لاعلمی میں اس کا مال خرچ کر سکتی ہوں؟ فرمایا اپنی اور اپنی اولاد کی معمولی ضرویات کے واسطے جس قدر درکار ہو' خرچ کر لیا کرو۔

اے اللہ! میں تیرے سامنے اقرار کرتا ہوں کہ اگر غصہ میں آکر میں نے اپنی امت کے کسی آدمی کو برا کہا ہو یا لعنت کی ہو' تو میں بھی انسان ہوں' مجھے بھی ایسا ہی غصہ آتا ہے جیسا اور لوگوں کو آتا ہے۔ تو نے مجھے مخلوق کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ تو قیامت کے دن میری لعنت کو اس پر رحمت کیجیو۔

کسی نے سوال کیا کہ کیا آپؐ کافروں کے لیے بھی رحمتہ للعلمین ہیں۔ فرمایا یہ خوان رحمت تمام عالم کے لیے یکساں کھلا ہوا ہے۔ اگر کوئی اس رحمت عام سے فائدہ نہ اٹھائے' تو اس کا اپنا قصور ہے۔

ایک شخص نے عرض کیا' یا رسولؐ اللہ! اگر میرے پاس کوئی آکر میرا مال مجھ سے چھینے؟ آپ نے فرمایا' اس کو اللہ سے ڈرا۔ اس نے کہا' اگر وہ نہ ڈرے؟ فرمایا' اپنے پڑوسیوں سے مدد مانگ۔ اس نے کہا' اگر پڑوس میں کوئی مسلمان نہ ہو' جو میری مدد کرے (کیونکہ کافر تو مدد کرتے ہی نہیں) فرمایا پھر حاکم سے مدد مانگ۔ اس نے عرض کیا' اگر حاکم دور ہو؟

فرمایا اپنے مال کی خاطر لڑ۔ یہاں تک کہ آخرت میں تو شہیدوں میں شامل ہو جائے یا جیت کر اپنا مال بچا لے۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ خادم کا قصور کتنی دفعہ معاف کروں؟ آپ خاموش رہے۔ اس نے اپنا سوال دہرایا۔ آپ پھر بھی خاموش رہے۔ اس نے تیسری بار اپنا سوال دہرایا۔ آپ نے فرمایا ہر ایک دن میں اسے ستر بار معافی دو۔

مطرفؓ بن عبداللہ نے آپ سے عرض کیا کہ آپ ہمارے سردار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سردار اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے کہا آپ بزرگی میں سب سے افضل ہیں اور آپ کی طبیعت میں بخشش بھی ہماری طبیعت سے زیادہ ہے۔ فرمایا' خیر ایسا کہہ لو' یا اس سے بھی کم' مگر شیطان کے وکیل نہ بنو۔

ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں اور حارث کی بیٹی میمونہؓ رسول اللہ کے پاس بیٹھی تھیں کہ ام مکتوم کا بیٹا آگیا۔ آپ نے فرمایا کہ پردہ کر لو۔ ہم نے کہا وہ تو اندھے ہیں ہمیں دیکھ نہیں سکتے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تم بھی اندھی ہو' اور اسے دیکھ نہیں سکتیں؟

ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ میں جب ماں کے پاس جاؤں' تب بھی اجازت لے کر جاؤں؟ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا' میں اور ماں ایک ہی مکان میں رہتے ہیں۔ فرمایا' پھر بھی اجازت لیا کرو۔ اس نے کہا' میں تو اس کی خدمت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر بھی اجازت لیا کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اسے برہنہ دیکھو؟ کہا نہیں۔ فرمایا' بس اسی واسطے اجازت لیا کرو۔ ممکن ہے کہ کبھی تم بے اطلاع چلے جاؤ اور وہ برہنہ ہو۔

عوفؓ بن مالک نے پوچھا کہ کسی کے ہاں میرا جانا ہوا' اس نے میری ضیافت نہ کی۔ اگر وہ میرے ہاں آئے' تو کیا میں اس کی مہمانداری کروں؟ فرمایا ضرور کرو۔ آپ نے دیکھا کہ میرے کپڑے ناقص ہیں' فرمایا تیرے پاس مال نہیں؟ میں نے عرض کیا' ہر قسم کا مال اللہ نے عطا کر رکھا ہے۔ فرمایا تمہارے جسم پر بحد مناسب اس کا ظہور ہونا چاہئے۔

حضرت ابو قتادہؓ اور محلم بن جسامہؓ کہیں چلے جا رہے تھے۔ قوم اشجع کا ایک شخص عامر بن اضبط بھی اپنے مال و متاع کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ اس نے اسلامی لشکر کو دیکھ کر السلام علیکم کہا۔ مگر مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ دشمن قبیلے کا شخص ہے اپنی جان بچانے کے لیے السلام علیکم سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ اس لیے سب نے اس کا جواب وعلیکم السلام دینے سے تامل کیا اور محلم بن جسامہؓ نے حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ جب اس واقعہ کا علم آنحضرت ﷺ کو ہوا تو آپ سخت ناراض ہوئے اور محلمؓ سے کہا کہ تو نے ایک شخص کو اللہ پر ایمان رکھنے کی حالت میں کیوں قتل کیا؟ اور عامر کے ورثا کو پچاس اونٹ خون بہا دلا کر رضامند کیا۔ اور اس طرح محلمؓ کو قصاص سے نجات ملی۔

دشمن پر رحم کرنا آسان بات نہیں ہے۔ خاص کر اس وقت جب بدلہ لینے کا موقع حاصل ہو۔ آنحضرت ﷺ نے اہل مکہ کے ہاتھوں طرح طرح کی تکالیف اور اذیتیں اٹھائیں۔ لیکن پھر بھی آپ نے ان کی بھلائی اور بہتری کے لیے دعا فرمائی۔ ایک بار صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! دشمنوں کے حق میں آپ بددعا کیوں نہیں فرماتے؟ فرمایا' میں دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی اولاد دولت اسلام سے بہرہ ور ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ پانچ چیزوں کے ساتھ پانچ چیزیں عنایت کرتا ہے۔ شکر کے ساتھ مال کی زیادتی۔ دعا کے ساتھ اجابت استغفار کے ساتھ بخشش۔ صدقہ کے ساتھ قبولیت۔ رحم کے ساتھ رحمت۔

اگر تمہارا کھانا حسب خواہش نہ ہو تو اس کو برا نہ کہو۔ مومن کامل وہی شخص ہے' جس کا اخلاق اچھا ہے۔

اپنے پیٹوں کا کچھ حصہ پر کرو' صحت مند رہو گے۔ کیونکہ پیٹ تمام بیماریوں کا سر ہے۔

مجھے حکم کیا گیا ہے کہ تقریر و گفتگو میں اختصار کیا کروں' اس لئے کہ مختصرات چیت بہتر ہوتی ہے۔

بے شک دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی اور تم آخرت کے لیے پیدا کیے گئے۔

اگر کوئی شیر خوار بچہ آپ کی گود میں پیشاب کر دیتا تو آپ کپڑوں کو اس کے والدین کی رنجیدگی کے خیال سے اس وقت نہ دھوتے تھے' بلکہ جب وہ باہر چلے جاتے' تب دھوتے۔

اسماء بنت یزید انصاری صحابیہؓ حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا' یا رسولؐ اللہ! میں اور میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں مسلمان عورتوں کی طرف سے بطور قاصد کے خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ بے شک اللہ جل شانہ' نے آپ کو مرد اور عورت دونوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ اس لیے ہم عورتوں کی جماعت آپ پر ایمان لائی اور اللہ پر ایمان لائی۔ لیکن ہم عورتوں کی جماعت مکانوں میں گھری رہتی ہے۔ پردوں میں بند رہتی ہے۔ مردوں کے گھروں میں گڑی رہتی ہیں۔ اور مردوں کی ہر خواہش پوری کرنے کے لیے کھڑی رہتی ہیں' ہم ان کی اولاد کو پیٹ میں اٹھائے رہتی ہیں۔ ان سب باتوں کے باوجود مرد بہت سے ثواب کے کاموں میں ہم سے بڑھے رہتے ہیں۔ جمعہ میں شریک ہوتے ہیں۔ جماعت کی نمازوں میں شریک ہوتے ہیں۔ بیماروں کی عیادت کرتے ہیں۔ جنازوں میں شرکت کرتے ہیں۔ حج پر حج کرتے رہتے ہیں۔ اور ان سب سے بڑھ کر جہاد کرتے رہتے ہیں۔ اور جب وہ حج کے لیے یا عمرہ کے لیے یا جہاد کے لیے جاتے ہیں' تو ہم عورتیں ان کے مالوں کی حفاظت کرتی ہیں۔ ان کے لیے کپڑا بنتی ہیں۔ ان کی اولاد کو پالتی ہیں۔ کیا ہم ثواب میں ان کے شریک نہیں؟ حضور اقدس ﷺ یہ سن کر صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا' تم نے دین کے بارے میں اس عورت سے بہتر سوال کرنے والی سنی؟ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ! ہم کو خیال بھی نہ تھا کہ عورت بھی ایسا سوال کر سکتی ہے؟ اس کے بعد آنحضرتؐ اسماءؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ غور سے سن اور سمجھ اور جن عورتوں نے تجھ کو بھیجا ہے' ان کو بتا دے کہ عورت کا اپنے خاوند کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور اس کی خوشنودی کو ڈھونڈنا اور اس پر عمل کرنا' ان سب چیزوں کے ثواب کے برابر ہے' جن کو تو نے مردوں کے لیے مخصوص سمجھ رکھا ہے۔

بوڑھوں میں بدتر وہ بوڑھا ہے جو سیاہ خضاب سے جوانوں کی مشابہت کرتا ہے۔ کیونکہ سیاہ خضاب فریب ہے اور فریب دینے والا ہم میں سے نہیں ہے۔

آنحضرتؐ نے ایک دفعہ حضرت عباسؓ سے پینے کے لیے آب زمزم طلب فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا یا حضرت! اس پانی میں بہت لوگوں نے اپنے ہاتھ ڈالے ہیں' اور گھنگھولا ہے۔ ٹھہریئے میں خالص پانی کا ڈول آپ کے لیے نکالتا ہوں۔ آپ نے فرمایا' نہیں میں مسلمانوں کے ہاتھ کی برکت کو دوست رکھتا ہوں۔

ہادی اعظم رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر ہوا۔ اور دنیا و آخرت کی چند نہایت اہم باتوں کی نسبت سوالات عرض کیے۔ اس نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ سب سے بڑا عالم بن جاؤں۔
آپ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔ سب سے بڑے عالم بن جاؤ گے۔ اللہ کا خوف اور اس کے احکام پر عمل کرنے سے انسان پر علم و حکمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔
عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ سب سے بڑا انسان بن جاؤں۔
فرمایا سب سے بہتر وہ شخص ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ تمہیں چاہیئے کہ سب کے لیے نفع بخش بن جاؤ۔
عرض کیا میری تمنا ہے کہ عادل و منصف بنوں۔
ارشاد فرمایا دوسروں کے لیے بھی وہی پسند کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو۔
عرض کیا میں اللہ کے دربار میں سب سے زیادہ مقرب بننا چاہتا ہوں۔
فرمایا سب سے زیادہ اللہ کا ذکر کرو۔ اللہ کے مقرب بن جاؤ گے۔
عرض کیا میری خواہش ہے کہ میں نیک اور احسان کرنے والا بنوں۔
ارشاد ہوا' نماز اس طرح پڑھا کرو کہ گویا تم نماز میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم اس طرح تو پڑھو کہ حق تعالیٰ تم کو دیکھ رہا ہے۔
عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ میرا ایمان مکمل ہو جائے۔
فرمایا اپنے اخلاق و عادات سنوار لو۔ ایمان مکمل ہو جائے گا۔
عرض کیا میں اللہ کا اطاعت گزار بھی بننا چاہتا ہوں۔
ارشاد ہوا اپنے فرائض ادا کرتے رہو گے' تو تمہارا شمار اطاعت گزاروں میں کیا جائے گا۔
عرض کیا میں اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملنا چاہتا ہوں کہ تمام گناہوں سے پاک و صاف ہوں۔
فرمایا غسل جنابت کی برکت سے گناہوں سے پاک اٹھو گے۔
عرض کیا میری آرزو ہے کہ میدان حشر میں نور کے ساتھ اٹھایا جاؤں۔
فرمایا کہ اگر ظلم نہیں کرو گے' تو قیامت میں نور کے ساتھ اٹھو گے۔
عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم کرے۔
فرمایا اپنے نفس پر رحم کرو اور خلق الٰہی پر بھی رحم کھاؤ' اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا۔
عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ میرے گناہ کم ہوں۔
فرمایا استغفار کثرت سے پڑھا کرو' گناہ کم ہو جائیں گے۔
عرض کیا میں سب لوگوں سے بزرگ تر بننا چاہتا ہوں۔
فرمایا مصیبت کے اوقات میں اللہ کی شکایت نہ کرو۔ سب سے بزرگ تر ہو جاؤ گے۔
عرض کیا میں چاہتا ہوں' میرے رزق میں زیادتی ہو۔
فرمایا ہمیشہ پاک و طاہر رہا کرو' رزق میں برکت ہو گی۔

عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا دوست بن جاؤں۔

ارشاد فرمایا۔ جو چیزیں اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ ان کو اپنے لئے پسند کر لو۔ اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ناپسند ہیں' ان سے نفرت اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے دوست بن جاؤ گے۔

عرض کیا میں اللہ کے غضب سے بچنا چاہتا ہوں۔

فرمایا اگر کسی پر بے جا غصہ نہ کرو گے' تو اللہ تعالیٰ کے غضب و ناراضگی سے بچے رہو گے۔

عرض کیا میں اللہ کے دربار میں مستجاب الدعوات بننا چاہتا ہوں۔

فرمایا حرام چیزوں اور حرام باتوں سے بچتے رہو گے' تو مستجاب الدعوات بن جاؤ گے۔

عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے قیامت میں سب کے سامنے رسوا نہ کرے۔

فرمایا اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو گے' تو اللہ تمہیں قیامت میں رسوائی سے بچائے گا۔

بادشاہ کا ایک گھڑی کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے زیادہ ہے' اس لیے کہ عبادت کا فائدہ صرف عابد ہی کو پہنچتا ہے اور عدل کا فائدہ خاص و عام سب کو ملتا ہے۔

اولاد آدم کے قلوب قلب واحد کی مانند اللہ تعالیٰ کے دست قدرت کی دو انگلیوں میں ہیں' اور وہ انہیں جدھر چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ پھر فرمایا' اے ہمارے آقا دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی فرمانبرداری میں لگا دے۔

ایک مجمع میں حضورؐ نے فضیلت علم کے متعلق بہت سی باتیں بیان فرمائیں۔ آخر میں آپ نے دو مرتبہ فرمایا۔ اے لوگو! مجھ سے علم سیکھو۔ اے لوگو! مجھ سے علم سیکھو۔

ایک دفعہ جنگ بدر کے دن حضرتؐ سایہ میں بیٹھے تھے۔ اور صحابہؓ دھوپ میں تھے۔ حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور کہا' یا رسولؐ اللہ! آپ سایہ میں ہیں اور صحابہؓ دھوپ میں ہیں۔ (خیال کرو حضورؐ سے اتنی بات کا بھی گلہ ہوا ہے' اور یہ کہ حقوق العباد کا کیا درجہ ہے؟)

ایک دفعہ آپ سرداران قریش کو تبلیغ فرما رہے تھے کہ عبداللہؓ بن ام مکتوم آئے اور انہوں نے کچھ دریافت کیا۔ آپ نے انہیں دخل انداز ہوتے دیکھ کر منہ پھیر لیا۔ اسی وقت یہ آیات بطور تنبیہ نازل ہوئیں "(محمدؐ) ترش رو ہوئے اور منہ پھیر بیٹھے کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا۔ تمہیں کیا معلوم شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا۔ جو پرواہ نہیں کرتا' اس کی طرف تم توجہ کرتے ہو۔ اور جو تمہارے پاس دوڑتا ہوا آیا اور اللہ سے ڈرتا ہے' اس سے تم بے رخی کرتے ہو۔" اس پر آپ کا چہرہ زرد ہو گیا۔ اگرچہ بظاہر کوئی غلطی نہ تھی مگر اللہ تعالیٰ کو آنحضرتؐ کی ذات مبارک سے ایسا طرز عمل بھی بھلا نہ لگا۔

بنی حنیفہ یمن کے قبائل میں ایک بڑا قبیلہ تھا۔ جس زمانہ میں اس قبیلہ کا وفد خدمت نبی کریمؐ میں حاضر ہوا' سردار قبیلہ مسیلمہ کذاب (مدعی نبوت) بھی وفد کے ہمراہ تھا۔ وفد جب مسجد نبوی میں داخل ہوا' تو نبی کریم ﷺ ان کی آمد کا حال سن کر تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ عبداللہؓ ابن قیس بن شماس تھے۔ آپؐ نے قبول اسلام پر ان سے گفتگو فرمائی۔ مسیلمہ کہنے لگا' میں اس شرط پر ایمان لاتا ہوں کہ آپ وعدہ کریں کہ آپ کے بعد آپ کی نیابت و خلافت مجھے

ملے گی اور مجھے بھی اس معاملہ میں شریک کرلیں گے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک شاخ تھی‘ مسیلمہ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر قبول اسلام اس کی حرص آمیز شرط پر موقوف ہے‘ تو میرے ہاتھ میں جو شاخ ہے‘ اگر تو ایک ٹکڑا بھی اس کا مانگے تو نہ ملے گا۔ مجھ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیری نیت دکھائی گئی۔ اور اس کی بدولت تیرا حشر کیا ہو گا۔ یہ فرما کر آپ مجلس سے اٹھ گئے اور فرمایا بقیہ گفتگو قیسؓ بن شماس کریں گے۔

ایک دفعہ قبیلہ طے کا وفد حاضر خدمت ہوا۔ اس وفد کے سردار زید ن الخیل نامی ایک شخص تھے۔ نبی کریمؐ نے ان کے مسلمان ہونے کے بعد ان کا نام زید ن الخیر رکھا۔ (نکتہ) خیل عربی میں گھوڑے کو کہتے ہیں اور خیر کے معنی بہتر کے ہیں۔ اسی تبدیلی لفظ سے اشارہ تھا کہ نام کی طرح نسبتیں بھی عمدہ ہونی چاہئیں‘ نہ کہ ذلیل و توہین آمیز۔

آپ کے چچا ابو طالب کا جب وقت مرگ قریب ہوا‘ تو آپ نے ان سے کہا اے چچا! میری خواہش ہے کہ آپ ایک دفعہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیتے‘ فرمایا پھر میں اللہ تعالیٰ سے خود جھگڑ لیتا آپ یہ فرما رہے تھے اور وہاں ابو لہب اور ابو جہل بھی موجود تھے۔ انہوں نے ابو طالب سے کہا کہ کیا ان کے کہنے سے اپنے آباو اجداد کے دین کو چھوڑ دو گے؟ تو اس وقت ابو طالب نے شعر پڑھے ”میں عار کو نار پر ترجیح دیتا ہوں۔“ یہ کہہ کر انکار کر دیا اور انتقال ہو گیا۔

آپ ﷺ پر اس واقعہ سے صدمہ گزرا اور آپ نے فرمایا کہ اگرچہ وہ کفر پر مرے مگر جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ممانعت نہ ہو گی۔ میں ان کے لیے استغفار کروں گا۔ چنانچہ استغفار فرماتے رہے‘ کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ ”نبی کے لیے اور ایمان والوں کے لیے اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت مانگیں۔ خواہ وہ مشرکین ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔“ اس کے بعد یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ جہنم میں جائیں گے۔

صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے سوال کیا‘ آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کی خدمت اور کفار کے مقابلے میں آپ کی جو مدد کی‘ کیا اس کی وجہ سے ان کو کوئی فائدہ پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں! میری برکت سے ان کو سب سے ہلکا عذاب ہو گا۔

خصائل وشمائل نبوی ﷺ

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حلیہ شریف: حضور سرور عالم کا حلیہ مبارک متفقہ روایتوں سے اس طرح بیان ہوا ہے۔ قد مبارک آپ کا نہ بہت لمبا تھا اور نہ بہت چھوٹا۔ اوسط درجہ سے ذرا اونچا۔ رنگ مبارک نہ بہت سفید نہ بہت گندم گوں۔ بدن دبلا مگر خوبصورت اور دلکش‘ سینہ کشادہ اور کھلا ہوا‘ بدن کے استخوان اور پنجر فراخ‘ اعضا متناسب‘ سر بڑا‘ وسیع اور شریفانہ پیشانی۔ بال سیاہ گھنے اور قدرے گھونگریالے‘ کانوں تک پڑے ہوئے‘ بھویں محرابی اور آپس میں ملی ہوئی‘ رخ انور سبک لیکن مائل بہ درازی‘ نہایت درخشاں اور بارونق‘ دل میں کھب جانے والی سیاہ اور بڑی آنکھیں۔ تیز سیاہ پتلیاں جو پلکوں کے لیے اور سیاہ باریک بالوں سے اور بھی روشن معلوم ہوتی تھیں‘ خوبصورت ابھری ہوئی اور ستواں

ناک، دانت کشادہ اور موتیوں کی طرح۔ جلد صاف اور نرم، جسم میں لطافت اور نزہت۔ رخ انور پر غور و محویت کے آثار نمایاں، چہرہ ذکاوت سے روشن تھا۔ آپ مکہ بھر میں سب سے زیادہ حسین سمجھے جاتے تھے۔

حالات عمومی: شانہ مبارک دہنی طرف سے شروع کرتے، کفش مبارک دہنی طرف پہلے پہنتے۔ خضاب آپ کا مہندی تھا۔ سرمہ رات کے وقت تین تین سلائی دونوں آنکھوں میں لگاتے۔ لباس میں قمیص آپ کو زیادہ پسند تھی۔ اور موٹا کپڑا۔ بچھونا چمڑے کا تھا جس میں بجائے روئی کے کھجور کے پتے بھرے تھے۔ اور کبھی ٹاٹ بستر ہوتا۔ جوتا مبارک دو دو تسمے والا ہوتا تھا۔ آپ نے پیٹ بھر روٹی اور گوشت نہیں کھایا سوائے کسی صحابیؓ کی ضیافت کے، آپ اور آپ کے اہل بیت نے دو روز متواتر جو کی روٹی شکم سیر ہو کر نہیں کھائی۔ کئی کئی روز تک آپ کے گھر میں آگ نہ جلتی تھی، اور کئی کئی شب چراغ نہ جلتا تھا۔ انگشتری چاندی کی دائیں دست مبارک میں پہنتے۔ جس کے نگینہ میں اسم مبارک اس طرح کندہ تھا (محمد رسول اللہ)۔ زرہ آپ کے پاس دو تھیں، جو فتح مکہ کے دن آپ پہنے ہوئے تھے۔ عمامہ مبارک اس روز سیاہ رنگ کا تھا۔ تلوار مبارک کا قبضہ چاندی کا تھا۔ آپ کے پاس ایک چادر اور ایک تہبند بہت سے پیوند لگا ہوا تھا۔ اسی میں آپ کی وفات شریف ہوئی۔ اور وہی دونوں کپڑے کفن ہوئے۔ آپ کے وقت میں چھلنی نہ تھی۔ پھونک لگا کر آٹا صاف کر لیتے، پتلی چپاتی کبھی نہیں کھائی۔ دسترخوان آپ کا چمڑے کا تھا۔ ایک پیالہ لکڑی کا زنجیر آہنی سے جکڑا ہوا آپ کا برتن تھا۔ اس میں ہر چیز پینے کی پیتے۔ پھلوں میں ککڑی اور کھجور ملا کر کھاتے۔ عطر آپ کو بہت پسند تھا۔ کبھی رد نہ کرتے اور فرماتے کہ خوشبو جنت سے ہے۔

رفتار میں قدم تیز مگر ایک انداز سے پڑتے تھے۔ آپ بدن کو اکٹھا کر کے چلتے گویا بلندی سے اتر رہے ہیں۔ چلنے میں فروتنی اور انکسار ظاہر ہوتا تھا اور کمر ذرا آگے کو جھکی رہتی تھی۔

گفتار۔ حضورؐ کی گفتگو نہایت فصیح اور مختصر ہوتی تھی، لیکن پر مضمون۔ نہ مطلب سے زیادہ نہ کم، کبھی کسی کی مذمت نہ فرماتے۔ نہ کسی کھانے کو برا کہتے اور نہ تعریف میں لگے رہتے۔ زیادہ گفتگو سے احتراز فرماتے تھے۔ جلدی جلدی کلام نہ فرماتے، بلکہ آہستہ آہستہ اور جدا جدا الفاظ، کہ سننے والا حفظ کر سکے۔ مجمع میں گفتگو کے وقت یا وعظ کے موقع پر ہر ایک کلمہ عموماً دو تین مرتبہ بولتے، تاکہ عام لوگ اچھی طرح سمجھ لیں۔ ہمیشہ مغموم و متفکر رہتے۔ آپ کے لیے آرام نہ تھا۔ عموماً خاموش رہتے اور بغیر حاجت کلام نہ فرماتے۔ بھری محفل میں کوئی بات ناگوار ہوتی، تو لحاظ کی وجہ سے زبان سے کچھ نہ فرماتے، چہرہ کے آثار سے ظاہر ہوتا اور صحابہؓ متنبہ ہو جاتے۔

غصہ: حضورؐ کو جب کسی پر غصہ آتا تو اس کی طرف سے منہ پھیر لیتے، جب کسی سے خوش ہوتے تو صرف مسکرا دیتے۔ آپ کبھی قصوروار پر ناراض ہوتے نہیں دیکھے گئے، بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ فرماتے "اسے کیا ہو گیا ہے؟" یا "اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔" اپنے لیے نہ کبھی غصہ کرتے اور نہ بدلہ لیتے۔ البتہ اگر ہتک اسلام ہوتی تو آپ کے غضب کو کوئی شے نہ روک سکتی تھی۔ جب تک اس کا بدلہ نہ لے لیتے، مطمئن نہ ہوتے۔ بلانے کے لیے اگر اشارہ کرتے تو پورے پنجہ سے کرتے، کیونکہ انگلی کا اشارہ تکبر ہے۔ تعجب کے وقت اپنے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے ہاتھ میں ڈالتے۔ کبھی کبھی بجی اور درست خوش طبعی بھی فرماتے۔

نماز تہجد اس قدر دراز کہ پائے مبارک ورم کر جاتے' تلاوت قرآن مجید بہت اور ایک ایک حرف واضح پڑھتے۔

لباس مبارک: لباس کے متعلق کسی قسم کا التزام نہ تھا۔ عام لباس چادر' قمیص اور تہبند تھا' پاجامہ کم' بلکہ بعض روایات کے مطابق استعمال نہیں فرمایا۔ عمامہ مبارک اکثر سفید رنگ کا ہوتا۔ جس کا شملہ کبھی دوش مبارک پر کبھی دونوں شانوں کے بیچ میں ہوتا۔ عمامہ کے نیچے سر سے لپٹی ہوئی ٹوپی ہوتی۔ اونچی ٹوپی کبھی استعمال نہیں فرمائی۔ لباس میں یمن کی دھاریدار چادروں کی پسند فرماتے تھے۔ کفش مبارک ایک تلے کی چپل' جس میں تسمے لگے ہوتے تھے۔

سرخ رنگ سے آپ متنفر تھے اور مردوں کو اس کے استعمال سے منع فرمایا۔ سفید رنگ زیادہ پسند خاطر تھا۔

بیمار پرسی اور جنازہ کے ساتھ جانے کا بہت خیال رکھتے۔ دعوت غلام کو بھی قبول فرماتے۔

فرمان مبارک ہے کہ ایک عورت دوسری عورت سے اس قدر گھل مل کر نہ رہے کہ وہ اس کی تعریفیں اپنے شوہر سے یوں بیان کرنے لگے گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے۔

خانہ داری کے کاموں میں آپ کپڑا سی لیتے' بکریاں چرالاتے اور ان کا دودھ دوھ لیتے۔ اپنے نفس کی خدمت بھی کیا کرتے۔ فحش کلام نہ کرتے۔ بازار میں چلا کر نہ بولتے۔ برائی کا بدلہ برائی نہ کرتے بلکہ معاف فرماتے۔ سخی ایسے کہ کبھی "نہ" کا لفظ زبان پر نہیں آیا۔ بالخصوص رمضان مبارک میں بہت سخاوت فرماتے۔

کسی کی کوئی بات بری معلوم ہوتی' تو مجلس میں نام لے کر اس کا ذکر نہ کرتے تھے۔ بلکہ صیغہ تعمیم کے ساتھ فرماتے تھے کہ لوگ ایسا کرتے ہیں' لوگ ایسا کہتے ہیں' یا بعض لوگوں کی یہ عادت ہے۔ یہ طریقہ ابہام اس لیے اختیار فرماتے تھے کہ شخص مخصوص کی ذلت نہ ہو اور اس کے احساس عزت میں کمی نہ آجائے۔

فرخندہ مزاجی: اتنا کھل کھلا کر نہ ہنستے کہ آپ کا منہ کھل جائے۔ مسکرانے پر بس فرماتے۔ مگر سب لوگوں سے زیادہ مسکرانے والے تھے۔ جس کسی نے آپ کو دیکھا' فرخندہ مزاج اور خندہ پیشانی پایا۔ حضورؐ کی لطف آمیز حیا اور تحمل و درگزر ایسی چیزیں تھیں کہ ہر ایک آپ کو دیکھ کر اور آپ سے باتیں کر کے آپ کا گرویدہ ہو جاتا' اور یہ خیال کرتا کہ حضورؐ کو میرے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہے۔

معمول تھا کہ کوئی جنازہ لایا جاتا' تو پہلے فرماتے کہ میت پر کچھ قرضہ تو نہیں ہے۔ اگر معلوم ہوتا کہ مقروض تھا تو صحابہؓ سے فرماتے' تم جنازہ پڑھا دو خود شریک نہ ہوتے۔

مساوات: ایک لاکھ چوالیس ہزار کے مجمع میں حجتہ الوداع کے خطبے میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ "عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی ترجیح نہیں' مگر پرہیزگاری کے ساتھ۔" جو سب کو اولاد آدم بتاتا ہے' اس کے اسوہ حسنہ میں ان اقوال کی تائید دیکھو۔ سفر ہو یا حضر' آپ اپنے اصحابؓ کے ساتھ کام میں برابر کا حصہ لیتے تھے۔ سفر میں آپ لکڑیاں اکٹھی کر رہے ہیں۔ مسجد تعمیر ہو رہی ہے تو آپ پتھر ڈھو رہے ہیں' اور ایک معمولی مزدور کی حیثیت سے شریک کار ہیں۔

آپ ایک جگہ سے واپس ہوئے تو مالک مکان نے ایک خچر سواری کے واسطے اور ایک غلام ہمراہی کے لیے ساتھ کر دیا۔ آپ نے غلام سے فرمایا "تم میرے آگے سوار ہو جاؤ۔ کیونکہ جس کی سواری ہے وہ آگے بیٹھنے کا مستحق ہے۔"

اس نے بپاس ادب ساتھ بیٹھنے سے انکار کر دیا تو آپ نے فرمایا "یا تو سوار ہو جاؤ ورنہ واپس چلے جاؤ۔"
ایک دفعہ آپ نے ایک شخص "مغیث" کے بارے میں اس کی آزاد شدہ زوجہ بریرہؓ سے سفارش فرمائی کہ مصالحت کر لیں۔ اس نے دریافت کیا "یا رسول اللہ! کیا آپ حکم دیتے ہیں؟" آپ نے فرمایا "میں سفارش کرتا ہوں۔" بریرہؓ نے جواب میں نہایت آزادی سے کہا "مجھے مغیث کی ضرورت نہیں ہے۔"
ایک دفعہ آپ بازار سے سودا سلف خرید کر خود اٹھا کر لا رہے تھے۔ کسی شخص نے کہا' یہ چیزیں میں اٹھا لے چلتا ہوں۔ آپ نے فرمایا "جس کسی کی چیز ہو اس کا اٹھانا اسی پر واجب ہے۔
آپؐ کے گھوڑے کا نام لحیف' گدھے کا نام عفیر' خچر کا نام دلدل اور اونٹنیوں کے نام قصواء اور عصباء تھے۔
حضورؐ سے بدر کی جنگ کے ایک کافر شاعر قیدی نے درخواست کی' لِلّٰہ میری جان بخشی فرمائیں' حضورؐ نے فرمایا' وعدہ کرو کہ تم آئندہ کبھی مسلمانوں کی ہجو نہ کرو گے۔ اور کافروں کو شعر پڑھ کر نہ بھڑکاؤ گے۔ اس نے ایسا نہ کرنے کا وعدہ کر لیا۔ حضورؐ نے اسے چھوڑ دیا' تو وہ اپنے اقرار سے پھر گیا اور بدستور مسلمانوں کے خلاف کافروں کو بھڑکاتا رہا۔ جنگ احد میں وہ پھر پکڑا گیا۔ اور اس نے پھر حضورؐ سے رہائی کی درخواست کی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا "میں اب تم کو نہیں چھوڑوں گا۔ مومن ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا۔" چنانچہ اسے قتل کر دیا گیا۔
حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا "مجھے غریب مسلمانوں میں ڈھونڈو۔ اس لیے کہ تمہیں اللہ کا رزق اور اس کی مدد غریب مسلمانوں ہی کی وجہ سے ملتی ہے۔
حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کی نظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نظر نہ تھا۔ مگر اس فرط محبت کے باوجود مسلمان جب حضورؐ کو دیکھتے تو تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہوتے۔ ان کو معلوم تھا کہ حضورؐ کو اس قیام تعظیمی سے نفرت و کراہت ہے کیونکہ اہل عجم اس طرح ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہیں۔
حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اللہ کی قسم! حضورؐ نے عمر بھر کسی عورت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیعت نہیں فرمائی' بلکہ اقرار اسلام کے کلمات کے بعد یہ ارشاد فرماتے "مجھ کو تمہاری بیعت منظور ہے۔"
حضرت جابرؓ فرماتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجذوم (کوڑھی) کا ہاتھ پکڑا اور اس کے ساتھ مل کر ایک رکابی سے کھانا تناول فرمایا اور یہ فرمایا "کھاؤ میرا اللہ پر بھروسہ ہے۔"
حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں' حضورؐ چاندی کی انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھتے۔ جس پر محمد رسول اللہ کندہ تھا۔
حضرت جریرؓ فرماتے ہیں' آنحضرت چند خواتین کے سامنے سے گزرے اور ان کو السلام علیکم کہا۔
حضرت ابو سعیدؓ خدری فرماتے ہیں' چند انصار نے آنحضرتؐ سے مال غنیمت مانگا۔ حضورؐ نے مال دیا۔ انہوں نے دوبارہ سوال کیا' حضورؐ نے دوبارہ مال عطا فرمایا' حتیٰ کہ آپ کے پاس جتنا مال تھا' سب ختم ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا' میں اپنے پاس کوئی مال جمع کر کے نہیں رکھتا۔ اسی وقت تم میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ فرمایا جو شخص سوال کرنے سے بچنا چاہے' اللہ اسے سوال سے بچنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ اور جو شخص دنیا سے بے نیاز ہونا چاہے' اللہ اسے بے نیاز کر دیتا ہے' اور اس کا دل دنیا سے متنفر ہو جاتا ہے۔ جو شخص صبر کرنا چاہے' اللہ اسے صبر کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ صبر

سے زیادہ کوئی اچھی چیز کسی کو نہیں ملی۔

حضرت عمرو بن شعیبؓ سے مروی ہے۔ایک روز نبی کریم ﷺ ایک اونٹ کے قریب آئے' اس کے کوہان کے بال پکڑ کر فرمایا "مسلمانو! اس مال غنیمت میں میرا اتنا بھی حصہ نہیں' صرف خمس ہے۔ مگر وہ بھی تمہارے کاموں میں خرچ ہوتا ہے۔ ایک دھاگا اور ایک سوئی تک بھی غنیمت کے مرکز پر جمع کرا دیا کرو۔" یہ ارشاد زریں سنتے ہی ایک شخص کھڑا ہوا' اس کے ہاتھوں میں بالوں سے بٹی ہوئی رسی تھی۔ اس نے عرض کیا میں نے یہ اپنے گھوڑے کی زین درست کرنے کے لیے اٹھایا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا "اگر تم نے یہ میرے یا میرے رشتہ داروں کے حصے سے اٹھایا ہے تو کوئی حرج نہیں۔" اس نے عرض کیا' جب حضورؐ کا یہ ارشاد ہے تو میں اس کو لیتا ہی نہیں۔ یہ کہہ کر اس کو مال غنیمت میں پھینک دیا۔

اگر آنحضرتؐ کی زندگی سے یاد الٰہی کو منہا کر دیا جائے تو باقی جو کچھ بچتا ہے' وہ خدمت خلق ہے۔ آپ کے مذہب میں اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کا دنیوی وسیلہ صرف یہ ہے' کہ انسان اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا خادم بن جائے آپ کا ارشاد ہے "سید القوم خادمھم" یعنی قوم کا سردار قوم کا خادم ہے۔ آپ کا یہ بھی فرمان ہے "تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب انسان وہ ہیں جو اس کی مخلوق کے ساتھ بہترین سلوک کریں۔" حضورؐ کا ذاتی نمونہ یہی تھا' آپ بچوں کے ساتھ بے حد محبت کرتے تھے۔ ان کو پہلے سلام کرتے بعد میں پیار کرتے۔ بوڑھوں کی پوری عزت فرماتے۔ حضرت صدیق اکبرؓ اپنے بوڑھے اور نابینا باپ کو بیعت کے لیے لائے تو فرمایا "تم نے انہیں کیوں تکلیف دی؟ میں خود ان کے پاس چلا جاتا۔"

مساوات: ایک روز آپ کنوئیں پر غسل کے لیے تشریف لے گئے' ایک صحابیؓ آپ کی طرف پشت کئے چادر تان کر کھڑے رہے۔ جب حضورؐ فارغ ہوئے اور صحابیؓ نہانے لگے تو آپ بھی اسی طرح چادر تان کر کھڑے پردہ کئے رہے۔ صحابیؓ کو آپؐ کی یہ کیفیت کیونکر گوارا ہو سکتی تھی' التجا کی' یا رسولؐ اللہ! میری جان آپ پر قربان! آپ یہ تکلیف نہ فرمائیں۔ ارشاد ہوا "جیسا میں انسان ہوں ویسے ہی تم انسان ہو۔ مجھ کو ایسی کیا فوقیت حاصل ہے؟"

ضعیف روایات میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ لیکن محدثین کے نزدیک یہ روایتیں صحت سے خالی اور ناقابل اعتبار ہیں۔

اثنائے سفر میں آپ نے ایک منزل پر قیام فرمایا۔ کھانے پکانے کا انتظام ہونے لگا۔ بکری کے ذبح کرنے کی تیاری ہوئی۔ صحابہ کرامؓ میں سے ہر شخص نے ایک ایک کام اپنے اپنے ذمہ لیا۔ ایک نے بکری ذبح کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ دوسرے نے اس کے بنانے اور صاف کرنے کی خواہش کی۔ تیسرے نے گزارش کی کہ میں پکاؤں گا۔ چوتھے صحابیؓ بولنے ہی لگے تھے' کہ حضورؐ نے فرمایا "میں ایندھن کے لئے جنگل سے لکڑیاں لاؤں گا۔" صحابہ کرامؓ نے نہایت ادب سے عرض کیا' ہماری جانیں آپ پر قربان' ہمارے ہوتے ہوئے آپؐ کو کسی کام کے کرنے کی حاجت نہیں۔ فرمایا "میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم لوگوں کی میرے حال پر بڑی عنایت ہے۔ لیکن مجھے منظور نہیں کہ میں تم میں مشیخت مآب بن کر بیٹھ جاؤں۔ رفیق وہ ہے جو رفیقوں کا شریک کار ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ تم کام کرو اور میں بیٹھا منہ دیکھا

کروں۔ مجھے حق رفاقت ادا کرنے دو۔" چنانچہ آپ جنگل سے لکڑیاں جمع کر کے لائے اور ہمیشہ ایسے مواقع پر رفقاء کے ساتھ برابر کے شریک کار رہتے۔

مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی تو آپ بھی مزدوروں کی صف میں شامل تھے۔ مٹی کھودتے اور ڈھوتے' اس قدر بھاری پتھر اٹھاتے کہ جسم مبارک لچک جاتا۔ عقیدت مند عرض کرتے' ہمارے ماں باپ فدا ہوں' آپ چھوڑ دیں ہم خود اٹھا لے جائیں گے۔ فرماتے بہت اچھا۔ لیکن پھر ذرا سی دیر میں اسی وزن کا پتھر اٹھاتے اور کام کرنے والوں کی صف میں شامل ہو جاتے۔ جب مزدور تکان مٹانے کو رجز پڑھتے تو آپ بھی ان کے ساتھ آواز ملاتے۔

ایک دن حضورؐ کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ درست فرمانے لگے تو ایک صحابیؓ نے عرض کیا' حضورؐ میں درست کرتا ہوں۔ فرمایا' یہ شخصیت پرستی مجھے پسند نہیں۔

غزوہ بدر کے موقع پر سواریاں کم تھیں' تین تین آدمیوں کے حصے میں ایک ایک اونٹ آیا۔ حضورؐ نے بھی اپنے ساتھ دو آدمی شامل کر لیے۔ ان دونوں نے عرض کیا۔ آپ سوار رہیں' ہم پیادہ چلیں گے۔ فرمایا "نہ تم مجھ سے زیادہ پیادہ پا چل سکتے ہو اور نہ میں تم سے کم ثواب کا محتاج ہوں۔"

معمول تھا کہ رفع حاجت کے لیے اس قدر دور نکل جاتے کہ آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے۔ مکہ معظمہ میں جب تک قیام تھا' حدود حرم سے باہر چلے جاتے' جس کا فاصلہ مکہ معظمہ سے کم از کم تین میل تھا۔

ایک دن حضورؐ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ اس وقت آپ کے ہاتھ میں پتلی سی لکڑی تھی۔ آپ نے ایک شخص کو ہٹایا۔ اتفاق سے لکڑی کا سرا اس شخص کے منہ پر لگ گیا اور خراش سی آ گئی۔ اسی وقت فرمایا "مجھ سے انتقام لے لو۔" اس نے عرض کیا "حضورؐ میں نے معاف کیا۔"

مصنفین یورپ کا عام خیال ہے کہ آنحضرت ﷺ مکہ معظمہ میں پیغمبر تھے' مدینہ منورہ پہنچ کر بادشاہ بن گئے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ آپ تمام عرب کے زیر نگیں ہو جانے پر بھی فاقہ کش رہے۔ وفات کے وقت آپ کی زرہ ایک یہودی کے ہاں تین صاع جو پر گروی تھی۔ جن کپڑوں میں آپ نے وفات پائی ان میں اوپر تلے پیوند لگے ہوئے تھے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب تمام عرب حدود شام سے لے کر عدن تک فتح ہو چکا' اور مدینہ کی سرزمین میں سیم و زر کا سیلاب آ چکا ہے' لیکن آپ کے گھر میں اکثر فاقہ رہتا تھا۔ اور رات کو تو اکثر آپ اور سارا گھر بھوکا سو رہتا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں' کبھی آپ کا کوئی کپڑا تہہ کر کے نہیں رکھا گیا' یعنی صرف ایک جوڑا کپڑے ہوتے جو پہنے رہتے۔

ابو سفیان اسلام سے پہلے جس قدر آپ کے مخالف تھے' غزوات نبوی کا ایک ایک حرف اس کا شاہد ہے' غزوہ بدر سے لے کر فتح مکہ تک جتنی لڑائیاں اہل اسلام کو لڑنی پڑیں' ان میں سے اکثر میں ان کا ہاتھ تھا۔ لیکن فتح مکہ کے موقع پر جب وہ گرفتار کر کے لائے گئے اور حضرت عباسؓ ان کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ ان کے ساتھ محبت سے پیش آئے۔ حضرت عمرؓ نے گزشتہ جرائم کی پاداش میں ان کے قتل کا ارادہ کیا لیکن آپ نے منع فرمایا۔ نہ صرف یہ بلکہ ان کے گھر کو امن و امان کا حرم بنا دیا اور فرمایا کہ جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کا قصور معاف ہو گا۔ کیا دنیا کے کسی فاتح نے اپنے دشمنوں کے ساتھ عفو و درگزر کی ایسی مثالیں پیش کی ہیں؟

ایک دفعہ دو شخص مجلس اقدس میں حاضر تھے' ایک معزز اور دوسرا کم رتبہ تھا۔ معزز صاحب کو چھینک آئی لیکن انہوں نے اسلامی شعار کے موافق الحمد للہ نہیں کہا۔ دوسرے صاحب کو بھی چھینک آئی۔ انہوں نے الحمد للہ کہا۔ آنحضرتؐ نے حسب معمول یرحمک اللہ کہا۔ دوسرے صاحب نے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا تو میں نے بھی کیا۔ تم نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا تو میں نے بھی تم کو بھلا دیا۔

ایک روز آپ مسجد میں تشریف لائے۔ صحابہؓ کے دو حلقے قائم تھے۔ ایک قرآن خوانی اور ذکر و دعا میں مشغول تھا اور دوسرے حلقے میں علمی باتیں ہو رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا دونوں عمل خیر کر رہے ہیں' لیکن اللہ نے مجھ کو صرف معلم بنا کر مبعوث کیا ہے۔ یہ فرما کر علمی حلقہ میں بیٹھ گئے۔

ایک دفعہ ایک صاحب خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں تباہ ہو گیا۔ ارشاد ہوا کیوں؟ اس نے کہا' میں نے رمضان میں بیوی سے ہم بستری کی۔ آپ نے فرمایا' ایک غلام آزاد کرو۔ وہ بولا' غریب ہوں' غلام کہاں سے لاؤں؟ ارشاد ہوا دو مہینے کے روزے رکھو۔ وہ بولا' یہ مجھ سے ہو نہیں سکتا۔ فرمایا' ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ' اس نے کہا' اتنا مقدور نہیں۔ اتفاق سے زنبیل بھر کھجوریں کہیں سے آ گئیں۔ آپ نے فرمایا' لو غریبوں میں خیرات کر آؤ۔ اس نے عرض کی' اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو پیغمبر بنایا' سارے مدینہ میں مجھ سے بڑھ کر کوئی غریب نہیں۔ آپؐ بے ساختہ ہنس پڑے اور فرمایا اچھا تم خود ہی کھا لو۔

ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کی کہ ہم جب خدمت اقدس میں حاضر ہوں تو دنیا ہیچ معلوم ہوتی ہے لیکن جب گھر جا کر بال بچوں میں بیٹھیں تو حالت بدل جاتی ہے۔ تو فرمایا اگر ایک سا حال رہتا تو فرشتے تمہاری زیارت کو آتے۔

ایک دفعہ تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا "میں فصیح ترین عرب ہوں اور میں کلمات جامعہ لے کر مبعوث ہوا ہوں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اثنائے تقریر میں آپ نے فرمایا "اے لوگو! جو میں جانتا ہوں اگر تم وہ جانتے تو ہنستے کم اور روتے زیادہ۔" اس فقرہ کا ادا ہونا تھا کہ لوگوں کی یہ حالت ہو گئی کہ منہ پر کپڑے ڈال کر بے اختیار رونے لگے۔

کسی شخص کی کوئی بات ناپسند آتی' تو اس کے سامنے تذکرہ نہ فرماتے۔ ایک دفعہ ایک صاحب زرد کپڑے پہن کر حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے کچھ نہ فرمایا۔ جب وہ چلے گئے تو لوگوں سے کہا کہ ان سے کہہ دینا کہ یہ رنگ دھو ڈالیں۔

کسی غزوہ میں ایک صحابیؓ کا ایک غار پر گزر ہوا جس میں پانی تھا اور آس پاس کچھ سرسبز بوٹیاں اور پودے تھے۔ اس صحابیؓ نے عرض کی' یا رسولؐ اللہ! مجھ کو ایک غار مل گیا ہے' جس میں ضرورت کی سب چیزیں ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ وہاں گوشہ گزین ہو کر ترک دنیا کر لوں۔ آپ نے فرمایا "میں یہودیت یا نصرانیت لے کر دنیا میں نہیں آیا' میں سہل اور آسان ابراہیمی مذہب لے کر آیا ہوں۔"

ایک دفعہ اسود بن سریع جو شاعر تھے خدمت عالی میں آئے اور عرض کی کہ میں نے اللہ کی حمد اور حضور کی مدح میں کچھ اشعار کہے ہیں۔ فرمایا کہ ہاں اللہ کو حمد پسند ہے۔ اسود نے اشعار پڑھنے شروع کیے۔ اسی اثنا میں کوئی صاحب باہر سے آ گئے۔ آپ نے اسود کو روک دیا۔ وہ کچھ دیر باتیں کر کے چلے گئے۔ اسود نے پھر پڑھنے شروع کیے۔ وہ صاحب پھر آ گئے۔ آپ نے اسود کو پھر روک دیا۔ تین دفعہ یہی اتفاق ہوا۔ اسود نے عرض کی کہ یہ کون صاحب ہیں جن کے

لیے آپ مجھ کو بار بار روک دیتے ہیں۔ فرمایا کہ "یہ وہ شخص ہے جو فضول باتیں پسند نہیں کرتا۔"
تواضع اور انکساری کی راہ سے آپ اکڑوں بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے۔ اور فرمایا کرتے "میں بندہ ہوں' بندوں کی طرح کھاتا اور بندوں ہی کی طرح بیٹھتا ہوں۔" ایک دفعہ کھانے کے موقع پر جگہ تنگ تھی اور لوگ زیادہ آگئے۔ آپ اکڑوں بیٹھ گئے کہ جگہ نکل آئے۔ ایک بدو بھی مجلس میں شریک تھا۔ اس نے کہا' محمدؐ! یہ کیا طرز نشست ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے خاکسار بندہ بنایا ہے۔ جبار اور سرکش نہیں بنایا ہے۔
ایک صاحب بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ اثنائے گفتگو میں انہوں نے کہا "جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں۔" ارشاد ہوا "تم نے اللہ کا شریک اور ہمسر ٹھہرایا۔ کہو کہ جو اللہ تنہا چاہے۔"
ایک دفعہ ایک شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا کہ سخت بھوکا ہوں۔ آپ نے ازواج مطہرات میں سے کسی کے ہاں کہلا بھیجا کہ کچھ کھانے کو بھیج دو۔ جواب آیا کہ گھر میں پانی کے سوا کچھ نہیں۔ آپ نے دوسرے گھر کہلا بھیجا۔ وہاں سے بھی یہی جواب آیا۔ مختصر یہ کہ آٹھ نو گھروں میں سے کہیں بھی پانی کے سوا کھانے کی کوئی چیز نہ تھی۔
قریش (نعوذ باللہ) آنحضرت ﷺ کو گالیاں دیتے تھے۔ برا بھلا کہتے تھے۔ ضد سے آپ کو محمد (تعریف کیا گیا) نہیں کہتے بلکہ مذمم (مذمت کیا گیا) کہتے تھے۔ لیکن آپ اس کے جواب میں اپنے دوستوں کو خطاب کر کے صرف اسی قدر فرمایا کرتے کہ تمہیں تعجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ قریش کی گالیوں کو مجھ سے کیونکہ پھیرتا ہے۔ وہ مذمم کو گالیاں دیتے اور مذمم پر لعنت بھیجتے ہیں' اور میں محمد (ﷺ) ہوں۔"
آنحضرت ﷺ کے دربار میں چونکہ ہر وقت مردوں کا ہجوم رہتا تھا۔ عورتوں کو وعظ و پند سننے اور مسائل کے دریافت کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ مستورات نے آکر درخواست کی کہ مردوں سے ہم عہدہ برآ نہیں ہو سکتیں' اس لیے ہمارے واسطے ایک خاص دن مقرر کر دیا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور ان کے لیے دربار کا ایک خاص دن مقرر ہو گیا۔
رسول اللہ ﷺ کے عہد میں متعدد ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں کہ کسی سے جرم سرزد ہو تا تو وہ نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے گناہ کا اعتراف کر کے استدعا کرتا کہ اسے جرم کی سزا دے کر پاک کر دیا جائے۔
ماعز بن مالک اسلمی حضرت رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ کے رسولؐ! مجھ سے زنا کا ارتکاب ہو گیا ہے' مجھے پاک فرما دیجیے۔ آپ اپنا رخ انور دوسری طرف پھیر لیتے ہیں۔ یہ پھر آگے بڑھ کر اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہیں اور حد جاری کرنے کی استدعا کرتے ہیں۔ رسول اکرمؐ پھر بے اعتنائی سے کام لیتے ہیں۔ مگر یہ اپنے اقرار جرم اور نفاذ تعزیر پر مصر رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب چار مرتبہ اقرار کر لیتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ سنگسار کرنے کا حکم دے دیتے ہیں۔
اسی طرح غامد قبیلے کی ایک عورت آنحضرت ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوتی ہے۔ وہ حرام کاری کے جرم کا از خود اقرار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اس پر حد جاری کی جائے۔ ساتھ ہی یہ بھی بتاتی ہے کہ وہ اس حرام کاری سے حاملہ ہو چکی ہے۔ آنحضورؐ اسے واپس بھیج دیتے ہیں کہ جب بچہ پیدا ہو جائے تو پھر آنا۔ بچہ پیدا ہو جاتا ہے

تو اسے گود میں اٹھائے پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوتی ہے اور نفاذ حد کا مطالبہ کرتی ہے۔ آنحضورؐ اسے فرماتے ہیں' ابھی جاؤ اس بچے کو دودھ پلاؤ۔ جب دودھ چھڑا لو اور یہ روٹی کھانے لگے تو آنا۔ غامدیہ چلی جاتی ہے اور دو سال گزرنے کے بعد پھر حاضر ہوتی ہے۔ بچہ اس کی گود میں ہے اور روٹی کا ٹکڑا ہاتھ میں' جسے وہ کھا رہا ہے کہتی ہے کہ اے اللہ کے رسولؐ! اب تو یہ روٹی کھانے لگا ہے۔ میں حاضر ہوں' مجھے اس گناہ سے پاک فرما دیجے۔ حضرت رسول کریمؐ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ حضرت خالدؓ کی زبان سے اس عورت کے متعلق کوئی اہانت آمیز بات نکل گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس عورت نے اس طرح توبہ کی ہے کہ اگر اسے تقسیم کر دیا جائے تو روئے زمین کا ہر آدمی اس سے فیضیاب ہو سکتا ہے۔ یہ ہے ضمیر کی بیداری۔ اللہ ترسی اور آخرت کا ثمرہ۔ سبحان اللہ۔

حضورؐ نے حضرت خالدؓ کو قبیلہ بنی خذیمہ میں اشاعت اسلام کے لیے بھیجا۔ آپؓ نے وہاں تلوار چلا دی۔ حضورؐ کو یہ خبر پہنچی تو بے قراری سے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھ گئے اور فرمایا "اے اللہ! میں خالدؓ کے فعل سے بری ہوں۔" پھر حضرت علیؓ کو بھیجا۔ آپ نے حسب فرمان نبویؐ ہر مقتول کا خوں بہا ادا کیا' حتیٰ کہ اگر کسی کا کتا مر گیا تو اس کا بھی خوں بہا ادا کیا گیا۔ یہ کیوں؟ انسان کا کوئی حق نہیں کہ وہ دوسرے انسان کو بغیر حق کے قتل کرے۔

مساوات: آنحضرتؐ کی خدمت مبارک میں جب نجاشی شاہ حبش کا مرسلہ وفد آیا۔ تو آپ نے کسی کو موقع نہ دیا کہ آپ کے سوا کوئی اور ان کی خدمت کرے۔ آپ فرماتے یہ میرے مرسلہ وفد اصحابؓ کے میزبان ہیں۔ میں ان کو ان کی مہمان نوازی کا عوض دینا چاہتا ہوں۔

ایک شخص آپ کے پاس آیا اور سوال کیا۔ آپ نے اسے چالیس بکریاں دینے کا ارشاد فرمایا۔ وہ آدمی اپنی قوم میں گیا اور کہنے لگا' اے میری قوم! اسلام قبول کرو۔ کیونکہ محمد ﷺ اتنے کھلے دل سے عطا کرتے ہیں کہ کسی کو محتاجی اور مفلسی کا کبھی ڈر نہ ہو۔ اور آپ کے اصول دین اس قدر مساوات پر مبنی ہیں کہ امیر و غریب میں کوئی فرق نہیں' چنانچہ بہت سے لوگ آپ کی سخاوت' خوش اخلاقی اور مساوات سے متاثر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

اگر کوئی امر ناگوار خاطر مبارک ہوتا' تو صحابہؓ روئے انور کی کیفیت سے معلوم کر لیتے تھے۔ زبان خیر ترجمان سے آپ خفگی کا کچھ اظہار نہ فرماتے۔

اکثر مرتبہ خادمہ کے ساتھ مل کر کھانا پکاتے اور جب وہ تھک جاتی' اس کے ساتھ چکی پیستے۔ بازار سے بوجھ اٹھا لانے میں عار نہ ہوتا۔ غنی و مفلس ہر دو سے برابر کا مصافحہ کرتے' خود ہاتھ نہ چھوڑتے' جب تک دوسرا ہی ہاتھ نہ چھوڑ دے۔ ہجوم حج میں کوئی شخص لوگوں کو ہٹانے والا آپ کے آگے نہ ہوتا۔ اور اسی بھیڑ میں سے آپ بھی گزرتے۔

انس بن مالکؓ نے آنحضرتؐ کی چھت پر جانے کی سیڑھی کو گرا ہوا دیکھا تو مٹی کے ساتھ اس کی مرمت کا ارادہ کیا۔ آپ نے ان کو روکا اور فرمایا' میرا اور دنیا کا کیا تعلق؟ میں دنیاوی جاہ و نمائش اور فضولیات کی بربادی کے لیے بھیجا گیا ہوں نہ کہ ان کی آبادی کے لیے۔

اشعث بن قیس حاکم کندہ اسی مسلمان سواروں کے ساتھ اس شان سے خدمت نبویؐ میں آئے کہ حریر کی چادریں جن کے ریشم کے سنجاف تھے' ان کے کندھوں پر لٹک رہی تھیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "کیا تم مسلمان ہو؟" عرض کیا'

"ہاں۔" فرمایا "پھر یہ ریشم کیسا؟" اس جملے پر ہر ایک سوار نے اپنی اپنی چادر پھاڑ کر زمین پر ڈال دی۔ فرمایا "اسلام کا منشا یہ ہے کہ تمام لوگ ایک معتدل اور مساوی زندگی بسر کریں۔ امیروں کی صورت ایسی نہ ہو کہ غریبوں کو توہین اور حقارت سے دیکھنا ان کے لیے لازمی ہو جائے' اور غریبوں کی دل آزاری کا موجب ہو۔"

ایک دفعہ کسی نے کمخواب کی قبا بھیجی۔ اور آپ نے پہن لی۔ پھر خیال آیا اور اتار کر حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دی۔ حضرت عمرؓ روتے ہوئے آئے کہ جو چیز ناپسند ہوئی وہ مجھ کو عنایت ہوئی۔ ارشاد ہوا' میں نے استعمال کے لیے نہیں بلکہ فروخت کرنے کے لیے بھیجی تھی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس کو فروخت کیا' تو دو ہزار درہم دام اٹھے۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے کھانا پکوا کر حضرت علیؓ کے گھر بھیجا۔ حضرت فاطمہؓ کی خواہش تھی کہ آنحضرت بھی یہیں تشریف لا کر ہمارے ساتھ کھانا کھاتے۔ حضرت علیؓ گئے اور جا کر آپ سے عرض کی۔ آپ تشریف لائے لیکن دروازے پر جا کر دیکھا کہ گھر میں دیواروں پر پردے لٹک رہے ہیں۔ آپ اسی وقت واپس پلٹ گئے۔ حضرت علیؓ نے واپسی کی وجہ دریافت کی تو فرمایا "پیغمبر کی شان کے خلاف ہے کہ وہ کسی زیب و زینت کے مکان میں داخل ہو۔"

فتح مکہ کے بعد شہر میں داخلہ کے وقت نبی کریمؐ اونٹ پر سوار تھے۔ کیفیت انکسار نے سر مبارک کو اس قدر جھکا رکھا تھا کہ پیشانی مبارک کجاوے سے لگتی جا رہی تھی' تا کہ کسی شخص کو انسانی فتح کا دھوکا نہ ہو۔ اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ فتح مند ہو کر بھی انسان کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آتا' انسان بہر حال اللہ کا بندہ ہے۔

جن لوگوں نے آپ کو اس قدر سخت اذیتیں پہنچائی تھیں' ان سب کو معافی اور امن کا پیغام سنایا۔ سراقہ بن جعشم نے آپ پر تین دفعہ تلوار کے وار کیے تھے' آپ نے اس سے کچھ بھی پرسش نہ فرمائی۔ ہبار نے آپ کی بیٹی زینبؓ کو نیزہ سے زخمی کیا تھا اور وہ اسی زخم سے فوت ہو گئی تھیں۔ جب ہبار سامنے ہوا تو آپ نے معاف فرما دیا۔ وحشی نے آپ کے چچا حضرت حمزہؓ کو قتل کیا تھا۔ وہ معافی کے لیے حاضر دربار ہوا' تو حضورؐ نے شرم سے اپنی آنکھیں نیچی کر لیں اور صرف یہ کہہ کر معاف فرمایا کہ میرے سامنے نہ آیا کرنا' تم کو دیکھ کر مجھے چچا کی یاد آتی ہے۔

جنگ احد میں آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے' خود غار میں گر گئے۔ بعض صحابہؓ نے بددعا کی درخواست کی تو فرمایا "اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے' وہ جانتے نہیں ہیں۔"

ایک دفعہ آپ کا ایک آزاد شدہ غلام مر گیا۔ قاعدے کے مطابق لوگ اس کا متروکہ اٹھا کر آپ کے پاس لے آئے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس کا کوئی رشتہ دار یا ہم وطن یہاں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں ہے۔ آپ نے فرمایا' یہ سب چیزیں اس کے حوالے کر دو۔

ایام طفولیت میں جب آپ کی عمر بارہ سال کی تھی' چند لڑکے آپ کے ساتھ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ یہ لڑکے رات کو باری باری شہر جاتے اور کہانیاں سنا کرتے۔ ان لڑکوں نے دو مرتبہ آپ کو بھی سننے کی ترغیب دی اور بڑے اصرار سے شہر میں بھیجا۔ لیکن نبی معصومؐ دونوں مرتبہ منزل تک نہیں پہنچے۔ راستے ہی میں جہاں نیند غلبہ کرتی' سو جاتے۔ اور جب بیدار ہوتے سیدھے ریوڑ میں چلے آتے۔ ان دو واقعات کے سوا آپ نے ساری زندگی میں کبھی کھیل تماشے کا قصد بھی نہیں کیا۔ اور یہی بے لوث زندگی مخالفین نبوت کے لیے ایک ناقابل تردید ثبوت قرار پا گئی۔ جب کبھی قریش

نے آپ کی تکذیب کی' آپ نے یہی فرمایا۔ "اے قریش امیں نے نبوت سے قبل ایک طویل زندگی تمہارے سامنے گزاری ہے۔ کیا تم غور نہیں کرتے؟" یہ پر حقیقت عظیم الشان آواز برابر ۲۳ سال تک ملک عرب کی فضاؤں میں گونج پیدا کرتی رہی 'مگر کوئی انسان اس کے جواب میں لب کشا نہ ہو سکا۔

ابو طالب (آپ کے چچا) سے زیادہ آپ کے بچپن کے حالات سے کون باخبر ہو گا؟ وہ فرمایا کرتے تھے۔ "میں نے نہیں دیکھا کہ محمدؐ نے بچپن میں کبھی جھوٹ بولا ہو' ہنسی مذاق کیا ہو' کوئی جہالت کی ہو یا لڑکوں کے ساتھ پھرے ہوں۔" آپ کی خودداری کا یہ عالم تھا کہ ابو طالب کی کنیز کہتی ہیں' آپ گھر میں کھانے کے لیے آتے تھے' مگر خود کبھی نہیں مانگتے تھے۔ حیاداری کی یہ کیفیت تھی کہ ایک دفعہ نو عمری کے زمانہ میں آپ کا تہبند اتر گیا۔ اسی وقت آپ پر غشی کی سی کیفیت طاری ہو گئی' آنکھیں پتھرا گئیں' زمین پر گر پڑے اور اسی حالت میں آپ نے پھرے جسم پر تہبند لپیٹ لیا۔ انہی ایام میں قریش نے چڑھاوے کا کھانا آپ کے سامنے لا کر رکھا۔ آپ نے کھانے سے انکار کر دیا۔ باوجود اسی خاندان میں پیدا ہونے کے جو تمام بت پرست قبائل کا پروہت تھا' چالیس سال تک محنت اور خدمت کی زندگی بسر کرتے رہے 'مگر کبھی بتوں کے آگے سر نہ جھکایا۔

ایام طفولیت کے سلسلے میں حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے آٹھ سال کی عمر میں مدینہ کے تالاب میں تیرنا سیکھا تھا۔

ایک یہودی نے آپ کو السلام علیکم کی بجائے "السام علیکم" (تم پر موت ہو) کہا۔ آپ نے اس کے جواب میں فقط "وعلیکم" کہا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا۔ یا حضرت! آپ نے بھی "السام" کا لفظ کیوں نہ کہا اور فقط "وعلیکم" ہی پر اکتفا کیا۔ فرمایا "برے کلمہ سے زبان آلودہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جبکہ "وعلیکم" سے بھی وہی مطلب نکل سکتا ہے (یعنی تم پر بھی) علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کا ایک نام رفیق بھی ہے' اس واسطے وہ رفق یعنی نرمی کو پسند کرتا ہے۔

مساوات: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ اونٹ پر بلا پالان سوار تھے۔ میں راستے میں مل گیا۔ فرمایا سوار ہو جاؤ۔ میں آپ کو پکڑ کر سوار ہونے لگا۔ خود تو چڑھ نہ سکا لیکن آپ کو گرا دیا۔ آنحضرتؐ نے دوبارہ سوار ہو کر فرمایا' سوار ہو جاؤ۔ عرض کیا' مجھ سے چڑھا نہیں جاتا' حضور کو کہاں تک گراؤں گا؟ آخر کار آپ بھی پیدل چلنے لگے۔

ام المومنین حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں' میرے گھر میں آنحضرتؐ کا بستر صرف بوریا تھا۔ اسے دو تہہ کر کے بچھا دیا جاتا۔ ایک رات چار تہہ کر کے بچھا دیا فرمایا 'بستر نرم ہو گیا ہے' آئندہ ایسا نہ کرنا۔ مجھے شب بیداری سے باز رکھتا ہے۔

نجران کے عیسائی جب مدینہ آئے تو ان کی عبادت کے وقت آپ نے مسجد نبویؐ میں ان کو عبادت کرنے کی اجازت دے دی۔

ایک یہودن آپ کے پاس بکری لائی' جو زہر کھلا کھلا کر پالی گئی تھی۔ آنحضرتؐ اس امر سے مطلع ہو گئے۔ فرمایا تیرا اس سے کیا مدعا تھا؟ وہ کہنے لگی' آپ کا قتل۔ فرمایا تو ایسا نہیں کر سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں۔ صحابہؓ نے اسے قتل کرنا چاہا' لیکن آپ نے معاف فرما دیا۔

ایک سائل نے سوال کیا۔ تو فرمایا' میرے پاس تو کچھ نہیں' تم بازار سے میرے نام پر قرض لے لو۔ حضرت عمرؓ نے کہا' اللہ نے ایسی حالت میں تکلیف اٹھانے کا حکم نہیں دیا۔ آپؐ نے جواب نہ دیا۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا'

راہِ الٰہی میں دینا ہی اچھا ہے۔ تو آپ خوش ہو گئے اور فرمایا "اللہ کریم رد سوال کو مجھ سے پسند نہیں۔"

ایک موقعہ پر آپ سے صحابہؓ نے سوال کیا کہ کبائر (یعنی سب سے بڑے گناہ) کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا' شرک۔ قتل والدین کی نافرمانی۔ پھر فرمایا کہ میں تم کو سب سے بڑے گناہ کی خبردوں' وہ ہے جھوٹی شہادت۔

ایک بار آپ سے سوال کیا گیا کہ سب سے زیادہ کونسی چیز لوگوں کو جنت میں داخل کرائے گی۔ ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور خوش خلقی۔ پھر سوال کیا گیا کہ سب سے زیادہ کون سی چیز لوگوں کو دوزخ میں لے جائے گی؟ فرمایا منہ اور شرمگاہ۔ یعنی بدزبانی اور بدکاری۔

ایک بار ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بالکل دروازہ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ سامنے سے ہٹ جاؤ کیونکہ اس طریقے کے قائم کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ کسی کے گھر آنے والے کی نگاہ ایسی چیز پر نہ پڑ جائے جس کا اظہار اس کو پسند نہ ہو۔

ایک بار ایک بوڑھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' لیکن اہل مجلس نے جگہ خالی کرنے میں دیر کی' تو فرمایا کہ جو کوئی ہمارے چھوٹوں کے ساتھ بہ تکلف پیش نہ آئے اور بڑوں کی عزت نہ کرے' وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حضرت رسول کریمؐ کی زندگی کے واقعات میں اس صفت کی نمایاں جھلک پائی جاتی ہے کہ جو لوگ آپ کے مقرب تھے' وہی سب سے بڑھ کر آپ کے گرویدہ اور مطیع و منقاد نظر آتے ہیں۔ جب حضورؐ نے بحکم الٰہی عزوجل ساوی پیغام دنیا کو سنایا' تو سب سے پہلے وہی لوگ اس سے متاثر ہوئے۔ جن کے ساتھ آپ کا گہرا تعلق رہا اور جو ہمیشہ آپ کے ہمدم و ہمراز و ہم نشین رہے۔ یعنی آپ کی انیس و رفیق بیوی حضرت خدیجہؓ" آپ کے غلام زیدؓ" آپ کے دوست صادق صدیق اکبرؓ" عم زاد برادر حضرت علیؓ۔ کیا آپ کی صداقت نبوت اور خلق عظیم اور انسانیت کامل کی اس سے بڑھ کر اور کوئی دلیل ہو سکتی ہے؟

آپ ایک دن کسی شخص کے ساتھ جنگل میں گئے اور زمین کھود کر آپ نے دو مسواکیں نکالیں۔ ایک سیدھی دوسری ٹیڑھی۔ حضورؐ نے ٹیڑھی مسواک خود لی' اور سیدھی اس شخص کو دی۔ اس نے عرض کیا' اچھی مسواک آپ رکھیں۔ فرمایا "نہیں اگر کوئی شخص ایک گھڑی بھی کسی کے ساتھ رہے' قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ حق صحبت بجالایا کہ نہیں؟"

ایک غریب شخص مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتا تھا' وہ بیمار ہو گیا تو آپ ہمیشہ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے۔ وہ آدھی رات کے وقت فوت ہو گیا اور اسی وقت دفن کر دیا گیا۔ صبح آپ کو اطلاع ملی تو اظہار افسوس کیا' اور اس کی قبر پر جا کر نماز جنازہ ادا فرمائی۔

عفو و تحمل: آپ لوگوں میں کچھ چیزیں تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک اعرابی آیا اور اس نے آپ کی چادر کو اس زور کا جھٹکا دیا کہ حضورؐ کی گردن مبارک میں نشان پڑ گئے۔ اعرابی نے کہا "اے محمدؐ! میرے لیے ان اونٹوں کو اللہ کے مال سے لاد دے' تو کچھ اپنے اور اپنے باپ کے مال سے نہیں لادتا۔" اس پر آپ خاموش ہو گئے اور نہایت تحمل و وقار سے فرمانے لگے "تجھ سے اس کا بدلہ لیا جائے گا۔" اس نے کہا "اس کا بدلہ نہیں لیا جائے گا۔" آپ نے فرمایا "کیوں؟"

کہنے لگا" آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے۔" آپ ہنس پڑے اور درگزر فرمایا۔

جنگ احد میں عبداللہ بن قیمیہ نے حضورؐ کے روئے انور پر تلوار سے وار کیا۔ مغفر کی دو کڑیاں چہرہ مبارک میں چبھ گئیں۔ چاروں طرف سے پتھر اور تلواریں برس رہی تھیں۔ جاں نثاروں نے آپ کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ ابو دجانہؓ جھک کر سپر بن گئے۔ حضرت طلحہؓ نے دشمن کی تلواریں اپنے ہاتھ پر روکیں اور ایک ہاتھ کٹ کر گر پڑا۔ اس وقت حضورؐ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔" اے اللہ! میری قوم کو معاف کر دے' کیونکہ یہ جانتے نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں کی آزادی ہمارا مقصد اولین ہے۔"

ایک اعرابی نے کہا' آپ مال کی تقسیم میں انصاف نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا اگر میں نے انصاف نہ کیا تو اور کون کرے گا؟ میں نے نقصان و خسارہ پایا اگر انصاف نہ کیا۔

ایک دفعہ ایک یہودی زید بن سنہ اپنا قرض آنحضرت ﷺ سے وصول کرنے آیا۔ آتے ہی آپ کی چادر پکڑ کر زور سے کھینچی اور کہنے لگا' اے بنی عبدالمطلب اتم بڑے نادہند ہو۔ اس کی اس ناشائستہ حرکت پر حضرت عمرؓ کو بہت غصہ آیا اور اسے سخت سست کہنے لگے۔ آپ مسکراتے جاتے تھے اور فرماتے تھے۔" اے عمرؓ! میں اور وہ دونوں اس کے سوا ایک اور ہی بات کے محتاج تھے۔ تم مجھے حسن ادا کا امر کرتے اور اسے حسن تقاضا کا۔" اس کے بعد آپ نے یہودی سے فرمایا کہ تیرے اقرار میں تو ابھی تین دن باقی ہیں۔" مگر اس پر بھی آپ نے اسی وقت قرضہ ادا کر دیا اور اسے بیس صاع غلہ اور زیادہ اس وجہ سے دلا دیا کہ حضرت عمرؓ نے اسے سخت سست کہا تھا۔

ایک دفعہ دو یہودیوں کی کسی بات پر آپ ناراض ہو گئے۔ رخسار مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا۔ دونوں یہودی اٹھ کر چلے گئے۔ بعد میں آپ نے ان کے پاس کچھ کھانے کی چیزیں بھیجیں' تاکہ وہ یہ سمجھیں کہ آپ ناراض نہیں ہیں۔

غورث بن حارث آپ کو ہلاک کرنے کے لئے بڑھتا ہے۔ آپ بیدار ہو جاتے ہیں۔ وہ پوچھتا ہے کہ تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ آپ فرماتے ہیں "اللہ" اس کے سنتے ہی اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑتی ہے۔ اسی تلوار کو آپ نے پکڑ کر پوچھا۔ اب تجھے مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ اس پر وہ گھبرایا۔ آپ نے اسے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ جس نے مجھے تجھ سے بچایا تھا' وہ تیری حفاظت پر بھی قادر ہے۔

آپ فرماتے کہ اگر دنیا خراب اخلاق کا نمونہ پیش کرے' تو بھی انسان کو اپنے اخلاق حسنہ نہ چھوڑنے چاہئیں۔

آپ لوگوں کو جلد بازی سے ہمیشہ محترز رہنے کی تاکید کرتے۔ یہاں تک فرمایا "اگر نماز کی اقامت بھی ہو جائے تو اس کے لئے بھاگ کر نہ جاؤ۔ بلکہ آہستگی اور وقار کے ساتھ جاؤ۔ کیونکہ بھاگنا کوئی عبادت نہیں ہے۔"

آپ شرم کی وجہ سے کسی کے چہرے پر نظر جما کر نہ دیکھتے تھے۔

ادب: اصحاب کی مجلس ہو یا غرباء مساکین کی محفل' حضورؐ ان میں جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے۔ اپنے زانو بھی اپنے ساتھیوں سے بڑھا کر نہ بیٹھتے' نہ کسی کی طرف پشت کرتے' نہ پاؤں پھیلاتے۔ چلنے یا بیٹھنے میں اپنے لئے کوئی امتیازی جگہ خاص نہ فرماتے' بلکہ اس طرح غیر ممتاز ہو کر ملے جلے رہتے کہ اجنبی لوگ پہچان بھی نہ سکتے کہ اس جماعت میں نبی اعظم اور مسلمانوں کا روحانی اور دنیاوی پیشوا بیٹھا ہے' جس کی آنکھ کے ایک اشارے پر لاکھوں گردنیں خم ہونے

اور بے شمار دل اپنا سرمایہ حیات نثار کر دینے کو تیار رہیں۔

آپ کسی کی بات کو قطع نہ فرماتے تھے۔ جب کسی کی طرف دیکھتے تو پوری نظر بھر کر دیکھتے۔ کن آنکھیوں سے کبھی نہ دیکھتے۔ ہر ایک پاس بیٹھنے والے کو گفتگو میں پورا حصہ دیتے۔ جب آپ کے صحابہؓ اہل مجلس کی کسی بات پر ہنستے' تو آپ بھی مسکرا کر اس میں شرکت فرماتے۔

سلام علیکم کہنے اور مصافحہ کرنے میں آپ ہمیشہ پیش قدمی فرمایا کرتے تھے' مگر مصافحہ کے بعد ہاتھ علیحدہ کرنے میں پیش قدمی نہ فرماتے' جب تک دوسرا خود حضورؐ کا ہاتھ نہ چھوڑ دے۔

آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ بہترین عورت کونسی ہے۔ فرمایا' جس کا شوہر دیکھے تو خوش ہو جائے اور وہ حکم دے تو بجالائے' اس کی ذات اور اپنے مال کے بارے میں شوہر جس بات کو ناپسند کرے' اس کی مخالفت نہ کرے۔

اگر کوئی شخص کسی بات کے لیے آپ کے کان کو اپنے منہ سے لگالیتا' تو اس سے آپ اپنا سر علیحدہ نہ کرتے' حتی کہ وہ خود فارغ ہو کر حضورؐ کے سر مبارک کو ہاتھ سے نہ ہٹا دیتا۔

اگر کوئی شخص آپ کے پاس بات کرنے کو بیٹھتا' تو اس کے پاس بیٹھے رہتے' جب تک کہ وہ خود ہی علیحدہ نہ ہو جاتا۔

لوگوں نے ایک عورت کے متعلق بیان کیا کہ وہ نہایت عابد و صائم الدہر' قائم اللیل اور دائم الذکر ہے لیکن پڑوسی اس کی زبان سے ایذا اٹھاتے ہیں' فرمایا وہ جہنمی ہے۔

جو کوئی آپ سے ملنے آتا' آپ اس کی عزت کرتے اور بعض اوقات اپنی چادر اس کے بیٹھنے کے لیے بچھا دیتے۔ اور بعض اوقات ملنے والوں کی خاطر اس چادر کو چھوڑ دیتے۔ جس پر آپ بیٹھے ہوئے ہوتے تھے۔

آپ کے اہل بیت یا اصحابؓ و خدامؓ میں سے کوئی آپ کو پکارتا' آپ جواب میں "لبیک" فرماتے یعنی حاضر ہوا۔

ملنے والوں کی خاطر آپ نماز کو مختصر فرمادیا کرتے۔

سخت گو' بد مزاج' عیب جو اور مبالغہ کرنے والوں کو پسند نہ فرماتے۔

جو شخص پہلی مرتبہ آپ کو دیکھتا' وہ مرعوب ہو جاتا۔ لیکن آپ کی رحم دلی اور حسن اخلاق سے بہت جلد مانوس ہو جاتا اور آپ سے محبت کرنے لگتا' چہرہ مبارک ہمیشہ بشاش رہتا۔ مزاج شستہ اور پیشانی شگفتہ تھی۔

گفتگو میں گو متانت کا رنگ غالب تھا۔ لیکن ہونٹوں پر مسکراہٹ رہتی تھی۔ راستہ میں مرد' عورت یا بچہ جو سامنے آ جاتا' ان سب کو سلام کرتے۔ خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ میں نماز شروع کرتا ہوں' تو ارادہ کرتا ہوں کہ دیر میں ختم کروں' لیکن کسی بچہ کے رونے کی آواز کان میں آجاتی ہے' تو مختصر کر دیتا ہوں' کہ اسے تکلیف ہوتی ہوگی یہ محبت کچھ مسلمانوں کے بچوں تک ہی محدود نہ تھی' بلکہ دوسرے مذہب کے بچوں کے ساتھ بھی تھی۔

ایک بار آپ ایک صحابیہؓ کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے اپنے بچے کو بلایا کہ آمیں تجھے چیز دیتی ہوں۔ آپ نے فرمایا' اس کو کیا دینا چاہتی ہو؟ انہوں نے کہا' کھجور۔ فرمایا' اگر تم اس کو کچھ نہ دیتی' تو تمہارے نامہ اعمال میں ایک جھوٹ لکھ لیا جاتا۔ بچوں کو بہلانے کے لیے بھی جھوٹ اسلامی اخلاق کی رو سے قابل اعتراض ہے۔

ایک دفعہ کسی جنگ میں چند بچے مارے گئے۔ آپ کو خبر ہوئی تو بہت رنج پہنچا۔ ایک شخص نے کہا یا رسولؐ اللہ! وہ بچے مسلمان تو نہ تھے۔ فرمایا' تم سے اچھے تھے۔ خبردار! آئندہ کبھی بچوں کو قتل نہ کرو۔

ایک صحابیؓ کا بیان ہے کہ میں بچپن میں انصار کے نخلستان میں چلا جاتا اور ڈھیلے مار کر کھجوریں گرا لیتا۔ ایک دفعہ لوگ مجھے پکڑ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں لے گئے۔ آپ نے فرمایا' ڈھیلے کیوں مارتے ہو؟ میں نے کہا' کھجوروں کے لیے۔ ارشاد فرمایا کہ زمین پر پڑی ہوئی کھجوریں کھا لیا کرو' ڈھیلے مار کر نہ گرایا کرو۔ درخت کو نقصان پہنچتا ہے۔ پھر میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔

عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میں مسجد نبوی میں بیٹھا تھا اور غریب مہاجر لوگ حلقہ باندھے ایک طرف بیٹھے تھے۔ آپ تشریف لائے اور انہی کے ساتھ مل کر بیٹھ گئے۔ یہ دیکھ کر میں بھی اپنی جگہ سے اٹھا' اور ان کے پاس جا بیٹھا۔ آپ نے فرمایا' یہ فقیر مہاجر دولتمندوں سے پہلے جنت میں جائیں گے' اور تمام دنیا کے امیروں سے ایک غریب بہتر ہے۔ یہ سن کر ان کے چہرے خوشی سے چمک اٹھے۔ میرے دل میں یہ حسرت تھی کہ کاش میں بھی انہی میں سے ہوتا۔ اکثر دعا میں فرمایا کرتے' کہ اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ' مسکین اٹھا اور مسکینوں ہی کے ساتھ میرا حشر کر۔

زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا "میں نے کوئی بھلائی کی بات نہیں چھوڑی' جس کا میں نے تم کو امر نہ کر دیا ہو' اور کوئی بری بات ایسی نہیں چھوڑی کہ میں نے تم کو اس سے روک نہ دیا ہو۔

حضرت سعدؓ کے مزاج میں کسی قدر تفاخر تھا' اور وہ اپنے آپ کو غریبوں سے بالاتر خیال کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کو یہ بات ناگوار تھی۔ آپ نے ایک دن انہیں مخاطب کر کے فرمایا تم کو جو کامیابی اور روزی حاصل ہے' وہ سب انہی غریبوں کی بدولت ہے۔

زکوٰۃ کی نسبت آپ کا ارشاد تھا کہ امیروں سے لے کر وہیں کے غریبوں میں تقسیم کر دی جائے۔

گھر میں ہمیشہ تاکید تھی کہ کسی مسکین کو دروازے سے نامراد نہ پھیرو' گو چھوہارے کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔

جنگ موتہ میں جب لشکر کو روانہ فرمایا' تو یہ وصیت فرمائی (۱) جو لوگ اپنی عبادت گاہوں میں مصروف عبادت ہوں' ان سے تعرض نہ کرنا (۲) کسی عورت پر ہرگز ہاتھ نہ اٹھانا (۳) کسی بچے اور نابالغ لڑکے کو قتل نہ کرنا اور نہ کسی بوڑھے شخص کو مارنا (۴) سرسبز و شاداب درختوں کو نہ کاٹنا۔

اہل عرب زندہ جانور کے بدن سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ لیتے اور اسے پکا کر کھاتے۔ کسی جانور کو باندھ کر اس کا نشانہ بناتے اور تیراندازی کی مشق کرتے۔ آپ نے ایسی بے رحمی سے لوگوں کو روک دیا۔ بلکہ جانوروں کی دم اور ایال کاٹنے سے منع فرمایا کہ دم ان کا مورچھل اور ایال ان کا لحاف ہے۔

دشمن بھی آپ کو امین اور صادق سمجھتے تھے۔ ابو جہل کہا کرتا تھا۔ "محمدؐ! میں تم کو جھوٹا نہیں کہتا۔ البتہ تم جو کچھ کہتے ہو' اس کو میں صحیح نہیں سمجھتا۔

نضر بن حارث نے جو قریش میں سب سے زیادہ جہاندیدہ' تجربہ کار اور ممتاز شخص تھا' اپنے ساتھیوں سے ایک دن کہا کہ "محمدؐ" تمہارے سامنے ایک بچہ سے پل کر جوان ہوا۔ وہ تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ' بات میں سب سے سچا'

امانت میں سب سے پکا' اور سب سے زیادہ رحم دل تھا۔ اب جبکہ اس کے بالوں میں سفیدی آچلی' اور تمہیں دعوت حق دی تو تم اسے جادوگر اور دیوانہ کہتے ہو۔

یہودی اور دیگر مخالفین بھی اپنے مقدمات اور تنازعات میں آپ ہی کا فیصلہ تسلیم کرتے تھے۔

قبیلہ بنو ثقیفہ کے کچھ لوگ مدینے میں آئے۔ ایک انصاری نے کہا' یارسولؐ اللہ! ان کے مورث نے ہمارے خاندان کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ اس کے بدلے میں اب ایک آدمی ان کا بھی قتل کرا دیجئے۔ آپ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ باپ کا بدلہ بیٹے سے نہیں لیا جا سکتا۔

آپ کے حلم اور فیاضی کی وجہ سے تمام لوگ بہت دلیر ہو گئے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے کہ ایک بدو آیا' اور آپ کا دامن پکڑ کر کہنے لگا کہ میری ایک معمولی سی ضرورت رہ گئی ہے' وہ ابھی پوری کر دو۔ آپ اس کے ہمراہ گئے' اور اس کے کام سے فارغ ہو کر آئے تو نماز پڑھی۔

ایک دفعہ ریشم کا کپڑا بازار میں بک رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ یہ کپڑا اپنے لیے پسند فرمالیں۔ اور جمعہ' عید یا کسی وفد کے آنے پر شاندار لباس زیب تن کریں۔ تو فرمایا کہ یہ وہ پہنے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

آپ موٹے جھوٹے اور بھیڑ کی اون کے بنے ہوئے کپڑے پہنتے تھے' جن کپڑوں میں وفات ہوئی' ان میں پیوند لگے ہوئے تھے۔ تھوڑے سے جو کے سوا گھر میں کچھ نہ تھا۔ چراغ کے لیے تیل ایک ہمسائے سے مانگ کر لیا تھا۔ سنہ ۹ھ میں جب یمن سے شام تک صرف اسلام کی حکومت تھی' اللہ کے اس محبوبؐ کے گھر میں اس وقت بھی ایک کھری چارپائی اور چمڑے کا ایک سوکھا مشکیزہ تھا۔

ایک صحابیؓ جنگ میں گئے ہوئے تھے۔ ان کے گھر کوئی مرد نہ تھا اور عورتوں کو دودھ دوہنا نہیں آتا تھا۔ آپ ہر روز ان کے گھر دودھ دوہ آیا کرتے تھے۔ غریب عورتیں آکر کہتیں کہ ہمارا یہ کام ہے آپ جا کر ان کا کام کر دیتے۔

اگر کسی سے کوئی گستاخی ہو جاتی اور صحابہؓ اس کی سرزنش کو تیار ہوتے تو آپ انہیں روک دیتے۔ اور فرماتے "یہ میری بدکی ہوئی اونٹنیاں ہیں۔ غیر لوگ جتنا ان کے پیچھے دوڑتے ہیں' اتنا ہی یہ بھاگتی ہیں۔ مگر میری آواز پر آجاتی ہیں۔ تم درمیان سے ہٹ جاؤ۔ میں انہیں خود درست کر لوں گا۔

میں نے تم میں دو واعظ چھوڑے۔ ایک خاموش دوسرا بولنے والا' سو خاموش موت ہے' اور بولنے والا قرآن مجید۔

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے اونٹ کی سرکشی پر اسے دوڑا کر نرم کرنا چاہا۔ تو آپ نے فرمایا "ذرا نرمی اختیار کرو۔"

بے زبان پر آپ کی شفقت دیکھ کر لوگ سفر میں جب قیام کرتے' تو پہلے جانوروں کو چارہ ڈالتے' پھر نمازیں پڑھتے۔

حضور نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا ہوا تھا' اس شخص کی حاجت مجھ تک پہنچاؤ' جو اپنی حاجت خود مجھ تک نہ پہنچا سکے۔

جن غرباء کا کوئی گھر بار نہ ہوتا تھا' وہ حضورؐ کے ہمسائے میں آرہتے۔ آپ اپنے قلیل ماحضر میں جو کچھ ہوتا' انہیں شریک فرما لیا کرتے' اور فرمایا کرتے تھے۔ "جو رحم نہیں کرتا' اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔"

لوگوں کو حکم عام تھا کہ جو مسلمان مر جائے' اور اپنے ذمہ قرض چھوڑ جائے' تو مجھے اطلاع دو' میں اسے ادا کروں گا۔ اور جو ترکہ چھوڑ جائے' وہ وارثوں کا حق ہے۔ مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں۔

راستہ میں چلتے ہوئے بچے کھیلتے نظر پڑتے' تو انہیں سلام علیکم کہنے میں پیشقدمی فرماتے۔ ان سے ہنستے اور گود میں اٹھا کر پیار کرتے' اور بڑی بے تکلفی سے ان کے ساتھ پیار اور محبت کی باتیں کرتے۔ سفر سے واپس آتے تو راہ میں جو بچے ملتے' ان میں سے کسی نہ کسی کو اپنے ساتھ سوار کر لیتے۔

چند بدو مدینہ میں حضور ﷺ کے مہمان ہوئے۔ ان میں سے ایک کو زیادہ کھانے کی وجہ سے دست آنے لگے۔ صبح کو وہ شرم کے مارے چلا گیا۔ حضورؐ بستر کی غلاظت صاف کرنے لگے۔ لوگوں نے عرض کیا' ہماری موجودگی میں حضورؐ تکلیف نہ فرمائیں۔ مگر آپ نے فرمایا "میرے مہمانوں کی تمام خدمات کی بجا آوری میرے ذمہ ہے۔"

جس نے ذمی کو تکلیف دی۔ اس نے گویا مجھ کو تکلیف دی۔

آپ کی خدمت میں وقت کے بادشاہوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ مال آتا' مگر حضورؐ نے اس میں سے کبھی ایک درہم بھی اپنے لیے نہیں رکھا۔ اکثر مہینوں آپ کے گھر میں آگ نہ جلتی۔ محض کھجوروں اور پانی پر گزارہ ہوتا۔

ایک دفعہ آپ کوہ احد سے گزر رہے تھے۔ تو اسے دیکھ کر فرمانے لگے "کہ اگر میرے پاس کوہ احد جتنا سونا ہو' مجھے بھلا نہیں معلوم ہوتا کہ تین دن سے زیادہ میرے پاس رہے۔"

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ نے مجھے کسی کام کے لیے بھیجنا چاہا۔ میں نے کہہ دیا' میں نہ جاؤں گا آپ خاموش ہو گئے میں یہ کہہ کر باہر چلا گیا۔ دفعۃً آنحضرت نے پیچھے آکر میری گردن پکڑی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو آپ ہنس رہے ہیں۔ پھر پیار سے فرمایا "انسؓ جس کام کے لیے کہا تھا' اب تو چلے جاؤ۔" میں نے کہا' اچھا جاتا ہوں۔

حضرت انسؓ جو خادم خاص تھے' فرماتے ہیں کہ میں دس برس تک آپ کی خدمت میں رہا۔ مگر مجھے آپ نے اف تک کبھی نہیں کہا۔ جو کام میں نہ کر سکا اس پر یہ نہیں فرمایا کہ کیوں نہیں کیا۔ اگر مجھ سے کوئی نقصان ہو جاتا اور گھر کے آدمی مجھے ملامت کرتے تو آپ فرماتے "اسے چھوڑ دو' ملامت نہ کرو۔ ہونے والی چیز ہو کر رہتی ہے۔"

ایک دفعہ رئیس فدک نے چار اونٹوں پر غلہ لاد کر آپ کی خدمت میں بھیجا۔ جسے حضرت بلالؓ نے بازار میں فروخت کر کے ایک یہودی کا قرض ادا کیا۔ پھر آنحضرتؐ کی خدمت میں آکر اطلاع کی۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ بچ تو نہیں رہا؟ وہ بولے ہاں' ابھی کچھ بچا ہوا ہے۔ فرمایا جب تک کچھ باقی رہے گا' میں گھر نہیں جا سکتا۔ حضرت بلالؓ نے کہا کہ اس وقت تو کوئی سائل بھی نظر نہیں آتا۔ آنحضرتؐ نے مسجد میں رات بسر کی۔ دوسرے دن جب آپ کو اطلاع ملی کہ سب غلہ تقسیم ہو گیا ہے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا' اور گھر تشریف لے گئے۔

ذاتی ضروریات کے متعلق آپ اتنی ہی چیز رکھتے تھے' جس کے لیے ضروریاتِ حیات داعی ہوتیں۔ جو کھانا سامنے آتا' وہی کھا لیتے' اس میں نقص نہ نکالتے۔ عموماً ایک ہی کھانا کھاتے۔ پیوند لگے ہوئے کپڑے استعمال کرنے میں عار نہ سمجھتے۔ مکان نہایت سادہ اور صاف ہوتا تھا۔ جب گھر میں تشریف لاتے' تو گھر والوں سے کھانا نہ مانگتے۔ کسی نے لا کر رکھ دیا تو کھا لیا' ورنہ خیر جو کھلا دیا' کھا لیا' جو پہنا دیا پہن لیا۔

وحشی' جس نے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا۔ انتقام کے ڈر سے شہر بہ شہر مارا مارا پھرتا رہا۔ اہل طائف نے جو وفد مدینہ کے لیے مرتب کیا۔ اس میں وحشی کا نام بھی تھا۔ وہ ڈرتا تھا کہ کہیں مجھ سے انتقام نہ لیا جائے' لیکن دشمنوں نے اس کو

یقین دلایا کہ تم بے خوف و خطر جاؤ۔ محمدؐ سفیروں کو قتل نہیں کرتے۔ چنانچہ وہ اس اعتماد پر دربار نبوت میں حاضر ہوا۔ اور قبول اسلام کا ارادہ ظاہر کر کے امید جواب میں خاموش کھڑا رہا' چچا کا قاتل' اور چچا بھی وہ جنھوں نے بچپن میں ایک ہی دایہ کا دودھ پیا' ایک ہی ساتھ رہے اور محبت کے ساتھ زندگی بسر کی' آپ نے دعویٰ نبوت کیا' تو آپ کے حامی وناصر رہے اور قبول اسلام کے بعد اعلاء کلمتہ اللہ میں پیش پیش رہے' ایسے پیارے چچا کو شہید کر کے اور نہ صرف شہید بلکہ عضو جدا جدا کر کے اور نعش کی پوری توہین کر کے وحشی اس گناہ عظیم پر نادم و شرمسار آغوش اسلام کا طلبگار بن کر کھڑا ہے۔ تقاضائے بشریت کب اجازت دیتا ہے' کہ اس پر رحم کرنا تو کجا' سامنے آنے کی بھی اجازت دی جاتی۔ مگر صفت رحمتہ للعالمین سامنے آتی ہے اور خلق عظیم نے اس کے اسلام کو قبول فرمالیا اور اس کی تمام خطا کاریاں معاف ہو گئیں۔ کیا دنیا ایسے عفو و درگزر کی مثال پیش کر سکتی ہے؟

سنہ ۵ھ میں غزوہ بنی المصطلق میں ایک اہم واقعہ پیش آگیا تھا' جو اپنے حالات کے اعتبار سے بہت زیادہ عبرت زا ہے۔ اکثر غزوات میں جہاں کامیابی کی امید قوی ہوتی اور مال غنیمت کی زیادہ توقع ہوتی تو منافقین بھی مسلمانوں کے ساتھ جہاد کرنے میں شریک ہو جاتے۔ اس غزوہ میں بھی اس قسم کے فتنہ پرداز موجود تھے' بلکہ منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی بھی موجود تھا۔ اتفاق سے چشمہ سے پانی لینے میں ایک مہاجر اور ایک انصار کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ انصاری نے "یاللانصار" کہ کر انصاریوں کو پکارا تو مہاجر نے بھی "یامعشر المہاجرین" کہہ کر مدد طلب کی۔ اور دونوں طرف سے تلواریں نیام سے باہر آگئیں۔ کہ فوراً نبی کریم ﷺ کو اطلاع ملی' اور آپ نے آکر جاہلیت کے اس عمل سے باز رکھا اور نصیحت فرمائی۔

عبداللہ بن ابی کو فتنہ پردازی کا موقعہ مل گیا۔ انصار سے کہنے لگا۔ "تم نے خود یہ بلا اپنے سر ڈالی ہے۔ دیکھا کہ کس طرح مہاجرین تمہارے مقابلے پر آگئے۔ نبی اکرم ﷺ سے بھی کسی نے یہ واقعہ سنایا۔ حضرت عمرؓ تو سن کر غصہ سے بے تاب ہو گئے' اور عرض کیا کہ اجازت دیجئے اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا' کہ اے عمرؓ! کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ لوگ کہیں کہ محمد (ﷺ) اپنے رفیقوں کو قتل کر دیتے ہیں۔

جب اس بات کا چرچا ہوا اور عبداللہ بن ابی کے بیٹے (کہ ان کا نام بھی عبداللہ ہی تھا اور مخلص مسلمان اور جاں نثار صحابی تھے) کو یہ خبر لگی کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے میرے باپ کے قتل کا معاملہ درپیش ہے تو خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا' یارسولؐ اللہ! اگر ایسا ارادہ ہے تو مجھ کو حکم ہو کہ میں خود اپنے باپ کی گردن کاٹ کر پیش کر دوں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ کام کوئی دوسرا شخص کرے اور مجھے حمیت و عصبیت اور محبت' والد کے قاتل کو قتل کر دینے پر مجبور کر دے اور میں گنہگار بنوں۔ رحمتہ للعالمین نے ارشاد فرمایا۔ "نہیں ہمارا ارادہ تمہارے باپ کے قتل کرنے کا نہیں ہے' بلکہ قتل کی جگہ میں اس پر مہربانی کروں گا۔"

ابو رافعؓ ایک غلام حالت کفر میں قریش کی طرف سے سفیر بن کر جب مدینہ منورہ آیا اور روئے اقدس پر نظر پڑی تو بے اختیار اسلام کی صداقت اس کے دل میں گھر کر گئی۔ عرض کی "یارسولؐ اللہ! میں اسلام لے آیا ہوں" اب میں کافروں کے پاس لوٹ کر نہ جاؤں گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا "میں عہد شکنی نہیں کر سکتا' اور نہ قاصدوں کو اپنے پاس

روک سکتا ہوں۔ تم اس وقت واپس چلے جاؤ۔ اگر وہاں پہنچ کر بھی تمہاری یہی کیفیت رہے تو یہاں آ جانا۔" چنانچہ ان کو واپس بھیج دیا۔ پھر وہ آئے اور داخل اسلام ہوئے۔

ایک دفعہ ایک عورت نے چوری کی۔ قریش اپنی عزت کے خیال سے چاہتے تھے کہ سزا سے بچ جائے اور معاملہ دب جائے۔ حضرت اسامہؓ سے سفارش بھی کرائی کہ معافی دے دی جائے۔ مگر آنحضرتؐ نے ناراض ہو کر فرمایا کہ بنی اسرائیل اسی کی بدولت تباہ ہوئے کہ وہ غریبوں کو سزا دیتے تھے اور امیروں کو چھوڑ دیتے تھے۔ اللہ کی قسم 'اگر میری بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کی مجرم ہوتی' تو میں اس کے بھی ہاتھ کٹوا دیتا۔

جس وقت آپ پر یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) "یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پکارتے ہیں جو ان کو نہ نفع دے سکتی ہیں نہ نقصان۔" تو نبی کریمؐ نے سب کو جمع کر کے فرمایا "اے اولاد عبدالمطلب! اے عباسؓ! اے صفیہؓ! اے فاطمہؓ! میرے مال سے جو چاہو میں تمہیں دے سکتا ہوں' لیکن اللہ کے ہاں میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا" تا بہ دیگر انبیاء و اولیاء چہ رسد جو معاملات و مشیت ایزدی میں دخل دے سکے۔ یہ روایت تمام معتبر کتب احادیث و تفاسیر میں موجود ہے۔ قرآن مجید میں خود نبی کریمؐ کے منہ سے کہلوایا گیا ہے۔ "میں خود اپنے آپ کو نہ نفع پہنچا سکتا ہوں نہ نقصان' مگر جس قدر اللہ کو منظور ہو۔ اگر میں ان چیزوں کا علم رکھتا جو انسان کی پہنچ سے بالاتر ہیں' تو اپنے لیے بہت کچھ حاصل کر لیتا اور مجھ کو کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔" پھر نہ حضورؐ جنگیں لڑتے' نہ ہجرت کی نوبت آتی' نہ دندان مبارک شہید ہوتے نہ عمر بھر زبان و تلوار کے جہاد میں بسر ہوتی' نہ دشمنان اسلام کے ہاتھوں اس قدر اذیتیں اٹھاتے۔

ایک دفعہ آنحضرتؐ گھر میں تشریف لائے اور بہت گھبرائے ہوئے تھے۔ حضرت ام سلمہؓ نے دریافت کیا' خیر تو ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کل جو سات دینار آئے تھے' ابھی تک وہ بستر ہی پر پڑے رہ گئے ہیں۔

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ہم لوگوں کو ناغہ دے کر نصیحت فرماتے کہ ہم لوگ اکتا نہ جائیں۔

کسی جنگ میں ایک سو تیس اصحابؓ آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے ایک بکری خرید کر ذبح کروائی اور کلیجی الگ بھوننے کے لیے حکم دیا۔ وہ تیار ہو گئی تو سب اصحاب میں تقسیم کر کے کھائی۔ جو لوگ موجود نہ تھے ان کا حصہ رکھوا دیا۔

لباس میں نمائش اور سامان کی آرائش سے آپ کو نفرت تھی۔ ایک مرتبہ کسی لڑائی سے واپسی پر آپ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے تو دیکھا کہ گھر میں چھت گیری لگی ہوئی ہے۔ اسی وقت پھاڑ ڈالی اور فرمایا' اللہ تعالیٰ نے ہمیں دولت اس لئے نہیں دی ہے کہ اینٹ پتھر کو کپڑے پہنائیں' بلکہ یہ غربا کی امداد کے لیے ہے۔

مہر کرنے کی غرض سے آپ کی انگوٹھی سونے کی بنی۔ آپ کی تقلید میں صحابہؓ نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ آپ منبر پر چڑھے اور انگوٹھی اتار کر پھینک دی اور فرمایا کہ اب نہ پہنوں گا۔ صحابہؓ نے بھی اسی وقت اپنی انگوٹھیاں اتار کر پھینک دیں۔

ایک دفعہ کسی نے ریشم کا شلوکہ ہدیتہً بھیجا۔ آپ نے پہن لیا اور اس کو پہن کر نماز ادا فرمائی۔ نماز سے فارغ ہو کر نہایت نفرت کا اظہار کیا' اور اس کو اتار کر فرمایا' پرہیزگاروں کے لیے یہ کپڑے مناسب نہیں۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ سرور عالم کے جسم مبارک پر صرف ایک

تہبند ہے۔ ایک کھری چارپائی کے سرہانے ایک تکیہ ہے جس میں خرمے کی چھال بھری ہے۔ ایک طرف مٹھی بھر جو پڑے ہیں۔ ایک کونے میں پائے مبارک کے پاس کسی جانور کی کھال پڑی ہے۔ کچھ مشکیزہ کی کھالیں سر کے پاس کھونٹی پر لٹک رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔ آپ نے میرے رونے کا سبب دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کی 'یا رسول اللہؐ ! میں کیوں نہ روؤں۔ چارپائی کے بان سے جسم مبارک پر نشان پڑ گئے ہیں۔ قیصر وکسریٰ تو باغ و بہار کے مزے لوٹیں' اور اللہ کے برگزیدہ پیغمبرؐ کی کوٹھڑی میں یہ سامان؟ فرمایا "مجھ کو دنیا سے صرف اسی قدر تعلق ہے جس قدر اس سوار کو جو تھوڑی دیر راہ میں کسی درخت کے سائے میں بیٹھ جائے' اور پھر اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ جائے۔ اے ابن خطابؓ ! کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ وہ لوگ دنیا سنبھالیں اور ہم آخرت؟"

مخالفین اسلام و دشمنان دین کو آنحضرتؐ کی حیات طیبہ میں جب کوئی بات لائق اعتراض و قابل گرفت نظر نہیں آئی تو وہ تعدد ازدواج کا مسئلہ بڑے شد و مد سے پیش کرتے ہیں' جس کے جواب میں انتہائی اختصار لیکن پر زور دلائل کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ دنیا کا کوئی ملک اور کوئی مذہب ایسا نہیں کہ جس نے تعدد ازدواج کی اجازت نہ دی ہو یا کوئی ملک اور قوم اس پر عمل کرنے سے خالی رہی ہو۔ خاص کر اسلام سے پہلے جاہلیت کے دور میں تعدد ازدواج کی رسم اس برے طریقے سے عرب و عجم دونوں میں قائم تھی جس کو سن کر مہذب دماغ مختل ہو جاتا ہے۔

اس بات پر تمام عقلائے زمانہ متفق ہیں کہ اگر کسی ہستی پر کوئی شبہ کیا جائے تو ضروری ہے کہ پہلے یہ غور کر لیا جائے کہ ہم جس شخص کی زندگی پر کوئی شبہ کر رہے ہیں' کیا اس کی زندگی و حیات کا کوئی لمحہ بھی ان اعتراضات و شبہات کی گنجائش رکھتا ہے۔ بیشک اگر نبی کریم ﷺ کی سیرت اس کا ثبوت بہم پہنچائے کہ آپ کا یہ عمل العیاذ باللہ محض عیش پرستی کی خاطر تھا' یا آپ کی مقدس سیرت کا کوئی جزو بھی ہمارے سامنے موجود ہو اور آپ کی تمام زندگی پردہ تاریکی ہی میں رہی ہو تو یہ اعتراض حق بجانب ہو سکتا ہے۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اسی ایک پیغمبر کی یہ واحد خصوصیت ہے کہ اس کی خلوت و جلوت کی تمام زندگی کا ایک ایک حرف دنیا کے سامنے خود مسلمانوں نے جانکاہی کر کے اس طرح اصول تاریخ کے ساتھ پیش کر دیا جس کی نظیر دنیا میں ملنا مشکل ہی نہیں بلکہ محال و ناممکن ہے۔ آؤ ہم اس کی حیات پر غور کریں۔

جس ذات اقدس کی معیشت کا حال یہ ہو کہ اس نے اپنی ساری زندگی میں جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی ہو اور بعض اوقات اس کو بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھنے کی نوبت آئی ہو' جس ہستی کی آسائش لیل و نہار کا یہ عالم ہو کہ اکثر اوقات ایک قمیص' ایک تہ بند اور ایک عمامہ سے زیادہ اس کے پاس کوئی کپڑا نہ ہو۔ اور جس کے بستر راحت کی کل کائنات چمڑے کا ایک گدہ ہو اور ایک تکیہ جس کے اندر کھجور کی چھال کوٹ کر بھر دی گئی ہو اور جس ذات مبارک نے ایسے حجرے میں زندگی بسر کی ہو' جس میں اکثر اوقات چراغ تک بھی میسر نہ آتا ہو' اور اس کے طول و عرض کا یہ عالم ہو کہ انسانی قد سے بھی جس کی چھت بلند نہ ہو' جس پر کھجور کے پتے ڈھانک دیئے گئے ہوں اور جس کا صحن ایک فقیر کی جھونپڑی کے صحن سے زیادہ نہ ہو' اور یہ سب کچھ اس وقت ہو' جبکہ وہ چاہے تو اپنے لئے سونے اور چاندی کے محل تیار کرا سکتا ہے اور خدم و حشم کے جلو میں زندگی بسر کر سکتا ہے۔ مگر وہ یہ کہہ کر سب پر لات مار دیتا ہے'

کہ میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ ایک رات بھوکا رہوں اور صبر کی حقیقت معلوم کروں اور دوسرے وقت کچھ کھانے کو مل جائے تو شکر کی دولت سے بہرہ یاب ہوں۔ اور جس کے دن کے مشاغل کا یہ حال ہو کہ اکثر وقت تبلیغ اسلام' انسداد رسوم جاہلیت' امت کی اصلاح' قضایا کے فیصلے' میدان جہاد کی تیاری اور پنجگانہ نماز باجماعت میں گزرتا ہو' اور جس کی راتوں کا مستقل مشغلہ شب بیداری' تہجد گزاری اور گریہ و زاری ہو کہ کبھی ساری ساری رات اللہ کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا رہے' جس کی بدولت قدم مبارک تک ورم کر آتے ہیں۔ اور کبھی ایک گھنٹہ سوتا ہے تو دوسرے گھنٹے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں سربسجود رہتا ہے اور ساری رات اسی طرح پوری کر دیتا ہو' ایسی ہستی کی زندگی مبارک کو تعیش پسند زندگی کہنا چاند پر خاک ڈالنا اور انصاف کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

کیا جس نے اپنی جوانی اور شباب کا بہترین حصہ یعنی پچیس سالہ زندگی کو محض تجرد میں بسر کیا ہو اور اس کے بعد اس کی سب سے اول شریک زندگی وہ عورت ہو جس کی عمر اٹھائیس سال سے متجاوز ہو چکی ہو اور جو زمانہ شباب کو ختم کر چکی ہے اور دو مرتبہ بیوگی کی زندگی کاٹ چکی ہے تو کیا ایسی مقدس ہستی پر بھی کوئی حرف گیری کی جا سکتی ہے؟

پھر ذرا اس پر بھی غور کرو کہ جن عورتوں سے اس نے نکاح کئے' ان کی خود اپنی حالت کیا ہے؟ نکاح کے وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ کے علاوہ تمام بیویاں بیوہ۔ عمر کے لحاظ سے کوئی جوانی کو خیر باد کہہ رہی ہے اور کوئی بڑھاپے کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ نہ صورت کا لحاظ' نہ عمر کا اعتبار۔ اور یہ سب کچھ اس حالت میں ہے کہ اگر وہ ایک اشارہ کر دے تو بہتر سے بہتر' حسین و جمیل کنواری لڑکیاں اس کے عقد میں آنا اپنے لیے فخر سمجھتیں اور ان کے اہل خاندان اس کی تمنائیں کرتے ہیں۔

کیا تم اس واقعہ کو بھول گئے۔ جب مکہ کے سرداروں نے ابو طالب کے واسطہ سے اس مقدس وجود سے کہا تھا کہ تیری خواہش اگر مال و زر کی ہو' تو ہم لاکھوں درہم و دینار اسی وقت جمع کر دینے پر آمادہ ہیں۔ اور اگر سرداری کی طلب ہے تو آج سارا قریش تجھے سردار مان لینے کو تیار ہے اور اگر عورت کی خواہش ہو تو جس قدر ہاشمی یا قریشی یا غیر قریشی خوبصورت اور حسین سے حسین لڑکیاں اپنے عقد میں لانا چاہے' ہم سب اس پر آمادہ ہیں کہ اسی وقت تیری نظر انتخاب پر تیرے ساتھ ان کا عقد کر دیں۔ لیکن تم نے سنا کہ آپ نے کیا جواب دیا؟

آپ نے کہا' اے چچا! اگر میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج بھی رکھ دیا جائے تو اللہ کا جو پیغام محمد ﷺ کے سپرد ہوا ہے' محمدؐ اس کو ترک نہیں کر سکتا۔ اور دنیا کی تمام آرائش و آسائش اور زیب و زینت کو حق کی اس پکار کے سامنے ہیچ سمجھتا ہے۔

تم نے دیکھا کہ اس نے دنیا کی زیب و زینت اور اس کے طمطراق کو کس طرح ایک جملہ کہہ کر ٹھوکر مار دی اور ان کی درخواست کو در خور اعتنا بھی نہ سمجھا' تو کیا ایسے مقدس وجود کے متعلق بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے ان بیوہ اور بوڑھی عورتوں سے اس لیے عقد کیا تھا کہ وہ باوجود اس قدر کثرت مشاغل دینی اور دنیوی عیش پرستیوں میں مشغول رہے؟ العیاذ باللہ۔

یہ امر بھی بخوبی عیاں ہے کہ جن عورتوں سے آپ نے نکاح کیے' ان کے تمام خاندان ان عورتوں کی

بدولت ہی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جب انہوں نے آنحضرتؐ کی خانگی زندگی کے موثر حالات اور ان کی عالی خیالات پاکیزہ اپنے اپنے قبیلوں میں بیان کئے۔ ان قبیلوں کے مشرف بہ اسلام ہونے سے دین حق کو بہت مدد ملی۔ جس کی اس وقت سخت ضرورت تھی۔ اگر آپ مختلف قبائل کی عورتوں سے تعلق ازدواج کی اس صورت کو اختیار نہ فرماتے تو عورتوں سے متعلق احکام کی تبلیغ کا بیشتر حصہ تشنہ تکمیل رہ جاتا اور ان مسائل کی عملی تفصیل و تشکیل کا پورا نقشہ کسی طرح ہمارے سامنے نہ آسکتا۔

واضح رہے کہ ام حبیبہؓ آپ کے عقد میں اس وقت آئیں جبکہ ان کے باپ ابوسفیان اور ان کا تمام خاندان اس نبی امیؐ کی جان و آبرو اور خون کا پیاسا تھا۔ حضرت صفیہؓ کے واقعہ پر جن کا شوہر' چچا' باپ سب مسلمانوں کے مقابلہ میں جنگ میں کام آئے۔ لیکن ان کی زندگی کا ہر لمحہ اس کا پتہ دیتا ہے کہ وہ پیغمبر ﷺ کے ساتھ اپنے اس تعلق کو دنیا ومافیہا کی نعمتوں سے بہتر جانتی اور یقین کرتی ہیں۔

اگر رسول اللہ ﷺ کی وہ زندگی جو خلوت کی زندگی کہلائی جاتی ہے۔ اخلاق کریمانہ اور شان پیغمبرانہ سے متصف نہ ہوتی تو آج ام حبیبہؓ اور حضرت صفیہؓ کا یہ رشتہ حقارت و نفرت کے انتہائی جذبات پیدا کر دیتا اور پیغمبر کی اندرون خانہ زندگی کی رسوائی کے لیے (العیاذباللہ) ان دونوں کا وجود ہی کافی ہوتا۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ بلکہ برخلاف اس کے دنیا نے دیکھ لیا کہ ابوسفیان جیسے دشمن اسلام نے اپنی بیٹی ہی کے بیان حق ترجمان سے اسلام قبول کیا۔

ایک مرتبہ پیغمبر کی بیبیوںؓ نے بہ تقاضائے بشریت آپ سے سال بھر کے نفقہ کا مطالبہ کیا۔ پیغمبر کی پیغمبرانہ زندگی اس دنیا طلبی کے مظاہرہ کو برداشت نہ کر سکی' تو بحکم الٰہی آپ نے ہر ایک بی بی کو اختیار دے دیا کہ اگر ان کو پیغمبر کے ساتھ اپنی حیات کو وابستہ رکھنا ہے تو پیغمبر اور اس کے خاندان کے لئے دنیا کی زیب و زینت کچھ نہیں ہے' غربت و فقر کی زندگی اگر بسر کرنا ہے تو نبھاؤ۔ ورنہ تم کو اختیار دیا جاتا ہے کہ جو پیغمبر ﷺ کی زندگی سے جدا ہو کر دنیا چاہے وہ آزاد ہے۔ پھر تم نے دیکھا کہ ہر ایک بی بی نے حاضر خدمت ہو کر معذرت کی اور گڑگڑاتے ہوئے درخواست کی کہ ہم کو دنیا نہیں چاہیے۔ ہم دنیا پر لعنت بھیجتی ہیں لیکن اللہ کے پیغمبر کے رشتہ کو نہیں چھوڑ سکتے۔ جو ہم کو دنیا اور آخرت سب سے زیادہ محبوب ہے۔

یہی وہ حالات و واقعات ہیں جن کی وجہ سے بہت سے خاندان اور قبائل متفرقہ کے دلوں میں اس تذبذب کا خاتمہ ہو گیا۔ اور ان کو یقین ہو گیا کہ ایسی مبارک ہستی کبھی کاہن' ساحر یا کاذب و مجنوں نہیں ہو سکتی۔

پھر کیا تم نے کبھی اس پر بھی غور کیا کہ مشرکین عرب' منافقین مدینہ اور یہود و نصاریٰ جو آپ کے حرف حرف پر نکتہ چینی' حرف گیری اور عیب جوئی کے لئے آمادہ رہتے تھے۔ ان کے کسی ایک قول سے بھی اس کا پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے آپ کے اس طرز عمل پر کبھی بھی لب کشائی کی ہو' حالانکہ تاریخ ماضی آج تک ان کی اور ان کی تمام نکتہ چینیوں اور ان کے جوابات کو اپنے اوراق میں محفوظ رکھے ہوئے ہے' جن کا تعلق اسلام اور نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس سے ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات گیارہ تھیں جن کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ (۱) خدیجہؓ بنت خویلد (۲) سودہؓ

بنت زمعہؓ (۳) عائشہؓ بنت ابی بکرؓ (۴) حفصہؓ بنت عمرؓ بن الخطاب (۵) زینبؓ بنت خذیمہ (۶) ام سلمہؓ (۷) زینبؓ بنت جحش (۸) جویریہؓ (۹) ام حبیبہؓ (۱۰) صفیہؓ بنت حیی (۱۱) میمونہؓ بنت حارث۔

حضرت خدیجہؓ اور زینبؓ کا آپ کے زمانہ حیات میں انتقال ہو گیا تھا۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ (۱) حضرت زینبؓ (۲) حضرت ام کلثومؓ (۳) حضرت رقیہؓ (۴) حضرت فاطمہؓ۔ آپ کی تین بیٹیاں آپ کی زندگی میں فوت ہوئیں اور حضرت فاطمہؓ کا انتقال بعد میں ہوا۔

آپؐ کے چار نواسے تھے۔ (۱) حضرت علیؓ بن ابوالعاصؓ (والدہ حضرت زینبؓ) (۲) حضرت عبداللہ بن عثمانؓ (والدہ حضرت رقیہؓ) (۳) حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ بن علیؓ (والدہ حضرت فاطمہؓ)

خلاصہ یہ کہ نبی کریم ﷺ کی تمام زندگی تعیش سے خالی ہے' بلکہ اس کے خلاف فقر و غربت' زہد و عبادت' تقویٰ و طہارت اور خلق اللہ کی اصلاح و ہدایت میں گزری۔ اس لیے آپ کا متعدد شادیاں کرنا بر بنائے تعیش دنیوی نہ تھا' بلکہ خالص اصلاح اور تبلیغ مذہب کی خاطر تھا۔ جس کو مختصراً اس طرح ادا کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ اگر آپ متعدد شادیاں مختلف قبائل میں نہ کرتے تو خانگی زندگی سے متعلق بہت سے تبلیغی و شرعی احکام پردہ اخفا میں رہ جاتے اور آپ کی تبلیغ عام اور رسالت عامہ کی تکمیل نہ ہوتی۔

۲۔ نصرت نبوت و رسالت کے لیے دنیاوی اسباب کی بھی ضرورت ہے۔ اور ان اسباب میں سے قبائل و اقوام کے ساتھ محبت و اخوت کے رشتہ کا استحکام سب سے زیادہ ازدواجی تعلق و رشتہ سے پیدا ہوتا ہے' جس کا کھلا ثبوت حضرت جویریہؓ اور حضرت ام حبیبہؓ کے واقعات سے ملتا ہے۔

۳۔ عورت کی پست حالت کی اصلاح کا سب سے بہتر طریقہ یہی عملی نمونہ تھا جس نے مختلف اقوام و قبائل کے سامنے ان کی بیٹیوں کے ذریعے سے اصل حقیقت کو منکشف کر دیا۔

۴۔ قریش اس رشتہ کو اپنا سب سے بڑا فخر سمجھتے تھے۔ اور ان کی اس تمنا کے ذریعہ سے حمایت حق کو عظیم الشان فائدہ پہنچا۔

۵۔ ان ازواج ہی کی بدولت آپ کی وفات کے بعد بہت سے صحابہ کرامؓ نے علم نبویؐ کے ایک بڑے ذخیرہ کو حاصل کیا' اور ان سے سیکھ کر دنیا کو درس علم و عمل دیا۔

واضح رہے کہ بعثت نبوی کی بنا محاسن اخلاق پر قائم ہے۔ اسی لیے ارشاد ہوا۔ "میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں۔" ضرورت ہے کہ جس طرح مردوں میں آپ کے اخلاق کریمانہ کا برتاؤ باحسن وجوہ معلوم ہوتا ہے' اس زندگی میں بھی اسی طرح نظر آئے جس کو خلوت کی زندگی کہا جاتا ہے۔ اور جس میں اکثر دنیا کے بڑے سے بڑے ریفارمر اور مصلحین بھی کمزور نظر آتے ہیں۔ اس کثرت ازدواج نے جس کا تعلق مختلف قبائل اور مختلف خاندانوں سے تھا۔ آپ کے مکارم اخلاق کو جلوت و خلوت دونوں قسم کی زندگی سے پردہ دیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ اس نبیؐ کی جلوت و خلوت سب یکساں ہیں۔

حجتہ الوداع

سنہ ۱۰ھ مطابق مارچ سنہ ۶۳۲ء کو حضور ہادی اسلام علیہ الصلوۃ والسلام نے حج کا ارادہ کیا۔ اور جملہ افراد عرب میں اعلان عام کردیا گیا کہ حضرت رسول کریمؐ حج کے لئے تشریف لے جانے والے ہیں۔ اس اطلاع کے بعد انبوہ در انبوہ اور گروہ در گروہ خلقت مدینہ طیبہ میں جمع ہو گئی۔ جس میں ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگ شامل تھے' ۲۵ ذی قعدہ بروز چہار شنبہ حضرت سرور عالمؐ نے غسل فرما کر کپڑے بدلے' خوشبو لگائی اور نماز پڑھ کر روانہ ہوئے۔ اس سفر میں ازواج مطہرات ہودجوں میں سوار آپ کے ہمراہ تھیں۔ اس مقدس قافلہ کے ساتھ راستہ میں ہر جگہ سے فوج در فوج لوگ شامل ہوتے گئے' بعد قطع منازل مکہ میں داخل ہوئے' اور روز روشن میں کعبتہ اللہ کا طواف کر کے اللہ تعالیٰ کے جلال کو اچھی طرح ظاہر فرمایا۔ زیارت کعبتہ اللہ سے فارغ ہو کر صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر تشریف لے گئے۔ ان کی چوٹیوں پر چڑھ کر اور کعبتہ اللہ کی جانب رخ کر کے کلمات توحید و تکبیر پڑھے۔ نویں ذوالحجہ کو آنحضرتؐ طلوع آفتاب کے بعد وادی نمرہ میں اترے۔ دن ڈھلنے کے بعد یہاں سے عرفات میں تشریف لائے۔ تمام میدان لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ہر ایک شخص تکبیر و تحلیل' تحمید و تقدیس میں مصروف تھا۔ اس وقت ڈیڑھ لاکھ افراد کا مجمع احکام الٰہی کی تعمیل کے لیے ہمہ تن حاضر تھا۔ حضرت رسول کریمؐ نے پہاڑی پر چڑھ کر اور قصویٰ (اونٹنی کا نام) پر سوار ہو کر خطبے کا آغاز فرمایا۔ جس کا پالان ایک روپے سے زیادہ قیمت کا نہ تھا۔

خطبہ نبوی: لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہ ہوں گے۔ لوگو! تمہارے خون' تمہارے مال اور تمہاری عورتیں ایک دوسرے پر اسی طرح ہیں' جیسا کہ تم آج کے دن' اس شہر کی' اور اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔ لوگو! تمہیں عنقریب اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے' اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال کرے گا۔ خبردار' میرے بعد گمراہ نہ بن جانا' کہ ایک دوسرے کو کاٹنے لگ جاؤ۔ لوگو! جاہلیت کی ہر ایک بات کو میں اپنے قدموں کے نیچے پامال کرتا ہوں۔ جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے ملیا میٹ کرتا ہوں۔ پہلا خون جو اپنے خاندان کا ہے یعنی ربیعہ بن الحارث کا خون' جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا اور ہذیل نے اسے مار ڈالا تھا چھوڑتا ہوں۔ جاہلیت کے زمانہ کا سود ملیا میٹ کر دیا گیا۔ پہلا سود جو اپنے خاندان کا ہے' میں مٹاتا ہوں۔ وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے' وہ سب کا سب چھوڑ دیا گیا ہے۔

لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا اور اللہ تعالیٰ کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لیے حلال بنایا ہے۔ تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر غیر مرد کو نہ آنے دیں۔ عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ اور اچھی طرح پہناؤ۔

مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے' اس لیے اس کے نزدیک محبوب ترین وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے کنبہ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔

لوگو! میں تم میں جو چیز چھوڑ چلا ہوں اگر اسے مضبوط پکڑو گے' تو کبھی گمراہ نہ ہو گے وہ قرآن مجید' اللہ تعالیٰ کی کتاب۔

لوگو! نہ میرے بعد کوئی پیغمبر ہے اور نہ کوئی نئی امت پیدا ہونے والی ہے۔ اچھی طرح سن لو' اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور پنجگانہ نماز ادا کرو۔ سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کی روزے رکھو اور اپنے مالوں کی زکوۃ نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ دیا کرو۔ بیت اللہ کا حج بجالاؤ اور اپنے اولیائے امور کے اطاعت کرو۔ جس کی جزا یہ ہے کہ تم اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو گے۔

لوگو! قیامت کے دن تم سے میری بابت بھی پوچھا جائے گا۔ مجھے ذرا بتاؤ تو سہی کہ تم کیا جواب دو گے؟ سب نے متفق اللفظ ہو کر کہا کہ ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے احکام ہم تک پہنچا دیئے۔ آپ نے رسالت و نبوت کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے ہم کو کھوٹے کھرے کی بابت اچھی طرح بتادیا۔

اس وقت حضرت رسول کریمؐ نے اپنی انگشت شہادت کو اٹھایا' آپ آسمان کی طرف انگشت مبارک اٹھاتے تھے اور پھر لوگوں کی طرف جھکاتے تھے اور فرماتے تھے' یااللہ! سن لے' تیرے بندے کیا کہہ رہے ہیں؟ یااللہ گواہ رہیو کہ یہ لوگ کیا گواہی دے رہے ہیں؟ یااللہ شاہد رہیو کہ یہ سب کیا صاف اقرار کر رہے ہیں؟ پھر آپ نے فرمایا

"دیکھو جو لوگ موجود ہیں' وہ ان کو جو موجود نہیں ہیں' اس کی تبلیغ کرتے رہیں۔ ممکن ہے کہ بعض سامعین سے وہ لوگ زیادہ تر اس کلام کو یاد رکھنے اور حفاظت کرنے والے ہوں' جن پر تبلیغ کی جائے۔"

محمد از تو می خواہم خدارا   خدایا از تو حب مصطفیؐ را

حضورؐ ہادی اسلام علیہ الصلوۃ والسلام جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو اسی جگہ اس آیت کا نزول ہوا۔

"آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے کامل کر لیا' اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور میں نے تمہارے لیے اسلام کا دین ہونا پسند فرمایا ہے۔"

الغرض حضرت رسول کریمؐ اس عظیم الشان اور فقید المثال کامیابی اور ایک لاکھ چوالیس ہزار برگزیدہ بندوں کے واسطے توحید کی تکمیل و تعلیم اور البلاغ والوداع کے بعد مسرور و مبتہج مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے۔

وفات شریف: اس حج سے قریباً گیارہ ہفتے بعد ۲۸ صفر سنہ ۱۱ھ میں مرض الموت نے حضورؐ پر حملہ کیا۔ چودہ روز بیمار رہے۔ اور وفات سے تین روز پہلے تک نماز کے لیے مسجد میں برابر تشریف لے جاتے رہے۔ ۱۲ ربیع الاول کو مرض اور درد کی شدت زیادہ ہو گئی۔ اپنا سر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سینے کے ساتھ لگایا ہوا تھا۔ اسی اثنا میں عبدالرحمن بن ابی بکرؓ ہاتھ میں مسواک لئے ہوئے تشریف لائے۔ آپ نے ان سے لے کر مسواک فرمائی۔ پاس ہی پانی کا ایک پیالہ تھا' اس میں ہاتھ بھگو بھگو کر رخ انور پر پھیرتے' اور فرماتے تھے۔ "اے اللہ! موت کی سختی پر میری مدد فرما۔" اور تھوڑی دیر کے بعد "نماز' کنیز اور غلاموں کے حقوق۔ اے اللہ! مجھے بخش دے اور جنت میں رفیق اعلیٰ سے ملا دے" فرماتے ہوئے ایک طشت منگوایا۔ پھر بول کیا اور وصال فرمایا۔

متروکات: خیال ہو گا کہ اس قدر وسیع سلطنت کے شہنشاہ نبی الٰہیؐ نے اپنے بعد کس قدر زر و مال چھوڑا؟ اس کے متعلق حضرت عمرؓو بن حارث فرماتے ہیں (متفق علیہ) "حضور نبی کریمؐ جب اس دنیا سے تشریف لے گئے۔

تو اپنے بعد نہ درہم چھوڑا نہ دینار' نہ غلام نہ لونڈی اور نہ کچھ اور مال دنیوی۔ البتہ حضورؐ کے پاس ایک سفید خچر' ہتھیار اور کچھ زمین تھی' جسے حضورؐ نے عام مسلمانوں پر صدقہ فرمادیا تھا۔" وفات اقدس سے ایک دو روز پہلے جبکہ روح مبارک بہت تکلیف میں اور بے چین تھی' حضورؐ کو یاد آیا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس چند دینار رکھوائے تھے۔ فرمایا "انہیں بھی خیرات کردو' یہ زیبا نہیں کہ محمدؐ اپنے خالق کی بارگاہ میں جائے اور اس کے گھر میں دینار پڑے ہوں۔" آنحضرتؐ پر اس جہان فانی کی جب آخری رات آئی' تو زرہ مبارک چند سیر جو کے عوض ایک یہودی کے ہاں گروی تھی اور عائشہ صدیقہؓ ایک پڑوسن سے تیل مانگ رہی تھیں' کہ چراغ روشن کیا جائے۔ جن کپڑوں میں پیغمبرؐ الٰہی نے انتقال فرمایا' ان میں اوپر تلے کئی پیوند لگے ہوئے تھے اور دنیا کی مقدس ترین صداقت و سعادت پکار پکار کر اعلان کر رہی تھی کہ کائنات الٰہی میں یہی وہ آخری پیغمبرؐ ہے' جس کے چشمہ فیض پر دنیا بھر کی پیاسی قومیں قافلے بن بن کر آئیں گی اور آزادی و مساوات کا آب حیات پی پی کر ہمیشہ کی زندگی حاصل کریں گی۔

تاریخ ولادت مبارک ۹ ربیع الاول سال عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل سنہ ۵۷۱ء بروز دو شنبہ آدم علیہ السلام سے ۶۱۵۵ (چھ ہزار ایک سو پچپن) سال بعد بوقت چاشت قریباً ۲۵۰۰ سال بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام بمقام مکہ شریف۔

تاریخ نزول نبوت ۲۲ فروری سنہ ۶۱۰ء ۹ ربیع الاول۔

تاریخ ہجرت ۲۵ ستمبر سنہ ۶۲۲ء پنجشنبہ ۷ ربیع الاول۔

تاریخ داخلہ مدینہ منورہ ۲۹ ستمبر سنہ ۶۲۲ء دو شنبہ ۱۲ ربیع الاول۔

تاریخ فتح مکہ ۱۰ رمضان المبارک سنہ ۸ھ مطابق سنہ ۶۳۰ء۔

تاریخ حجتہ الوداع ۹ ذوالحجہ سنہ ۱۰ھ مطابق مارچ سنہ ۶۳۲ء۔

تاریخ وفات شریف ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ بروز دو شنبہ مطابق ۸ جون سنہ ۶۳۲ء۔

ایام قیام نبویؐ بعالم دنیوی ۲۲۳۳۳ یوم چھ گھنٹے قریباً ۶۳ سال ۵ یوم بحساب سن ہجری اور ۶۱ سال ۸۴ دن بحساب سن عیسوی۔ نبوت کے بعد زندگی کے تیرہ سال مکہ معظمہ میں اور دس سال مدینہ منورہ میں پورے ہوئے۔

تعداد ایام تبلیغ و نبوت ۸۱۵۵ یوم قریباً ۲۳ سال۔ ﷺ

حضور نبی کریمؐ فداہ روحی نے وفات شریف سے ایک ماہ پیشتر مدینہ منورہ میں ایک تقریر ارشاد فرمائی۔ اس میں امت کے حق میں دعائے خیر بھی کی۔ وصیت بھی اور انتباہ بھی جس کا محتاط ترجمہ درج ذیل ہے۔

"لوگو! مرحبا۔ اللہ تعالیٰ کی سلامتی' حفاظت و نصرت تمہارے ہمرکاب رہے۔ اللہ تمہیں بلندی ہمت اور ہدایت کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تمہیں اپنی پناہ میں رکھے۔ آفات سے بچائے اور تم کو سلامت رکھے۔"

"تم پر لازم ہے کہ سرکشی' تکبر اور سر اونچا کر کے چلنے کی وبا کو اللہ کے بندوں اور اللہ کی بستیوں میں نہ پھیلنے دو۔ آخرت کا گھر اسی کے لیے ہے جو سر غرور اونچا کر کے نہ چلے اور فساد برپا نہ کرے۔ خوشگوار عاقبت صرف پرہیزگاروں کا حصہ ہے۔"

"میں تم کو تقویٰ اور اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ تم کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ تم کو اپنا جانشین بناتا

ہوں اور تم کو عذاب الٰہی سے ڈراتا ہوں۔ مجھے توقع ہے کہ تم بھی لوگوں کو اس سے ڈراتے رہو گے۔"

"میں ان فتوحات کو دیکھ رہا ہوں' جو تم کو حاصل ہوں گی۔ مجھے یہ ڈر نہیں رہا کہ تم مشرک بن جاؤ گے۔ لیکن یہ ضرور ڈر ہے کہ دنیا کی محبت اور فتنہ سامانیوں میں گرفتار ہو کر کہیں ہلاک نہ ہو جاؤ' جیسے پہلی امتیں ہلاک ہوئیں۔"

دین پر جب ہم نے دنیا کو مقدم کر دیا دنیوی درجے کو بھی اللہ نے کم کر دیا

ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ! آپ کا اسوہ حسنہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا۔ معرفت الٰہی میرا راس المال ہے۔ عقل میرے دین کی اصل ہے۔ محبت میری زندگی کی بنیاد ہے۔ شوق الٰہی میرا مرکب ہے۔ اللہ کا ذکر میرا مونس ہے۔ وقار و ثقاہت میرا خزانہ ہے۔ آخرت کا درد میرا رفیق ہے۔ علم میرا ہتھیار ہے۔ صبر میری چادر ہے۔ رضا بالقضا میرا مال غنیمت ہے۔ عاجزی میرا فخر ہے۔ زہد میرا پیشہ ہے۔ یقین میری قوت ہے۔ سچائی میرا شفیع ہے۔ اطاعت الٰہی میرا حسب و نسب ہے۔ جہاد میرا خلق ہے۔ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ میرے دل کا ذکر اللہ ہے۔ میں اپنی امت کا دردمند ہوں' اور اپنے رب کی ملاقات کے شوق میں زندگی بسر کرتا ہوں۔

ایک صحابیؓ نے عرض کی' یا رسول اللہ! مجھے موت سے محبت نہیں ہے' کیا علاج کروں؟ حضورؐ نے فرمایا' تیرے پاس کچھ مال ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا "اس کو آگے چلتا کرو۔ آدمی کا دل مال سے لگا رہتا ہے۔ جب اس کو آگے بھیج دیتا ہے تو خود بھی اس کے پاس جانے کو جی چاہتا ہے اور جب پیچھے چھوڑ جاتا ہے تو خود بھی اس کے پاس رہنے کو جی چاہتا ہے۔

فتح مکہ کے بعد نبی کریمؐ نے حکم دیا کہ فوج مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہو اور ان احکام کی پابندی کرے۔

۱۔ جو کوئی ہتھیار پھینک دے' اسے قتل نہ کیا جائے۔

۲۔ جو کوئی اپنے گھر میں بیٹھ رہے' اسے قتل نہ کیا جائے۔

۳۔ جو کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے' اسے قتل نہ کیا جائے۔

۴۔ جو کوئی شخص ابو سفیانؓ کے گھر جا رہے' یا حکیمؓ بن حزام کے گھر جا رہے' اسے قتل نہ کیا جائے۔

۵۔ بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔

۶۔ زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔ کسی قیدی کو قتل نہ کیا جائے۔ (شان رحمتہ للعالمین ﷺ)

نوٹ: حضرت رسول کریمؐ کے خصائل حسنہ اور اخلاق و اعمال کی یہ ایک سرسری سی جھلک اور مختصر سا بیان ہے۔ اللہ کریم سب مسلمانوں اور غیر مسلموں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے' آمین۔ واضح رہے کہ مسلمانوں کا یہ ناقابل تردید دعویٰ یا دلیل ہے کہ آج تک اس کرہ زمین پر کوئی ایسا انسان پیدا نہیں ہوا' اور نہ آئندہ ہو گا' جس کے بالاتفاق ایسے صحیح' مکمل ترین اور تفصیلی حالات آنحضرتؐ کی طرح بنی نوع انسان کے سامنے موجود ہوں یا آئندہ ہو سکیں۔ اور دعویٰ کی صحت کو بڑے بڑے عیسائی مورخین نے بھی بہ ہمہ اختلاف عقائد اور تعصب مذہبی' نہایت کشادہ دلی کے ساتھ کھلے الفاظ میں تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر شپرنگر مشہور مغربی مصنف لکھتا ہے کہ "کوئی قوم دنیا میں ایسی

نہیں گزری' اور نہ آج موجود ہے۔ جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو۔ جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصیتوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔"

حضرت محمد ﷺ کو اپنی زندگی کی قدر و قیمت معلوم تھی' اور آپ نے یہ امر اپنے پیروؤں کے ذہن نشین کرا دیا تھا کہ آپ تمام نوع انسان کے لیے اللہ کے نبی' قیامت تک کے لیے ہیں' اور آپ کا ہر فعل آئندہ نسلوں کے لیے نمونہ زندگی ہے۔ اسی بنا پر آپ نے اس عہد کے ہر موجود مسلماں کو حکم فرمایا تھا۔ "میرے حالات دوسروں تک پہنچاؤ' خواہ تمہیں ایک ہی جملہ معلوم ہو۔" آنحضرت کو اپنی زندگی پر بے حد اعتماد تھا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو حکم فرمایا تھا کہ "جو لوگ موجود ہیں وہ آنے والوں کو میرے حالات کی اطلاع دیں۔" بیبیوں کو حکم تھا کہ "جو کچھ تنہائی میں مجھ سے دیکھو' وہ دوسروں کے پاس بیان کرو۔" بعض صحابیؓ جو کچھ زبان مبارک سے سنتے تھے' وہ لکھ لیتے تھے۔ ایک دفعہ قریش نے ان لوگوں کو لکھنے سے منع کیا۔ لیکن جب حضور کو معلوم ہوا تو فرمایا کسی کو لکھنے سے منع نہ کرو۔ اس منہ سے جو کچھ نکلتا ہے' حق نکلتا ہے۔

محمدؐ ہے ممدوح ذات کبریائی کا
کرے بندہ مدح اس کی تو دعویٰ ہے خدائی کا
یا صاحب الجمال ویا سید البشر
من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ'
بعد از اللہ بزرگ توئی قصہ مختصر
محمدؐ کے خصائل کو میں کیسے یوں بیاں کردوں
کہ بحر بے کراں کو ایک کوزے میں رواں کردوں
کوئی بھی دعویٰ کر سکتا نہیں ایسی روانی کا
سمندر سے سمجھ لینا یہ قطرہ ایک پانی کا

اربعین یعنی چہل حدیث

جن کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے سے لے کر حضور نبی کریم ﷺ تک بہ سند مسلسل حضرت علی ؓ سے روایت کیا ہے۔ شریعت حقہ کا یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ جس مسلمان کو حضور سرور عالم ﷺ کی چالیس حدیثیں یاد ہوں گی' وہ بروز حشر علما کے گروہ میں شمار ہو گا۔ اور اس امت کے علماء کا شمار انبیائے بنی اسرائیل کے برابر ہے۔ لہٰذا یہ چھوٹی چھوٹی عام فہم اور مشہور احادیث درج کی گئی ہیں' اور ہر ایک کا ترجمہ بھی بالمقابل لکھ دیا گیا ہے تاکہ ہر مسلمان ان کو نگاہ میں رکھے اور یاد کرکے باآسانی یہ سعادت حاصل کر سکے۔

۱۔ لیس الخبر کالمعاینتہ: خبر کا سننا' دیکھنے کی مانند نہیں ہے۔
۲۔ الحرب خدعتہ: جنگ ایک دھوکا ہے۔
۳۔ المسلم مراۃ المسلم: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے آئینہ ہے۔
۴۔ المستشار موتمن: جس شخص سے مشورہ لیا جائے وہ امانتدار بن جاتا ہے۔
۵۔ الدال علی الخیر کفاعلہ: نیکی پر رغبت دلانے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ خود نیکی کرنے والا۔

۶۔ استعینوا علی الحوائج بالکتمان: اپنے کاموں کی تکمیل میں رازداری کی مدد لو۔
۷۔ اتقوا النار ولو بشق تمرۃ: آگ سے بچو' خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا خیرات کر کے سہی۔
۸۔ الحیاء خیر کلہ حیا سراسر نیکی ہے۔
۹۔ عدۃ المومن کاخذ الکف: مومن کا وعدہ ایسا ہے جیسا ہاتھ میں پکڑ لینا۔
۱۰۔ الدنیا سجن للمومن وجنتہ للکافر: دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے بہشت۔
۱۱۔ لایحل لمومن ان یھجر اخاہ فوق ثلاثتہ ایام: کسی مومن کے لیے جائز نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے۔
۱۲۔ لیس منا من غشنا: جو شخص اشیاء میں ملاوٹ کرے وہ ہم سے نہیں ہے۔
۱۳۔ ماقل وکفی خیر مما کثر والھی: تھوڑی چیز جو کفایت کرے اس سے بہتر ہے جو کثیر ہو' لیکن غافل کر دے۔
۱۴۔ الراجع فی ھبتہ کالراجع فی قیئہ: چیز کو مفت دے کر واپس لینے والا ایسا ہے' جیسا اپنی قے کو کھانے والا۔
۱۵۔ البلاء موکل بالمنطق: بلا بولنے پر مسلط ہے۔
۱۶۔ الناس کاسنان المشط: آدمی آپس میں ایسے ہیں جیسے کنگھی کے دندانے۔
۱۷۔ الغناء غنی النفس: دولتمندی دل کی دولتمندی ہے۔
۱۸۔ السعید من وعظ بغیرہ: نیک بخت وہ ہے جو دوسرے کو دیکھ کر نصیحت پکڑے۔
۱۹۔ ان من البیان لسحرا: بیشک بعض اشعار میں دانائی کی بات اور بعض تقریروں میں جادو کا سا اثر ہوتا ہے۔
۲۰۔ عفوالملوک ابقاء للملک: بادشاہوں کی طرف سے معافی بقائے سلطنت کا ذریعہ ہوتی ہے۔
۲۱۔ المرء مع من احب: آدمی اس شخص کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔
۲۲۔ ماھلک امرؤ عرف نفسہ: وہ شخص ہلاک نہیں ہوگا جس نے اپنی قدر پہچانی۔
۲۳۔ الولد للفراش وللعاھر الحجر: بچہ صاحب عورت کے لیے ہے اور زانی کے لیے پتھر۔
۲۴۔ الید العلیا خیر من الید السفلی: اوپر کا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔
۲۵۔ لایشکر اللہ من لایشکر الناس: جو لوگوں کا ممنون احسان نہیں ہوتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔
۲۶۔ حبک الشیء یعمی ویصم: کسی چیز سے بے حد محبت کرنا تجھے اندھا اور بہرہ کر دیتا ہے۔
۲۷۔ جبلت القلوب علی حب من احسن الیھا وبغض من اساء الیھا: دلوں کو اس بنا پر پیدا کیا گیا ہے کہ جو ان سے نیکی کرے اس سے یہ محبت کرتے ہیں اور جو ان سے برائی کرے اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔
۲۸۔ التائب من الذنب کمن لاذنب لہ: گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کی مانند ہوتا ہے۔
۲۹۔ الشاھد یری مالا یراہ الغائب: حاضر وہ دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔
۳۰۔ اذا جاء کریم قوم فاکرموہ: جب کسی قوم کا بزرگ تمہارے پاس آئے تو اس کی عزت کرو۔
۳۱۔ الیمین الفاجر تدع الدیار: جھوٹی قسم ملک کو برباد کر دیتی ہے۔

۳۲۔ من قتل دون مالہ فھو شھید: جو شخص اپنے مال کے پیچھے مارا جائے وہ شہید ہے۔
۳۳۔ الاعمال بالنیات: اعمال کا اعتبار نیتوں کے مطابق ہوتا ہے۔
۳۴۔ سید القوم خادمھم: قوم کا سردار قوم کا خدمت گار ہوتا ہے۔
۳۵۔ خیر الامور اوسطھا: بہترین کام وہ ہے جو اعتدال سے کیا جائے۔
۳۶۔ اترک الدنیا تاتیک راغبتہ: چھوڑ دنیا کو تاکہ تیری طرف رغبت کے ساتھ آئے۔
۳۷۔ کاد الفقر ان یکون کفرا: قریب ہے کہ محتاجی کفر تک پہنچا دے۔
۳۸۔ السفر قطعتہ من العذاب: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے۔
۳۹۔ المجالس بالامانتہ: مجلسیں امانت کے ساتھ وابستہ ہیں۔
۴۰۔ خیر الزاد التقوی: بہتر توشہ آخرت پرہیزگاری ہے۔

امثال حضرت سلیمانؑ

اللہ تعالیٰ کی تنبیہ کو حقیر نہ جان' اس کی تادیب سے بیزار نہ ہو' کیونکہ اللہ جسے پیار کرتا ہے اسے تنبیہ کرتا ہے۔
اپنی نگاہ میں اپنے آپ کو دانشمند مت جان۔ اللہ تعالیٰ سے ڈر' اور بدی سے باز رہ۔
اپنے ہمسایہ پر بدی کا منصوبہ مت باندھ' جس حال میں کہ وہ بے فکر ہو کر تیرے پاس رہتا ہے۔
کسی انسان سے بے سبب جھگڑا مت کر' کہ اس نے تجھ سے بدی نہیں کی۔
شریر کی بدکاریاں اس کو پکڑ لیں گی' اور وہ اپنے ہی گناہ کی رسیوں سے جکڑا جائے گا۔
اے کاہل آدمی! چیونٹی کے پاس جا' اس کی روش دیکھ اور دانش حاصل کر' باوجودیکہ اس کا کوئی سردار یا حاکم نہیں۔
وہ گرمی کے موسم میں اپنے لیے خورش جمع کرتی ہے' اور سردی میں اس سے فائدہ اٹھاتی ہے۔
اللہ تعالیٰ ان چھ چیزوں کو ناپسند کرتا ہے (۱) اونچی آنکھیں (۲) جھوٹی زبان (۳) وہ ہاتھ جو بے گناہ کو آزار پہنچائے (۴) وہ دل جو برے منصوبے باندھتا ہے۔ (۵) وہ پاؤں جو جلد برائی کی طرف دوڑتے ہیں (۶) وہ گواہ جو جھوٹ بولتا ہے۔ اور وہ جو بھائیوں کے درمیان جھگڑے برپا کرتا ہے۔
کلام کی کثرت میں کچھ گناہ ہوگا۔ مگر وہ جو اپنے لبوں کو روکے رہتا ہے' بڑا دانا ہے۔
اللہ تعالیٰ کی راہ سیدھے لوگوں کے لیے توانائی اور بدکرداروں کے لیے ہلاکت ہے۔
کوئی انسان شرارت سے پائیدار نہیں رہ سکتا' لیکن صادقوں کی بنیاد کو کبھی جنبش نہ ہوگی۔
ہوشیار آدمی کا ہاتھ حکمران ہوگا' اور سست آدمی خراج گزار ہوگا۔
وہ دولت جو بطالت سے حاصل کی جاتی ہے گھٹ جاتی ہے' اور محنت سے فراہم کردہ بڑھے گی۔
ملائم جواب غصہ کو کھو دیتا ہے۔ مگر کرخت باتیں غضب انگیز ہیں۔

شکستہ خاطر کے سب دن برے ہیں مگر وہ جو خوش دل ہے ہمیشہ شکر گزار رہتا ہے۔
تھوڑا جو اللہ کے خوف کے ساتھ ہو' اس بڑے گنج سے جو رنج کے ساتھ ہو بہتر ہے۔
جب انسان کی روش اللہ کی مرضی کے مطابق ہوتی ہے' تو وہ دشمنوں کو بھی دوست بنا لیتا ہے۔
جو مسکین پر ہنسا' اس نے بنانے والے کی حقارت کی' جو اوروں کی مصیبت پر خوش ہوا بے گناہ نہ ٹھہرے گا۔
جھگڑے کو پیشتر اس کے کہ تیز ہو جائے' چھوڑ دو۔
دنیا میں زیادہ طلب مت کر۔ کیونکہ گھر میں خواہ میزبان ہو یا مہمان' پیٹ کے اندازہ سے زیادہ کوئی نہیں کھا سکتا۔ پس وہ شخص جو زیادہ مال و دولت رکھتا ہے یا کم مال رکھتا ہے' فائدہ حاصل کرنے کے معاملے میں یکساں ہیں۔ لیکن زیادہ طلب کرنے والے کے لیے مشقت زیادہ ہے اور کوئی خصوصیت حاصل نہیں ہوئی۔
وہ جس کے دل میں برائی ہے بھلائی نہ پائے گا۔ اور جس کی زبان میں نکتہ چینی ہے' آفت میں گرے گا۔
عالم کم گو' سرد مزاج اور خردمند ہوتا ہے۔ احمق بھی جب تک چپکا ہوتا ہے' عقلمند شمار ہوتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کا نام ایک محکم برج ہے۔ صادق اس میں دوڑتا ہے اور امن میں رہتا ہے۔
دولت بہت سے دوست پیدا کرتی ہے۔ مگر مسکین اپنے ہی دوست سے بیگانہ ہے۔ بلکہ مسکین کے بھائی بھی اس سے کینہ رکھتے ہیں۔ پس وہ جو اس کے دوست ہیں' اس سے کتنے زیادہ دور بھاگیں گے؟ وہ خوشامد کی باتیں کرکے ان کا پیچھا کرتا ہے' لیکن وہ اس کے خواہاں نہیں۔
گھر اور مال وہ میراث ہے جو باپ سے حاصل ہوتی ہے۔ لیکن دانشمند بیوی نعمت الٰہی ہے۔
آدمی کی عزت اسی میں ہے کہ جھگڑے سے باز رہے' لیکن بے دانش چھیڑ چھاڑ جاری رکھتا ہے۔
دغا کی روٹی آدمی کو میٹھی لگتی ہے۔ مگر آخر کو اس کا منہ کنکروں سے بھرا جاتا ہے۔
ہو سکتا ہے کہ کوئی ملکیت ابتداء میں یک لخت حاصل ہو جائے' مگر اس کا انجام نامبارک ہو۔
راستی اور انصاف اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔
جو مسکین کا نالہ سن کر اپنے کان بند کر لیتا ہے' وہ آپ بھی نالہ کرے گا اور اس کی سنی نہ جائے گی۔
ہوشیار انسان بلا کو پیش بینی سے دیکھتا' اور اپنے آپ کو بچاتا ہے' مگر نادان لوگ پاس سے گزر کر سزا پاتے ہیں۔
مالدار مسکین پر حکمران ہوتا ہے' اور قرضدار قرض خواہ کا چاکر ہے۔
کج رو لوگوں کی راہ میں کانٹے اور پھندے ہیں۔ وہ جو اپنی جان کی نگہبانی کرتا ہے' ان سے دور رہے گا۔
جہالت لڑکوں کے دل سے وابستہ ہے' مگر تربیت کی چھڑی اسے اس میں سے دور کر دے گی۔
بیوقوف کے کانوں میں باتیں مت ڈال۔ کیونکہ بجائے عمل کے وہ تیرے دانشمند کلام کی تحقیر کرنے گا۔
بیٹے کی تادیب سے دستبردار نہ ہو۔ چھڑی مارنے سے وہ مر نہ جائے گا' لیکن تو جہنم سے اس کی جان بچا لے گا۔
مئے لعل فام کا عکس جب جام پر پڑے تو اس پر نظر مت کر کہ انجام کار وہ سانپ کی مانند کاٹتی' بچھو کی طرح ڈنگ مارتی ہے۔ تیری آنکھیں بیگانہ عورتوں سے لڑیں تو تیرا دل ٹیڑھے مضمون نکالے گا' انجام کار تیری ہلاکت ہوگی۔

صادق آدمی سات بار گرتا ہے' اور پھر اٹھتا ہے' مگر شریر بلا میں گر کے پڑا رہتا ہے۔
سخن جو موقع سے کہی جائے' سونے کے سیبوں کی مانند ہے' جو روپہلی ٹوکریوں میں ہوں۔
ظاہری برائی کا چھپانا' گمانی بات پر رسوا کرنے سے اولیٰ ہے۔
جو ایک بیوقوف کے ہاتھ پیغام بھیجتا ہے' اپنے پاؤں آپ کاٹتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کی ہر ایک سخن پاک ہے' وہ ان کے لئے جن کا توکل اس پر ہے ایک سپر ہے۔
جاہل اپنے دل میں جو کچھ ہے ظاہر کرتا ہے' مگر دانشمند اسے آخر موقع تک چھپائے رکھتا ہے۔

مواعظ حضرت عیسیٰ ۱۴

سفر دو قسم کا ہے' دنیا اور آخرت کا۔ دونوں کے واسطے توشہ درکار ہے۔ دنیا کے سفر میں توشہ ہمراہ رکھنا چاہیے' اور سفر آخرت میں روانگی سے پہلے بھیج دینا چاہیے۔
دنیا میں دو چیزیں پسندیدہ ہیں۔ سخن دلپذیر اور دل سخن پذیر۔
عمل صالح وہ ہے جس پر لوگوں کی ثنا کی امید نہ رکھی جائے۔
میں مردہ کو زندہ کرنے سے عاجز نہیں ہوا' لیکن احمق کی اصلاح سے عاجز آ گیا۔
ننانوے راست بازوں سے' جن کو توبہ کی حاجت نہیں' ایک توبہ کرنے والے گنہگار کی بابت آسمان پر زیادہ خوشی ہوگی۔ انفعال گناہ غرور عبادت سے بدرجہا بہتر ہے۔
آسمان اور زمین کا ٹل جانا' شریعت کے ایک نقطے کے مٹ جانے سے زیادہ آسان ہے۔
دنیا کے مال و اسباب پر مغرور مت ہو۔ کیا خبر کہ اسی رات تیری جان تجھ سے طلب کر لی جائے۔
اگر کوئی شخص کہتا ہے' کہ میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہوں اور اپنے بھائی سے نفرت کرتا ہے' تو وہ جھوٹا اور مکار ہے' کیونکہ جب وہ آنکھوں سے نظر آنے والے انسان سے برا سلوک کرتا ہے تو نادیدہ اللہ سے محبت کس طرح کر سکتا ہے؟ اصل میں مخلوق کی محبت ہی خالق کی محبت ہے۔
جو شخص اپنے لیے خزانہ جمع کرتا ہے' وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ غریب ہے۔ اور ایک بے سروسامان مفلس اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ دولت مند ہے۔
اگر تم لوگوں کے قصور معاف نہ کرو گے' تو اللہ کریم بھی تمہارے قصور معاف نہ کرے گا۔
اگر تو قربان گاہ پر اپنی نذر گزار رہا ہو' اور وہاں تجھے یاد آئے کہ میرے بھائی کو مجھ سے کچھ شکایت ہے' تو وہیں قربان گاہ کے آگے اپنی نذر چھوڑ دے' اور جا کر پہلے اپنے بھائی سے ملاپ کر' تب آ کر نذر گزار۔
حرامکاری کے سوا کسی اور سبب سے اپنی بیویوں کو حتی المقدور ہرگز طلاق مت دو۔
اپنے دشمنوں سے محبت رکھو' اور اپنے ستانے والوں کے لیے دعا مانگو' کیونکہ اللہ کریم اپنے سورج کو نیک و بد دونوں

پر چمکاتا' اور راست باز اور بدکار دونوں پر مینہ برساتا ہے۔
اگر تم اپنے محبت رکھنے والے سے محبت رکھو' تو تمہارے لیے کیا اجر ہے؟ کیا محصول لینے والے بھی ایسا نہیں کرتے؟ اور اگر تم فقط اپنے بھائیوں ہی سے سلام کرو' تو کیا زیادہ کرتے ہو؟ کیا غیر قوموں کے لوگ ایسا ہی نہیں کرتے؟ پس چاہیے کہ تم کامل خلیق بنو۔
قسم بالکل نہ کھاؤ' بلکہ تمہارا کلام "ہاں ہاں یا نہیں نہیں" ہو۔ لیکن اس سے زیادہ جو ہے وہ بدی ہے۔
جب تو خیرات کرے' تو جو تیرا دایاں ہاتھ کرتا ہے' اُسے تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے۔
تم روزہ رکھ کر ریاکاروں کی طرح اپنی صورت نہ بناؤ' کہ لوگ تمہیں روزہ دار جانیں' کہ اس طرح تم اجر پا چکے۔
جھوٹے نبیوں سے خبردار رہو' جو تمہارے پاس بھیڑوں کے لباس میں آتے ہیں مگر باطن میں بھیڑیے ہیں۔ ان کے اعمال سے تم انہیں پہچان لوگے۔ کیا جھاڑیوں سے انگور اور اونٹ کٹاروں سے انجیر حاصل کر سکتے ہیں؟
پاک چیزیں کتوں اور سچے موتی سوروں کے آگے نہ ڈالو۔ مبادا وہ انہیں پاؤں سے روندیں اور تمہیں پھاڑیں۔
جو کی روٹی کھانا' صاف پانی پینا' اور کھلے میدان میں سو رہنا' مرنے والے کے لیے بہت ہے۔
اپنی جان کی فکر نہ کرو' کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے' نہ اپنے بدن کا' کہ کیا پہنیں گے۔ کیا جان خوراک اور بدن پوشاک سے بڑھ کر نہیں؟ ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بوتے ہیں اور نہ کاٹتے ہیں اور نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں۔ تو بھی تمہارا اللہ تعالیٰ ان کو رزق پہنچاتا ہے۔ پہلے تم راستبازی کی تلاش کرو' تو یہ سب چیزیں بھی تمہیں مل جائیں گی پس کل کے لیے فکر نہ کرو' کیونکہ کل کا دن اپنے لیے فکر کرلے گا۔ آج کے لیے آج ہی کا دکھ کافی ہے۔ غور کرو کہ تمہیں ان پرندوں کی نسبت بہت زیادہ قدرت حاصل ہے۔
مانگو تو تمہیں دیا جائے گا۔ ڈھونڈو تو پاؤ گے۔ دروازہ کھٹکھٹاؤ' تو تمہارے واسطے کھولا جائے گا۔
جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں' وہی تم بھی ان کے ساتھ کرو۔ کیونکہ سب نبیوں کی تعلیم یہی ہے۔ اور خوشنودیٔ الٰہی کے حصول کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔
جب تو دعا مانگے تو اپنی کوٹھڑی میں جا اور دروازہ بند کرکے اپنے اللہ تعالیٰ سے پوشیدگی میں دعا مانگ۔ اس صورت میں تیری دعا ضرور قبول ہوگی۔
خبردار! راستبازی کے کام آدمیوں کے سامنے دکھانے کے لیے نہ کر۔ ورنہ درگاہ ایزدی میں تیرے لیے کچھ نہیں۔
اے ریاکار! پہلے اپنی آنکھ سے شہتیر نکال' پھر اپنے بھائی کی آنکھ میں سے تنکے کو اچھی طرح دیکھ کر نکال سکے گا۔
شریر کا مقابلہ نہ کر۔ بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے' تو دوسرا گال بھی اس کی طرف پھیر دے' اور جو کوئی تجھ سے قرض چاہے' اس سے منہ نہ موڑ۔
مبارک ہیں' وہ جو دل کے غریب ہیں' کیونکہ وہ بہشت کے حقدار ہوں گے۔ مبارک ہیں' وہ جو دل کے غمگین ہیں کیونکہ وہ تسلی پائیں گے۔ مبارک ہیں' وہ جن پر رحم کیا جائے گا۔ مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے سبب ستائے گئے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہت انہیں کی ہے۔ لوگوں نے ان نبیوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے اسی طرح ستایا تھا۔

کسی کی عیب جوئی نہ کرو' کہ تمہاری عیب جوئی نہ ہو۔ تمہارے ہی پیمانے سے تمہارے واسطے ناپا جائے گا۔

جس کسی نے بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی' وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا۔

پس اگر تیری دائیں آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے' تو اسے نکال کر اپنے پاس سے پھینک دے' کیونکہ تیرے لیے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضا میں سے ایک عضو جاتا رہے' مگر تیرا سارا بدن جہنم میں نہ ڈالا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ سارے دل' ساری جان' ساری عقل اور ساری طاقت سے محبت کر' اور انسانوں سے محبت اپنے برابر کر۔

ان سے نہ ڈرو' جو بدن کو قتل کرتے ہیں' اور بعد اس کے کچھ نہیں کر سکتے' بلکہ صرف اس سے ڈرو' جس کو قتل کرنے کے بعد اختیار ہے کہ جہنم میں ڈالے۔ ہاں میں تم سے کہتا ہوں کہ صرف اس سے ڈرو۔

اگر تیرا بھائی گناہ کرے' تو ملائمت سے' اور نرمی سے' اسے ملامت کر۔ اگر توبہ کرے' تو اسے معاف کر۔ اگر وہ ایک دن میں سات دفعہ گناہ کرے' اور ساتوں دفعہ تیرے پاس آکر کہے کہ توبہ کرتا ہوں' تو اسے معاف کر۔

نوح کے زمانے میں لوگ کھاتے پیتے' خوشیاں مناتے' شادیاں رچاتے تھے۔ مگر نوح کشتی پر چڑھا تو طوفان نے سب کو ہلاک کر دیا۔ وقت سے پہلے خبردار ہو جاؤ' ورنہ اس وقت تمہارا رونا چلانا کچھ نہ سنا جائے گا۔

ایک امیر نے آپ سے کہا کہ میں نے بچپن سے اللہ تعالیٰ کے دسوں احکام پر پورا عمل کیا ہے' کیا میں ہمیشہ کی زندگی کا وارث ہو سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ ابھی تک تجھ میں ایک بات کی کمی ہے۔ یعنی اپنا سب کچھ بیچ کر غریبوں کو بانٹ دے۔ تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا۔ اور آکر میرے پیچھے ہو لے۔ یہ سن کر وہ بہت غمگین ہوا۔ کیونکہ وہ بڑا دولت مند تھا۔ آپ نے اس کو غمگین دیکھ کر کہا "جو کوئی اپنے آپ کو بڑا بنائے گا' وہ چھوٹا کیا جائے گا۔ اور جو کوئی اپنے آپ کو چھوٹا بنائے گا' وہ بڑا کیا جائے گا۔"

لوگو! جب بادل کو تم مغرب سے اٹھتا دیکھتے ہو' تو کہتے ہو' کہ مینہ برسے گا' اور جب تم معلوم کرتے ہو' کہ دکھن کی ہوا چل رہی ہے' تو لو چلے گی' اور ایسا ہی ہوتا ہے۔ اے ریاکارو! زمین و آسمان کی صورت میں تو تمہیں امتیاز کرنا آیا' لیکن اس زمانے کی بابت امتیاز کر کے تم اپنے آپ ہی کیوں فیصلہ نہیں کر لیتے' کہ واجب کیا ہے؟

اثنائے وعظ مجمع میں سے ایک عورت نے پکار کر آپ سے کہا' مبارک ہے وہ پیٹ' جس میں تو رہا اور وہ چھاتیاں جو تو نے چوسیں۔ آپ نے فرمایا' ہاں مگر زیادہ مبارک وہ ہیں' جو اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔

بدن کا چراغ آنکھ ہے۔ پس اگر تیری آنکھ درست ہو' تو تیرا سارا بدن روشن ہو گا' اور تیری آنکھ خراب ہو' تو تیرا سارا بدن تاریک ہو گا۔

اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کر' جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے' اور جہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں۔ بلکہ اپنے لیے آسمان پر مال جمع کرو' جہاں کیڑا خراب کرتا ہے اور نہ زنگ' اور نہ وہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں۔ کیونکہ جہاں تیرا مال ہے' وہیں تیرا دل بھی لگا رہے گا۔

اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف کر' ہماری ہر روز کی روٹی ہر روز ہمیں دیا کر' اور ہمیں آزمائش میں نہ ڈال۔

اگر تم دانا عالم ہو' تو اپنے کانوں کو چھلنیاں نہ بنالو کہ بھوسی رکھ لیتی ہے اور آٹا گرا دیتی ہے۔

ایک دفعہ آپ کہیں تشریف لے جارہے تھے' کہ اثنائے راہ میں بارش ہونے لگی۔ تو ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں دیکھا' کہ ایک لومڑی دوڑ کر اپنے بھٹ میں گھس گئی۔ آپ کو خیال گزرا' کہ سبحان اللہ! جانوروں کے لیے تو ٹھکانا اور میں خانہ بدوش۔ خیال کے آتے ہی ایک مکان جواہر نگار نمودار ہوا' اور ندا آئی "اے دوست! اگر مکان درکار ہے' تو یہ موجود ہے۔ ہمارے پاس کسی شے کی کمی نہیں۔ مگر تمہارے واسطے یہ رتبہ پیغمبری اس مکان سے بہت اعلیٰ ہے" آپ نے عرض کیا' الٰہی! میں اسی حال میں خوش ہوں کہ دنیا روزے چند۔

ایک دفعہ بہت سے امیر اپنی نذروں کے روپے ہیکل کے بیت المال میں ڈال رہے تھے۔ حضرت نے ایک مفلس بیوہ کو بھی اس میں دو دمڑیاں ڈالتے دیکھا۔ اس پر آپ نے فرمایا' دیکھو! میں تم سے سچ کہتا ہوں' کہ اس مفلس بیوہ نے سب سے زیادہ ڈالا' کیونکہ ان سب امیروں نے اپنے مال کی بہتات سے تھوڑا سا حصہ ڈالا' مگر اس نے اپنی ناداری کی حالت میں جتنا سرمایہ اس کے پاس تھا' سب کا سب ڈال دیا۔

عالم بے عمل کی مثال اندھے کے چراغ کی سی ہے جس سے لوگ روشنی حاصل کرتے اور وہ خود اندھیرے میں ہے۔

آپ سے جب احوال پرسی کی جاتی' کہ کیسے ہو تو فرماتے "جس چیز میں میرا فائدہ ہے' اس پر میرا قابو نہیں' اور جس چیز میں میرا نقصان ہے! اس کو اپنے اوپر سے دفع نہیں کر سکتا۔ میرا کام دوسرے کے ہاتھ میں ہے' اور میں اپنے سے زیادہ کسی کو محتاج اور بے چارہ نہیں پاتا ہوں۔

آپ کا ایک دوست تھا' مگر نادان۔ اس نے آپ سے درخواست کی کہ مجھ کو اسم اعظم سکھا دیجیے۔ ہرچند انکار کیا' اور سمجھایا کہ تو اس قابل نہیں ہے' نہ مانا اور نہایت اصرار کیا۔ ناچار بتادیا اور امتحان بھی کرادیا لیکن منع کیا کہ آئندہ تو اس کو کام میں نہ لانا' ورنہ تیرے لیے اچھا نہ ہوگا۔ یہ فرما کر آپ چل دیئے۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ بھلا اب دیکھوں اسم اعظم تاثیر کرتا ہے یا نہیں۔ کچھ ہڈیاں نظر آئیں' ان پر اسم اعظم پڑھا۔ فوراً ایک شیر زندہ ہو کر غرایا اور اس کو پھاڑ کھایا۔ حضرت جب واپس آئے' تو دیکھا کہ وہ مرا پڑا ہے۔ اور شیر اس کو کھا رہا ہے۔ شیر سے پوچھا تو نے اسے کیوں مارا؟ جواب دیا "یہ شخص میرا خالق بنا' مگر رازق نہ بن سکا' نہ رزق کی فکر کی۔ سو میں نے اس کو کھالیا۔"

ایک دفعہ آپ کے ہمراہ تین شخص جارہے تھے' کہ راستے میں ایک سونے کی اینٹ نظر آئی۔ آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا' دیکھو یہ دنیا ہے جو موجب فساد ہے' اس کے نزدیک ہرگز نہ جانا۔ ان لوگوں نے آگے جاکر آپ سے رخصت مانگی کہ اینٹ کا خیال تینوں کے دلوں کو بیتاب کر رہا تھا۔ وہاں پہنچ کر اینٹ کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کا انتظام کرنے لگے۔ ان میں سے دو تو اینٹ کے توڑنے میں مصروف ہو گئے' اور تیسرے شخص کو شہر سے روٹی لانے کے لیے بھیج دیا۔ اس شخص کی نیت میں خلل آیا کہ کیوں نہ میں اکیلا ہی اینٹ کا مالک بن جاؤں۔ چنانچہ اس نے ان دونوں کو ہلاک کرنے کو کھانے میں زہر ملایا۔ ادھر ان دونوں نے اس کی غیر حاضری میں صلاح کی کہ کیوں نہ اینٹ کے تین ٹکڑوں کی بجائے دو ٹکڑے ہم آپس میں بانٹ لیں۔ اور جب وہ شہر سے کھانا لائے تو اسے مار ڈالیں۔ وہ شخص زہریلا کھانا لے کر شہر سے آیا' تو انہوں نے اس کو مار ڈالا۔ اس کو مار ڈالنے اور اینٹ تقسیم کرنے کے بعد وہ کمال اطمینان

سے کھانا کھانے بیٹھے۔ چنانچہ ان دونوں نے بھی زہر کے اثر سے فوراً وہیں جان دے دی۔ آپ واپس ہوئے تو تینوں لاشوں کو دیکھ کر تاسف کیا اور کہا کہ اے کم بختو! آخر تم نے اسی دنیا کی طرف توجہ کی' جس سے تمہیں اس قدر تاکید سے منع کیا' اور اس نتیجہ کو پہنچے۔

اگر نمک کی نمکینی جاتی رہے' تو اس کو کس چیز سے مزیدار کرو گے؟ اس لیے اپنے میں نمک رکھو اور ایک دوسرے سے طلاپ رکھو۔

خاوند بیوی دو نہیں۔ بلکہ ایک جسم ہیں۔ اس لیے جسے اللہ نے جوڑا ہے' انسان اسے حتی المقدور جدا نہ کرے۔

دنیاداروں کے مکانوں' مالوں اور باغوں کو دیکھنا حرص دنیا کی تحریک دلاتا ہے' اور تقویٰ سے بعید ہے۔

جو چیز باہر سے آدمی کے اندر جاتی ہے' وہ ناپاک نہیں کر سکتی' اس لیے کہ وہ اس کے دل میں نہیں' بلکہ پیٹ میں جاتی ہے اور پاخانے میں نکل جاتی ہے۔ بلکہ جو آدمی سے نکلتا ہے وہی آدمی کو ناپاک کرتا ہے۔ کیونکہ اندر سے یعنی آدمی کے دل سے برے خیال' حرام کاریاں' چوریاں' خونریزیاں' زناکاریاں' لالچ' بدی' مکر' شہوت پرستی' بد نظری' بدگوئی' شیخی اور بیوقوفی نکلتی ہے۔ یہ سب باتیں اندر سے نکل کر آدمی کو ناپاک کرتی ہیں۔

اقوال حضرت ابوبکر صدیقؓ

سو درہم میں سے اڑھائی درہم بخیلوں اور دنیاداروں کی زکوٰۃ ہے اور صدیقوں کی زکوٰۃ تمام مال کا صدقہ کر دینا ہے۔

صدقہ فقیر کے سامنے عاجزی سے باادب پیش کر' کیونکہ خوشدلی سے صدقہ دینا قبولیت کا نشان ہے۔

دولت آرزو کے ساتھ' جوانی خضاب کے ساتھ' اور صحت دواؤں کے ساتھ حاصل نہیں ہوتی۔

عبادت ایک پیشہ ہے' دکان اس کی خلوت ہے' راس المال اس کا تقویٰ ہے' اور نفع اس کا جنت۔

عدل و انصاف ہر ایک سے خوب ہے۔ گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے' مگر گناہ سے بچنا واجب تر ہے۔

مصیبت میں صبر کرنا سخت ہے' مگر صبر کے ثواب کو ضائع نہ ہونے دینا سخت تر ہے۔

زمانہ کی گردش اگرچہ عجیب امر ہے' لیکن اس سے غفلت عجیب تر ہے۔

جو امر پیش آتا ہے وہ نزدیک ہے' لیکن موت اس سے بھی نزدیک تر ہے۔

شرم مردوں سے خوب ہے' مگر عورتوں سے خوب تر ہے۔ توبہ بوڑھے سے خوب' اور جوان سے خوب تر ہے۔

بخشش کرنا امیر سے خوب ہے' لیکن محتاج سے خوب تر ہے۔

گناہ جوان کا بھی اگرچہ بد ہے' لیکن بوڑھے کا بدتر ہے۔

مشغول ہونا ساتھ دنیا کے جاہل کا بد ہے' لیکن عالم کا بدتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت میں سستی عام لوگوں سے بد ہے' لیکن عالموں اور طالب علموں سے بدتر ہے۔

تکبر کرنا امیروں کا بد ہے' لیکن محتاجوں کا بدتر ہے۔ تواضع غریبوں سے خوب ہے' لیکن امیروں سے خوب تر۔

پورا کرتا ہے نماز کو سجدہ سہو' پورا کرتا ہے روزہ کو صدقہ فطر' پورا کرتا ہے حج کو فدیہ اور پورا کرتا ہے ایمان کو جہاد۔

جسے رونے کی طاقت نہ ہو' وہ رونے والوں پر رحم ہی کیا کرے۔ زبان کو شکوہ سے روک' خوشی کی زندگی عطا ہوگی۔

اس دن پر رو' جو تیری عمر کا گزر گیا' اور اس میں نیکی نہیں کی۔

ہرگز کوئی شخص موت کی تمنا نہیں کرے گا' سوائے اس کے جس کو اپنے عمل پر وثوق ہوگا۔

مسئول پر سائل کا حق واجب ہے' اور عمدہ جواب حسن اخلاق ہے۔

ہر چیز کے ثواب کا ایک اندازہ ہے' سوائے ثواب صبر کے کہ وہ بے اندازہ ہے۔

شکر گزار مومن عافیت سے قریب تر ہے۔ جہاد کفار جہاد اصغر ہے' اور جہاد نفس جہاد اکبر ہے۔

خوف الٰہی بقدر علم ہوتا ہے' اور اللہ تعالیٰ سے بے خوفی بقدر جہالت۔

خلقت سے تکلیف دور کر کے خود اٹھالینا حقیقی سخاوت ہے۔

اخلاص یہ ہے کہ اعمال کا عوض نہ چاہے۔ دنیا کو آخرت کے لیے اور آخرت کو اللہ تعالیٰ کے لیے چھوڑ دے۔

تو دنیا میں رہنے کے سامانوں میں لگا ہے' اور دنیا تجھے اپنے سے نکالنے میں سرگرم ہے۔

جس کا سرمایہ دنیا ہے' اس کے دین کا نقصان زبانیں بیان کرنے سے عاجز ہیں۔

علم کے سبب کسی نے اللہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا' بخلاف مال کے۔

آپ جب کسی کی ماتم پرسی کے لیے جاتے تو فرماتے "صبر میں کوئی مصیبت نہیں اور رونے میں کچھ فائدہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کو یاد کرو' تو تم کو اپنی مصیبت بہت کم معلوم ہوگی۔"

عورتوں کو سونے کی سرخی اور زعفران کی زردی نے ہلاک کر رکھا ہے۔

جو شخص ابتدائے اسلام میں مرگیا' وہ بہت خوش نصیب تھا۔ کاش میں کسی مومن کے سینے کا ایک بال ہی ہوتا۔

لوگو! اللہ تعالیٰ سے شرم کرو۔ واللہ' میں جب کبھی میدان میں قضائے حاجت کے لیے جاتا ہوں' تو اللہ تعالیٰ سے شرما کر سر نیچے کر لیتا ہوں۔ لہٰذا اپنے اعمال و افعال میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھ کر ڈرتے اور شرم کرتے رہو۔

گفتگو میں اختصار کر' کلام مفید وہ جو آسانی سے سنا جائے' طول کلامی کا کچھ حصہ ذہنوں سے ضائع ہوتا ہے۔

خالدؓ بن ولید سپہ سالار اعظم کو ہدایت کرتے ہوئے فرمایا' جاہ و عزت سے بھاگو' تو عزت تمہارے پیچھے پھرے گی اور موت پر دلیر رہو' تاکہ تمہیں ابدی زندگی بخشی جائے۔

علم پیغمبروں کی میراث ہے' اور مال کفار' فرعون و قارون وغیرہ کی۔

دل مردہ ہے' اور اس کی زندگی علم ہے۔ علم بھی مردہ ہے' اور اس کی زندگی طلب کرنے سے ہے۔

صبح خیزی میں مرغان سحر کا سبقت لے جانا تیرے لیے باعث ندامت ہے۔

وہ علما حق تعالیٰ کے دشمن ہیں' جو امرا کے پاس جائیں۔ اور وہ امراء حق تعالیٰ کے دوست ہیں' جو علما کے پاس جائیں۔

نوک زبان کو بار بار پکڑتے اور فرماتے کہ اس نے مجھے بہت جگہ پھنسایا ہے۔

بندے میں جب زینت دنیا سے عجب آئے تو اللہ تعالیٰ اسے دشمن رکھتا ہے' حتیٰ کہ وہ اس زینت سے جدا ہو جائے۔

اونٹنی کی مہار گر جاتی تو خود اتر کر اٹھاتے۔ دوسرے کو کہنا داخل سوال خیال فرماتے تھے۔
کاش میں درخت ہوتا کہ اس کو کاٹ کر کھا لیتے۔ یہ اس لیے تھا کہ آپ پر خوف و حزن بغایت درجہ غالب تھا۔
میری نصیحت قبول کرنے والا دل' موت سے زیادہ کسی کو محبوب نہ رکھے۔
وہ لوگ بہتر نہیں ہیں' جو دنیا کو آخرت کے لیے ترک کر دیتے ہیں' بلکہ بہتر وہ ہیں' جو دنیا و آخرت دونوں کو لیتے ہیں۔
مافات کا تدراک ماآت سے کرو' اور پرانے گناہوں کو نئی نیکیوں سے مٹاؤ۔
جو اللہ تعالیٰ کے کاموں میں لگ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے کاموں میں لگ جاتا ہے۔
مومن کو اتنا علم کافی ہے' کہ اللہ عزوجل سے ڈرتا رہے۔ سفر کی دوری اور قلت زاد راہ سے ڈرتا رہ۔
مصیبت کی جڑ کی بنیاد انسان کی گفتگو ہے۔ مومن کے خوف و رجا کو اگر وزن کریں تو دونوں برابر ہوں گے۔
شریف پڑھ کر' متواضع' اور وضیع پڑھ کر' متکبر ہو جاتا ہے۔ آپ مختصر الفاظ بطور ورد "نعم القادر اللہ" پڑھتے۔
بروں کی ہم نشینی سے تنہائی بدرجہا بہتر ہے' اور تنہائی سے صلحا کی صحبت بدرجہا بہتر ہے۔
طالب دین عمل میں زیادتی کرتا ہے اور طالب دنیا علم میں۔
حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ توحید میں سب سے بزرگ کلام جناب حضرت صدیقؓ کا ہے۔ اور وہ یہ ہے (ترجمہ) "وہ ذات پاک ہے' جس نے اپنی مخلوق کے لیے سوائے عجز کے راستہ نہیں بنایا۔"
اگر نیکی کسی وجہ سے رہ جائے' تو اسے حاصل کرنے کی کوشش کرو' اور اگر اسے پالو' تو آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔
جس پر نصیحت اثر نہ کرے' وہ جان لے کہ میرا دل ایمان سے خالی ہے۔
علم کی قوت جب حد سے بڑھ جائے' تو مکاری و بسیار دانی' اور ناقص ہو' تو حماقت و ابلہی پیدا کرتی ہے۔
عمل بغیر علم کے سقیم و بیمار' اور علم بغیر عمل کے عقیم و بے کار ہے۔
آنکھ کا کاسہ دل کا دروازہ ہے' کہ قلب کی تمام آفتیں اسی راستہ سے آتی ہیں۔ اور شہوت و لذات پیدا ہوتی ہیں۔
آنکھ بند کر لے' تمام آفتوں سے محفوظ ہو جائے گا۔ موت سے محبت کرو' تو زندگی عطا کی جائے گی۔
بذل نوال قبل سوال کے بجالا۔ کہ سائل کے سوال کرنے پر دیا' تو جتنا تو نے دیا' اس سے دگنی آبرو اس کی تو نے لی۔
انسان ضعیف ہے۔ تعجب ہے کہ وہ کیوں کر اللہ قوی کی نافرمانی کرتا ہے۔
بدبخت ہے وہ شخص جو خود تو مرجائے' اس کا گناہ نہ مرے۔ یعنی کوئی بری بات جاری کر جائے' مثلاً کوئی کھوٹا سکہ بنانا' برا کھیل جاری کرنا' بری کتاب کی اشاعت کرنا وغیرہ۔
آپ کی اولیات (۱) سب سے اول اسلام قبول کیا (۲) سب سے اول قرآن مجید کو یکجا جمع کر کے اس کا نام مصحف رکھا (۳) کفار کے ساتھ سب سے پہلے آپ نے جہاد کیا (۴) پہلے خلیفہ بنے (۵) آپ کو اپنے باپ کی حیات میں خلافت ملی (۶) سب سے پہلے آپ نے اپنا جانشین مقرر فرمایا (۷) سب سے پہلے آپ ہی نے اسلام میں اجتہاد کیا (۸) سب سے پہلے آپ ہی نے مسجد بنوائی (۹) سب سے پہلے آپ ہی کو لقب "صدیق" عطا ہوا۔
قبول اسلام سے پہلے بھی آپ نہایت سخی تھے۔ جس قدر آمدنی ہوتی' غربا و مساکین کو کھلا دیتے۔ بعد از قبول اسلام

کسی نے پوچھا' اے ابوبکرؓ! کیا تم نے جاہلیت میں شراب پی تھی؟ آپ نے فرمایا' میں ہمیشہ اپنی عزت اور انسانیت کی حفاظت کرتا تھا' اس لیے کہ جس نے شراب پی' اس نے اپنی عزت و انسانیت کو ضائع کر دیا۔ شراب نوشی' قمار بازی' زنا اور بت پرستی قبل از اسلام عرب میں اس قدر عام تھیں کہ اس سے بچے رہنا' محالات بلکہ ناممکنات سے تھا۔ لیکن آپ نے زمانہ کفر میں بھی ان تمام برائیوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا۔ ایک روز سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں مہاجرین و انصار کا اجتماع تھا۔ جناب ابوبکرؓ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا' یا حضرتؐ! اللہ کی قسم! میں نے جاہلیت میں بھی کبھی بت کو سجدہ نہ کیا' بلکہ موقع پا کر ان کو توڑ دیتا تھا۔

سابق الایمان ہونے کے متعلق مختلف احادیث آئی ہیں۔ بعض سے حضرت علیؓ' بعض سے حضرت ابوبکرؓ اور بعض سے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا سابق الایمان ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یہ سب احادیث اپنے اپنے موقع پر بالکل صحیح ہیں۔ اس لیے کہ بالغ اور آزاد مردوں میں حضرت ابوبکرؓ اور بالغ و آزاد عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور نابالغ اور آزاد لڑکوں میں حضرت علیؓ پہلے ایمان لائے اور تینوں اپنی اپنی جگہ "سابق الایمان" ہیں۔

آپ فطرتاً نہایت ہی رقیق القلب اور متین الجذبات تھے۔ جب قرآن پڑھتے تو ترہیب و ترغیب کے موقعوں پر بے اختیار رویا کرتے تھے۔ آپ کے اس رونے کا اثر قریش کی عورتوں اور ان کے بچوں پر پڑنے لگا جو آپ کے چبوترے کے ارد گرد جمع رہتے' یہ امر معتمدین اور امرائے قریش کو ناگوار گزرتا۔ کیونکہ تبلیغ اسلام کا یہ موثر ذریعہ تھا۔

جس وقت نبی کریمؐ پر شدت مرض نے غلبہ کیا' تو آپؐ نے نماز پڑھانے کے لیے فرمایا کہ لوگو! ابوبکرؓ سے کہو' وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا' یا حضرتؐ! وہ بہت ہی رقیق القلب ہیں۔ جب آپ کے مصلیٰ پر نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوں گے' تو رنج و غم سے نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ آپ نے فرمایا' انہی کو کہو کہ نماز پڑھائیں' پس ارشاد نبوی کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آنحضرت ﷺ کی حین حیات میں نماز پڑھائی۔

تمام مسلمانوں کے اتفاق رائے سے آپ خلیفہ مقرر ہوئے تو پہلے خطبے میں آپ نے فرمایا:

"آپ حضرات نے اتفاق کر کے مجھے خلیفہ اور امیر مقرر کیا ہے حالانکہ میں اپنے اندر اس قدر قابلیت نہیں رکھتا' یاد رکھو! کہ میں انسان ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ میں احتیاط کروں' اور محال نہیں کہ برائی کروں۔ لہٰذا تم میرے اچھے کاموں میں مدد و معاون بنو اور برے کاموں سے مجھے روک دو' مجھے سرزنش کرو۔ بلاشبہ صدق امانت اور کذب خیانت ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے صدیق بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ تم میں سے جو ضعیف ہے' وہ میری نظروں میں قوی ہے یہاں تک کہ میں اس کی حق رسی کروں۔ اور جو قوی ہے وہ میری نظروں میں ضعیف ہے یہاں تک کہ میں اس سے حق لے لوں۔ مسلمانو! جو قوم جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دیتی ہے وہ ذلت و خسران کے تنگ و تاریک غاروں میں گر جاتی ہے اور جو قوم بدکاری میں مبتلا ہوتی ہے' اللہ قدوس اس پر نزول مصائب کرتا ہے۔ اے مسلمانو! یاد رکھو کہ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرتا رہوں' اس وقت تک تم میری متابعت و فرمانبرداری کرو' اور جب راہ مستقیم سے میرے قدم ادھر ادھر دیکھو' تو میری اطاعت نہ کرو۔ کیونکہ گمراہ کی پیروی گمراہی ہے۔"

ایک دفعہ مرتدین کا وفد آیا جو ان کے چند سربرآوردہ لوگوں پر مشتمل تھا۔ انہوں نے اپنی جماعت کی طرف سے یہ

کلمات نہایت ہی بے خوف اور نڈر ہو کر کہے کہ "اے ابوبکرؓ اگر تم چاہتے ہو کہ ہم مسلمان رہیں' تو نماز میں تخفیف کردو' اور زکوٰۃ معاف کردو۔" آپ نے یہ کلمات سنے تو غصہ سے سرخ ہو گئے اور فرمایا ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ نہ نماز میں رتی بھر تخفیف ہو سکتی ہے اور نہ صاحب نصاب پر زکوٰۃ ایک دقیقہ کے لیے معاف ہو سکتی ہے' اے موذیو! تم نے اسلام کو کھیل سمجھ رکھا ہے۔ یاد رکھو! کہ ابوبکرؓ رسی جیسی حقیر چیز کے لیے بھی تم سے لڑے گا۔ اور تمہیں کیفر کردار تک پہنچائے گا۔ خواہ ایک شخص بھی میری مدد پر نہ ہو۔ جب تک میرے جسم میں جان اور ہاتھ میں تلوار ہے' میں مفسدوں سے جہاد کرتا رہوں گا۔" چنانچہ ایسا کر کے آپ نے تھوڑے ہی عرصہ میں فتنہ ارتداد کا قلع قمع کر دیا۔

آپ کے منصب خلافت پر فائز ہونے کا جب اعلان ہوا' تو ایک لڑکی نے کہا "افسوس اب ہماری بکریاں کون دوہے گا؟" آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کی قسم اخلافت مجھے خدمت خلق سے کبھی باز نہ رکھ سکے گی۔" مثلاً ایک ضعیف اور نابینا عورت کے جھونپڑے میں جا کر ہر روز اس کی ضروریات پوری کرتے وغیرہ۔

قاعدہ تھا کہ لڑائیوں میں امیر لشکر کا سر کاٹ کر دربار میں بھیجا جاتا۔ آپ کی خدمت میں جب ایک شامی سردار کا سر آیا' تو آپ نے فرمایا کہ آئندہ ہرگز ایسا نہ ہونا چاہیے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ کفار بھی تو ہمارے سروں کو کاٹ کر اپنے بادشاہ کے حضور پیش کرتے ہیں فرمایا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ اور رسول کریمؐ نے روم و فارس کی تقلید سے منع فرمایا ہے۔

ایک چڑیا درخت پر بیٹھی چہچہا رہی تھی۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا "تو بڑی خوش قسمت ہے' جو بغیر روک ٹوک کے اڑتی پھرتی ہے۔ درختوں کے سائے میں بیٹھتی ہے' اور زمزمہ سرائی کرتی ہے۔ کاش! ابوبکرؓ تیرے ہی جیسا ہوتا اور اس پر اتنی ذمہ داریاں نہ ہوتیں۔"

آپ کا بدن چھریرا اور رنگ نہایت ہی گورا تھا۔ رخسار بیٹھے ہوئے تھے۔ جبین مبارک پر عموماً خوف الٰہی سے پسینہ رہا کرتا تھا۔ حنا یا کسم سے خضاب کیا کرتے تھے۔ تہ بند باندھا کرتے تھے' جو نیچے کی جانب کھسکا رہتا تھا۔ خوف الٰہی اور حقوق العباد کے افکار و خدشات آپ کے دل و دماغ پر اثر انداز رہتے تھے۔ اس وجہ سے آنکھیں اندر کی جانب دھنسی ہوئی تھیں۔ تمام صحابہؓ کرام سے آپ زیادہ فصیح البیان تھے۔ دو برس چار ماہ تک منصب خلافت پر فائز رہے۔

بوقت وفات حضرت عائشہؓ سے فرمایا "خلیفہ بننے کے بعد میں نے زیادہ قناعت کی زندگی بسر کی ہے۔ رعایا کے مال سے میرے پاس ایک حبشی غلام' ایک اونٹ اور اس پرانی چادر کے سوا اور کچھ نہیں۔ میری وفات کے بعد یہ تمام اشیا حضرت عمرؓ کو دے کر بری ہو جانا۔"

ایک شخص نے آپ کے حضور شکایت کی کہ میرا باپ مجھ سے کل مال لے کر مجھے محتاج کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے اس کے باپ کو بلا کر کہا کہ تجھ کو جس قدر مال کی ضرورت ہو' لے لو اور باقی اس کو دے دو۔ اس نے عرض کی ارشاد نبویؐ کے مطابق بیٹا اور اس کا مال باپ کا ہے۔ آپ نے جواباً فرمایا "ٹھیک ہے لیکن ارشاد پاک کا معنی نفقہ جانبین ہے۔"

اپنے عہد خلافت میں آپ اسی قدر وظیفہ بیت المال سے لیا کرتے' جس سے بمشکل آپ کی گزران ہو۔ ایک مہینہ میں آپ کی اہل خانہ نے کسی ضرورت نسوانی کے لیے ماہوار وظیفہ میں نہایت کفایت کر کے چند پیسے بچا لیے اور ان کے خرچ کرنے کی آپ سے اجازت طلب کی۔ آپ نے وہ پیسے بیت المال میں جمع کرا دیے۔ اور آئندہ ماہوار وظیفہ

میں اتنے ہی پیسے کم کر دیئے' بایں خیال کہ اتنے کم خرچ میں بھی گزارہ ہو سکتا ہے۔
اگر کوئی شخص آپ کو دیکھ کر تعظیماً کھڑا ہو جاتا' تو فرماتے "اے اللہ! تو ان کے حسن ظن سے مجھے بہتر ثابت کر' اور مجھے خدمت خلق کی توفیق عطا فرما اور میرے گناہوں کو بخش دے۔"
حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ نے شدت سرما میں غسل کیا۔ ہوا نہایت ٹھنڈی تھی۔ اس لئے بخار ہو گیا۔ پندرہ روز تک نماز کے لیے مسجد میں تشریف نہ لا سکے۔ آپ پر عالم نزع طاری ہوا' تو حضرت عائشہؓ کو بلا کر فرمایا:

۱۔ "میری نور نظر عائشہؓ! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ جس وقت میں انتقال کر جاؤں تو میری دو استعمال کردہ چادریں دھو ڈالنا اور انہیں سے مجھے کفن دینا۔ کیونکہ اگر مجھے پر تکلف کپڑوں کا کفن دیا' تو میرا رتبہ کچھ بڑھ نہ جائے گا۔ اور اگر ردی کپڑوں میں مجھے کفنایا گیا' تو میرا رتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ کم نہ ہو جائے گا۔"

۲۔ مجھے میری زوجہ اسماء بنت قیس غسل دیں۔ میرا لڑکا عبدالرحمٰن پانی ڈالے اور غسل میں خاص احتیاط سے کام لیا جائے۔

۳۔ جب مجھے کفنا چکیں' اور نماز جنازہ پڑھا چکیں' تو مجھے آنحضرتؐ کے برابر دفن کر دیں۔

تاریخ وفات: ۲۲ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳ھ مابین مغرب و عشاء۔ عمر ۶۳ سال۔
مدت خلافت دو سال چار ماہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آپ کی وفات پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ' نے لوگوں کو تلقین صبر کے سلسلے میں ایک طویل و بلیغ خطبہ آپ کے اوصاف حمیدہ کے متعلق ارشاد فرمایا۔ جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

"آپ کا ایمان خالص اور یقین سب سے زیادہ مضبوط اور مستحکم تھا۔ اللہ تعالیٰ سے آپ سب سے زیادہ ڈرا کرتے تھے اور آپ نے سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے دین کو نفع پہنچایا۔ خدمت نبوی میں سب سے حاضر رہنے والے' رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کے لیے شفیق اور بابرکت۔ رفاقت میں سب سے زیادہ بہتر۔ فضائل میں سب سے آگے۔ درجہ میں بلند۔ سیرت' ہیئت' مہربانی اور فضل میں رسول اللہؐ کے سب سے زیادہ مشابہ۔ قدر و منزلت میں سب سے بلند۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام کی جانب سے جزائے خیر دے۔ آپ رسول اللہؐ کے نزدیک بمنزلہ ان کی سمع و بصر تھے۔ آپ نے رسول اللہؐ کو اس وقت سچا جانا جب سب انہیں جھوٹا کہتے تھے۔ اسی لیے آپ کا نام صدیقؓ ہوا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا۔ "والذی جاء بالصدق وصدق بہ" یعنی وہ جو سچ لایا اور جس نے اس کی تصدیق کی۔ سچ لانے والے جناب رسول اللہ ﷺ تھے' اور اس کی تصدیق کرنے والے جناب صدیق اکبرؓ۔ جس وقت کہ دوسرے لوگوں نے آنحضرتؐ کے ساتھ تنگ دلی کا برتاؤ کیا' اس وقت آپ نے آنحضرتؐ کے ساتھ غمخواری کی۔ آپ دو میں سے ایک تھے اور غار میں رفیق' اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینت نازل فرمائی۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد جب لوگ مرتد ہو گئے اور آپ کے ساتھی سستی کرنے لگے اور آپ کو کہنے لگے کہ مرتدین کی تالیف قلب کرنی چاہیے اور ان سے نرمی کا برتاؤ مناسب ہے۔ تو اس وقت آپ نے امت محمدیہ کی ایسی حفاظت اور نگہبانی کی' جو کسی نبی کے خلیفہ نے پیشتر ازیں نہیں کی تھی۔ اس وقت آپ نے دشمنوں کی کثرت اور اپنی کمزوری کا

خیال نہیں کیا۔ بلکہ احیائے دین کے لیے دلیرانہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اگرچہ آپ کے خلیفہ ہونے کے وقت باغی لوگ غیظ و غضب میں تھے۔ کفار کو رنج تھا' اور حاسدوں کو آپ کے خلیفہ ہو جانے کے باعث کراہت ہو رہی تھی' تب بھی آپ بلانزاع و تفرقہ خلیفہ تھے۔ حضورؐ کی وفات کے بعد لوگوں کی بزدلی اور گھبراہٹ کے وقت آپ ثابت قدم رہے' اور لوگوں کی بھی اپنا پیرو کار بنا کر ان کو منزل مقصود تک پہنچایا' اگرچہ آپ کی آواز پست تھی لیکن آپ کا تفوق سب سے بڑھا ہوا تھا۔ آپ کا کلام باوقار تھا اور گفتگو باصواب۔ آپ کی خاموشی طویل اور قول بلیغ تھا۔ آپ عمل میں سب سے بزرگ' معاملات میں واقف کار اور شجاع ترین انسان تھے۔ اللہ کی قسم! آپ مومنین کے سردار تھے۔ لوگوں کے ارتداد کے وقت آپ آگے بڑھے اور ان کو ارتداد سے بچالیا۔ اور ان کے پشت پناہ بن گئے۔ امت محمدیہؐ کے لیے آپ بمنزلہ باپ کے تھے۔ شفیق' مہربان اور اہل دین بمنزلہ اولاد کے ہوئے' جن کی فروگزاشتوں کی آپ نے نگہداشت کی اور جو کچھ وہ نہ جانتے تھے ان کو سکھایا۔ ان کی عاجزی کے وقت آپ نے جانبازی اور ثابت قدمی دکھائی' فریادیوں کی فریاد کو پہنچے۔ وہ اپنی رہنمائی کے لیے آپ کے پاس آتے اور آپ نے اللہ کی مہربانی سے ان کو کامیاب بنایا۔ آپ کی شجاعت' تہور اور اولوالعزمی کا صدقہ ان کو وہ کچھ ملا' جس کا ان کو وہم و گمان بھی نہ تھا۔ (یعنی سلطنت روم دایران کا قبضہ) کافروں کے حق میں آپ برق سوزاں سے کم نہ تھے اور مومنین کے لیے باران رحمت سے زیادہ تھے۔ آپ اس پہاڑ کی مانند تھے' جس کو نہ تو زمانے کے شدائد ہلا سکتے تھے۔ اور نہ تیز و تند ہوا کے طوفان جنبش دے سکتے تھے' اگرچہ آپ بدن کے ناتواں تھے' مگر آپ کا دل سب سے زیادہ قوی اور دلیر تھا۔ نہ تو آپ کی دلیل کو شکست ہوئی' نہ آپ نے بزدلی دکھائی اور نہ آپ کا دل راہ راست سے بھٹکا۔ آپ کے مال نے آنحضرتؐ کو سب سے زیادہ نفع پہنچایا' جس کے لیے وہ ہمیشہ آپ کے احسان کا تذکرہ کرتے رہتے تھے اور جس کا اجر عظیم اللہ تعالیٰ آپ کو مرحمت فرمائے گا' اگرچہ آپ اپنے آپ کو ہمیشہ ناچیز تصور کرتے رہتے تھے' لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اس کے رسول کی نظروں میں نیز تمام لوگوں کی نگاہوں میں سب سے زیادہ گرامی قدر ہیں۔ اور ہم سب سے فضائل میں بازی جیت لی۔ آپ کی نسبت کسی کو طعن کا موقع نہ ملا کیونکہ آپ کے نزدیک کمزور قوی تھا جب تک کہ اس کا حق نہ لے لیتے تھے۔ آپ کا سب سے زیادہ مقرب وہی تھا' جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار اور مطیع تھا۔ آپ کی رائے میں دانائی اور اولوالعزمی پائی جاتی تھی۔ اور اس کے طفیل آپ نے باطل کو شکست دے کر فنا اور مشکلات کا راستہ صاف کر دیا۔ اور آپ کی وجہ سے اسلام قوی بن گیا اور مسلمان مضبوط ہو گئے۔ اگرچہ آپ کی وفات نے ہماری کمر توڑ دی۔ لیکن آپ کی شان ہماری آہ و بکا سے ارفع ہے۔ آپ کا ماتم آسمان عظیم پر ہے لیکن ہم سوائے انا للہ وانا الیہ راجعون کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ اور بجز اس کے کہ رضائے الٰہی پر رضامند ہیں۔ اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کو مان کر صبر شکر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! آنحضرتؐ کی وفات کے بعد آپ کی وفات سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں' آپ اسلام کے لیے عزت اور مسلمانوں کے لیے ملجا و ماویٰ تھے اس کی جزا میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کو جناب رسالت پناہ ﷺ سے ملائے اور ہمیں آپ کے اجر سے محروم اور آپ کے بعد گمراہ نہ کرے۔ اخیر میں ہم پھر انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں۔ حاضرین نے نہایت سکون و خاموشی سے اس خطبہ کو سنا' اور اس قدر روئے کہ بیان نہیں

ہو سکتا۔ بالاتفاق سب نے کہا "اے رسول اکرمؐ کے عزیز و خویش! جو کچھ آپ نے فرمایا ہے سب سچ ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

اقوال حضرت عمر فاروقؓ

شبہ کے ساتھ کمانا مانگنے سے بہتر ہے۔ ایمان کے بعد نعمت نیک عورت ہے۔

قبل اس کے کہ بزرگ بنو، علم حاصل کرو۔

اسراف اس کا بھی نام ہے، کہ جس چیز کو انسان کی طبیعت چاہے کھائے۔

جو شخص اپنا راز پوشیدہ رکھتا ہے، وہ گویا اپنی سلامتی کو اپنے قبضے میں رکھتا ہے۔

توبتہ النصوح اس کا نام ہے کہ برے فعل سے اس طرح توبہ کی جائے کہ پھر اس کو نہ کرے۔

قوت فی العمل یہ ہے کہ آج کے کام کل پر نہ اٹھا رکھے جائیں۔

کسی مسلمان کے لیے یہ زیبا نہیں، کہ تلاش رزق میں بیٹھ جائے۔ اور دعا کرے کہ اے اللہ! مجھ کو رزق دے۔ کیونکہ تم کو معلوم ہے کہ آسمان سے چاندی اور سونا نہیں برستا۔

اگر غیب دانی کے دعویٰ کا خیال نہ ہوتا، تو میں کہتا کہ پانچ اشخاص جنتی ہیں (۱) وہ محتاج جو عیالدار مگر صابر ہو۔ (۲) وہ عورت جس کا خاوند اس سے راضی اور خوش ہو۔ (۳) وہ عورت جس نے اپنے شوہر کا حق مہر معاف کر دیا ہو۔ (۴) وہ جس کے والدین اس سے خوش ہوں (۵) وہ جو اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرے۔

ایک دفعہ بکری ذبح کی گئی۔ آپ نے غلام سے فرمایا کہ سب سے پہلے میرے پڑوسی یہودی کو گوشت بھیجا جائے، آپ نے بار بار یہی تاکید فرمائی۔ غلام نے عرض کیا کہ آپ بار بار کیوں تاکید فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے بار بار اس کی متعلق تاکید فرمائی ہے، اس لیے میں بھی بار بار کہتا ہوں۔

تین چیزیں محبت بڑھانے کا ذریعہ ہیں (۱) سلام کرنا (۲) دوسروں کے لیے مجلس میں جگہ خالی کرنا (۳) مخاطب کو بہترین نام سے پکارنا۔

ندامت چار قسم کی ہوتی ہے (۱) ندامت ایک دن کی، جب کوئی شخص گھر سے بلا کھائے چلا جائے (۲) ندامت سال بھر کی کہ زراعت کا وقت غفلت میں گزر جائے (۳) ندامت عمر بھر کی، جب بیوی سے موافقت نہ ہو (۴) ندامت ابدی کہ اللہ تعالیٰ ناخوش ہو۔

آپ اکثر دعا مانگتے کہ اے اللہ دنیا میں کوئی چیز باقی نہ رہے گی، اور نہ کوئی حالت قائم رہے گی۔ تو مجھے ایسا کر دے کہ میں علم کے ساتھ بولوں اور علم کے ساتھ خاموش رہوں۔ اے اللہ تو مجھ کو بہت دنیا نہ دے کیونکہ شاید میں سرکش ہو جاؤں، اور نہ بہت تھوڑی کیونکہ شاید میں تجھے بھول جاؤں۔ پس تھوڑی اور کافی ہونا بہ نسبت اس کے بہتر ہے کہ زیادہ ہو اور گناہوں میں مبتلا کرے۔

آدمی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ کامل، کامل، لاشے۔ کامل وہ ہے جو لوگوں سے مشورہ کر کے اس پر غور کرے۔ کامل،

ہے جو اپنی رائے پر چلے اور کسی سے مشورہ نہ کرے۔ لاشے وہ ہے کہ نہ وہ خود صاحب الرائے ہو اور نہ دوسرے سے مشورہ کرے۔

جب تم کسی صاحب علم کو دنیا کی طرف مائل دیکھو' تو سمجھ لو کہ دین کے بارے میں وہ قابل الزام ہے' کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جو شخص جس چیز کا خواہاں ہوتا ہے' اسی کی دھن میں ہر وقت لگا رہتا ہے۔

ایمان اس کا نام ہے کہ اللہ واحد کو دل سے پہچانے' اور زبان سے اس کا اقرار کرے' اور حکم شرع پر عمل کرے۔

تم نے لوگوں کو کیوں غلام بنالیا ہے' حالانکہ ماؤں نے تو انہیں آزاد جنا تھا۔

خشوع و خضوع کا تعلق دل سے ہے' نہ کہ ظاہری حرکات سے۔

مقدمات کا جلد تصفیہ چاہئے تاکہ دعویٰ کرنے والا دیر کے سبب کہیں اپنے دعویٰ سے مجبوراً دستبردار نہ ہو جائے۔

بدخو کی دوستی سے احتراز لازم ہے' کیونکہ وہ اگر بھلائی بھی کرنا چاہتا ہے' تو بھی اس سے برائی سرزد ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرمائے' جو میرے عیوب پر مجھے مطلع کرتا ہے۔

جب عالم کو لغزش ہوتی ہے' تو اس سے ایک عالم لغزش میں پڑ جاتا ہے۔

ایک دن ایک شخص نے آپ کی تعریف کی' تو فرمایا کہ تو مجھے اور اپنے نفس کو ہلاک کرتا ہے۔

میں کسی چیز کو نہیں دیکھتا' مگر اس کے ساتھ اللہ کو دیکھتا ہوں۔ اگر میں ایسی حالت میں مر جاؤں' کہ اپنی محنت و سعی سے اپنی روزی تلاش کرتا ہوں' تو مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ اللہ کی راہ میں غازی ہو کر مروں۔

لوگوں کے ساتھ نیک خلق آدھی عقل ہے' حسن سوال نصف علم ہے اور حسن تدبیر نصف معیشت ہے۔

طالب دنیا کو علم پڑھانا راہزن کے ہاتھ تلوار فروخت کرنا ہے۔

کسی کے خلق پر اعتماد نہ کر' تاوقتیکہ غصہ کے وقت اسے نہ دیکھ لے۔

جو عیب سے واقف کرے' وہ دوست ہے' اور منہ پر تعریف کرنا گویا ذبح کرنا ہے۔

ہنسنے سے عمر کم ہوتی ہے اور رعب و داب جاتا رہتا ہے۔ موت سے غفلت کا نشان ہے۔

طمع کرنا مفلسی' بے غرض ہونا امیری اور بدلہ نہ چاہنا صبر ہے۔

نیکی کے عوض نیکی حق ادائیگی ہے' اور بدی کے عوض نیکی احسان ہے۔

کم بولنا حکمت ہے' کم کھانا صحت' کم سونا عبادت' اور عوام سے کم ملنا عافیت ہے۔

بڑھاپے سے پہلے جوانی اور موت سے پہلے بڑھاپا اور مشغولی سے پہلے فراغت غنیمت جان۔

سخی حبیب اللہ' اگرچہ فاسق ہو' بخیل دشمن الٰہی اگرچہ زاہد ہو۔ ظالموں کو معاف کرنا مظلوموں پر ظلم ہے۔

جب حلال و حرام جمع ہوں' تو حرام غالب ہوتا ہے' چاہے وہ تھوڑا ہی سا ہو۔

نہیں دوستی رکھتے مومن مخالفین اللہ و رسولؐ سے' اگرچہ ماں باپ ہوں۔

بدترین آوازیں دو ہیں' راگ کی اور نوحہ کی۔ سلامتی گمنامی میں ہے' یا خلوت میں۔

ہم حرام کے خوف سے نو حصے حلال بھی ترک کر دیتے ہیں۔

نہیں حاصل ہوتا مطلب بغیر خوف کے' خصلت اچھی بغیر ادب کے' خوشی بغیر امن کے' تونگری بغیر بخشش کے' فقیری بغیر قناعت کے' رفعت بغیر تواضع کے' جہاد بغیر توفیق الٰہی کے۔ عزت دنیا مال اور عزت آخرت اعمال سے۔
دوزخ سے بچو' اگرچہ آدھے خرما ہی کی بدولت ہو۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو میٹھی بات ہی سہی۔
آپ کی عادت تھی کہ جب کوئی آپ کی خاطر اپنی جگہ سے اٹھتا' تو آپ اس کی جگہ نہ بیٹھتے۔
نماز کے بعد حالات رعیت سے باخبر ہونے کے لیے آپ شہر مدینہ کے گلی کوچوں میں گشت فرمایا کرتے۔ اثنائے گشت بعض نہایت عجیب وغریب واقعات ظہور میں آئے۔

ایک دفعہ آپ بازار گئے۔ راستے میں ایک جوان عورت ملی اور کہنے لگی "اے امیرالمومنین امیرا خاوند ہلاک ہو گیا ہے۔ اور چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گیا ہے۔ ان بچوں کے پاس نہ زمین ہے کہ اس کی آمدنی پر گزارہ کر سکیں۔ نہ کوئی جانور ہے کہ اس کا دودھ پی سکیں' نہ کوئی بکری ہے کہ اس کے گوشت سے اپنا پیٹ بھر سکیں۔ مجھے ڈر ہے کہ یہ بچے کہیں بھوکے نہ مر جائیں۔ میں خفاف بن ایمن غفاری کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ واقعہ حدیبیہ میں آنحضرتؐ کے ساتھ شریک تھا۔" حضرت عمرؓ اس عورت کی بات سننے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ جب اس عورت نے اپنی بات ختم کر لی تو آپ اسے مرحبا کہہ کر گھر لوٹے۔ گھر اونٹ بندھا ہوا تھا۔ آپ نے اسے کھولا اور دو بوریاں اس پر لادیں۔ یہ بوریاں سامان اکل و شرب اور دیگر اشیائے ضروریات سے پر تھیں۔ حضرت عمرؓ نے اس اونٹ کی مہار اس عورت کے ہاتھ میں پکڑا دی اور فرمایا "لے جاؤ یہ تمہارے لیے کافی ہے۔ جب تک کہ تمہارے پاس مال آئے۔"

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں چند تاجر آئے اور عید گاہ میں قیام کیا۔ جب کچھ رات گزر گئی' تو آپ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو اپنے ساتھ لے کر ان سوداگروں کے خیمے کے پاس گئے' تاکہ رات بھر ان کی حفاظت کریں۔ اس دوران حضرت عمر فاروقؓ نے ایک لڑکے کے رونے کی آواز سنی۔ آپ اس کی طرف آئے اور اس کی ماں سے کہا "اللہ کا خوف کر' اس بچے کو نہ رلا۔" یہ کہہ کر آپ واپس آگئے۔ تھوڑی دیر بعد بچے نے پھر رونا شروع کر دیا۔ آپ نے پھر آکر اس کی ماں سے وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ جب تیسری مرتبہ بچے کے رونے کی آواز سنی' تو پھر اس کی ماں کے پاس آئے اور کہا "افسوس! میں نہیں سمجھتا' تو اپنے بچے کو اس طرح کیوں رلا رہی ہے؟ آخر کیا بات ہے' یہ چپ کیوں نہیں ہوتا؟" اس عورت نے کہا "اے بندہ الٰہی! تیرا کیا مطلب ہے؟ تو اپنی راہ لے تو نے مجھے رات گزارنی دشوار کر دی ہے۔ میں اپنے بچے کو دودھ چھڑانے کی عادت کر رہی ہوں۔" آپ نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا "اس لیے کہ جب تک بچے کا دودھ نہ چھڑایا جائے' عمرؓ وظیفہ مقرر نہیں کرتے۔" آپ نے پوچھا "ابھی اس کے کتنے مہینے اور باقی ہیں؟" اس عورت نے بتایا کہ اس قدر باقی ہیں۔ آپ نے فرمایا "اچھا جلدی نہ کرو ابھی اسے دودھ پینے دو۔"

حضرت عمرؓ نے صبح نماز سے فارغ ہو کر آبدیدہ ہو کر اپنے کو مخاطب کر کے کہا "افسوس اے عمرؓ! تو نے مسلمانوں کی بہت اولاد مروا ڈالی ہو گی۔" اور پھر آپؓ نے تمام بلاد و امصار میں یہ اعلان کر دیا' کہ کوئی عورت اپنے بچے کے دودھ کو چھڑانے میں جلدی نہ کرے۔ اب سے ہر ایک دودھ پیتے بچے کا وظیفہ مقرر کر دیا جایا کرے گا۔

ایک بار حضرت عمر فاروقؓ علاقہ شام سے واپس آئے' تو آپ تنہا ہو کر لوگوں سے حالات دریافت کرنے

لگے۔ آپ ایک بڑھیا کے پاس سے گزرے اور اس سے اس کا حال پوچھا۔ بڑھیا نے کہا عمرؓ کا کیا حال ہے؟

حضرت عمرؓ: بڑھیا! وہ ابھی شام سے واپس آئے ہیں۔

بڑھیا: اللہ تعالیٰ انہیں میری طرف سے جزائے خیر دے۔

حضرت عمرؓ: کیوں؟ آخر اس کا سبب؟

بڑھیا: جب سے وہ خلیفہ ہوئے ہیں' مجھے آج تک بیت المال سے ایک پیسہ نہیں ملا۔

حضرت عمرؓ: بڑھیا! عمرؓ کو تیرا حال معلوم نہیں۔

بڑھیا: سبحان اللہ! یہ آپ نے کیا کہا؟ جو شخص خلیفہ ہو' اور پھر اسے یہ معلوم نہ ہو کہ مشرق و مغرب کے درمیان کیا ہو رہا ہے؟ میرے سمجھ میں نہیں آسکتا۔

اس بڑھیا کے یہ الفاظ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور کہنے لگے اے عمرؓ! تجھ پر افسوس ہے' تیری رعایا تجھ سے کیسے جھگڑتی ہے۔ ہر شخص تجھ سے زیادہ فقیر ہے۔

اس کے بعد آپ نے بڑھیا سے کہا "اے بڑھیا! تو اپنی دادخواہی کتنے میں فروخت کر کے اپنے دعویٰ سے دستبردار ہو سکتی ہے؟ میں عمرؓ کو اس پر راضی کر لوں گا۔"

بڑھیا نے کہا اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے' میرے ساتھ تمسخر نہ کرو۔

حضرت عمرؓ: بی اماں! میں تم سے تمسخر نہیں کرتا۔

آخر آپ نے بیس درہم میں اس کی دادخواہی خرید لی۔ اس بڑھیا سے رخصت ہونے ہی کو تھے کہ حضرت علیؓ اور عبداللہؓ بن مسعود السلام علیک یا امیرالمومنین کہتے ہوئے آموجود ہوئے۔

بڑھیا "امیرالمومنین" کا لفظ سنتے ہی سخت پریشان ہوئی اور افسوس کرنے لگی کہ اس نے امیرالمومنین کے روبرو انہیں برا کہا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا "اے بڑھیا! افسوس نہ کر۔ تو نے جو کچھ کہا ہے' بجا کہا ہے۔ تو نے کوئی الزام کی بات نہیں کہی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے پوستین کے ایک ٹکڑے پر جو عبارت لکھی اس کا ترجمہ یہ ہے۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم' یہ تحریر اس امر کے متعلق ہے کہ عمرؓ نے فلاں بڑھیا سے اپنی ابتدائے خلافت سے اب تک اس کی دادخواہی بیس درہم میں خرید لی۔ اب اگر وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے دعویٰ کرے' تو میں اس سے بری ہوں۔ علیؓ اور عبداللہؓ بن مسعود اس پر گواہ ہیں۔"

ایک عورت کے اعتراض اٹھانے پر آپ نے فرمایا "اسے مت روکو' کہنے دو۔ اگر یہ لوگ نہ کہیں گے' تو یہ بے مصرف ہیں' اور ہم نہ مانیں یا نہ سنیں تو ہم بے مصرف ہیں۔"

آپ نے ایک شخص کو مچھلی لانے کے لیے بھیجا۔ اس نے جوش خدمت کے جذبہ سے تعمیل حکم میں اس قدر تعجیل کی کہ اونٹنی پسینے سے شرابور ہو گئی۔ آپ نے اونٹنی کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا "اب میں یہ مچھلی نہیں کھاؤں گا' کیونکہ میری وجہ سے اس کو اس قدر تکلیف پہنچی ہے۔"

حضرت عمرؓ مختلف بلاد کے گورنروں کے حالات کی ہمیشہ تفتیش کرتے۔ ایک دفعہ آپ نے اہل حمص سے دریافت کیا کہ تمہارا امیر کیسا ہے؟ عرض کیا' اے امیرالمومنین! ہمارا امیر نہایت اچھا آدمی ہے۔ ہم اس میں صرف ایک نقص پاتے ہیں' کہ اس نے اپنی رہائش کے لیے ایک محل بنوالیا ہے۔

حضرت عمرؓ یہ سن کر آگ بگولا ہو گئے۔ اسی وقت ایک قاصد روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ امیر کے محل پر پہنچتے ہی لکڑیاں جمع کر کے محل کے دروازے میں آگ لگا دے۔ لوگوں نے فوراً امیر کو اطلاع دی' کہ ایک شخص لکڑیاں جمع کر کے دروازے پر آگ لگا رہا ہے۔ امیر نے کہا' لگانے دو' امیرالمومنین حضرت عمر فاروقؓ کا قاصد ہے۔ پھر حمص کے امیر خود قاصد کے پاس آئے۔ امیرالمومنین حضرت عمر فاروقؓ کا حکم پڑھ کر مدینہ طیبہ روانہ ہو گئے۔ اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اس امیر کو تین دن دھوپ میں رکھو۔ چنانچہ انہیں تین دن دھوپ میں رکھا گیا۔

چوتھے روز حضرت عمرؓ نے اپنے ہمراہ انہیں سنگستان میں لے گئے۔ اس سنگستان میں زکوۃ کے اونٹ بندھے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے امیر کو پہننے کے لیے ایک کمبل دیا اور امیرانہ لباس اتروالیا۔ پھر حکم دیا کہ ان تمام اونٹوں کو پانی بھر بھر کر پلاؤ۔ جب وہ تمام اونٹوں کو پانی پلا چکے تو تھک کر چور ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا تھک کیوں گئے؟ پہلے بھی تو یہی کام کرتے تھے۔ امیر نے عرض کیا' امیرالمومنین! اس کام کو چھوڑے ہوئے مدت گزر گئی۔ آپ نے فرمایا "پھر اسی لیے تم نے بالاخانہ بنوایا تھا اور مسلمانوں سے اونچے ہو ہو کر سوتے تھے؟ اب اپنے عہدے پر واپس جاؤ' مگر آئندہ کبھی ایسا کام نہ کرنا۔"

قیصر روم نے اپنا ایلچی حضرت عمرؓ کے پاس اس لیے بھیجا کہ آپ کے حالات و خیالات اور انتظامات سلطنت سے واقف و مستفیض ہو سکے۔ جب وہ مدینہ منورہ پہنچا تو وہاں کے لوگوں سے دریافت کیا کہ تمہارا بادشاہ کہاں ہے؟ لوگ کہنے لگے کہ ہمارا بادشاہ تو کوئی نہیں البتہ ایک امیر ہے جو کہیں شہر سے باہر نکلا ہے۔ وہ قاصد آپ کی تلاش میں باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ آپ اپنا کوڑا بطور تکیہ رکھے ہوئے دھوپ میں گرم ریت پر سو رہے ہیں۔ آپ کی پیشانی سے اس قدر پسینہ بہ رہا ہے کہ اس نے زمین کو تر کر دیا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ سخت متعجب ہوا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ حضرت عمرؓ عدل کرتے ہیں اور بے خوف سو رہے ہیں۔ ہمارا بادشاہ ظلم کرتا ہے' اس لیے وہ خائف و بیدار رہتا ہے۔

حضرت عمرؓ کا دستور تھا کہ جب قافلہ باہر سے آکر نواح مدینہ میں اترتا تو آپ تمام رات چوکیداری کیا کرتے۔ ایک رات آپ گشت کرتے ہوئے ایک بدو کے خیمے کے پاس سے گزرے۔ بدو خیمہ کے سامنے سر جھکائے خاموش بیٹھا تھا۔ حضرت عمرؓ اس کے پاس جا پہنچے اور اس سے سفر وغیرہ کے حالات پوچھنے لگے۔ یہ بدو نہایت پریشان حال بیٹھا تھا۔ حضرت عمرؓ اس سے گفتگو کر رہے تھے' کہ خیمے کے اندر سے ایک عورت کے کراہنے کی آواز آئی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ کس کی آواز ہے؟ بدو نے کہا کہ میری عورت کو درد زہ ہے۔ وہ بیچاری اس وقت سخت مصیبت کی حالت میں ہے۔ مجھ میں اتنی وسعت نہیں کہ کسی دایہ وغیرہ کو بلاؤں۔ حضرت عمرؓ یہ سنتے ہی شہر کی طرف لوٹے اور گھر آئے۔ آپ کی زوجہ حضرت ام کلثومؓ جو نیکی' علم اور محبت کی مجسم تصویر تھیں' آپ فی الفور انہیں اپنے ہمراہ لے کر اس بدو

کے خیمے کے پاس آئے' اور بدو سے کہا کہ کیا آپ میری بیوی کو خیمہ کے اندر جانے کی اجازت دے سکتے ہیں' تا کہ وہ اندر جا کر آپ کی بیوی کو تسلی تشفی دیں اور ممکن امداد کر سکیں۔ چنانچہ بدو نے اجازت دے دی۔ حضرت ام کلثومؓ اندر تشریف لے گئیں۔ پہلے چراغ روشن کیا اور پھر تیمارداری میں مصروف ہو گئیں۔

بدو کو اس وقت تک معلوم نہ تھا کہ یہی صاحب جو میری خدمت میں اس قدر دل و جان سے مصروف ہیں امیرالمومنین ہیں۔ جس وقت امیرالمومنین کی بیوی ام کلثومؓ خیمہ کے اندر تیمارداری میں معروف تھیں' بدو حضرت عمرؓ کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور کہا' سنا ہے کہ حضرت عمرؓ بڑے سخت گیر ہیں۔ کیا تم انہیں جانتے ہو؟

حضرت عمرؓ: واقعی وہ سخت گیر ہیں؟

بدو: میں حیران ہوں' مدینہ کے لوگوں نے کیوں اسے اپنا امیر بنا لیا؟

حضرت عمرؓ: مسلمانوں کی مرضی' شاید ان کی نظر میں عمرؓ اچھا آدمی ہو' اور کثرت رائے نے انہیں امیر منتخب کر لیا۔

بدو: وہ بڑے پر لطف کھانے کھاتا ہو گا؟

حضرت عمرؓ: ہاں بڑے لذیز کھانے کھاتا ہے۔

حضرت عمرؓ اور بدو کے درمیان اسی قسم کی گفتگو ہو رہی تھی' کہ حضرت ام کلثومؓ کی آواز آئی۔

"امیرالمومنین! اپنے دوست کو خوشخبری دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے فرزند عطا کیا ہے۔"

بدو امیرالمومنین کا نام سنتے ہی گھبرا کر آپ کے برابر سے اٹھ کر آپ کے سامنے آ بیٹھا' اور اپنی گستاخی کی معذرت کرنے لگا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا' کوئی حرج نہیں' قوم کا سردار قوم کا سچا خادم ہوتا ہے۔ کل صبح تم میرے پاس آنا۔ میں بیت المال سے تمہارے بچے کا وظیفہ مقرر کر دوں گا۔ اگلے روز علی الصبح بدو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کے بچے کا وظیفہ مقرر کر دیا اور اس بدو کو بھی کچھ مال دے کر رخصت کیا۔

سب سے پہلے امیرالمومنین لقب آپ کا ہوا۔ آپ کے دسترخوان پر دو سالن کبھی نہ ہوتے تھے۔

آپ کی قمیض اور ازار میں چودہ پیوند تھے۔ ایک پیوند سرخ چمڑے کا بھی تھا۔

فرمایا کرتے' کاش میں مینڈھا ہوتا' گھر والے موٹا کر کے ذبح کر کے پکاتے' کھاتے اور فضلہ ہو جاتا مگر بشر نہ ہوتا۔

رانڈوں اور یتیموں کے لیے آٹے کا تھیلا اپنی پشت پر لادتے۔ اگر کوئی کہتا' لاؤ ہم اٹھا لیں' فرماتے' قیامت کے دن میرے گناہ کون اٹھائے گا؟

حضرت ابوبکرؓ صدیق جس طرح ارحم امت تھے' اسی طرح آپ امر الٰہی میں اشد تھے۔

فرمایا کرتے کہ اگر خوف حساب کا نہ ہوتا تو میں بھی ایک بکری تنور میں بھون کر کھاتا۔

نگینہ مہر پر یہ کندہ تھا کفی بالموت واعظا یا عمر (ترجمہ) اے عمر! نصیحت کے لیے موت ہی کافی ہے۔

آپ نے ایک شراب نوش کو بحالت مستی دیکھا اور چاہا' کہ اس کو درے لگائیں' تو اس نے گالیاں دیں۔ آپ نے اسے چھوڑ دیا اور فرمایا' چونکہ اس نے مجھے غصہ دلایا تھا۔ اس لیے اگر میں اس کو درے مارتا' تو یہ سزا اپنے غصے کی تسکین کے لیے دیتا' نہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق۔

ایک دفعہ حضرت سلمانؓ فارسی آپ کی ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا' اے سلمان! میرے وہ احوال جو تمہیں برے معلوم ہوتے ہوں' مجھے سچ سچ بتاؤ۔ انہوں نے کہا' مجھے اس سے معاف رکھیے۔ فرمایا ضرور بیان کرو' جب بہت الحاح کیا' تو حضرت سلمانؓ نے کہا' میں نے سنا ہے کہ آپ کے دسترخوان پر ایک وقت میں دو قسم کا کھانا ہوتا ہے۔ اور آپ کے پاس پیراہن دو ہیں' ایک دن کا اور دوسرا رات کا۔ آپ نے فرمایا' اے سلمانؓ! یہ دونوں باتیں تو نہیں ہیں۔ کچھ اور دیکھا یا سنا ہو تو وہ بتاؤ۔ انہوں نے کہا' اور کچھ نہیں ہے۔

ایک مجلس میں کسی نے آپ کے سامنے ایک شخص کی تعریف کی۔ آپ نے فرمایا' کیا تم نے اس کے ساتھ کبھی سفر کیا؟ اس نے کہا' نہیں۔ آپ نے پوچھا' کیا اس شخص کے ساتھ تمہارا کوئی معاملہ پڑا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا' پھر تمہاری یہ تعریف تصدیق طلب اور مشتبہ ہے' تاوقتیکہ اس کے ساتھ کوئی معاملہ نہ پڑے یا اتفاق سفر نہ ہو۔ آدمی کا نماز' روزہ نہیں' بلکہ اس کی خوش معاملگی' انسانی ہمدردی' دانائی اور راست بازی کو دیکھنا چاہیے۔

حلیہ مبارک: رنگ گندمی' قد اتنا لمبا کہ ہزاروں کے مجمع میں بھی سب سے نکلتا ہوا۔ رخساروں پر گوشت کم' داڑھی گھنی' مونچھیں بڑی بڑی۔ سامنے سے سر کے بال اڑے ہوئے۔

مسکن: مکے میں صفا و مروہ کے درمیان ان کا مکان تھا' جسے اپنے ایام خلافت میں گرا کر حاجیوں کے اترنے کے لیے میدان بنوا دیا۔ چند دکانیں تھیں' جو عرصہ تک آپ کے خاندان کے قبضے میں رہیں۔ ہجرت سے پہلے عوالی میں رہتے تھے۔ پھر مسجد نبوی کے پاس ایک مکان لے لیا۔ اسی مکان کو بیچ کر ان کا قرضہ ادا کیا گیا۔

لباس نہایت معمولی اور سادہ لباس پہنا کرتے تھے۔ گلے میں قمیض' سر پر عمامہ یا برنس کی قسم کی ٹوپی رکھتے۔ جو تا عربی وضع کا تسمہ دار ہوا کرتا۔ عموماً کپڑوں میں پیوند لگے ہوتے۔ موٹا کپڑا پہنتے۔ باریک کپڑے سے سخت نفرت تھی۔ مگر صفائی کو ملحوظ رکھتے۔ رہبانیت کے لباس سے نفرت کرتے۔

غذا: لباس کی طرح غذا بھی سادہ ہوا کرتی۔ عام طور پر گیہوں کی روٹی اور زیتون کا تیل کھایا کرتے۔ قحط کے ایام میں جو کی روٹی پر قناعت کرتے۔ کبھی گوشت' ترکاری یا سرکہ بھی معمولی خوراک کے علاوہ آپ کے دسترخوان پر ہوا کرتا۔

آپ کے علو مرتبت کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا "لوکان بعدی نبیا لکان عمر بن الخطاب" (ترجمہ) اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ بن الخطاب ہوتے۔

معاش: مکے میں تجارت کیا کرتے۔ مدینہ میں بٹائی پر زراعت کرا لیا کرتے تھے۔ کچھ دنوں بعد معمولی گزر اوقات کے لیے جاگیر ہو گئی۔ خیبر میں بھی دو جاگیریں تھیں۔ مگر ان کو وقف کر دیا تھا۔ ایام خلافت میں مشورہ صحابہ کرامؓ اتنا وظیفہ مقرر ہو گیا' جس سے معمولی لباس و خوراک چل سکے۔ مگر جب سنہ ۱۵ھ میں سب لوگوں کے روزینے مقرر ہوئے' تو جنگ بدر کے شرکا میں ہونے کی وجہ سے آپ کا بھی پانچ ہزار درہم سالانہ روزینہ مقرر ہو گیا۔

تقریر و تحریر: آپ کی تقریر بلیغ' تحریر زبردست اور فصیح ہوتی۔ اکثر دفعہ تیاری کیے بغیر برمحل و برجستہ خطبہ دیا کرتے۔ البتہ نکاح کے خطبات جیسا کہ آپ کا اپنا بیان ہے' اچھے بن نہ پڑتے۔

مذاق شعر: آپ بھی شعر کہا کرتے تھے مگر بہت کم۔ شعرا کے اشعار بڑی کثرت سے یاد تھے۔ چنانچہ کسی معاملے کو فیصل

کر چکتے' تو اس کے مناسب حال ضرور کوئی شعر بھی پڑھ دیا کرتے۔ برے اشعار سے سخت نفرت تھی۔

ذہانت و علم: آپ بڑے ذہین تھے۔ ہر ایک بات میں دقیق نکتے نکال لیتے تھے۔ رائے نہایت صائب ہوتی تھی۔ بلکہ اکثر دفعہ اتفاق ہوا کہ ان کی رائے کے موافق آیات قرآنی نازل ہوئی ہیں۔ علوم قرآن' حدیث و فقہ اور علم انساب میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ نماز باجماعت کے سخت پابند تھے۔ حج ہر سال کیا کرتے۔ اخیر عمر میں متصل روزے رکھنے شروع کیے تھے۔ غرور' تکبر بالکل نہ تھا۔ تواضع اور سادگی کے دلدادہ تھے۔ بارہا مکے اور مدینے کی آمد و رفت میں خیمہ و شامیانہ ساتھ نہیں لیا۔ جہاں اترے کسی درخت پر کپڑا ڈال کر اس کے سائے میں لیٹ رہے۔

خلافت کے ایام میں بھی کبھی کوئی بات ایسی نہیں کی' جس سے اوروں پر کوئی خصوصیت و تفوق ظاہر ہو۔ عام مسلمانوں کے مجمع میں ناواقف لوگ یہ نہ سمجھ سکتے' کہ خلیفہ کون ہے۔ امر خلافت سے فراغت کے بعد بیوہ عورتوں کے گھر پانی بھرتے' اور اکثر مسجد میں فرش پر لیٹے ہوتے۔

ایک درویش کا اونٹ اندھیری رات میں گم ہو گیا۔ آپ اس کی تلاش میں ننگے پاؤں پھرتے اور فرماتے' اگر فرات کے کنارے خارشی اونٹ کو بھی تیل نہ ملا جائے' تو قیامت کے دن اس کی نسبت ضرور پوچھا جائے گا۔

مزاج: آپ قدرتاً مزاج کے تند و تیز اور زود رنج تھے۔ اسلام لانے پر بھی عرصہ تک اس کا اثر رہا۔ مگر آنحضرتؐ اور حضرت صدیق اکبرؓ کی برکت صحبت سے آپ میں اعتدال پیدا ہو گیا تھا۔ مزاج کی سختی ہی کا نتیجہ تھا کہ نہ آپ عورتوں کے دلدار تھے' نہ بال بچوں اور اہل خاندان کے ساتھ غیر معمولی محبت رکھتے۔ البتہ بھائی زید سے بہت الفت تھی۔ جس کے جنگ یمامہ میں شہید ہونے پر سخت قلق ظاہر کیا۔

عدل: آپ کا عدل و انصاف مشہور روزگار ہے۔ آپ ہمیشہ بغیر رو رعایت کے بے لاگ انصاف فرماتے' فاتح مصر عمرو بن العاصؓ کے بیٹے عبداللہ کو (جس نے کسی شخص کو بے وجہ مارا تھا) آپ نے اس کے باپ کے سامنے کوڑے لگوائے' مگر کسی کو حوصلہ نہ پڑا' کہ کچھ مخالفت کر سکے۔ فاتح شام حضرت خالدؓ بن ولید کو معزول کیا۔ فاتح ایران سعدؓ بن ابی وقاص سے جواب طلبی کی۔ خالدؓ کی معزولی کے بعد آپ نے شام کے سفر میں ایک مجمع میں اپنی بریت بیان کی' تو ایک شخص نے آپ کے سامنے یہ کہہ دیا۔ "اے عمرؓ! اللہ تعالیٰ کی قسم' تو نے انصاف نہیں کیا۔ رسولؐ اللہ کے عامل کو معزول اور رسولؐ اللہ کی تلوار کو نیام میں ڈال دیا۔ تو نے قطع رحم کیا۔ اور اپنے برادر عم زاد پر حسد کھایا۔" آپ نے جواب میں صرف اتنا کہا "تمہیں اپنے بھائی کی حمایت میں غصہ آ گیا۔"

معاملات عدل میں دوست و دشمن کی تمیز اور خویش و اقارب کا ہرگز پاس نہ رکھتے۔

آپ ہر عامل سے عہد لیتے تھے کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہو گا' باریک کپڑے نہ پہنے گا' چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا' دربان نہ رکھے گا' اور اہل حاجت پر کبھی اپنا دروازہ بند نہ کرے گا۔

حضرت عمرؓ جب کسی صوبے یا شہر کا والی مقرر کرتے تھے' تو پہلے اس کی جائداد اور اندوختہ کا حساب لیتے تھے' اور جب وہ اپنے منصب سے الگ ہوتا' یا اس کے متعلق دوران تقرر اگر ان کو معلوم ہو جاتا کہ اس کے پاس غیر معمولی دولت جمع ہو گئی ہے' تو وہ اس کا محاسبہ کرتے اور پوچھتے کہ "من این لک ھذا؟" (یہ دولت تمہارے پاس کہاں سے

آئی؟) اس احتساب اور داروگیر سے بڑے بڑے صحابیؓ تک محفوظ نہ تھے۔ اور اگر ان میں سے کسی کی غلطی پکڑی جاتی' تو ان کی باقاعدہ تادیب ہوتی تھی۔ اور حضرت عمرؓ ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتتے تھے۔

ایک شخص نے شکایت کی کہ فلاں عامل نے مجھے بے قصور کوڑے مارے ہیں۔ مستغیث کو حکم دیا گیا کہ وہ مجمع عام میں اس عامل کو سو کوڑے مارے۔ عمرو بن العاصؓ کی التجا نے بھی کچھ اثر نہ کیا۔ چنانچہ مستغیث کو ایک ایک تازیانے کے عوض عامل نے دو دو اشرفیاں دے کر اپنی جان چھڑائی۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا محاسبہ: حضرت ابو ہریرہؓ بحرین کے والی تھے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں معزول کر کے واپس بلایا اور پوچھا "میں نے تمہیں بحرین کا والی مقرر کیا تھا' تو تمہارے پاس جوتے تک نہ تھے۔ اور اب مجھے بتایا گیا ہے کہ تم نے سولہ سو دینار کے گھوڑے خریدے ہیں۔" حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا "ہمارے ہاں گھوڑے تھے جن کے بچے پیدا ہوئے نیز ہمیں عطیات ملے۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا "میں نے تمہاری معاش اور روظیفہ مقرر کر دیا تھا۔ اور اب جو کچھ تمہارے پاس ہے' یہ فاضل ہے۔ اسے واپس دے دو۔"

حضرت ابو ہریرہؓ نے جواب دیا "تمہارا اس پر کوئی حق نہیں ہے۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا "اللہ کی قسم' میرا اس پر حق ہے اور میں تمہاری پیٹھ پر درے لگاؤں گا۔"

یہ کہہ کر اٹھے' ہاتھ میں درہ لیا اور انہیں اتنے درے مارے کہ لہولہان کر دیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرمانے لگے۔ "میں یہ معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑتا ہوں۔" اس پر حضرت عمرؓ بولے "کاش تم نے یہ طریقے سے حاصل کیا ہوتا۔ اور تم اسے اپنی مرضی سے خوشی خوشی دے دیتے۔ کیا بحرین کے اطراف و اکناف سے تمہارے لیے لوگ محصول لاتے تھے یا اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کے لیے؟"

حارث بن کعبؓ کا محاسبہ: حضرت عمرؓ نے حارث بن کعبؓ سے فرمایا۔ "یہ تمہارے پاس اچھی قسم کے اونٹ اور غلام کہاں سے آگئے؟ ان کو دو سو دینار میں فروخت کر دو۔"

اس نے جواب دیا "میں گھر سے کچھ نقدی لے کر آیا تھا' اس سے میں نے تجارت کی۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا "اللہ کی قسم میں نے تمہیں اس لیے والی نہیں بنایا تھا کہ تم جا کر مسلمانوں کے مال کے ساتھ تجارت کرو۔ اب اس مال کو واپس کر دو۔" حارثؓ نے جواب دیا۔ "اللہ کی قسم آج کے بعد میں تمہارا کوئی کام اپنے ذمے نہیں لوں گا۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا "اب انتظار کرو' کہ میں تمہیں کہیں کا والی مقرر کروں۔" یہ کہہ کر آپ نے اسے معزول کر دیا۔

سعد بن ابی وقاصؓ بہت بڑے مرتبے کے صحابی اور نوشیروانی پایہ تخت کے فاتح تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ لیکن جب لوگوں نے ان کی شکایت کی تو معزول کر دیا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کا محاسبہ: حضرت عمرو بن العاصؓ کو حضرت عمرؓ نے مصر کا والی مقرر کیا تھا۔ آپ کو خبر ملی کہ عمروؓ بن العاص نے بہت سا مال و زر جمع کر لیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں لکھا کہ بتاؤ یہ سب کچھ کہاں سے آیا؟

زبیر بن بکار کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاصؓ کو خط میں لکھا تھا۔ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ

تمہارے پاس اس وقت جو مال ہے' وہ نہ تمہارے والی بننے سے پہلے تمہارے پاس تھا' اور نہ وہ تمہارے وظیفہ کا ہے۔ بتاؤ' یہ تمہارے ہاں کہاں سے آیا؟ میرے پاس مہاجرین اولین میں سے تم سے بہتر لوگ موجود تھے' لیکن میں نے تمہیں اس خیال سے مصر کا والی مقرر کیا تھا کہ تم روپے پیسے سے بے نیاز ہو گے۔ تم مجھے فوراً لکھو' کہ یہ مال تمہارے پاس کہاں سے آیا؟"

عمروؓ بن العاص نے جواب میں لکھا۔ "میں امیرالمومنین کے خط کا مطلب سمجھ گیا۔ باقی جس مال کا آپ نے ذکر فرمایا ہے' سو بات یہ ہے کہ ہم ایک ایسی سرزمین میں ہیں' جہاں چیزیں سستی ہیں۔ جنگیں اور غزوے کثرت سے ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے ہمارے ہاں وہ مال جمع ہو گیا ہے' جس کی خبر آپ کو پہنچی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم' اگر آپ کی خیانت کرنا حلال بھی ہوتا' تو بھی میں خیانت نہ کرتا۔ جب کہ آپ نے میرے ذمے امانت سپرد کر دی ہے' کیونکہ ہمارا نسب ایسا ہے' کہ جب ہم اس کا خیال کرتے ہیں' تو خیانت کا خیال ہی نہیں آتا۔ آپ کے ہاں مہاجرین اولین میں سے ایسے موجود ہیں' جو مجھ سے بہتر ہیں۔ اگر ایسا ہے تو اے امیرالمومنین! میں نے آپ کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا تھا اور نہ آپ کا قفل کھولا تھا۔"

حضرت عمرؓ نے اس کے جواب میں لکھا۔ "میں نے جو خط لکھا اور تم سے جو بات کہی تھی۔ میرا اس سے کوئی ذاتی مقصد و مفاد نہ تھا۔ لیکن بات یہ ہے کہ تم امرا لوگوں کے اموال دبا کر بیٹھ گئے ہو' اور تمہارے پاس اس کے متعلق عذر پیش کرنے کی کوئی کمی نہیں۔ بے شک تم اس طرح آگ کھاتے' اور غار کی طرف سرعت سے جا رہے ہو۔ میں تمہاری طرف محمد بن مسلمہ کو بھیج رہا ہوں۔ تم نصف مال اس کے حوالے کر دو۔"

جب محمد بن مسلمہ مصر پہنچے تو عمروؓ بن العاص نے ان کے لیے کھانا تیار کرایا' اور انہیں کھانے کی دعوت دی لیکن محمد بن مسلمہ نے انکار کر دیا اور کہا۔ "یہ برائی کی ابتدا ہے۔ اگر تم میرے سامنے مہمان سمجھ کر کھانا رکھتے' تو میں کھا لیتا لیکن میں ایک مقرر کردہ محاسب کی حیثیت سے بحکم امیرالمومنین آیا ہوں۔ لہٰذا اب یہ کھانا اٹھا لو۔"

ایک نوجوان چوری کے جرم میں آپ کے روبرو پیش کیا گیا۔ تصدیق و تحقیق کے بعد بموجب حکم شرع آپ نے اس کے ہاتھ کاٹے جانے کا حکم فرمایا۔ نوجوان نے نہایت عجز و زاری کے ساتھ معافی کی التجا کی' کہ یہ میری پہلی چوری ہے آئندہ میں ہرگز چوری نہیں کروں گا۔ آپ نے فرمایا' تم غلط کہتے ہو۔ اس سے پہلے تم نے متعدد مرتبہ چوری کی ہے۔ مجرم نے بار بار انکار کیا' لیکن آپ بار بار یہی اصرار کرتے رہے' کہ تم نے پہلے بھی چوریاں کی ہیں۔ آخر کار مجرم کو اقرار کرنا پڑا' لیکن مجرم نے اب بجائے معافی مانگنے کے صرف یہ دریافت کی کہ امیرالمومنین! ان چوریوں کا علم سوائے میرے اور اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں ہے' آپ پر یہ حقیقت پوشیدہ کس طرح ظاہر ہو گئی؟ آپ نے فرمایا' اللہ کریم کسی شخص کو اس وقت تک ذلیل و رسوا نہیں کرتا' جب تک اس کی برائی حد سے نہ گزر جائے۔

تو مشو مغرور بر حلم اللہ دیر گیرد' سخت گیرد مرترا

ایک موقع پر ایک شخص نے کئی بار حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے کہا "اتق اللہ یا عمر" (اے عمر! اللہ سے ڈر) حاضرین میں سے ایک شخص نے روکا اور کہا کہ بس بہت ہوا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "نہیں ان کو کہنے دو۔ اگر یہ لوگ کچھ نہ

کہیں گے تو بے مصرف ہیں۔"

آپ کا فرمان ہے کہ خود رائی خواہ کتنی ہی صحیح کیوں نہ ہو' پھر بھی مشورہ کی محتاج ہے۔ لہٰذا خلافت بھی مشورہ و استصواب کے بغیر جائز نہیں۔

وفات شریف: ایک روز مغیرہؓ بن شعبہ کے عجمی غلام فیروز نے' جس کی کنیت ابولولو تھی' اپنے آقا کی شکایت آپ سے کی کہ وہ مجھ سے روزانہ دو درہم (قریباً سات آنے) وصول کرتا ہے۔ آپ نے پوچھا تو کونسا پیشہ کرتا ہے؟ اس نے کہا نجاری' زناشی' آہن گری۔ آپ نے فرمایا۔ تیری صنعت کے مقابلے میں یہ کچھ زیادہ نہیں۔ اس پر وہ ناراض ہو گیا۔ دوسرے روز صبح کی نماز کے وقت جب آپ امامت کرنے لگے' تو گھات سے نکل کر خنجر کے چھ سات وار کیے اور آپ وہیں گر گئے۔ نماز کے بعد گھر لے جا کر علاج کیا گیا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ زخمی ہونے سے تین دن بعد یکم محرم سنہ ۲۴ھ کو بروز شنبہ مدفون ہوئے۔ حضرت صہیبؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ عبدالرحمٰنؓ۔ طلحہؓ۔ سعدؓ بن ابی وقاصؓ اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے قبر میں اتارا۔ وفات سے قبل شعر زبان پر تھا' جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"میں نے اپنی جان پر ظلم کیے' مگر اتنا ہے کہ مسلمان ہوں' نمازیں پڑھتا ہوں اور روزے رکھتا ہوں۔"

حسب وصیت آپ کے سکونتی مکان کو فروخت کر کے آپ کا قرض ادا کیا گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اقوال حضرت عثمان غنیؓ

تعجب ہے اس پر جو موت کو حق جانتا ہے' اور پھر ہنستا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو دنیا کو فانی جانتا ہے' اور پھر اس کی رغبت رکھتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو تقدیر کو پہچانتا ہے' اور پھر جانے والی چیز کا غم کرتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو حساب کو حق جانتا ہے' اور پھر مال جمع کرتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو دوزخ کو حق جانتا ہے' اور پھر گناہ کرتا ہے۔

تعجب اس پر جو اللہ تعالیٰ کو حق جانتا ہے' اور پھر غیروں کا ذکر کرتا ہے' اور ان پر بھروسہ رکھتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو جنت پر ایمان رکھتا ہے' اور پھر دنیا کے ساتھ آرام پکڑتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو شیطان کو دشمن جانتا ہے' اور پھر اس کی اطاعت کرتا ہے۔

ضائع ہے وہ عالم جس سے علم کی بات نہ پوچھیں' وہ ہتھیار جس کو استعمال نہ کیا جائے' وہ مال جو کار خیر میں خرچ نہ کیا جائے' وہ علم جس پر عمل نہ کیا جائے' وہ مسجد جس میں نماز نہ پڑھی جائے' وہ نماز جو مسجد میں نہ پڑھی جائے' وہ اچھی رائے جس کو قبول نہ کیا جائے' وہ مصحف جس کی تلاوت نہ کی جائے' وہ زاہد جو خواہش دنیا دل میں رکھے' وہ لمبی عمر جس میں توشہ نہ لیا جائے۔

بعض اوقات جرم معاف کرنا مجرم کو زیادہ خطرناک بنا دیتا ہے۔
اے انسان! اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنے لیے پیدا کیا ہے' اور تو دوسروں کا ہونا چاہتا ہے۔
عافیت کے نو حصے لوگوں سے الگ رہنے میں' اور ایک حصہ ملنے ہے۔
جو شخص مصیبت کے وقت اول اپنی تدبیروں اور پھر خلق الٰہی کی امداد سے عاجز ہو کر' اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کرتا ہے' اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف سے منہ پھیر لیتا ہے۔ اللہ کے ساتھ محبت کرنے والے کو تنہائی محبوب ہوتی ہے۔
تواضع کی کثرت نفاق کی نشانی اور عداوت کا پیش خیمہ ہے۔
مت رکھ امید کسی سے مگر اپنے رب سے' اور مت ڈر کسی سے مگر اپنے گناہ سے۔
جس نے دنیا کو جس قدر پہچانا' اسی قدر اس سے بے رغبت ہوا۔ دنیا وہ ہر کام ہے جس سے آخرت مقصود نہ ہو۔
دنیائے فانی کی لذتیں لینے سے عالم باقی کے اجر و ثواب میں کمی ہو جاتی ہے۔
لوگوں کو جس طرح چاہے آزما دیکھ' سانپ بچھوؤں سے کم نہ پائے گا۔
باوجود نعمت و عافیت کے زیادہ طلبی بھی شکوہ ہے۔ علم بغیر عمل بھی فائدہ مند' اور عمل بغیر علم کے بے فائدہ۔
اپنا بوجھ خلقت میں سے کسی پر نہ رکھ' خواہ کم ہو یا زیادہ۔ ایک پرہیزگار فقیہہ شیطان پر ہزار عابد سے بھاری ہے۔
دوسروں کا بوجھ اٹھانا عابدوں کی عزت کا تتمہ ہے۔
دنیا اللہ تعالیٰ کی سرائے ہے۔ جو آخرت کے مسافروں کے لئے وقف ہے۔ اپنا توشہ لے اور جو کچھ سرائے میں ہے' اس کا لالچ نہ کر۔
زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے بہت زیادہ خطرناک ہے۔ خاموشی غصے کا بہترین علاج ہے۔
فقیر کا ایک درہم صدقہ بہت ہے' غنی کے لاکھ درہم صدقہ سے۔
اگر تو گناہ پر آمادہ ہے' تو کوئی ایسا مقام تلاش کر جہاں اللہ تعالیٰ نہ ہو۔
اے انسان! اگر تو معبود حقیقی کی پرستش نہیں کرنا چاہتا' تو اس کی بنائی ہوئی چیزوں کو بھی استعمال نہ کر۔
بہتر ہے کہ دنیا تجھ کو گنہگار جانے' بہ نسبت اس کے کہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ریاکار ہو۔
تونگروں کے ساتھ عالموں' زاہدوں کی دوستی ریاکاری ہے۔ ظالموں اور ان کے متعلقین سے معاملہ نہ کر۔
جنت کے اندر رونا عجیب ہے' اور دنیا کے اندر ہنسنا عجیب تر ہے۔
جس خوشبو کا تجھے حق نہیں ہے۔ اس سے ناک بند کر لے' کہ اس کی خوشبو بھی اس کی منفعت ہے۔
اگر آنکھیں روشن ہیں تو ہر روز' روز حشر ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے ساتھ سمجھنا افضل ترین ایمان ہے۔
عیالدار کے اعمال مجاہدین کے اعمال کے ساتھ آسمان پر جاتے ہیں۔ متواضع دنیا و آخرت میں جو چاہے گا' ملیگا۔
امرا کی تعریف کرنے سے بچ' کہ ظالم کی تعریف سے غضب الٰہی نازل ہوتا ہے۔
ترغیب دلانے کی نیت سے علانیہ صدقہ دینا خفیہ سے بہتر ہے۔
جو لوگ اللہ تعالیٰ سے صدق و خلوص کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں' وہ اس کے ماسوا سے ہر حال میں نفرت کرتے ہیں۔

جانور اپنے مالک کو پہچانتا ہے' لیکن انسان اپنے اللہ کو نہیں پہچانتا۔
ایک دفعہ آپ کے عہد خلافت میں سخت قحط پڑا۔ لوگ فاقہ کشی سے مجبور ہو کر اپنی املاک و جائیداد نہایت ارزاں قیمتوں پر فروخت کرنے لگے۔ آپ کے اہل خانہ نے کہا کہ فلاں باغ کا مالک اسے نہایت کم قیمت پر فروخت کر رہا ہے۔ بہتر ہو کہ آپ اسے خرید لیں۔ آپ روپیہ لے کر باغ کی طرف چلے۔ لیکن راستہ میں قحط زدہ لوگوں کی فاقہ کشی' مصیبت و پریشانی دیکھ کر اشکبار ہو گئے۔ اور وہ تمام روپیہ ان لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ اور گھر واپس آ گئے۔ اہل خانہ نے دریافت کیا کہ آپ باغ خرید آئے؟ آپ نے کہا "ہاں میں تمہارے لیے جنت میں باغ خرید آیا ہوں۔"
بد گو تین آدمیوں کو مجروح کرتا ہے۔ اول اپنے آپ کو' دوم جس کی برائی کرتا ہے' سوم جو اس کی برائی سنتا ہے۔
قضا پر رضا دنیا کی جنت ہے۔ حیا کے ساتھ تمام نیکیاں اور بے حیائی کی ساتھ تمام بدیاں وابستہ ہیں۔
جو اپنی جوتی آپ گانٹھ لیتا ہے' غلام کی عیادت کرتا ہے' اپنے کپڑے دھو لیتا ہے' اور ان میں پیوند لگا لیتا ہے' وہ غرور اور تکبر سے پاک اور بری ہے۔ لوگ تمہارے عیبوں کے جاسوس ہیں۔
بندہ حقیقت ایمان کو نہیں پہنچتا' جب تک کہ اس کو فقر محبوب نہ ہو جائے غنا سے' اور اس کے نزدیک اس کی تعریف اور مذمت کرنے والے برابر نہ ہو جائیں۔ تلوار کا زخم جسم پر ہوتا ہے اور بری گفتار کا روح پر۔
بہتر صومعہ مرد مسلمان کا اس کا گھر ہے' جو روکتا ہے اس کی زبان' شرمگاہ اور نظر کو۔
بڑا خطاوار لوگوں میں وہ ہے' جس کو لوگوں کی برائیوں کا ذکر کرنے کی فراغت ملی ہو۔
مسلمان کی ذلت اپنے مذہب سے غافل بن جانے میں ہے' نہ کہ بے زر ہونے سے۔
حاجتمند غربا کا تمہارے پاس آنا اللہ پاک کا انعام ہے۔ تو کتنا بھی مفلوک الحال ہو' لیکن مغلوب الحال نہ ہو۔
محبوبین کی کھالیں بھی دل کی طرح نرم ہو جاتی ہیں' ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں' ان کے دل اور جلد نرم ہو جاتے ہیں' اور یاد الٰہی سے ان کو راحت ہوتی ہے۔
حق پر قائم رہنے والے مقدار میں کم ہوتے ہیں' مگر منزلت و اقتدار میں زیادہ۔
جب زبان اصلاح پذیر ہوتی ہے' قلب صالح ہو جاتا ہے۔ ایسی بات مت کہو' کہ جو مخاطب کی سمجھ سے باہر ہو۔
اگر میں رات کو سو کر صبح کو نادم اٹھوں تو یہ مجھ کو زیادہ پیارا ہے' اس سے کہ تمام شب بیدار رہ کر صبح کو معجب اٹھوں۔
حقیر سے حقیر پیشہ اختیار کرنا' ہاتھ پھیلانے سے بدرجہا بہتر ہے۔ گناہ کسی نہ کسی صورت دل کو بے قرار رکھتا ہے۔
عمدہ لباس کے حریص! کفن کو یاد رکھ۔ عمدہ مکان کے شیدائی! قبر کا گڑھا مت بھول۔ عمدہ غذاؤں کے دلدادہ! کیڑے مکوڑوں کی غذا بننا یاد رکھ۔ نعمت کا نامناسب جگہ خرچ کیا جانا ناشکری ہے۔
سخاوت پھل ہے مال کا' اعمال پھل ہیں علم کا' خوشنودی الٰہی پھل ہے اخلاص کا۔
اس نے اللہ تعالیٰ کا حق نہیں جانا' جس نے لوگوں کا حق نہیں پہچانا۔
جس شخص کو سال بھر تک کوئی تکلیف یا رنج نہ پہنچے' پس وہ جان لے کہ مجھ سے میرا رب ناراض ہے۔
شخص التجائے نگاہ کو نہیں سمجھ سکتا' اس کے سامنے اپنی زبان کو شرمندہ نہ کر۔

تہجد کے لیے اٹھتے تو کسی کی نیند خراب نہ کرتے' بلکہ خود ہی وضو کا سامان فراہم کر لیتے اور پانی بھی گرم لیتے۔
ایرانی آپ کے حسن سلوک کی وجہ سے بے اختیار آپ کو عربی نوشیرواں کہہ کر اپنی عقیدت حقیقی کا اظہار کرتے۔
آغاز بعثت میں جب آپ تجارت سے واپس آئے' تو حضرت صدیق اکبرؓ کی تبلیغ سے فوراً مسلمان ہو گئے۔ نبوت سے پہلے حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ سے آپ کی شادی ہو گئی تھی۔ جن کا انتقال فتح بدر کے دن ہوا۔ ان سے آپ کے ایک بیٹے عبد اللہؓ تھے۔ جنہوں نے جوانی کے عالم میں کئی جنگوں میں مجاہدانہ کارنامے سرانجام دیئے۔ واپسی پر حضور اکرم ﷺ نے آپ کا نکاح اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ سے کر دیا۔ جس کی وجہ سے آپ کو ذوالنورینؓ کا خطاب عطا فرمایا۔
آپؓ سوائے ایک دو غزوات کے باقی غزوات میں شریک رہے۔ غزوہ بدر میں چونکہ حضرت رقیہؓ بیمار تھیں' اس لیے حضور اکرمؐ نے آپ کو ان کی علالت کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ مگر ان کا انتقال ہو گیا۔ تجہیز و تکفین سے واپس آ رہے تھے کہ فتح بدر کی خوشخبری ملی۔ دوسرے غزوہ ذات الرقاع اور غطفان میں آپ کو حضورؐ نے مدینہ طیبہ پر خلیفہ مقرر کر کے چھوڑا تھا۔ حدیبیہ میں آپ حضورؐ کے سفیر تھے۔ ان کے علاوہ آپ تمام غزوات میں شامل رہے' اور بے شمار مالی امداد بھی دیتے رہے۔ غزوہ تبوک میں تین سو اونٹ مع پالان دیے۔ خلیفہ اول و دوم کے ہر معاملے میں مشیر رہے۔ اور خاص امور میں مشورہ کرنے کے لیے آپ کو مجلس شوریٰ کا اہم رکن تصور کر کے شامل کیا جاتا تھا۔ عمر کے لحاظ سے آپ رسول اکرمؐ سے چھ سال چھوٹے تھے۔
آپؓ کے خاص کارہائے نمایاں یہ ہیں: (۱) لوگوں کی جاگیریں مقرر فرمائیں (۲) چراگاہیں قائم کیں (۳) مساجد میں خوشبوئیں جلائیں (۴) جمعہ میں اذان اول کو مقرر کیا۔ (۵) موذنوں کی تنخواہیں مقرر فرمائیں (۶) مسجد میں اپنے لیے ایک جگہ بنائی۔ (۷) پولیس کو قائم کیا (۸) مسلمانوں کو قراءت پر متفق کیا۔ (۹) تکبیر کی آواز کو پست کیا۔ (۱۰) قرآن مجید کو موجودہ ترتیب پر جمع کیا' اسی لیے آپ کو جامع القرآن بھی کہا جاتا ہے۔ (۱۱) لوگوں میں لہو و لعب کی عادت ہو تو' اس کا انسداد فرمایا۔ آپ کے زمانہ خلافت میں رے اور روم کے قلعے فتح ہوئے۔ سنہ ۲۶ھ میں سابور فتح ہوا۔ (۱۲) کچھ مکانات خرید کر حرم شریف میں شامل فرمائے۔ سنہ ۲۷ھ میں آذربائی جان فتح ہوا۔ سنہ ۲۸ھ میں معاویہؓ بن ابی سفیان نے قبرص پر حملہ کیا' اور مقبوضات اسلام میں شامل کیا۔ سنہ ۲۹ھ میں اصطخر اور فسا فتح ہوئے۔ مسجد نبوی کو وسعت دی۔ سنہ ۳۰ھ میں جور' خراساں' نیشاپور' طوس' سرخس' مرو' اور طیق فتح ہوئے۔ ان فتوحات میں مسلمانوں کو بکثرت مال غنیمت حاصل ہوا۔
مختصر ترین واقعات شہادت یہ ہیں: سنہ ۳۴ھ میں حضرت عثمانؓ کو الوداع کہنے سے قبل حضرت امیر معاویہؓ نے ان کے سامنے دو تجویزیں پیش کی تھیں۔ جن کی حضرت عثمانؓ نے سختی سے تردید کر دی تھی۔ پہلی تجویز یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ امیر معاویہؓ کے ہمراہ شام چلے جائیں' اور وہاں ان کے ساتھ امن و حفاظت سے رہیں۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے جوار رسول اور دار ہجرت کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ قیام کرنا پسند نہ فرمایا۔ آپ نے اسلامی حکومت کے مرکز کو اس جگہ سے ہٹا کر' جہاں اسے رسول اللہ' حضرت ابوبکرؓ' حضرت عمرؓ نے برقرار رکھا تھا' ایک اجنبی شہر میں

منتقل ہو جانے کو گوارا نہ فرمایا۔ وجہ بھی معقول ہے۔ دوسری تجویز یہ تھی کہ وہ (سیدنا معاویہ ؓ) شامیوں کا ایک لشکر حضرت عثمان ؓ کی خدمت میں بھیج دیں۔ جو مدینہ میں ان کے پاس رہے اور انہیں پیش آمدہ خطرات سے محفوظ رکھے۔ حضرت عثمان ؓ نے یہ پیشکش بھی ٹھکرادی اور کہا کہ میں اصحاب رسول ؐ اللہ کو لشکر کی موجودگی اور ہمسائیگی سے ستانا نہیں چاہتا۔ علاوہ ازیں حضرت عثمان ؓ اگر ایسا کرتے تو ان کی حیثیت ایک ایسے خود سر کی سی ہو جاتی جو صحابہ کرام ؓ پر اس لشکر کے ذریعے حکومت کرتا۔ جو انہیں ان کی ساتھیوں سے محفوظ رکھتا۔ جب تک وہ اپنے گھر میں رہتے' یہ لشکر اس گھر کی پاسبانی کرتا رہتا۔ جب وہ اپنے گھر سے باہر جاتے تو وہ لشکر ان کی حفاظت کے لیے چلتا۔ جب یہ منبر پر خطبہ دیتے تو وہ لشکر ان کو اپنے گھیرے میں لے لیتا' اور جب وہ مدینہ کی گلیوں میں گشت کرتے' تو یہ لشکر بھی ان کے آگے پیچھے رہتا۔ لیکن اس تمام طرز عمل کا سیرت نبوی ؐ اور سیرت ابوبکر ؓ و عمر ؓ اور خود حضرت عثمان ؓ کے اپنی سابقہ طرز حکومت سے کیا تعلق تھا؟ وہ تو مدینہ میں بغیر محافظ گھومتے رہتے تھے۔ مریضوں کی خیریت پوچھتے' ان کے دیگر عمومی معاملات و ضروریات دریافت کرتے۔ لوگوں کی محفلوں میں جاتے' ان کی سنتے اپنی کہتے تھے' وہ تو اپنی چادر کا ایک سرا اپنے بدن پر لپیٹ کر اور اس کے دوسرے کنارے کو سر کے نیچے تکیہ کی طرح رکھ کر مسجد ہی میں سو رہتے تھے۔ جمعہ کے دن وہ منبر رسول ؐ پر جلوہ گر ہوتے' تو لوگوں سے ایک شفیق باپ' مہربان بھائی یا جان نثار دوست کی طرح مختلف موضوعات پر باتیں کرتے رہتے تھے۔ منڈی کے نرخ معلوم کرتے' اور جب موذن اذان دیتا تو حسب موقع خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ پھر فارغ ہوتے تو لوگوں کے ساتھ بیٹھ جاتے۔ اور از سر نو ان کی خیریت' منڈی کے بھاؤ وغیرہ پر گفتگو جاری رہتی۔ جب موذن دوسری اذان دیتا تو اٹھ کر لوگوں کو نماز پڑھا دیتے تھے۔ انہیں کیسے گوارا ہو سکتا تھا کہ ایسے مستحکم نظام کو بدل کر شام چلے جائیں' دار ہجرت کو چھوڑ دیں۔ منبر رسول ؐ پر بیٹھ کر خطبہ نہ دیں' نہ مسجد نبوی میں نماز پڑھیں' جہاں رسول ؐ اللہ' ابوبکر ؓ' حضرت عمر ؓ نمازیں ادا کرتے تھے۔ انہیں کیسے گوارا ہو سکتا تھا کہ مدینہ میں شامی لشکر کے گھیرے میں رہتے' جو انہیں ان لوگوں سے بچائے رکھتا جو رسول ؐ اللہ اور ان کے ساتھ ہر میدان جنگ میں شریک رہے۔ بالآخر امیر معاویہ ؓ نے ان سے کہا' اگر آپ دونوں تجویزوں میں سے کوئی تجویز بھی منظور نہیں کرتے' تو حالات کی نزاکت بتا رہی ہے' کہ یا تو آپ کے خلاف عوام کی طرف سے لڑائی کی جائے گی۔ یا اچانک بے خبری میں آپ کو مار ڈالا جائے گا۔ اس پر حضرت عثمان ؓ نے جواب دیا حسبی اللہ ونعم الوکیل۔

مختصر یہ کہ وہ اپنے ہر دو پیش رو خلفا کی روش پر کامل طور پر گامزن رہے۔ انہوں نے اپنے اور لوگوں کے درمیان کوئی حاجب یا دربان رکھا۔ نہ لوگوں پر اپنی بڑائی اور برتری یا غلبہ کا رعب ڈالا' نہ کسی قسم کے جابرانہ اقتدار و تسلط کا اظہار کیا۔ ان میں جو کمزوری تھی' اس کا سبب بدنیتی یا قانون سے بغاوت نہ تھا۔ بلکہ یہ وہی کمزوری تھی' جو بعض شخصیتوں میں کریمانہ و فاضلانہ اخلاق پر خیر خواہی اور بھلائی میں رغبت کے باعث پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہی سب سے بڑی وجہ ان کی شہادت پر منتج ہوئی۔ جس کی تفصیل طویل ہے۔ صرف یہ لکھنا کافی ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ یہ رعایات و نوازشات از راہ اخلاق کریمانہ تھیں' وہ نہایت درجہ حریص و طماع' بے پناہ خواہشات رکھنے والے' اپنے مفاد کی خاطر دور دور تک نظریں دوڑانے والے' اور تسلط و غلبہ کے پورے ساز و سامان سے آراستہ و مسلح تھے۔ ان

سب حالات نے یہ تمام خوبیاں پیدا کردیں۔ واضح رہے کہ ستر سال کی عمر ضعیف میں خلافت کا بار گراں اٹھایا تھا۔ آپ ۴۶ روز محصور رہ کر بھوک پیاس سے تلاوت قرآن مجید فرماتے ہوئے شہید ہوئے۔ آپ کے قتل کے وقت حضرت علیؓ موجود نہ تھے۔ آپ نے سنا تو فرمایا کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ ان کے قتل پر میں راضی تھا' نہ اس پر مائل' جن لوگوں نے آپ کو شہید کیا' وہ سب پاگل ہو گئے۔ اسلام میں پہلا فتنہ قتل عثمانؓ اور آخری فتنہ خروج دجال ہے۔ آپ ازحد باحیا تھے' خلوت میں بھی کبھی برہنہ نہ ہوتے تھے۔ صائم الدھر و قائم اللیل تھے۔ چار پانچ درہم کی ازار پہن کر خطبہ پڑھتے۔ ایام خلافت میں غلام کو اپنے ساتھ سوار فرماتے تھے۔ قبروں کو دیکھ کر اس قدر روتے کہ ریش مبارک تر ہو جاتی۔ تاریخ وفات ۱۸ ذی الحج سنہ ۳۵ھ مدت خلافت قریباً ۱۲ سال۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اقوال حضرت علیؓ

خندہ روئی سے پیش آنا سب سے پہلی نیکی ہے۔ اور کارخانہ قدرت میں فکر کرنا بھی عبادت ہے۔

عقیدہ میں شک رکھنا شرک کے برابر ہے۔

بے موقع حیا بھی باعث محرومی ہے' قابل صحبت بہت کم لوگ ہیں۔ موت ایک بے خبر ساتھی ہے۔

شکر نعمت حصول نعمت کا باعث ہے اور ناشکری حصول زحمت کا باعث ہے۔

ادب بہترین کمالات' اور خیرات افضل ترین عبادات میں سے ہے۔ زمانہ کے پل پل کے اندر آفات پوشیدہ ہیں۔

عقلمند اپنے آپ کو پست کر کے بلندی حاصل کرتا ہے' اور نادان اپنے آپ کو بڑھا کر ذلت اٹھاتا ہے۔

عقل دو قسم کی ہوتی ہے۔ طبعی اور سماعی' عقل سماعی سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا' اگر طبعی عقل نہ ہو' جیسے تاوقتیکہ بصارت نہ ہو' سورج کی روشنی بیکار ہے۔

دوستی ایک خود پیدا کردہ رشتہ ہے۔ عادت پر غالب آنا کمال فضیلت ہے۔

گناہوں پر نادم ہونا' ان کو مٹا دیتا ہے اور نیکیوں پر مغرور ہونا' ان کو برباد کر دیتا ہے۔

خواہش پرستی ہلاک کر دینے والا ساتھی اور بری عادت زور آور دشمن ہے۔ عقلمند ہمیشہ غم و فکر میں مبتلا رہتا ہے۔

بیکاری میں عشق بازی یاد آجاتی ہے۔ سخاوت کے ساتھ احسان رکھنا نہایت کمینگی ہے۔

فاسق کی برائی بیان کرنا غیبت نہیں۔ آدمی کی قابلیت زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔ معافی نہایت اچھا انتقام ہے۔

ہوشیاری اس کا نام ہے' کہ انسان اپنے تجربہ کو محفوظ رکھے اور اس کے مطابق کام کرے۔

سچائی میں اگرچہ خوف ہے' مگر باعث نجات ہے' اور جھوٹ میں گو اطمینان ہو' مگر موجب ہلاکت ہے۔

بے قراری بہ نسبت صبر زیادہ تکلیف دہ ہے۔ غریب وہ ہے جس کا کوئی دوست نہ ہو۔

علم بے عمل ایک آزار ہے' اور عمل بغیر اخلاق بے کار ہے۔

تنگدستی جسے لوگ معیوب سمجھیں' اس مالداری سے اچھی ہے جس سے انسان گناہوں اور خرابی میں مبتلا ہو کر

ذلیل و رسوا ہو۔

تجربے کبھی ختم نہیں ہوتے اور عقلمند ان میں ترقی کرتا ہے۔ مصیبت میں گھبرانا کمال درجہ کی مصیبت ہے۔

جلدی سے معاف کرنا انتہائے شرافت' اور انتقام میں جلدی کرنا انتہائے رذالت ہے۔

علما اس لیے غریب و بے کس ہیں' کہ جاہل لوگ زیادہ ہیں جو ان کی قدر نہیں سمجھتے۔

شریف کی پہچان یہ ہے کہ جب کوئی سختی کرے تو سختی سے پیش آتا اور جب کوئی نرمی کرے تو ڈھیلا ہو جاتا ہے۔ اور کمینے سے جب کوئی نرمی کرے تو سختی سے پیش آتا اور جب سختی کرے تو ڈھیلا ہو جاتا ہے۔

اقرار جرم مجرم کے لیے بہت اچھا سفارشی ہے۔

عقلمند اگر خاموش رہے تو قدرت الٰہی میں فکر کرتا اور جب نگاہ اٹھا کر دیکھے تو عبرت حاصل کرتا ہے۔

طول امل اور خلوص عمل کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ بے قراری تقدیر الٰہی کو نہیں مٹاتی۔ اجر و ثواب ضائع کرتی ہے۔

عورت اگرچہ شر اور خرابی ہے' مگر اس سے بڑھ کر خرابی یہ ہے کہ عورت کے بغیر گزارہ بھی نہیں ہو سکتا۔

انسان جو حالت اپنے لیے پسند کرتا ہے' اسی حالت میں رہتا ہے۔

برا آدمی کسی کے ساتھ نیک گمان نہیں رکھتا' کیونکہ وہ ہر ایک کو اپنے جیسا خیال کرتا ہے۔

علم مال سے بہتر ہے' کیونکہ علم تمہاری حفاظت کرتا اور تو مال کی حفاظت کرتا ہے۔

میزان اعمال کو خیرات کے وزن سے بھاری کرو۔ حرص سے روزی نہیں بڑھتی مگر آدمی کی قدر گھٹ جاتی ہے۔

آدمی اگر عاجز ہو اور نیک کام کرتا ہے' تو اس سے اچھا ہے کہ قوت رکھے اور برے کام نہ چھوڑے۔

شرافت عقل و ادب سے ہے' نہ کہ مال و نسب سے ہے۔ حرام کاموں سے نفس کو روکنا بھی صبر کی قسم ہے۔

جلد باز آدمی اکثر اپنے کیے پر نادم ہوتا ہے۔ اگر نادم نہ ہو تو سمجھ لو کہ اس کا جنون مستحکم ہو گیا۔

دوسروں کے سینے سے شر اس وقت دور کر کہ پہلے تو اپنے سینے کی صفائی کر لے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو اپنی جان بھی بھلا دیتا ہے۔

جو شخص کسی کے عیب کی تلاش میں رہتا ہے' اسے کوئی نہ کوئی عیب مل ہی جاتا ہے۔

جو شخص خواہ مخواہ اپنے آپ کو محتاج بناتا ہے' وہ محتاج ہی رہتا ہے۔

جس شخص کے دل میں جتنی زیادہ حرص ہوتی ہے' اس کو اللہ تعالیٰ پر اتنا ہی کم یقین ہوتا ہے۔

دنیا ایک مردار ہے' جو لوگ اس کی بدولت آپس میں بھائی بند بنتے ہیں۔ ان کی بھائی بندی اس کے لالچ میں ایک دوسرے پر حملہ کرنے سے مانع نہیں ہوتی۔

ہر ایک آدمی کی رائے اس کے ذاتی تجربے کے مطابق ہوا کرتی ہے۔

اپنے دلوں سے دوستی کا حال پوچھو' کیونکہ یہ ایسے گواہ ہیں' جو کسی سے رشوت نہیں لیتے۔

جب تک کوئی بات تیرے منہ میں بند ہے۔ تب تک تو اس کا مالک ہے۔ جب زبان سے نکل چکے تو وہ تیری مالک ہے۔

اول عمر میں جو وقت ضائع کیا ہے' آخر عمر میں اس کا تدارک کر' تاکہ انجام بخیر ہو۔

جو لوگ تجھ سے زیادہ علم رکھتے ہیں' ان سے علم حاصل کر' اور جو نادان ہیں ان کو اپنا علم سکھا۔

دیر تک غور و مشورہ کرنا' مشیر کی رائے کا لگا کھاتا ہے۔

اس شخص کی نسبت تعجب ہے' جو اپنی اجل کا مالک نہیں' پھر وہ اپنی امیدیں کس طرح بڑھاتا ہے۔

بخیل دنیا میں فقیروں کی سی زندگی بسر کرے گا' اور عاقبت میں امیروں کا سا حساب بھگتے گا۔

لمبی امیدیں باندھنے سے پرہیز کرو' جو اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کی خوشی کو دور کرتی' تمہاری نظروں میں ان کو حقیر بناتی اور تم ان کی شکر گزاری نہیں کرتے۔ ہمسایہ کی بد خواہی اور نیکوں کے ساتھ برائی انتہائے شقاوت ہے۔

تیرے مال میں سے تیرا حصہ تو صرف اتنا ہی ہے' جسے تو نے آخرت کے لیے پہلے بھیج دیا۔ اور جسے تو نے دنیا میں چھوڑ دیا' وہ تیرے وارثوں کا ہے۔

شریعت نے مشورہ لینے کی طرف صرف اس لیے رغبت دلائی ہے' کہ مشورہ دینے والے کی رائے سراسر خالص اور مشورہ لینے والے کی رائے ہوائے نفس سے مخلوط ہوتی ہے۔

اگر تو کسی کے ساتھ احسان کرے' تو اس کو مخفی رکھ' اور جب تیرے ساتھ کوئی احسان کرے تو اس کو ظاہر کر۔

جو شخص بندوں کے حقوق ادا کرتا ہے' وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرے گا۔

غیبت کا سننے والا غیبت کرنے والوں میں داخل' اور برے کام پر راضی ہونے والا گویا اس کا فاعل ہے۔

اگر اہل دنیا کو پوری عقل حاصل ہوتی' تو دنیا کے کاروبار اور اس کی موجودہ حالت میں ضرور خلل آ جاتا۔

کبھی اچانک سب کام درست ہو جاتے ہیں' اور کبھی طلبگار ناکام رہتے ہیں۔

کبھی خوش کلامی سے نقصان ہوتا ہے' اور کبھی ملامت کرنے سے اثر ہو جاتا ہے۔

اے دنیا! جو تیرے حیلوں سے ناواقف اور تیرے مکروں سے ناآشنا ہے' وہ جیتے جی مر چکا اور قابل تعزیت ہو چکا۔

حیا کی غایت یہ ہے' کہ آدمی اپنے آپ سے حیا کرے۔

جو شخص اپنے آپ کو گمراہ کرے' اس کو کوئی دوسرا شخص کس طرح راہ پر لا سکتا ہے۔

احمق کی عقل اس کی زبان کے پیچھے اور عقلمند کی زبان اس کی عقل کے پیچھے ہوتی ہے۔

بخشش کا کمال یہ ہے کہ جو چیز کسی کو دینی ہو' جلدی سے اسے دے دی جائے' انتظار میں نہ رکھا جائے۔

کہاوتیں اور مثالیں عقلمندوں اور عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے ہیں۔ نادانوں کو ان سے فائدہ نہیں ہوتا۔

جو شخص حق کے خلاف کرتا ہے' حق تعالیٰ خود اس کا مقابلہ کرتا ہے۔

جو شخص اپنے دشمن کے قریب رہتا ہے' اس کا جسم غم سے گھل کر لاغر ہو جاتا ہے۔

جو شخص زیادہ ناخوش رہتا ہے' اس کی خوشنودی اور رضامندی معلوم نہیں ہو سکتی۔

جو شخص نیک سلوک کرنے سے درست نہ ہو' وہ بد سلوکی سے درست ہو جاتا ہے۔

جو شخص اپنے ہر ایک کام کو پسند کرتا ہے۔ اس کی عقل میں نقصان آ جاتا ہے۔

جس شخص کی زبان اس پر حکمران ہو' تو وہی اس کی ہلاکت اور موت کا فیصلہ کرتی ہے۔

جس شخص کی امیدیں چھوٹی ہوتی ہیں' اس کے عمل بھی درست ہوتے ہیں۔
جس شخص کی برائی کرنے پر اس کی شکرگزاری کی جائے۔ وہ شکرگزاری نہیں بلکہ تمسخر ہے۔
جو شخص جلدی کے ساتھ ہر ایک بات کا جواب دے دیتا ہے' وہ ٹھیک جواب بیان نہیں کرتا۔
جو شخص تجربوں سے بے پروائی اختیار کرتا ہے' وہ انجام کار کے سوچنے سے اندھا ہو جاتا ہے۔
جو شخص کسی برے کام کی بنیاد ڈالتا ہے' وہ اس بنیاد کو اپنی جان پر قائم کرتا ہے۔
جس شخص کو علم غنی اور بے پروا نہیں کرتا' وہ مال سے کبھی مستغنی نہیں ہو سکتا۔
جو شخص اپنے اقوال میں حیا ساتھ رکھتا ہے' وہ اپنے افعال میں بھی اس سے دور نہیں ہوتا۔
جو شخص چھوٹی مصیبتوں کو بڑا سمجھتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کو بڑی مصیبتوں میں مبتلا کرتا ہے۔
جو شخص اپنا بھید محفوظ رکھنے سے عاجز ہوتا ہے' وہ دوسروں کا راز محفوظ رکھنے سے نہایت عاجز ہوگا۔
جس شخص کے اپنے خیالات خراب ہوتے ہیں' اس میں دوسروں کی بہ نسبت بدظنی زیادہ ہوتی ہے۔
جو شخص اپنی قدر آپ نہیں کرتا' کوئی دوسرا شخص بھی اس کی قدر نہیں پہچانتا۔
جو شخص خود اپنے نفس کی اصلاح نہیں کرتا' وہ دوسروں کے حق میں کبھی مصلح نہیں بن سکتا۔
جو شخص اپنی بیداری سے مدد نہیں لیتا' وہ محافظوں کی نگہبانی سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔
جو شخص کسی کے احسان کا شکرگزار نہیں ہے' وہ آئندہ ضرور اس سے محروم ہو جاتا ہے۔
جو شخص برائی کا نقصان نہیں جانتا' وہ اس کے واقع ہونے سے نہیں بچ سکتا۔
جو شخص بھلائی کا فائدہ معلوم نہیں کرتا' وہ اس کے کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔
شریفوں کے واسطے یہ بہت بڑی مصیبت ہے' کہ ان کو شریروں کی خاطر مدارات کی ضرورت پیش آئے۔
خلق الٰہی سے نیکی کرنے سے جس قدر حقیقی شکرگزاری ہوتی ہے' وہ اور کسی صورت میں نہیں ہو سکتی۔
جو شخص گناہ سے پاک اور بری ہو' وہ نہایت دلیر ہوتا ہے' اور جس میں کچھ عیب ہو' وہ سخت بزدل ہو جاتا ہے۔
جو شخص کل کو اپنی موت کا دن سمجھتا ہے' موت کے آنے سے اسے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔
جو کام لوگوں کے سامنے کرنا مناسب نہیں' مناسب ہے کہ اس کو چھپ کر بھی نہ کیا جائے۔
اللہ تعالیٰ کی اطاعت اپنی جان پر جبر کرنے کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔
علم کی خوبی اس پر عمل کرنے میں' اور احسان کی خوبی اس کے نہ جتلانے پر منحصر ہے۔
جس شخص کا علم اس کی عقل سے زیادہ ہو جاتا ہے' وہ اس کے لیے وبال ہو جاتا ہے۔
دنیاداروں کی دوستی ایک معمولی اور ادنیٰ بات سے دور ہو جاتی ہے۔
وہ مصیبت جس میں ثواب کی امید ہو' اس نعمت سے اچھی ہے' جس کا شکر ادا نہ ہو۔
صدق یقین کے ساتھ سو رہنا' اس نماز سے کہیں اچھا ہے' جو شک کے ساتھ ادا کی جائے۔
شریر عورتوں سے بالکل برکنار رہو' اور جو بھلی مانس ہوں' ان سے بھی ہوشیار رہو۔

لوگوں کے سامنے نصیحت کرنا ایک طرح کی ملامت ہے۔ جاہلوں کی دوستی متغیر الحال اور سریع الزوال ہے۔
تنگ دست آدمی جو رشتہ داروں سے میل ملاپ رکھے 'اس مالدار سے اچھا ہے' جو ان سے قطع تعلق کرے۔
دین کی درستی 'دنیا کے نقصان کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔
جب تک کسی شخص کا پوری طرح حال معلوم نہ ہو 'اس کی نسبت بزرگی کا اعتقاد نہ رکھ۔
جب تک کسی شخص سے بات چیت نہ ہو 'اسے حقیر نہ سمجھ۔
اگرچہ کوئی قدر شناس نہ ملے 'مگر تو اپنی نیکی کو بند نہ کر۔
جس بات کا علم نہ ہو 'اسے برا نہ سمجھو' ہو سکتا ہے کہ کئی باتیں ابھی تمہارے کان تک نہ پہنچی ہوں۔
اگر کوئی قابل شخص دوستی کے لائق نہ ملے 'تو کسی نااہل سے دوستی مت کر۔
صاحب علم اگرچہ حقیر حالت میں ہو 'اسے ذلیل نہ سمجھ۔ بیوقوف اگر بڑے رتبے پر ہو 'اسے بڑا مت خیال کر۔
کسی دوسرے کے گرنے پر خوشی مت کر۔ کیا معلوم کل کو تیرے ساتھ کیا ہو گا؟
دشمن کے حسن سلوک پر بھروسہ مت کر 'کیونکہ پانی کو آگ سے کتنا ہی گرم کیا جائے 'وہ اس کے بجھانے کو کافی ہے۔
تنگدستی میں سخاوت کی کوئی صورت نہیں 'اور کھانے کی حرص کے ساتھ صحت کی کوئی دلیل نہیں۔
مصائب کا مقابلہ صبر سے 'اور نعمتوں کی حفاظت شکر سے کرو۔
موت سے بڑھ کر کوئی سچی 'اور امید سے بڑھ کر کوئی جھوٹی چیز نہیں۔
ایسا بہت کم ہوتا ہے 'کہ جلد باز نقصان نہ اٹھائے 'اور ایسا شاذو نادر ہی ہوتا ہے 'کہ صبر کرنے والا کامیاب نہ ہو۔
تھوڑا علم فساد عمل کا موجب ہے 'اور صحت عمل صحت علم پر منحصر ہے۔
اپنا واجبی حق لینے میں کبھی کوتاہی نہ کرو۔ البتہ دوسرے کے غصب حقوق سے بچو۔
امن کی طرف راستہ مل جانے کی صورت میں 'خوف کی حالت میں مقیم رہنا نادانی ہے۔
جیسے جہالت کی بات کہنے میں کوئی خوبی نہیں 'ایسا ہی حق سے چپ رہنے میں کوئی بھلائی نہیں۔
سچا آدمی سچائی کی بدولت اس مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے 'جسے جھوٹا آدمی مکر و حیلہ سے نہیں پا سکتا۔
آدمی کی عقل اس کے کلام کی خوبی سے 'اور شرافت اس کے افعال کی عمدگی سے ظاہر ہوتی ہے۔
اپنی عقلوں کو ناقص سمجھے رہو 'کہ عقل پر بھروسہ کرنے سے غلطی سرزد ہو جاتی ہے۔
دولت مندی کی مستی سے اللہ کی پناہ مانگو 'یہ ایک ایسی مستی ہے 'کہ اس سے بہت دیر میں ہوش آتا ہے۔
بدکاروں کی صحبت سے بچا رہ 'کہ برائی برائی سے جلد مل جاتی ہے۔
لوگوں کو طلب علم میں اس وجہ سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے 'کہ بہت سے عالم اپنے علم پر عمل کم کرتے ہیں۔
اگر اللہ پاک حرام و ناجائز کاموں سے منع نہ فرماتا 'تو بھی عقلمند کے لیے ضروری تھا کہ ان سے پرہیز رکھتا۔
اگر دنیا ہمیشہ ایک شخص کے پاس رہتی 'تو اب جن کے پاس موجود ہے ان کو ہرگز نہ ملتی۔
کلام کرنے پر کئی آفتیں پیش آتی ہیں۔ متکلم کو وقت اور موقع کا پاس ضروری ہے۔

ہر ایک چیز کے لیے زکوۃ ہے' اور عقل کی زکوۃ نادانوں کی باتوں پر تحمل کرنا ہے۔
جس نے تیری تعریف و تکریم کی۔ گو تو در حقیقت اس کے لائق ہو' اس نے تجھے نقصان پہنچایا۔
جس نے تجھے ذلیل سمجھا' اگر تجھے عقل ہے تو بے شک اس نے تجھے فائدہ پہنچایا۔
نیک کام میں کسی کے پیچھے ہونا' اس سے بہتر ہے کہ برے کاموں میں اوروں کا پیشوا ہو۔
تیرا نفس تجھ سے وہی کام کرائے گا' جس کے ساتھ تو نے اسے مانوس بنایا ہے۔
وہ شخص تیرا بھائی نہیں ہے' جس کی خاطر مدارات کرنے کی تجھے حاجت ہو۔
جب تک نحوست کا مزہ نہ چکھے' تب تک سعادت کی لذت محسوس نہیں ہو سکتی۔
اپنی جان پر حد سے زیادہ سختی بھی نہ کر' اور ایسا بھی نہ ہو کہ ہمت ہار کر بیٹھ جائے۔
سفر کرنے میں کوئی عیب اور عار نہیں۔ عیب کی بات یہ ہے کہ آدمی اپنے وطن میں دوسروں کا محتاج ہو۔
جو شخص تیرے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتا ہے' وہ در حقیقت تیرے حق میں نہایت غلطی کرتا ہے۔
اللہ تعالیٰ سے صلح رکھ' کہ آخرت سلامت رہے' اور لوگوں سے صلح رکھ' کہ دنیا برباد نہ ہو۔
علم اور بردباری یہ نہیں کہ جب عاجز ہو تو کچھ کہے اور جب قدرت پائے تو انتقام لینے میں ہاتھ دکھائے۔
اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی علامت یہ ہے کہ بندہ اس کی تقدیر پر راضی ہو۔
اہل بصیرت کے لیے ہر ایک نگاہ میں عبرت اور ہر ایک تجربے میں نصیحت ہے۔
سب سے اچھا اور عملی شکریہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں میں سے دوسروں کو بھی دے۔
شکریہ میں کمی کرنے سے محسن لوگ نیکی کرنے میں بے رغبت ہو جاتے ہیں۔
اگر کسی سوال کا جواب معلوم نہ ہو' تو اس کے جواب میں لا اعلم (میں نہیں جانتا) کہنا نصف علم ہے۔ اپنی لاعلمی کے اظہار کو کبھی برا نہ سمجھو۔ دیدہ و دانستہ غلطی قابل معافی نہیں ہوتی۔
خواہش نفسانی کو علم کے ساتھ اور غضب کو حلم کے ساتھ مار ڈال۔
انسان اس عمر پر کس طرح خوش ہوتا ہے' جو گھنٹوں کے گزرنے سے گھٹتی جاتی ہے' اور اس جسم کی سلامتی پر کیوں مغرور ہوتا ہے' جو جہان بھر کی آفتوں کا نشانہ ہے۔
امیدیں بہت کم پوری ہوتی ہیں' اور ادبار بہت کم مبدل بہ اقبال ہوتا ہے۔
کبھی تلواروں کے وار خالی جاتے' اور کبھی خواب سچے نکل آتے ہیں۔
تمہارے دلوں سے اگر موت کا یقین دور نہ ہوتا' تو فضول امیدوں کا غرور و فریب تم پر غالب نہ آتا۔
ہر ایک بات میں ہاں میں ہاں ملانا منافقوں کی خصلت' اور ہر بات میں اختلاف کرنا باعث عداوت ہے۔
خاموشی عالم کے لیے باعث زینت اور جاہل کے لیے پردہ دار جہالت ہے۔
دوست سے دھوکا کھانے' اور دشمن سے مغلوب ہونے سے بچارہ۔
فضول امیدوں پر بھروسہ کرنے سے بچارہ' کہ یہ احمقوں کا سرمایہ ہے۔

فسق و فجور کے مقامات سے دور رہ' کہ یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے مقام اور اس کے عذاب کے محل ہیں۔
جس کلام کو تو اچھا سمجھتا ہے' اسے مختصر کر کہ یہ تیرے حق میں نہایت بہتر اور تیرے فضل و کمال کی نشانی ہے۔
شریر کی کوئی اچھی بات دیکھ کر اس کے دھوکے میں نہ آ' اور شریف کی سختی یا غلطی دیکھ کر اس سے متنفر نہ ہو جا۔
زیادہ تر دشوار یہ ہے کہ جو چیز کمینوں کے ہاتھ میں ہو' انسان اس کا طلب گار بنے۔
تمام لوگوں میں نیک کام پر سب سے زیادہ قادر وہ شخص ہے' جسے غصہ نہ آئے۔
سب سے زیادہ بلیغ اور موثر وعظ یہ ہے' کہ انسان قبرستان کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے۔
سب سے زیادہ سخت گناہ وہ ہے' جو اس کے کرنے والے کی نظر میں چھوٹا ہو۔
رحمت کے زیادہ مستحق یہ تین شخص ہیں (۱) وہ عالم جس پر جاہل کا حکم چلے (۲) وہ شریف جس پر کمینہ حاکم ہو۔ (۳) وہ نیکوکار جس پر کوئی بدکار مسلط ہو۔
دنیا میں جو چیز بہت کم ہے' وہ سچائی اور امانت ہے' اور جو سب سے زیادہ ہے' وہ جھوٹ اور خیانت ہے۔
سب سے اچھا کلام وہ ہے' جس کی حسن فعل تصدیق کرے۔
سب سے زیادہ مصیبت اس شخص پر ہے جس کی ہمت بلند' مروت زیادہ اور مقدرت کم ہے۔
سب سے زیادہ احمق وہ شخص ہے' جو دوسروں کی رذیل صفات کو تو برا سمجھے' اور خود ان پر جما ہوا ہو۔
بے شک اللہ تعالیٰ کی یہ بہت بڑی نعمت ہے' کہ انسان پر گناہوں کا کرنا دشوار ہو۔
بے شک زمین کا پیٹ مردہ اور اس کی پشت بیمار ہے۔ (یعنی پیٹ میں مردے دفن ہیں اور پشت پر جو زندہ ہیں' وہ گرفتار مصیبت ہیں۔)
بے شک تنگدستی نفس کے لیے ذلت کا باعث' عقل دور کرنے والی اور غم و فکر بڑھانے والی ہے۔
بے شک دلوں میں برے برے خیالات گزرتے ہیں مگر سلیم عقلیں ان سے باز رکھتی ہیں۔
بے شک دنیا اور آخرت کی مثال ایسی ہے' جیسے کسی شخص کو دو بیویاں ہوں کہ جب ایک کو راضی کرتا ہے' تو دوسری ناخوش ہو جاتی ہے۔
بے شک دنیا مصیبتوں کا گھر ہے۔ جو شخص جلدی اس سے رخصت ہو جاتا ہے' اس کی اپنی جان پر مصیبت آتی ہے' اور جسے مہلت ملتی ہے وہ فکر معاش' دوست احباب اور عزیز و اقارب کے فراق کی مصیبت میں مبتلا ہے۔
جب عقل کامل ہو جائے' تو کلام کم ہو جاتا ہے۔ وہ آدمی اکثر صحیح بات کرتا ہے۔
جب تم امیدیں باندھتے باندھتے دور جا پہنچو' تو موت کی ناگہانہ آمد کو یاد کرو۔
جب تجھے خالق کا خوف آئے' تو بھاگ کر اس کی بارگاہ میں پناہ لے' اور جب مخلوق کا ڈر ہو' تو ان سے دور بھاگ جا۔
ہر ایک شمار شدہ چیز کم اور ہر ایک خوشی ایک نہ ایک دن کالعدم ہو جاتی ہے۔
جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے' تو اسے یہ توفیق بخشتا ہے' کہ وہ زمانہ کے عبرت ناک واقعات سے عبرت کا سبق حاصل کرتا ہے۔

شریف عالم تواضع اختیار کرتا ہے اور جب کمینہ با علم ہو جائے تو بڑائی کرنے لگتا ہے۔
جب آدمی کا خلق اچھا ہو' تو کلام لطیف ہو جاتا ہے۔
جب کسی احسان کا بدلہ ادا کرنے سے تیرے ہاتھ قاصر ہوں' تو زبان سے اس کا شکریہ ضرور ادا کر۔
جب زاہد لوگوں سے بھاگ جائے تو اس کی تلاش کر' اور جب زاہد لوگوں کو تلاش کرے تو اس سے بھاگ جا۔
جب کسی کام میں اللہ تعالیٰ کی حکمت معلوم نہ ہو' تو اپنے خیالات کو آگے نہ بڑھا۔
جب تو کمزوروں کو کچھ دے نہیں سکتا' تو ان کے ساتھ رحمت و مہربانی ہی سے پیش آ۔
جب تو کسی امر کا خوف رکھتا ہے' تو اس میں داخل ہو جا۔ کیونکہ ہر وقت اس کا خوف رکھنا' اس میں داخل ہونے کی نسبت زیادہ سخت اور برا ہے۔
جب کسی میں ٹیڑھی خصلت معلوم ہو' تو اس کا منتظر رہ' کہ اس میں اس قسم کی اور ٹیڑھی خصلتیں بھی موجود ہوں۔
جو حقوق تیرے نفس کے ذمہ ہیں' ان کی ادائیگی میں تو خود سے تقاضا کر' تاکہ اوروں کے تقاضے سے محفوظ رہے۔
نیک عمل کا ثواب اس کی مشقت کے اندازے پر ملتا ہے۔ آدمی کے چہرہ کا حسن اللہ تعالیٰ کی عمدہ عنایت ہے۔
جس شخص نے بندوں کا شکریہ ادا نہیں کیا' وہ اللہ تعالیٰ کے شکر سے بھی عہدہ بر آ نہیں ہو سکتا۔
بوڑھے کی رائے جوان کی قوت و زور سے زیادہ اور اچھی ہے۔
کسی چیز سے بالکل ناامید ہو جانا' اس کی طلب میں ذلت اٹھانے سے بہتر ہے۔
خوشامد اور تعریف کی محبت' شیطان کے نہایت مضبوط داؤں ہیں۔
بہترین کلام وہ ہے' جس سے سننے والے پر ملال اور بوجھ نہ ہو۔ ہر ایک شخص سے اس کے فہم کے مطابق کلام کر۔
کمینوں کی دولت تمام مخلوق کے واسطے مصیبت ہے۔
صلہ رحمی کی بہت سی صورتیں ایسی ہیں' کہ ان سے قطع رحم بہتر ہے۔
بہت سے سکوت کلام سے زیادہ موثر' بہت سے کلام تیر سے زیادہ تیز اور بہت سی لذتیں ہلاک کرنے والی ہیں۔
ایک دفعہ حضرت علیؓ سے درخواست کی گئی کہ ہم دس آدمی ہیں اور ایک ہی سوال کے جواب جداگانہ چاہتے ہیں۔
آپ نے فرمایا ہاں کہو۔ اس نے یہ سوال پیش کیا "علم بہتر ہے یا مال۔" آپ نے جواب دیا۔

۱۔ علم: اس لیے کہ مال کی حفاظت کرنی پڑتی ہے' اور علم تیری حفاظت کرتا ہے۔
۲۔ علم: اس لیے کہ مال فرعون و ہامان کا ترکہ ہے' اور علم انبیاء کی میراث ہے۔
۳۔ علم: اس لیے کہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے' اور علم ترقی کرتا ہے۔
۴۔ علم: اس لیے کہ مال دیر تک رکھنے سے فرسودہ ہو جاتا ہے' مگر علم کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔
۵۔ علم: اس لیے کہ مال کو ہر وقت چوری کا خطرہ ہے' علم کو نہیں۔
۶۔ علم: اس لیے کہ صاحب مال کبھی بخیل بھی کہلاتا ہے' مگر صاحب علم کریم ہی کہلاتا ہے۔
۷۔ علم: اس لیے کہ اس سے دل کو روشنی ملتی ہے' اور مال سے دل تیرہ و تار ہو جاتا ہے۔

۸۔ علم: اس لیے کہ کثرت مال سے فرعون وغیرہ نے دعویٰ خدائی کیا مگر کثرت علم سے رسول ﷺ پاک نے ماعبدناک حق عبادتک کہا۔

۹۔ علم: اس لیے کہ مال سے بے شمار دشمن پیدا ہوتے ہیں مگر علم سے ہر دلعزیزی حاصل ہوتی ہے۔

۱۰۔ علم: اس لیے کہ یوم قیامت کو مال کا حساب ہوگا مگر علم پر کوئی حساب نہ ہوگا۔

ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ اگر کسی شخص کو کسی مکان میں بند کر کے اس کے سارے دروازے بند کر دیئے جائیں تو رزق اس کو کس طرح پہنچے گا؟ آپ نے جواب دیا' جہاں سے اس کی اجل آئے گی۔

ایک دفعہ کافر نے عین نماز عصر کے لیے تیار ہونے کے وقت آپ سے یہ سوال کیا کہ کون کون سے جانور انڈے دیتے ہیں اور کون کون سے بچے؟ اس کی غرض یہ تھی کہ یہ سب جانوروں کی تفصیل بیان کریں گے۔ اور نماز جماعت کا وقت قضا ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ جن جانوروں کے کان اندر ہیں' وہ انڈے دیتے ہیں۔ اور جن کے باہر ہیں وہ بچے دیتے ہیں۔

ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ انسان مختار ہے یا مجبور؟ آپ نے فرمایا' اپنی ایک ٹانگ اٹھا۔ اس نے اٹھالی۔ پھر فرمایا' اب دوسری ٹانگ بھی اٹھا۔ اس نے مجبوری ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا' بس یہی مثال مختار اور مجبور کی ہے۔

آپ کی ولادت مکہ میں ہوئی۔ آپ آنحضرتؐ کے حقیقی عم زاد برادر تھے۔ پانچ سال کی عمر کے بعد آنحضرتؐ ہی نے آپ کی پرورش و تربیت فرمائی۔ آپ سب سے پہلے دس برس ہی کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ والدین کی ناراضگی اور لوگوں کی مخالفت سے بچنے کے لیے جنگل میں جاکر آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے۔ آنحضرت ﷺ کا شرف دامادی آپ کو بھی حاصل ہوا۔

صحابہ کرامؓ میں جب رشتہ مواخات قائم کیا گیا' تو حضرت علیؓ تنہا رہ گئے۔ آپ آنحضرتؐ کے پاس روتے ہوئے آئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "اے علیؓ! کیوں گھبراتے ہو' تم دنیا و آخرت دونوں جگہ میرے بھائی ہو"

جب آنحضرتؐ غزوہ تبوک پر تشریف لے جانے لگے اور آپ کو مدینے میں رہنے کا حکم دیا تو آپ نے عرض کیا' یا حضرتؐ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ مدینہ میں چھوڑ رہے ہیں۔ مجھے جہاد میں کیوں نہیں لے جاتے؟

آپ نے فرمایا! اے علیؓ! کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ میں تمہیں مدینے میں ایسے ہی چھوڑے جا رہا ہوں' جیسے کہ موسیٰؑ ہارون کو چھوڑ کر گئے تھے۔ مگر یہ بات ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

چونکہ آپ کا دور خلافت زیادہ تر شورش اور خانہ جنگی میں گزرا' ایک معترض نے باعث دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اپنے پیشروؤں کا مشیر میں تھا اور میرے مشیر تمہارے جیسے لوگ ہیں۔

آنحضرتؐ نے ایک دفعہ حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا "اے علیؓ! تمہاری مثال حضرت عیسیٰؑ کی سی ہے۔ یہودیوں نے آپؑ سے ایسی عداوت و دشمنی کی کہ ان کی والدہ مریمؑ صدیقہ پر گندے اتہام باندھے۔ اور نصاریٰ نے ان سے اس قدر محبت کی کہ انہیں "ابن اللہ" کہہ دیا۔ انسان کو دونوں چیزیں ہلاک کرتی ہیں۔ اس درجہ کی دشمنی بھی کہ اتہام سازی اور افترا پردازی پر اتر آئے' اور اس درجہ کی محبت بھی کی' کہ جس میں حد سے زیادہ غلو ہو جائے۔ یہ

کلمات گویا پیش گوئی تھے۔ جو لفظ بلفظ پورے ہوئے۔ یعنی فرقہ خارجی آپ کو حد سے زیادہ برا کہنے لگا۔ دوسرا گروہ رافضیوں کا آپ کی محبت میں حد سے زیادہ غلو کرنے لگا۔ اور گروہ نصیری نے تو آپ کو معبود ہی کہہ دیا۔

تفسیر' حدیث' فقہ' علم قراءت اور علم فرائض میں اپنی نظیر آپ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا "میں علم کا شہر ہوں ابوبکرؓ اس کی بنیاد' عمرؓ اس کی دیواریں' عثمانؓ اس کی چھت اور علیؓ اس کا دروازہ ہے۔" آپ کے بعد امعان نظر سے کام لیا جائے' تو دنیا میں آپ جیسا جامع کمالات نہ ملے گا۔ بے نظیر شجاعت و سخاوت اور بے مثال علمی قابلیت کا یک جا ہونا بہترین کمالات سے ہے۔

آپ کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ جب حضور اقدس' ہجرت کے لیے جانے لگے' تو آپ نے ایثار' جاں نثاری کا ایک عدیم المثال مظاہرہ کیا۔ کفار نے حضورؐ کے بیت مقدس کا محاصرہ کر رکھا تھا' جب کہ آپ آنحضرتؐ کے ارشاد گرامی کی تعمیل میں آپ کے بستر پر بلا خوف و خطر لیٹ گئے۔ یہ کامرانی بھی حضرت علیؓ کے حصے ہی میں تھی کہ خیبر کے قلعوں میں سے ایک قلعہ آپ کے ہاتھوں فتح ہوا۔

سخاوت یہاں تک تھی کہ خود فاقہ کشی کر کے غربا کی امداد فرماتے۔ ایک روز محنت مزدوری کر کے دو درہم لے کر شام کو گھر پہنچے' تو دروازے پہ ایک سائل کھڑا تھا۔ آپ نے دو درہم میں سے ایک سائل کو دے دیا۔ سائل نے بہت غور کے ساتھ اس کو جانچا۔ ایک شخص نے کہا کہ کیا تم نے کوئی چیز فروخت کی ہے' جو اس قدر جانچ پرکھ کر رہے ہو؟ اس نے کہا' ہاں! میں نے اپنی آبرو فروخت کی ہے۔ آپ نے یہ سن کر دوسرا درہم بھی اس کو دے دیا اور معذرت چاہی' کہ میں آبرو کی پوری قیمت نہیں ادا کر سکا۔ تین روز متواتر ایسا ہی واقعہ پیش آتا رہا' کہ مشقت کر کے جو کچھ لاتے' نذر سائل ہو جاتا' اور آپ مع اہل و عیال مسلسل تین روز مبتلائے فاقہ رہے۔

عبدالرحمن بن ملجم اپنے فرقہ خارجی کی ایک حسین و جمیل عورت قطام بنت شحنہ کی محبت میں دیوانہ تھا۔ اس نے کہا کہ میں تم سے اس شرط پر نکاح کر سکتی ہوں' کہ تم علی کو قتل کر دو۔ اس نے کہا' باللہ میں پہلے ہی اسی خیال سے کوفہ میں آیا ہوں۔ اور اب تو ضرور ہی اس کام کو انجام تک پہنچاؤں گا۔ جنون محبت میں وہ ایک زہر میں بجھی ہوئی تلوار لے کر مسجد میں آیا' اور عین حالت نماز میں آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ نے زخمی ہو کر جعدہ بن ہبیرہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ ابن ملجم نہایت تیزی سے تلوار ہلاتا ہوا بھاگا۔ لوگوں نے اس کا تعاقب کیا' لیکن غیر مسلح ہونے کے باعث اسے پکڑ نہ سکے' اتفاق سے مغیرہ بن نوفل کا ادھر سے گزر ہوا' اور اس ہنگامہ میں اپنی چادر اس پر پھینک دی۔ وہ چادر کی لپیٹ میں آ گیا اور قابو کر لیا گیا۔

لوگ حضرت علیؓ کو اٹھا کر گھر لائے اور ابن ملجم کو آپ کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ "اے دشمن الٰہی! کیا میں نے تیرے ساتھ کوئی نیکی اور احسان نہیں کیا تھا؟" ابن ملجم نے جواب دیا' آپ کے بہت سے احسان میری گردن پر ہیں۔ آپ نے فرمایا' "کیا تو نے مجھے ان احسانات کا یہی بدلہ دیا ہے؟" ابن ملجم اس کا کچھ جواب نہ دے سکا۔ اور چپ رہا۔ آپ نے فرمایا "اے لوگو! اگر میں مر جاؤں تو قاتل کو مار ڈالنا۔ اور اگر میں بچ گیا تو خود فیصلہ کروں گا۔" اس کے بعد آپ نے حضرت حسنؓ و حسینؓ اور محمدؓ بن حنفیہ کو پاس بٹھا کر خاص وصیتیں کیں۔ جس میں

متفق رہنے' عدل و انصاف اور رحم و انکساری کی تاکید فرمائی۔ جب آپ وصیت سے فارغ ہو گئے' تو حاضرین سے فرمایا' السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ اس کے بعد آپ نے سوائے کلمہ پاک کے اور کچھ نہیں فرمایا۔ آپ کے دونوں بیٹوں اور حضرت عبداللہ بن جعفر نے آپ کو غسل دیا۔ حضرت حسنؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ تین کپڑوں کا آپ کو کفن دیا گیا۔ جس میں کرتا نہ تھا۔ اور صبح کے وقت دفن کیے گئے۔

تاریخ وفات: ۱۷ ماہ رمضان بہ شب جمعہ سنہ ۴۰ھ ہے۔ عمر ۶۳ سال۔

مدت خلافت: قریباً پانچ سال ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

چار یار اند درجہاں معروف چوں محمد بہ نظم چار حروف
چار یارش مدار ہفت فلک چوں بدر گاہ حق چار ملک
چار یار اند چار حد کمال مشرق و مغرب و جنوب و شمال
چار یار اند باعدالت و داد چوں بہم خاک و آب و آتش و باد
چار یار اند از سر آداب خیمہ شرع را چہار طناب
چار یار اند در وجود بشر چوں دو چشم و دو گوش یک دیگر
چار یار اند با محبت ہم چوں محبت بہ چار حرف بہم
نام مصحف کہ چار حرف نہند انعطاش چہار یار دہند
صدق و عدل و حیا و علم نبی بود در ہر چہار یار خفی
چوں تر انگشت مصطفیٰ ست بہ مشت چار یارش مثال چار انگشت
تا ز قرب نبی شدند دل شاد دو خسر بود' دو داماد

اقوال حضرت جعفر صادقؒ

دروغ گو کو مروت' اور حاسد کو راحت نہیں۔ بد خلق کو سرداری' اور ملوک کو اخوت نہیں۔

جو کوئی خالق تعالیٰ سے انس رکھتا ہے' اس کو خلق سے وحشت ہو جاتی ہے۔

اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے محارم سے بچاؤ' تاکہ عابد ہو' اور جو کچھ قسمت میں ہو گیا' اس پر راضی رہو۔

فاجر سے محبت نہ کر' کہ تجھ پر فسق و فجور غالب آئے گا۔ مشورہ ایسے لوگوں سے کر' جو طاعت الٰہی خوب کریں۔

جو شخص ہر آدمی کے ساتھ محبت رکھتا ہے' وہ سلامت نہیں رہتا۔ اور جو کوئی برے راستے جاتا ہے' اس کو اتہام لگتا ہے۔ اور جو شخص اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھتا' وہ پشیمان ہوتا ہے۔ خوشامدی لوگ تیرے لیے تکبر کا تخم ہیں۔

بہت سی ایسی نیکیاں ہیں کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا ہے' کیونکہ مطیع مغرور گناہ گار' اور گنہگار نادم مطیع ہے۔

آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ درویش صابر فاضل تر ہے یا تونگر شاکر؟ فرمایا درویش صابر' کیونکہ تونگر کا دل کیسہ

میں انکار ہتا ہے' اور درویش کا اللہ تعالیٰ میں۔
عبادت بلا توبہ درست نہیں ہوتی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا ہے۔
آپ نے امام ابو حنیفہؒ سے دریافت کیا' کہ عقلمند کس کو کہتے ہیں؟ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ جو خیر و شر میں تمیز کرے' آپ نے فرمایا۔ یہ تمیز تو بہائم میں بھی ہوتی ہے' کہ مارنے والے اور چارہ دینے والے میں تمیز رکھتے ہیں۔ ابو حنیفہؒ نے عرض کیا کہ آپ کے نزدیک عقلمند کون ہے؟ فرمایا کہ عقلمند وہ ہے جو دو خیر اور دو شر میں امتیاز کرے۔ اور خیر میں خیر الخیر کو اختیار کرے اور شر میں خیر الشرین کو۔
ایک گناہ بہت ہے اور ہزار طاعت قلیل۔ ذوق صوفیا کوئی اور طریق علاوہ کتاب و سنت نہیں ہے۔
ابتلا ایک شرف ہے۔ اسی لیے خاصان حق اس میں مبتلا کیے جاتے ہیں۔ بے حد اعتقاد بربادی' اور نکتہ چینی بد نصیبی۔
علماء کا فقر اختیاری ہوتا ہے اور جہلا کا اضطراری۔ آدمی کی نیک بختی یہ بھی ہے' کہ اس کا دشمن عقل مند ہے۔
متکبر اطاعت کرنے والا عاصی ہے' اور عاصی عذر کے سبب اطاعت کرنے والا ہے۔
توبہ کرنا آسان' لیکن گناہ چھوڑنا مشکل ہے۔ بڑا زاہد دنیا میں یہ ہے' کہ لوگوں کی ملاقات سے کنارہ کش ہو جائے۔
اس کو خوشی ہو جس کی آنکھ شہوات دیکھتی ہے' اور اس کا دل ان شہوات کو نہیں چاہتا۔
ہمارا دین سراپا ادب ہے' جو اس کو ملحوظ نہیں رکھے گا' وہ حرمان نصیب ہے۔
فضیلت اگرچہ جماعت میں ہے' لیکن سلامتی گوشہ نشینی میں۔ زیادہ شکم سیری اور فاقہ کشی دونوں مانع عبادت ہیں۔
قدرت انتقام رکھتے ہوئے غصے کو پی جانا' افضل ترین جہاد ہے۔ جہاد بالسیف سے جہاد بالمال سخت تر ہے۔
کھلی ہوئی عداوت' منافقانہ موافقت سے بہتر ہے۔ مصیبت میں آرام کی تلاش' مصیبت کو ترقی دیتی ہے۔
حقیقی تقویٰ یہ ہے کہ جو کچھ تیرے دل کے اندر ہے' اگر تو اس کو کھلے ہوئے طباق میں رکھ دے' اور اس کو لے کر بازار کا گشت لگائے' تو اس میں ایک چیز بھی ایسی نہ ہو' جس کو اس طرح آشکارا کرنے میں تجھے شرم آئے' یا کوئی اس پر حرف گیری' نکتہ چینی یا انگشت نمائی کر سکے۔
غذا سے جسم کو اور قناعت سے روح کو راحت پہنچتی ہے۔
دوسروں کے مال کا طمع نہ کرنا بھی داخل سخاوت ہے۔
سعید وہ ہے جس کا دل عالم' بدن صابر اور موجودہ پر قانع رہے۔
نزول بلا ہلاکت نہیں بلکہ امتحان کے ہے۔
کم عمر والے کے گناہ اپنے سے کم جان کر اس کی عزت کر۔
نفس اللہ تعالیٰ کا مخالف ہے اور نفس کی مخالفت اللہ تعالیٰ کی دوستی ہے۔ شکایت کا ترک کرنا صبر ہے۔
احسان تین باتوں کے بغیر کامل نہیں ہوتا: یہ کہ اس کو صغیر سمجھے تو عظیم بن جائے گا۔ یہ کہ اس کو مستور رکھے' مستور رکھنے سے تمام یعنی پورا ہو جائے گا۔ یہ کہ اس میں جلدی کرنے سے خوش گوار ہو جائے گا۔

اقوال حضرت غوث الاعظمؒ

جب کوئی تم سے کوئی بات تمہاری بے آبروئی یا رنج دینے والی کسی شخص کی طرف سے نقل کرے' تو اس کو جھڑک دو اور کہہ دو' کہ تو اس سے بھی بدتر ہے' کہ اس نے تو ہماری پس پشت یہ بات کہی ہے' اور تو ہمارے منہ پر کہتا ہے۔ اس نے ہم کو سنائی نہیں تھی لیکن تو نے سنا دی۔

وہ کیا ہی بدنصیب انسان ہے' کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے جانداروں پر رحم کرنے کی عادت پیدا نہیں کی۔

تیرے بڑے دشمن برے ہم نشین ہیں۔ دنیا کی محبت سے خاصان الٰہی کو پہچاننے والی آنکھ اندھی رہتی ہے۔

خوبیوں کا مجموعہ علم سیکھنا' عمل کرنا' اوروں کو سکھانا ہے۔ شکستہ قبریں دیکھ' کتنے حسینوں کی مٹی خراب ہو رہی ہے۔

جو اللہ سے واقف ہوتا ہے' وہ مخلوق کے سامنے متواضع ہوتا ہے۔ وعظ خالصتاً اللہ کر' ورنہ گونگا پن ہی بہتر ہے۔

جس عمل میں تجھے حلاوت نہ آئے' سمجھ کہ وہ عمل ہی تو نے نہیں کیا۔

گمنامی کو پسند کر' کہ اس میں ناموری کی نسبت بڑا امن ہے۔

جب تک کہ سطح زمین پر ایک شخص بھی ایسا رہے' جس کا تیرے دل میں خوف ہو' یا اس سے کسی قسم کی توقع ہو' اس وقت تک تیرا ایمان کامل نہیں ہوا۔ اوروں پر ہر دم نیک گمان رکھ' اور اپنے نفس پر بدظن رہ۔

جب تک تیرا اترانا اور غصہ کرنا باقی ہے' اپنے آپ کو اہل علم میں شمار نہ کر۔

وہ رزق کی فراخی جس پر شکر نہ ہو' اور معاش کی تنگی جس پر صبر نہ ہو' فتنہ بن جاتی ہے۔

اے عالم! اپنے علم کو دنیاداروں کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے میلا نہ کر۔ تیرا کلام بتادے گا کہ تیرے دل میں کیا ہے؟

ظالم مظلوم کی دنیا بگاڑتا ہے' اور اپنی آخرت۔ شروع کرنا تیرا کام ہے' اور تکمیل کرنا اللہ کا۔

عاقل پہلے قلب سے پوچھتا ہے پھر منہ سے بولتا ہے۔ تنہا محفوظ ہے' اور ہر گناہ کی تکمیل دو سے ہوتی ہے۔

بجز اپنی اور اپنے بال بچوں کی ضرورت کے گھر سے باہر مت نکل۔

کوشش کر کہ گفتگو کی ابتدا تیری طرف سے نہ ہوا کرے' اور تیرا کلام جواب بنا کرے۔

غیر ضروری بات کا جواب دینے سے بھی زبان کو بند رکھ' چہ جائے کہ تو خود کوئی فضول بات کرے۔

جسے کوئی ایذا نہ پہنچے' اس میں کوئی خوبی نہیں ہے۔

دنیادار دنیا کے پیچھے دوڑ رہے ہیں' اور دنیا اہل اللہ کے پیچھے۔

مومن کے لیے دنیا ریاضت کا گھر' اور آخرت راحت کا گھر ہے۔ بدگمانی تمام فائدوں کو بند کر دیتی ہے۔

سمجھدار کسی چیز میں خوشی نہیں پاتا' کیونکہ اس کا حلال حساب ہے اور حرام عذاب ہے۔

اللہ کے دشمنوں کو راضی رکھنا' عقل و دانش سے دور ہے۔

اللہ والے تو طاعتیں کرتے ہیں' اور اس پر بھی ان کے دل خوفزدہ رہتے ہیں۔ تم گناہ کرتے ہو' اور پھر بھی بے خوف

ہو۔ یہی تو صریح دھوکا کھانا ہے۔ بچو! بچو!! کہ کہیں اسی حالت میں اللہ تعالیٰ تمہاری گرفت نہ فرمالے۔
نفس کو حق پہنچانے میں اس کی بقا اور حظ پہنچانے میں اس کی فنا ہے۔
بے ادب خالق و مخلوق دونوں کا معتوب و مغضوب ہے۔
ایمان اصل اور اعمال فرع ہیں۔ لہٰذا ایمان میں شرکت سے بچو' اور اعمال میں معصیت سے۔
اول جہل ہوتا ہے' پھر علم' پھر اس پر عمل' پھر عمل میں اخلاص اور پھر عمل قلبی۔
مستحق سائل اللہ تعالیٰ کا ہدیہ ہے' جو بندے کی طرف بھیجا جاتا ہے۔
اگر صبر نہ ہو تو تنگدستی یا بیماری وغیرہ ایک عذاب ہے' اور اگر صبر ہو تو کرامت اور عزت ہے۔
مساکین کو ناخوش رکھ کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ناممکن ہے۔ جو مصیبت تم پر آئے' اس کا علاج مساکین کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔
جس نے مخلوق سے مانگا' وہ خالق کے دروازے سے اندھا ہے۔ خالق کا مقرب وہی ہے' جو مخلوق پر شفقت کرے۔
تو نفس کی تمنا پوری کرنے میں مصروف ہے' اور وہ تجھ کو برباد کرنے میں۔
کفران نعمت اور خودستائی' قرب حق کی ضد ہیں۔
تجھ جیسے ہزاروں کو دنیا نے موٹا تازہ کیا ہے' اور پھر نگل گئی ہے۔
تیری جوانی تجھ کو دھوکا نہ دے۔ یہ عنقریب تجھ سے لے لی جائے گی۔
افلاس گناہوں سے بچاتا ہے' اور تونگری معصیت کا جال ہے۔ افلاس کو اپنا محافظ خیال کر۔
افلاس پر رضامندی بے حد ثواب کا موجب ہے۔ جس کا انجام موت ہے' اس کے لیے کونسی خوشی ہے۔
رحمت کو لے کر کیا کرے گا' رحم کو لے۔ ہر متقی شخص محمد کی آل ہے۔
تجھ کو لوگ تکبر سے بڑا نہیں سمجھ سکتے' بلکہ تواضع سے بڑا ہوگا۔ موت کو یاد رکھنا نفس کی تمام بیماریوں کی دوا ہے۔
اپنے دل کو اللہ کے لیے خالی رکھ' اور اعضا کے ساتھ بال بچوں کی معاش میں مصروف رہ' کہ یہ بھی تعمیل حکم ہے۔
عبادت عادت ترک کرنے کا نام ہے' نہ کہ عبادت کو عادت بنا لینے کا۔
جو نفس کو درست کرنا چاہے' وہ اس کو سکوت اور حسن ادب کی لگام دے۔
اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے قرض طلب کرتا ہے' اور اس کے قاصد سائل لوگ ہیں۔
میں ایسے مشائخ کی صحبت میں رہا ہوں' کہ ان میں سے کسی ایک کے دانت کی سفیدی بھی نہیں دیکھی۔
جہاں تک ہو سکے لقمہ کی اصلاح کر' کہ بنیاد عمل صالح کی یہی ہے۔
اہل اللہ کے نزدیک مخلوق بمنزلہ اولاد کے ہے۔
نامحرم عورتوں اور لڑکوں کے پاس بیٹھنا اور پھر یوں کہنا کہ مجھے ان کی طرف مطلق توجہ نہیں ہوئی' جھوٹ ہے۔ اس بات میں نہ تو شریعت ہی تیری موافقت کرتی ہے' اور نہ ہی عقل سلیم اس سے مطابقت کھاتی ہے' اور یہ شریعت کا انکار عام ہے۔ کیونکہ شریعت نے کسی کو بھی اس سے مستثنیٰ نہیں کیا ہے۔

جب فرشتے تصویر والے گھر میں داخل نہیں ہوتے' تو اللہ تعالیٰ تیرے قلب کے اندر کیونکر داخل ہوگا۔ جبکہ اس میں سینکڑوں ہی مورتیں اور بت جمع ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز جو دل میں جاگزیں ہے تصویر اور بت ہے۔

صالح کی زیارت ہی اس کی حالت کی اطلاع دے دیتی ہے۔

سیاحت و خلوت سے مانوس ہونا' قرب حق کی کنجی ہے۔ نعمت تجھے اپنا پابند نہ بنا لے' کہ منعم سے غافل کر دے۔

اسباب در حقیقت حجاب ہیں' کہ ان کی وجہ سے شاہی دروازہ بند نظر آتا ہے۔

مومن کو نیند کرنا زیبا نہیں' جب تک اپنا وصیت نامہ اپنے سرہانے نہ رکھ لے۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت قلب سے ہوتی ہے' قالب سے نہیں۔

مکانوں کے بنانے میں عمر ختم کر رہا ہے' بسیں گے دوسرے' حساب دے گا تو۔

اے ابن آدم! اللہ تعالیٰ سے اتنا تو شرما' جس قدر تو اپنے دیندار پڑوسی سے شرماتا ہے۔

جب کوئی بندہ گناہ کرنے کے وقت اپنے دروازوں کو بند کر لیتا ہے' پردے ڈال دیتا اور مخلوق سے چھپ جاتا ہے' اور خلوت میں خالق کی نافرمانی کرتا ہے۔ تو حق تعالیٰ فرماتا ہے' اے ابن آدم! تو نے اپنی طرف دیکھنے والوں میں سب سے زیادہ مجھی کو کمتر سمجھا ہے' کہ سب سے پردہ کرنا ضروری سمجھتا ہے' اور مجھ سے مخلوق کے برابر بھی شرم نہیں کرتا۔

یہ مفید نہیں ہے کہ زبان تو ماہر ہو' اور قلب نادان۔ مقتدی بنا رہ' مقتدائے امت نہ بن۔

اپنے مالوں کو شریک الٰہی نہ سمجھو' کہ ان پر بھروسہ کر بیٹھو۔

اے مذاق اڑانے والے! جلد تجھ کو اپنا جواب بھی نظر آ جائے گا۔

اے منافقو! عنقریب تم عذاب الٰہی کو دنیا و آخرت میں دیکھو گے۔ زمانہ حاملہ ہے۔ جلد ہی تم کو نظر آ جائے گا کہ اس سے کیا پیدا ہوتا ہے۔

تیرا عمل عقائد کی دلیل ہے' اور تیرا ظاہر تیرے باطن کی علامت ہے۔

مخلوق کی طرف منہ کرنا' بعینہ حق تعالیٰ کی طرف پشت کرنا ہے۔

گونگا پن اپنی عادت' گمنامی اپنا لباس' اور مخلوق سے گریز اپنا مقصود بنا لے۔ اور اگر تجھ سے ہو سکے' تو زمین میں سرنگ کھود کر اس میں بیٹھ جا۔ اور یہ عادت تیری اس وقت تک رہنی چاہئے' کہ تیرا ایمان بالغ اور جوان ہو جائے۔

خالی تمنا حماقت کا جنگل ہے' جس میں احمق ہی مارا مارا پھرتا ہے۔

رضائے خالق کے خواہش مند! مخلوق کی اذیتوں پر صبر اختیار کر۔ مخلوق کی محبت ان کی خیر خواہی کرنا ہے۔

بلا کے سبب سے حق تعالیٰ کی طرف سے روگرداں مت ہو' کہ وہ اس میں تیری آزمائش کرتا ہے۔

میانہ روی نصف روزی ہے' اور حسن اخلاق نصف دین ہے۔

اے عمل کرنے والے! اخلاص پیدا کر' ورنہ فضول مشقت ہے۔

اس منزل سے جس میں تو ہے ڈرتا رہ' کہ جدھر بھی تو دیکھے گا' تیرے اردگرد درندے ہی درندے ہیں۔

ہر وہ چیز جس پر کہ تیرا اعتماد ہے' ہر وہ شخص جس سے تو ڈرتا' یا جس سے تو کچھ توقع رکھتا ہے' وہی تیرا معبود ہے۔

وصیت خاص: (۱) اطاعت الٰہی کو لازم کر۔ (۲) نہ کسی سے خوف کر نہ طمع رکھ۔ (۳) ساری حاجتیں حق تعالیٰ کے حوالے کر۔ اسی سے مانگ' اور اس کے سوا کسی پر بھروسہ نہ رکھ۔

طالب صادق نہیں' جب تک تو اپنی خوارک میں اپنے ہمسایہ کو اپنے نفس پر ترجیح نہ دینے لگے۔

لوگوں کے سامنے معزز بنا رہ' ورنہ افلاس کے ظاہر کرنے سے لوگوں کی نظروں سے گر جائے گا۔

امیروں کے ساتھ عزت اور غلبہ سے مل' اور فقیروں سے عاجزی اور فروتنی کے ساتھ۔

بہترین عمل دوسروں کو دینا ہے' نہ کہ دوسروں سے لینا۔

جو خلق کے ساتھ خلق میں فراخ ہو' تو وہ خالق سے نزدیک تر ہے۔

رہائش کے قابل گھر' بدن ڈھانپنے کے قدر کپڑا' پیٹ بھر روٹی اور بیوی دنیا نہیں ہے' بلکہ دنیا یہ ہے کہ دنیا کی طرف منہ ہو' اور اللہ تعالیٰ کی طرف پشت کر لے۔ تیری غفلت کی علامت اہل غفلت کے پاس بیٹھنا ہی ہے۔

خلوت میں خاموشی مردانگی نہیں' جلوت میں خاموش رہ۔ مصیبتوں کو چھپا' قرب حق نصیب ہو گا۔

اگر تو نے اللہ تعالیٰ بھی بلند آواز سے کہا ہے' تو اس کی بھی تجھ سے بازپرس ہو گی' کہ خالصاً کہا ہے' یا ریا سے۔

جب ذکر قلب میں جگہ پکڑ جاتا ہے' تو بندے کا اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا دائمی بن جاتا ہے' اگرچہ زبان بند رہے۔

حاکم کے جو حقوق تجھ پر ہیں بجالا' اور وہ چیز جو ان پر واجب ہے مطالبہ نہ کر۔

موت سے پہلے یاد الٰہی میں عزت ہے۔ لوگوں کے کاٹنے کے وقت ہل چلانا اور بیج بونا بے سود ہے۔

مومن اپنے اہل و عیال کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑتا ہے' اور منافق اپنے درہم و دینار پر۔

مخلوق تین طرح کی ہے (۱) فرشتہ۔ (۲) شیطان۔ (۳) انسان۔ فرشتہ سرتاپا خیر اور شیطان سرتاپا شر' اور انسان خیر بھی رکھتا ہے اور شر بھی۔ جس پر خیر غالب ہو' وہ فرشتوں سے اور جس پر شر غالب ہو وہ شیطان سے۔

ہنسنے والوں کے ساتھ ہنسا مت کر' بلکہ رونے والوں کے ساتھ رو تا رہا کر۔

اگر تو خالق کے ساتھ ہے تو اس کا بندہ ہے' اور اگر مخلوق کے ساتھ ہے تو مخلوق کا بندہ۔

آخرت کو دنیا پر مقدم کر' دونوں میں فائدہ حاصل کرے گا' اور جب تو نے دنیا کو آخرت پر مقدم رکھا تو دونوں میں نقصان اٹھائے گا۔ کسی کی دشمنی یا کینہ کے خیال میں ایک رات بھی مت گزار۔

تیرے اخلاص کی علامت یہ ہے' کہ تو خلقت کی تعریف اور مذمت کی طرف توجہ نہ کرے' اور ان کے مالوں میں طمع نہ رکھے۔ بلکہ تو ربوبیت کو اس کا حق دے اور منعم کے لیے عمل کرے' نہ کہ نعمت کے لیے۔ مالک کے لیے' نہ کہ ملک کے لیے۔ حق کے لیے' نہ کہ باطل کے لیے۔

حیات کے دروازے کو جب تک کھلا ہے' غنیمت جانو۔ وہ جلدی ہی تم سے بند کیا جائے گا۔ اور نیکی کے کاموں کو' جب تک تمہیں قدرت ہے' غنیمت سمجھو۔

خالق کے ساتھ ادب کا دعویٰ غلط ہے' جب تک تو مخلوق کے ادب کا خیال نہ رکھے۔

جو شخص اپنے نفس کا اچھی طرح سے معلم نہیں ہو سکتا' دوسرے کا کس طرح ہو گا؟

جب عالم زاہد نہ ہو' تو وہ اپنے زمانہ والوں پر عذاب ہے۔
مومن جس قدر بوڑھا ہوتا ہے' اس کا ایمان طاقتور ہوتا ہے۔
مقسوم کی طلب بے فائدہ تکلیف ہے' اور غیر مقسوم کو طلب کرنا' غضب الٰہی اور ذلت ہے۔
تو خلقت کو راضی کرنے میں خالق کو ناراضگی کی پروا نہیں کرتا۔ دنیا کی عمارت کے عوض آخرت کو برباد کرتا ہے۔
جلدی ہی تو پکڑا جائے گا۔ تجھے وہ پکڑے گا۔ جس کی گرفت حد درجہ دردناک ہے۔
کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ تو اسے حکم کرتا ہے' کہ وہ تیری قسمت کو بدل ڈالے۔ کیا تو اس سے زیادہ حاکم اور اس سے زیادہ عادل اور اس سے زیادہ رحیم ہے؟ تو اور ساری خلقت اس کے بندے ہیں' وہ تیرا بھی اور ان کا بھی منتظم ہے'
اگر تو دنیا اور آخرت میں اس کی صحبت کا خواہشمند ہے' تو سکون' خاموشی اور گونگا رہنا لازم پکڑ۔
قول بے عمل' اور عمل بے اخلاص ناقابل قبول ہیں۔
ایک شخص رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا' میں آپؐ سے محبت رکھتا ہوں۔ فرمایا کہ فقر کے لیے چادر بنا۔ ایک اور شخص نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ بلا کے لیے چادر بنا۔ اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کی محبت فقر و فاقہ اور بلا سے ملی جلی ہوتی ہے۔
تم مشغول ہو ایسی چیز کے جمع کرنے میں جس کو کھا نہ سکو گے' آرزو رکھتے ہو' ایسی چیزوں کی جن کو پا نہ سکو گے' تعمیر کرتے ہو' ایسے مکان جن میں بس نہ سکو گے۔ یہ ساری چیزیں تم کو تمہارے رب کے مقام سے محجوب کرتی ہیں۔
خوش رہو اللہ تعالیٰ کے تغیر و تبدل سے جو کچھ وہ تمہارے حق میں پسند کرے۔ جب تم اس کے ساتھ اس طرح رہو گے' تو بالضرور وہ تمہاری وحشت کو اس سے بدل دے گا۔
صبر اختیار کر' کیونکہ دنیا تو تمام ہی آفات و مصائب کا مجموعہ ہے۔
تکبر' نخوت اور اترانے کو چھوڑ۔ اپنی خوشی کو کم کر' اور حزن کو بڑھا کہ تو دار الحزن یعنی دنیا میں قید ہے۔
جیسا تیرا نفس حق تعالیٰ کے حکم پر راضی ہونے سے منکر ہے' ایسا ہی تو اپنے نفس کا منکر بن۔
چھوڑ دو تکبر کو خالق اور مخلوق پر۔ اپنی حقیقت کو پہچانو اور تواضع اختیار کرو' اپنے نفسوں میں۔ تمہاری ابتدا ایک نطفہ' جس سے گھن آئے' درمیانی حصہ زندگی غلاظت کی پوٹ اور انتہا ایک مردار ہے۔ جس کو پھینک دیا جاتا ہے۔
کیا عجب ہے کہ کل کا دن ایسی حالت میں آئے کہ تو سطح زمین سے گم اور قبر کے اندر موجود ہو' یا اگلی ساعت ہی میں ایسا ہو جائے۔ جو حکم کی تعمیل نہ کرے' لازمی ہے کہ وہ خوشنودی آقا سے محروم رہے۔
اگر محبت دنیا کے سوا ہمارا اور کوئی بھی گناہ نہ ہو' تب بھی ہم مستحق دوزخ ہیں۔
علم سے مراد عمل ہے۔ اگر تم اپنے علم پر عمل کرتے تو دنیا سے بھاگتے۔ کیونکہ علم میں کوئی شے ایسی نہیں جو محبت دنیا پر دلالت کرے۔
تاریخ پیدائش مبارک "ولادت عاشق" سنہ ۴۷۱ھ
تاریخ وفات شریف "معشوق الٰہی" سنہ ۵۶۱ھ رحمتہ اللہ علیہ۔

وجود باری تعالےٰ

مری ہستی ہے خود شاہد وجود ذات باری کی
دلیل ایسی ہے یہ' جو عمر بھر رد ہو نہیں سکتی۔

یہ مسلم ہے کہ تمام اجسام میں کسی نہ کسی قسم کی حرکت پائی جاتی ہے۔ حرکت سے ہماری مراد صرف انتقال مکانی نہیں ہے' بلکہ ہر قسم کے تغیر کا نام حرکت ہے۔ مثلاً جسم بڑھتا ہے یا گھٹتا ہے' یا اپنی اصل حالت پر قائم رہتا ہے۔ پہلی دونوں صورتوں میں تو علانیہ تغیر محسوس ہوتا ہے۔ تیسری صورت بھی درحقیقت تغیر سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ پرانے اجزا فنا ہوتے' اور ان کے بجائے نئے آتے جاتے ہیں۔ یہ دلیل کا پہلا مقدمہ ہے۔ دوسرا مقدمہ یہ ہے' کہ جو چیز متحرک ہے' ضرور ہے کہ اس کا کوئی محرک ہو۔ کیونکہ اگر کوئی خارجی محرک نہیں ہے تو صرف یہ احتمال قائم ہو سکتا ہے کہ خود اس شے کی ذات محرک ہو' اور یہ صحیح نہیں۔ مثلاً یہ ظاہر ہے کہ انسان متحرک بالارادہ ہے۔ اور اگر حرکت اس کی ذاتی ہو' تو چاہئے کہ جب کسی آدمی کے مقدم اعضا جدا کر دیئے جائیں' تو اصل جسم اور جدا شدہ اعضا میں حرکت پائی جائے' حالانکہ دونوں میں سے ایک میں بھی حرکت باقی نہیں رہتی' جب یہ ثابت ہوا کہ ہر متحرک کے لیے کسی محرک کی ضرورت ہے تو ضرور ہے' کہ تمام اجسام کا سلسلہ کسی ایسے وجود پر ختم ہو جو خود متحرک نہیں۔ کیونکہ اگر وہ بھی متحرک ہو تو اس کے لیے بھی محرک کی ضرورت ہوگی۔ اس صورت میں غیر متناہی کا وجود لازم آئے گا۔ اور یہ محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ محرک اول جو خود متحرک نہیں اور تمام اشیا کی حرکت کا باعث ہے' اللہ ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ جو چیز متحرک ہے' ضرور ہے کہ اس کے لیے کوئی محرک ہو۔ اب دو صورتیں ہیں' یا یہ سلسلہ کسی حد تک جا کر ٹھہر جائے گا۔ یعنی اخیر میں ایک ایسی چیز ثابت ہوگی جو بالذات یا بالواسطہ تمام اشیا کی محرک ہے' اور خود متحرک نہیں۔ یہی اللہ ہے۔ یا یہ سلسلہ کہیں ختم نہ ہوگا۔ اس صورت میں غیر متناہی کا وجود لازم آئے گا اور یہ قطعاً ناممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ ازلی ہے۔ اس کے وجود کی ابتدا نہیں۔ ہر زندہ اور مردہ چیز سے پہلے وہی ہے' جس کی دوسری سادہ اور عام فہم دلیل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ قدیم نہیں ہے تو حادث ہوگا۔ اور اگر حادث ہے تو وہ بھی کسی دوسرے پیدا کرنے والے کا محتاج ہے۔ پھر دوسرا تیسرے کا اور تیسرا چوتھے کا علیٰ ہذا القیاس۔ اس سے ایک بے نہایت تسلسل پیدا ہو جاتا ہے' اور تسلسل سراسر ناممکن ہے۔ متسلسل شے حاصل نہیں ہوتی۔ اگر ہوتی ہے تو اسی طرح سے ہوتی ہے کہ ایک ایسے محدث یعنی پیدا کرنے والے پر نوبت پہنچے' جو سب سے اول اور قدیم ہو' اور اسی سے ہماری غرض ہے اور یہ وہی ہے جس کو ہم عالم کا خالق' موجد' پیدا کرنے والا۔ بنانے والا اور حادث کرنے والا کہتے ہیں ۔

جہاں را بلندی و پستی توئی
نہ دانم چہ ہر چہ ہستی توئی

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اعتراف انسان کی اصل فطرت میں داخل ہے۔ علم الانسان کے ماہرین نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے' کہ انسان جب بالکل فطری حالت میں تھا' یعنی علوم و فنون اور تہذیب و شائستگی کا بالکل وجود ہی نہیں ہوا تھا' اس وقت اس نے سب سے پہلے اصنام کی پرستش کی تھی' یا اللہ کی؟ مادہ پرستوں کے سوا دیگر تمام محققین نے فیصلہ

کیا ہے کہ انسان نے پہلے اللہ تعالیٰ کی پرستش اختیار کی تھی۔ مشہور محقق میکس مولر لکھتا ہے کہ ہمارے اسلاف نے اللہ تعالیٰ کے آگے اس وقت سر جھکایا تھا' جب وہ اللہ تعالیٰ کا نام بھی نہ رکھ سکے تھے۔ جسمانی معبو یعنی بت اس حالت کے بعد اس طرح پیدا ہوئے' کہ فطرت اصلی مثالی صورت کے پردے میں چھپ گئی۔ یہی وجہ ہے کہ جس زمانے سے دنیا کی تاریخ معلوم ہے' دنیا کے ہر حصے میں اللہ تعالیٰ کا اعتقاد موجود تھا۔ آشوری' کلدانی' یہود' اہل فینیقیہ تمام کی تمام اقوام اللہ تعالیٰ کی قائل تھیں۔ پلوٹارک کہتا ہے کہ تم دنیا پر نظر ڈالو گے' تو بہت سے ایسے مقامات ملیں گے' جہاں نہ قلعے ہیں نہ سیاست' نہ علم' نہ صناعت' نہ حرفہ' نہ دولت۔ لیکن کوئی ایسا مقام نہیں ملتا' جہاں اللہ تعالیٰ اور اس پر اعتقاد نہ ہو۔ قرآن مجید کی سورہ ابراہیم کے ایک ٹکڑے کا ترجمہ ہے۔ "کیا اللہ کی نسبت بھی شک ہو سکتا ہے جو آسمان و زمین کا موجد ہے۔" چونکہ خارجی اسباب کی وجہ سے بعض اوقات یہ فطری احساس اس قدر دب جاتا ہے کہ محض اشارہ اور تنبیہ کافی نہیں۔ اس لیے اسی پر اکتفا نہیں' بلکہ تجربی اور حسی مقدمات کے ذریعے سے بھی اللہ کریم نے قرآن مجید میں اکثر جگہ استدلال کیا ہے۔ مثلاً

"کیا تم اس پانی کو جو عورت کے رحم میں ڈالتے ہو' دیکھتے ہو؟ کیا اس سے بچوں کو تم پیدا کرتے ہو یا ان کے اور تمہارے پیدا کرنے والے ہم ہیں؟ اور ہم پر کوئی زیادتی نہیں لے گیا (یعنی ہمارے حکم سے کوئی بھاگ نہیں سکتا) اور موت کو ہم نے اس لیے مقرر کیا ہے کہ تم میں سے تمہارے جیسے آدمیوں کو بدل دیں (یعنی تم کو مار ڈالیں اور دوسروں کو پیدا کریں) اور ہم تمہیں دوبارہ اس صورت میں پیدا کریں گے جس کو تم آج نہیں جانتے ہو۔ اور ضرور تم نے پہلے پیدا کرنے کو جان لیا ہے۔ پس کس لیے ہماری قدرت کو یاد نہیں کرتے ہو؟ کیا جو کچھ تم زمین میں بوتے ہو' اس کو دیکھتے ہو؟ کیا اس بیج کو تم اگاتے ہو' یا اس کے اگانے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو جو کچھ تم نے بویا ہے۔ ہم اس کو بے دانہ گھاس بنا دیں۔ پس تم اس سے اندوہناک رہو' اور اپنی کوشش سے پشیمان۔ اور پھر کہو کہ تحقیق ہم تاوان زدہ ہیں' بلکہ ہم روزی سے بے نصیب ہیں۔ کیا تم اس پانی کو دیکھتے ہو؟ جس کو تم پیاس بجھانے کے لیے پیتے ہو؟ کیا اس کو سفید بادل سے تم نے اتارا ہے' یا اس کے اتارنے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اس پانی کو شور اور کڑوا بنا دیں۔ پس اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر کیوں نہیں کرتے؟ کیا تم اس آگ کو دیکھتے ہو' جس کو تم نکالتے ہو؟ کیا اس درخت کو تم نے پیدا کیا ہے' یا اس کے پیدا کرنے والے ہم ہیں؟ اس آگ کو ہم نے نصیحت بنایا ہے' کہ اسے دیکھو تو دوزخ کی آگ کو یاد کرو۔ اور ہم نے اس آگ کو مسافروں اور مقیموں کے لیے متاع بنایا ہے۔"

مرد بینا کو فقط ارض و سما کافی ہے ۔۔۔ یہی نظارہ پئے یاد خدا کافی ہے

انسان کو آغاز تمیز میں جن بدیہی اور حسی مقدمات کا علم ہوتا ہے' ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کو مرتب' باقاعدہ اور منظم دیکھتا ہے' تو اس کو یقین ہو جاتا ہے' کہ کسی دانشمند نے ان چیزوں کو ترتیب دیا ہے۔ اگر کسی جگہ ہم چند چیزیں بے ترتیب رکھی دیکھیں' تو یہ خیال ہو سکتا ہے' کہ آپ سے آپ یہ چیزیں اکٹھی ہو گئی ہوں گی۔ لیکن جب وہ اس ترتیب اور سلیقہ سے چنی گئی ہوں' کہ ایک ہوشیار صناع بھی بمشکل اس طرح چن سکتا' ہے۔ تو یہ خیال کبھی نہیں ہو سکتا' کہ یہ ترتیب خود بخود پیدا ہو گئی ہو گی۔ اس کو ایک اور مثال میں سمجھو' خواجہ حافظؒ یا نظامیؒ و سعدیؒ کا کوئی

شعر لو۔ اس کے الفاظ الٹ پلٹ کر کے کسی معمولی آدمی کو دو اور اس سے کہو کہ ان الفاظ کو آگے پیچھے رکھ کر ترتیب دے۔ وہ سو سو طرح الٹ پلٹ کرے گا' لیکن اتفاقیہ طور پر بھی کبھی یہ نہ ہوگا کہ حافظ" یا نظامی" و سعدی" کا شعر نکل آئے۔ حالانکہ وہی الفاظ ہیں' وہی حروف ہیں۔ صرف ذرا سی ترتیب کا پھیر ہے۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ نظام عالم جو اس قدر باقاعدہ اور خاص سلیقہ کے ساتھ مرتب و موزوں ہے' وہ خود بخود قائم ہو گیا ہو؟ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے وجود پر اسی سے استدلال کیا گیا ہے۔ "یہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہے' جس نے ہر چیز کو خوب پختہ طور سے بنایا۔ اللہ تعالیٰ کی کاریگری میں تم کو کہیں فرق نظر نہ آئے گا۔ پھر دوبارہ دیکھو کہیں دراڑ دکھائی دیتی ہے؟" اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو پیدا کیا' پھر اس کا ایک انداز متعین کیا۔

اللہ تعالیٰ کی بناوٹ میں کوئی رد و بدل نہیں۔ "اللہ تعالیٰ کے طریقے میں تم رد و بدل نہیں پاسکتے۔" اب یہ صاف ظاہر ہے کہ جو چیز کامل' مرتب اور مستحکم النظام ہو گئی' وہ خود بخود پیدا نہیں ہو گئی ہو گی' بلکہ کسی صاحب قدرت اور صاحب اختیار نے اس کو پیدا کیا ہوگا۔ ؎

کیا ہے جس نے اس عالم کو پیدا اس کو کیا کہئے   خرد خاموش ہے اور دل یہ کہتا ہے اللہ کہئے
رہا کن عقل را' باحق ہمی باش   کہ تاب خور ندارد چشم خفاش

آج جب کہ تحقیقات و تدقیقات کی انتہا ہو گئی ہے۔ کائنات کے سینکڑوں اسرار فاش ہو گئے ہیں حقائق اشیاء نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ دی ہے۔ بڑے بڑے فلاسفر اور حکما' انتہائے غور و فکر کے بعد اللہ تعالیٰ کے ثبوت میں یہی استدلال پیش کر سکے' جو قرآن نے پورے چودہ سو سال پہلے نہایت قریب الفہم اور صاف طریقہ میں ادا کیا تھا۔ ؎

در کارخانہ کہ رہ علم و عقل نیست   وہم ضعیف و رائے فضولی چرا کند

باوجود ان تمام کھلے نشانات کے جو شخص کائنات کے ظہور و تخلیق کو محض ایک اتفاق سمجھتا ہے۔ اور اپنے اس خیال پر فخر کرتا ہے کہ یہ کائنات خود بخود پیدا ہو گئی' اور کوئی اس کا پیدا کرنے والا' بنانے والا نہیں ہے' اس کے فتور عقل کی دلیل ہے۔ جب ایک چھوٹا سا کمرہ بھی اس ساز و سامان کے ساتھ خود بخود مرتب نہیں ہو سکتا' تو یہ اتنی بڑی کائنات کسی طاقت کے بغیر کس طرح پیدا ہو گئی؟ اور نہ صرف پیدا ہوئی' بلکہ پیدا ہونے کے بعد ایک ایک چیز میں اس قدر سلیقہ' نظم اور ترتیب پائی جاتی ہے' کہ اس کے حسن و خوبی کا تصور کر کے حیرت و شوق کے عالم میں انسان وجد کرتا ہے۔ صبح و شام کی گردش' موسموں کا الٹ پھیر' ہواؤں کا چلنا' سورج کی ضیا باریاں' چاند کی کشش سے سمندر کے پانی میں گھٹاؤ بڑھاؤ' اوقات مقررہ پر بارشوں کا ہونا' یہ سب چیزیں صانع اور خلاق کے حسن صنعت اور خوبی تخلیق کی کھلی ہوئی نشانیاں اور شہادتیں ہیں۔ کہر' اوس' برف' بھاپ' ہوا' اور پانی کی ضرورتوں اور افادیتوں پر غور کرو گے تو تمہاری نگاہ بصیرت جتنی زیادہ گہرائیوں میں اترتی جائے گی' اتنا ہی خلاق کائنات کے وجود کا زیادہ وثوق و شدت کے ساتھ یقین ہوتا جائے گا۔ اشیاء کے خواص اور مزاج کا خوب تجربہ کرو۔ یہاں تک کہ ایک مجرد حقیقت باقی رہ جائے۔ سائنس اسی مجرد حقیقت کو "نامعلوم قوت" کے نام سے تعبیر کرتی ہے۔ اور اگر تم وجود کی باریکیوں میں جاؤ گے تو ہر قدم پر عقل کو ٹھوکر لگے گی۔ سائنس اس قدر ترقی کے باوجود ایک ذرہ کی ماہیت نہ معلوم کر سکی' تم ریگستان کا کھوج لگانا چاہتے ہو۔

نیند۔شد اندیشہ افزوں ازیں کہ ہستی نیہ بلکہ بیروں ازیں
غلط بالکل یہ دعویٰ ہے اللہ کو جان سکتے ہیں مگر یہ صاف ظاہر ہے اللہ کو مان سکتے ہیں
تعجب کیا اسے محدود ہستی نے نہیں جانا تعجب ہے اگر محتاج ہستی نے نہیں مانا
سمجھ کیا ہے اور کیا سمجھ کی بساط سمندر سے قطرے کہ کیا ارتباط

دنیا میں بڑے بڑے سائنسدان گزر چکے ہیں' لیکن گھاس کو دودھ میں تبدیل کر دینے کا راز کوئی دریافت نہ کر سکا۔ سرسوں کے دانے کی بساط ہی کیا ہے؟ تم دیکھتے ہو کہ وہ زمین کے سخت پردے کو چیرتا ہوا' نرم و نازک سبزی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ شبنم کی بوندیں جن کو تم ذرا بھی قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتے' اس نوزائیدہ نونہال کی پیاس بجھاتی اور سورج کی کرنیں جن کی روشنی کو تم روز پاؤں تلے کچلتے ہو' اس کو اپنی تیز و گرم' مگر مہربان گود میں لے کر پرورش کرتی ہیں۔ ہوا کے جھونکے اس نازک ترین پودے کو جھولا جھلاتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ بچہ جوان ہو جاتا ہے۔ تم نے دیکھا کہ ذرا سے پودے کی کس سلیقہ' ترتیب اور ضبط و نظم کے ساتھ پرورش ہوئی؟ ان اسباب جن کو کسی طرح بھی اتفاقی نہیں کہا جا سکتا' اس کی نشوونما کے لیے جمع ہوئے؟ آخر اس ماحول کو پیدا کر کے اس کو ساز گار اور ان سب اسباب کو جمع کرنے والی کوئی قوت تو ہونی چاہیے۔ مذہب کی اصطلاح میں اسی قوت کا نام "اللہ" ہے۔

باللہ گر بت پرستی کعبہ ات سنگ آورد بے الٰہ اگر کعبہ سازی' بت ز تو ننگ آورد

ذرا غور کرو تو تم دیکھو گے کہ کائنات کا ہر ذرہ نہایت ہی بہتر' نظم اور تربیت یافتہ نظام کے ماتحت پرورش پا رہا ہے' بلکہ اس میں جکڑا ہوا ہے۔ سورج کے طلوع و غروب کا ایک خاص وقت مقرر ہے۔ ہوائیں ایک خاص ترتیب کے ساتھ مخصوص موسموں میں پانی سے اپنی چھاگلیں بھر کر مینہ برساتی' پھولوں کے کھلنے اور سبزے کے لہکنے کے خاص اوقات مقرر ہیں۔ ہر خطہ اور ملک کے ماحول کی نسبت سے پودے' درخت' پھول' جانور' کھانے پینے کی اشیاء' دوائیں' معدنیات پیدا کی گئی ہیں۔ انتہائی سرد ملکوں میں ایسے جانور پیدا کیے گئے جن کی کھالیں' وہاں کے رہنے والوں کا لباس بنیں۔ ریگستانوں میں اونٹ پیدا کیا۔ چونکہ وہاں گھاس اور پانی کی کمی ہوتی ہے۔ اس لیے اونٹ کے معدے کو اس ترتیب کے ساتھ بنایا کہ کئی کئی دن کا چارہ اور پانی ایک ہی وقت میں اپنے معدے کی تھیلیوں میں محفوظ رکھ سکے۔ غور کرو کہ کسی منتظم' مدبر' حکیم' علیم و بصیر اور قادر و برتر ہستی کے بغیر یہ حسن ترتیب ظہور میں آ سکتا ہے؟ "زمین و آسمان کی تخلیق' لیل و نہار کی گردش' سمندر میں چلنے والی کشتی' ہواؤں کے بدلتے رخ' آسمان سے بارش برسنے' زمین سے نباتات اگنے اور حشرات الارض کے پیدا ہونے میں عقلمند قوم کے لیے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں مضمر ہیں۔ اب کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے بادلوں کے سائے میں تمہارے پاس آئیں تو قصہ تمام ہو جائے؟" (قرآن حکیم)

مشکل حکایتے ست کہ ہر ذرہ عین اوست اما نمی تواں کہ اشارت باو کنند

آئزک نیوٹن کہتا ہے کہ "کائنات کے اجزا میں باوجود ہزاروں انقلابات مکان و زمان کے جو ترتیب و تناسب ہے' وہ ممکن نہیں کہ بغیر کسی ایک ذات کے پایا جا سکے' جو سب سے اول ہے اور صاحب علم و اختیار ہے۔"

بہاں در ہمیشہ پیدائی لیک در چشم من نمی آئی

اے کہ در ہیچ جانداری جا بو العجب ماندہ ام کہ ہرجائی

بعض قومیں اللہ تعالیٰ کی مخالفت شروع کر دیتی ہیں' لیکن ان کی خوش قسمتی اور اللہ تعالیٰ کے تحمل کو دیکھیے کہ وہ اسے بھی برداشت کرلیتا ہے۔

دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ بادشمناں نظر داری

بہت سے لوگ اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اپنے اپنے مذہب کی تشریح کر گئے ہیں۔ مگر سچ پوچھو تو تمام جھگڑے' تمام اختلافات' تمام پریشانی' تمام بے اطمینانی ان تشریحات کی بھول ہی سے پیدا ہوئی ہے۔ ورنہ سیدھے سیدھے راستے کے لئے دایاں بایاں کیا؟ واحد کے لیے اختلاف کیا؟ بے نشان کے لیے نشان کیا؟ بے مثال کے لیے مثال کیا؟ اگر بنظر غور دیکھا جائے تو تمام مذاہب کا نصب العین حق پرستی ہے۔ اللہ پرستی کسی خاص فرقے یا قوم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مخصوص تو نہیں کر دی۔ یہ بارگاہ عالی غریب و امیر' معزز و حقیر سب کے لئے یکساں کھلی ہے۔

ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برو کبرو دار و حاجب و دربان دریں درگاہ نیست

اس زمانے کا سب سے بڑا مادہ پرست حکیم ہربرٹ سپنسر کہتا ہے۔ "ان تمام اسرار سے جن کی یہ کیفیت ہے' کہ جس قدر ہم زیادہ غور کرتے ہیں۔ اسی قدر اور زیادہ غامض ہوتے جاتے ہیں' اس قدر قطعی ثابت ہوتا ہے۔ کہ انسان اور تمام نظام عالم کے اوپر ایک ازلی ابدی قوت موجود ہے۔ جس سے تمام اشیا صادر ہوتی ہیں۔"

اے محیط کل تری شانیں ہیں خارج از گماں بحر عظمت ہے تو اک بلبلا ہے آسماں

فرس فرزین خرد اس جاپہ پا افتادہ ہے شاہ خاور عرصہ شطرنج میں اک پیادہ ہے

فرانس کا مشہور فاضل کیمل فلامریان کہتا ہے۔ "تمام اساتذہ یہ سمجھنے سے عاجز ہیں' کہ وجود کیونکر ہوا' اور کیونکر برابر چلا جاتا ہے۔ اسی بنا پر ان کو مجبوراً ایسے خالق کا اقرار کرنا پڑا۔ جس کا موثر ہونا' ہمیشہ اور ہر وقت قائم ہے۔"

محفل میں شمع' چاند فلک پر' چمن میں پھول تصویر روئے انور جاناں کہاں نہیں

پروفیسر لینی لکھتا ہے "اللہ قادر و دانا اپنی عجیب کاریگریوں سے میرے سامنے اس طرح جلوہ گر ہوتا ہے' کہ میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں' اور میں بالکل دیوانہ بن جاتا ہوں۔ ہر چیز میں گو وہ کتنی ہی چھوٹی ہو' اس کی کس قدر عجیب حکمت اور کس قدر عجیب ایجاد پائی جاتی ہے۔"

ہرجا کہ بینم از تو سزاوار سجدہ بر کعبہ می تواں بہر سو نماز کرد۔

توتل انسائیکلوپیڈیا میں لکھتا ہے "علوم طبیعات کا مقصد یہی نہیں' کہ ہماری عقل کی پیاس بجھائے' بلکہ اس کا بڑا مقصد یہ ہے' کہ ہم اپنی عقل کی نظر خالق کائنات کی طرف اٹھائیں اور اس کے جلال و عظمت پر فریفتہ ہو جائیں۔

راسن کہتا ہے "اے آسمانو! مجھ کو خبر دو۔ اے دریاؤ! مجھ کو بتاؤ۔ اے زمین! مجھ کو جواب دے۔ اے بے انتہا ستارو! تم بولو کون سا ہاتھ ہے' جس نے تم کو افق میں تھام رکھا ہے؟ اے شب چہاردہم! کس نے تیری روشنی کو خوبصورت بنایا ہے؟ کس قدر شاندار اور کس قدر عظمت مآب ہے۔ تو خود بتا رہی ہے' کہ تیرا کوئی صانع ہے۔ جس نے تجھ کو بغیر کسی زحمت کے بنایا ہے؟ اس نے تیری چھت کو قبہ ہائے نور سے مرصع و منور کیا ہے' جس طرح کہ اس نے اس قدر

گرانبار سلسلہ کو حصار بنا کر زمین پر نصب کر دیا ہے' اور پھر اس زمین کو باایں ہمہ گرانباری سطح آب پر قائم رکھا ہے۔ اے مژدہ رسان سحر' آفتاب نیر شنگرف اور ہمیشہ روشن رہنے والے ستارہ درخشاں ! آج بتاؤ تو کس کی ادائے طاعت کے لیے پردہ محیط سے باہر آتا ہے؟ اور نہایت فیاضی کے ساتھ اپنی روشن شعاعیں چہار اطراف عالم پر ڈالتا ہے۔ اے پر رعب مہیب سمندر! اے وہ کہ غضبناک ہو کر زمین کو نگل جانا چاہتا ہے' کس نے تجھ کو محبوس کر رکھا ہے؟ جس طرح شیر کٹہرے میں قید کر دیا جاتا ہے' تو اس قید خانے سے بے فائدہ نکل جانے اور زمین کو نگل جانے کی کوشش کرتا ہے۔ تیری موجوں کا زور ایک حد متعین سے آگے ہرگز نہیں بڑھ سکتا۔ اے بادلو! مجھے بتاؤ تم کس طرح سمندر سے پانی حاصل کر کے اسے اٹھائے پھرتے ہو؟ اور جب تک خاص اوقات معینہ پر برس کر عالم کو سیراب نہیں کرتے' اتنی مدت کہاں چھپے رہتے ہو؟ اور زمانہ قحط میں تم کو کونسی طاقت برسنے سے باز رکھتی ہے؟ اور تمہارے متعلق تمام قوانین قدرت کو معطل کر دیتی ہے۔ اور مادہ پرستوں کے وہ تمام دلائل دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ جن کے ماتحت کہ وہ تمہارے برسنے کو منسوب کرتے ہیں۔ پرانے خیالات یا نئی تحقیقات کے مطابق خواہ آسمان گردش میں ہے یا زمین۔ لیکن اے قطب ستارے! تو مجھ کو بتا کہ کونسی طاقت تجھے ایک ہی مقام پر ثابت رکھتی ہے' اور باقی تمام اجرام فلکی کو گردش میں لے آتی ہے؟ اگر ایک سیارے کی رفتار میں ایک سیکنڈ کے کروڑویں حصہ جتنا بھی فرق آجائے تو تمام دنیا زیروزبر ہو جائے۔ تمہیں کونسی طاقت ایک رفتار معین پر اس قدر عرصہ دراز سے چلا رہی ہے؟ وہ کونسا ہاتھ ہے جو بغیر ستونوں کے تم کو معلق تھامے ہوئے ہے؟

کسی ملحد نے ایک شتربان سے سوال کیا' کہ تم اللہ کے متعلق کیا دلیل رکھتے ہو؟ اس نے سادگی سے جواب دیا' کیا اونٹ کے پیٹ میں مینگنیاں تم بناتے ہو؟

ایک بڑھیا چرخہ کات رہی تھی۔ ایک ملحد نے اس سے اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی معقول ثبوت مانگا۔ بڑھیا نے چرخہ چلانا چھوڑ دیا' اور پوچھا کہ اب یہ چرخہ کیوں نہیں چلتا؟ ملحد نے فوراً کہا کہ تم نے چرخہ چلانا چھوڑ دیا ہے۔ بڑھیا نے کہا جب ایک چرخہ بھی بغیر کسی کے چلانے کے نہیں چل سکتا' تو اس قدر عظیم نظام قدرت زمین و آسمان' سورج چاند' ستارے وغیرہ بغیر کسی چلانے والے کے کس طرح چل سکتے ہیں؟

نظام عالم میں سینکڑوں ہزاروں نہیں' بلکہ بے شمار قوانین قدرت ہیں۔ لیکن اگر ان میں سے ایک بھی باہمی توافق و توازن کے مرکز سے ذرا ہٹ جائے' تو تمام نظام عالم درہم برہم ہو جائے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے' کہ کوئی اور بالاتر قوت ہے' جس نے ان تمام قوانین توافق و توازن و تناسب وغیرہ میں ربط و اتحاد قائم کیا ہے' اور وہی اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اس کے متعلق فرماتا ہے۔ "زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اس کا کہا مانتے ہیں بجبر یا بخوشی۔" یورپ کے بڑے بڑے حکما اور فلاسفروں کو اسی بنا پر اللہ کا اقرار کرنا پڑا ہے۔

اسلام کے دعویٰ سے باز آتا ہوں صاحب یہ کون بتائے تمہیں اللہ تعالیٰ کہاں ہے

ملٹن ایڈورڈ کہتا ہے "انسان اس وقت سخت حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ جب یہ دیکھتا ہے کہ ان مکرر و ناطق مشاہدات کے ہوتے ہوئے ایسے لوگ بھی موجود ہیں' جو کہتے ہیں کہ تمام عجائبات محض بخت و اتفاق کے نتائج ہیں' یا بالفاظ دیگر

کہتا ہے' کہ مادہ کی عام خاصیت کے نتائج ہیں۔ یہ فرضی احتمالات و عقلی گمراہیاں جن کو لوگوں نے علم المحسوسات کا لقب دیا' علم حقیقی نے ان کو بالکل باطل کر دیا ہے۔ فزیکل سائنس جاننے والا کبھی اس پر اعتقاد نہیں لا سکتا۔"

ملحدین کا اعتراض کہ اگر اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہوتا تو دنیا کو بتدریج کیوں پیدا کرتا؟ لغو ہے اور ذرا توجہ کے قابل نہیں۔ ایک قطرے کا رحم میں پڑنا' پرورش پانا' گوشت پوست چڑھنا' مختلف اعضا کا پیدا ہونا' جان پڑنا' خون سے غذا پانا اور نور کا پتلا بن کر منظر عام پر آنا' زیادہ اعجوبہ و کمال قدرت کی دلیل ہے' یا دفعتہ بنا بنایا ایک انسان مجسم کا پیدا ہونا؟

کون و مکان شاہد وجود تو اند — حجت اثبات وجود تو اند

یہ اعتراض البتہ توجہ کے قابل ہے' کہ دنیا میں نیکی کے ساتھ برائی کیوں ہے؟ بو علی سیناؒ نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ "دنیا کی تین حالتیں فرض کی جا سکتی ہیں (۱) محض بھلائی ہی بھلائی ہوتی (۲) محض برائی ہی برائی ہوتی (۳) زیادہ بھلائی ہوتی اور کسی قدر برائی۔ اب فرض کرو کہ قدرت کے سامنے یہ تینوں صورتیں پیش ہیں' تو اس کو کیا کرنا چاہیے؟ پہلی صورت کی نسبت کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا' کہ وہ اختیار کرنے کے قابل ہے۔ یعنی بھلائی ہی بھلائی ہوتی۔ دوسری صورت بھی قابل بحث نہیں' کیونکہ ہر شخص کے نزدیک وہ قابل اختیار ہے۔ اور قدرت نے بھی ایسا ہی کیا' یعنی ایسی دنیا پیدا نہیں کی' جس میں برائیاں ہی برائیاں ہوں۔ صرف تیسری صورت بحث کے قابل ہے۔ یعنی قدرت کو ایسا عالم پیدا کرنا چاہیے' جس میں بھلائیاں زیادہ اور برائیاں کم ہوں۔ اگر ایسا عالم پیدا کیا جاتا تو بے شبہ یہ فائدہ ہوتا کہ چند برائیاں عالم وجود میں نہ آتیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی بہت سی بھلائیوں کا وجود بھی نہ ہوتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ چند برائیوں کے لیے دنیا ہزاروں بھلائیوں سے محروم رہ جاتی۔

ابن رشد نے اس اعتراض کا اور جواب دیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دنیا میں جو برائی پائی جاتی ہے' وہ بالذات نہیں بلکہ کسی بھلائی کے تابع اور لازم ہے۔ غصہ بری چیز ہے' لیکن اسی حاسہ کا نتیجہ ہے' جس کی بدولت انسان حفاظت خود اختیاری کرتا ہے۔ یہ حاسہ نہ ہو' تو انسان ایک قاتل کے مقابلے میں اپنی جان بچانے کی بھی کوشش نہ کرے۔

زنا' فسق و فجور بری چیزیں ہیں۔ لیکن یہ اسی قوت سے متعلق ہیں۔ جس پر نسل انسانی کی بقا منحصر ہے۔ آگ گھروں کو جلا دیتی ہے' شہر کے شہر اس سے تباہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر آگ نہ ہو' تو انسان کو زندگی بسر کرنا محال ہو جائے۔ اب صرف یہ شبہ رہ جاتا ہے کہ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ جو چیز پیدا کی جاتی' اس میں اچھائی ہی اچھائی ہوتی اور برائی مطلق نہ ہوتی۔ ابن رشد کہتا ہے کہ ہاں یہ ممکن ہی نہ تھا۔ کوئی آگ ایسی پیدا نہیں کی جا سکتی' کہ اس سے کھانا پکانا چاہیں تو پک جائے' لیکن اگر مسجد جلانا چاہیں تو نہ جلائے۔ باقی یہ اعتراض کہ دنیا میں اکثر اچھے آدمی تکلیف اٹھاتے ہیں' اور برے آدمی عیش و عشرت سے بسر کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کی زندگی اس حیات فانی تک ہی ختم نہیں ہو جاتی۔ اس لیے یہ کیونکر فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ ہم جن کو عیش و عشرت میں بسر کرتا ہوا دیکھ رہے ہیں' یہ ان کی پوری زندگی کی تصویر ہے؟ ہمارے سامنے اس سلسلہ کا بہت چھوٹا سا حصہ ہے' اس کی بنا پر ہم پورے سلسلے کی نسبت کیونکر رائے دے سکتے ہیں؟ علاوہ ازیں ہمیں ایسے لوگوں کے اندرونی حالات سے کیا واقفیت ہے؟ کہ وہ بحیثیت مجموعی کس قسم کی زندگی بسر کر رہے ہیں' اور طبقہ امرا کس قسم کی کش مکش اور بے اطمینانی کی زندگی بسر کرتا ہے' یا وہ کس قسم کے

امراض جسمانی میں آئے دن مبتلا رہتے ہیں؟ برخلاف اس کے' ایک تندرست مزدور ان کے مقابلے میں روکھی سوکھی روٹی کھا کر نعمت صحت سے فیضیاب رہتا' اور اطمینان کی زندگی بسر کرتا ہے۔

اللہ سے غافل اور اس پر یہ نعمت دنیا — اسی کی شان ہے احسان ناسپاس کے ساتھ
گدا اگر میسر شود نان شام — چناں خوش بخسپد چو سلطان شام

برخلاف اس کے

ہفت اقلیم ارگیرد بادشاہ — ہمچناں دربند اقلیم دگر

کسی فلاسفر کا کیا ہی سچا مقولہ ہے؟ کہ دنیا میں اگر تمام رنج و خوشی کو یکجا کر کے پھر ان کو دنیا کے تمام انسانوں میں بحصہ رسدی مساوی تقسیم کر دیا جاتا' تو ہر ایک شخص اپنی حالت سابقہ کو بہتر جانتا اور غنیمت سمجھتا۔ کیا طبقہ امرا حوادث زمانہ اور مرض و مرگ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ قانون قدرت امیر و غریب سب پر یکساں حاوی ہے۔ اور اکثر حالات میں امرا اس میں زیادہ مبتلا پائے جاتے ہیں۔

امید راحت اس دنیا میں تصویر خیالی ہے — کہاں ہے جام عیش ایسا کہ جو تلخی سے خالی ہے

واضح رہے کہ جزا و سزا افعال انسانی کے لازمی نتائج ہیں۔ جو کسی طرح ان سے جدا نہیں ہو سکتے۔ جس طرح شکم پری ہر کھانے کا اور سیراب ہونا پانی پینے کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس بنا پر یہ کہنا صحیح نہیں کہ بہت سے لوگ جو اچھے یا برے کام کرتے ہیں' ان کے نتائج ان کو پیش نہیں آتے۔ نظام عالم میں ہم کو جو برائیاں' ابتریاں اور نقائص نظر آتے ہیں' کون کہہ سکتا ہے کہ واقعی نقائص ہیں' یا اس وجہ سے نظر آ رہے ہیں' کہ نظام عالم کا پورا سلسلہ ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں ہے۔ ایسی حالت میں صرف اتنی بات پر اللہ تعالیٰ کے کمال اور عزت و جلال کا کیونکر انکار کیا جا سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی آواز اس کے کاموں سے نکلتی ہے۔ اس کے کام تمہاری نگاہوں کے سامنے بکھرے ہوئے ہیں' بلکہ تم کو آوازدے رہے ہیں مگر تم فریب نفس میں مبتلا ہو کر آواز کو دیکھنا چاہتے ہو' حالانکہ آواز دیکھی نہیں' سنی جاتی ہے

اللہ کے باب میں یہ غور کیا ہے؟ — اللہ کیا ہے اللہ ہے' اور کیا ہے؟
بڑھاتے کیوں ہو تم لفظوں کو آگے؟ — بساط ذہن پر یہ جور کیا ہے؟

غرضیکہ ذات باری کا اجمالی اعتراف تمام مذاہب اور تمام انسانوں میں پایا جاتا ہے۔ اس بنا پر اسلام نے اس مسئلہ پر چنداں زور نہیں دیا۔ اسلام کے مختصات میں جو چیز ہے' وہ توحید ہے۔ کیونکہ دوسرے مذاہب میں یا تو سرے سے توحید تھی ہی نہیں' یا تھی تو کامل نہ تھی۔ اسی بنا پر کلام مجید میں بار بار کہا گیا ہے کہ "کفار کو بھی اللہ سے انکار نہیں۔ کفار کو جو وحشت ہے' وہ توحید سے ہے۔" کلام پاک میں ہے "جب اکیلا اللہ پکارا جاتا ہے' تو منکر ہو جاتے ہو' اور اگر کوئی شریک کر لیا جائے' تو مان لیتے ہو۔ اور جب اللہ کا تنہا ذکر کیا جاتا ہے' تو منکرین قیامت کا دل بدک جاتا ہے۔"

ہستی کی کیا ضرورت دین کی تعلیم کو — انجم و شمس و قمر کافی تھے ابراہیم کو
کرا زہرہ آں کہ از بیم تو — کشاید زباں جز بہ تسلیم تو

حقیقت یہ ہے کہ جن اسباب سے ہم کو اللہ کے وجود کا یقین ہوتا ہے' بعینہٖ وہی اسباب اسی بات کے بھی شاہد ہیں کہ

اللہ ایک ہی ہے۔ نظام عالم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے' کہ گو وہ بظاہر کثیر الاجزاء یا کثیر الافراد ہے' لیکن سب مل کر ایک ہے۔ یعنی اس کل کا ایک ایک پرزہ دز سرے سے اس قدر وابستہ ہے' کہ وہی ایک شخص اس کو چلا سکتا ہے' جو تمام پرزوں کا موجد اور ان کے باہمی تناسب کا محافظ و نگران ہو۔ اسی دلیل کو قرآن مجید میں اس طرح ادا کیا ہے۔

"اگر آسمان اور زمین میں کئی معبود ہوتے تو نظام عالم بگڑ جاتا۔"

اللہ تعالیٰ کے اقرار و اعتراف کا دل پر جو اخلاقی اثر پڑتا ہے' وہ توحید کامل کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا۔ اطاعت و انقیاد' خشوع و استقلال' توکل اور اخلاص کی حالت اسی وقت دل پر طاری ہو سکتی ہے' جب یہ خیال ہو کہ ہماری تمام حاجتوں' تمام ضرورتوں' تمام امیدوں' تمام اغراض اور تمام خواہشوں کا ایک ہی مرکز ہے۔ انسان میں استقلال' آزادی' دلیری اور بے نیازی کے اوصاف بھی توحید کامل کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتے۔ یک در گیر و محکم گیر' یہی وہ دروازہ ہے جس سے انسان کو اطمینان قلب اور اصل سہارا حاصل ہو سکتا ہے۔ جو شخص ایک کے سوا اور بھی حاجت روا مانتا ہے' اس کا سر ہر آستانے پر جھکنے کو تیار رہے' جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ کسی طرح بھی کامیاب نہیں ہوتا۔

یہ کتا در در پھرے' در در کرے نہ کوئی
ایک ہی در کا ہو رہے' در در در ور ہوئے

اللہ تعالیٰ پرستی انسان کی اصل فطرت میں داخل ہے۔ عالم و جاہل' رذیل و شریف' نیکوکار و بدکار' شاہ و گدا' افریقہ کا وحشی اور یورپ کا اعلیٰ تعلیم یافتہ' سب اس میں برابر کے حصہ دار ہیں۔ اسی کا نام مذہب ہے۔ اور یہی بات اللہ کریم قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ "اپنا منہ سب طرف سے موڑ کر دین کی طرف موڑ۔ یہ وہ اللہ کی فطرت ہے' جس پر اللہ نے انسان کو مخلوق کیا ہے۔ اللہ کی خلقت میں تغیر نہیں ہوتا۔ یہی ٹھیک دین ہے' لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔" "نیز آسمان و زمین میں کس قدر بے شمار نشانیاں ہیں' لیکن یہ لوگ ان پر گزر جاتے ہیں' اور ان کی طرف رخ نہیں کرتے۔ ان کے دل تو ہیں لیکن اس سے سمجھ کا کام نہیں لیتے۔"

میرا تو ہر سخن اسی مطلب کے ساتھ ہے
ہم ہیں اللہ کے ساتھ' اللہ سب کے ساتھ ہے
اللہ کہاں؟ جواب اس کا ہر مقام میں ہے
نہ سمجھے کوئی تو کہہ دو کہ اپنے نام میں ہے
بغیر موت و مصیبت کے چل نہیں سکتا
عجیب راز یہ دنیا کے انتظام میں ہے

جرمن حکیم گیسلر لکھتا ہے "مذہب ابدی چیز ہے' کیونکہ مذہب حس حاسہ کا نتیجہ ہے' وہ کسی زمانے میں معدوم نہیں ہو سکتا۔" فرانس کا مشہور و فاضل معلم رینان جو مذہب کا پابند نہ تھا' اپنی کتاب "تاریخ مذاہب" میں لکھتا ہے۔ "ممکن ہے کہ کل وہ اشیاء جو ہم کو محبوب ہیں' اور کل وہ چیزیں جو لذائذ زندگی میں محسوب ہیں۔ مٹ جائیں لیکن یہ ناممکن ہے کہ مذہب دنیا سے مٹ جائے' یا اس کی قوت میں زوال آجائے۔ وہ ہمیشہ اس بات کا اعلانیہ ثبوت دے گا' کہ مادی مذہب غلط ہے' جو یہ چاہتا ہے کہ انسان کی دماغی قوت اس پست خاکی زندگی تک ہی محدود رہ جائے۔"

پروفیسر ہیسٹر فلسفہ ویلنیہ میں لکھتا ہے "میں کیوں پابند مذہب ہوں؟ اس لیے کہ اس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا تھا کیونکہ پابند مذہب ہونا میری ذاتیات اور فطرت میں ہے۔ لوگ کہیں گے کہ یہ وراثت' تربیت یا مزاج کا اثر ہے۔ میں نے خود اپنی رائے پر یہی اعتراض کیا ہے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ سوال پھر پیدا ہوتا ہے اور وہ حل نہیں ہوتا۔

مذہب کی ضرورت جس قدر مجھ کو اپنی ذاتی زندگی کے لیے ہے' اس سے زیادہ عام سوسائٹی کو ہے۔ میرے خیال میں تو اگر اللہ نہ بھی ہوتا تو بھی ہمیں اسے ایجاد کر لینا چاہئے تھا۔ تاکہ زندگی میں ہمارے لیے ہماری ہر قسم کی بہتری' استقلال' بلند ہمتی' نیک چلنی اور سہارے کا موجب ہوتا۔ مذہب کے شاخ و برگ ہزاروں مرتبہ کاٹ ڈالے گئے ہیں۔ لیکن جڑ ہمیشہ قائم رہی ہے' اور اس نے نئے برگ و بار پیدا کر لیے ہیں۔ اس بنا پر مذہب ابدی چیز ہے۔ جو کبھی زائل نہیں ہو سکتی۔ مذہب کا چشمہ روز بروز وسیع تر ہوتا جاتا ہے' اور فلسفیانہ فکر اور زندگی کے دردناک تجربے اس کو اور گہرا کرتے جاتے ہیں۔ انسانیت کی زندگی مذہب ہی سے قائم ہوتی ہے' اور اسی سے قوت پائے گی۔"

قرار ہمہ ہست برنیستی توئی آنکہ بریک قرار استی

دنیا کے اخلاقی نظم و نسق کو اسی حاسہ مذہبی ہی نے تھام رکھا ہے۔ ورنہ اگر تعلیم و تمدن پر مدار ہوتا تو یورپ کا اخلاقی پلہ اسی قدر تمام دنیا سے بھاری ہو گیا ہوتا' جس قدر تعلیم و تمدن میں اس کا پایہ بلند ہے۔

دنیا میں افراد انسانی کے خاص خاص مختصات یعنی زبان' قوم' ملک' صورت اور رنگ کو حذف کرتے جاؤ' تو جو چیزیں قدر مشترک رہ جائیں گی' ان میں ایک مذہب ہو گا۔ اور یہ بہت بڑی دلیل اس بات کی ہے' کہ مذہب فطری چیز ہے۔ جن چیزوں کو ہم انسان کی فطرت خیال کرتے ہیں۔ مثلاً اولاد' محبت' انتقام کی خواہش اور کمال کی قدردانی وغیرہ وغیرہ' ان کے فطری ہونے کی یہی وجہ قرار دیتے ہیں' کہ تمام دنیا کے آدمیوں میں مشترک پائی جاتی ہیں۔ اس بنا پر جب ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ہر قوم' ہر نسل اور ہر طبقہ کوئی نہ کوئی مذہب رکھتا ہے' تو صاف ثابت ہوتا ہے' کہ مذہب فطری چیز ہے۔ اور انسان جب انتہائی رنج و غم یا شدت مرض میں گرفتار ہوتا ہے' تو بے اختیار وہ اس غائبانہ طاقت یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے' اور اس سے اپیل کرتا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ مذہب کے جو مقدم اصول ہیں' وہ تمام مذاہب میں یکساں پائے جاتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا وجود' اس کی پرستش کا خیال' حیات بعد الموت' اعمال کی سزا و جزا۔ رحمدلی' ہمدردی' عفت کو اچھا سمجھنا۔ جھوٹ' دغا' زنا' چوری کو برا جاننا تمام مذاہب کا اصل اصول ہے۔"

نیست غیر از یک صنم درپردہ دیر و حرم کے بود آتش دو رنگ از اختلاف سنگ ہا

فطرت نے افراد انسانی میں بے انتہا فرق مراتب رکھا ہے۔ دولت و مال' جاہ و حشم' فضل و کمال اور ذہن و ذکا کے عطا کرنے میں ایک طرف تو یہ فیاضی ہے کہ اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ سکندر' تیمور' ارسطو' افلاطون' ہومر' فردوسی اسی فیاضی کے نمونے ہیں۔ دوسری طرف یہ حالت ہے' کہ انسان اور بندر میں اتنا فرق رہ جاتا ہے کہ ڈارون کو نظر تک نہیں آتا۔ بایں ہمہ جو باتیں شرط زندگی اور مدار حیات ہیں' وہ تمام افراد انسانی کو یکساں عطا کی ہیں۔

افریقہ کا جاہل سے جاہل حبشی بھی اسی طرح کھاتا' پیتا' چلتا' پھرتا' سوتا' جاگتا اور بولتا چالتا ہے' جس طرح یونان کا بڑے سے بڑا حکیم اور دنیا کا بڑے سے بڑا بادشاہ ان ضروریات کو انجام دیتا ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے' کہ مذہب کا اس قدر حصہ جو تمام قوموں میں مشترک ہے۔ لازمہ انسانی تھا' اور اس وجہ سے قدرت نے تمام قوموں کو یکساں عطا کیا۔ ارسطو اور بینتھم بہت سے دلائل کے بعد اس نتیجہ تک پہنچے کہ سچائی' دیانت داری' عفت اور حلم اچھی چیزیں ہیں لیکن افریقہ کا ایک وحشی بغیر تعلیم اور بغیر کسی دلیل کے خود بخود ان چیزوں کو اچھا جانتا اور اچھا سمجھتا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ انسان ملحدانہ زیست بسر کر سکتا ہے' مگر وہ دل میں ملحد نہیں ہو سکتا۔ کہتے ہیں کہ ملحد رات کو اللہ تعالیٰ پر آدھا یقین کرتا ہے' اور جہاز میں خطرے کے وقت پورا۔ حکما کہتے ہیں کہ دنیا میں کسی ایسے ملحد کا وجود نہیں ہے۔ جس کو یہ یقین کامل ہو کہ اللہ تعالیٰ نہیں ہے۔

ہندو نے ۔ صنم میں جلوہ پایا تیرا آتش پرستوں نے راگ گایا تیرا
دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے انکار کسی سے نہ بن آیا تیرا
ادھر تسبیح کی گردش میں بابا شیخ صاحب کو برہمن کو ادھر الجھا ہوا زنار میں دیکھا
جو مضطرب ہے' اس کو ادھر التفات ہے آخر اللہ کے نام میں کوئی تو بات ہے

اس سے زیادہ اور کیا کم عقلی ہوگی کہ آدمی یہ یقین کرلے کہ ہمارے چار عناصر ناپائدار اور پانچواں عنصر پائدار' جن سے اجرام فلکی پیدا ہوئے' خود بخود اس خوش اسلوبی سے ترتیب اور صحیح اندازے کے ساتھ ترتیب پاگئے ہیں اور اس کو کسی منتظم اور مدبر و مرتب کی ضرورت نہیں۔

ہے جی میں آفتاب پرستوں سے پوچھئے تصویر کس کی ہے ورق آفتاب میں
اہل جہاں کے کفر و توہم کا کیا علاج آئینہ کہہ رہا ہے کہ آئینہ ساز تھا

انسان کتے کی پرورش کرتا ہے' تو وہ انسان کو اپنا خیر خواہ جان کر کس قدر جاں نثاری اور وفاداری اس کے ساتھ کرتا ہے۔ یہ کام اس سے ہرگز نہ ہوتے اگر انسان' جو اس سے غیر جنس ہے' اس کی اعانت و حمایت نہ کرتا۔ بعینہ انسان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے بشرطیکہ چشم بینا اور دل دانا ہو۔

دو کار است بافر و فرخندگی معبودی از تو' زما بندگی

انسان میں ایک جزو حیوانی ہے' جو اس کو حیوانوں سے ملاتا ہے' اور اک جزو روحانی ہے' جو اسے رحمٰن سے ملاتا ہے۔ پس جب دوسرے رشتے کا تعلق قطع کیا گیا' تو انسان صرف حیوان رہ جاتا ہے اور رحمٰن سے محروم۔ ملحد شیاطین سے بدتر ہیں۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا یقین رکھتے اور اس سے ڈرتے ہیں۔

بہر گوشہ یافتم ثنا خوانمت بہر جا کہ باشم اللہ دانمت

ملحد جنگل میں جب کسی وحشی آدمی کا نقش قدم دیکھتا ہے' تو آدمی کے ہونے کا اس کو یقین ہوتا ہے گو پہلے سے وہاں اس کی صورت نہ دیکھی ہو۔ تو کیا وہ اس خالق اکبر کا یقین نہ کرے گا' جس کے دست قدرت کے نشان سارے عالم پر منقش ہیں۔ تفکروافی صفاتہ ولاتفکروافی ذاتہ

ہم ایسے اہل نظر کو ثبوت حق کے لیے اگر رسول نہ ہوتے تو صبح کافی تھی
کون ساتن ہے کہ مثل روح جس میں تو نہیں کون گل ہے جو ترا مسکن رنگ بو نہیں

اگر اللہ تعالیٰ کے ہونے اور نہ ہونے کے دلائل ہم وزن بھی ہوں' تو بھی اللہ تعالیٰ کے نہ ماننے میں جو بھاری جوکھوں اور خوف ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کے ماننے کی صورت میں بالکل نہیں۔ اگر بخیال ملحد' اللہ نہ ہو' تو ماننے والا اور نہ ماننے والا ہر دو برابر ہیں۔ ماننے والے کا کچھ نقصان نہ ہوا۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ ہے اور ضرور ہے تو پھر یہ کہنے کی ضرورت نہیں

کہ ملحد کی جان پر کیا بنے گی؟

بجز تسلیم شو تا وار ہی ازایں و آں بیدل چو قطرہ محو دریا گشت دریا و اندو کارش

لطیفہ: ایک ملحد ہمیشہ نظام قدرت اور حکمت الٰہی پر معترض رہتا تھا۔ ایک روز اس کا گزر تربوز کے کھیت میں سے ہوا۔ اس چھوٹے سے پودے میں اتنے بڑے بڑے تربوز دیکھ کر قدرت کی اس نامناسب و ناموزونیت پر ہنسا۔ آگے بڑھا تو آموں کا ایک باغ آیا۔ بڑے بڑے تناور درختوں میں چھوٹے چھوٹے آم دیکھ کر نظام قدرت میں یہ اصلاح کی کہ بلحاظ جسامت کے آم کا چھوٹا چھوٹا پھل تربوزوں کے پودے میں اور تربوزوں کا پھل آم پر لگتا تو یہ نہایت موزوں تناسب ہوتا۔ وہ اس مسئلہ پر آم کے پھلوں پر ٹکٹکی لگائے ان کی مناسبت پر غور کر ہی رہا تھا کہ طوطے نے ایک آم کترا جو گر کر سیدھا اس کی آنکھ کے ڈھیلے میں جا بیٹھا۔ آنکھ پھوٹ گئی۔ سخت تکلیف ہوئی۔ لیکن وہ ملحدانہ خیالات سے تائب ہو کر فوراً ہی سجدہ شکر بجالایا کہ اب تو صرف آنکھ ہی ضائع ہونے پر بلا ٹل گئی۔ اگر میری اصلاح کے مطابق اس پر تربوز لگے ہوتے تو جان کی بھی خیر نہ تھی۔

جہاں اس صانع مطلق کی صنعت کے کارخانے عجیب ہیں، وہاں ان کو عجیب کہنے والا انسان خود سب سے بڑا نمونہ روز گار ہے۔ اس صانع حقیقی کی بے شمار قدرتیں بھی حیرت خیز اور محیر العقول ہیں۔ لیکن یہ خاکی پتلا ان سب سے بڑھ کر حیرت میں ڈالنے والا ہے۔ اس کی بناوٹ میں اس صناع حقیقی نے اپنی صناعی کا کمال دکھلایا ہے۔ اول تو انسانی جسم کی سی کل کیا بناوٹ کی خوبی کے لحاظ سے اور کیا مشینری کی لطافت اور باریکی کے لحاظ سے اپنا جواب آپ ہے۔ اس چھوٹی سی آنکھ کے اندر نور کا موجود ہونا اور اس آنکھ کی پتلی میں بڑے بڑے مکانات، پہاڑ حتیٰ کہ آسمان تک کا سما جانا ایک بے نظیر کرشمہ ہے۔ انسان کا دل و دماغ اس سے بھی بڑھ کر عجوبہ ہے۔ جس میں عقل، حکمت کے بحر بیکراں بہہ رہے ہیں۔

ہے آدمی بجائے خود اک منبع کمال گر عقل ہے تو دیکھ لے تو شان ذوالجلال

اگر بہ نسخہ تشریح جسم در نگری شروح صنع دریں جلد مختصر یابی

ترجمہ: اگر تو انسانی جسم کی شرح کی کتاب میں نگاہ مارے تو مختصر سی کتاب میں قدرت کی ساری تشریحات دیکھ پائے گا۔

اگر اللہ ہے اور ہم اس کے یقین کرنے سے سرکشی کریں، تو کیا وہ معدوم ہو جائے گا؟ ہمارے آنکھ جھپکانے سے کیا آفتاب تاریک ہو جائے گا؟

غور سے دیکھو زمین و آسماں کو منکرو! چل بھی سکتا بغیر اللہ سے انتظام اتنا بڑا

دل گواہ است کہ در پردہ دلا رائے ہست ہستی قطرہ دلیل است کہ دریائے ہست

ایک امیر اللہ کی ہستی سے اس شدت کے ساتھ منکر و مخالف ہو گیا تھا کہ اس نے اپنی دیوان خانے میں ایک بڑے تختے پر یہ فقرہ موٹے حروف میں لکھوا رکھا تھا (GOD IS NO WHERE) یعنی "اللہ کہیں نہیں ہے۔" ایک مرتبہ وہ سخت بیمار ہوا۔ ایک دوست اس کی عیادت کو آیا۔ جس کے ہمراہ ایک بچہ بھی تھا۔ دوست مصروف عیادت ہو گیا، اور بچہ کمرے کی تصویروں سے دل بہلاتا رہا۔ ناگاہ بچے کی نگاہ اس تختی پر پڑی۔ جس کو اس نے اپنے معصومانہ انداز اور بلند آواز کے ساتھ اس طرح پڑھا "GOD IS NOW HERE" یعنی "اللہ اب یہاں ہے۔" امیر

ملحد نے جس وقت یہ الفاظ اصل عبارت سے خفیف و نامعلوم تغیر کے ساتھ سنے' تو ان کے حقیقی مفہوم سے متاثر ہو کر اپنی بدعقیدگی سے فوراً تائب ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی اسے صحت عاجل عطا فرمائی۔

جو مضطرب ہے اس کی طرف التفات ہے آخر اللہ کے نام میں کوئی تو بات ہے
دنیا میں جو بے خبر ہے پروردگار سے زندہ ہے شاید اپنے ہی وہ اختیار سے

ایک ملحد مادہ پرست خلیفہ ہارون رشید کے پاس آیا اور کہا "اے امیر المومنین! تیرے عہد کے علما مثلاً امام ابو حنیفہؒ نے اس پر اتفاق کیا ہے' کہ اس دنیا کا کوئی خالق ضرور ہے۔ ان میں سے جو عالم و فاضل ہو' اسے یہاں حاضر ہونے کا حکم دیا جائے۔ تاکہ میں تیرے سامنے اس کے ساتھ بحث کروں' اور ثابت کردوں کہ دنیا کا کوئی بنانے والا نہیں۔ چونکہ امام ابو حنیفہؒ تمام علماء سے افضل تھے' ہارون رشید نے آپ کے پاس پیغام بھیجا اور کہا "اے تمام مسلمانوں کے امام! آپ کو اطلاع ہو کہ ہمارے ہاں ایک مادہ پرست آیا ہے' اور وہ دعویٰ کرتا ہے' کہ صانع کوئی نہیں' اور وہ آپ کو مناظرے کی دعوت دیتا ہے۔" امام صاحب نے فرمایا "میں ظہر کے بعد آجاؤں گا۔" خلیفہ کا پیغامبر آیا اور جو کچھ امام صاحب نے فرمایا' اس کی اطلاع دے دی۔ خلیفہ نے دوبارہ پیغام بھیجا۔ امام ابو حنیفہؒ اٹھے اور خلیفہ کے پاس آئے۔ ہارون رشید نے آپ کا استقبال کیا' آپ کو ساتھ لایا اور مقام بلند پر جگہ دی۔ امراء و روسائے دربار جمع ہو گئے۔ ملحد نے کہا "اے ابو حنیفہؒ! آپ نے آنے میں کیوں دیر لگا دی؟" امام صاحب نے جواب دیا۔ "مجھے ایک عجیب بات پیش آئی' اس لیے دیر ہو گئی۔ وہ یہ کہ میرا گھر دریائے دجلہ کے اس پار ہے میں اپنے گھر سے نکلا اور دجلے کے کنارے آیا' تاکہ اسے عبور کروں۔ میں نے دجلہ کے کنارے ایک پرانی اور شکستہ کشتی دیکھی' جس کے تختے بکھر چکے تھے۔ جونہی میری نگاہ اس پر پڑی' تختوں میں اضطراب پیدا ہوا۔ پھر انہوں نے حرکت کی اور اکٹھے ہو گئے۔ ایک حصہ دوسرے حصہ کے ساتھ پیوست ہو گیا' اور بغیر کسی بڑھئی کے سالم کشتی تیار ہو گئی۔ میں اس کشتی پر بیٹھا' پانی کو عبور کیا اور یہاں آ گیا۔" ملحد نے کہا "اے رئیسو! جو کچھ تمہارا پیشوا اور امام اور تمہارے عہد کا افضل انسان کہہ رہا ہے' اسے سنو! کیا تم نے اس سے زیادہ جھوٹی بات کبھی سنی ہے۔ شکستہ کشتی بڑھئی کے بغیر کس طرح بن گئی؟ اور بغیر ملاح کے کس طرح چل پڑی؟ یہ تو خالص جھوٹ ہے' جو تمہارے فاضل ترین عالم سے ظاہر ہوا ہے۔" امام صاحبؒ نے فرمایا "اے کافر مطلق! اگر کسی کارندے اور بڑھئی کے بغیر کشتی حاصل نہیں ہو سکتی' تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اس قدر عظیم نظام دنیا' بغیر کسی چلانے والے کے چل سکے؟ تو صانع کی نفی کا کیسے قائل ہو گیا ہے؟"

فلسفی کی بحث کے اندر اللہ ملتا نہیں ڈور کو سلجھا رہا ہے' اور سرا ملتا نہیں
برائے دیدن روئے او چشمے دیگرے باید ہر آن چشمے کہ تو داری جمالش رانمی شاید

حضرت علیؓ نے ایک ملحد کے جواب میں وجود باری تعالیٰ کے متعلق بہت سے دلائل پیش کئے۔ آخر میں یہ زبردست ثبوت بھی دیا "عرفت ربی بفسخ العزائم" پہچانا میں نے اللہ کو اپنے ارادوں میں ناکامی سے۔ جس سے ظاہر ہے کہ کوئی بالاتر غائبانہ طاقت ایسی ہے جو تمام انسانی کوششوں کو ناکام بنا کر رکھ دیتی ہے۔ خواہ وہ کتنے قابل یقین اور زبردست اسباب کے ماتحت کیوں نہ ہوں۔

کھلتے ہوئے عقدے نظر آتے ہیں ہزاروں
معلوم ہوا عقدہ کشا بھی ہے کوئی چیز
تدبیر سدا راست جو آتی نہیں اکبر
انسان کی طاقت سے سوا بھی ہے کوئی چیز
ہمہ ہر چہ کر دم' تو برہم زدی
چہ قوت کندبا خدائی خودی

ڈاکٹر جانسن اور آلیور گولڈ سمتھ انگریزوں میں نہایت مشہور ادیب اور ہمعصر گزرے ہیں۔ ان کے زمانے میں یورپ میں ملحدانہ خیالات کا بہت زور ہو گیا۔ ان ہر دو اصحاب نے تردید الحاد کے متعلق ایک سوسائٹی قائم کی۔ ایک روز یہ دونوں ادیب سوسائٹی کے دفتر میں بیٹھے اسی مضمون کے متعلق ایک بلند پایہ اور معرکتہ الاراء کتاب کی تصنیف میں مصروف تھے کہ اندریں اثنا ایک ملحد آ گیا اور تردید الحاد پر تصنیف کتاب کا ذکر سن کر ان کی حماقت پر بہت ہنسا' اور ان کا تمسخر اڑایا۔ ڈاکٹر جانسن نے جو ایک غیر معمولی طویل القامت اور گرانڈیل جوان تھا' اس ملحد کو بوٹ کی ایک ایسی شدید ٹھوکر لگائی کہ اس کی زبان سے شدت درد سے یہ الفاظ بے اختیار نکل گئے "OH MY GOD" (ہائے میرے اللہ) ڈاکٹر نے کہا "یہ ہے وہ اللہ تعالیٰ جس کا تم انکار کرتے ہو۔"

وجود اس کا ثابت ہوا چاہتا ہے
مرا نقش ہستی مٹا چاہتا ہے

ایک دفعہ ایک دہریہ سے حضرت مالک بن دینار ؒ کا ہستی باری تعالیٰ کے سلسلے میں مناظرہ ہوا۔ دونوں طرف سے سوالات و جوابات کا سلسلہ جاری تھا۔ بڑی دیر تک بحث ہوتی رہی' مگر وہ دہریہ قائل نہ ہوا۔ بالآخر اس امر پر فیصلہ ہوا کہ دونوں اپنا ہاتھ آگ میں ڈالیں' جس کا ہاتھ جل جائے' اس کو راہ باطل پر سمجھا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ قدرت الٰہی سے دونوں میں سے کسی کا بھی ہاتھ نہ جلا۔ لوگوں نے کہا اس فیصلے کے مطابق دونوں حق پر ہیں۔ اس بات پر آپ بہت دلگیر ہوئے۔ گھر میں آئے اور سربسجود ہو کر جناب الٰہی میں عرض کیا۔ اے اللہ استر برس کی عبادت و ریاضت کے بعد اس دہریہ کے برابر بھی نہ ہو سکا؟ غیب سے ندا آئی۔ "تجھے حقیقت کا پتہ نہیں۔ یہ محض تیرے ہاتھ کی برکت تھی کہ اس کا ہاتھ نہ جلا۔ اگر وہ تنہا ہاتھ ڈالتا تو ضرور جل جاتا۔"

جب کہا جاتا ہے کہ حضرت تشریف لائیے گا' تو کہتے ہیں انشاء اللہ۔ دکھ درد میں بے اختیار پکارے ہیں' ہائے اللہ! ہر ایک کام شروع کرتے وقت پڑھتے ہیں بسم اللہ۔ اگر تعریف کرتے ہیں تو کہا جاتا ہے سبحان اللہ۔ پانی پلانے یا کھانا کھلانے پر فرمایا جزاک اللہ۔ بوقت ملاقات کہا السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ سو کر اٹھے تو کہا لا الہ الا اللہ۔ جب چھینک آئی تو کہہ دیا الحمد للہ۔ جواب میں کہا یرحمک اللہ۔ یھدیکم اللہ۔ اظہار نفرت پر کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اگر پوچھا آپ کیا کام کرتے ہیں تو کہا توکلت علی اللہ۔ گناہ سے معافی چاہیں تو کہا استغفر اللہ۔ قسم کھانے پر کہیں واللہ' تاللہ۔ بوقت نکاح کہیں امنت باللہ۔ کسی سے محبت ہو تو کحب اللہ۔ بوقت رخصت کہیں فی امان اللہ۔ کسی سے مانگیں تو کہیں واسطے اللہ۔ خیرات پر کہیں فی سبیل اللہ۔ کسی بزرگ کو کہیں اہل اللہ یا ولی اللہ۔ سخی کو کہیں محب اللہ۔ دعا پر آمین اللہ۔ بزرگ کا نام آئے تو لکھیں رضی اللہ۔ یا رحمتہ اللہ۔ اپنا نام لکھیں تو عفی اللہ۔ کسی بات سے پناہ مانگیں تو کہیں نعوذ باللہ۔ کسی خوش رو کو دیکھ کر کہیں فتبارک اللہ۔ کسی کی خوبی دیکھ کر کہیں ماشاء اللہ۔ جھوٹوں کو کہیں لعنت اللہ۔ بادشاہ کو کہیں ظل اللہ۔ غرضیکہ ہر طرف اللہ ہی اللہ۔ (راقم فانی اللہ رحمت اللہ)۔

کلام اکبر

تو ہیں سہ کے دیر میں پاتے ہیں کچھ عروج — افسوس ہے کہ دل متحمل نہ ہو سکا
جو اپنی زندگانی کو فقط اک امتحان سمجھا — اسی نے راحت و تکلیف کا رازِ نہاں سمجھا

اقوال حضرت فضیلؒ

ابتدائے جوانی میں آپ کی یہ حالت تھی کہ بیابان میں خیمہ زن رہتے' اور ٹاٹ کا لباس زیب تن رکھتے۔ آپ کے بہت دوست تھے' لیکن سب چور اور ڈاکو۔ جو مال وہ لاتے' آپ اسے تقسیم کیا کرتے' کیونکہ آپ ان کے سردار تھے اور حسب ضرورت آپ کچھ رکھ لیتے۔ نماز کبھی بلا جماعت نہ پڑھتے۔ اور گروہ میں جو شخص نماز باجماعت ادا نہ کرتا اسے نکال دیتے۔ ایک دن ایک زبردست قافلہ آ رہا تھا' کہ اہل قافلہ نے ڈاکوؤں کی آواز کو سنا۔ ان لوگوں میں ایک شخص کے پاس بہت نقدی تھی۔ اس نے سوچا کہ اس بیابان میں اسے کسی جگہ دفن کر دوں تاکہ اگر قافلہ لوٹا جائے تو نقدی محفوظ رہے۔ وہ اس غرض کے لیے بیابان میں گیا۔ اس نے وہاں ایک خیمہ دیکھا اور اس میں ایک مرد ٹاٹ پوش کو باتسبیح و سجادہ دیکھا۔ اس نے کہا اچھا ہوا' کہ ایک نیک آدمی مل گیا۔ اب روپیہ اس کے سپرد کرتا ہوں۔ وہ آپ کے قریب گیا اور تمام حال بیان کیا۔ آپ نے اسے اشارہ کیا کہ خیمہ میں رکھ دے۔ اس نے وہ روپیہ وہاں رکھا اور خود قافلہ میں آ گیا۔ ڈاکوؤں نے قافلے کو لوٹ لیا تو اس آدمی نے جو کچھ بچا کھچا تھا اٹھایا اور اس خیمہ کی طرف رخ کیا تاکہ اپنی امانت واپس لے۔ جب خیمہ کے قریب پہنچا تو اس نے ڈاکوؤں کو دیکھا کہ وہ مال تقسیم کر رہے تھے۔ اس نے خیال کیا۔ آہ افسوس! میں نے اپنے ہاتھ سے روپیہ ڈاکو کو دے دیا۔ آپؒ نے جب اسے دور سے دیکھا تو آواز دی۔ وہ ڈرتے ڈرتے آپ کے قریب آیا۔ آپ نے کہا' جہاں اپنی امانت رکھی تھی وہاں سے اٹھا لے۔ اس نے وہاں سے تھیلی اٹھا کر اپنا رخ قافلہ کی طرف کیا۔ آپ کے دوستوں نے کہا' ہم نے اس قافلے میں کچھ نقدی نہیں پائی' آپ نے کیوں اسے روپیہ واپس دے دیا؟ آپ نے فرمایا' اس شخص نے مجھ پر نیک گمان کیا تھا' اور میں بھی اللہ تعالیٰ پر نیک گمان رکھتا ہوں۔ میں نے اس کے گمان کو سچا کر دکھایا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ میرے گمان کو سچ کر دکھائے۔ اس کے بعد انہوں نے دوسرا قافلہ لوٹا اور مال لے گئے۔ جب کھانے پر بیٹھے تو قافلے کے ایک آدمی نے ڈاکوؤں سے پوچھا' کیا تمہارا سردار نہیں؟ انہوں نے کہا' دریا کے کنارے نماز پڑھ رہا ہے۔ اس نے کہا' نماز کا وقت نہیں۔ انہوں نے کہا نماز نفل پڑھ رہا ہے۔ اس نے کہا کہ پھر تمہارے ساتھ کھانے میں کیوں شامل نہیں ہے؟ انہوں نے جواب دیا' روزہ رکھتا ہے۔ اس نے کہا' ماہ رمضان تو نہیں؟ انہوں نے جواب دیا' نفلی روزے رکھتا ہے۔ اس آدمی کو تعجب ہوا' اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا روزہ' نماز' چوری' ان کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ آپ نے فرمایا' کیا قرآن شریف جانتا ہے؟ اس نے کہا' ہاں جانتا ہوں۔ فرمایا کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی (ترجمہ) "میں اور دوسروں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا اور نیک اعمال کو ملا دیا۔" وہ آدمی آپ کی حالت پر حیران رہ گیا۔ آپ بڑے باہمت و بامروت تھے۔ قافلہ میں عورت ہوتی

اسے کچھ نہ کہتے۔ جس کے پاس مال کم ہوتا اسے نہ لوٹتے اور ہر ایک کو کسی قدر مال واپس دے کر چھوڑ دیتے۔ آپ کی تمام توجہ بھلائی کی طرف ہوتی۔ ایک رات ایک قافلہ جا رہا تھا' اس میں ایک آدمی یہ آیت پڑھتا تھا۔ (ترجمہ) "کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تمہارا سویا ہوا دل بیدار ہو جائے۔" اس آیت نے آپ کے دل پر زبردست اثر کیا۔ گویا تیر تھا جو آپ کی جان پر لگا۔ آپ نے ایک درد بھری فریاد کی اور سچی توبہ کرلی۔ جس کا اندازہ آپ کے اقوال سے ہوتا ہے۔

حق تعالیٰ سے دوستی کی غایت یہ ہے' کہ منع و عطا اس کے سامنے برابر ہوں۔

جو حق تعالیٰ سے ڈرتا ہے' تمام چیزیں اس سے ڈرتی ہیں اور جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا' کوئی اس سے نہیں ڈرتا۔

دین کی اصل عقل' عقل کی اصل علم اور علم کی اصل صبر ہے۔

ہر شے کی زکوٰۃ ہے' اور عقل کی زکوٰۃ طوالت غم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریمؐ ہمیشہ مغموم رہا کرتے تھے۔

ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمائیں۔ آپ نے پوچھا' کیا تیرا والد فوت ہو گیا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا جو شخص والد کی وفات کے بعد بھی وعظ کا محتاج ہو' اس کو کوئی نصیحت کارگر نہیں ہو سکتی۔

عیسیٰ بن یونسؒ مکہ میں آئے۔ تو لوگوں نے انہیں مسجد حرام میں گھیر لیا' اور مشتاقوں کا اژدہام ہو گیا۔ آپ ان کے پاس سے گزرے اور قریب آکر فرمایا۔ "اے بھائی! اپنے دل کو دیکھ' شاید اس اژدہام کی وجہ سے اس میں کچھ تغیر آگیا ہو۔ انہوں نے ایک ساعت تک اپنے نفس میں غور کیا' پھر فوراً اٹھ کھڑے ہوئے' اور پھر کبھی ایسا موقع پیدا نہ ہونے دیا کہ لوگ آپ کے گرد جمع ہو سکیں۔

تم اپنے عالموں کی تعریف کس طرح کرتے ہو' حالانکہ ان کی گردنیں موٹی' ان کے جسم فربہ' ان کے لباس باریک اور ان کی خوراک میدہ و مرغن اشیا ہیں۔

جب شیطان انسان سے چار باتوں میں سے ایک حاصل کر لیتا ہے' تو کہتا ہے مجھے اور کی ضرورت نہیں۔ اول اس کا تکبر کرنا۔ دوم اپنے اعمال کو زیادہ سمجھنا۔ سوم اپنے گناہوں کو بھول جانا۔ چہارم پیٹ بھر کر کھانا' کہ یہ سب کی جڑ ہے کیونکہ باقی تینوں باتیں اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔

اگر انسان چالیس سال کی عمر تک پہنچ کر بھی گناہ نہ چھوڑے' اور اپنی سرکشی سے تائب نہ ہو' تو شیطان اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہے' کہ نجات نہ پانے والے چہرے پر میں فدا ہوں۔

عالم بدخو کی صحبت سے فاسق خوش خلق کی صحبت بدرجہا بہتر ہے۔

منافق کی علامت غیر موجود صفت کی تعریف پر خوش ہونا' اور موجود عیوب کی مذمت پر خفا ہونا ہے۔

آپ ایک دفعہ بازار میں اپنے عیال کے لیے روٹی لینے گئے۔ دیکھا کہ نانبائی روٹی بیچنے کے وقت کلمہ اور درود وغیرہ پڑھ کر گرم بازاری کرتا ہے۔ آپ نے اس سے نہ خرید کیا' اور آپ مع بال بچوں کے سب بھوکے سوئے اور دوسرے روز ایک خاموشی سے روٹی فروخت کرنے والے سے روٹی لائے۔

مومن درخت خرما لگاتا ہے' اور ڈرتا ہے کہ کہیں اس کا پھل کانٹے نہ ہوں۔ منافق کانٹے بوتا ہے' اور خواہش کرتا ہے کہ ان میں چھوہارے لگیں۔ جو اچھے کو اچھا نہ جانے' وہ برے کو برا نہیں سمجھتا۔

جس کا غصہ زیادہ ہے' اس کے دوست کم ہیں۔ جس نے بدمعاش پر انعام کیا اس نے بدمعاشی کی امداد کی۔ جس نے کسی سے سوال کیا اس نے ذلت اٹھائی' جس نے بے عمل سے علم سیکھا اس نے جہالت کو ترقی دی۔ جس نے بیوقوف کو علم پڑھایا' اس نے بے فائدہ عمر ضائع کی۔ جس نے ناشکر گزار پر احسان کیا اس نے اپنی نیکی ضائع کی۔

احسان یہ ہے کہ تو دوست کا احسان مند ہو' اگر اس نے تجھ سے کچھ لیا ہے۔ کیونکہ وہ اگر نہ لیتا تو تجھے ثواب نہ ہوتا۔ نیز اس نے تجھ سے سوال کیا اور تجھ ہی سے اس کو امید تھی۔

زبانی استغفار کرنا بغیر اس کے کہ گناہوں سے طبعیت اکھڑ جائے' جھوٹوں کی توبہ ہے۔

انجام کی خرابی ابتدا کی برائی سے ہوتی ہے۔ لہٰذا ابتدا کو اچھا بنا۔

مجھے رونا آتا ہے جب میں دنیا کو عالم کے ساتھ کھیلتے دیکھتا ہوں۔

سچی دوستی کی علامت یہ ہے کہ دوست کی عزت اس کی مفلسی کی حالت میں' اس کی تونگری سے بڑھ کر کرے۔ کیونکہ افلاس تونگری سے اشرف ہے۔ لہٰذا مفلس بھی بلحاظ اپنے مرتبہ کے زیادہ اکرام کا مستحق ہے' نہ کہ مفلسی کی وجہ سے اس کو ذلیل سمجھا جائے۔

بعض لوگوں کی قدر میرے دل میں ہوتی ہے' مگر جب میں انہیں کھانے میں اسراف کرتے دیکھتا ہوں' تو وہ اپنے قلت تقویٰ کے باعث میری نظر میں حقیر ہو جاتے ہیں۔

فرماتے جو کسی ریاکار کو دیکھنا چاہے' وہ مجھے دیکھ لے۔ پھر داڑھی ہاتھ میں پکڑتے' روتے اور کہتے۔ اے فضیل! جوانی میں تو فاسق' اور پیری میں ریاکار ہو گیا ہے۔ واللہ فسق ریاکاری سے بدرجہا بہتر ہے' کہ اس کی خرابی ظاہر ہے اور اس کی خرابی پوشیدہ ہے۔

کسی شخص نے آپ کو روتے دیکھا' پوچھا' کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا ان غریب مسلمانوں کے رنج میں روتا ہوں جنہوں نے مجھ پر ظلم کیا' اور فردائے قیامت ان کے پاس عذر نہ ہوگا اور وہ سزا پائیں گے۔

ہارون رشید سے فرمایا' اگر نجات چاہتا ہے' تو رعایا کے ضعیف العمر مسلمانوں کو اپنا باپ' جوانوں کو اپنا بھائی' چھوٹوں کو اپنا فرزند' عورتوں کو ماں بہن سمجھ' ان سے اس طرح معاملہ کر' جیسے اپنے ماں باپ' بہن بھائی سے معاملہ کرتا ہے۔

جس حالت میں کہ دنیا مٹی کی ہے' اور فانی۔ اور آخرت سونے کی ہے اور باقی ہے' تو رغبت آخرت کے ساتھ ہونی چاہئے' نہ کہ دنیا کے ساتھ۔

انسان کو دنیا میں کوئی شے نہیں دی گئی' جب کہ آخرت کے توشے اس کے لیے کم نہیں کیے گئے۔

تین چیزوں کی تلاش نہ کر' کیونکہ نہ پاؤ گے۔ ایسا عالم کہ جس کا علم میزان عمل میں پورا ہو' نہ پاؤ گے اور بلا علم کے رہو گے۔ ایسا عامل جس کا اخلاص عمل کے موافق ہو' نہ پاؤ گے اور بلا عمل رہو گے۔ تیسرے بھائی مت ڈھونڈو' جو بے عیب ہو' کیونکہ یہ بھی نہ پا سکو گے۔ اور بغیر بھائی کے رہو گے۔

اگر کوئی تجھ سے پوچھے کہ تو حق تعالیٰ کو دوست رکھتا ہے' تو چپ رہ۔ کیونکہ اگر تو کہے گا کہ نہیں' تو کافر ہوگا۔ اگر تو کہے' ہاں' دوست رکھتا ہوں تو تیرے افعال دوستوں جیسے نہ ہوں گے اور یہ محض جھوٹ رہے گا۔

بعض لوگ جائے طہارت میں سے پاک باہر آتے ہیں۔ بعض لوگ خانہ کعبہ میں سے پلید ہو کر آتے ہیں۔

عقلمندوں کے ساتھ جنگ کرنا' بیوقوفوں کے ساتھ حلوا کھانے سے زیادہ آسان ہے۔

جو شخص چارپایہ کو لعنت کرتا ہے' تو چارپایہ کہتا ہے' کہ میری اور تیری طرف سے آمین ہو' اور جو مجھ اور تجھ میں سے اللہ تعالیٰ کا زیادہ گنہگار ہے' اس پر لعنت ہو۔

اگر مجھے خبر دیں کہ تیری ایک دعا قبول ہو گی' جو کچھ چاہتا ہے' طلب کر' تو میں وہ دعا بادشاہ کے حق میں کروں گا' کیونکہ میری اصلاح کے لیے دعا محض میری اصلاح کے لئے ہو گی۔ اور بادشاہ کی اصلاح سے تمام خلق الٰہی کی اصلاح ہو گی۔

جس شخص کو تنہائی سے وحشت' اور مخلوق سے موانست ہے' وہ سلامتی سے بعید ہے۔

جب رات ہوتی ہے' تو میں خوش ہوتا ہوں' کہ خلوت نصیب ہو گی۔ جب صبح ہوتی ہے' تو غمگین ہوتا ہوں' کہ اب لوگ آئیں گے اور مخل عبادت ہو کر مبتلائے تشویش کریں گے۔

میں اس شخص کا نہایت احسان مند ہوں' کہ میرے پاس سے گزرے اور مجھے سلام نہ کرے۔ جب بیمار ہوں' تو میرے عیادت کو نہ آئے۔

ایک آدمی آپ کی زیارت کو آیا۔ آپ نے پوچھا کس غرض سے آیا ہے؟ اس نے کہا' اس لیے کہ آپ سے آسائش حاصل کروں اور موانست کروں۔ آپ نے فرمایا' اللہ کی قسم یہ بات بجائے آسائش و موانست کے' تکلیف و وحشت سے نہایت قریب ہے۔ تم اس لیے آئے ہو' کہ مجھے جھوٹ سے فریب دو' اور میں جھوٹ سے تمہیں فریب دوں۔

خلیفہ ہاروں رشید سے فرمایا' کہ تیری تمام سلطنت میں اگر کسی رات ایک بے نوا بڑھیا کسی گھر میں بھوکی سوئی ہو گی' تو وہ روز قیامت تیرا دامن پکڑے گی' اور تجھ سے جھگڑا کرے گی۔ اس گرانباری اور اپنی لاچاری پر نظر رکھ۔

جب حق تعالیٰ اپنے بندے کو اپنا دوست بناتا ہے تو اس کو بہت سی تکالیف دیتا ہے' اور جب اپنا دشمن بناتا ہے تو اس پر دنیا فراخ کر دیتا ہے۔

اقوال حضرت بایزید بسطامیؒ

ذکر الٰہی کثرت عدد سے نہیں ہے' بلکہ حضور بے غفلت کا نام ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت یہ ہے' کہ دنیا و آخرت ہر دو کو دوست نہ رکھے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مقبول وہ شخص ہے' کہ جو بار خلق کھینچے' اور خوئے خوش رکھے۔

کسی نے دریافت کیا کس طرح حق کو پہنچنا چاہیے۔ فرمایا اندھا' بہرا اور لنگڑا بن کر۔

کسی نے دریافت کیا کہ آپ بھوک کی کیوں اس قدر تعریف کرتے ہیں؟ فرمایا کہ اگر فرعون بھوکا ہوتا تو انا ربکم الاعلیٰ (میں معبود ہوں) ہرگز نہ کہتا۔

اللہ تعالیٰ کی پہچان کی نشانی ہے کہ خلق سے بھاگے۔ ادنیٰ بات جو عارف کو ضروری ہے' وہ ہے ملک و مال سے پرہیز۔

کسی نے کہا کہ متکبر کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا کہ جو شخص تمام عالم میں اپنے سے زیادہ کوئی چیز خبیث سمجھے۔
خوش خلقی اور خاموشی ہلکی ہیں پیٹھ پر اور بھاری ہیں میزان پر۔
برے اعمال اللہ تعالیٰ کے ساتھ صریح دشمنی کے مترادف ہیں۔
ایک مرید نے کہا' میں بتیس سال سے آپ کے پاس رہتا ہوں۔ آپ ہر روز میرا نام دریافت فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا' میں ہنسی نہیں کرتا۔ جب سے اس کا نام دل میں آگیا ہے' کچھ یاد نہیں رہتا۔
ایک مرتبہ آپ نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھی۔ بعد نماز امام نے پوچھا' کہ آپ کا کھانا پینا کہاں سے چلتا ہے؟ آپ نے جواب دیا' کہ ذرا صبر کرو پہلے میں نماز کا اعادہ کر لوں' تب تمہاری بات کا جواب دوں گا۔ کیونکہ جو شخص روزی دینے والے کو نہ جانے' اس کے پیچھے نماز روا نہیں۔
جو نیکی فی الفور کسی نور یا علم کا پھل نہ دے' اس کو نیکی نہ گن۔ اور جس گناہ کے بعد فوراً اللہ تعالیٰ کا خوف اور توبہ میسر آجائے' اس کو گناہ نہ گن۔ نفس ایک ایسی چیز ہے جو ہمیشہ باطل کی طرف رخ کرتی ہے۔
نزع کے وقت آپ نے فرمایا۔ "میں نے تجھے یاد کیا غفلت سے' اور میں نے تیری خدمت نہیں کی' مگر سستی سے۔
اپنے آپ کو اتنا ہی ظاہر کر' جتنا کہ تو ہے' یا ویسا ہو جا' جیسا اپنے آپ کو ظاہر کرے۔
اگر کل میدان قیامت میں یہ کہیں کہ تو نے کیوں نہ کیا؟ تو میں اسے پسند کرتا' کہ یہ کہیں کہ "تو نے کیوں کیا؟"
جو شخص کثرت خواہشات سے اپنے دل کو مردہ بنائے۔ اس کو لعنت کے کفن میں لپیٹو' اور ندامت کی زمین میں دفن کرو۔ اور جو نفس کو خواہشات سے باز رکھتا ہے' اس کو رحمت کے کفن میں لپیٹو اور سلامتی کی زمین میں دفن کرو۔
لوگوں نے آپ کو بتایا' کہ فلاں مقام پر ایک نہایت بزرگ شیخ ہے۔ آپ اس کے دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے۔ جب آپ اس کے قریب پہنچے' تو اس مرد نے تھوک قبلہ کی طرف پھینکی۔ یہ دیکھ کر آپ اسی وقت واپس ہو گئے' اور فرمایا' اگر اسے کچھ بھی طریقت میں دخل ہوتا' تو شریعت کے خلاف عمل نہ کرتا۔
جس کو اللہ تعالیٰ مقبول کرتا ہے' اس پر ظالم کو مسلط کرتا ہے' جو اس کو رنج دیتا ہے۔
معرفت یہ ہے کہ مخلوق کی حرکات و سکنات کو بواسطہ خالق جانے۔
تواضع یہ ہے کہ درویشوں سے تواضع کرے' اور امیروں سے تکبر۔
توکل یہ ہے کہ تو زندگانی کو ایک دن کے لیے جانے' اور کل کی فکر نہ کرے۔
وہ زمانہ غربت اسلام کا ہے' جس میں علما مفتونِ دنیا ہوں۔
ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میری عیال زیادہ ہے' اور معاش کم ہے۔ فرمایا' اپنے گھر میں جا' جس کو تو دیکھے کہ اس کا رزق مجھ پر ہے' اس کو نکال دے اور جس کو تو دیکھے کہ اس کا رزق اللہ تعالیٰ پر ہے' اس کو گھر میں رہنے دے۔
جیسا تم اللہ کو کل کے لیے چاہتے ہو' تم آج اس کے لیے ویسے بن جاؤ۔
نیک بخت وہ ہے کہ نیکی کرے اور ڈرے' اور بد بخت وہ ہے کہ بدی کرے اور مقبولیت کی امید رکھے۔
جو گن کر کام کرتا ہے' اس کا اجر بھی گن کر ملتا ہے۔ (مراد تسبیح) بہشت کی بغیر عمل طلب' بجائے خود ایک گناہ ہے۔

اقوال حضرت مجدد الف ثانیؒ

جمعیت خاطر سے حق کی عبادت میں مشغول رہ' اور متعلقین کا غم حق تعالیٰ کے سپرد کر۔
اس دشمن کا دفعیہ سخت مشکل ہے' جو اطاعت کی راہ سے آئے۔
دنیادار اور دولتمند بڑی بلا میں گرفتار ہیں' کہ دنیا کی مسرت کو دیکھتے ہیں' اور ردائی مضرت ان سے پوشیدہ ہے۔
گوشہ نشینی بے فائدہ اشغال سے منہ موڑنے کا نام ہے۔ گناہ کے بعد ندامت بھی توبہ کی شاخ ہے۔
دنیا کی مصیبتیں بظاہر زخم ہیں۔ مگر در حقیقت ترقیوں کا موجب ہیں۔ حادثات دنیا کی تلخی کڑوی دوا کی مثل ہے۔
اللہ کے دشمنوں سے الفت کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ دشمنی ہے۔
عجب یہ ہے کہ اپنے اعمال صالحہ اپنی نظر میں پسندیدہ دکھائی دیں۔ ناقص پیشوا آخرت کی کھیتی کا ناقص تخم ہے۔
دل آنکھ کے تابع ہے۔ آنکھ کے بگڑنے کے بعد دل کی حفاظت مشکل ہے' اور دل کے بگڑ جانے کے بعد شرمگاہ کی حفاظت مشکل تر ہے۔ کفر کے بعد سب بڑا گناہ دل آزاری ہے' خواہ مومن کی ہو یا کافر کی۔
عورت کا نامحرم مرد سے ملائم گفتگو کرنا داخل بدکاری ہے' اور اس کا باریک کپڑے پہننا ننگی ہونے کے حکم میں ہے۔
علماء اس پارس پتھر کی مثل ہیں' جو اوروں کو سونا بناتے' مگر خود پتھر کا پتھر رہتا ہے۔
اسلام غریبوں ہی میں ظاہر ہوا' اور عنقریب غریبوں ہی میں رہ جائے گا۔
دولتمند ہر پیغمبر کو جھٹلاتے رہے' اور مسکین غریب ہی ان کی تصدیق کرتے رہے ہیں۔
دولتمندی سے زیادہ کوئی چیز ایمان میں خلل انداز نہیں۔ نفس امارہ کا مقصود ہمہ تن ہمسروں پر بلندی چاہنا ہے۔
اہل و عیال کے ساتھ حد سے زیادہ محبت مت کر' کہ ضروری کام میں فتور آئے۔
خلق کے ساتھ ضرورت سے زیادہ اختلاط مت رکھ' کیونکہ زیادہ اختلاط زیادہ مضرتوں کا سبب ہوتا ہے۔
جب تک تم میں سے کوئی دیوانہ نہ ہوگا' مسلمانی کو نہ پہنچے گا۔ دیوانہ ہونا اس مقصود میں ہے' کہ اسلام کی بقا کی خاطر اپنے نفع و ضرر سے درگزر کیا جائے۔ جس شخص میں محبت غالب ہوگی' اس میں درد و حزن زیادہ تر ہوگا۔
ہمارا طریق صحبت ہے' کیونکہ خلوت میں شہرت' اور شہرت میں آفت ہے۔
گوشہ نشینی اختیار کرنے میں چاہئے کہ مسلمانوں کے حقوق ضائع نہ ہوں اور خود خدمت خلق سے محروم نہ رہے۔
کمزور پر حملہ کرنا بزدلی ہے' ہم پلہ پر بد خلقی ہے' اور زبردست پر شوخ چشمی ہے۔
جس کے پاس بیوی' گھر' نوکر اور سواری ہو' وہ بادشاہ ہے۔ اہل اللہ کو تجارت ذکر اللہ سے غافل نہیں کرتی۔
اللہ کو جاننا یہ ہے کہ شرک نہ کرے' اور رسول کو رسول' سمجھنا یہ ہے کہ اس کے سوا کسی کی پیروی نہ کرے۔
نفس پر شریعت کی پابندی سے زیادہ کوئی چیز دشوار نہیں ہے۔
سماع و رقص کو پسند کرنا تو درکنار' ہم ذکر جہر کی طرف بھی توجہ نہیں کرتے۔

شعر خوانی اور قصہ گوئی بدبختوں کے نصیب کر اور اپنے لیے خاموشی سرمایہ بنا۔
کسی فقیہ نے کسی زمانے میں سماع و رقص کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا' جو اس کو جائز بتلائے' ہرگز اس کا اعتبار نہ کرو۔
(غنا اور سرود کی حرمت میں بے شمار آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ وارد ہیں)۔
موذن منادِ رحمٰن اور گویا منادِ شیطان۔ سرود و نغمہ ایک زہر ہے' جو شہد میں ملا ہوا ہے۔ اور گانا بجانا زنا کا منتر ہے۔
ذکر جہر سے اس قدر پرہیز چاہیے کہ کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ بھی دل میں پڑھے۔
صغیرہ کا اصرار کبیرہ تک اور کبیرہ کا اصرار کفر تک پہنچا دیتا ہے۔
مجلس مزامیر میں شریک ہونا حرام ہے۔
اللہ تعالیٰ کے کرم پر مغرور ہونا' اور عفو کی امید پر گناہ کرنا شیطان کا کھلا فریب ہے۔
دولتمندوں کی صحبت زہر قاتل اور ران کے چرب لقمے دل کو سیاہ کرنے والے ہیں۔
شیر دنیاوی موت کا موجب ہے' اور صحبت امراء آخرت کی موت کا۔ متکبروں کے ساتھ تکبر کرنا صدقہ ہے۔
دنیا میں آرام کا خواہاں بیوقوف اور عقل سے دور ہے۔ آخرت کا کام آج کر۔ دنیا کا کام کل پر چھوڑ دے۔
جس نے دولتمند کی تواضع اس کی دولتمندی کے سبب کی' اس نے دو حصہ دین برباد کر ڈالا۔
ہر عمل جو موافق شریعت ہے' ذکر میں داخل ہے' اگرچہ خرید و فروخت ہو۔
اس اجتماع سے الگ رہ' جو تفرقہ کا باعث ہو۔ درویشی میں طول امل کفر ہے۔ ظاہر در اصل باطن کا نمونہ ہے۔
خلاف شریعت ریاضتیں اور مجاہدات خسارہ ہی خسارہ ہیں۔ جو ضرورت گناہ پر مجبور کرے شرعاً مردود ہے۔
ترک دنیا سے مراد اس میں رغبت کو ترک کرنا ہے' کہ نہ کسی کے آنے کی خوشی ہو' اور نہ جانے کا غم۔
عورت اور بے ریش لڑکا ایک حکم رکھتے ہیں۔ بلا استطاعت سفر حج تضیع اوقات ہے۔
علما کی سیاہی کا پلہ شہیدوں کے خون سے زیادہ بھاری ہے۔ اظہار عجز عبادت ہے۔
دوسری نظر تیرے لئے وبال ہے۔ پہلی نظر وہ ہے' جو بلا قصد ہو' اور دوسری نظر وہ ہے جو قصداً ڈالی جائے۔
ناراض ہونے کے خیال سے حق بات دوست کو نہ بتلانا' حق دوستی نہیں۔
احسان سب جگہ بہتر ہے' لیکن ہمسایہ کے ساتھ بہترین ہے۔ ضروری حاجتیں دنیا طلبی میں داخل نہیں ہیں۔
دوپہر کا سونا' جو بہ نیت سنت ہو' ان کروڑ شب بیداریوں سے بہتر ہے' جو اتباع سنت کی نیت سے نہ ہوں۔
دنیا کی محبت آخرت کی رغبت سے دور ہوتی ہے' اور آخرت کی رغبت اعمال صالحہ کی بجالانے پر وابستہ ہے۔
عارف و پیشوا بھی عمل بجالانے میں طالب علموں کے ساتھ برابر ہیں۔
زندگی کی فرصت بہت کم ہے' اور ہمیشہ کا عذاب یا راحت اسی پر مرتب ہے۔
معرفت الٰہی ان پر حرام ہے' جن کے باطن میں دنیا کی محبت رائی کے دانے جتنی بھی ہو۔
نرم خو اور متواضع کے لیے جہنم حرام ہے۔ جس کو نرمی عطا ہوئی' دنیا و آخرت عطا ہوئی۔
حق تعالیٰ کو حق تعالیٰ ہی سے پاسکتے ہیں نہ کہ تفکر و تخیل سے۔ ہر ایک تعلق اللہ کی طرف سے روگردانی کا باعث ہے۔

دنیا ایک نجاست ہے' جو سونے میں چھپائی گئی ہے۔ تمام مخلوقات میں زیادہ محتاج انسان ہے۔
سب سے زیادہ عذاب عالم بے عمل پر ہو گا۔
نفس کی کمال مخالفت اتباع شریعت میں ہے۔ شر نفس شیطان کے شر سے زیادہ ہے۔
زکوٰۃ کا ایک پیسہ نفلی طور پر سونے کا پہاڑ صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔
فضیلت خلفائے صحابہؓ ترتیب خلافت کے مطابق ہے۔
ہمارا ایمان ہے کہ حق تعالیٰ ہمارے قریب اور ساتھ ہے۔ لیکن یہ قرب و معیت ہماری سمجھ سے باہر ہے۔
اگر گناہ اس قسم کے ہیں' جو بندوں پر مظالم اور ان کے حقوق کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں تو ان سے توبہ کا طریق یہ ہے کہ ان بندوں کے حقوق اور مظالم مناسب طریقے پر ادا کیے جائیں' اور ان سے معافی مانگ کر ان پر احسان کریں۔
دنیا کاشت کاری اور تخم ریزی کا مقام ہے' نہ کہ کھانے اور سو رہنے کا۔
اہل خانہ تمہاری رعیت ہیں' اور تم ان کی نسبت سوال کیے جاؤ گے۔
پیر وہ ہے جو اپنے مرید کے مال میں اپنی خواہش نہ پائے۔ کیونکہ یہ مرید کی ہدایت کے مانع ہے۔
سہو و نسیان نوع انسان کا لازمہ ہے' اور خطا و غلطی اس جہان کا خاصہ ہے۔
ہر دل ایک تمنا رکھتا ہے' اور اس فقیر کی تمنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبیؐ کے دشمنوں کے ساتھ سختی کی جائے' اور ان کے جھوٹے معبودوں کو ذلیل و خوار کیا جائے۔ فقیر کا یقین ہے کہ اس سے زیادہ کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور محبوب نہیں ہے۔ علمائے بد وہ ہیں جو خلق کے نزدیک عزت کے خواہاں ہیں۔
ماکولات میں حد اعتدال مقصود پر پہنچنے کے لیے کافی ہے۔ اس رعایت کے ہوتے ہوئے زیادہ فکر کی حاجت نہیں۔
اعمال صالحہ ایمان کو زیادہ نہیں بلکہ روشن کر دیتے ہیں' اور اعمال مذمومہ ایمان کو کم نہیں بلکہ مکدر کرتے ہیں۔
اہل کرم وہ ہیں' جو غیر کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم رکھیں۔ انبیا کے قول کے مقابلے میں حکما کا قول رد ہے۔
نیک بات دوستوں کو پہنچا دے' اور مخالفوں سے بحث مت کر۔
اہل خسران کی پریشان کن باتوں سے رنجیدہ خاطر نہ ہو' بلکہ سن ہی مت۔
مومن دریافت کرنے والا ہے' اور منافق فوراً گرفت کرنے والا۔
بھائی کا حق اس جگہ معاف کرا لے' ورنہ وہاں نیکیاں دینی پڑیں گی۔
شریعت دنیا و آخرت کی سعادتوں کی ضامن ہے۔ اعلیٰ نصیحت یہ ہے کہ پیروی نبی اکرم ﷺ اختیار کر لو۔
اہل اللہ سے کرامت مت ڈھونڈو۔ ان کے وجود ہی کو کرامت جانو۔ کوئی جاہل ولی نہیں ہوا' اور نہ ہو گا۔
عمل کی سستی پر مغفرت کی امید ہے' لیکن بد اعتقادی پر نہیں۔
جس گناہ کے بعد ندامت نہ ہو' اندیشہ ہے کہ اسلام سے باہر کر دے۔
علم الہام کیا جاتا ہے نیکوں کو' اور بد بخت اس سے محروم رکھے جاتے ہیں۔
ایک مرتبہ حضرت امام ربانیؒ جہانگیر بادشاہ کے ہمراہ تھے' اور لشکر سلطانی دریائے گنگا پر خیمہ زن ہوا۔ حضرت نے جمیع

تابعین کو منع کر دیا کہ اس دریا کا پانی کوئی نہ لے کہ ہندوؤں کا معبد ہے۔ وہاں سے دور ایک کنواں تھا' وہاں سے پانی منگوایا۔ ایک دفعہ آپ کا قیام ایک ایسے مقام پر ہوا' جہاں کنوئیں کا پانی کھاری تھا۔ کسی مخلص نے دریائے جمنا کا پانی جو وہاں سے تین چار کوس پر تھا' آپ کے استعمال کے واسطے منگوایا۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ جمنا کا پانی پینے میں اس کی تعظیم پائی جاتی ہے۔ اس سے فقط استنجا کریں۔

ایک حافظ قرآن فرش پر بیٹھا ہوا قرآن مجید پڑھتا تھا۔ حضرت نے خیال کیا' تو اپنے نیچے فرش زیادہ پایا۔ جیسا کہ صدر نشین کے نیچے ہوتا ہے۔ فی الفور زیادہ فرش اپنے نیچے سے نکال دیا' اور اس حافظ قرآن کے ہم فرش ہو گئے۔ ایک دن آپ رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں بیٹھے تو دیکھا کہ ناخن پر سیاہی کا نقطہ لگا ہے۔ دل میں خیال گزرا کہ یہ نقطہ اسباب کتابت حروف قرآنی سے ہے' مع اس کے اس جگہ بیٹھنا خلاف ادب ہے۔ یہ سوچ کر فی الفور باہر نکل آئے' اور ہاتھ دھو کر پھر استنجا کو تشریف لے گئے۔

مختصر حالات: حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی ملقب بہ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی ولادت باسعادت سنہ ۹۷۱ھ میں بمقام سرہند ریاست پٹیالہ (مشرقی پنجاب) میں ہوئی۔ آپ حنفی المذہب تھے۔ آپ کے مسلک کا اصل اصول "اتباع سنت سنیہ واجتناب از بدعت نامرضیہ" ہے۔ آپ تصوف کے امام تھے آپ نے گانے بجانے کو "حرام" قرار دیا۔ اور رہبانیت کو ترک کرنے کا حکم دیا' کہ یہ خلاف سنت ہے۔ آپ کے کشف و کرامات کو دیکھ کر جہانگیر بادشاہ تائب ہو کر آپ کے سلسلہ طریقت میں داخل ہوا' اور اس نے مندرجہ ذیل احکام شریعت پھر جاری کیے۔ (۱) شاہی دربار میں سجدہ تحیہ موقوف کیا (۲) ذبیحہ گاؤ پر سے پابندی ختم کر دی (۳) خلاف شرع احکام منسوخ کر دیئے۔

آپ نے ۶۳ سال کی عمر پائی اور بتاریخ ۲۸ ماہ صفر ۱۰۳۴ھ آپ کا وصال سرہند میں ہوا' اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کا مزار زیارت گاہ عالم ہے۔

آپ کو شروع شروع میں احیاء سنت کے لیے بڑے بڑے مصائب اٹھانے پڑے' اور آپ نے آیت کریمہ یعنی اقم الصلوۃ وامر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علی ما اصابک پر بڑی اولوالعزمی سے عمل کر کے بہترین نمونہ دنیا کے لیے چھوڑا۔

ایک وقت آیا جب کہ جاہل متصوفین اور دنیادار علما کو اپنی کساد بازاری کے خطرے نے مجدد صاحب کی مخالفت پر آمادہ کیا۔ اور بعض دوسرے برخود غلط مذاہب نے جو امیدیں اپنے مذہب کی اشاعت اور دین اسلام کے فنا کرنے کی قائم کی ہوئی تھیں' کامیاب نہ ہوتی دیکھیں' تو ان سب نے مل کر ایک منظم اور مکمل سازش کی اور امام ربانی کے خلاف ایسا زبردست پروپیگنڈا کیا کہ جو کامل مصداق وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال تھا۔ بادشاہ جہانگیر کو چند مکتوبات قدسیہ کے حوالے قطع و برید کے ساتھ سنائے گئے۔ ان کا غلط مطلب سمجھا کر برہم کیا گیا۔ ازاں جملہ ایک بات یہ سمجھائی گئی کہ شیخ احمد اپنے آپ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے افضل کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

حضرت امام ربانیؒ کو ان سب باتوں کے متعلق اپنے متوسلین کے ذریعے سے پتہ ملتا رہا۔ مگر آپ ان تمام بدعتوں کے مٹانے اور یاد الٰہی سے کبھی بھی غافل نہ ہوئے اور مریدان باصفا کو حق پر قائم رہنے کی تلقین فرماتے رہے۔

یہ معاملہ بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچا کہ بادشاہ نے آپ کو طلب کیا۔ آپ تشریف لے گئے اور بادشاہ کو اصل حقیقت سمجھا کر کامل طور پر مطمئن کر دیا۔ مفسدوں نے جب دیکھا کہ ان کا وار خالی گیا ہے' تو فوراً بادشاہ کو کہا کہ حضور یہ شخص بڑا خطرناک اور سلطنت کا باغی ہے۔ دیکھیے تمام علمائے کرام سجدہ تعظیمی کے جواز کا فتویٰ دے چکے ہیں مگر یہ اب تک مخالفت کر رہا ہے۔ اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ اس شخص کو حکم دیا جائے کہ حضور کو سجدہ کرے۔ یہ کبھی اس حکم پر عمل نہیں کرے گا۔ یہ بات بادشاہ کے دل میں اتر گئی۔ اس نے فوراً حاضر ہونے کا اور اپنے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت امام ربانیؒ نے اس حکم پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا سجدہ از روئے نص قرآنی خالق کے لیے مخصوص ہے۔ اس سے بڑھ کر حماقت اور بطالت کیا ہو گی' کہ ایک مخلوق اپنی ہی جیسی عاجز و محتاج مخلوق کو سجدہ کرے' یہ سن کر جہانگیر کی وہی حالت ہوئی' جو بہترین انبیاء کا فرمان عالیشان سن کر خسرو پرویز' شاہ ایران کی ہوئی تھی ؎

زتیزی گشت ہر مویش سنانے زگرمی ہر رگش آتش نشانے

اسی غیظ و غضب میں امام صاحب کو قتل کا حکم صادر ہوا۔ مگر مصلحت وقت کے تحت غیر محدود وقت کے لیے قید کا حکم سنایا گیا۔ اور راجپوت ریاست گوالیار کا قید خانہ آپ کے قدوم سے رشک جنت بنا۔

قید سے رہائی بھی آپ کی روشن کرامات میں سے ہے۔ مگر دشمنوں نے پھر کہہ کر بادشاہ سے حکم دلوا دیا کہ چند روز آپ ہمارے ساتھ لشکر میں رہیں۔ گو یہ چیز امام کے لیے قید سے کم تکلیف دہ نہ تھی۔ لیکن کام جو بنا' اسی سے بنا۔ بادشاہ کو آپ کی صحبت نصیب ہوئی' اور اس صحبت نے اس کے باطن کو مزکی کر دیا۔ پھر تو بادشاہ آپ کا غلام تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ نے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کی۔ شراب و کباب اور دوسرے منہیات سے کامل بے تعلقی اختیار کی۔ ولادت مبارک ۱۴ شوال سنہ ۹۷۱ھ۔ وفات ۲۸ صفر سنہ ۱۰۳۴ھ' عمر ۶۳ سال۔ رحمتہ اللہ علیہ

اقوال حضرت ابوالحسن خرقانیؒ

صدق یہ ہے کہ دل باتیں کرے۔ یعنی وہ بات کہے جو دل میں ہو۔

مخلوق کی اذیت پر صبر کرنا منجملہ علامات ولایت ہے۔ برائی سے یاد نہ کرو مردوں کو' کہ وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکے۔

فقیر کا تنفس کسی خواہش کے لیے جس پر اس کو قدرت نہیں ہے' غنی کی ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

جو اللہ تعالیٰ کے واسطے تو کرے وہ اخلاص ہے' اور جو خلق کے واسطے کرے' وہ ریا ہے۔ ایسے آدمی کی پاس مت بیٹھو کہ تم اللہ تعالیٰ کی بات کہو اور وہ کچھ اور کہے۔

گریہ پیدا کر کہ تیری آنکھ سے پانی نکلے' اور اللہ تعالیٰ چشم گریاں رکھنے والے کو دوست رکھتا ہے۔

علامت اس مصیبت کی جو بوجہ عقوبت ہوتی ہے' عدم صبر ہے اور علامت اس بلا کی جو واسطے بلندی درجات کے ہوتی ہے۔ رضا و موافقت و طمانیت نفس ہے۔ سکون نفس قبول مدح پر اشد تر ہے ذل معصیت سے۔

رسول اللہ ﷺ کا وارث وہ شخص ہے' جو رسول کریمؐ کے فعل کی اقتدا کرے' نہ وہ کہ کاغذ سیاہ کرے۔

حضرت شبلیؒ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ کچھ نہ چاہوں۔ فرمایا' یہ بھی ایک خواہش ہے۔

بشریت انکار کرتی ہے' رجوع الی اللہ ہونے سے 'مگر مصیبت کے وقت۔

فرمایا چالیس سال سے میں نے روٹی وغیرہ کچھ نہیں پکائی۔ البتہ مہمانوں کے واسطے' اور میں اس میں طفیلی رہا ہوں۔

فرمایا سب سے زیادہ وہ دل روشن ہے کہ اس میں خلق نہ ہو۔ اور سب سے زیادہ سیاہ دل وہ ہے جس میں خلق نہ ہو۔

فرمایا نماز' روزہ اچھی چیز ہے' لیکن غرور و حسد دل سے دور کرنا ان کو زیادہ اچھا بنا دیتا ہے۔

فرمایا بہت روؤ اور مت ہنسو۔ بہت خاموش رہو' اور بات نہ کرو۔ بہت دو اور کم کھاؤ۔ بہت جاگو اور کم سوؤ۔

علانیہ گناہ پوشیدہ کی نسبت زیادہ سخت' اور اظہار گناہ دوسرا گناہ ہے۔

اگر کوئی ایک آرزو نفس کی پوری کرے' اس کو سینکڑوں خرخشے اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیدا ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی دوستی اس شخص کی دل میں نہیں ہوتی' جس کو خلق پر شفقت نہیں۔

حق تعالیٰ کے تمام نام بزرگ ہیں' لیکن بندے کا سب سے بزرگ نام نیستی ہے۔

جو شخص زمین کا سفر کرے' اس کے پاؤں میں آبلے پڑتے اور جو آسمان کا سفر کرے' اس کے دل میں آبلے پڑتے ہیں۔

فقر کا قرار بے قراری میں ہے' اور راحت جراحت میں۔

جس شخص کی رات اور دن بلا کسی مومن کے آزار دینے کے بسر ہو' گویا وہ رات حضور ﷺ کے حضور میں بسر کی ایک لمحہ کے واسطے اللہ تعالیٰ کا ہو رہنا' خلائق زمین آسمان کے اعمال سے بہتر ہے۔

فرمایا ستر سال گزرے کہ میں اللہ تعالیٰ کا ہو رہا ہوں' اور اس مدت میں ایک دفعہ بھی نفس کی مراد پوری نہیں کی۔

سلطان محمود غزنوی نے کہا کہ کچھ بایزیدؒ کی باتیں سنائیے۔ فرمایا' بایزید نے کہا ہے کہ جس نے مجھ کو دیکھا' شقاوت سے محفوظ رہا۔ محمود نے کہا' کیا وہ پیغمبرؐ سے بھی زیادہ تھے کہ ابو جہل اور ابو لہب نے ان کو دیکھا اور شقی ہی رہے۔ شیخ نے کہا منہ سنبھال کر بات کرو' اور اپنی بساط سے پاؤں باہر نہ رکھو کہ ابو جہل نے اپنے بھتیجے محمدؐ کو دیکھا تھا' نہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو۔ یہ بات محمود کو اچھی لگی اور کہا کہ مجھ کو نصیحت فرمایئے۔ فرمایا کہ چند باتوں کا خیال رکھنا۔ منہیات سے پرہیز' نماز باجماعت اور خلق الٰہی پر سخاوت و شفقت رکھنا۔ محمود نے کہا' میرے واسطے دعائے خیر فرمایئے۔ کہا کہ میں تو ہر روز دعا کرتا ہوں۔ اللھم اغفر للمومنین۔ کہا کہ دعائے خاص کیجئے۔ فرمایا اے محمود! تیری عاقبت محمود ہو۔ اس کے بعد محمود نے ایک اشرفیوں کی تھیلی پیش کی۔ شیخ نے ایک جو کی روٹی محمود کے آگے پیش کی اور کہا کہ کھا۔ محمود چباتا تھا اور گلے سے نہیں اترتی تھی۔ شیخ نے کہا کہ شاید گلہ پکڑتی ہے۔ تمہاری اشرفیوں کی تھیلی بھی میرا اسی طرح گلہ پکڑتی ہے' اس کو لے جاؤ' کہ میں نے اس کو طلاق دے دی ہے۔ محمود نے کہا کچھ تو قبول فرمایئے۔ فرمایا کہ نہیں۔ پھر محمود نے عرض کیا کہ مجھ کو کوئی نشان دیجئے۔ آپ نے اپنا پیراہن عطا فرمایا۔ سلطان کی واپسی کے وقت شیخ ان کی تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ محمود نے کہا کہ جس وقت میں آیا تھا' اس وقت آپ نے التفات بھی نہیں کیا تھا۔ اور اب تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے' اس کے کیا معنی؟ فرمایا کہ اول امتحان کو اور رعونت شاہی میں آیا تھا۔ اب فقر کے انکسار میں جاتا ہے۔ سلطان وہاں سے چلا گیا۔ اور جب سومنات کے مندر پر چڑھائی کی' عین

حالت جنگ میں کہ جس وقت مخالفین کفار کا پلہ غالب ہونے کو تھا' گھوڑے پر سے کود کر حضرت شیخ کے پیراہن کو ہاتھ میں لے کر دعا مانگی' کہ الہیٰ! بطفیل اس پیراہن کے فتح نصیب کر۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اس کو فتح دی۔ لکھا ہے کہ اسی شب محمود نے خواب میں حضرت شیخ کو دیکھا۔ فرماتے ہیں' محمود! تو نے ہمارے خرقہ کی کچھ عظمت نہ کی۔ اللہ تعالیٰ سے چاہتا کہ تمام کافر مسلمان ہو جائیں' تو سب کافر مسلمان ہو جاتے۔ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔

اقوال حضرت امام غزالیؒ

اپنے تئیں بڑا جاننا برا ہے۔ حقیقت میں یہ اللہ پاک کی خصوصیت ہے' کیونکہ درا صل بڑائی اسی کو سزاوار ہے۔

فسق وفجور سے بچنا تاوقتیکہ نظر کی حفاظت نہ کی جائے' دشوار ہے۔

تمسخر اکثر قطع دوستی' دل شکنی اور دشمنی کا باعث ہوتا ہے۔ اس سے دل میں حسد پیدا ہوتا ہے۔

بعض لوگ توکل کے یہ معنی لیتے ہیں' کہ حصول معاش کی کوشش اور تدبیر نہ کریں۔ مگر یہ خیال جاہلوں کا ہے۔ کیونکہ یہ شریعت میں سراسر حرام ہے۔

برے کاموں سے بچنے کے لیے صفائے دل ضروری ہے' اور صفائے دل کے لیے باطنی تقویٰ ضروری ہے۔

تین چیزیں خباثت قلب کو ظاہر کرتی ہیں (ا) حسد (۲) ریا (۳) عجب۔ عقلمند کو ان سے بچنا چاہیئے۔ جو شخص ان سے محفوظ رہے گا' وہ دوسری مصیبتوں سے محفوظ رہے گا۔

نیک نصیحت کے ماننے کی طرف طبیعت کا مائل نہ ہونا' اور اپنی باتوں کی تردید سے رنجیدہ ہونا کبر ہے۔ عجب و کبر اور فخر نہایت مہلک بیماریاں ہیں۔ اپنے آپ کو عظمت اور دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھنے کا نام عجب ہے۔

حاسد مثل اس شخص کے ہے' جو اپنے دشمن کو مارنے کے لیے پتھر پھینکے' اور پتھر دشمن کو لگنے کی بجائے اس کی اپنی داہنی آنکھ پر لگے اور آنکھ پھوٹ جائے۔ اس سے اس شخص کو اور غصہ آئے' اور وہ پھر زور سے پتھر مارے' اور وہ اسی طرح اس کی دوسری آنکھ پھوڑے۔ پھر پتھر مارے اور اس کا سر توڑ ڈالے۔ اسی طرح دشمن کی طرف پتھر پھینک پھینک کر آپ مجروح ہو' اور دشمن صحیح وسالم رہے' اور مخالف دیکھ دیکھ کر ہنسیں۔

دوست جو صرف تمہاری اچھی حالت کا دوست ہو' اور آڑے وقت کام نہ آئے' اس سے بچنا چاہیے۔ کیونکہ وہ سب سے بڑا دشمن ہے۔

شخصے کہ ازو فائدہ دنیا و نے دین است　　بگریز ازو گرچہ شہ روئے زمین است

اقرار باللسان پوست ہے' ایمان کا اور تصدیق بالقلب مغز ہے اس کا۔

علم دین وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا خوف زیادہ کرے۔ ذاتی برائیوں سے واقف کرے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا شوق دل میں پیدا کرے' دنیا کی طرف سے ہٹائے' دین کی طرف لگائے اور برے افعال سے مجتنب کرے۔

لوگوں کی نیکیوں کو ظاہر کرنا چاہیئے' اور برائیوں سے چشم پوشی لازم ہے۔

غیبت اس کو کہتے ہیں کہ کسی شخص کا ذکر اس کی پیٹھ پیچھے اس طریق پر کیا جائے کہ اگر وہ سنے تو اسے رنج ہو۔
ریاکاری گویا اللہ تعالیٰ کی نسبت لوگوں کو زیادہ عزیز رکھنا ہے۔
عالم کو بردبار، حلیم الطبع اور صاحب وقار ہونا چاہیے۔ تمسخر اور مزاح سے بچنا چاہیے۔ جو بات معلوم نہ ہو، اس کے اظہار میں شرم نہ چاہیئے اور باعمل ہونا چاہیے۔ کیونکہ بلا عمل کے دوسروں پر کوئی خاطر خواہ اثر نہیں پڑ سکتا۔
اپنے آپ کو سب سے بہتر سمجھ لینا جہالت ہے، بلکہ ہر شخص کو اپنے سے بہتر سمجھنا چاہیے۔
صبح سویرے اٹھنا چاہیے اور سب سے پیشتر جو خیال دل میں آئے یا زبان سے نکلے، وہ اللہ پاک کا ذکر ہونا چاہیے۔
بد خلقی نجاست باطنی کی دلیل ہے۔ بلند آواز سے رونا بے صبری اور قہقہہ مار کر ہنسنا سفاہت کی دلیل ہے۔
زبان نرم ترین عضو بے استخوان ہے۔ اگر گفتار بھی نرم ہو تو زبان ہے ورنہ زیان ہے۔
کلام میں نرمی اختیار کر، کیونکہ الفاظ کی نسبت لہجے کا زیادہ اثر پڑتا ہے۔
تیرا پڑوسی غریب، تیرے متعلقین حاجتمند، تیرے پاس ضرورت سے زیادہ مال ہے اور تجھ پر زکوٰۃ واجب ہے، اس پر بھی ان کو کچھ نہ دینا در حقیقت یہ معنی رکھتا ہے کہ تو ان کے افلاس پر خوش ہے جو سب سے زیادہ ایمانی کمزوری ہے۔
بد خلقی سے دشمنی پیدا ہوتی ہے اور دشمنی سے جفاکاری۔
خاموشی عبادت بغیر محنت کے، ہیبت بغیر سلطنت کے، قلعہ بغیر دیوار کے، فتحیابی بغیر ہتھیار کے، آرام کراما کاتبین کا، قلعہ مومنین کا، شیوہ عاجزوں کا اور دبدبہ ہے حاکموں کا، مخزن ہے حکمتوں کا، جواب ہے جاہلوں کا۔
طالب دنیا سمندر کا پانی پینے والے کی مثل ہے، کہ جس قدر پیتا ہے، زیادہ پیاس لگتی جاتی ہے۔
جب آدمی کی نادانی ایسے کام میں ہو، جو اس کی طبیعت کے موافق ہے، تو اس گمراہی کا زائل ہونا دشوار ہے۔
گری ہوئی چیز کا بغیر اطلاع قبضے میں کر لینا، لوٹنے کی مانند ہے۔
دنیا کو دنیا کے کاموں سے طلب کر، اور اللہ کا نام اللہ ہی کے واسطے لے۔
اس زمانہ کے علما دنیا کے عالم ہیں، دین کے عالم ہرگز نہیں۔ نقد کی نسبت ادھار زیادہ قیمت پر فروخت کرنا درست ہے۔
جو شخص صدقہ کے ثواب کا فقیر کی حاجت کی نسبت اپنے آپ کو زیادہ محتاج نہ جانے، اس کا صدقہ قبول نہیں ہوتا۔
خواہش پر غالب آنا فرشتوں کی صفت ہے، اور خواہش سے مغلوب ہونا چوپایوں کی۔
لاعلمی کا عذر مقبول نہیں ہے۔ البتہ نادر الوقوع امور میں لاعلمی کا عذر مقبول ہے۔
جو شخص عذاب قبر سے آزاد رہنا چاہتا ہے، وہ دنیا سے اتنا تعلق رکھے۔ جتنا بیت الخلاء سے رفع حاجت کے وقت۔
اکثر تاخیر نکاح بھی سبب زنا بن جاتی ہے۔ اور وبال والدین پر ہوتا ہے۔
نماز میں حضور قلب کی تدبیر یہ ہے کہ الفاظ کے معانی پر خیال رکھے۔
زکوٰۃ نعمت مال کا شکر ہے، اور نماز، روزہ و حج بدن کی نعمتوں کا۔ حوادث و آفات زمانہ کو برا کہنا اللہ کو گالی دینا ہے۔
فقیر کو صدقہ دے کر احسان نہ جتلا، بلکہ اس کے قبول کرنے کا خود احسان مند ہو۔
جو کام نبیؐ کے حکم کے خلاف ہو، اگرچہ بشکل عبادت ہو گناہ ہے۔ عالم دنیا طلب کا فساد شیطان کے فساد سے زیادہ ہے۔

جس احتیاط اور پرہیز سے مسلمان کو رنج پہنچے' اس کو چھوڑ دے۔

تاوقتیکہ نفس و خواہش مجاہدات قویہ سے تابع شریعت نہ بن جائیں' دل انوار معرفت سے زندہ نہیں ہو سکتا۔

اصلاح بچوں کی مکتب میں ہے' اور عورت کی گھر میں ہے۔

امرد خوبصورت کی طرف نظر کرنا مطلقاً ناجائز ہے' خواہ شہوت ہو یا بلا شہوت۔

مسجد میں گھر والے کو سونا یا لیٹنا منع ہے۔ اور وہاں بیٹھ کر سیر و تماشا دیکھنا مسجد کی بے حرمتی ہے۔

تو اس دنیا میں دار آخرت کی طرف چلنے والا ایک مسافر ہے۔ تیرے سفر کی ابتدا مہد اور انتہا لحد ہے۔ تیری عمر کا ہر برس منزل' ہر مہینہ فرسنگ' ہر دن میل اور ہر سانس قدم ہے۔

عبادت میں تشدد سے بچو' میانہ روی اور مداومت کو لازم پکڑو۔

تا بمقدور کسی سے مناظرہ و مباحثہ مت کرو' کیونکہ اس میں منفعت کی نسبت مضرت زیادہ ہے' اور تمام اخلاق ذمیمہ یعنی ریا' کینہ حسد' تکبر و تفاخر کا منبع ہے۔

السلام علیکم کے کہنے سے ترک کلام کے گناہ سے نکل جاتا ہے۔

وعظ گوئی سے پرہیز کرو' جب تک تم خود پورے عامل نہ بن جاؤ۔

امیروں اور بادشاہوں سے میل جول نہ رکھو' جو دین سے نفور اور شریعت سے دور ہیں' بلکہ ان کو دیکھو بھی نہیں۔

مسئلہ تقدیر مشکل مسئلہ ہے' اس میں بحث سے ممانعت ہے۔

مخلوق سے ایسا معاملہ کرو' جو ان سے اپنے حق میں پسند کرتے ہو۔

خالق سے ایسا معاملہ کرو' جیسا کہ تم اپنے غلام سے اپنے لیے کرانا چاہتے ہو۔

علم کا مطالعہ کیا کرو اور وہ علم اپنے دل کے حالات جاننے کا ہے۔

اپنے عیال کے لیے ایک سال کا سامان کیا کرو کہ سنت رسول ﷺ ہے۔

خوراک بھوک سے کم کھاؤ' تا کہ قوت عبادت اور صحت میسر آئے۔ زیادہ کھائے گا تو خواہش نفس کے لیے ہو جائے گا۔ کیونکہ عبادت سے غافل ہو گا اور یہی نفس کی خواہش ہے۔ کھانے میں عیب نہ نکالو۔ ناپسند ہو تو مت کھاؤ۔

پاجامہ آدھا لباس ہے کہ یہ زیادہ ستر پوش ہے۔ تکلف کی زیادتی محبت کی کمی کا باعث بن جاتی ہے۔

مہمان کے ساتھ تکلف نہ کرو' ورنہ مہمان رکھنے کو دشمن رکھو گے۔

وہ شخص بڑا گنہگار ہے' جو ماحضر کو روبرو لانا حقیر سمجھے' یا جس کے روبرو لائیں وہ حقیر جانے۔

مجلس میں تکیہ لگا کر بیٹھنا مکروہ ہے' اور نشان تکبر مگر بہ عذر۔

اگر جنگ میں کافروں اور مسلمانوں کے مردے خلط ملط ہوں' تو ہر ایک مردہ کی مونچھیں کٹی ہوئی اور داڑھی بڑھی ہوئی دیکھنا چاہیے' اور نماز جنازہ اور کفن کرنا چاہیے' ورنہ کافروں کی طرح بے غسل و بے کفن دفن کر دینا چاہیے۔

بھوک سے پہلے کھانا مکروہ بھی ہے' اور مذموم بھی۔ غریب مہمان آجائے تو قرض لے کر بھی تکلف کر۔

جو مہمان خود آجائے اس کے لیے تکلف نہ کر۔ اور جس کو تو خود بلائے' اس کے لیے تکلف میں کچھ اٹھا نہ رکھ۔

فی نفسہ شعر گوئی یا شعر خوانی منع نہیں' کیونکہ شعر کلام ہے کہ اچھا اچھا ہے اور برا برا۔ لیکن اس کا استعمال بے جا اور کثرت شغل شیطانی فعل ہے' کہ جس سے احکام و فرائض فوت ہوں۔

اگر کوئی شخص قرض لے اور دینے کی نیت نہ ہو' تو وہ چور ہے۔

ناواجب احتیاط باعث تکبر اور نشان غرور ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص کسی کی جائے نماز پر نماز پڑھنا یا اس کے لوٹے سے وضو کرنا یا اس کے برتن سے پانی پینا چاہے' تو اس کو منع کرنا یا کراہت ظاہر کرنا بد خلقی ہے۔

عابد کو کھانا کھلانا عبادت میں مدد کرنا ہے' اور فاسق کو کھانا کھلانا فسق کی مدد کرنا ہے۔

وہ دعوت سب سے بدتر ہے جس میں امیر بلائے جائیں اور مسکین نہ بلائے جائیں۔

دعوت بہ نیت سنت اور فقیروں کی راحت کے خیال سے کرنی چاہیئے' نہ کہ بڑائی اور شہرت کے لیے۔

بدعتی' ظالم' فاسق اور متکبر کی دعوت قبول مت کرو۔

دعوت قبول کرنے میں امیر و غریب کا فرق مت کر۔ راہ دور ہونے کی وجہ سے دعوت رد نہ کر۔

مہمان کے روبرو تھوڑا کھانا رکھنا بے مروتی ہے' اور حد سے زیادہ رکھنا تکبر۔

جس مجلس میں جا کر خلاف شرع امر معلوم ہوں اور منع نہ کر سکتا ہو' تو وہاں سے چلے آنا واجب ہے۔

مجلس کے اندر بیٹھ کر قریب تر لوگوں کی مزاج پرسی کرو۔ میزبان کو انتظار میں نہ ڈالو۔ وقت مقررہ پر جلد پہنچا کرو۔

مجلس طعام میں اگر بہت لوگ حاضر ہیں' اور ایک دو شخصوں کا انتظار ہے' تو حاضرین کی رعایت اولیٰ ہے لیکن اگر وہ شخص جس کا انتظار کیا جائے' فقیر یا مسکین ہے' تو انتظار اولیٰ ہے۔ ضیافت کے کھانے میں اسراف نہیں ہے۔

مہمان کے آگے کھانا رکھنے سے پہلے اہل و عیال کا حصہ نکال لے۔

نکاح دین کا حصار ہے' اور شہوت شیطان کا ہتھیار ہے۔ نکاح اس کے شر سے بچانے والا ہے۔

سب سے بڑی دولت زبان ذاکر' دل شاکر اور زن فرمانبردار ہے۔ عورتوں میں ضعف کا علاج تحمل ہے۔

نیک عورت امر دنیا نہیں' بلکہ اسباب آخرت سے ہے۔ ماں باپ کا بیٹے کے مال میں جبراً تصرف کرنا ظلم نہیں۔

عورت کی بداخلاقی پر صبر کرنا' اس کی ضروریات مہیا کرنا اور راہ شرع پر قائم رکھنا بہتر عبادت ہے۔

جب تک آدمی اپنے نفس سے بر نہ آئے' دوسرے نفس کا ذمہ نہ اٹھائے۔

جس بیوی سے تیرے والدین ناراض ہوں' اس کو طلاق دے دینا' خدمت والدین میں داخل ہے۔

سفلہ کے ساتھ طریقہ تسلیم داخل حکمت ہے۔ چھوٹے دروازے میں سے خمیدہ ہو کر گزرنا عین مصلحت ہے۔

اذان و قرآن کا الحان سے زیادہ بڑھانا اور راگ کے طور پر پڑھنا منع ہے۔

جو کسب حلال نہ کر سکے اس کا نکاح نہ کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ حرام ایسا گناہ ہے کہ کوئی نیکی اس کا تدراک نہیں کر سکتی۔

اہل و عیال کے لئے کسب حلال کرنا ابدالوں کا کام ہے۔ ان کو صلاحیت سے رکھنا اور ادب سکھانا جہاد سے افضل ہے۔

عورت کے ساتھ نیک خو رہنا چاہیے۔ اس کو رنج نہ دے' بلکہ اس کا رنج سہے۔

کسی کو اپنے حسب دلخواہ بنانے کی کوشش نہ کرو' بلکہ اپنے آپ کو اوروں کے حسب دلخواہ بنانے کی کوشش کرو

جب تک کہ اوروں کی خواہش خلاف شرع نہ ہو۔
عورت کی بد خلقی پر صبر کرنے والا حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کے برابر ثواب پائے گا۔
عورت اگر محافظ عصمت ہے' تو اس کی معمولی فروگزاشتوں سے درگزر کرو۔
کبھی غصہ کے وقت طلاق کا لفظ زبان پر نہ لاؤ' کہ اللہ کو یہ امر سخت ناپسند اور عورت کی دل شکنی کا موجب ہے۔
نکاح نہ کرنے والا گو شرمگاہ کو بچالے' مگر نظر اور دل کا بچانا اس کو محال ہے۔
تنگدست قرض دار کو مہلت دینا رحمت الٰہی کو جوش میں لاتا ہے۔
عورتوں کو ضعف اور ستر سے پیدا کیا ہے۔ ضعف کا علاج خاموشی اور ستر کا علاج پردہ میں رکھنا ہے۔
برکت کے معنی یہ کہ تھوڑے مال میں بہرہ مندی زیادہ ہو' اس سے بہتوں کو فائدہ پہنچے اور اعمال صالحہ کی زیادہ توفیق ہو۔
محتاج کو مہلت دینے میں کوئی احسان نہیں ہے' بلکہ عدل و انصاف ہے' اور ظالم کے مرنے سے ملول ہونا ظلم میں شامل ہونا ہے۔ جس کا لباس باریک اور ہلکا ہوگا' اس کا دین بھی ضعیف ہوگا۔
قرض ادا کرنے کا مقدور رہوتے ہوئے ایک ساعت دیر کرنا بھی ظلم میں داخل ہے' مگر باجازت قرض خواہ۔
قرض ادا کرنے کے لیے زرنقد کا پاس ہونا ضروری نہیں' اگر مال رکھتا ہو تو اس کو فروخت کرکے ادا کرنا ضروری ہے۔
جو شخص مال کافی رکھتا ہو' اس کے لیے کسب کرنے سے عبادت بہتر ہے۔
جو کسب مقدار ضرورت سے زیادہ اللہ طلبی کے لیے ہو' وہ کسب سب گناہوں کا سردار ہے۔
بادشاہ کے کارندوں کے ظلم کی بازپرس بادشاہ سے بھی ہوگی' اور کارندوں سے بھی علیحدہ ہوگی۔
مال حرام سے صدقہ دینے والا' ناپاک کپڑا پیشاب سے دھونے والے کی مثل ہے۔
جو شخص حرام کھاتا ہے' اس کے تمام اعضا گناہ میں پڑجاتے ہیں۔
اگر تو اس قدر نماز پڑھے کہ پشت خم ہوجائے اور اس قدر روزے رکھے کہ بدن ہلال بن جائے' ہرگز فائدہ نہ پائے گا تاوقتیکہ مال حرام سے پرہیز نہ کرے گا۔ اور اگر مستجاب الدعوات بننا چاہتے ہو' تو لقمہ حلال کے سوا پیٹ میں کچھ نہ ڈالو۔
بازار میں ذکر الٰہی میں مصروف شخص مردوں میں زندہ' مفروروں میں غازی اور خشک درختوں میں سرسبز کی مثل ہے۔
محتاجوں سے مہنگا مال خریدنا احسان میں ہے' اور صدقہ سے بہتر ہے۔
جو ایمان رکھتا ہے کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے' وہ سب احتیالیں کر سکتا ہے۔

اقوال حضرت معروف کرخیؒ

بغیر عمل کیے ہوئے بہشت کی آرزو کرنا گناہ' بغیر ادائے سنت کے امید شفاعت رکھنا محض غرور اور دھوکا' اور بغیر فرمانبرداری امیدوار رحمت ہونا محض جہالت اور حماقت ہے۔ دولت کے بھوکے کو کبھی حقیقی راحت نہیں ملتی۔
ایسی بات میں گفتگو کرنا جس میں کسی کا فائدہ نہ ہو' علامت ضلالت و گمراہی ہے۔

جس طرح برائی سننے کو ناپسند کرتا ہے' اسی طرح اپنے آپ کو مدح سرائی سے بھی بچا۔
حق تعالیٰ جب کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے' تو حسن عمل کا دروازہ اس پر کھول دیتا ہے۔
آنکھ سب کی طرف سے بند کر لے۔ خصوصاً بری نگاہ سے کبھی نہ دیکھ۔
محبت ایک ایسی چیز ہے' جو سیکھنے اور کسی کے بتانے کی نہیں ہے۔
حب دنیا کو ترک کر' کیونکہ اگر دنیا کی ذرا سی چیز بھی دل میں ہوگی' تو سجدہ میں اس کو فراموش نہ کر سکو گے۔
جو کچھ رنج و مصیبت تم کو پیش آئے' اس کی کشود کار اس کے پوشیدہ رکھنے ہی میں ہے۔
دنیا کا لفظ دنایت سے نکلا ہے' جس کے معنی ہیں خواری' ذلت' کمینگی' اس سے اندازہ لگاؤ کہ دنیا کیا چیز ہے۔
آپ ایک دن اپنا مصلی اور قرآن مسجد چھوڑ کر طہارت کے لیے دجلہ پر گئے' جو بالکل نزدیک تھا۔ اتنے میں ایک عورت آئی جسے چوری کی عادت تھی۔ مصلی اور قرآن لے کر چلتی بنی۔ آپ دجلہ سے طہارت کر کے سیدھے اس عورت کے پیچھے گئے۔ جب قریب پہنچے تو آپ نے شرم سے آنکھیں نیچی کر لیں اور کہا' اے مادر شفیق! آپ کا کوئی لڑکا قرآن مجید بھی پڑھتا ہے؟ بڑھیا نے کہا نہیں۔ آپ نے کہا' تو پھر قرآن مجید لے کر کیا کرو گی؟ یہ مجھے دے جاؤ' میں پڑھا کروں گا۔ مصلی تم لے جاؤ تمہارے کسی کام آجائے گا۔ وہ عورت بہت شرمندہ ہوئی اور آئندہ کے لیے تائب ہو گی۔
حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عید کے دن آپ کو کھجوریں چنتے ہوئے پایا۔ میں نے پوچھا کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس لڑکے کو روتے ہوئے دیکھا' پوچھا کہ کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں یتیم ہوں۔ آج سب لڑکوں نے کپڑے پہنے ہیں اور میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ میں اس لیے کھجوریں چن رہا ہوں کہ ان کو فروخت کر کے اسے اخروٹ لے دوں۔ تاکہ ان سے کھیلے اور نہ روئے۔ حضرت سری سقطیؒ نے آپ سے عرض کیا کہ میں اس کام کو سرانجام دے لوں گا' آپ بے فکر رہیں۔ پھر میں اس لڑکے کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ اسے نئے کپڑے خرید کر پہنا دیئے اور کچھ اخروٹ بھی کھیلنے کے لیے خرید دیئے۔ اور اس لڑکے کے پژمردہ دل کو خوش کر دیا۔ اس فعل سے میرے دل میں ایک نور پیدا ہو گیا۔ اور میری حالت ہی کچھ اور ہو گئی۔
ایک دفعہ آپ کا وضو ٹوٹ گیا۔ دجلہ چند قدم پر تھا لیکن آپ نے وہیں تیمم کر لیا۔ ارادت مندوں نے کہا' حضرت! دس قدم پر دریائے دجلہ تو' تیمم کی کیا حاجت؟ فرمایا' زندگی کا کیا بھروسہ' آدمی پانی کا بلبلہ ہے۔ ابھی اٹھا ابھی بیٹھ گیا۔ شاید پانی تک پہنچتے سانس وفا نہ کرتا اور میں بے وضو ہی مرتا۔ بعد تیمم آپ دریا پر گئے اور وہاں جا کر وضو کیا۔
وہ بنیاد جو کبھی ویران نہ ہو' عدل ہے۔ وہ تلخی کہ جس کا آخر شیرینی ہو' صبر ہے۔ وہ شیرینی جس کا آخر تلخ ہو' شہوت ہے۔ بیماری جو کہ علاج پذیر نہ ہو' ابلہی ہے۔ وہ بلا جس سے لوگوں کو بھاگنا چاہیئے' عیش ہے۔
شرک ظاہر بتوں کی پرستش اور شرک باطن مخلوق پر بھروسہ رکھنا ہے۔
تواضع یہ ہے کہ جس کسی سے بھی تو ملے' اپنے سے بہتر جانے' خواہ چھوٹا ہو یا بڑا' عالم ہو یا جاہل' مومن ہو یا کافر۔
شیطان کو سب سے پیارا بخیل مسلمان' اور ناپسند گنہگار سخی ہے۔
عقلمند وہ ہے کہ جب اس پر کوئی مصیبت نازل ہو' تو اول روز وہی کرے جو کہ وہ تیسرے روز کرے گا۔

پوچھا گیا کہ مصائب دنیا کی کیا دوا ہے؟ فرمایا' خلق سے دور اور خلق سے نزدیک رہنا۔
فرمایا درویشی یہ کہ کسی چیز پر طمع نہ کرے۔ جب بے طلب کوئی لائے' تو منع نہ کرے' اور جب لے تو جمع نہ کرے۔
عورت طالب حق کا مرشد اس کا شوہر ہے' اگرچہ اسکا شوہر خود طالب حق نہ ہو۔
جو کوئی ہم کو اللہ تعالیٰ کے نام سے دھوکا دے گا' ہم اس کا دھوکا کھالیں گے۔
اگر صاحب بدعت کو دیکھو' کہ ہوا پر چلتا ہے تو بھی اس کو قبول نہ کرو۔
کسی بزرگ سے کسی گناہ کا سرزد ہو جانا' اس کو مباح نہیں کر دیتا۔
امیروں کی صحبت کے نقصانات احاطہ تحریر سے باہر ہیں' بچو! بچو!!۔
جو شخص عمل نیک حصول ثواب کے خیال سے کرتا ہے' وہ تاجر ہے۔ جو دوزخ کے خوف سے کرتا ہے' وہ غلام ہے' جس طرح غلام مار پیٹ کے خوف سے کام کرتا ہے۔ اور جو شخص صرف اللہ کے واسطے کرتا ہے وہ احرار سے ہے۔
گناہ کرنے والے سے میل جول رکھنا گناہ پر راضی ہونا ہے' اور گناہ سے راضی ہونا گناہ کرنے کے برابر ہے۔
اعتقاد سالم نہ ہو تو عبادت بھی بیکار ہے۔ علم نر ہے اور عمل مادہ۔ دین و دنیا کے کام ان کے ملنے سے ہیں۔
اے جھوٹے! تو نعمت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو محبوب سمجھتا ہے' لیکن جب بلا آتی ہے' بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ بلا اور فقر میں ثابت قدم رہنا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کی سچی محبت کی علامت ہے۔
ایک روز آپ روزہ کی حالت میں بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک سقے نے آواز دی کہ جو اس پانی کو پیئے' حق تعالیٰ اسے بخش دے۔ آپ نے وہ پانی لے کر پی لیا۔ لوگوں نے کہا آپ کا تو روزہ تھا۔ آپ نے فرمایا' بیشک۔ لیکن میری رغبت اس کی دعا کی طرف تھی۔ جب آپ وفات پا گئے تو کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا' حق تعالیٰ نے آپ سے کیا کیا؟ آپ نے فرمایا' اس سقے کی دعا اور میرے حسن رغبت سے مجھے بخش دیا۔

اقوال حضرت شقیق بلخیؒ

ایک بوڑھے نے کہا' توبہ کرتا ہوں' لیکن بہت دیر سے آیا ہوں۔ فرمایا موت سے پہلے آجانا دیر نہیں ہے۔
جس کا باطن ظاہر سے افضل ہے' وہ ولی اللہ ہے۔ جس کا ظاہر و باطن برابر ہے' وہ عالم ہے اور جس کا ظاہر باطن سے افضل ہے' وہ جاہل و مکار ہے۔ کوئی گناہ کسی کی رضامندی سے حلال نہیں ہوتا۔
بدترین شخص وہ ہے' جو توبہ کی امید پر گناہ کرتا ہے' اور زندگی کی امید پر توبہ۔
جب سوئے تو موت کو زیر بالیں رکھ' اور جب اٹھے تو پیش نظر رکھ کہ تیرا باپ مرگیا اور تجھے بھی در پیش ہے۔
ایک شخص نے وصیت چاہی' فرمایا اگر یار چاہتا ہے' تو تجھے اللہ عزوجل کافی ہے۔ اگر ہمراہی چاہتا ہے تو کراماً کاتبین کافی ہیں۔ اگر مونس چاہتا ہے تو قرآن پاک کافی ہے۔ اگر کام چاہتا ہے' تو عبادت کافی ہے۔ اگر وعظ چاہتا ہے تو مرگ کافی ہے۔ جو کچھ کہا گیا' اگر پسند نہیں ہے' تو تجھے دوزخ کافی ہے۔

اگر بندہ اپنی ہر ایک خطا پر ایک کنکر گھر میں ڈال دیا کرے' تو اس کا گھر تھوڑے ہی دنوں میں بھر جائے گا۔

جو شخص احسان کرتا ہے' اُسے چپ رہنا چاہیے۔ لیکن جس پر احسان کیا گیا ہو' اُسے بولنا چاہیئے۔

کسی سے بدلہ لینے میں جلدی نہ کرو' اور کسی کے ساتھ نیکی کرنے میں تاخیر نہ کرو۔

لوگ چار باتوں میں اللہ تعالیٰ کی موافقت کرتے ہیں اور عمل میں خلاف۔ (۱) کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور عمل آزادوں جیسے کرتے ہیں۔ (۲) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے رزق کا کفیل ہے' مگر دل ان کے مطمئن نہیں' مگر دنیا کی چیز سے۔ (۳) کہتے ہیں کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے' لیکن دنیا کے لیے مال جمع کرتے ہیں اور آخرت کے لیے گناہوں کو۔ (۴) کہتے ہیں کہ ہم بالضرور مرنے والے ہیں' لیکن عمل ایسے کرتے ہیں کہ گویا کبھی مرنا ہی نہیں۔

عقلمند وہ ہے کہ دنیا سے دست بردار ہو جائے' اس سے پہلے کہ دنیا اس سے دست بردار ہو۔

عقلمند وہ ہے کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرے' اس سے پہلے کہ اللہ کے روبرو بلایا جائے۔

جو شخص مصیبت میں فریاد کرتا ہے وہ ایسا ہے کہ جیسے اس نے نیزہ پکڑا ہوا ہے' اور حق تعالیٰ سے جنگ کرتا ہے۔

عبادت مخلوق کے لیے ہو تو زمین میں دھنسادی جاتی' اور جو خالق کے لیے ہو وہ آسمان پر چڑھائی جاتی ہے۔

اگر تم کسی مردِ الٰہی کو پہچاننا چاہتے ہو' تو دیکھو کہ وہ حق تعالیٰ کے وعدے پر زیادہ بے خوف ہے۔ یا مخلوق کے وعدوں پر زیادہ بھروسہ رکھتا ہے۔ اپنے تئیں غیبت سے بچاؤ۔ یعنی ایسا کام نہ کرو' کہ لوگ تمہاری غیبت کریں۔

جب غیر محرم پر نظر پڑے' بند کرلے۔ تاکہ ثواب حاصل کرے۔

دل کی صفائی چاہتا ہے' تو آنکھ جہان سے بند کرلے۔ یہی وہ رخنہ ہے' جہاں سے غبار آتا ہے۔

حرکت غصہ کی باطن سے ظاہر کی طرف ہوتی ہے' اور حرکت حزن کی ظاہر سے باطن کی طرف۔

عارف باللہ پر سب سے زیادہ گراں مخلوق کے ساتھ تکلم اور ان کے پاس بیٹھنا ہے۔

زبردست گناہوں کا کفارہ زیردستوں کی امداد کرنا' اور درماندگان کی دستگیری ہے۔

جب آنحضرت ﷺ کی حدیث سنو' عمل کرنے کی نیت سے یاد رکھو' نہ کہ روایت کرنے کی نیت سے۔

بندگی کر اللہ تعالیٰ کی بقدر اپنی حاجت کے۔ لے دنیا سے بقدر اپنی عمر کے۔ گناہ کر اللہ تعالیٰ کا بقدر طاقت عذاب سہنے کے۔ توشہ لے دنیا سے بقدر قبر میں ٹھہرنے کے۔ عمل نیک کر بقدر جنت میں رہنے کی خواہش کے۔

ظالموں اور فاسقوں کے ظلم و فسق کی وجہ سے ان کو دشمن نہ رکھنا' ضعف ایمانی کی نشانی ہے۔

جس عالم کو علم سے حق تعالیٰ مقصود ہو' اس سے سب ڈرتے ہیں اور جس کا مقصود دنیا' وہ خود سب سے ڈرتا ہے۔

نفس کو مباح چیزوں کی خواہش سے روک' ورنہ دنیا اس کی بہشت بن جائے گی اور موت اس پر دشوار ہوگی۔

آپ اپنی عورت سے فرمایا کرتے' کہ اگر تمام اہل بلخ میرے مدد و معاون ہوں اور تو میرے مخالف ہو' تو بھی میں اپنے دین کو محفوظ نہیں رکھ سکتا۔

علم کا فائدہ تین باتوں پر عمل کرنے میں ہے ورنہ یہ نفع نہیں دیتا' اگرچہ اسی صندوق کتابوں کے پڑھ لے۔ (۱) نہ محبت رکھے دنیا کی' کہ یہ مسلمانوں کا گھر نہیں ہے۔ (۲) نہ دوست رکھے شیطان کو' کہ یہ مسلمانوں کا رفیق نہیں

ہے۔ (۳) نہ دے تکلیف کسی کو' کہ یہ پیشہ مسلمانوں کا نہیں ہے۔
جب آدمی کا دل اللہ کی یاد میں ہے' وہ نماز میں ہے اگرچہ بازار میں ہو۔ اگر ہونٹ ہلتے ہیں تو اور بھی اچھا ہے۔
حلاوت دعا علامت اجابت ہے۔

اقوال جالینوس

جہاں تک ہو سکے علم حاصل کر' تاکہ مراد کو پہنچے۔
حکیم اس کو کہتے ہیں کہ باوجود قدرت رکھنے کے ستم نہ کرے۔
عقلمند کا نشان یہ ہے کہ دوسرے کو اپنے اوپر تعین کرے' کہ جس وقت مجھ سے خطا سرزد ہو' تنبیہ کرو تاکہ آئندہ پھر مجھ سے یہ خطا سرزد نہ ہو۔ نیک لوگوں کو دشمنوں سے بھی نفع حاصل ہوتا ہے۔
تمام لوگوں کو دیکھا کہ فضیلت کی تمنا ضرور رکھتے ہیں' مگر اس کے حاصل کرنے کے لیے کسی کو کم راغب پاتا ہوں۔
جو شخص دنیا کی ذلت سے تروش کرے' وہ آخرت کی سعادت حاصل کرنے سے محروم رہتا ہے۔
آدمی کو اس قدر عقل کافی ہے' کہ راست روی اور گمراہی' سعادت و شقاوت میں تمیز کر سکے' کیونکہ بھلائی کی تمام راہیں خطرے سے محفوظ ہیں۔ ہر ایک چیز زائل و منتقل ہو سکتی ہے' مگر طبیعت اس سے مستثنیٰ ہے۔
انسان اپنے نفس کے ساتھ افراط محبت کی وجہ سے خود یہ گمان رکھتا ہے' کہ جو صفات جمیلہ اس میں نہیں ہیں' ان صفات سے اس کا نفس آراستہ ہے' یہاں تک کہ بزدل اپنے آپ کو شجاع اور بخیل اپنے آپ کو کریم شمار کرتے ہیں۔
لیکن عقل کے باب میں ہر شخص یہ گمان رکھتا ہے' کہ وہ اپنے زمانے میں سب سے عقلمند شخص ہے' حالانکہ اس کا یہی گمان اس کی خفت عقل کی دلیل ہے۔ عقلمند وہ شخص ہے' جو اپنی زبان کو دوسروں کی مذمت سے بچائے۔
دشمن کے ساتھ صلح اختیار کرنے میں بہتری ہے۔ ہر چند تجھ کو اپنی قوت و غلبہ پر یقین واثق ہو۔
وہ شخص تعریف کا مستحق ہے' جو کہ قوت علم کو ساتھ شدت غضب کو زائل کر سکے۔
کثرت خاموشی سے گمراہی پیدا ہوتی ہے' اور زیادہ گوئی سے قدر ناطق زائل ہوتی ہے۔
ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھ کر کہا' جو عقل نہ رکھتا تھا' کہ یہ گھر خوشنما تو ہے لیکن صاحب خانہ موجود نہیں۔
نیک چلنی کیا ہے؟ تمام صفات محمودہ کا انسان کی ذات واحد میں جمع ہونا۔
آدمی کی عقل کی دلیل اس کا قول ہے' اور اصل کی دلیل اس کا فعل ہے۔
جو کوئی زمانہ شباب میں جوانمردی کرے' تو ہنر اس کے شباب پر عائد ہوتا ہے نہ کہ خود اس پر۔
جھوٹ جائز نہیں مگر رفع شر کے خیال سے جیسے کہ شراب جائز نہیں مگر حدوث مرض میں۔
بخیل کے قدم کے ساتھ جس طرح پیسہ چلتا ہے' اسی طرح بد کردار و بد گفتار کے ہمراہ اس کے کفر کردار چلتے ہیں۔
ہوا ایک کتب خانہ ہے' جس میں ہر انسان کے الفاظ و اعمال لکھے رکھے ہیں۔

اس حکیم کا تجرد و توکل یہاں تک تھا کہ جو کچھ اس کو اپنی روزانہ خوراک سے فاضل مال حاصل ہوتا' اس کے جمع کرنے کو حلال نہ سمجھتا۔

یہ چار عادتیں بچوں کی اگر بڑوں میں ہوں تو وہ ابدال کا مرتبہ حاصل کر لیں۔ اول یہ کہ اگر انہیں کسی سے تکلیف پہنچتی ہے' تو وہ کسی سے شکایت نہیں کرتے۔ دوم یہ کہ وہ اپنے کھانے پینے کی فکر نہیں کرتے۔ سوم یہ کہ جو چیز انہیں ملتی ہے' اسے دوسرے روز کے لیے نہیں بچاتے۔ چہارم یہ کہ جب باہم لڑتے ہیں' تو کینہ نہیں رکھتے۔

اقوال فیثاغورث

اشیائے نفس میں زیادہ نافع شے جلیل القدر سخن ہے۔ اگر اس کی قوت نہ ہو' تو کہنے والوں سے سننا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ رزاق ہے۔ بندہ قزاق ہے۔ تقدیر بہت کم' تدبیر کا ساتھ دیتی ہے۔

ایک شخص نے کہا کہ بادشاہ تجھ سے کیوں دشمنی رکھتا ہے؟ کہا وہ کونسا بادشاہ ہے جو اپنے سے بزرگوار اور بے نیاز تر سے دشمنی نہ رکھے؟

نفس طاہر اوقات خلوت میں دوسروں کی نسبت اپنے آپ سے زیادہ شرم ظاہر کرتا ہے۔

اس بات کی کوشش کر' کہ افعال ناکردنی کا خیال تک بھی تیرے دل میں نہ گزرے۔

جو شخص کہ تجھ کو تیرے عیبوں سے مطلع کرے' اس سے بہتر ہے' کہ جو جھوٹی تعریف سے تجھ کو مغرور بنائے۔

انسان برسوں میں جوان ہوتا ہے' لیکن اگر وہ اپنے وقت کو بہترین طریقے پر صرف کرے تو گھنٹوں میں بوڑھا یعنی تجربہ کار ہو جاتا ہے۔

احساس دعوت عمل ہے' اور عمل وہ خضر راہ ہے' جو عامل کو منزل مقصود سے ضرور روشناس کر دیتا ہے۔

جو شخص ایسا دوست نہیں رکھتا کہ اس کے آگے اپنے دل کی باتیں کہے' وہ مردم خور ہے' جو اپنے دل کو کھاتا ہے۔

ہر وہ ملکہ جو انسان حاصل کرتا ہے' کسی فرشتے یا شیطان کی پیدائش کا سبب بنتا ہے' جو بعد میں اس کا مصاحب بن جاتا ہے۔ اگر ملکہ اچھا ہے تو مصاحب اچھا ہو گا۔ اگر برا ہے تو برا۔

مرد کا امتحان عورت سے' عورت کا روپے پیسے سے اور روپے کا امتحان آگ سے ہوتا ہے۔

جس راز کو دشمن سے چھپانا چاہتا ہے' اس کو دوست پر بھی ظاہر نہ کر۔

تجھے چاہیے کہ وہی کام کرے جو کرنا چاہیے' نہ وہ کہ جو کچھ تو چاہے۔

حیوانات پر بیشتر آفات بے زبانی کے باعث لاحق ہوتی ہیں' اور انسان کے لیے نزول بلا زبان کے باعث۔

تمام اعضائے جسمانی میں سے زبان سب سے زیادہ نافرمان ہے۔ دوستی نہیں شبہ زہر ہے۔

ایک کوتاہ عقل نوجوان لباس نفیس میں حاضر خدمت ہوا۔ حکیم نے جب اس کا جامہ نفیس اور کلام سقیم ملاحظہ کیا تو فرمایا' تو اس لباس کو اتار دے' ورنہ گفتگو لائق لباس کر۔

ایک بوڑھے شخص کو جسے علم کا بہت شوق تھا' لیکن حاصل کرنے سے شرماتا تھا' کہا تجھے اس بات سے کیوں شرم آتی ہے کہ آخر عمر میں تو اول عمر سے عالم تر ہو گا۔

منقول ہے کہ اس کی منکوحہ کو زمین غربت میں سفر آخرت پیش آ گیا۔ احباب ہمنشین وطن سے دوری کی حالت میں وفات پا جانے پر اظہار افسوس کر رہے تھے۔ ان سے کہا' اے برادران! یہاں مسافر اور شہری کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے' اور آخرت کا سفر ہر چہار جانب سے مساوی الفاصلہ ہے۔

دشمن کی بات سے رنجیدہ خاطر نہ ہو' اگر سچ ہے تو قابل مشکوری ہے' اگر جھوٹ ہے تو اس کا وہ خود ذمہ دار۔

شکایت کا قطعی طور پر موقوف ہونا ناممکن ہے' لیکن اپنی طرف سے کوشش کرو' کہ کوئی تمہارا شاکی نہ ہو۔

بخل و اسراف ہر دو مذموم ہیں۔ لیکن اسراف نسبتہ اس لیے بہتر ہے کہ اس سے دوسروں کو تو فائدہ پہنچتا ہے۔

ہم دوسروں کی شیخی کو اس لیے ناپسند کرتے ہیں' کہ وہ ہماری شیخی کو مضر ثابت ہوتی ہے۔

فرمایا' اللہ تعالیٰ کے نزدیک افعال حکما معتبر ہیں نہ کہ اقوال۔

دوستوں کے مال میں تمام دوست شریک ہیں۔

اقوال بطلیموس

حکمت ایک درخت ہے' جو دل سے اگتا اور زبان سے پھل دیتا ہے۔

جو شخص بقائے حیات کو دوست رکھتا ہے' اسے چاہیے کہ دل کو شدائد و مصائب کے تحمل کے لیے آمادہ رکھے۔

اگر کوئی چیز تمہارے قبضہ سے نکل کر دوسرے کے پاس چلی جائے' تو یہ مت کہو کہ میرا مال میرے پاس سے چلا گیا' بلکہ یہ کہو کہ عاریت تھی' جو چند روز مجھے فائدہ پہنچا کر چلی گئی۔ اگر در حقیقت یہ میرا مال ہوتا' تو دوسروں کے پاس سے مجھ تک نہ آتا۔ اور میرے پاس سے دوسروں تک نہ جاتا۔

ایک روز نوجوان کو محروم و تہی دست' اسباب دنیوی سے حرماں نصیب' متاسف و متحیر دریا کے کنارے بیٹھا دیکھا۔ کمال فراست سے حکیم سمجھ گیا' کہ اس کے حزن و ملال کا موجب عدم غنا اور وجود فقر و تنگدستی ہے۔ اس سے کہا اے جوان! تو اپنے آپ کو اعلیٰ درجے کا تونگر تصور کر اور ہزار کشتی پر متاع کے ساتھ بغرض تجارت اپنے آپ کو سفر دریا میں خیال کر لے۔ اور عین وسط دریا میں باد مخالف سے تمام مال و متاع کو غرق شدہ سمجھ لے' اور اپنے آپ کو بھی قریب الغرقاب فرض کر لے۔ ایسی حالت میں اپنی جان کے بچ جانے ہی کو غنیمت سمجھ کر ہزاروں شکر تجھ پر لازم ہیں۔ لہٰذا اپنی موجودہ حالت پر قانع رہ کر صبر و شکر کی زندگی اختیار کر۔ اس نصیحت سے جوان کا اندوہ مبدل بہ سرور ہو گیا۔

جو شخص دوسروں کے واقعات سے نصیحت حاصل نہیں کرتا۔ دوسرے اس کے واقعات سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ اس لیے کہ نمونہ بہت بڑا معلم ہے' اگرچہ بے زبان ہے۔

عالم سے گھنٹہ بھر کی گفتگو دس برس کے مطالعے سے زیادہ مفید ہے۔ حکمت عملی قوت بازو سے زیادہ کام کرتی ہے۔

زندگی بغیر محنت کے معصیت اور بغیر عقل کے حیوانیت ہے۔ ضروریات کو کم کرلینا سب سے بڑی مالداری ہے۔
انسانی زندگی دنیا میں اس شمع کی مانند ہے' جو ہوا میں رکھی گئی ہو۔
جیسے ملاح ہر قسم کی ہوا میں کشتی کو دریا میں نہیں چلاتا' اسی طرح ہر اندیشہ ضمیر پر اسی طرف نہ چل پڑنا چاہیے۔
جب تک تیری رائے تیرے غصہ سے مغلوب ہے' اور تو متابعت شہوات کرتا ہے' اپنے آپ کو انسان نہ سمجھ۔
ایک نقاش نے اس حکیم سے کہا' اپنا مکان گچ کرالے' تاکہ میں اس پر تصاویر کھینچوں۔ حکیم نے کہا' پہلے تو تصاویر کھینچ' پھر گچ کراؤں گا۔ درد سر کا علاج تاج سے نہیں ہوتا۔
غور و فکر مراقبہ کا مرتبہ رکھتا ہے' اور اس کی ضرورت دین و دنیا اور عاقبت کے ہر ایک پہلو میں لاحق ہوتی ہے۔
تین آدمی میرے دوست ہیں۔ ایک وہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے' دوسرا وہ جو مجھ سے نفرت کرتا ہے۔ اور تیسرا وہ جو مجھ سے کوئی واسطہ ہی نہیں رکھتا۔ کیونکہ پہلا محبت کا سبق' دوسرا احتیاط کا اور تیسرا خود اعتباری سکھتا ہے۔
جاہل کے لیے سب سے اچھی بات خاموشی ہے۔
کسی نے اس حکیم سے پوچھا کہ جھوٹ بولنے میں کیا نقصان ہے؟ اس نے کہا اس کے سچ بات کا اعتبار بھی جاتا رہتا ہے۔ پھر پوچھا سچائی میں کیا فائدہ ہے؟ اس نے کہا' جھوٹ کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔
لائق آدمی کو نسبی فضیلت کی ضرورت نہیں' اور نالائق آدمی کو اس سے کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا۔

اقوال حکیم اقلیدس

جو شخص علم رکھے اور اس پر عمل نہ کرے' وہ ایک بیمار ہے جس کے پاس دوا تو ہے مگر علاج نہیں کرتا۔
جو شخص ایسی چیز کی تعریف کرے' جو تجھ میں نہ ہو' وہ ایسی برائی بھی منسوب کرلے گا' جو تجھ میں نہ ہو گی۔
دو بھائیوں میں دشمنی نہ ڈال کہ وہ معمولی بات پر صلح کرلیں گے' اور تجھے ہمیشہ کی برائی حاصل ہوگی۔
سلطان غیر عادل پر' اس متمول پر جو حسن تدبیر نہ رکھتا ہو' اس وزیر پر جس کا صدق کلام معلوم نہ ہو' اس بخشش کرنے والے پر جو مال کو بے موقع صرف کرتا ہو' اس صاحب فضیلت پر جو رائے صائب نہ رکھتا ہو' تاسف کرنا چاہیے کہ عنقریب ان کا کام تباہ ہوجائے گا۔ دانا کون ہے؟ جو گردش ایام سے دل تنگ نہ ہو۔
ایک روز اس سے کہا گیا' مت بول۔ اس نے زبان بند کرلی۔ پھر کہا کہ نہ سن' اس نے اپنے کان بند کرلیے۔ پھر کہا کہ مت دیکھ' اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ پھر کہا مت سمجھ۔ اس نے کہا کہ اس امر میں قادر نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ مدرکات عقل کو اپنے اختیارات سے فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس سے قصداً بچا نہیں جاسکتا۔ بخلاف مدرکات حسی کے ان کو جس طرح چاہو' استعمال کرسکتے ہو۔
ایک آزردہ دل تمام انجمن کو افسردہ کردیتا ہے۔ کونسی شرینی ہے' جو چکھنے والے کو ہلاک کر ڈالتی ہے؟ شہوت۔
لوگوں کو تین باتوں سے رنج پہنچتا ہے۔ پیش از وقت چاہتے' بیش از قسمت مانگتے اور غیر کے مال کو اپنا بنانا چاہتے ہیں۔

جبکہ تیری روزی دوسروں کی روزی سے جدا ہے' تو پھر یہ بیہودہ رنج و محنت کیوں ہے؟
ان سے پوچھا گیا' کیا مذہب رکھتا ہے؟ کہا کہ دہقان جو کچھ بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔
دنیا عالم اسباب ہے۔ یہاں ہر فعل سے پیشتر سبب کا ہونا قدرت کی حکمت ہے۔
ایک محفل میں یہ حکیم بیٹھا ہوا تھا' وہاں ایک جاہل شخص آکر صدر مقام پر بیٹھ گیا۔ کسی نے حکیم سے پوچھا کہ کیا تجھے اس بیوقوف کی یہ ناشائستہ حرکت بری معلوم نہیں ہوئی؟ اس نے جواب دیا کہ برا ماننے کی کیا وجہ ہے؟ کیونکہ اس مکان کی دیواریں سب سے زیادہ بلند ہیں۔ لیکن ان کی بلندی کا کوئی خیال بھی نہیں کرتا۔ میں جہلا کو ان دیواروں اور خاک سے زیادہ نہیں سمجھتا۔
ایک شخص نے کہا' میں اس کوشش میں ہوں کہ تیری حیات کو تجھ سے زائل کردوں۔ حکیم نے کہا' اور میں اس کوشش میں ہوں' کہ تیرا غضب تجھ سے زائل کردوں۔
بزرگ اطاعت سے' ہمسر خلق سے' خورد لطف و کرم سے اور حاسد زوال نعمت سے خوش ہوتے ہیں۔
انسانی سرشت میں دانائی کی نسبت حماقت زیادہ بھری ہے۔ اس کو دور کرکے انسانیت کا درجہ حاصل کر۔

اقوال خلیفہ ماموں رشید

اطاعت باری تعالیٰ اتنی کر' جتنی تجھے اس کے ساتھ احتیاج ہے۔ گناہ اس قدر کم کر کہ ان کی عقوبت کی تاب لا سکے۔
زیردستوں پر اس قدر کم جفا کر' کہ اگر روزگار ان کو تجھ سے زبردست بنا دے' تو ان کے انتقام کی تاب لا سکے۔
شیریں کلام اور خوش خلق کے ساتھ محبت واجب ہو جاتی ہے۔ جب غصہ تجھ پر غلبہ پائے' تو خاموشی اختیار کر۔
پاس تھوڑے کو دوسروں کے زیادہ سے بہتر جان۔ راستی جو فائدہ نہ پہنچائے اور لوگوں کا دل دکھائے' پرہیز کر۔
ایسے فائدے سے بچ' جو دوسرے کا نقصان کرے۔ اپنے کاموں کی بنیاد محبت و آشتی پر رکھ' نہ کر قہر و غضب پر۔
دوست اس کو سمجھ جو خلوت میں تیرے عیب تجھ پر ظاہر کرکے تجھے تنبیہ کرے' اور تیرے پیچھے لوگوں میں تیری تعریف کرے اور مصیبت کے وقت تیری ہمراہی کرے۔
یقین جان! کہ جو درہم ناجائز طریقے سے حاصل کیا جاتا ہے' وہ ہزاروں کے لیے حجاب بن جاتا ہے۔ جو کوئی اس کا خیال نہ کرے' اس کو شیطان خیال کر۔ کمینوں کے جواب کے واسطے علم ایک لشکر ہے۔
جو کوئی راست گوئی میں مشہور ہو گیا' اگر وہ مصلحت کی بنا پر کسی وقت جھوٹ بھی بولے تو سچ سمجھا جاتا ہے۔ برخلاف دروغ گو کے' کہ اگر سچ بھی بولے تو جھوٹ خیال کیا جائے گا۔
تونگری خورسندی میں' اور درویشی زیادہ نہ ڈھونڈنے میں ہے۔ مرد خورسند ہرچند کہ ننگا' بھوکا ہو' تونگر ہے۔ اور جو زیادہ ڈھونڈے' تمام عالم بھی اس کے قبضے میں آجائے تو بھی درویش ہے۔ عاقبت اندیشی کو طلب مال پر مقدم رکھو۔
کونسا امر قبیح ہے؟ کہنا اور نہ کرنا۔ کونسا امر جمیل ہے؟ کم کہنا اور زیادہ کرنا۔

جب کسی شخص کو دوسروں کی عیب جوئی کرتے ہوئے پاؤ' اسے اپنے دوستوں کے زمرے سے خارج کرو۔
خوشامدی شخص تمہاری برائیوں اور بھلائیوں دونوں کو پسندیدہ بتلائے گا۔
اپنی زبان سے اپنی تعریف کرنا' اپنی طرف سے لوگوں کا خیال خراب کرنا ہے۔
مال جمع کرنا آسان' لیکن اس کی نگہداشت اور اس سے بہرہ مند ہونا دشوار ہے۔

اقوال کیخسرو

اگر لوگ اپنے اپنے حق پر راضی رہیں' اور انصاف کے ساتھ زندگانی بسر کریں' تو کسی ملک کو ملک کی ضرورت نہیں۔
ملک اور رعیت کی پائداری مال ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس ہر دو جہان کا وسیلہ حصول ٹھہرایا ہے۔
جہاں تک ممکن ہو' مال کو عزیز رکھو اور مناسب موقعوں پر خرچ کر کے دین و دنیا کا فائدہ حاصل کرو۔ کیونکہ وقائع و حوادث کا احتمال ہمیشہ باقی ہے۔
دنیا کے حوادث و مصائب انسان کی آزمائش کے موقعے ہیں۔ عقلمند وہ ہے جو ایسے وقت میں دل کو جگہ سے نہ ہلنے دے' ایسے موقع پر عقل سے زیادہ دستگیر اور مہربان تر کوئی استاد نہیں ہے۔ عقل ایسے ہی دنوں کے واسطے ہے' کہ اس کی رہنمائی میں چارہ کار تلاش کرنا چاہیے' اور جو کام کہ چارہ کار سے گزر جائے' اس کا اندیشہ نہ کرنا چاہیے اور اندوہ بے فائدہ سے اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈالنا چاہیے' کیونکہ جو کچھ ہاتھ سے گیا وہ نہیں آسکتا' لیکن تھوڑے عرصہ میں اس کا نقصان تیرے جان و تن کو بھی تباہ کر دے گا۔
جب تیرا کام چارہ تدبیر سے گزر کر بموجب سرنوشت پیشانی پیش آئے' اپنی تباہی ہر کسی کے پاس بیان نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس کے اظہار میں دو نقصان ہیں' ملامت دوستاں اور مسرت دشمناں۔ اور ہر دو خلاف مقصود ہیں۔
نادان خورد ہے اگرچہ پیر ہو' اور خردمند پیر ہے اگرچہ خورد ہو' کیونکہ شرف و فضل عقل سے ہے نہ کہ سال سے۔
جس شخص کی دوستی سے کچھ نفع نہ پہنچے' اس کی دشمنی سے بھی کچھ ضرر نہ ہوگا۔
پہلے دشمن کے ساتھ صلح جوئی اختیار کر۔ اگر قبول نہ کرے تو مردانگی دکھلا۔

اگر صلح جوئی نخواہیم جنگ وگر جنگ خواہی نباشد درنگ

جو کوئی یار بے عیب تلاش کرے' وہ ہمیشہ بے یار رہے گا۔

ہمہ روئے زمیں بگردیدم ہمدمے کافرم اگر دیدم

چار لوگوں کو بدخوئی سے معذور سمجھ: روزہ دار' مریض' مسافر' قرضدار تنگدست
جہان کے کاروبار تقدیر سے وابستہ ہیں۔ فائدہ یا نقصان' تقدیم اور تاخیر کی کسی کو طاقت نہیں۔ بہرحال تدبیر کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہیے اور دور اندیشی کو کام میں لانا چاہیے۔
دانش کے درخت کا میوہ نیکوکاری ہے۔ جو کوئی یہ سمجھتا ہے کہ عمل نہیں کرتا' اس کی مثال ایسی ہے' جیسے کوئی شخص

خطرہ راہ سے واقف ہے' اور پھر اسی راستہ میں قدم رکھتا ہے اور آخر کار نقصان جان و مال اٹھاتا ہے۔ یا اس بیمار کی مانند' جو بد پرہیزی اشیاء کے ضرر سے واقف ہے اور پھر انہی کو کھاتا ہے اور انجام کار ہلاک ہوتا ہے۔

اقوال بزرجمہر

مجھے بطور شفقت و نصیحت اور ادب سکھانے کے لیے بہت سے نصیحت دینے والوں نے نصیحت دی اور وعظ کرنے والوں نے وعظ کیے۔ لیکن بڑھاپے جیسا وعظ کسی نے نہیں کیا' اور میری عقل جیسی نصیحت مجھے کسی نے نہیں کی۔

میں نے سورج کے نور اور چاند کی روشنی سے روشنی طلب کی' مگر مجھے اپنے دل کے نور سے زیادہ کوئی روشنی نہ ملی۔

میں آزادوں اور غلاموں کا مالک رہا' مگر سوائے میری خواہش کے کوئی اور میرا مالک مجھ پر غالب نہ ہوا۔

دشمنوں نے مجھ سے دشمنی کی' مگر میں نے جبکہ میں جاہل ہوں اپنے نفس سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں دیکھا۔

تیکیوں نے میری مزاحمت کی' مگر بد خلقی جیسی کسی نے میری مزاحمت نہیں کی۔

میں نے بذات خود اپنے نفس کو بلحاظ اس پر خوف کھانے اور اس پر مہربانی کرنے کے تمام خلقت سے اپنی پناہ میں رکھا۔ مگر میں نے اسے اپنے آپ کے تمام نفوس سے برا پایا۔ میں نے دیکھ لیا کہ ہر خرابی اس کی پیدا کردہ ہے۔

میں نہایت دور دراز خطرناک مقامات میں پڑا رہا' مگر اپنی زبان سے زیادہ ضرر رساں چیز میں نہیں پڑا۔

میں انگاروں پر چلا اور گرم ریت کو میں نے پامال کیا۔ مگر میں غصے سے جب کہ وہ مجھ پر قابو پالے' کوئی آگ زیادہ گرم نہیں دیکھی۔

میں نے غور کیا کہ کونسی قاتل بیماری کہاں سے آتی ہے' تو میں نے معلوم کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے آتی ہے۔

میں نے اپنے نفس کے لیے راحت طلب کی' تو میں نے اس کے لیے بے فائدہ چیز کو چھوڑ دینے کے سوا کسی چیز کو اس کے لیے زیادہ راحت دینے والا نہ پایا۔

میں نے سمندروں کے سفر میں خطرے دیکھے' مگر ظالم بادشاہ کے دروازے پر کھڑا ہونے سے زیادہ کوئی خطرہ نہیں دیکھا۔

میں وحشیوں کی طرح جنگلوں اور پہاڑوں میں پھرا' مگر میں نے برے ساتھی سے زیادہ کوئی وحشت ناک نہ دیکھا۔

میں نے درندوں' کفتاروں اور بھیڑیوں کو جانچا' ان کے ساتھ رہا' وہ میرے ساتھ رہے اور میں ان پر غالب آگیا۔ لیکن بد خلق شخص مجھ پر غالب آگیا۔

میں شیطانوں کے ساتھ پہاڑوں پر پھرا' لیکن برے انسانوں کے سوا کسی سے میں نہیں گھبرایا۔

میں نے ایلوا کھایا اور کڑوی چیزوں کو پیا' مگر محتاجی سے زیادہ کڑوا کسی چیز کو نہیں پایا۔

میں لڑائیوں میں حاضر ہوا' لشکروں میں لڑا' تلواریں چلائیں اور ہمسروں کو پچھاڑا۔ مگر بری عورت سے زیادہ غالب کسی کو نہیں دیکھا۔

میں نے جنگ کے اوزاروں کو استعمال کیا اور پتھروں کو اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے گیا۔ مگر قرض سے زیادہ

بو جہل میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا۔

میں نے اس چیز میں غور کیا' جو عزت والے کو ذلیل بنا دیتی ہے' اور طاقتور کو توڑ دیتی ہے' تو میں نے فاقہ کشوں اور حاجت مندوں سے زیادہ ذلیل کسی کو نہیں دیکھا۔

میں نے ملک الموت کو جان کنی کے فرائض انجام دیتے دیکھا' مگر قرض خواہ سے زیادہ سخت جان نکالنے والا ملک الموت کسی کو نہ پایا۔

مجھے نیزے مارے گئے اور پتھر پھینکے گئے۔ پس میں نے اس برے کلام سے جو برحق بات کو طلب کرنے والے کے منہ سے نکلتی ہے' کسی کو زیادہ اثر کرنے والا نہیں دیکھا۔

میں نے عمدہ کھانے کھائے اور نشہ آور چیزوں کو پیا۔ لیکن میں نے صبر اور امن سے زیادہ لذیذ کسی چیز کو نہ پایا۔

میں نے ناداری اور مفلسی کے کوہ گرانبار کو اٹھایا۔ لیکن کسی کمینے کے محتاج ہونے کی نسبت ان کو ہلکا پایا۔

کمینہ شخص سے حاجت طلب کرنا بیابان میں مچھلی طلب کرنے کے برابر ہے۔

جس شخص نے اپنے آپ کو باعزت کیا' اپنے پیسے کو ذلیل کر کے کیا ہے (یعنی عزت سخاوت سے حاصل ہوتی ہے۔)

جب تک تو مال کو نگاہ میں رکھے' تو مال کا خادم اور غلام ہے۔ جب تو اسے خرچ کر دے' تو وہ تیرا خدمتگار ہے۔

جس قدر دیر میں برا لفظ کہا جاتا ہے' اسی قدر دیر میں اچھا لفظ ادا ہو سکتا ہے۔

بسا اوقات انسان کی موت اس بات میں ہوتی ہے' کہ جس کی وہ خواہش کرتا ہے۔

دنیا کی مصیبتوں کا 3/4 حصہ زبان کا پیدا کردہ ہے' اور اس کے ماخذ طعام و کلام ہیں۔

کم گو' کم خور اور بے آزار ہمیشہ سلامت' خوش اور مصیبتوں سے محفوظ رہتا ہے۔

اقوال حکمائے عرب

لوگوں کو ایک جیسی طبیعت کا خیال نہ کر لے' کیونکہ ان کی طبائع اور رنگ اتنے ہیں' جنہیں تو شمار نہیں کر سکتا۔

جن بھلائیوں کو تو طلب کرتا ہے' ان میں سستی چھوڑ دے' کیونکہ سست شخص نیکیوں میں کامیاب نہیں ہوا کرتا۔

اے پسندیدہ خصائل عالم! خوش ہو کہ تو بغیر پانی ہی کے سیراب ہے' اور اے جاہل! اگرچہ تو پانی کی موجوں میں بھی ہو۔ تو بے شک تو ان میں بھی پیاسا رہے گا۔

اگر انسان کے خیالات' شرعی گواہ ہوتے تو بہت سے دیانت دار بدمعاش ہوتے۔

سچائی کی مشعل جلتی ہوئی نظر آئے' تو اس کی روشنی سے فائدہ اٹھا۔ یہ نہ دیکھ کہ مشعل بردار کون ہے۔

جوانی کے دھوکے میں نہ آجا۔ کیونکہ بوڑھا ہونے سے پہلے بھی کئی جوان گزر چکے ہیں۔

جوانی میں مست ہو کر چلنے والے! کیا کبھی مست بھی راہ راست تک پہنچتا ہے؟

جب تک قدرت و طاقت ہو' احسان کر۔ کیونکہ انسان کی قدرت ہمیشہ باقی نہیں رہتی۔

دل کو دنیا اور اس کی زینت سے باز رکھ' کیونکہ اس کا صاف مکدر' اور اس کا وصل جدائی ہے۔
اے جسم کے خدمت گزار تو کب تک اس کی خدمت کے لیے دوڑے گا؟ کیا تو اس چیز سے نفع طلب کرتا ہے' جس میں گھاٹا ہی گھاٹا ہے؟ نفس اور اس کی مصیبتوں کی طرف توجہ کر' کیونکہ نفس کے ساتھ انسان ہے' نہ کہ جسم کے ساتھ۔
ہشام بن عبدالملک کا نزع کا عالم تھا۔ لوگ بستر مرگ کو گھیرے کھڑے تھے' رونے لگے۔ ہشام نے کہا "اے عزیزو! سنو' ہشام نے جو کچھ جمع کیا' وہ تمہارے لیے چھوڑتا ہے' اور اس کا جو بوجھ ہے' اسے تم تنہا میرے ہی سر پر چھوڑے دیتے ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی مغفرت کرے تو ٹھکانا ہے۔ ورنہ ہشام نے بالکل الٹی بات کی اور وہ کیا جو نہ کرنا چاہیے تھا۔"
جس نے لوگوں سے جتنا میل ملاپ رکھا' اتنا ہی ان سے رنج دیکھے گا' کیونکہ ان کی طبیعت میں بغاوت و ظلم بھرا ہے۔

مرا زروز قیامت غمی کہ ہست انیست — کہ روئے مردم عالم دوبارہ باید دید

جب شریف آدمی کو کوئی جگہ ناموافق ہو' تو کچھ پروا نہیں' کیونکہ اس کے لیے فراخی زمین میں اور کئی جگہیں ہیں۔
ایک مشاہدے کا گواہ نوسائی گواہوں سے بہتر ہوتا ہے۔ عورت کا خاوند مرد اور مرد کا خاوند قرض خواہ ہے۔
خوشی کو دائمی اور ابدی نہ خیال کر' کیونکہ جس کو ایک زمانہ خوش کرتا ہے' اسے کئی زمانے رنج دیتے ہیں۔
اپنی روزی پر قناعت ہی حقیقت میں غنا ہے' اور جو قناعت نہیں کرتا' محتاجی اس کے نزدیک ہوا کرتی ہے۔
کسی مجلس میں سوال سے پہلے گفتگو شروع نہ کر۔ کیونکہ یہ بہت برا طریقہ ہوتا ہے۔
زمانہ کے مصائب سے نہ گھبرا' کیونکہ احمق شخص ہی حوادث زمانہ پر بے صبری کرتا ہے۔
اگر آج کا رزق تجھ پر تنگ ہو جائے' تو کل تک صبر کر' شاید کہ زمانہ کے مصائب تجھ سے دور ہو جائیں۔
عبادت ایسی کرو کہ تمہاری روح کو مزا آئے۔ جو عبادت دنیا میں مزا نہ دے گی' وہ عاقبت میں کیا جزا دے گی۔
تین چیزیں سخت تر ہیں۔ جوانی میں مفلسی۔ سفر میں بیماری اور تنگدستی میں قرض۔
اپنی ظاہری حالت ہر حال میں اچھی رکھ' خواہ زمانہ تیرے کتنا ہی ناموافق ہو۔
تمسخر کو چھوڑ دے' کیونکہ تمسخر کے بہت لفظ تیری طرف ایسے رنج و غم کھینچ کر لاتے ہیں' جو رفع نہیں کیے جا سکتے۔
ایمان کا دشمن جھوٹ۔ عزت کا دشمن سوال۔ عقل کا دشمن غصہ اور دولت کا دشمن بددیانتی ہے۔
جو شخص خطروں پر سوار نہ ہو' وہ مرغوب چیزیں حاصل نہیں کر سکتا۔ اگر موافقت نہ ہو' تو پھر مفارقت بہتر ہے۔
آدمی کو خود اس ذات کے سوا کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ قرض قاطع محبت ہے اور محبت فرض ہے۔
اتنا نرم نہ بن کہ نچوڑ لیا جائے اور نہ اتنا خشک کہ توڑ لیا جائے۔
وہ راز محفوظ نہیں' جس کی کسی عورت کو خبر ہو۔ عورت کی آواز بھی عورت ہی ہے (یعنی آواز کا بھی پردہ رکھے)۔
حقیر شخص جو بات تجھے کہے' اسے حقیر نہ سمجھ' کیونکہ شہد کی مکھی گو مکھی ہے مگر شہد کا پرندہ ہے۔
بیکسوں پر ظلم کرنے والے اتو مہلتوں کے دھوکے میں نہ آ جا۔

تو مشو مغرور بر حلم اللہ — دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

ہر شخص اپنے سینے میں ایک دشمن لیے پھرتا ہے۔ جس سے تم کو نفرت ہو' اس سے ڈرتے رہو۔

گناہ' ایام زندگی اور دشمن یہ ایسی تین چیزیں ہیں' جن کا اندازہ انسانی دماغ نہیں لگا سکتا۔
ہر ایک بیماری کی دوا ہمیشہ ممکن ہے' مگر جب تنگدستی سستی کے ساتھ مل جائے' تو یہ لادوا مرض ہے۔
بعض اسباب دشمن کو بھائی چارہ کیلئے مجبور کرتے ہیں' مگر ان اسباب کے خاتمہ پر اس کی عداوت پھر عود کر آتی ہے۔
غیبت سننے والا' کہنے والے کا ساتھی ہے۔
صاحب غرض کی دوستی سے دھوکا نہ کھا' جب تک کہ تو اسے غرض کے نہ ہونے کے وقت میں آزمالے۔

اقوال بو علی سینا

محبت کے لحاظ سے ہر ایک باپ یعقوبؑ اور حسن کے لحاظ سے ہر بیٹا یوسفؑ ہے
جو شخص اپنے دوستوں کی ہر خطا پر عتاب کرے' اس کے دشمن بہت ہوں گے۔
جو شخص انتقام کے طریقوں پر غور کرتا رہتا ہے' اس کے زخم ہمیشہ تازہ رہتے ہیں۔
زاہد وہ ہے کہ دنیا سے احتراز رکھے' اپنی قسمت پر رضامند رہے اور مقدار عمل سے زیادہ بات نہ کہے۔
فقیر وہ ہے کہ اس کی خاموشی فکر کے ساتھ' اور اس کی گفتگو ذکر کے ساتھ ہو۔ نیت مرتکب ہونے کا پیش خیمہ ہے۔
بہترین قول ذکر' بہترین فعل عبادت اور بہترین خصلت حلم ہے۔ ناقص عقل گناہ کے وقت محافظت نہیں کر سکتی۔
ہر بات جو ذکر سے خالی ہو' لغو ہے' ہر خاموشی جو فکر سے خالی ہو' سہو ہے اور ہر نظر جو عبرت سے خالی ہو' لہو ہے۔
نہایت خوشحالی اور نہایت بدحالی برائی کی طرف لے جاتی ہے۔ پوچھا! بھائی بہتر ہے یا یار؟ جواب دیا' بھائی اگر یار ہو۔
مباحثہ عقل کی صیقل ہے اور جاہلوں کے لیے تخم عداوت۔ کسی کی قلت عقل کا اس کے کثرت کلام سے اندازہ لگا۔
جو شخص تادیب دنیا سے راہ صواب اختیار کرے' وہ عذاب عقبیٰ میں بھی گرفتار ہوگا۔
حسن ایک تنہائی کی سلطنت ہے' جس میں خدم و حشم کی ضرورت نہیں۔ جہاں تک ہو سکے' محال طلب نہ بن۔
اتنا کھاؤ جتنا ہضم کر سکو۔ اتنا پڑھو جتنا جذب کر سکو۔ علم در سینہ' نہ کہ در سفینہ۔
زندگی میں تین چیزیں نہایت سخت ہیں۔ (۱) خوف مرگ۔ (۲) شدت مرض۔ (۳) ذلت قرض۔
کسی کی نسبت برا خیال بھی دل میں نہ لاؤ۔ یاد رکھو کہ اس کا عکس اس کے دل پر ضرور پڑے گا۔
نظر اس وقت تک پاک ہے' جب تک اٹھائی نہ جائے۔ مفاسد تونگری مصائب افلاس سے بدرجہا شدید تر ہیں۔
خواہش نفس تجھے پنجرے کا قیدی بناتی ہے۔ اس کو مٹا کر حقیقی آزادی کا لطف اٹھا۔
نیکوں کے ساتھ تیری موافقت کیا خوبی رکھتی ہے' جبکہ تو بدوں کے ساتھ سازگار نہ ہو۔
بیماریوں میں سب سے بری دل کی بیماری ہے۔ دل کی بیماریوں میں سب سے بری دل آزاری ہے۔
فصیح الکلام' شیریں زبان اور فصیح البیان ہونا دنیا کی بہترین چیزوں میں سے ہے۔
فضل الٰہی اور تائید ایزدی کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ تاہم عالمگیر بارش ہونے پر جو فائدہ ترددی زمین کو ہوتا ہے' اس

کا مقابلہ بے تردد رقبہ ہرگز نہیں کر سکتا۔
حقیقی خوبصورتی کا چشمہ دل ہے۔ اگر یہ سیاہ ہو' تو چمکتی آنکھیں کچھ کام نہیں دیتیں۔
شہوت طبعی انسان و حیوان کو مساوی ہوتی ہے' لیکن وضعی صرف انسان کو' جو بے ترتیبی و بد صحبت سے نشو و نما پاتی۔

سلطان عادل

سنہ ۸۰۰ھ کے آغاز کے ساتھ ہی سلطان احمد شاہ والی گجرات دکن کی مسند نشینی کے آٹھ سال پوری ہوئے۔ ان دنوں میں ایک خاص مناسبت پیدا ہو گئی۔ اراکین دربار نے عرض کیا کہ اس سال جشن سالگرہ نہایت خوبی سے منانے کی اجازت عطا فرمائی جائے۔ اسلامی سنہ ۸۰۰ھ شروع ہوا ہے اور حضور کی سلطنت کو بھی۔ فضلہ آٹھ سال ہو گئے۔ یہ فال نیک ہے۔ انشاء اللہ حضور کے خاندان میں سلطنت بھی آٹھ سو سال قائم رہے گی۔

سلطان احمد شاہ نہایت ہی نیک' عادل اور رحیم بادشاہ تھا۔ اس کی نیکیوں سے تاریخی صفحات بھرے ہیں' لہو و لعب سے متنفر رہتا تھا۔ لیکن وزراء' امراکی اس استدعا پر بطور تالیف قلب ایک خاص حد تک جشن کرنے کی اجازت دے دی۔ سلطنت میں چراغاں کی رسم بڑے پیمانے پر ہوئی' اور اس مسرت میں رعایا کے ہر فرد نے بخوشی حصہ لیا۔
سلطان کا داماد ایک وجیہہ و خوبصورت نوجوان نہایت بااخلاق ہونے کے علاوہ شاہی خاندان کا رکن اعظم بھی تھا۔ اتفاق سے ایک غریب مزدور اس کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جب سلطان کو خبر پہنچی تو فرمایا۔ "قانون شریعت میں غریب و امیر کا امتیاز نہیں۔ میرا داماد ہو نا اس کو عدالت سے نہیں بچا سکتا۔ اس کو گرفتار کر کے باقاعدہ عدالت کے سپرد کرو۔
عدالت میں مقدمہ شروع ہوا' گواہی سے ثابت ہوا کہ واقعی یہ قاتل ہے۔ قاضی نے مقتول کے وارثوں کو خون بہا کے عوض راضی کر لیا۔ بائیس اشرفی خون بہا قرار پائیں' وارثین نے راضی نامہ پر دستخط کر دیئے۔ جب مسل مکمل ہو کر آخری فیصلہ کے لیے سلطان کے سامنے پیش کی گئی۔ جس پر قاضی کا فیصلہ بالفاظ ذیل تھا۔
"حضور والا! میں مقدمے کی تحقیق نیز گواہوں کے بیانات سے اس امر کی تصدیق کرتا ہوں' کہ ملزم واقعی قتل عمد کا مرتکب ہوا ہے۔ اور اس پر حق قصاص از روئے شرع جاری ہونا ضروری ہے۔ لیکن مقتول کے ورثا' جواب مدعی کی حیثیت سے ہیں' برضا و رغبت خون بہا لینے پر راضی ہیں۔ میں نے ورثا کے مشورے سے 122 اشرفیاں خون بہا تجویز کی ہیں۔ برائے حصول حکم آخری مسل اجلاس معلی میں پیش کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں۔"
جب سلطان احمد شاہ نے یہ روداد پڑھی تو فرمایا۔ "اس میں شک نہیں کہ ورثا راضی ہو گئے' لیکن حقیقتہ یہ فیصلہ بہت کمزور ہے' اور یقین کامل ہے کہ اس میں میرا داماد ہونے کی وجہ بھی اثر کر رہی ہے۔ وارثوں کا خیال ہو گا کہ ہماری اس درگزشت سے بادشاہ ممنون ہو گا۔ دوسرے اس فیصلہ کا یہ نتیجہ نکلے گا کہ شاہی خاندان کے افراد ہر ایک کمزور اور غریب رعیت کو اسی طرح مار ڈالا کریں گے۔ میں سیاستہ' انتظاماً' اور اخلاقاً اس فیصلہ کے خلاف ہوں۔ گو مجھے یہ معلوم ہے' کہ میری عزیز اور پیاری بیٹی اس صدمے سے مجروح ہو گی' اور اس کو داغ بیوگی برداشت کرنا پڑے

گا۔ لیکن میں خاندان اور اولاد کی خوشی کے لیے غریب رعایا کی جان اس طرح ارزاں کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ ملزم نے جو اس طرح بیباکانہ غریب کا خون بہایا' اس میں ضرور یہ گھمنڈ پوشیدہ تھا کہ میں بادشاہ کا چہیتا داماد ہوں' جو کسی طرح اولاد سے کم نہیں ہوتا۔ اسی طرح راضی نامہ اور فیصلہ میں بھی ضرور شاہی رعایت کا لحاظ کار فرما ہے۔ ان تمام حالات و واقعات پر نظر کرتے ہوئے میں کسی طرح مناسب نہیں سمجھتا کہ عدالت ماتحت کے فیصلے کو بحال رکھا جائے۔ اس فیصلہ سے دولتمندوں کو بڑی ڈھیل ملے گی۔ ایک شاہی خاندان کے رکن کے لیے بائیس اشرفیاں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں' ایک جان بہت قیمتی ہوتی ہے۔ خواہ وہ غریب ہی کی کیوں نہ ہو۔ اس لیے میں عدالت ماتحت کے فیصلے کو منسوخ کرتا ہوں اور حکم دیتا ہوں کہ قاتل کو قصاص کے طریقے پر تختہ دار پر چڑھایا جائے۔ نیز یہ حکم بھی دیتا ہوں کہ عبرت کے واسطے ایک شبانہ روز وسط شہر میں قاتل کی لاش کو لٹکایا جائے' تاکہ پھر کسی دولت مند کو کسی غریب کا خون بہانے اور خون بہا دینے کی جرات اور امید نہ رہے۔"

ہرچند محل کے اندر اور باہر بادشاہ سے سفارش کی گئی' مگر سلطان نے اپنا آخری حکم واپس نہ لیا اور بالآخر قاتل تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔

اقوال بزرگان

شیخ گنج لاہوری": صوفی جس کا کردار موافق گفتار ہو۔ تصوف ایک حقیقت ہے بے نام' اور آج نام ہے بے حقیقت۔

علی بن فضل": آپ اپنی ضروریات کی اشیاء اپنے محلہ کے کسی سبزی فروش سے خریدا کرتے تھے اور جس نرخ پر وہ ان کو دیتا' بے تامل خرید لیتے۔ کسی نے کہا کہ آپ کیوں بڑے بازار سے نہیں خریدتے' کہ وہاں پر تمام اشیاء ارزاں تر دستیاب ہوتی ہیں۔ فرمایا کہ ان بقالوں نے اس واسطے اس محلہ میں دکانیں کھولی ہیں' کہ ہم سے فائدہ اٹھائیں۔

فتح موصلی": میں نے تیس ابدال کی صحبت اٹھائی۔ سب نے یہی کہا کہ خلق کی صحبت سے بچو' کم کھاؤ اور کم بولو۔

ابراہیم ادھم": جو عمل آج تم پر شاق ہے' وہ آخرت میں میزان پر زیادہ وزنی ہو گا۔

شیخ عبدالقادر جیلانی": جو اہل و عیال کے خرچ میں قصور کر کے' قرض ادا کیے' بغیر حج کو نکلا' وہ ظالم' گنہگار اور مغضوب الٰہی ہے۔ قول صورت ہے اور عمل اس کی روح ہے۔

نوح علیہ السلام: شیطان سے پوچھا گیا۔ کہ بنی آدم میں سے کون سا گروہ تیری زیادہ مددگاری کرتا ہے؟ جواب دیا کہ حریص' بخیل' بددل اور شتاب کار۔

شیخ سعدی": کسی نے پوچھا کیسے گزرتی ہے؟ کہا منہ نعمت حق کھانے میں' اور زبان شکایت کرنے میں۔

شیخ بایزید": میں نے چار چیزوں کو دنیا میں ڈھونڈا اور نہ پایا۔ عالم بے طمع' یار موافق' طاقت بے ریا' لقمہ حلال۔

خواجہ ابو اسحٰق" نے فرمایا کہ میں نے انہی چار چیزوں کو دنیا میں ڈھونڈا اور پایا۔ اول عالم بے طمع۔ اللہ تعالیٰ کو پایا' دوم یار موافق۔ قرآن شریف کو' سوم طاقت بے ریا۔ طاعت شب کو' چہارم لقمہ حلال۔ غصہ کو کھانا۔

حسن بصری": خالی پیٹ شیطان کا قید خانہ اور بھرا پیٹ اس کا اکھاڑہ ہے۔

اگر تو اللہ سے ڈرتا ہے' تو اس کے تصرفات میں کلام مت کر۔

سفیان ثوریؒ: حق تعالیٰ کے سامنے حق تعالیٰ کے گناہ کے ساتھ جانا زیادہ آسان ہے' بہ نسبت اس کے کہ کسی ایسے گناہ کے ساتھ جائے' جس کا تعلق بندوں کے ساتھ ہو۔ جو اپنے آپ کو دوسروں پر فضیلت دیتا ہے وہ متکبر ہے۔

اگر بہت سے لوگ کسی جگہ پر جمع ہوں' اور ان سے پوچھا جائے' کہ جس کو آج شام تک زندہ رہنے کی خبر ہے' وہ کھڑا ہو جائے' تو کوئی شخص بھی کھڑا نہ ہو گا۔ اور اس پر تعجب یہ ہے کہ اگر سب کو پکار کر کہا جائے کہ جس کسی نے آئندہ سفر کا سامان تیار کیا ہے' وہ کھڑا ہو جائے۔ تب بھی کوئی ایسا نہیں نکلے گا' جو کھڑا ہو جائے۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ کتے میں دس ایسی عمدہ خصلتیں ہیں کہ وہ ہر مومن کو اختیار کرنی چاہئیں۔

(۱) وہ بھوکا رہتا ہے۔ یہ آداب صالحین سے اور تھوڑی چیز پر قناعت کرتا ہے یہ علامت صابرین سے ہے۔

(۲) اس کا کوئی مکان نہیں ہوتا۔ یہ علامت متوکلین سے ہے۔

(۳) وہ رات کو بہت ہی کم سوتا ہے۔ یہ صفات شب بیداراں اور علامات محبین سے ہے۔

(۴) جب مرتا ہے' تو کوئی میراث نہیں چھوڑتا۔ یہ صفات زاہدین سے ہے۔

(۵) یہ اپنے مالک کو نہیں چھوڑتا' گو وہ اس پر جفا کرے' اور مارے۔ یہ علامت مریدین صادقین سے ہے۔

(۶) ادنیٰ جگہ پر ہی راضی ہو جاتا ہے۔ یہ علامت متواضعین سے ہے۔

(۷) اس کی جائے رہائش پر کوئی قبضہ کر لے تو اس کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جاتا ہے یہ نشان راضین سے ہے۔

(۸) اس کو ماریں اور پھر ٹکڑا ڈالیں' تو فوراً آ جاتا ہے' مار کا کینہ نہیں رکھتا۔ یہ علامت خاشعین سے ہے۔

(۹) کھانا سامنے رکھا ہوا دیکھتا ہے' تو دور بیٹھا ہوا تکتا ہے۔ یہ علامت مساکین سے ہے۔

(۱۰) کسی مکان سے کوچ کر جاتا ہے' تو پھر اس کی طرف التفات نہیں کرتا۔ یہ علامت محزونین سے ہے۔

اے عزیز! قناعت کا سبق کتے سے حاصل کر۔ تو نے اکثر دیکھا ہو گا کہ شکاری کتوں کو جب گلی کوچوں کے کتے دیکھتے ہیں' تو ان پر بھونکتے اور کہتے ہیں کہ اے مسکینو! جب تم نے عمدہ اور لذیذ کھانوں کی رغبت کی' تو تم زنجیروں میں قید کئے گئے۔ اگر تم گری پڑی اور روکھی سوکھی پر قناعت کرتے' تو ہماری طرح کھلے اور آزاد زندگی بسر کرتے۔

ایک بزرگ کی آنکھیں جاتی رہیں۔ چونکہ مستجاب الدعوات تھے' لوگ ان کے پاس دعائے خیر کے واسطے آتے' کسی شخص نے کہا کہ آپ اپنی آنکھوں کے لیے دعا کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے ہنس کر فرمایا۔ بیٹا اللہ پاک کی رضا میرے نزدیک آنکھوں کے بینا ہونے سے اچھی ہے۔

حضرت ابن اسلامؒ نے لکڑیوں کا گٹھا اٹھا رکھا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے ہاں تو بہت نوکر تھے' جو لکڑیوں کو اٹھاتے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے نفس کا امتحان لیتا ہوں' کہ اس کام کو کسر شان تو نہیں سمجھتا۔

حضرت ابو سعیدؒ ابو الخیر کی ملاقات اتفاقاً شیخ بو علی سینا قدس اللہ سرہ سے ہوئی اور اس کے ختم ہو جانے پر ایک نے کہا' جو کچھ وہ جانتا ہے' ہم دیکھتے ہیں۔ دوسرے نے کہا' جو کچھ وہ دیکھتا ہے' ہم جانتے ہیں۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں' حکومت اور عورت کی محبت کا چھوڑنا صبر سے زیادہ کڑوا ہے۔

حضرت ابو حازمؒ فرماتے ہیں' تیرا کیا ضرر ہے' اگر تجھے کوئی نہ پہچانے' جب کہ تو اللہ کے نزدیک معروف و مقبول ہے؟ تیرا کیا نقصان ہے' اگر تیری تعریف نہ کی جائے' جب کہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محمود ہے؟ تجھے کیا خوف ہے' اگر تو دنیاوی حالات میں شکست کھاتا ہے' جب کہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مظفر و منصور ہے۔ تیرا کیا بگاڑ ہے۔ اگر تجھ سے نفرت کی جاتی ہے' جب کہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہے۔

حسن بصریؒ: جو شخص ارادہ قضائے حاجت یا دفع مصیبت کا کرے' تو چاہیے اس امر کے لیے اللہ کی طرف رجوع کر کے لوگوں کو علم ہونے سے پہلے۔ عادت الٰہی یہی ہے' کہ جو پہلے اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی مشکل آسان کر دیتا ہے۔

ایک شخص نے حضرت عبداللہؒ بن مبارک سے نصیحت چاہی۔ آپ نے فرمایا' بری نظر چھوڑ دے' خشوع کی توفیق ہوگی۔ بیہودہ گوئی ترک کر' دانا ہوگا۔ کم کھا' عبادت کی طاقت ہوگی۔ لوگوں کے عیوب کی تلاش نہ کر' اپنے عیوب پر مطلع ہوگا۔ اور اللہ کی ذات میں غور و خوض نہ کر' نفاق و شک سے بچے گا۔

حضرت حامد نصافؒ فرماتے ہیں' جب تمہیں نصیحت کا تسلیم کرنا معلوم نہ ہو' اس وقت تک نصیحت نہ کرو۔ ورنہ اکثر دفعہ یہ خیر خواہی ضرر دے گی' کہ برداشت بھی نہ کر سکو گے۔

اہل اللہ مال پاکر متواضع ہوتے ہیں' اور اہل دنیا مغرور۔ وہ شکر گزار ہوتے ہیں اور یہ غافل۔

حضرت یحییٰؒ بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ اگر عبادت پرندہ ہوتی' نماز اور روزہ اس کے پر ہوتے۔

حضرت یزید بن ابی حبیبؒ فرماتے ہیں' عالم کے دین میں فساد کی علامت یہ ہے کہ اس کے نزدیک گفتگو کرنا خاموشی اور سننے سے بہتر ہو۔

حضرت انس بن مالکؒ: بیوقوفوں کی کوشش روایت پر تمام ہے' اور عالم کی کوشش سمجھنے اور غور کرنے میں ہے۔

حضرت سفیان بن عتبہؒ سے لوگوں نے وعظ کی درخواست کی۔ آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا' نہ میں حدیث بیان کرنے کے قابل ہوں' اور نہ تم اس کے سننے کے قابل ہو۔

حضرت بشر حافیؒ نے جب حدیث کہنا چھوڑ دیا' تو لوگوں نے کہا' آپ قیامت کو کیا جواب دیں گے۔ جب اللہ پوچھے گا کہ تم نے حدیث کہنا کیوں چھوڑ دیا؟ آپ نے فرمایا' میں کہوں گا' اے اللہ تو نے اخلاص کا حکم دیا تھا' لیکن مجھے اپنے میں اخلاص نظر نہیں آیا۔

حضرت ابو حازمؒ فرماتے ہیں' ہمارے زمانے کے علما باتوں ہی پر راضی ہو گئے' اور عمل چھوڑ دیے ہیں۔ سلف ایسے تھے کہ عمل کرتے' مگر لوگوں سے نہ کہتے۔ پھر بعد کے لوگ ایسے ہوئے کہ جو کرتے تھے وہ کہتے تھے۔ پھر ان کے بعد ایسے ہوئے' کہ وہ کہتے ہیں مگر کرتے نہیں۔ عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ نہ کہیں گے اور نہ کریں گے۔

ایک عمر رسیدہ سے کسی نے کہا' تیرا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا' میرے ساتھ والا مجھ سے سبقت لے جاتا ہے اور جو میرے پیچھے ہوتا ہے' وہ مجھ سے آن ملتا ہے۔ جو نیک بات سنتا ہوں' اسے بھول جاتا ہوں۔ جب میں کھڑا ہوں تو زمین مجھ سے قریب رہتی ہے' اور جب میں بیٹھتا ہوں' تو دور ہو جاتی ہے۔ ایک چیز دو نظر آتی ہیں۔ جو مجھے سفید

معلوم ہوتی تھی' وہ سیاہ رنگ ہو گئی ہے اور جسے میں سیاہ چاہتا تھا وہ سفید ہو جاتا ہے۔ جس چیز کو نرم پسند کرتا تھا' وہ سخت اور جسے سخت چاہتا تھا وہ نرم ہو گئی ہے۔

عہد شباب اپنا یوں جلدی گزر گیا جیسے چڑھا ہوا کوئی دریا اتر گیا

حضرت مالک بن مغول": جناب رسول مقبول ﷺ سے پوچھا' سب سے زیادہ شریر کون ہے؟ فرمایا' بگڑا ہوا عالم۔

حضرت کعب احبار" فرماتے ہیں' آخر زمانہ میں علما قرب امراپر لڑیں گے' جس طرح کہ عورتوں پر لڑتے ہیں۔ یہ لوگ بدترین مخلوق ہوں گے۔

حضرت سفیان ثوری": جو اوصاف دو سو سال بعد علما میں پیدا ہوں گے' ان سے پناہ مانگو (یہ ہزار سال قبل فرمایا)۔

حضرت عبداللہ بن مبارک": جو شخص علانیہ جرم کے باعث دوزخ میں جائے گا' وہ ریاکار کی نسبت آرام میں ہو گا۔

حضرت ذوالنون مصری" فرماتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے' عنقریب میری امت پر ایک زمانہ آئے گا کہ لوگوں کا نام سننا ان کے دیکھنے سے اچھا ہو گا۔ اور ان کی ملاقات ان کے آزمانے سے بہتر ہو گی' کیونکہ اگر تم ان کو آزماؤ گے' تو ان کے عمل کو اور ان کو برا جانو گے۔

حضرت سعید بن مسیب" فرماتے ہیں' جب تم کسی عالم کو بادشاہ یا امرا کے ہاں جاتا دیکھو' تو جان لو کہ وہ چور ہے۔

علما کا اتفاق ہے' کہ علو مرتبت زیادتی ادب پر موقوف ہے' اور ادب فی الاصل اپنے نقص اور دوسرے کو باکمال سمجھنے کا نام ہے' برعکس بے ادب کے کہ دوسرے میں نقص اور اپنے میں کمال دیکھتا ہے۔

حضرت سفیان ثوری" فرماتے ہیں جب تم کسی عالم کو بلا ضرورت حکام یا امرا کے پاس جاتے دیکھو' تو اسے بھلا خیال نہ کرو' نہ اسے سلام کہو' اور اس کے مذہب کو مشتبہ سمجھو۔

حضرت ضحاک بن مزاحم": میں پوری رات ایسا لفظ تلاش کرتا رہا' جس سے بادشاہ راضی اور اللہ تعالیٰ خفا نہ ہو لیکن نہ ملا۔ صدیقین کے سروں سے جو شے سب سے آخر میں نکلتی ہے۔ وہ حب جاہ ہے۔ اور لذت فقر اس کے سوا کوئی حاصل نہیں کر سکتا' جو تعریف و مذمت سے بے نیاز ہو چکا ہو۔

حضرت اصمعی": امرا برے وہ ہیں' جو عالموں سے دور ہوں اور عالموں میں سے برے وہ جو امرا کے قریب ہوں۔

حضرت علی خواص" فرماتے ہیں کہ اگر تم اپنے دوست کی امداد' اس کے غم کی برداشت' یا دعا کرنا نہیں چاہتے تو دوست سے اس کی حالت ہرگز دریافت نہ کرو' یہ منافقت ہے۔

حضرت حاتم اصم" فرماتے ہیں' جب تم کسی دوست کا حال دریافت کرو' اور وہ کہے میں فلاں چیز کا محتاج ہوں' اور تم اس سے تغافل کرو' اور اس کی ضرورت پوری نہ کرو' تو اس کا حال دریافت کرنا اس کے ساتھ تمسخر ہو گا۔

حضرت بشر بن منصور" فرماتے ہیں' اللہ کی قسم امیرے پاس کبھی ایسا شخص نہیں بیٹھا جس کی مجلس کو میں نے ترک کرنا مناسب نہ جانا ہو' کیونکہ اس کا ترک میرے لیے اور اس کے لیے مفید ہے۔

محمد بن کعب" قرظی فرماتے ہیں' برتنوں کے ٹوٹنے پر خفا نہ ہو' کیونکہ اس کے لیے بھی تمہاری طرح وقت مقرر ہے۔

حضرت علی" فرماتے ہیں' جب تم کسی سے برا کلمہ سنو' تو اس سے اعراض کرو' اور اس کا جواب نہ دو' کیونکہ اس کے

پاس اور بھی ایسے کلمات ہیں' جو وہ جواب میں تجھے کہے گا۔

حضرت سفیان ثوریؒ جب غفلت سے کبھی زیادہ کھا لیتے' تو تمام رات قیام کرتے اور فرماتے' جب گدھے کو زیادہ چارہ دیا جاتا ہے' تو کام بھی زیادہ لیا جاتا ہے۔

حضرت حسینؓ کے منہ پر ایک شخص نے تھپڑ مارا۔ آپ ناراض نہ ہوئے' بلکہ پوچھا یہ کس نے مقدر کیا ہے؟ لوگوں نے کہا' اللہ تعالیٰ نے۔ آپ نے کہا' کیا تم مجھے تقدیر الٰہی کا لوٹانے والا خیال کرتے ہو؟

ایک آدمی نے حضرت ابراہیم ادھمؒ کے پاس رہنے کی خواہش کی۔ آپ نے اسے کہا' ایک شرط پر کہ تیرے مال میں تیرا حق مجھ سے زیادہ نہ ہوگا۔ اس نے کہا' یہ تو میں نہیں کر سکتا۔ پھر چلا گیا۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں' دعا در حقیقت ترک گناہ کا نام ہے' کہ اس سے بغیر سوال ہی کے مقصود حاصل ہوتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ عام لوگوں کا اللہ تعالیٰ سے اتنا ہی ڈرنا کافی ہے' کہ مشتبہات سے بچتے رہیں۔ پھر فرماتے' کاش میں بھی ان میں سے ہوتا۔

حضرت اسحٰقؒ بن خلف فرماتے ہیں' خائف وہ نہیں' جو رو کر اپنی آنکھوں کو پونچھ ڈالے' اور پھر گناہ کا مرتکب ہو' بلکہ حقیقی خائف وہ ہے' جو خوف الٰہی سے گناہ ترک کر دے۔

حضرت مالکؒ بن دینار: جس دل میں غم نہ ہو' وہ بگڑ جائے گا۔ جیسا کہ گھر' اگر اس میں رہائش نہ ہو' تو بگڑ جاتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ روتے تو ان کے بیوی بچے بھی روتے' لیکن انہیں معلوم نہ ہوتا کہ کیوں روتے ہیں؟

حضرت سعیدؒ بن جبیر سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ پر مغرور ہونا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں بڑھتے جانا' اور پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی امید رکھنا۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں' کہ اگر انسان کے سر پر افلاس' مرض اور موت نہ ہوتی' تو بڑھاپے کی شدت کے سوا وہ کبھی سر تسلیم خم نہ کرتا۔ باوجود ان کے وہ پھر گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔

حضرت محمد بن حنفیہؒ: مصیبت کی شکایت سے پرہیز کر' کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض' دشمن خوش اور دوست غمگین ہوتا ہے۔

حضرت ابو سعید بلخیؒ فرماتے ہیں' جسے کوئی مصیبت پہنچے' اور وہ اپنے کپڑے پھاڑے یا منہ کو پیٹے' تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کے لیے ہاتھ میں نیزہ اٹھا لیا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ اگر نعمت دنیا بلا آمیزش تکلیف ہوتی' تو دنیا ہی جنت ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ ایک نبیؑ نے مصیبت کی شکایت اللہ تعالیٰ کے پاس کی۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی "تو کب تک میری شکایت کرے گا؟ میں شکایت و مذمت کے قابل نہیں ہوں۔ تیرے کام کی ابتدا عالم غیب میں اسی طرح تھی۔ پس تو کیوں میرے اعلیٰ انتظام پر ناراض ہوتا ہے؟ کیا تو چاہتا ہے کہ تیری خاطر دنیا کو بدل دوں' اور لوح محفوظ میں ردو بدل کروں اور جو تو چاہے پورا کر دوں اور اپنی مرضی نہ برتوں؟ جیسے تو چاہے وہ ہو جائے اور جو میں چاہوں وہ نہ ہو؟ مجھے اپنی عزت کی قسم ہے' اگر تیرے سینے میں پھر یہ بات کھٹکے تو میں تجھے نبوت سے محروم کر دوں گا"

اور تجھے دوزخ میں ڈال دوں گا' اور مجھے کچھ پروا نہیں ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں' اگر زبان کو آگ جلادے' تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے' کہ ایک چیز جو واقع ہو گئی ہو' اس کو کہوں کہ ایسا کیوں ہوا ہے؟

حضرت سلیمان خواصؒ: جس شخص نے دعا مانگی' اے اللہ تعالیٰ! مجھ سے راضی ہو جا' وہ اللہ تعالیٰ سے راضی نہیں۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا کر کے فرمایا کہ راز مجھ سے کہو۔ اگر راز نہ کہو تو نظر مجھ پر رکھو۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو حاجت مجھ سے طلب کرو۔

وہ فرماتے ہیں' تیرا شکر کرنا یہ ہے کہ انعامات الٰہی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے۔ کیونکہ تیرے تمام اعضا بھی اللہ تعالیٰ کی انعامات ہیں' لٰہذا بالکل نافرمانی نہ کر۔

حضرت شعبیؒ: لوگ چھوٹی مصیبت کا مقابلہ بڑی مصیبت سے کریں' تو بعض مصیبتوں کو عافیت سمجھیں۔

حضرت وہب بن منبہؒ ایک گونگے بہرے مصیبت زدہ شخص کے پاس سے گزرے۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ اس شخص پر بھی کوئی انعام الٰہی باقی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں کھانے اور پینے کا آسانی سے گلے میں اتر جانا اور خارج ہونا ان ظاہری نعمتوں سے بہتر ہے' جو گم ہو گئی ہیں۔

حضرت سفیان بن عینیہؒ سے ایک آدمی نے کہا کہ میں ایسا آدمی دیکھنا چاہتا ہوں' جو دنیا سے بے رغبت ہو۔ فرمایا' یہ گم شدہ چیز ہے جس کا اب وجود نہیں۔ کیونکہ حقیقی زہد حلال میں ہے اور اب حلال کہاں ہے کہ انسان زاہد بن سکے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں' جس کے پاس بیوی ہے' وہ خوشحال ہے' جس کے پاس اپنا گھر ہو' وہ امیر ہے اور جس کے پاس اس کے علاوہ نوکر اور سواری بھی ہو' وہ بادشاہ ہے۔

حضرت بشر حافیؒ فرماتے ہیں' جس نے اللہ تعالیٰ کا شکر سوائے دیگر اعضا کے صرف زبان سے ادا کیا' اس کا شکر کم ہے۔ کیونکہ آنکھ کا شکر ہے کہ اگر اس سے کوئی اچھی چیز دیکھے' تو یاد رکھے ورنہ پردہ پوشی کرے۔ کان کا شکریہ ہے کہ اگر نیک بات سنے' تو یاد رکھے ورنہ بھول جائے۔ ہاتھوں کا شکریہ ہے کہ ان سے جو دے یا لے وہ حق ہو۔ پیٹ کا شکریہ ہے کہ اس کو علم و حلم اور اکل حلال سے پر کرے۔ فرج کا شکریہ ہے کہ مباح جگہ استعمال کرے۔ اور پاؤں کا شکریہ ہے کہ نیک کام ہی کی طرف چلے۔ جس نے ایسا کیا وہ پورا شاکر ہے۔

محمد بن زیادہؒ فرماتے ہیں' انسان کی عقل اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی' جب تک کہ اپنے دوست سے نہ ڈرے۔ نیز عاقل وہ ہے جو کام سے پہلے پیش بینی سے اس کا اہتمام کرلے۔ کیونکہ مجرب رائے نوپید سے اچھی ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ: محمد بن یوسف' کو عبادت میں دانائی مل گئی' ہم کتابی علم میں مشغول ہو کر جھگڑوں میں پڑ گئے۔

حضرت طاؤسؒ فرماتے ہیں' میری زبان درندہ ہے۔ اگر چھوڑوں تو مجھی کو چٹ کر جائے۔

حضرت اکثم بن صیفیؒ کا مقولہ ہے' لوگوں سے بے رخ رہنا عداوت پیدا کرتا ہے' اور ان کے ساتھ خوشی سے ملنا برے ہمنشین پیدا کرتا ہے۔ لٰہذا تم دونوں کے درمیان رہو۔ دریافت کیا گیا کہ ضابطہ کیا ہے؟ جس سے غیر مفید باتیں معلوم ہو سکیں؟ فرمایا جن باتوں کی طرف دینی اور دنیاوی حاجت نہ ہو' وہ غیر مفید ہیں۔

حضرت امام شافعیؒ: اہل مروت کے لیے دنیا میں آرام طلبی ٹھیک نہیں' کیونکہ ایسے لوگ تمام زمانہ مصیبت میں رہتے ہیں۔ نیز فرمایا' جب تیرے دوست کو حکومت مل جائے' تو جس قدر محبت اس کو تیرے ساتھ پہلے تھی' اس کے بیسویں حصہ پر راضی رہ' جس نے زندگی میں تیرے ساتھ نیکی نہ کی' اس کی موت پر تیری آنکھ کو رونا نہیں چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مقولہ: اے اللہ! مجھ پر دنیا کو فراخ کر دے اور مجھے اس سے بے رغبت کر' اور ایسا نہ کر کہ دنیا مجھ پر تنگ ہو' اور میرے دل میں اس کی رغبت ہو۔

حضرت فرقد اسبخیؒ فرماتے ہیں' حسد کے چھوڑنے کی دوا ترک دنیا ہے۔ لیکن جو دنیا کی طرف راغب ہو' اس کو حسد لازم ہے' خواہ مانے یا نہ مانے۔

حضرت وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں' حسد سے بچو' کیونکہ آسمانوں میں سب سے پہلے اسی گناہ کے باعث اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوئی (یعنی عزازیل نے آدمؑ سے کیا) اور یہی وہ پہلا گناہ ہے' جس سے زمین میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوئی (یعنی قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا)۔

سفیان ثوریؒ: حاسد بد فہم ہے۔ میں نے کئی دفعہ نئے کپڑے پہننے اس لئے چھوڑے کہ میرے ہمسایہ کو حسد نہ ہو۔

حضرت ابن سماکؒ فرماتے ہیں' تمام لوگوں سے زیادہ حسد کرنے والے رشتہ دار اور ہمسائے ہیں' کیونکہ وہ عوام کی نسبت تیرے انعامات کو زیادہ دیکھتے ہیں اور حسد کرتے ہیں۔

حضرت عمرؓ بن الخطاب نے ابو موسیٰؓ کو لکھا کہ قرابتیوں کو کہہ دو' کہ کبھی کبھی مل لیا کریں' اور پاس پاس نہ رہیں۔

حضرت شفیق بلخیؒ فرماتے ہیں' اگر تجھ میں ایسی عادتیں ہوں' جن سے تیرا دشمن تجھ سے ڈرے' تو تجھ میں نیکی کا نام و نشان نہیں ہے' چہ جائیکہ تجھ میں ایسی عادتیں ہوں' جن کی وجہ سے تیرا دوست بھی ڈرتا ہے' جس سے لوگ محفوظ رہیں' وہ لوگوں سے بھی محفوظ رہے گا۔

حضرت مالکؒ بن دینار فرماتے ہیں' میں عالموں کی شہادت عوام کی نسبت قبول کر سکتا ہوں' لیکن ایک عالم کی شہادت دوسرے عالم پر قبول نہیں کرتا' کیونکہ عموماً یہ تمام حاسد ہوتے ہیں۔

حضرت امام مالکؒ نے فرمایا' اوس بن خارجہ سے پوچھا گیا' تمہارا سردار کون ہے؟ انہوں نے کہا' حاتم طائی۔ پھر پوچھا کہ آپ اس کے مقابلے میں کس درجہ پر ہیں؟ جواب دیا' میں اس کے خادم ہونے کے بھی قابل نہیں۔ حاتم طائی سے سوال ہوا' تمہارا سردار کون ہے؟ جواب دیا اوس بن خارجہ۔ پھر سوال کیا' تو اس کے مقابلے میں کیسا ہے؟ اس نے کہا میں اس کے مملوک ہونے کے بھی قابل نہیں۔

حضرت یونس بن عبیدؒ فرماتے ہیں' ایک لغو کلمے کو چھوڑنا نفس کے لئے ایک دن کے روزے سے مشکل ہے' کیونکہ انسان بسا اوقات سخت گرمی میں روزہ رکھ لیتا ہے' لیکن لغو کلمے سے نہیں رک سکتا۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں' انسان پر تعجب ہے کہ کراماً کاتبین اس کے پاس ہیں' اس کی زبان ان کا قلم ہے اور اس کا لعاب دہن اس کی سیاہی ہے' پھر وہ بیہودہ باتیں کرتا ہے۔ زبان سے سر کی حفاظت ہو سکتی ہے۔

حضرت وکیع بن جراحؒ فرماتے ہیں' بہت کم لوگ ہیں' جو غیبت سے بچتے ہیں۔

حضرت زہریؒ نے فرمایا' جس بات کو تو اپنے دوست کے روبرو ذکر کرنا پسند نہ کرے' وہ غیبت ہے۔
آپ نے ایک شخص کی فحش کلامی سن کر فرمایا "ہوش کر کہ تو اللہ تعالیٰ کے نام کیسا خط بھیج رہا ہے"۔
حضرت وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں' خلق بد کی مثال مٹی کے ٹوٹے ہوئے برتن کی ہے کہ نہ اس سے کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہے' اور نہ پھر مٹی بن سکتی ہے۔ بد خلق کو اولاً اس کا خلق ہی تکلیف دیتا ہے' جیسا کہ مشاہدے میں آتا رہتا ہے۔ اگر تم لوگوں سے دولت میں نہیں بڑھ سکتے' تو خندہ پیشانی اور حسن خلق ہی میں بڑھ جاؤ۔
امیر المومنین حضرت علیؓ سے حسن خلق کی نسبت دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا سوائے گناہ کے دیگر تمام امور میں لوگوں سے اتفاق کرنے کا نام حسن خلق ہے۔
حضرت ابو حازمؒ: انسان کی بد خلقی یہ ہے کہ وہ اپنے گھر آئے' اور اس کے اہل و عیال خوشی سے ہنس رہے ہوں' پھر اس کے ڈر کے مارے ادھر ادھر پھیل جائیں۔ نیز بلی کا بھاگنا اور کتے کا چوکنا ہو جانا بھی اس کی بد خلقی ہے۔
مرفوع حدیث میں ہے' کہ لوگوں میں برا وہ ہے' جس کی بدگوئی سے بچنے کے لیے لوگ اسے چھوڑ دیں۔
اسلاف کا قاعدہ تھا کہ اگر کچھ کھانا پکانے کے لیے برتن مستعار لیتے' تو خالی واپس نہ کرتے۔ اور اکثر برتن کا مالک بھی مستعیر کو بھر کر دیتا' اور عذر کرتا' کہ مجھے خالی دینا برا معلوم ہوتا ہے۔
حضرت حسن بصریؒ: اے انسان! تعجب ہے کہ اپنی خواہشات میں تو تو تبذیر و اسراف سے خرچ کرتا ہے' اور اللہ تعالیٰ کی رضا میں ایک درہم میں بھی بخل کرتا ہے۔ اے نالائق! تجھے کل اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنا درجہ معلوم ہو جائے گا۔
حضرت حامد نعافؒ: اگر کوئی تیری محبت کا اظہار کرے' تو اپنی ضرورت کا اظہار کر کے فی الفور اس کی تصدیق نہ کر' کیونکہ دوست اظہار ضرورت پر فوراً پلٹ جاتے ہیں۔ بلکہ جب کوئی تجھ سے تقرب کرے' تو تو اس سے خائف ہو۔
حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں' اولاد کے لیے کچھ مت چھوڑ۔ کہ وہ صالح ہو گی' تو اللہ خود ان کا کفیل ہے۔ اگر بد ہو گی' تو گناہوں کی امداد کا مجرم نہ ہو گا۔
حضرت اویس قرنیؒ فرماتے ہیں' مومن کا حق پر قائم ہونا' اس کے لئے دنیا میں کوئی دوست نہیں چھوڑتا۔ اگر لوگوں کو کوئی نیک بات بتلائے' یا برائی سے روکے' تو اس کو بڑی تہمتیں لگاتے ہیں' اور اس کی عزت خراب کرتے ہیں۔
ایک بزرگ کے اشعار عربی کا ترجمہ: دنیا کے تمام فوائد دھوکا ہے۔ اس لئے کہ کسی کی خوشی کی خوشی ہمیشہ نہیں رہتی۔ تو ہماری مصیبت پر خوش ہونے والوں کو کہہ دے' کہ تیار ہو جاؤ' کیونکہ دنیا کی مصیبتیں چکر لگاتی رہتی ہیں۔
حضرت ایوب سے دریافت کیا' کہ آپ کے ایام مصیبت میں کونسی چیز زیادہ تکلیف دہ تھی؟ فرمایا' شماتت اعداء۔
تجھ سے جو برائی ہوئی' اس کے لیے تو اپنے کو معذور جانتا ہے اور دوسرے کو عذر ہوتے ہوئے بھی معذور نہیں سمجھتا۔
حضرت ربیع بن خیثمؒ نے اپنے کسی دوست کو خط میں لکھا "اے دوست! تو اپنے کو خود نصیحت کر' اور کسی دوست کے سمجھانے کا انتظار نہ کر۔ کیونکہ فی زمانہ یہ کام چھوڑ دیا گیا ہے۔ والسلام"۔
جو شخص لوگوں سے بکثرت ملتا ہے' وہ ان کی نظروں میں حقیر ہو جاتا ہے' اور لوگ اس کو کمینگی و غفلت میں اپنے برابر جانتے ہیں۔ (امام شعرانی)

ابو حازمؒ فرماتے ہیں' جو دوستوں سے بکثرت ملاقات کرے' اسے کہہ دو' کہ ایک بات اس سے ضرور ایسی ہو جائے گی' جو دوسرے کو ناپسند ہو گی۔ لہٰذا مناسب یہی ہے' کہ سلسلہ ملاقات مختصر ہو۔

حضرت فضیلؒ بن عیاض کو معلوم ہوا کہ ان کے فرزند علی نے کہا کہ میں ایسا مکان چاہتا ہوں' جس میں لوگوں کو دیکھوں اور لوگ مجھے نہ دیکھیں۔ آپ نے فرمایا' اس نے دعا کو پورا کیوں نہ کیا؟ یوں کہا ہوتا' جس سے میں لوگوں کو نہ دیکھوں' اور لوگ مجھے نہ دیکھ سکیں۔

وہب بن وردؒ: میں نے لوگوں سے پچاس سال میل جول رکھا۔ لیکن میری غلطی کسی نے معاف نہیں کی اور نہ میری لغزش سے درگزر کیا' اور جب ان میں سے کوئی مجھ سے ناراض ہوا' تو مجھے اس سے اپنی جان پر امن نہیں ہوا۔

حذیفہ بن الیمانؓ فرماتے ہیں' میں چاہتا ہوں' کہ گھر کا دروازہ بند کر دوں' اور مرتے دم تک کسی سے نہ ملوں۔

حاتم اصمؒ: لوگوں کو آگ فرض کرو۔ بلا ضرورت ان کے پاس نہ جاؤ' جب ان کے قریب جاؤ' تو آگ کی طرح ڈرو۔

حضرت داؤد طائیؒ فرماتے ہیں' گوشہ نشینی اس کو مناسب ہے' جو دنیا سے بے رغبت ہو' اور جو دل کو دنیا میں لگاتا ہے اسے مفید نہیں ہے۔ جو شخص گوشہ نشین ہوا' مگر اللہ تعالیٰ کو مونس نہ بنائے اور قرآن مجید کے ذریعے مناجات نہ کرے' وہ ٹھیک راستے پر نہیں ہے' اور نہ اس کی گوشہ نشینی درست ہے۔

حضرت مکحولؒ فرماتے ہیں' لوگوں کی صحبت میں اگر کچھ نیکی بھی ہو' تو اس کی حفاظت و عافیت گوشہ نشینی ہی میں ہے۔

حضرت ابی حبیب بدریؒ فرماتے ہیں' کہ میں نے ابراہیم بن ادھمؒ کو ملک شام میں دیکھا' تو میں نے کہا' اے ابو اسحٰق! تو نے خراسان کیوں چھوڑ دیا' اور یہاں کس لیے آیا ہے؟ انہوں نے کہا' مجھے زندگی یہیں آرام سے گزرتی معلوم ہوتی ہے۔ میں اپنے دین کو کوہ در کوہ لیے پھرتا ہوں۔ یہاں جو مجھے دیکھتا ہے' ملاح' شتربان یا پاگل سمجھ کر التفات نہیں کرتا' اور اس گمنامی ہی میں عافیت مرکوز و مستور ہے۔

بشیر بن منصورؒ فرماتے ہیں' لوگوں سے واقفیت کم کر۔ کیونکہ تجھے معلوم نہیں کہ اللہ نہ کرے' کبھی تیری ذلت کا کوئی واقعہ پیش آجائے۔ اس وقت تیرے واقف کم ہوں گے۔

ایوب سختیانیؒ: گوشہ نشینی میں یہ بھی ہے' کہ آدمی ضرورت کے لیے باہر جائے' تو وہاں جائے' جہاں آدمی کم ہوں۔

ابو بکر وراقؒ فرماتے ہیں' دنیا کی تحریص و ترغیب اور خواہشات کی تحریک کا سب سے بڑا ذریعہ آنکھیں ہیں۔ گوشہ نشینی سے آنکھ محفوظ رہتی ہے' اور انسان تمام گناہوں سے بچا رہتا ہے۔

کسی نے ابراہیم بن ادھمؒ سے کہا' آپ لوگوں سے میل جول کیوں نہیں کرتے' لوگوں کو نصیحت کریں اور برائی سے روکیں؟ آپ نے فرمایا' میرا ان سے ملاقات نہ کرنا' اس حق کو ساقط کرتا ہے۔ نیز یہ کہ لوگ زیر زمین چلے گئے۔

حضرت سفیان ثوریؒ اکثر اس بات پر زور دیتے کہ لوگوں سے واقفیت کم کر۔ کیونکہ ان کی واقفیت میں سوائے نقصان کے تجھے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اور انسان کو ہمیشہ تکلیف واقف سے ہی پہنچتی ہے' اجنبی سے نہیں۔

عبداللہ بن مبارکؒ نے بصرہ سے بغداد میں آکر محمد بن واسع کا پوچھا' تو کوئی نہ جانتا تھا' بڑی تلاش کے بعد پتہ ملا' تو عبداللہ بن مبارکؒ نے کہا' آپ کی گمنامی علامات بزرگی سے ہے' اور آپ سے زیادہ محبت کرنے لگے۔

حضرت شیخ سعدیؒ نے گوشہ نشینی کی ایک بہت بڑی فضیلت کو مندرجہ ذیل نظم میں نہایت خوبی سے بیان کیا ہے۔

بزرگے دیدم اندر کوہسارے قناعت کردہ از دنیا بغارے
چرا، گفتم بہ شہر اندر نیائی کہ بارے بندی از دل برکشائی
بگفت آں جا پر یردیان نخزند چو گل بسیار شد پیلاں بلغزند

مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں، اگر مسجد کے دروازے پر منادی کرنے والا بلائے، کہ سب سے زیادہ برا شخص پہلے نکل آئے، تو دروازہ کے پاس مجھ سے پہلے کوئی نہ آئے، مگر جو وہ طاقت میں مجھ سے بڑھ کر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے دسترخوان سے جذامی اور برص وغیرہ کے مریضوں کو نہ ہٹاتے۔ بلکہ ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے اور فرماتے، اصل تواضع یہ ہے کہ حقیر لوگوں کے پاس بیٹھیں، مگر کسی حظ نفسانی کے لیے نہ ہونا چاہئے۔

ایک دن ابوساسانؒ عبدالملک کے پاس گئے اور دور کھڑے ہو گئے۔ عبدالملک نے کہا، تو اتنی دور کیوں کھڑا ہو گیا؟ آپ نے فرمایا، مجھے دور سے بلایا جانا، نزدیک سے ہٹا دینے سے اچھا معلوم ہوتا ہے۔

حضرت سلمانؒ فارسی فرماتے ہیں، اس شخص کی مثال جو نوافل بکثرت پڑھے، اور فرائض پورے نہ کرے، اس تاجر ہونے کی سی ہے، جو راس المال کو ضائع کر کے نفع کا خواستگار ہو۔

حضرت وہبؒ بن ورد: تم عبادت پر ثواب کی آرزو سے بچو، کیونکہ اس کا مردود ہونا مقبول ہونے کی نسبت اقرب ہے۔

حضرت رابعہ عدویہؒ فرماتی ہیں، ہمارا استغفار بھی استغفار کا محتاج ہے۔ یعنی اس لیے کہ اس میں سچائی نہیں ہوتی۔

ایک بزرگ سے پوچھا گیا، کونسا گوشت اچھا ہوتا ہے؟ فرمایا اپنا۔

حضرت مسروقؒ سے دریافت کیا گیا، کیا مومن کے قاتل کے لیے توبہ ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا، جو دروازہ رحمت اللہ تعالیٰ نے کھولا ہوا ہے، میں اسے بند نہیں کر سکتا۔

یحیٰی بن معاذؒ فرماتے ہیں، توبہ کے بعد ایک صغیرہ گناہ قبل از توبہ کے ستر کبیرہ گناہوں سے بھی برا ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ بازار میں جاتے، تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرماتے۔ بسا اوقات اگر آپ کوئی برائی دیکھتے اور روک نہ سکتے، تو مارے غصے کے خون کا پیشاب کرتے۔ آخر کار آپ نے یہ چھوڑ دیا۔ لوگوں نے باعث پوچھا، تو آپ نے فرمایا، دین میں ایک رخنہ ہوا، جس کو ہم نے بند کرنا چاہا۔ لیکن اب تو سمندر چل نکلا ہے، اس کو روکنے کی کون طاقت رکھتا ہے؟ نیز فرمایا، آج کل زمانہ میں کوئی ایسا شخص نہیں، جس سے لوگ شرمندہ ہوں۔ لوگوں نے پوچھا، یہ کیونکر؟ آپ نے فرمایا، شرمندہ انسان اس سے ہوتا ہے، جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے۔ اور جو نہ کرے، اس کی ہیبت نہیں ہوتی۔ نیز یہ کہ تمام لوگوں کے افعال قریباً یکساں ہو گئے ہیں۔ نیز فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو ہمسایوں کا محبوب اور لوگوں میں نیک معلوم کرو، تو جان لو کہ وہ مداہن یعنی دین میں سستی کرنے والا ہے۔

حضرت مالک بن دینارؒ نے ایک دفعہ یہ اشعار نہایت رقت آمیز لہجے میں پڑھے (ترجمہ) برائی ہنستی ہوئی آئی۔ اور نیکی روتی ہوئی چلی گئی۔ جن لوگوں کی پیروی ہوتی تھی، اور جو بری بات کو برا سمجھتے تھے، وہ سب گزر گئے۔ ان کے بعد ایسے لوگ رہ گئے ہیں، جو ایک دوسرے کی صفائی کرتے ہیں، تا کہ ایک بدباطن دوسرے سے رکا رہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں 'اگر بنی آدم کے تمام اعمال نیک ہوتے 'تو اس بات کا تکبر انہیں ہلاک کر دیتا۔

حضرت رابعہ عدویہؒ فرماتی ہیں 'مجھے ثواب کی امید اس وقت ہوتی ہے 'جب میں اپنے نیک اعمال اور عبادت کو کم خیال کرتی ہوں 'کیونکہ اس وقت میرا اعتماد محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہوتا ہے۔ نہ کہ اعمال پر۔

یزید بن ہارونؒ فرماتے ہیں 'میں نے شب بیداری میں غور کیا 'تو دیکھا کہ چوکیدار تمام تمام رات چند پیسوں کے بدلے نگہبانی اور شب بیداری کرتے ہیں۔ تو کیا تم ایک رات کی عبادت کے بدلے جنت چاہتے ہو۔ ایسی عبادت کے ساتھ کہ وہ چند پیسوں کے برابر بھی نہیں ہے 'اور اکثر اللہ تعالیٰ پر احسان بھی رکھتے ہو۔

ایک آدمی نے عبداللہ بن مبارکؒ سے کہا 'اے امام! میں اپنے کو اس شخص سے تو نیک سمجھتا ہوں 'جس نے میرے سامنے ناخون حق کیا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ تیرا اپنے نفس پر اس خیال سے مطمئن ہونا خون ناحق سے بھی برا ہے۔

حضرت یحییٰؒ بن معاذ فرماتے ہیں 'اللہ تعالیٰ کی قسم ہے 'وہ گناہ جس میں اللہ تعالیٰ سے معافی کی ضرورت پڑے 'اس نیکی سے اچھا ہے 'جس سے تو لوگوں پر فخر کرے۔

حضرت محمد بن واسعؒ اپنے ہم عصر عابدوں کو فرماتے 'افسوس کہ تمہارے اعمال میں باوجود قلت کے تکبر گھس گیا ہے 'حالانکہ تم سے پہلے لوگ اپنے کثیر التعداد اعمال پر بھی تکبر نہ کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! تم بمقابلہ متقدمین کے اعمال کے ایسے معلوم ہوتے ہو 'کہ گویا کھیل کرتے ہو۔

حضرت وہب بن وردؒ: جو خواہشات نفسانی پر غالب آئے 'وہ فرشتوں سے اچھا 'کیونکہ فرشتہ محض عقل ہے 'اس کو شہوت نہیں اور جس پر شہوت غالب وہ جانور سے بدتر 'کیونکہ وہ محض شہوت ہیں عقل نہیں رکھتے۔

احنف بن قیسؒ فرماتے ہیں 'جو خواہش کے مطابق کھائے 'پھر بدکاری سے حفاظت چاہے 'وہ محال کا خواہاں ہے۔

یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں 'زاہدوں کی لڑائی 'خواہشات اور امید سے ہوتی ہے 'اور تائبوں کی گناہوں سے 'جو اپنے کو آگ سے بچانا چاہے 'اسے اپنی تمام آرزوئیں اور خواہشات چھوڑنی ضروری ہیں۔

حضرت طاؤسؒ بیمار کو کم کھانے کی نصیحت فرماتے 'اور فرماتے اللہ تعالیٰ نے بیمار اور تندرست کے لیے نہ کھانے سے بڑھ کر کوئی دوا پیدا نہیں کی 'بیماری کھانے کی وجہ سے آتی ہے 'اس لئے فرشتے بیمار نہیں ہوتے۔ کیونکہ کھاتے نہیں۔

حضرت ابراہیم ادھمؒ اپنی دعا میں یوں کہا کرتے "اے اللہ! جو آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے 'دنیا کو ابراہیمؒ سے روکے رکھ۔"

حکیم لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی "اے بیٹے! تو حلال کی کمائی کے ذریعے فقر سے بچ۔ کیونکہ جو محتاج ہوتا ہے۔ اس پر تین آفتیں آتی ہیں۔ دین میں ضعف 'عقل میں کمی اور مروت کی معدومی۔ یہ تمام مصیبتوں سے بڑھ کر ہے۔ اور ان تینوں سے بڑھ کر لوگوں کا مفلس کو حقیر جاننا۔"

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں 'اگر میں اپنے بعد ہزار دینار چھوڑ کر مروں 'تو میرے نزدیک یہ اس سے اچھا ہے کہ میں کسی دروازے پر حاجت کا سوال کروں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ستر ہزار درہم صدقہ کیا 'اور آپ کا کرتہ پیوند دار تھا۔

مسلم نحاشؒ: جب درہم و دینار پر مہر لگتی ہے تو شیطان اس کو بوسہ دیتا اور کہتا ہے' جو تجھ سے محبت کرے' وہ میرا سچا غلام ہے۔

یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں' درہم و دینار بچھو اور سانپ ہیں۔ جوان کا منترا چھی طرح نہ پڑھے گا' اس کو ان کا زہر ہلاک کر ڈالے گا۔ لوگوں نے پوچھا' اس کا منتر کیا ہے؟ فرمایا ان کو حلال طریقہ سے حاصل کرے' اور برمحل خرچ کرے۔

حضرت علیؓ درہم کو ہاتھ میں لیتے اور فرماتے' افسوس تو میرے پاس سے گئے بغیر مجھ کو نفع نہیں دے سکتا۔

حضرت وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں' جس شخص نے دنیا کی طرف نکاح کا پیغام بھیجا' تو وہ اپنے مہر میں اس کا پورا دین مانگے گی' اور اس سے کم پر راضی نہ ہو گی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں' گھر کا ہمسایہ اگر کشادہ پیشانی و شیریں کلام ہو' تو گھر کی قیمت چڑھ جاتی ہے۔

حضرت شفیق بلخیؒ فرماتے ہیں' جو برے آدمی پر رحم نہیں کرتا' وہ اس سے بھی برا ہے۔

حضرت حفص بن حمیدؒ فرماتے ہیں' تمام علما' حکما' فقہا اور شعرا اس پر متفق ہیں' کہ آخرت کی نعمت کا کمال دنیاوی نعمتوں کے زوال کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا' اور حضرت رسول کریم ﷺ کی عملی زندگی اس پر بین دلیل ہے۔ آپ نے اپنے اہل بیت کی محبت کے باعث یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! محمد ﷺ کے اہل بیت کا رزق یومیہ خوراک بنا دے۔ یہ بھی آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص مجھ سے محبت رکھے گا' اس کی طرف مفلسی سیلاب سے بھی زیادہ تیز دوڑتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں' جب تک رسول کریم ﷺ دنیا میں رہے' تمام دنیا ہم پر سخت رہی۔ اور جب رحلت فرما گئے' تو پوری طرح آگئی۔ یعنی ہم آپ کی برکت سے دنیا سے محفوظ رہے۔ جب آپ تشریف لے گئے' تو حفاظت جاتی رہی۔ نیز فرمایا کہ ایک دن آپ کے پاس کوئی شخص باداموں کا ستو لایا۔ آپ نے واپس کر دیا' اور فرمایا یہ ان لوگوں کا کھانا ہے' جو دنیا میں خوش ہیں۔ آپ کا فرمان ہے' جنت کو تکالیف محیط ہیں اور دوزخ کو خواہشات۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز فرماتے ہیں' اپنی آرزوؤں دل ہی میں مار ڈالو' اور دلوں کو ان میں نہ مرنے دو۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں' علم کثرت حکایت کا نام نہیں' بلکہ علم وہ ہے' جو عالم کو مفید ہو' اور وہ اس پر عامل ہو۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں' کہ مجھے امام مالکؒ نے فرمایا' اے محمد! تو عمل کو آٹا بنا' اور علم کو نمک' یعنی عمل کے مقابلے میں علم اتنا ہو' جیسے آٹے میں نمک ڈالا جاتا ہے۔

حضرت صالح المریؒ: جب لوگوں کا ظاہر و باطن یکساں نہ ہو' تو وہ جس مصیبت میں گرفتار ہوں' اس سے تعجب نہ کر۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں' جس شخص نے گناہ کیے ہوں' اس کو یہ حق نہیں پہنچتا' کہ عذاب کے آنے کو خلاف قاعدہ سمجھے' میرا خیال ہے کہ جس مصیبت میں مبتلا ہے' وہ اسی کے گناہ کی شامت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں' جب تیرا کوئی دوست ہو' تو اس کی محبت کا اندازہ اس سے نہ پوچھ' بلکہ اپنے دل سے پوچھ۔ کیونکہ جو تیرے دل میں ہو گا' ویسا ہی اس کے دل میں ہو گا۔

دل را بدل ہست دریں گنبد سپہر ازسوئے کینہ کینہ و ازسوئے مہر مہر

حضرت یحییٰ بن حسینؒ فرماتے ہیں' جو سلامتی تلاش کرتا ہے' وہ مصیبت کو بخوشی برداشت کرتا ہے۔ مصیبت موجب عافیت ہے۔ اگر فرعون کو کوئی مصیبت پہنچتی' تو وہ اس امر کا مدعی نہ ہوتا' جس کا اس نے دعویٰ کیا۔

فرعون را نہ دادہ ایم اے دوست درد سر — زیرا کہ او نداشت سر درد ہائے ما
شداد را بہ نعمت چندیں سپردہ ایم — ہشتم بہشت آورد اندر سرائے ما
بیگانہ راچہ کار بود کار از بلائے غم — آں را رسد کہ خاص بود آشنائے ما
ما پروریم دشمن و مامی کشیم دوست — کس را مجال نیست بہ چون و چرائے ما

حضرت ربیع بن خیثمؒ عیدالاضحیٰ میں جب قربانی کرتے' تو فرماتے' تیری عزت و جلال کی قسم! اگر مجھے معلوم ہو کہ تیری خوشنودی اپنے ذبح کرنے میں ہے' تو میں خود قربان ہو جاؤں۔

حضرت یحییٰؒ بن معاذ فرماتے ہیں' دل ہنڈیا کی طرح ہے' اور زبان چمچہ کی مانند' پس تم اپنے افعال سے بھی اس طرح اللہ کے بندے بنو' جیسا تم اپنے اقوال سے بندگان الہٰی کو دکھائی دیتے ہو۔

عاقل کی دنیا طلبی' جاہل کے ترک دنیا سے بہتر ہے۔

مالدار کے ساتھ تکبر کرنا' عاجزوں کے ساتھ عجز کرنے کے مترادف ہے۔

اگر تو حق تعالیٰ سے راضی ہے' تو یہ نشان ہے' اس بات کا کہ وہ تجھ سے راضی ہے۔

حضرت حمدون قصارؒ: بات کہنا اس شخص کے لیے سزاوار ہے' کہ اس کی خاموشی سے دین باطل ہوتا ہو' اور جب وہ کہے تو یہ باطل ہونا جاتا رہے۔ جو فقیر اپنے پر تکبر کرتا ہے' وہ تکبر میں دولتمندوں سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

میں اپنے بیٹوں پر درویشی کی نسبت' امیری کا زیادہ خوف کرتا ہوں۔

جو شخص دین کی سلامتی میں تن آسودگی' دل کی بے فکری اور دیگر عوارضات سے بچنا چاہتا ہے۔ اسے کہہ دو کہ لوگوں سے علیحدہ اور ہمیشہ تنہائی پسند کرے۔ تنہائی جب سزاوار ہے کہ تجھے اپنے نفس سے تنہائی حاصل ہو جائے۔

ہر شے کا غم کھانا مومن کے لیے باعث فضیلت ہے' بشرطیکہ کسی گناہ کے سبب سے نہ ہو۔

ابو علی جرجانیؒ: صاحب استقامت ہونا' طالب کرامت ہونے سے بہتر ہے' کیونکہ کرامت کو تمہارا نفس چاہتا ہے اور استقامت کو اللہ تعالیٰ۔

دنیا کی عظمت و شان اس قابل نہیں ہے' کہ کوئی عاقل ان کے حاصل کرنے کے لیے اپنی انگلی بھی ہلائے۔

مولانا رومؒ: جس میں ادب نہیں' اس میں سب برائیاں ہی برائیاں ہیں۔

ابو حمزہ خراسانیؒ: جس کے دل میں موت کی محبت ہے' وہ باقی چیزوں کا دوست اور فانی چیزوں کا دشمن بنایا جاتا ہے۔

ابوالحسین النوریؒ: حقیقی صبر اس کو کہتے ہیں' کہ آنے کو ایسا سمجھے' جیسا اس کے جانے کو سمجھتا ہے۔

خواہش نفسانی کو ترک کرنا ہی حصول مراد ہے۔

محمد سماکؒ: لوگوں نے کہا آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا' میں دو شیطانوں کی طاقت نہیں رکھتا۔ یعنی ایک مجھ پر شیطان ہے' دوسرا عورت پر ہوگا۔ لیکن بعد وفات آپ کو کسی نے خواب میں دیکھا' تو فرمایا' اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت

فرمائی، نگران سے کم درجہ جو رنج و غم میں اپنے عیال و اطفال کی پرورش کرتے ہیں۔

ابو سلیمان داری": جب شکم سیر ہو جاتا ہے، تم تمام دوسرے اعضا شہوت کے بھوکے ہوتے ہیں۔ اور جب شکم بھوکا ہوتا ہے، تو اعضا شہوت سے سیر ہوتے ہیں۔

شکم راچو پر کرد انساں زناں شود بیگماں رغبتش بازناں

اقوال بیکن

جو انسان انتقام اور کینہ کی یاد دل میں تازہ رکھتا ہے، وہ گویا اپنے زخموں کو ہرا رکھتا ہے، جو بصورت دیگر آسانی سے بھر جاتے اور اس کے آرام کا باعث ہوتے۔

جو شخص ایسے ملک میں سفر کرتا ہے، جس کی زبان سے وہ ناآشنا ہے، وہ گویا ایک مدرسہ کو جاتا ہے نہ کہ سیر کو۔

سرشت انسانی کسی دوست کی ضرورت رکھتی ہے، اور بغیر دوست کے دنیا جنجال ہے۔

کوئی قوم جو علم کے اسلحہ سے بے بہرہ ہے، کبھی اقبال مندی کا منہ نہیں دیکھ سکتی۔

اگر کوئی شخص فراغت اور سنجیدگی سے زندگی گزارنا چاہتا ہے، اسے چاہئے کہ اپنا خرچ اپنی آمدنی سے نصف رکھے۔ اگر اس کی خواہش دولت مند بننے کی ہے، تو اس کا خرچ اس کی آمدنی سے تہائی ہونا چاہئے۔ لیکن وہ شخص جو ہر بات میں مسرف ہے۔ شاید ہی شورہ بختی اور تباہی کے چنگل سے رہائی پا سکے۔

جو شخص قمار بازی میں یقینی جیت کا طالب ہے، شاید ہی صاحب حشمت و ثروت ہو سکے، اور جو اپنا تمام اثاثہ قسمت آزمائی اور حسن اتفاق کے بھروسے پر لگاتا ہے، اکثر اوقات محتاج و مفلس ہو جاتا ہے۔ اس لیے قسمت آزمائی کی پورے اعتقاد کے ساتھ حفاظت کی جائے، جس سے نقصان کا روزبد نہ دیکھنا پڑے۔

دولت یعنی زر ... کی مثال ہے، اس کو جب تک پھیلایا، یعنی عام طور پر تقسیم نہ کیا جائے کچھ فائدہ نہیں دیتا۔

پیٹ یعنی بھوکوں اور فاقہ کشوں کی سازش بہت ہی بری ہے۔

بہادر اور جوانمرد آدمی کی بڑی شناخت یہ ہے کہ وہ سرداری اور حکومت سے دور بھاگتے ہیں، اور دوسروں کے زیر حکم و ہدایت عوام کی خدمت کرنے میں اپنی خوشی تصور کرتے ہیں۔ کیونکہ غور و تجویز میں خطرات کا مقابلہ ضروری ہے اور ان کے طرز عمل میں یہ بات اس وقت تک ضروری نہیں، جب تک وہ بہت ہی اہم نہ ہوں۔

جو اشخاص اول ہی امراء و شرفا کے زمرے میں سرفراز کیے جاتے ہیں، عام طور پر نہایت ہی نیک اور صالح ہوتے ہیں۔ لیکن اپنی اولاد سے کم پاک اور نیک ہوتے ہیں، کیونکہ شاید ہی کوئی شخص اعلیٰ مناصب تک پہنچ سکتا ہے، جب تک اس میں نیک و بد فنون کی سازش اور آمیزش نہ ہو۔

آزمائش کے موقعوں پر نیک و پارسا انسانوں کی نسبت چالاک اور چست آدمی زیادہ مفید ثابت ہوتے ہیں۔

امید کا دوسرا نام غریبوں کی قوت ہے۔

مشورہ لینا بری بات نہیں ہے مگر اس مشورے پر بلا غور و تامل کے عمل کرنا برا ہے۔

ہر چند کہ دوست صادق کا میسر آنا مشکل 'لیکن کم از کم ایک آدمی ضرور ہونا چاہئے 'جو اس کے جذبات کو سنتا رہے۔

دوستی تم کو ہرگز اختیار نہیں دیتی کہ اپنے دلی دوستوں کو سخت باتیں کہہ لیا کرو۔ بلکہ جس قدر دوستی گہری ہو 'اسی قدر خلق اور لحاظ چاہیے۔

اگر تم ہنستے ہو تو تمام دنیا تمہارے ساتھ ہنسے گی 'لیکن اگر تم روتے ہو 'تو اکیلے ہی روؤ گے۔

میخ سے نعل بچتا ہے 'نعل سے گھوڑا 'گھوڑے سے آدمی 'آدمی سے قلعہ 'قلعے سے مملکت۔

ضرورت میں انسان جو وعدہ کرتا ہے 'وہ بہت کم پورا کرتا ہے۔ علم سے آدمی کی وحشت اور دیوانگی دور ہو جاتی ہے۔

دنیا میں کوئی ایسی اعلیٰ سے اعلیٰ خوبی نہیں 'جس کے ساتھ کسی مناسبت سے کوئی طرفہ نہ ہو۔

خاموشی سے یہی کیا کم فائدہ ہے 'کہ بحث و مجادلہ کی تکلیف سے نجات ہوتی ہے؟

جو لوگ فائدے میں کسی کو شریک نہیں کرتے 'نقصان میں بھی ان کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔

عاقل کے لیے وہی لباس کافی ہوتا ہے 'جس سے موسم کے لحاظ سے اس کی ضرورت رفع ہو سکے۔

کیا تمہیں بڑا بننے کی خواہش ہے 'اگر بڑا بننا چاہتے ہو 'تو پہلے چھوٹا بننے کی کوشش کرو 'جب کوئی رفیع الشان عمارت بناؤ 'تو اس کی چھوٹی چھوٹی بنیادوں سے غافل نہ رہو۔ بادشاہ کا پہلا قانون اپنی حفاظت ہوتا ہے۔

انسان کو لازم ہے کہ اپنی ہمدردی کے حلقے کو تنگ نہ رکھے 'اور غیروں سے بے سبب نفرت و تعصب نہ کرے۔

کسی کے غصے میں کہے ہوئے کلام کو کبھی مت بھولو۔ تمام اچھا ہے 'جب انجام اچھا ہے۔

دس میں نو حصہ برائیاں اور تکالیف صرف سستی سے پیدا ہوتی ہیں۔

کسی چیز کے حصول کا متمنی ہونا 'اور محنت اور سختی اٹھانے کی لیے تیار نہ ہونا 'کمزوری اور سستی کی نشانی ہے۔

جس شخص کو اپنی جان کا خوف نہیں ہوتا 'وہ دوسرے کی جان کا مالک ہوتا ہے۔

جس شخص کو قرض لینے اور خوشامد کرنے کی ضرورت نہیں 'وہ سب سے بڑا مالدار ہے۔

جو شخص دولت کے استعمال سے خوف کرتا ہے 'وہ دولت پانے کا ہرگز مستحق نہیں۔

یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص عالی رتبہ 'دولت منداور عقلمند ہو 'البتہ یہ ضروری ہے 'کہ نیک چلن اور ایماندار ہو۔

کامیابی صرف ایک دفعہ آکر دروازہ کھٹکھٹاتی ہے۔ مگر مصیبت دن اور رات میں کئی وقت تم پر حملہ کر سکتی ہے۔

جو شخص اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتا ہے 'وہ اس شخص کی نسبت زیادہ کامیاب رہتا ہے 'جو دوسروں کی امداد کے بھروسہ پر اپنا کام کرنے سے پہلوتہی کرتا ہے۔ دانا ہمیشہ اپنی چال چلتا ہے 'مگر نادان ہر حال میں مکر و تزویر کا جال پھیلاتا ہے۔

والدین کا بچوں کو خرچ سے تنگ رکھنا سخت غلطی ہے 'کیونکہ اس سے یہ کمینہ بنتے 'مکر سیکھتے 'بری صحبت اختیار کرتے اور آخر دولت کا منہ دیکھتے ہی کھاؤ اور اڑاؤ ہو جاتے ہیں۔ دولت کی زیادتی نوجوانی کی تباہی کا ذریعہ ہے۔

کند چاقو انگلی کاٹتا ہے 'قلم نہیں تراشتا۔ خاموش رہو یا ایسی بات کہو 'جو خاموشی سے بہتر ہو۔

اس شخص سے بچو 'جو اپنی برائیاں لوگوں میں بڑے فخر کے ساتھ بیان کرتا ہے۔

پڑھنے سے انسان بیدار ہوتا ہے' مکالمہ سے تمیز پیدا کرتا اور لکھنے سے ذہین ہو کر صحیح المزاج بن جاتا ہے۔
مطالعہ سے خلوت میں خوشی' تقریر میں زیبائش' تجویز و ترتیب میں استعداد اور تجربہ میں وسعت ہوتی ہے۔
انسان کے خیالات بہت کچھ اس کے میلان طبیعت کے موافق' تقریر و کلام اس کی علمیت و قابلیت کے موافق اور انعال و اعمال اس کی عادت کے موافق ہوا کرتے ہیں۔
اگر تم اپنے کلام میں مقبول عام ہو سکتے ہو' تو تمہارے لیے کاروبار میں کامیاب ہونا مشکل نہیں ہے۔
جو زیادہ پوچھتا ہے' وہ زیادہ سیکھتا اور زیادہ تسکین پاتا ہے۔

اقوال ہربرٹ سپنسر

لوگوں کو یہ معلوم ہونا شروع ہو گیا ہے کہ زندگی میں کامیابی کے واسطے پہلی ضروری شرط یہ ہے' کہ ہم حیوانات کی طرح حلیم' صابر اور محنت کش ہوں۔ صحت کے قوانین کی خلاف ورزی جسمانی گناہ ہے۔
جو خوب غور و فکر کرتا ہے وہ پیش گوئی کر سکتا ہے۔
اعلیٰ چال چلن میں عموماً قوت ارادی کی کوتاہی سے کمی واقع ہوتی ہے' نہ کہ بے علمی سے۔
ہم کو اس مکروہ خیر خواہی کی ذرا بھی برداشت نہیں' جو کاہلی اور غفلت کی سزا سے باز رکھتی اور انسان کو پناہ دیتی ہے۔
جس خرابی کو تم تبدیل نہیں کر سکتے' اس کے لیے فکر فضول ہے۔
دوست کو اپنے حال سے اتنا ہی واقف کرو' کہ اگر دشمن بھی ہو جائے' تو نقصان نہ پہنچا سکے۔
یہ ثابت کرنا بڑا مشکل ہے کہ جائدادوں اور جاگیروں کے موجودہ حقوق کس بنا پر جائز ہیں۔ سب سے پہلی دستاویز تو تلوار کی نوک سے تحریر کی گئی' جو سپاہیوں نے اپنے ہاتھ سے لکھی۔ قیمت کے عوض تلوار و خنجر اور بھالے کی چوٹیں ادا کر کے میرے اس سوال کا تسلی بخش جواب دیں کہ ایک گناہ کو نیکی بننے کے لیے کتنا عرصہ درکار ہوتا ہے اور کس شرح سالانہ سے ناجائز سودا جائز سودا بن جاتا ہے؟ وہ شخص قابل تعریف ہے جس نے اولاد کے لیے مال و دولت چھوڑا۔ لیکن اس سے زیادہ قابل تعریف وہ ہے' جس نے اولاد کو روپیہ کمانے اور بچانے کی تعلیم دی۔
جس کو ماں باپ ادب نہیں سکھاتے' اس کو زمانہ ادب سکھاتا ہے۔ عورت کا دل اس کے دماغ پر حکومت کرتا ہے۔
بڑے آدمیوں کا اشارہ حکم ہوتا ہے۔ امن چاہتے ہو تو کان آنکھ استعمال کرو' لیکن زبان بند رکھو۔
حمق اور بیوقوفی کے اثر اور نتیجوں سے انسان کو پناہ دینے کا آخری نتیجہ گویا دنیا کو بیوقوفوں سے بھر دینا ہے۔
کسی خاص فریق کی خیر خواہی انسانی چال چلن کا ایک خلاف دیانت عمل ہے۔
لائق آدمیوں کی حق تلفی کر کے نالائق آدمیوں کی پرورش کرنا انصاف کے گلے پر چھری پھیرنا' بلکہ دیدہ دانستہ آئندہ نسلوں کے راستے میں کانٹے بونا ہے۔ آئندہ اولاد کے واسطے اس سے بڑھ کر کوئی آفت اور غضب نہیں کہ ورثے میں ان کو کمزور' آوارہ' کام چور' مجرموں اور گنہگاروں کی روز افزوں آبادی دی جائے۔ بدمعاش اور شریر آدمیوں کی

تعداد میں اضافہ کرنا در حقیقت بد خواہی سے آئندہ نسلوں کے واسطے دشمنوں کی بھاری جماعت پیدا کرنا ہے۔
دنیا میں سب سے مشکل کام اپنی اصلاح' اور سب سے سہل دوسروں پر نکتہ چینی ہے۔
ہمیں اپنی مدد آپ کرنی چاہیے۔ دوسروں کی امداد ہمیں اچھی طرح فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔
جو کوئی دوسروں کا ادب نہیں کرتا' کوئی دوسرا بھی اس کا ادب نہیں کرتا۔
انسانی قوتوں کی نمود تربیت اگر اعتدال و موزانہ معقول سے ہو' تو حقیقی انسان پیدا ہوتے ہیں۔
جو کام تم خود کر سکتے ہو' اس کے لیے دوسروں سے درخواست مت کرو۔
بیکار لوگوں کے دلوں میں شیطان فوراً کارخانہ کھول دیتا ہے۔
دولت' ایمانداری' احتیاط' صبر' وقت کی پابندی اور منشی اشیاء سے پرہیز کیے بغیر نہیں آتی۔ اگر اتفاقیہ آجائے تو عرصہ تک ٹھہر نہیں سکتی۔ جو شخص وقت کی قدر نہیں کرتا' وہ کوئی بھی اقتدار بھی حاصل نہیں کر سکتا۔
دانشمند وقت کی قدر اس کی موجودگی میں کرتے ہیں' اور نادان اور بے تمیز اس کو کھو کر بیدار ہوتے ہیں۔
مہربانی اس شخص کے لیے رشوت ہے' جس کے لیے کوئی رشتہ نہ ہو۔
بدعادات کی قوت اور ترقی کا اس وقت اندازہ ہوتا ہے' جس وقت ان کے خلاف کوشش کی جاتی ہے۔
وہ وقت انسانی زندگی میں ہرگز محسوب نہیں ہو سکتا' جو لہو و لعب اور بیہودہ اشغال میں صرف کیا جاتا ہے۔
کتابوں کی سیر میں ہم داناؤں سے ہمکلام ہوتے ہیں' اور کاروباری زندگی میں ہمیں احمقوں سے کام پڑتا ہے۔
کوشش سے محال امکان میں آتا ہے۔ بشر طیکہ ارادہ کامل' ہمت مستحکم اور غور و فکر شامل حال ہو۔
دنیا میں اگر کوئی حاصل کرنے کی چیز ہے' تو وہ پابندی وقت' اگر کوئی نفرت کے لائق ہے' تو وہ تساہل' غفلت اور تاخیر۔
جہاں دوا کی ضرورت ہے' وہاں آہ و نالہ کام نہیں دیتا۔
اپنی گزشتہ زندگی پر نظر ڈال کر پتہ چلے گا کہ کتنے سنہری موقعے ہم نے خود کھوئے ہیں۔
انسان کے پست ارادے اور ادنیٰ خیالات جس قدر کامیابی میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں' اس قدر کوئی بیرونی مخالفت مزاحمت نہیں کرتی۔ اگر غرور کوئی علم ہوتا' تو اس کے سند یافتہ بہت ہوتے۔
بیرونی آنکھوں سے انسان موجودات کو دیکھ سکتا ہے' مگر بغیر تعلیم کی روشنی کے اس کے حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا۔
تجربہ انسان کا بہترین معلم ہے' اور زندگی کی ٹھوکریں اس کا ذریعہ تعلیم ہے۔
مجھے تصنع اور بناوٹ سے طبعی طور پر نفرت ہے۔ خواہ وہ مرد میں پائی جائے' خواہ عورت میں۔ لیکن مرد کی صورت میں زیادہ تر۔ اور اس سے بھی زیادہ جب وہ اس شخص میں ہو جو پیشرو اور امام ہو' اس سے تو بے حد نفرت ہے۔
ترقی اور کامیابی کا سامان زمانہ مستقبل کو مد نظر رکھنے سے ہوتا ہے' نہ کہ ماضی کی طرف مڑ کر دیکھنے سے۔
زندگی کیا ہے' صرف وقت۔ پس اگر ہم اسے ضائع کرتے ہیں' تو گویا زندگی برباد کرتے ہیں۔
معلومات کے بڑھانے اور آزمودہ کاروں کے تجربات حاصل کرنے کے لیے ہردم کوشاں رہو' کہ اس کے بغیر انسانی زندگی کا جہاز ساحل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔

ادنیٰ سے ادنیٰ انسانوں میں ایک چرواہا جو جنگل میں فرش پر لیٹتا ہے، اور ایک بے رحم کمہار جو لنگڑے گدھے کو ہانک کر لے جا رہا ہے۔ تمہیں کئی ایک ایسی باتیں بتا سکتا ہے جن سے تم پہلے واقف نہیں ہوتے۔

انسانی زندگی چند روزہ ہے، لیکن اس کی ذمہ داری بہ نسبت زندگی کے کئی حصے زیادہ ہے۔

اپنے مخالف کو دلائل و براہین سے قائل کرو، نہ کہ زور اور شور سے۔

مغرور شخص کا کوئی دوست نہیں ہوتا، اس لیے کہ دوستی میں مساوات کی ضرورت ہے، جو اس کو پسند نہیں۔ مغرور کو کوئی نصیحت نہیں کر سکتا، اس لیے کہ ناصح ہونے میں برتری کی ضرورت ہے، جس سے اسے نفرت ہے۔

جس انسان میں کسی قسم کی قابلیت و ہنرمندی یا کوئی امتیازی خصوصیت نہیں، اس کو زندگی کا کوئی استحقاق نہیں۔

صرف خیالی قوت کی بدولت انسان اپنی زندگی خوشی سے بسر کر سکتا ہے، کیونکہ خیال اعمال کا اندرونی چشمہ ہے۔

اقوال فرینکلن

جاہل کا تجربہ ذاتی صرف اس قدر ہوتا ہے، جو اس کے پیش نظر رہتا ہے۔ مگر عالم کو علمی کتب کی ورق گردانی سے ہزار ہا سال گزشتہ و آئندہ کا حال گھر بیٹھے معلوم ہو جاتا ہے۔

مخلوقات میں سب سے زیادہ جس نے قوانین قدرت کی خلاف ورزی کی ہے، وہ حضرت انسان ہے۔

جب تک دنیا میں جہالت کی تاریکی ہے، عالموں کے لیے دعوت ہے کہ وہ اپنے علوم و فنون کی روشنی پھیلائیں۔ اور جہالت و بے علمی دور کریں۔ وقت کا آگے کی طرف سے روکنا لازم ہے، نہ کہ اس کے پیچھے دوڑنا مناسب ہے۔

پاؤں کی لغزش کے بعد تو سنبھلا جا سکتا ہے، لیکن زبان کی لغزش کے بعد سنبھلنا ناممکن ہے۔

اگر تمہارے نصیب سوئے ہیں، تو کچھ مضائقہ نہیں، مگر تم اپنی بیداری کو مت چھوڑو۔

ہر چیز صرف اپنے موقع و محل اور وقت کے لحاظ سے خوبصورت اور بدصورت کہلاتی ہے۔

دن کا کام رات پر، آج کا کام کل پر مت رکھ، بلکہ برعکس اس کے، کل کا فکر آج کر، کہ بجز اس کے بہتری اور کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

حیوان موجودہ حالت میں زندگی بسر کرتے ہیں، مگر انسان زباندانی کی بدولت آگے پیچھے دیکھتے ہوئے شرف انسانیت سے فیضیاب ہو سکتے ہیں۔ عورت کی زبان اس کی تلوار ہے، اور وہ کبھی اسے زنگ آلود نہیں ہونے دیتی۔

پڑھا لکھا بیوقوف اپنی حماقت کو خوبصورت الفاظ کا جامہ پہنا دیتا ہے، لیکن پھر بھی وہ حماقت ہی رہتی ہے۔

جو شخص زندگی کو باقاعدگی سے بسر کرتا ہے۔ وہ پھلدار درخت کی مانند ہے، ورنہ خاردار جھاڑی ہے، جس سے ہر ایک کو نفرت ہوتی ہے۔

جو شخص جادۂ عمل پر گامزن ہو کر خطرات کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے، تنگ حالی و ناکامی اس کے قریب نہیں آتی۔

حیوان ناطق کو حیوان مطلق پر سوائے اس کے اور کوئی فضیلت نہیں، کہ وہ علم کی بدولت گزشتہ واقعات کی خبر رکھتا

اور آئندہ زمانے پر غور کرتا ہے۔ اگر یہ نہیں تو بھیڑ جیسی کالی ویسی سفید۔
اس بدنصیب دنیا میں کروڑوں انسانوں کی روٹی کا دارومدار' اور روزی کا انحصار معاشرتی برائیوں اور بدعتوں پر قائم رہتا ہے۔ شراب خوری' زناکاری کی لعنت پر لاکھوں خاندان پل رہے ہیں۔ جرائم کی بدولت ہزاروں محکمے چل رہے ہیں' حتیٰ کی پادریوں کو روزگار بھی گنہگار مہیا کرتے ہیں۔
جوانی کے وقت روپیہ بچاؤ' اور بڑھاپے میں بے دریغ خرچ کرو' تاکہ دین و دنیا میں رستگار ہو سکو۔
گورنمنٹ اپنے ٹیکسوں میں تخفیف کردے تو کردے' لیکن ہم کاہلی و جاہلی اور خودبینی کے ٹیکسوں کے بارے جو ہم نے خود اپنے اوپر عائد کر رکھے ہیں' ہرگز سبکدوش نہیں ہو سکتے۔
نیکی کا آغاز مشکل' اور انجام بخیر ہوتا ہے۔ بخلاف اس کے بدی ابتدا میں لذیذ اور انجام کار تکلیف دہ ہوتی ہے۔
نیک نصیحت برسوں کی تعلیم سے بھی اثر نہیں کرتی' مگر بدعادت مثل بارود کے فی الفور لے اڑتی ہے۔
بے شک بہت دیر تک سوچو' مگر سوچ سمجھ کر جو فیصلہ کرو' اس کو ناطق اور مستند سمجھو۔
دانائی سے مخالف کاموں کی اصلاح کرنا بہ نسبت غصہ کرنے اور اس میں مبتلا رہنے کے بہت بہتر ہے۔
مذہب جو امیر و غریب کے درمیان فرق ظاہر کرے' دنیا کے لیے لعنت ہے۔ شکم سیری کند ذہن بنا دیتی ہے۔
بہت سے واقعات افسانہ بننے سے پہلے ہی محو ہو جاتے ہیں۔ بیوقوف دعوتیں دیتے اور عقلمند کھاتے ہیں۔
سچ تو یہ ہے کہ غرور کے برابر کوئی نفسانیت ایسی نہیں' جس کی اصلاح دشوار ہو۔ غرور خواہ کوئی کتنا ہی دور کرے' کیسے ہی مٹائے' کیسا ہی چھپائے' پھر بھی یہ کبھی نہ کبھی کسی بات پر ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔
دوسروں کی خوشی اپنے غموں کو تازہ کرتی ہے' اور غم اپنے غموں کو ہلکا کرتا ہے۔
غریب آدمی کو دولت مند بننے کے لیے راستی اور دیانتداری سے بڑھ کر کوئی عمدہ ذریعہ نہیں۔
برے کام اس لیے مضر نہیں کہ وہ ممنوع ہیں' بلکہ ممنوع اس لیے ہیں' کہ وہ مضر ہیں۔ اس لیے جو شخص اس دنیا میں خوشحال زندگی بسر کرنا چاہتا ہے' اسے لازم ہے کہ وہ نیک بننے کی کوشش کرے۔
اگر انسان کے چال چلن میں ذرا بھی عیب نہ ہو' تو وہ زمانے کا محسود بن جائے' اور لوگ اس سے نفرت کرنے لگیں۔
غیب کا علم تو اسی ذات پاک کو ہے' جس کے اختیار میں ہماری مصیبت کے وقت ہمیں برکت دینا بھی ہے۔
جن لوگوں کے ساتھ انسان کو اکٹھا رہنے کا اتفاق پڑے' ان سے کبھی بگاڑنا نہیں چاہیے۔
بے احتیاطی سے منہ سے کوئی بات نکل جائے' یا وعظ کرتے وقت غلط رائے قائم کر دی جائے' تو بعد تشریح پر اس کی درستی ہو سکتی ہے' یا اس سے انکار ہو سکتا ہے' لیکن جب کوئی بات تحریر میں آ جائے' پھر اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔
چونکہ مفلس و محتاج کا دیانتدار رہنا نہایت مشکل ہے۔ اس لیے دولت دنیاوی باعث حصول نکوئی ہے۔
روپیہ کمانے کی سڑک ایسی سیدھی ہے' جیسے ہمارے گاؤں کی پن چکی کا راستہ' مگر دولت مند بننے کا راز صرف اتنی سی بات میں پنہاں ہے' کہ انسان جس قدر کمائے' اس سے کم خرچ کرے۔
ہمارے دماغوں اور عقلوں میں اتنا ہی فرق ہے' جیسے ہمارے چہروں میں۔

صرف دولت مند بیوائیں ہی ایسی استعمال شدہ چیزیں ہیں' جو اعلیٰ قیمت پر بکتی ہیں۔
تجربہ ایک اچھا استاد ہے' لیکن اس کی اجرت گراں ہے۔ ہماری نہیں' بلکہ دوسروں کی آنکھیں ہمیں برباد کرتی ہیں۔ اگر سوائے میرے تمام دنیا کے لوگ اندھے ہوتے' تو میں کبھی عمدہ لباس اور خوشنما سامان کی پرواہ نہ کرتا۔
اپنے حکم کی خود تعمیل کر کے تمام تفکرات سے چھوٹ جاؤ۔ زندگی اور صحت تھوڑی آمدنی پر بھی قائم رکھی جاسکتی ہے۔
جو کنجی استعمال کی جاتی ہے' وہ صاف اور چمکدار رہتی ہے۔ یعنی انسان کو بیکار نہ رہنا چاہیے۔
بیہودہ باتیں مت کرو' مگر وہ جو تم کو یا دوسروں کو فائدہ پہنچائیں۔ فضول گفتگو سے بچو۔
تمہارے تمام کاموں کے واسطے معین جگہ ہونی چاہیے' اور تمہارے ہر کام کے واسطے وقت مقرر ہونا چاہیے۔
حدود واعتدال سے تجاوز نہ کرو۔ لوگوں کی آزادی وہاں تک برداشت کرو' جہاں تک اس کو واجبی جانتے ہو۔
پانی سے آگ بجھ جاتی ہے' چھتری سے دھوپ رک سکتی ہے' آنکس سے مست ہاتھی مطیع ہو سکتا ہے' لکڑی سے دوسرے جانور قابو میں آسکتے ہیں' ہر بیماری کے لیے دوا ہے' ہر گناہ کی تلافی کے لیے کوئی طریق ہے' لیکن احمقوں کی حماقت کسی طرح دور نہیں ہو سکتی۔ دنیا میں سب سے اچھا سوال یہ ہے' کہ میں اس میں کیا نیکی کر سکتا ہوں۔
اگر ہم محنتی ہیں' تو کبھی فاقہ کشی میں مبتلا نہ ہوں گے۔ کیونکہ محنتی شخص کے گھر میں یہ صرف باہر سے جھانکتی ہے' اندر نہیں داخل ہو سکتی۔ محنت مشقت کے بعد تکان بہترین تکیہ ہے۔
اپنی سوانح عمری میں لکھتا ہے' کہ سات سال کی عمر میں میں نے بہت دنوں میں کچھ پیسے جمع کیے۔ ایک لڑکے کو سیٹی بجاتے دیکھا' جو مجھے بہت پسند آئی۔ وہ تمام پیسے دے کر سیٹی اس سے خرید لی' اور خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا۔ گھر آکر معلوم ہوا کہ میں نے اس پر اصل قیمت سے چوگنے دام خرچ کیے ہیں' جن سے کئی اور کھلونے خرید سکتا تھا۔ میں رنج کے مارے رونے لگ گیا' اور میرا یہ افسوس اس خوشی سے کہیں زیادہ تھا۔ لیکن اس چھوٹے سے واقعہ نے میرے دل پر ایک دیرپا اثر قائم رکھا۔ یعنی کئی دفعہ جب مجھے کسی غیر ضروری چیز خریدنے کی ترغیب ہوتی' تو میں اپنے آپ سے کہتا "سیٹی کے لیے قیمت سے زیادہ مت خرچ کرو۔" اور اپنا روپیہ بچا لیتا۔ جب میں بڑا ہو کر دنیا میں داخل ہوا' تو مجھے معلوم ہوا کہ دنیا ایسے بیوقوفوں سے بھری پڑی ہے' جو سیٹی کی قیمت سے زیادہ اس پر خرچ کرتے ہیں۔ جب میں کسی طالب شہرت کو دیکھتا کہ محض حصول شہرت کی غرض سے وہ ملکی معاملات میں شور و غل مچاتا' اور اپنے کاروبار میں تغافل کر کے مالی نقصان اٹھاتا ہے' تو میرے دل میں یہ خیال آتا' کہ یہ "سیٹی کے لیے زیادہ قیمت خرچ کرتا ہے۔" اگر میں نے کوئی ایسا آدمی دیکھا جو نفیس لباس' نفیس سامان اور کر و فر پر مست تھا' اور ان چیزوں کے لیے اس نے قرض لیا تھا' اور انجام کار جیل خانہ میں بھیجا گیا' تو میں خیال کرتا "افسوس اس شخص نے کتنی زیادہ قیمت سیٹی کے لیے دی ہے۔" الغرض میں نے نتیجہ نکالا کہ دنیا میں انسانی تکالیف کے بڑے حصے کا سبب یہ ہے' کہ لوگ معاملہ کی قیمت لگانے میں غلطی کرتے' اور سیٹی کے لیے مناسب سے بہت قیمت دیتے ہیں۔
نوجوانی میں فرینکلن ایک پادری سے ملنے گیا۔ جب بات چیت ہو چکی' تو پادری نے اسے باہر جانے کے لیے پچھلی طرف سے ایک دروازہ دکھایا۔ جب وہ ایک تنگ و تاریک راستے سے گزر رہا تھا' پادری نے کہا "جھک جاؤ"

فرینکلن نے بات کا مطلب نہ سمجھا' اور ایک قدم اور اٹھایا۔ راستے کے اوپر ایک شہتیر بڑھا ہوا تھا' اس کا سر اس سے جا لگا تو پادری نے کہا "میرے عزیز! تم نوجوان ہو۔ دنیا تمہارے آگے ہے۔ زندگی کی منزلوں کو طے کرتے ہوئے جھکنا سیکھو' بہت سی ٹھوکروں سے بچ جاؤ گے۔ فرینکلن اس بات پر لکھتا ہے "تاہم اچھی طرح سے مناسب محل پر جھکنے کا معاملہ ایسا نہیں' کہ ہم اسے آسانی سے سیکھ سکیں۔ جب ایک شخص تمہارے سامنے طیش و غضب میں ہے' اور بیہودہ سخت الفاظ کہتا ہے' اور تم جانتے ہو کہ وہ غلطی پر ہے' اور غیر معقول ہے تو یہ حماقت ہے' کہ تم بھی اسی طرح جوش میں آ جاؤ اور اونچا بولنا شروع کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ایک عارضی دیوانے کی جگہ تم دونوں دیوانے بنتے ہو۔ لہٰذا جھک جاؤ' جیسا کہ ایک مست سانڈ کے مقابلے میں غرانا جہالت ہے' ویسا ہی پاگل کے شور و غل کا جواب دینا حماقت ہے۔ اور جب طوفان کی تندی کم ہو' تو نرم الفاظ استعمال کر کے اس کا غصہ دور کرو۔ جب تم کو تمہاری کسی غلطی' زیادتی' سستی کے لیے ملامت کی جائے' تو جھک جاؤ۔ غلطی کے جواز میں وجوہات دینا نہ شروع کرو۔ اس سے تو غلطی اور بھی بڑھ جاتی ہے' اور طیش میں زیادتی ہوتی ہے' جھک جاؤ۔ اس مفید تجربے سے میں نے اپنی مدت العمر بہت فائدہ اٹھایا اور آرام پایا ہے۔"

حضور ﷺ نے ایک دفعہ لوگوں سے فرمایا "میں تم لوگوں کو عبادت کرتے دیکھتا ہوں' لیکن اس کی حلاوت تم میں کم پاتا ہوں۔" پوچھا گیا "حضرت ﷺ! حلاوت کس طرح حاصل ہو گی؟" فرمایا "انکسار اور فروتنی سے۔"

جب فرینکلن متمول ہو گیا' پھر بھی اس کی کفایت شعاری اور سادگی کم نہیں ہوئی۔ مٹی کے پیالے اور لکڑی کے چمچے اس کے گھر میں کافی سمجھے جاتے تھے۔ ایک دن اس کی عورت نے اس کی غیر حاضری میں ایک چاندی کا چمچہ اور چینی کا پیالا خرید لیا۔ فرینکلن نے اسے قابل ذکر واقعہ خیال کر کے اپنے خود نوشت سوانح عمری میں بیان کیا ہے۔

برخلاف دوسرے مغربی فلاسفروں کے ملحدانہ خیالات کے' یہ جلیل القدر شخص اللہ پرست اور عبادت گزار تھا۔ باوجود خود کفایت شعار ہونے اور سادہ زندگی بسر کرنے کے' دنیا کو اپنے علم و دولت سے فیض پہنچاتا رہا۔ اور اپنے علم و عمل سے ایسے آثار و نقوش چھوڑ گیا' جو نوع انسانی کے لیے روشنی کے مینار کا کام دیں۔

سنہ ۱۷۰۶ء میں امریکہ کے مشہور شہر بوسٹن میں پیدا ہوا اور اپریل سنہ ۱۷۹۰ء کو فوت ہوا۔

اقوال دانایان فرنگ

ہر انسانی زندگی کا ایک خاص مقصد ہے۔ اس زندگی کی آخر جائے پناہ قبر یا اس کا اصلی مقصد قبرستان پہنچانا ہی نہیں ہے۔ (لانگ فیلو)

جب ہم اپنی پسند کی اشیاء سے محروم ہوں' تو موجود اشیاء ہی کو پسند کر لینا چاہیے۔ (نیوٹن)

بزدل انسان موت آنے سے پہلے ہی کئی مرتبہ مر چکتا ہے' لیکن بہادر آدمی صرف ایک ہی بار مرتا ہے۔ (شیکسپیئر)

عقل استقلال اور تحمل کا نام ہے' یعنی مشکل مسائل حل کرنے کے لیے لگاتار غور کرنا چاہیے۔

پرانا نظام بدل جاتا' اور نیا نظام اس کی جگہ لیتا ہے' اللہ پاک اپنی شان کا جلوہ ہر رنگ میں دکھاتا ہے۔ (ٹینی سن)

جو اچھا سامع اور کم گو ہو' اس کا ہر جگہ اور ہر وقت استقبال ہوتا ہے۔ (کورج)

دنیا اپنی حالت پر قائم ہے' اور رہے گی' لیکن اس قفس کے اسیر ہمیشہ بدلتے رہیں گے۔ قانون قدرت کسی جانور کو ہمیشہ قید نہیں رکھتا۔ (سڈنی فلپ) (دنیا کے بہترین ڈاکٹر اچھی خوراک' خاموشی اور خوشباشی ہیں۔)

تمام انسانی عادات کا آغاز نہایت ہی حقیر ابتدا سے ہوتا اور ایک غیر محسوس رفتار کے ساتھ یہ نقش رفتہ رفتہ گہرا پڑتا جاتا ہے۔ چشمہ سے پہلے نہایت ہی پتلی سی دھار نمودار ہوتی ہے' بہتے بہتے آگے چل کر یہ چشمہ نالہ بن جاتا ہے' اور آگے بڑھ کر نالہ سے دریا بن جاتا ہے۔ پھر یہ عظیم دریا بہہ کر سمندر میں جاملتا ہے۔

دنیا میں کسی قسم کے لوگوں کا حافظہ ایسا تیز نہیں ہوتا' جیسا قرض خواہوں کا۔

ایک فعل کا تخم بوؤ' عادت کا خرمن تمہارے حصے میں آئے گا۔ ایک عادت کا تخم بوؤ' ایک کیرکٹر کا خرمن تمہیں ملے گا۔ کیرکٹر کا تخم بوؤ' تو تمہارے حصہ میں وہ خرمن آئے گا' جو تمہاری تقدیر کا فیصلہ کردے۔ (بورڈن)

جو شخص کسی شخص سے فائدہ اٹھاتے وقت شکریہ ادا کر دیتا ہے' وہ قرضے کی پہلی قسط ادا کر دیتا ہے۔ (سنیکا)

آپ خواہ کوئی اور کچھ بھی ہوں' اس چیز سے ضروری اتفاق کریں گے' کہ جہاں ہر شخص بزعم خود "کچھ" ہوتا ہے وہاں دوسرا "کچھ" نہیں ہوتا۔ (گلبرگ)

ایک مرد کو تعلیم دے کر آپ صرف ایک فرد کو تعلیم دیتے ہیں۔ ایک عورت کو تعلیم دے کر آپ ایک کنبہ کو تعلیم یافتہ بناتے ہیں۔ (میکلور)

وہ شخص جو تضیع اوقات کا عادی ہے' ایسی گھڑی کی مثل ہے جس میں دونوں سوئیاں نہیں ہیں۔ ایسی گھڑی چلی تو کیا اور نہ چلی تو کیا۔ (کوپر)

تعلیم دو قسم کی ہے۔ ایک ہمیں کمانا اور دوسری زندگی بسر کرنا سکھاتی ہے۔ (ایڈنز)

محبت کا ایک گھنٹہ سو برس کی بے محبت زندگی سے بہتر ہے۔ (شیلے)

ہماری چند روزہ زندگی کا وہ حصہ جو دنیا کی چہل پہل سے علیحدہ صرف ہوتا ہے' بصیرت کے نئے نئے باب ہماری چشم بینا کے سامنے کھول دیتا ہے۔ ہم محسوس کرتے ہیں' کہ بے زبان درختوں کی بھی زبان ہے۔ بہتی ہوئی ندیوں کی ہموار سطح ہمارے لیے اسرار قدرت کی کتاب بن جاتی ہے۔ پہاڑوں کے بے حس پتھر ہمیں وعظ سنانے لگتے ہیں' اور کائنات کی ہر شے میں ہمیں بھلائی ہی بھلائی نظر آتی ہے۔ (شیکسپئر)

زندگی میں میری کامیابی کا راز یہ ہے' کہ میں ہمیشہ پندرہ منٹ پیشتر اپنے کام پر موجود ہو جاتا ہوں۔

جو شخص زیادہ سوچنے والا ہوتا ہے' وہ سب سے زیادہ صحیح کام کرسکتا ہے۔ (روزویلٹ)

ظاہر صورت پر اعتبار کرنا بسا اوقات باعث پشیمانی ہوتا ہے۔ کیونکہ بعض گندم نما جو فروش اپنے چلن پر پردہ ڈالنے کے لیے زہر ہلاہل کی بوتل پر جوہر حیات لکھ دیتے ہیں۔ (مکیلے)

جوش و سنجیدگی اگرچہ یکجا نہیں پائے جاتے۔ تاہم جن میں یہ دونوں وصف موجود ہوں' وہ کبھی لغزش نہیں کھاتے۔

خاموشی اختیار کر کے دوسروں کی نگاہ میں احمق بننا' مہر خاموشی توڑ کر احمقی کا ثبوت دینے سے بہتر ہے۔ (آسکر وائلڈ)

اگر سارے ماہرین کو ایک قطار میں لٹا دیا جائے' تو وہ فیصلہ یا نتیجہ کی حد تک نہ پہنچیں گے۔ (برنارڈشا)

اگر فیصلہ صرف حلف پر منحصر ہے' تو زمین ہماری ہے۔ (گائز)

کائنات کے مستقل اور مقدس نظام میں ادنیٰ کوشش کا بھی صلہ ملتا ہے' اور ذرا سی سعی بھی رائیگاں نہیں جاتی۔ (ہاسن)

خاموشی گفتگو کا بہت بڑا فن ہے۔ (ہیزلٹ)

نیک چلنی انسان کے واسطے عمدہ ملکیت ہے۔ جس شخص کے پاس یہ عمدہ جائداد ہو' اس کا سب آدمی ادب کرتے ہیں اور اس سے راضی رہتے ہیں۔ (سیموئز)

عورت آدمی سے بنائی گئی ہے' اور آدمی مٹی سے۔ (رنڈالف)

عورت مصیبت و غم کو کم کرنے کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ (باربولڈ)

ان لوگوں سے عبرت کا سبق لو' جو اوروں کے حالات سے عبرت نہیں حاصل کرتے۔ (سینکا)

دیوار کا ہر ایک پتھر خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا ہو' اپنی قیمت رکھتا ہے۔ (لانگ فیلو)

کوئی شیشہ انسان کی اتنی حقیقی تصویر نہیں پیش کر سکتا' جتنی اس کی بات چیت۔ (بین جونس)

دیہات میں جو غریب لوگ ہیں' انہیں جاہل مطلق نہ سمجھو۔ اگر ان کو باقاعدہ تعلیم دی جاتی اور ان کے دل و دماغ کی نشو و نما ہوتی' تو عین ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی شیکسپیئر اور کوئی ملٹن پیدا ہوتا۔ (گرے)

فطرت کا عمل سرسری نظر سے دیکھنے پر پراگندہ اور بے قاعدہ نظر آتا ہے۔ مگر اس پراگندگی اور بے قاعدگی کی تہ میں زبردست نظام سرگرم عمل ہے۔ ہر بات جو بظاہر اتفاقی نظر آتی ہے۔ حقیقتاً ایک زبردست نظام کے تابع ہو کر ظہور میں آ رہی ہے۔ حقیقت میں بات محض اتنی ہے' کہ تمہاری نظر اس کی تہ تک نہیں پہنچتی۔ (پوپ)

قوانین املاک کی حفاظت کے لیے وضع کیے گئے ہیں' نہ کہ انسان کی حفاظت کے لیے۔ (لارڈ ہانس فیلڈ)

یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم زندگی کی راہ میں فطرت کی کل آوازوں کو ایک نغمے میں مرتبط کر لیں یا اس کی شفقت و ہمدردی ٹھکرا کر اس مترنم صدا کو ایک بھیانک و خوفناک خاموشی میں تبدیل کر لیں۔ (رسکن)

عورت کا بناؤ سنگار اس کے دل کی حالت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

گفتگو ختم کرنے کا وقت وہ ہوتا ہے' جب دوسرا کچھ کہے بغیر اثبات میں سر ہلا رہا ہو۔ (ہا بکنز)

جو شخص مصیبت کا بوجھ خوش اسلوبی سے اٹھا سکتا ہے' وہی سب سے بہتر کام کر سکتا ہے۔ (ملٹن)

دوسروں کے ساتھ زیادہ نیک سلوک وہی شخص کر سکتا ہے' جو خود مصیبتوں میں مبتلا رہ چکا ہو۔ (آلیور گولڈ سمتھ)

اپنی توہین تذلیل اپنی زبان سے کبھی نہ کیجیے۔ اس موضوع پر بولنے کا حق آپ کے دوست ادا کر دیں گے۔

انسان کو دشمن کے ساتھ بھی ایسا برتاؤ نہ کرنا چاہیے' کہ پھر اس کو دوست بنانا ممکن نہ ہو۔

شاہراہ پر خوشنما پھول دیر تک قائم نہیں رہتے۔ (ایڈیسن)

کمینہ کاموں کے کرنے سے جو شخص ڈرے' وہ سب سے زیادہ بہادر ہے۔ (جانسن)

کمینہ کام کرنے سے جو ڈر جائے بہادر ہے
بنی آدم کی خاطر جان دے وہ بھی بہادر ہے

آپ خود کو دیانتدار بنانے کے بعد یقین کر لیں کہ دنیا میں ایک بے ایمان کی کمی ہو گئی ہے۔ (کارلائل)

ہوٹل کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہاں خانگی زندگی سے پناہ ملتی ہے۔ (برنارڈ شاہ)

خوبصورت عورت دیکھنے سے آنکھ لیکن نیک دل عورت دیکھنے سے دل خوش ہوتا ہے۔ (سموئیل)

جو شخص بوالہوسی اور لذات نفسانی میں مبتلا نہیں وہ افلاس کو مصیبت نہیں سمجھتا اور جو بندہ شکم نہیں اس کو مفلسی کا کوئی خوف نہیں۔ (سینیکا)

امیدوں کے سہارے جینا خود کو دھوکا دینا ہے۔

راہ شرافت کی دشواریوں میں یہ ہے کہ آپ حقوق کے استعمال میں نرمی و رواداری کا دامن نہیں چھوڑ سکتے۔ (ٹیلر)

عورت اور شراب سب کو احمق بنا لیتے ہیں۔ حیوانات پر رحم کرنا فیاضی کی عمدہ اور آسان مشق ہے۔

تمام عالم کی برائیوں میں دروغ گوئی عام طور پر نہایت کثرت کے ساتھ رائج ہے۔ (سمائلز)

دیو کی سی طاقت اپنے آپ میں رکھنا اچھا ہے مگر دیو کی طرح اسے استعمال کرنا برا ہے۔ (سمائلز)

انسان کا بہترین مطالعہ انسان کا مطالعہ ہے۔ (پالسفورتھ) ؟

آزادی اس کا نام نہیں کہ اخلاق یا مذہب کی پابندی نہ کی جائے۔ (پوپ)

بڑھاپا زندگی کی مسرتوں کو کم لیکن زندگی کی ہوس کو زیادہ کرتا ہے۔ (گولڈ سمتھ)

اگر تم بیس برس میں خوبصورت نہیں، تیس برس میں طاقتور نہیں، چالیس برس میں دانا نہیں، پچاس برس میں دولت مند نہیں تو کبھی خوبصورت، طاقتور، دانا اور دولتمند ہونے کی امید نہ کرو۔ (ڈاکٹر چارنر)

مجھ سے سب کچھ چھین لو، لیکن دو چیزیں میرے پاس رہنے دو۔ اول یہ احساس کہ میں آزاد ہوں، دوم یہ کہ جو کچھ میں سوچتا ہوں کہہ سکتا ہوں۔ اس کے علاوہ مجھے کچھ نہیں چاہئے۔

عقلمند اور بیوقوف دونوں میں کچھ نہ کچھ عیب ہوتا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ عقلمند اپنے عیوب کو خود دیکھتا ہے اور دنیا نہیں دیکھتی اور بیوقوف اپنے عیوب کو آپ نہیں دیکھتا دنیا دیکھتی ہے۔ (ڈاکٹر چارنر)

موجودات ایک کتاب ہے کہ اس کا ہر ایک صفحہ معرفت الٰہی سے معمور ہے۔ (ڈاکٹر چارنر)

یہ امر پایہ ثبوت تک پہنچ چکا ہے کہ مفلسی نوجوانوں کی اعلیٰ خواہشات کا زینہ ہوتی ہے۔ (شیکسپیئر)

جو شخص کوئی کام نہیں کرتا اور یہ سمجھتا ہے کہ اس کے لیے دنیا میں کوئی کام کرنے کو نہیں ہے یا بوجہ تمول اس کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی حالت قابل رحم اور سزاوار افسوس ہے۔ (سٹیلے)

قانون قدرت کی خلاف ورزی کے نتیجہ بد سے کوئی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ خواہ دانستہ ہو یا نادانستہ ہو۔ بچہ آگ میں ہاتھ ڈالے گا، ضرور جلے گا۔ (پیٹر پارنم) اگر بیوقوف بازار نہ جائیں تو بری چیزیں کون خریدے۔

مشیخت اکثر ترقی کے لیے سد راہ ہوتی ہے۔ لیکن بعض وقت نہایت فائدہ مند بھی ثابت ہوتی ہے۔ (جانسن)

تجھے اپنی زندگی کا سفر اکیلے ہی طے کرنا ہو گا کسی ہمراہی کی امید پر بھروسہ نہ رکھ۔ (ڈاسن)

بہ نسبت مصیبت کے خوشحالی زیادہ سخت امتحان کا وقت ہے۔ خصوصاً جبکہ دفعتاً خوشحالی ہو جائے۔ اس صورت میں

بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ (بارنم) بحث گفتگو کی موت ہے۔ (لڈوگ)
نادان گزشتہ زمانے کی یاد میں محو رہتا ہے' اور کاہل آئندہ زمانے کی موہوم امید کا گیت گاتا ہے۔ مگر میرے خیال کا بڑا راز آج کا دن ہے۔ (کارلیگی) چھوٹے غم واویلہ کرتے ہیں۔ بڑے غم خاموش ہوتے ہیں۔ (کوپر)
نوجوانوں کا خیال ہے کہ بوڑھے بیوقوف ہیں۔ بوڑھے جانتے ہیں کہ نوجوان بیوقوف ہیں۔
لکڑیاں ایک ایک جلاؤ تو دھواں دیتی ہیں۔ اکٹھی جلاؤ تو روشنی پیدا ہوتی ہے۔
اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد کی پیشانی سے نہیں بنایا کہ وہ مرد پر حکومت کرے۔ نہ اس کے پاؤں سے پیدا کیا کہ وہ اس کی غلامی کرے۔ بلکہ اس کی پسلیوں سے پیدا کیا' کہ وہ اس کے دل کے قریب ہو۔
تجربہ ایک فصیح و اثر انداز وعظ ہے' مگر افسوس کہ بہت تھوڑے لوگ اسکے وعظ کو توجہ سے سنتے ہیں۔ (کارلٹن)
ہم میں سے اکثر خاموشی کے مفہوم کو سمجھتے ہیں' لیکن بہت کم آگاہ ہیں' کہ خاموشی کب اختیار کرنا چاہئے۔
میں ہر اس انسان کو بزدل خیال کرتا ہوں' جس کا عمل اس کے تخیل کا آئینہ نہیں ہوتا۔ (جانسن)
صرف اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ نہ رکھو' بلکہ بارود کو بھی خشک رکھو۔ (کرامویل)
محبت کا ماتم اور خوشیاں دونوں آنسوؤں ہی سے کی جاتی ہیں۔ لیکن ایک زہر ہلاہل کا قطرہ ہے' اور دوسرا سلسبیل کا۔
سرِدست فیصلہ شدہ امور کی دوسروں سے تائید کرانے کا نام مشورہ ہے۔
علماء کے گروہ کو انتظام' سیاست اور ریاست سے بالکل مناسبت نہیں ہوتی۔
دو تین دفعہ مکان بدلنا آگ لگ جانے سے زیادہ برا ہے۔
اللہ تعالیٰ خوشحالی بخشے' تو اپنی آرزوؤں کو بھی وسیع نہ کرتے جاؤ۔ (براؤن)
بوڑھے خاوند کو جوان بیوی قبر تک پہنچانے میں گھوڑے کی ڈاک ہے۔
ہر خاندان و قوم اور ملک کی آسودگی و فارغ البالی کے لیے پہلی اور ضروری بات یہ ہے' کہ وہ اہل اور رسوئی کے مناسب اور بہتر استعمال سے بخوبی واقف ہو۔ یعنی میاں بیوی اپنے فرائض سرانجام دیں۔ (جان رسکن)
دروازہ جو غریبوں کے لیے نہیں کھلتا' ڈاکٹر کے لیے کھلتا ہے۔ (ٹمپل)
سفید بال ایک مدت مدید میں انسان کو بوڑھا بنا دیتے ہیں۔ مگر تاریخ دانی بغیر کسی انتظار کے طالب علم کو تجربہ کار' پختہ مغز اور پیر خردمند بنا دیتی ہے۔ (سمائلز)
سخت تنقید سے آدمی کا سارا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ لیکن ذرا سی تعریف اور معمولی سی حوصلہ افزائی بہادری دکھاتی اور بہترین نتائج پیدا کرتی ہے۔ (بارنم) پیٹ سے زیادہ باقاعدہ گھڑی دنیا میں کوئی نہیں ہے۔
اپنی خوشی کو دوسروں کی خوشی پر مقدم سمجھنا' اور دوسروں کے جذبات سے بالکل بے پرواہ ہو جانا' خود غرضی کی مکمل تشریح ہے۔ (سٹیلے)
سربلندی و عظمت کے شہ نشین پر چڑھتے ہوئے لوگوں کے ساتھ محبت و خوش اخلاقی سے پیش آیئے' کیونکہ آپ کو اترتے وقت انہی سے ملنا پڑے گا۔ (ولسن مزنر)

بے داغ دل سے بڑھ کر کوئی سازرہ بکتر مضبوط ہو سکتا ہے۔ جس شخص کا معاملہ سچائی کی بنیاد پر قائم ہے' وہ گویا نہایت ہی عمدہ ہتھیاروں سے آراستہ ہے' اور وہ شخص جس کا ضمیر بے انصافی کی وجہ سے مکدر ہو گیا ہے' خواہ وہ سر سے لے کر پاؤں تک آراستہ ہی کیوں نہ ہو' وہ عریاں ہے۔ (شیکسپیئر)

باپ بے اعتنائی کر سکتا ہے' بھائی دشمن بن سکتا ہے' زن و شوہر میں عداوت پیدا ہو سکتی ہے' دوستی دشمنی سے تبدیل ہو سکتی ہے' لیکن ماں کی محبت میں کبھی فتور نہیں پڑ سکتا ہے۔ (ارونگ)

ایک حسین اور باعصمت خاتون اللہ قدوس کی صنعت کاملہ کا نمونہ' فرشتوں کی حقیقی شان و شوکت' زمین کا نادر معجزہ اور دنیا کی عجیب ترین چیز ہے۔ (تھلیز)

اس دنیا میں کسی کام کی اندر اس وقت تک تبدیلی نہیں ہوتی' جب تک کوئی شخص اس میں خود تبدیلی پیدا نہیں کرتا۔ (گارفیلڈ) ؎ زمانہ زمانا موافق چو شد موافق شدم باز مانہ زخود

انکساری کا سہارا لے کر چلو' ورنہ ٹھوکر کھاؤ گے۔ (موڈی)

انسان کے لیے اتنا ہی جاننا بس ہے' کہ اس دنیا میں نیکی سے راحت ملتی ہے۔ (پوپ)

جہاں پر جہالت باعث بیہودگی ہے' وہاں پر عقلمندی باعث بیہودگی ہے۔

ایک فارسی شاعر نے بھی اس مفہوم کو اس شعر میں ادا کیا ہے۔ ؎

درکاخانہ کہ بنائش بہ غفلت است ہشیار زیستن نہ از آئین حکمت است

طمع ایسی بھوکی ہے' کہ اس کا پیٹ کسی فیاضی سے نہیں بھرا جا سکتا ہے۔

انسان خواہ کیسا ہی خوشحالی و با اقبال فی الحال ہو' مگر جب اس دنیا سے انتقال نہ ہو' ہم اس کو خوشحال نہیں کہہ سکتے کیونکہ انسان کے حال میں ایسے انقلابات غیر متوقع اور حادثات ناگہانی وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں' کہ جن کا پہلے سے سان گمان بھی نہیں ہوتا۔ (سولن) مصیبتیں بیدار کرنے کے لیے آتی ہیں' نہ کہ پریشان کرنے کے لیے۔ (ڈاسن)

میں اپنے حریفوں پر اکثر اس لئے غالب آتا ہوں' کہ وہ دو چار منٹ کو کچھ حقیقت نہیں سمجھتے۔ لیکن میں اس تھوڑے سے وقت کی قدر و قیمت اور اہمیت سے بخوبی واقف ہوں۔ (نپولین)

تمہارا چال چلن اس بات سے معلوم ہو سکتا ہے' کہ تم کس چیز کو دیکھ کر خوش ہوتے ہو۔

نصیحت یعنی خیر خواہی ہم نہیں سنتے۔ لیکن خوشامد بدترین دھوکا ہے' جس پر پوری توجہ دیتے ہیں۔ شیکسپیئر

میں دوست اچھی شکل' واقف اچھے کردار' اور دشمن بہترین دماغ کے منتخب کرتا ہوں۔ (آسکر وائلڈ)

"ضروریات زندگی" اور "اسباب راحت" دونوں کا روزانہ علیحدہ علیحدہ خرچ لکھو' تو چند روز میں بڑی اصلاح ہو جائے گی۔ (بارنم) اکثر لوگ اپنے بہترین دوستوں کی کمتری سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ (رچسپرفیلڈ)

خوشامد کرنے والا اور اس کو سن کر خوش ہونے والا' دونوں کمینے ایک دوسرے کو دھوکا دیتے ہیں۔ (شیکسپیئر)

ہمارے دوستوں کے مصائب ہمارے جذبات میں تلاطم پیدا کرتے ہیں' لیکن یہ تلاطم ناخوشگوار نہیں ہوتا۔ (والٹیر)

جو روٹی کھائی جا سکے' وہ بچائی نہیں جا سکتی۔ قدرت کی نیک ہدایات کی پابندی پر انسان دنیا کو بہشت کی مانند پائے گا۔ (پوپ)

کسی نامور کے حالات لکھو' تو اس کے وہ خصائل لکھو۔ جنہیں انسانی فطرت سے تعلق ہے' تاکہ لوگوں کو اچھے کاموں میں تقلید کی خواہش ہو۔ بخلاف اس کے اگر تم اس کو فرشتہ بنا کر پیش کرو گے' تو لوگ اس کے کاموں کی تقلید نہ کریں گے' بلکہ وہ سمجھیں گے کہ وہ فرشتہ صفت انسانی دائرے سے باہر تھا ہم انسان اس کی تقلید کیسے کر سکتے ہیں؟

عمدہ چیز کا حاصل کرنا کوئی خوبی نہیں' بلکہ اس کو عمدہ طریقہ سے استعمال کرنا خوبی ہے۔ (جانسن)

صاحب اختیارات کے فرائض بھی اتنے ہی سخت ہیں' جتنا کہ اس کو اختیار حاصل ہے۔ (دائرفیلڈ)

نشاط و انبساط اور رانددہ و کلفت' زندگی کی اصلی غرض و غایت نہیں۔ اس کا منتہائے مقصود تو یہ ہے کہ ہم ہمیشہ سرگرم عمل رہیں' تاکہ ہمارا مستقبل روز بروز بہتر ہی ہوتا جائے۔ (لانگ فیلو)

اگر دنیا میں ایک بھی محبت کرنے والا دل باقی نہ رہے' تو آفتاب اپنی حرارت کھو بیٹھے۔ (تھیلر)

مستقبل خواہ کتنا ہی دلفریب اور دلکش ہو' اس پر کبھی بھروسہ نہ کرو۔ ماضی کی دلچسپیوں کو دل سے محو کردو اور موجودہ حال میں اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے قوی دل کے ساتھ سرگرم عمل رہو۔ (لانگ فیلو)

ہمارے مصائب و آلام کا معتدبہ حصہ کمر کی بہ نسبت سر میں زیادہ ہڈیاں ہونے کا نتیجہ ہے۔ (پولوگ)

دنیا کی انتہائی خوبصورت اشیاء انتہا درجہ بیکار ہوتی ہیں۔ (جان رسکن)

انسان کی سب سے بڑی خوش قسمتی اور زندگی کا سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ وہ کسی خاص کام کا رجحان لے کر پیدا ہوا' جس کے کرنے میں اسے دلچسپی اور مسرت حاصل ہو سکے۔ (ایمرسن)

عادت کو فطرت ثانیہ کہتے ہیں۔ حالانکہ اس کی قوت فطرت کی طاقت سے دس گنا زائد ہے۔ (ڈیوک آف ولنگٹن)

جانے سے پہلے آنے کا انتظام کرلو۔ اگر نہ آسکو تو جانا بے فائدہ ہے۔ (رسکن)

انسان اپنی زندگی کو کیوں ایسا کم بخت بنائے کہ مرنا جینے سے بہتر معلوم ہو' پہلے ہی سے دنیا کے جاہ و مناصب اور عزیزو اقارب سے کیوں ایسا دل لگائے' کہ جن کے مفقود ہونے پر خودکشی کو حیات پر ترجیح دے۔ (سولن)

محبت ایسی پیاری چیز ہے' جو انسان کو مشکل ترین کاموں کے لیے مجبور کرتی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتی تو دنیا میں بالعموم قربانی کی راہ مسدود ہو جاتی۔ (ٹینی سن) گلے سڑے سیبوں میں انتخاب کی گنجائش نہیں۔ (شیکسپیئر)

جو کچھ تم ہو' اس سے بڑا بننے یا ظاہر کرنے کی پرواہ مت کرو۔ بلکہ کاروبار میں پیش قدمی اور جرات کو اپنے چال چلن کا ضروری جزو قرار دو۔ (آرتھر) عیاری چھوٹے کمبل کے مانند ہے' کہ سر چھپاؤ تو پیر ننگے ہو جائیں۔ (سکاٹ)

طبعی میلان کے موافق تربیت ہونے سے انسان کامل ہوتا ہے' اور سرشت و رغبت کے خلاف کاروبار کرنے سے ناقص نکلتا ہے۔ (ایلورشین) ہم اپنے ملنے والوں سے خوبیوں کی نسبت برائیاں زیادہ اخذ کرتے ہیں۔ (دیدرو)

ذہانت و بلاغت طبقہ امراء میں نہیں' بلکہ جھونپڑوں میں بودوباش رکھنے والوں کا حصہ ہے' اور تاریخ اس کی تائید کرتی ہے' کہ قوم و وطن کے لیڈر ہمیشہ متوسط درجہ کے لوگوں ہی سے نکلتے رہے ہیں۔ (ملٹن)

ضرورت سے خواہش' خواہش سے کوشش' کوشش سے حصول اور حصول سے نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔

عوام میں نیک نامی کے لیے انسانیت درکار ہے۔ صرف ذرا اس وصف کے پانے کے لئے کافی نہیں۔ (کوپر)

ضروریات زندگی کی نایابی' گرانی کا سبب' ماضی کی تعیشات کا حال کی ضروریات کا روپ دھارنا ہے۔

غصہ تھوڑے دیر کی' اور غرور ہمیشہ کی دیوانگی ہے۔ (کوپر)

وہ شخص خوش قسمت ہے' جس کو مطالعہ کا شوق ہو۔ لیکن جو فحش کتابوں کا مطالعہ کرتا رہے' اس سے وہ اچھا ہے جس کو مطالعے کا شوق ہی نہیں۔ کوئی آئینہ ایسا نہیں جس نے عورت سے کہا ہو کہ تو بد صورت ہے۔ (میکالے)

سوسائٹی کا اثر بے شک بڑا اتالیق ہے' لیکن وہ بچپن کی جبلی برائیوں کے دفع کرنے سے قاصر ہے' لہٰذا بچپن میں تربیت کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ مشکل ایسا عذر ہے' جسے تاریخ کبھی تسلیم نہیں کرتی۔ (سیموئل)

شادی سے غرض دوسرے جسم پر حکومت کرنا نہیں۔ بلکہ ایک کی کمی دوسرے سے پوری کرنا۔ (سمیوئیل)

بہت زیادہ کھا کر بیمار ہونے والوں کی تعداد بھی اتنی ہی ہے' جتنی فاقہ کشی سے بیمار ہونے والوں کی۔ (شیکسپیئر)

کام کرنے کے لیے زیادہ قوت کی ضرورت نہیں' البتہ اس امر کا فیصلہ قوت طلب ہے کہ کیا کرنا چاہیے۔ (بینارڈ)

آدمی سے پہلے آدمی کے خصائل شہر میں آتے ہیں۔

حضرت آدم کو ماں باپ کی خدمت نہیں کرنی پڑی۔ لہٰذا اس کی اولاد بھی اس فرض سے غافل ہے۔ (ڈیکن)

جو شخص وعدے کے دن قرض ادا کر دے' وہ دوسرے کی تھیلی کا مالک ہوتا ہے۔ (بارنم)

عورت سے بے نیاز ہو کر زندگی گذارنے کا عزم شدید جرم ہے' اور فطرت کبھی نہ کبھی اس کا انتقام لے لیتی ہے۔ (ٹیلر)

اگر کام کرنا یہ جاننے کی نسبت بہتر ہوتا کہ کیا کرنا چاہیے تو غریبوں کے جھونپڑے بادشاہوں کے محل ہوتے۔ (شیکسپیئر)

مشہور انگریز شاعرہ لکاکس کی ایک نظم کا ترجمہ:۔

"اگر میرے قلم سے نکلی ہوئی ایک سطر نے' یا میری زبان سے نکلے ہوئے ایک لفظ نے میرے دوست یا دشمن کے دل کو کسی طرح کی تسکین بخشی ہے' تو میرے لیے یہ دنیا بھر کی تمام نعمتوں سے افضل ترین نعمت ہوگی۔"

"میں نے دنیا میں جو کام کیے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی ایک کے باعث بھی کسی مغموم دل کا غم گھٹ گیا ہے۔ اگر میری کسی کوشش کی بدولت جھکی ہوئی پلکیں اٹھ کر فردکی درخشاں امید بن گئی ہیں' تو خواہ دنیا کو معلوم ہو یا نہ ہو اور اسے میرا خیال آئے یا نہ آئے' خواہ دنیا کو کبھی معلوم نہ ہو سکے اور وہ مجھے داد نہ دے۔ لیکن پھر بھی میں اپنے دل سے یہی کہتی رہوں گی کہ میری زندگی اور محنت ٹھکانے لگ گئی۔"

"اگر میں نے کس طرح بھی کسی ہستی کو امداد دی' یا کسی روح کو خوشی بخشی ہے' تو میں سمجھتی رہوں گی کہ میری خوشی کا جام لبالب بھر گیا ہے۔"

مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ' دشمنوں سے بچنے کا انتظام میں خود کر لوں گا۔ (والٹیر)

جس سے مجھے نفرت ہے اسے میں کبھی نہیں ملتا۔ (راجرز) گفتگو کے میدان میں تمام انسان فریق ثانی ہوتے ہیں۔ (ایمرسن)

خواہ اس کی آنکھ کے سوا جو آسمان پر ہے' کوئی میرے نیک کام کو نہ دیکھ سکے' لیکن پھر بھی اے میرے دل! میں یہی سمجھا کروں گی' کہ میں نے تماشہ گاہ عالم میں اپنا فرض خوش اسلوبی سے ادا کیا۔

جمہوریت کی سادہ تعریف' لوگوں کے ڈنڈے کو' لوگوں کے لیے' لوگوں کی پیٹھ پر توڑنا ہے۔ (آسکر وائلڈ)

مشہور عالم نامور انگریز فلاسفر نیوٹن نے اپنے پندرہ سالہ تجربات وانکشافات ومشاہدات کی ایک بیاض خاص شبانہ روز کی کوششوں سے نہایت محنت کے ساتھ اپنی خداداد ذہانت بے مثال سے مرتب کی تھی۔ رات کے وقت وہ اپنی میز پر بیٹھا اس میں ترمیم و تنسیخ اور اضافات میں مصروف و مشغول تھا۔ بیاض مذکور کو اسی حالت میں چھوڑ کر ضرور تا اسے کسی کام لیے اٹھنا پڑا۔ اس کے کتے نے کود پھاند کر لیمپ کو گرا دیا۔ تیل کے شعلوں سے تمام کی تمام بیاض جل کر مٹھی بھر راکھ میں تبدیل ہو گئی۔ نیوٹن جب واپس میز پر آیا' تو اپنی مدت العمر کے اس علمی سرمایہ کے اس ہولناک انجام سے اس قدر متاسف ہوا کہ اس کی آنکھوں کے آگے تاریکی چھا گئی اور غشی کی حالت طاری ہو گئی۔ تھوڑی دیر میں سنبھالا لینے کے بعد اس پیکر صبر و تحمل اور شرافت مجسم نے صرف یہ کہا "ڈائمنڈ! افسوس' تم کو نہیں معلوم کہ تم نے میری سالہا سال کے عرصہ دراز کی انتہائی محنت و مشقت کو چشم زدن میں تباہ و برباد کر ڈالا۔" یہ کہہ کر اسی وقت اپنی ذہنی یادداشتوں کی بنا پر تباہ شدہ بیاض کو از سر نو مرتب کرنے میں مصروف ہو گیا۔

نیوٹن کہتا ہے کہ اگرچہ اسے اس بیاض کو از سر نو مرتب کرنے میں سخت محنت اور ذہنی کوفت برداشت کرنے کے علاوہ بے انداز قیمتی وقت صرف کرنا پڑا۔ لیکن یہ نئی ترتیب پہلے سے نہایت بہتر صورت میں انجام پذیر ہوئی۔

انگریزوں میں اس نامور ہستی کی شرافت و تحمل' بردباری اور سرد مزاجی ضرب المثل بن گئی ہے۔

اس مشہور عالم و فاضل نے ایک نہایت زبردست مضمون "شریف انسان کی پہچان" کے عنوان سے لکھا۔ جسے ذرا طویل ہونے کی وجہ سے نظر انداز کیا جاتا ہے' کیونکہ "مخزن اخلاق" میں جامعیت و اختصار کو ہر حالت میں مد نظر رکھا گیا ہے۔ لہٰذا اس مضمون کا لب لباب ہی درج کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ:۔

"مباحثہ و مناظرہ اور عام گفتگو میں اظہار غیظ و غضب تو در کنار پیشانی کو بھی شکن آلودہ نہ کرنا چاہیے" وغیرہ۔ چنانچہ اس کی عملی مثال مندرجہ بالا واقعہ سے ظاہر ہے۔ اگر کوئی اور شخص ہوتا' تو کتے کو جان سے مار ڈالتا۔ اس مشہور عالم و فاضل نے اپنی ہیچ مدانی کا ان الفاظ میں اعتراف کیا ہے کہ "علم ایک بحر ناپیدا کنار ہے' جس کی تہ بے شمار موتیوں سے بھری پڑی ہے' اور میں اس کے کنارے پر ایک طفل خرد سال کی طرح گھونگے چن رہا ہوں۔"

دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی قصر حیات کے بام و در شکستہ ہو چکے ہیں' لیکن اس کے باوجود ان کی خوبصورتی میں فرق نہیں آیا۔ وجہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے عمر کے ہر حصے میں اعتدال کو قائم رکھا۔ (سمتھ)

ہر شخص کی خواہش یہ ہے کہ وہ طویل عمر پائے' لیکن بڑھاپے سے ہر ایک کی جان جاتی ہے۔ (سوئفٹ)

بوڑھے آدمی بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔ ان کی بلا سے کہ دنیا کے حالات بہتر ہوتے ہیں یا بدتر۔ کیونکہ وہ دنیا کو جلد ترچھوڑنے والے ہوتے ہیں۔ (برنارڈ شا)

جس طرح صبح کے آئینے میں دن کو دیکھا جا سکتا ہے' اسی طرح بچپن میں انسان کے خدوخال صاف نظر آجاتے ہیں۔

اگر کسی عورت سے تمہیں دکھ پہنچا ہے' تو تم اسے ہرگز قتل نہ کرو۔ بلکہ اس کے کان میں بسا اوقات یہ بھنک ڈالتے رہو کہ تو بوڑھی ہو رہی ہے۔ اس صورت سے تم ۴۰۴۴ مرتبہ اس سے انتقام لے سکتے ہو۔ (ہیرس)

بڑھاپا نہایت ہولناک مرض ہے۔ اس کی زد سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ دنیا میں جتنی خرابیاں ہیں' ان کا تدارک ہو سکتا

ہے۔ اگر کوئی تدارک نہیں ہو سکتا' تو بڑھاپے کا۔ (فورڈ جیمس)

جوانی میں ہم تمام مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرتے مگر بڑھاپے میں یہی مشکلات ہمیں شکنجوں میں کس لیتی ہیں۔

ایک عورت صرف ایک راز مخفی رکھ سکتی ہے' اور وہ اس کی عمر کا راز ہے۔ (مارکوئس)

اگر تم سوسائٹی میں ہر ایک سے نبھا چاہتے ہو' تو اس کی یہی ایک صورت ہے' کہ بہت کچھ جاننے بوجھنے کے باوجود ہر ایک سے کچھ نہ کچھ سیکھنے کی کوشش کرو۔

جس دماغ میں اپنے سوا کوئی گنجائش نہ ہو' تو اس میں بھلا اور چیز کس طرح سما سکتی ہے۔ (جیوبرٹ)

بڑھاپے کی سب سے بڑی نشانی تن آسانی ہے' اس تن آسانی سے میرا بوڑھا نہیں کہلا سکتا۔ (فورڈ جیمس)

جو لوگ کسی راہگذر پر ستم کش انتظار رہتے ہیں' ہم بیکار انہیں بھی نہیں کہہ سکتے۔ (ملٹن)

تحسین و آفرین کے موقع پر تالیاں بجانا' ہتھیلیاں پیٹنا' بے معنی سی روش ہے۔ میں اسے کسی صورت میں کوئی وقعت نہیں دیتا۔ اس روش سے مجھے ذہنی کوفت ہوتی ہے۔ (لیوپولڈ)

جس شاعر کا کلام قبولیت عامہ کی سند حاصل نہیں کرتا۔ اس کی شعر گوئی تضیع اوقات نہیں' تو اور کیا ہے۔ (مارشل)

خاموشی دانشمندی کی علامت ہے تو سہی۔ لیکن کبھی کبھی اس سے حماقت کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ (ولیم کولرج)

شر میں خیر کا پہلو ہوتا ہے۔ اگر کبھی دو شر سامنے آئیں' اور یہ مجبوری بھی پیش آئے' کہ ان دونوں میں کسی ایک سے ضرور دامن ملوث ہوگا' تو پھر اس شر پر قانع ہو جانا چاہیے' جس میں خیر کا پہلو کسی قدر نمایاں ہو۔ (ویلز)

صرف انسان ہی وہ مخلوق ہے' جسے شرم و حیا کا احساس دامن گیر ہوتا ہے۔ (مارک ٹوین)

پریس عصر حاضر کی عظیم ترین نعمت ہے یا بدترین لعنت۔ وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ (ایم بیری)

دلکش کتب سے بہتر اور کوئی سامان آرائش نہیں ہوتا' خواہ یہ کتابیں ہم پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ (سڈنی سمتھ)

کسی کتاب پر تبصرہ یا تنقید سے قبل میں اس کے مطالعہ کے لیے آمادہ نہیں ہوتا۔ (سکاٹ)

کسی سے کتاب مستعار لینے کے بعد مشکل ہی سے اس کی واپسی کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ (سکاٹ)

ہمارے ہاں بھونڈے شاعروں کی بڑی تعداد کی وجہ یہ ہے' کہ وہ سب الہامی شاعر ہیں۔ (رچسٹرٹن)

زندگی میں جہاں کہیں مجھے ذہین فرد سے ملاقات کا اتفاق ہوا' اس میں یہ خصوصیت ضرور پائی ہے۔ کہ وہ عوام سے ان کے سطح پر اتر کر ملتا ہے۔ (برنارڈشا) آپ لڑکے کو کالج پہنچا سکتے ہیں' مگر اسے مفکر نہیں بنا سکتے۔ (ہیرڈ)

کسی فلسفی کی زبان سے نکلی ہوئی بات کبھی مہمل ہوتی ہے' تو کبھی مضحک۔ (گولڈ سمتھ)

کسی سے کسی بات کی جانچ کے لیے بھی کوئی نہ کوئی حمایتی نکل ہی آتا ہے۔ (گولڈ سمتھ)

سکون خواہ کتنا ہی دیرپا سہی' ایک قسم کی حرکت ہی ہے۔ حد درجہ سست رفتار حرکت۔ (موٹیس)

آپس کی جان پہچان' مدح و ستائش کی جڑیں کاٹ دیتی ہے۔ (جارج سینٹ)

تمام دنیا میں گھوم کر دیکھ لو۔ مفلس کے لیے کوئی دروازہ بھی کھلا ہوا نہیں ہے۔

ایک کامیاب ناشر کا کمال یہ ہے' کہ وہ اشتہار کے ذریعے مردہ ادب میں زندگی کی روح پھونک دیتا ہے۔ کسی قسم کے

نصب العین اور زاویہ نگاہ کا اندازہ اس کے اشتہارات کی نوعیت سے ہوتا ہے۔ (فارمن ڈوگلس)
نصیحت شاذونادر ہی مانی جاتی ہے۔ لطف کی بات یہ ہے' کہ جو لوگ نصیحت کے زیادہ طالب ہوتے ہیں۔ انہیں پر نصیحت گراں گزرتی ہے۔ (چسٹر فیلڈ)
آدمی کے مغرور ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ ان نتائج سے مطمئن ہے جو دوسروں سے اخذ کرنا چاہتا ہے۔ (بوہم)
جب ہم کسی سے مشورہ یا نصیحت چاہتے ہیں تو ہمارے تحت الشعور میں یہ بات چھپی ہوتی ہے کہ مشورہ یا نصیحت ہماری مرضی کے خلاف نہ ہو۔ (سی کولٹن) نصیحت سو برائیوں کی ایک برائی ہوتی ہے۔ (میری ڈوسلر)
نصیحت کی بات ایک سے دوسرے تک منتقل ہوتی رہتی ہے۔ ممکن ہے کہ کسی شخص کے لیے یہ نصیحت مفید نہ ہو۔
نصیحت ایک احمقانہ فعل ہے' بلکہ بسا اوقات مہلک بھی۔ (آسکر وائلڈ)
کسو ادب کے لباس سے آراستہ ہونا' دیباو حریر پہننے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ (بیلی)
اگر بچوں کو نظر انداز کیا جائے تو وہ رو کر اپنا آپ منوا لیتے ہیں۔ (مقصود)
ساتھیو! شکم کے ساتھ بحث کرنا مشکل ہے' کیونکہ اس کے کان نہیں ہیں۔ (کیٹو)
انسان پر جو افتاد پڑتی ہی' وہ اکثر حالات میں اسی کی بدعنوانیوں اور بے اعتدالیوں کا نتیجہ ہے' اور ساتھ ہی اس چیز کا خمیازہ کہ اس نے جلوت کو خلوت پر ترجیح دی۔ (تھامس ولف) قیمتوں کا خیال بھی یہی ہے کہ چوٹی پر کافی جگہ ہے۔
"سویرے اٹھیے اور سویرے سو جائیے" بے شک حفظ صحت کا یہ زریں اصول ہے' لیکن جتنے بڑے لوگوں سے ہمیں ملنے کا اتفاق ہوا ہے' ہم نے انہیں اس اصول پر کاربند نہیں پایا۔ (جارج ایڈی)
کسی اعلیٰ خاندان سے نسبت فی الحقیقت بڑی چیز ہے' لیکن اس سے کسی قدر و قیمت میں اضافہ نہیں ہوتا۔ شرف کی روایات تو انہی سے وابستہ رہیں گی۔ وہ شخص بھلا ستاروں پر کمند کیسے ڈال سکتا ہے' جو اپنے شجرہ نسب کے دام میں پھنسا ہوا ہے۔ (پلوٹارک) طنز عینک کی مانند ہے' جس کے ذریعے اپنے چہرے کے سوا ہر چیز نظر آتی ہے۔
مجھے یہ خبر نہیں ہے کہ میرا دادا کون تھا؟ مجھے تشویش صرف یہ ہے کہ اس کے پوتے کو کیا ہونا چاہیے۔ (لنکن)
جس کی زندگی کا نصب العین ملک و قوم کی خدمت ہو' اسے شرف آباء کی چنداں احتیاج نہیں۔ (والٹیر)
ایک بہترین اور منتخب دیوان اشعار ایک ایسا مطب ہے جہاں ہر مرض کے لیے عام ادویہ ہوتی ہیں۔ یہ غذا کے طور پر استعمال بھی کی جاسکتی ہیں اور پرہیز کے طور پر بھی۔ (گریوز)
ناشتہ سے پہلے کوئی کام نہ کرو۔ ناشتہ کا وقت اگر صبح نو بجے مقرر ہے' تو بہتر یہ ہے کہ چھ بجے سو کر اٹھا کرو۔ (بٹلر)
اختصار پسندی میں القائی یا الہامی جوہر ہوتا ہے۔ (سنتایانا)
تاریخ کی ایسی کتابوں کا ملنا' جن پر جھوٹ کے حاشیے نہیں چڑھائے گئے' بے حد مشکل ہے۔
دانشمندی کا تقاضا ہے کہ تفصیل پر اختصار کو ترجیح دی جائے۔ تفصیل ہمیشہ صبر آزما ہوتی ہے۔ (شیکسپیئر)
معاشرے میں دو ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں' یار شاطر یا بار خاطر۔ (بائرن) خاموشی سب سے بڑھ کر شنیدنی ہے۔
وحشی درندوں کو سدھایا جاسکتا ہے۔ لیکن لڑکے کسی صورت قابو نہیں آتے۔ (افلاطون)

کبھی کبھی میرا بچپن لوٹ آتا ہے' تو مجھے بھی کھیل کود کی سوجھتی ہے۔ (جونس)

خاموشی سٹور میں جمع شدہ عقلمندی کا نام ہے۔

ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں' جو اپنے پڑوسی کا بوجھ برداشت نہ کر سکے۔ (فوکالڈ)

وہ پیشہ جس میں سب سے زیادہ تضیع اوقات ہوتی ہے' کلرکی ہے۔ (برنارڈ شا)

میرے کاروباری مشاغل اتنے پریشان کن ہیں' کہ بعض اوقات میں زندگی پر موت کو ترجیح دیتا ہوں۔ دوسرے لوگ مجھے اپنے سے کہیں زیادہ بہتر نظر آتے ہیں۔ (آسکر وائلڈ)

شاعر تخیل استعمال کرتا ہے۔ لہٰذا اسے یہی خیال کر لینا چاہیے کہ سب لوگ اس کی نظمیں پڑھتے ہیں۔

مصائب و آلام کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ ہم اپنے لیے مصیبت مول لے کر دوسروں کا بھلا چاہیں۔ (برس)

محبت کے نشے میں مرد اور عورت ایک دوسرے کے کردار کا صحیح جائزہ نہیں لے سکتے۔ (گلبرٹ)

قدرت نے کسی انسان میں شرافت کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے' اتنی شرافت کہ کوئی اسے نظر بھر کر دیکھے تو پکار اٹھے۔

(نگاہ برق نہیں چہرہ آفتاب نہیں وہ آدمی ہے مگر دیکھنے کی تاب نہیں) (شیکسپیئر)

کسی کتے کے آگے ہڈی ڈالنا فیاضی نہیں۔ یہ فعل فیاضی اس صورت میں ہوتا' جب اس ہڈی کی ہمیں بھی اتنی ہی اشتہا ہوتی' جتنی کتے کو ہے۔ (جیک لنڈن)

تاریخ معمولی اور غیر اہم واقعات کا غلط ریکارڈ ہے۔ یہ واقعات ایسے شخص کے تحریر کردہ ہیں' جس نے ان واقعات کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔

جو شخص کسی رقم کے ادا کرنے میں عجلت کرتا ہے' اس کے بارے میں اگر ہم یہ کہیں کہ اس نے دوہری رقم ادا کی ہے تو یہ بات کچھ غلط نہیں۔ (سروینٹیز)

اکثر شاعر بے حد غریب ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر غریب لوگ ہی شاعر بنتے ہیں۔

نصیحت کا بہترین مصرف یہ ہے' کہ اسے سنو اور سن کر آگے بڑھاؤ۔ (آسکر وائلڈ)

دوست کی ناکامی پر مغموم ہونا' اتنا دشوار نہیں' جتنا اس کی کامیابی پر مسرور ہونا مشکل ہے۔ (آسکر وائلڈ)

ہم اپنے دوستوں کے بغیر رہ سکتے ہیں' لیکن ہمسایوں کے بغیر نہیں۔ (ٹامس فلر)

دنیا میں کوئی اچھا یا برا کام ایسا نہیں ہے' جو انگریز لوگ نہ کرتے ہوں۔ لیکن آپ انہیں کبھی غلطی پر نہ پائیں گے۔ وہ ہر کام کسی اصول کی بنا پر کرتے ہیں۔ وہ آپ سے جنگ کرتے ہیں' تو وطن پرستی کے اصولوں کی بنا پر۔ آپ کو لوٹتے ہیں تو کاروباری اصولوں کی بنا پر۔ کسی کو غلام بناتے ہیں' تو سلطنت کے اصولوں پر۔ (برنارڈ شا)

خاموش رہنا اور بیوقوف شمار ہونا۔ بول کر تمام شبہات دور کر دینے سے بہتر ہے۔

پہلے آپ بچوں کو بولنا سکھاتے ہیں۔ پھر انہیں خاموش رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ (جیوبرٹ)

بچوں کو نقادوں کے بہ نسبت تربیت کے لیے نمونوں کی زیادہ ضرورت ہے۔ (جیوبرٹ)

شادی سے پہلے بچوں کی تربیت و پرورش کے متعلق میرے چھ نظریے تھے۔ اب میرے چھ بچے ہیں اور نظریہ ایک

بھی نہیں۔ (لارڈ راچسٹر)

استقلال ایسے شخص کی آخری پناہ گاہ ہے' جو پر فکر اور صاحب تخیل نہ ہو۔ (آسکر وائلڈ)

زیور ادب سے آراستہ بچہ' اپنے والدین کے اچھے سلیقہ کا بہترین اشتہار ہے۔ (نکلسن)

بچے کتوں کی مانند بہت تیز قوت شامہ کی مالک ہوتے ہیں' اور ہر چیز کا کھوج لگا لیتے ہیں۔ خصوصا بری چیزوں پر ان کی نگاہ سب سے پہلے پڑتی ہے۔ (گوئٹے) غیر جانبدار فریقین کی نگاہ میں بد معاش ہوتے ہیں۔

شہری آبادیوں کی افزائش کا مطلب زیادہ سے زیادہ برائی کا اجتماع ہے۔ (کیڈس)

موجودہ نسل فضا میں پرواز کر سکتی ہے' وائرلیس کے ذریعے سے گفتگو کر سکتی ہے۔ ایٹمی طاقت سے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ لیکن بچوں کی تربیت اور پرورش سے عاری ہے۔ (جیوبیرٹ)

ہر شخص ایک ضخیم کتاب ہے' بشرطیکہ آپ کو پڑھنا آتا ہو۔ (ولیم الیری)

کسی جماعت میں داخل ہونے یا کسی فیشن پر عمل کرنے میں نہ سب سے آگے چلیئے' نہ سب سے پیچھے۔ (چسٹر فیلڈ)

کسی خاتون کے پاس اتنے کپڑے نہیں ہونے چاہئیں کہ پہنتے وقت یہ سوچنا پڑے کہ کون لباس پہنوں۔ (ڈان ہیرلڈ)

محفوظ ہونا ان لوگوں کا کام ہے' جو سوچ نہیں سکتے۔ (پوپ)

بعض لوگ شاکی ہیں کہ گلوں میں خار پنہاں ہیں' لیکن میں شاکر ہوں' کہ کانٹوں کے ساتھ پھول بھی ہیں۔

شکایت اللہ تعالیٰ کے حضور میں' بہترین اظہار تشکر اور پر خلوص انہماک کا حصہ ہے۔ (سوفٹ)

اپنے آپ سے محبت کرنے والا رقیبوں سے محفوظ رہتا ہے۔ (فرینکلن)

ہم اس خوش خیالی سے دل بہلاتے ہیں' کہ ہم کسی کے آئینہ خیال کے جوہر منفرد ہیں۔ یہ محض واہمہ ہے ہماری طرح ہر کوئی اپنی ہی قصیدہ خوانی کرتا ہے۔ (چارلس ریڈ)

ہر گدھا دیوار پھاندنے سے پہلے خود کو ہرن تصور کرتا ہے۔ (گیرمین)

بعض لوگ بالکل انڈوں کی طرح ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان میں کسی اور کی گنجائش ہی نہیں ہوتی۔ (ہلمنگر)

ضمیر ہمارے اندر اس آواز کا نام ہے' جو ہمیں متنبہ کرتی ہے کہ کوئی دیکھ رہا ہے۔ (میکلن)

بیشتر لوگوں کا ضمیر دوسرے لوگوں کے نظریات کی پیشگی دریافت کا نام ہے۔ (ٹیلر)

اس گائے کی طرف دیکھیے اور سوچئے کہ دنیا کے بڑے بڑے سائنس دان گھاس کو دودھ میں تبدیل کرنے کا طریقہ دریافت نہیں کر سکے۔ سائنس جسے ترقی کی دایہ بننا تھا' فرشتہ اجل بن گئی ہے۔

بہت سے روشن خیال لوگوں کے پاس اس دنیا میں سوڈالر بھی نہیں ہیں' اور ان کی روشن خیالی کی بدولت ایسا ہونا ممکن بھی نہیں۔ (ایڈ گرباؤ) خطیب اپنی گہرائی کی کمی لمبائی میں پوری کر دیتے ہیں۔ (مان ٹیسکو)

کوئی شک نہیں کہ میرے کپڑے پرانے ہیں۔ لیکن یہ میرے اپنے ہیں۔ (مارشل)

اگر کوئی ماہر نفسیات یہ کہے' کہ دکھ کوئی چیز نہیں ہے' تو لوگ جو ہمیں دکھ دیتے ہیں' وہ کیا ہے۔ (سموئل جانسن)

اس چیز کی ضمانت نہیں دی جا سکتی کہ امیر والدین غریب والدین کو جنم نہیں دیں گے۔ (پرچناؤ)

صبر صرف اس لاعلمی کا نام ہے کہ کیا کرنا چاہیے۔

حب الوطنی کا لفظ آپ کا یہ یقین ہے کہ یہ ملک باقی تمام ممالک سے بہتر ہے' کیونکہ آپ کی پیدائش اس میں ہوئی ہے۔ جب تک آپ نسل انسانی کو اس سے نجات نہیں ولائیں گے' امن کا خواب' خواب ہی رہے گا۔ (برنارڈشا)

افلاس بے عزتی کا موجب نہیں' لیکن اس سے کوفت ضرور ہوتی ہے۔ (ولیم پٹ)

قلم کا زخم بے حد گہرا ہوتا ہے' یہ زندوں کو موت کے نیند سلا سکتا' اور مردوں کو زندگی بخش سکتا ہے۔ (جان بٹلر)

اگر آپ کو لازماً کسی بات پر یقین کرنا ہے' تو اس پر کیجیے کہ آپ بڑی حد تک دوسرے لوگوں جیسے ہی ہیں۔ (لوول)

میں لوگوں سے ملتا رہا ہوں۔ نتیجتہ مجھ میں رحم اور شفقت کا عنصر کم ہو گیا ہے۔ (سینکا)

تنگ نظر وہ ہے' جسے دو برائیوں میں سے ایک کو منتخب کرنا پڑے' تو وہ دونوں کو اختیار کر لیتا ہے۔ (آسکر وائلڈ)

کوئی فلاسفر ایسا نہیں گزرا' جو دانت کے درد کو صبر سے برداشت کر سکے۔ (شیکسپیئر)

تھوڑا فلسفہ انسان کو دہریت کی طرف اور فلسفے کی اتھاہ گہرائی اسے مذہب کی طرف مائل کرتی ہے۔ (بیکن)

دنیا کی تاریخ میں ایسے فلاسفر کا ریکارڈ موجود نہیں جو خوش رہا ہو۔ (لنکن) استقلال کے برے معنی "ضد" ہیں۔ (سٹرن)

شاید نفسیات کے ان ماہروں نے جو یہ کہتے ہیں کہ "روئے زمین پر کوئی کامل انسان نہیں ہے۔" مقابلے کی تقریریں نہیں سنیں۔ امن دو جنگوں کے درمیانی وقفے میں ایک دوسرے کو فریب دینے کا نام ہے۔ (ٹیرس)

بنی نوع انسان کے لیے باعث مسرت ہے' کہ اللہ نے بہت تھوڑے لوگوں کو شاعری کی لعنت میں گرفتار کیا۔ (مور)

دماغ کی ایک خاص خرابی کے بغیر نہ کوئی شاعر بن سکتا ہے' اور نہ ہی اشعار سے محظوظ ہو سکتا ہے۔ (میکالے)

کوئی سیاست دان نہ تو اتنا برا ہوتا ہے' جتنا کہ اس کے دشمن اسے بتاتے ہیں' اور نہ ہی اتنا اچھا ہوتا ہے' جتنا کہ اس کے دوست خیال کرتے ہیں۔ سیاسی جنگ وہ ہوتی ہے' جس میں ہر کوئی لبوں سے گولیاں چلاتا ہے۔

اچھا لباس پہن کر اجڈ لوگ بھی "مہذب" کہلانے کا شرف حاصل کر سکتے ہیں۔ (آسکر وائلڈ)

سوسائٹی میں آپ کی حقیقی پوزیشن وہی ہے' جس کا اظہار لوگ آپ کی غیر حاضری میں کرتے ہیں۔ (ایڈ گرباؤ)

تسکین ذہنی حالت کا نام ہے' یہ اس وقت پیدا ہوتی ہے' جب دوسرے بے چین اور بے قرار نظر آئیں۔ (مور)

خاموشی اظہار نفرت کا سب سے بہتر طریقہ ہے۔ (برنارڈشا)

ہماری زندگی اس پنڈولم کی مانند ہے جو کہ آنسوؤں اور قہقہوں کے بین بین جھولتا رہتا ہے۔ (جائرن)

قسمت کی بہترین خدمت یہی ہو سکتی ہے' کہ بنک میں روپیہ پیسہ جمع کرایا جائے۔ (ولڑو نچل)

اگر عیاشی کو ابتدا میں نہ روکا جائے' تو وہ آہستہ آہستہ "ضرورت" بن جاتی ہے۔

ہم ایسے عہد سے گزر رہے ہیں' جس میں غیر ضروری چیزیں ہماری لازمی ضروریات بن کے رہ گئی ہیں۔

بعض لوگ اپنی ابتدائی عمر' زندگی کے آخری حصے کو ناخوشگوار بنانے میں صرف کرتے ہیں۔ (آسکر وائلڈ)

بہترین اور فائدہ رساں طلاق سے ناموافق ترین صلح بدرجہا بہتر ہے۔

جو شخص کسی غیر مناسب تربیت کی شکایت کرتا ہے' حقیقتاً اپنی بد سلیقگی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

ہم ایسے شخص سے سخت نفرت کرتے ہیں' جو کسی محفل میں ہم سے گفتگو کے دوران اِدھر اُدھر اس خیال سے دیکھے کہ گویا وہ گفتگو کے لیے کسی بڑے شخص کا متلاشی ہے۔ موسیقی انسان کی عالمگیر زبان ہے۔ (لانگ فیلو)

عقلمند دوسروں کی اور بیوقوف اپنی غلطیوں سے سبق سیکھتے ہیں۔

انسان کلیتہ پاگل ہے۔ وہ ایک پتہ یا حقیری چیونٹی نہیں بنا سکتا' لیکن بیسیوں معبود بنا لیتا ہے۔

انسان جب پیدا ہوتا ہے' تو اس کے لیے تھوڑا سا دودھ اور فلالین کا ایک ٹکڑا کافی ہوتا ہے۔ لیکن جوں جوں وہ آگے بڑھتا ہے' دنیا کی وسعتوں کو تنگ محسوس کرتا ہے' حتیٰ کہ ہفت اقلیم حاصل ہونے پر بھی قناعت نہیں کرتا۔ (سینیکا)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو فرشتوں سے کچھ ہی کم درجہ عطا فرمایا' لیکن انسان روز اول سے ہی اپنے درجے کو کم کرتا آیا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف ایک شخص بھی ہو جائے' تو اُدھر اکثریت ہو جائے گی۔

دوستوں کی تلاش انہیں ہوتی ہے' جن کا انحصار دوسروں پر ہوتا ہے۔ خودگر اور خود نگر ہمیشہ تنہا سے رہتے ہیں۔

شادی اگر مرد اور عورت صرف اس وقت کریں' جب وہ ایک دوسرے کے اسیر محبت ہو جائیں۔ تو بہت سے لوگ کنوارے ہی مریں گے۔ شادی سے بہت سے دلچسپ اور جھگڑالو مردوں کی طبیعت صاف ہو جاتی ہے۔

بعض عورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں' کہ اگر عورتیں نہ ہوتیں' تو ناقابل برداشت ہوتیں۔

ہر وہ شخص جو شادی کا گہری نظر سے جائزہ لیتا ہے' اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ وہ ایک قسم کی غلامی ہے۔

بہت سی باتیں کہنی آسان ہیں' لیکن کرنی مشکل' شادی بھی انہی میں سے ایک ہے۔

شادی ضرور کیجیے۔ خوش قسمتی سے آپ کو اچھی بیوی مل گئی' تو زندگی پر لطف ہو جائے گی۔ اگر بیوی اچھی نہ ملی' تو آپ فلاسفر بن جائیں گے۔ (سڈنی سمتھ)

شادی اسی وقت کامیاب ہو سکتی ہے' جب خاوند بہرا اور بیوی اندھی ہو۔

شادی کے خواہش مند نوجوان کو یا تو سب کچھ جاننا چاہیے' یا کچھ بھی نہیں۔ (آسکر وائلڈ)

شادی محبت ہے اور محبت اندھی ہوتی ہے۔ لہٰذا شادی ایک ایسا ادارہ ہے' جو اندھوں کے لیے قائم کیا گیا ہے۔

مصائب دو قسم کے ہیں' اولاً ہماری بد قسمتی' ثانیاً دوسروں کو خوش قسمتی۔

نام میں کیا دھرا ہے۔ گلاب کو کسی نام سے پکار لیں' اس کی نکہت اور رنگینی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ (شیکسپیئر)

قدرت رحم و شفقت سے عاری ہے۔ ہم جتنی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں' وہ سب ہماری محنت و مشقت "میں" کو مارنے اور مطالبہ کی پیداوار ہیں۔ (جی سمتھ)

کامل مذہبی انسان کو دنیا سے کلیتہ مایوس ہو جانا چاہیے۔ جوں جوں دنیا پر سے اعتماد اٹھتا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ جتنا انسان زیادہ خوش ہوتا ہے۔ اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے زیادہ دور ہوتا ہے۔ (جارج مین)

اگر ہمیں ایک دوسرے پر اعتماد نہ ہو' تو ہر ایک صرف اپنی ہی آمدنی پر گزارہ کرتا' بغیر اعتماد کے زندگی ناممکن ہے۔ (ہلنگر)

ہم میں سے اکثر کے نزدیک حقیقی زندگی وہ ہے' جسے ہم خود بسر نہیں کرتے۔ (آسکر وائلڈ)

اگر آپ کو اپنے اعتماد پر یقین ہے' تو دوسروں کے اعتماد پر بھی یقین کرنا چاہیے۔ (وچل)

ایک فرمایہ شخص کو اقتدار کی شہ نشین پر بٹھانے سے بڑھ کر کوئی چیز تکلیف دہ و نقصان رساں نہیں۔ (کلاڈین)
شہرت کی غیر فانی فہرست میں ایسے نام بھی شامل ہیں، جس کی وجہ سے شہرت شرمندہ و نادم ہے۔ (ہزلٹ)
جو اونچی جگہوں پر کھڑے ہوتے ہیں، انہیں زیادہ طوفانوں اور آندھیوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ (شیکسپیئر)
شہرت اگر بعد الموت ہی حاصل ہو سکتی ہے، تو مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ (مارشل)
کسی کے لیے سر دردی کا باعث نہ بننا بہت آسان ہے۔ اپنے مخاطب کی تھوڑی سی تعریف کر دیجئے۔ (آسکر وائلڈ)
کہاوت: خوشامد بیوقوفوں کی غذا ہے۔ مگر بعض اہل تمیز بھی اس غذا سے بہرہ ور ہونے کو مذموم نہیں سمجھتے۔ (سوفٹ)
میرے خیال میں موت تکلیف دہ ہے، لیکن اتنی نہیں جتنی کہ زندگی۔ (ایکسل منڈ)
حضرت آدمؑ انسان تھے۔ انہوں نے دانہ گندم اس لیے نہیں کھایا تھا کہ یہ انہیں مرغوب تھا۔ بلکہ اس لیے کہ اس کا کھانا ممنوع تھا۔ (مارک ٹوئن) اچھا سامع خاموش خوشامدی ہے۔
فراموش کرنے والے خوش قسمت ہیں کیونکہ وہ اپنی غلطیوں پر قابو پا لیتے ہیں۔ (ہٹروچ)
لباس اور اطوار میں گہرا تعلق ہے۔ بیمار ہونے پر اپنے دشمنوں کو معاف کر دیں، تو آپ صحت یاب ہو جائیں۔ (ہیرس)
قسمت اپنی عنایات دونوں ہاتھوں سے تقسیم نہیں کرتی۔ وہ غریبوں کو معدہ دیتی ہے، لیکن خوراک نہیں دیتی۔ نتیجتہ ان کی صحت کمزور رہتی ہے۔ امیروں کو خوراک دیتی ہے، لیکن معدہ نہیں دیتی۔ تمام لوازمات زندگی ہوتے ہوئے بھی وہ ان سے لطف اندوز نہیں ہوتے۔ (شیکسپیئر)
انکسار وہ چیز ہے، جس کے ذریعے ہم اپنے آپ کو صحیح پوزیشن میں اللہ کی سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ (فرینک ولسن)
جسم کے لیے دوا کی کوئی ضرورت نہیں، بشرطیکہ کھایا ہوا، ہضم کرنے کے بعد نیا کھانا کھایا جائے۔ (ڈاکٹر ہمفری)
نیکی جو بھی کر سکتے ہو، کرو۔ جن ذرائع سے بھی کر سکتے ہو، کرو۔ جس طرح بھی کر سکتے ہو، کرو۔ جہاں بھی کر سکتے ہو، کرو۔ جب بھی کر سکتے ہو، کرو۔ جس کے ساتھ بھی کر سکتے ہو، کرو۔ جب تک کر سکتے ہو، کرو۔ (ویلسٹن)
دوستی کے بندھن کو مضبوط بنانا ہے، تو دوستوں سے ملتے رہیے۔ اگر بہت ہی مضبوط بنانا ہے، تو کبھی کبھار ملیئے۔
آپ کو ہر اس دوست کے ساتھ جسے آپ خریدتے ہیں، ایک دشمن مفت میں مل جاتا ہے۔ (والٹر)
اسی مضمون کا فارسی شعر ہے۔

با ہر کسے کہ دوستی اظہار می کنم   خوابیدہ دشمنی ست کہ بیدار می کنم

میری دلچسپیاں مستقبل سے وابستہ ہیں، کیونکہ مجھے اپنی زندگی کا باقی حصہ مستقبل میں بسر کرنا ہے۔ (کیٹرنگ)
نابغہ روزگار کو نہ صرف یہ کہ زندگی میں شہرت نصیب نہیں ہوتی، بلکہ لوازمات زندگی بھی میسر نہیں ہوتے۔ موت کے بعد اس کی یادگاریں تعمیر ہوتی ہیں، اور شہرت عظیم نصیب ہوتی ہے۔

رہے زندگی میں ذلیل و خوار   ہمیں کیا جو تربت بنی شاندار

حقیقی دوست وہ ہے، جو آپ کی طرف اس وقت آتا ہے، جب ساری دنیا آپ کو چھوڑ چکی ہوتی ہے۔ (وچل)
اکثر لوگوں کا اظہار تشکر زیادہ فوائد حاصل کرنے کا پوشیدہ راز ہوتا ہے۔

مسرت مستقلاً اور متواتر دھوکا کھانے کا نام ہے۔ (سوئفٹ)

بن بلائے مہمانوں کا خیر مقدم اس وقت ہوتا ہے۔ جب وہ جا چکے ہوتے ہیں۔ (شیکسپیئر)

جو شخص دوسروں کی عادات پر معترض ہوتا ہے' وہ خود اپنی بری عادت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ (ہاپکنز)

اگر آپ کو مسرت کی تلاش ہے' تو یہ آپ کو اسی طرح ملے گی' جس طرح ایک بڑھیا نے کافی جستجو کے بعد اپنی گم شدہ عینک تلاش کی تھی' حالانکہ اس نے لگا رکھی تھی۔ (بلنگز)

کاملاً مسرور ہونے کے لیے انسان کو تمام بیوقوف ہونا چاہیے۔ (برنارڈ شا)

اگر زندگی کے باغ سے غم۔ کے کانٹے چن لیے جائیں' اور وہ سراپا گلدستہ مسرت بن جائے' تو ایسی زندگی دوزخ سے بھی بدتر ہو گی۔ (برنارڈ شا)

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موج حوادث میں
اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہو جائے

میرا خیال ہے کہ ہم اجنبیوں کی حیثیت سے بہتر زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ (شیکسپیئر)

تاریخ انسانی جرائم' ظلم و ستم اور بد نصیبیوں کی تصویر ہے۔ (والٹیر)

مجھے وہ آدمی یاد آتا ہے' جس نے اپنے ماں باپ کو قتل کر دیا۔ جب اسے سزا سنائی جانے لگی' تو اس نے اس بنا پر رحم کی درخواست کی کہ وہ یتیم ہے۔ (لنکن) تجربے پر امید کا غلبہ' عاجلانہ نکاح ثانی ہے۔ (سیموئل جانسن)

دوسروں کو حقیر سمجھنا بے حد آسان ہے' مگر خود کو حقیر سمجھنا بے حد مشکل ہے۔ (بوروف)

دروغ گوئی لڑکے کی خامی' عاشق کا آرٹ' کنوارے کی خوبی اور شادی شدہ عورت کی فطرت ثانیہ ہے۔

وکیل ایک ایسا تعلیم یافتہ انسان ہے' جو آپ کی جائداد آپ کے دشمنوں سے بچا کر خود رکھ لیتا ہے۔ (لارڈ برانم)

صرف وکیل ہی ایسے لوگ ہیں' جو اپنے الفاظ اور اپنا غصہ کرائے پر دیتے ہیں۔ (مارشل)

دو قانون دانوں کے ہتھے چڑھا ہوا سائل دو بلیوں کے درمیان پڑی ہوئی مچھلی کی مانند ہے۔ (فرینکلن)

عقلمند قانون دان خود کبھی قانون کا دروازہ نہیں کھٹکھٹاتا۔

اگر طنبورے میں کوئی شگاف ہو' تو وکیل کا کام اس شگاف کو وسیع کر کے مال غنیمت حاصل کرنا ہے۔

دوہری چال نہ چلنے والا قانون دان نہیں ہو سکتا۔

بیوقوف اور ضدی اشخاص بہترین قانون دان بنتے ہیں۔ آخر نتیجہ یہ ہے کہ آپ قانون کے بغیر نہ تو زندہ رہ سکتے ہیں اور نہ مر ہی سکتے ہیں۔ (جوزف)

آپ بولتے وقت یہ نہ بھولیے کہ مسئلے کی عمارت چرب زبانی کی بنیاد پر نہیں' بلکہ قانون پر کھڑی ہوتی ہے۔

خواہ کچھ بھی ہو جائے' انصاف کے دروازے پر دستک نہ دیجئے۔ ظلم برداشت کرنا' مشکلات میں گھر جانا بہتر ہے' اس سے کہ عدالتوں کے چکروں میں پھنس کر صحت اور دولت تباہ کی جائے۔ (سرجان ولز)

زندگی ایک غیر ملکی زبان ہے' جس کا تلفظ ہر کوئی غلط ادا کرتا ہے۔ (کرسٹوفر مارلو)

موت سے تمام مصائب اور شادی سے تمام مسرتوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ (بائرن)

انسان صبح کے وقت اپنے آپ کو آہستہ آہستہ مرتا دیکھنے کے لیے کتنا خوش اٹھتا ہے۔ (ہاسکنز)

بالاقساط ادائیگی کے وعدہ پر خریداری میں بظاہر کچھ قباحت نہیں ہے' لیکن اصل دقت تو بروقت ادائیگی ہے۔

برداشت عقلمند آدمی کا وہ صبر ہے' جس کا مظاہرہ وہ جاہل کی باتیں سننے کے وقت کرتا ہے۔

تیز زبانی ایک ایسا آلہ ہے' جو استعمال سے گھس کر اور بھی تیز ہو جاتا ہے۔

خیالات مستقبل کے کارناموں کے بیج ہیں۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے سوچا ادھر دنیا بن گئی۔

انسان سرکنڈے کی مانند کمزور اور ضعیف ہے' تاہم یہ سوچنے والا سرکنڈا ہے۔

انسان جتنی باقاعدگی اور مستعدی کے ساتھ کھانے کے متعلق سوچتا ہے' کسی اور چیز کے متعلق نہیں۔ (سموئل جانسن)

اکثر لوگ چوری سے محض اس لیے بچ رہتے ہیں' کہ وہ ہر چیز کو مقفل پاتے ہیں۔

اچھا ذائقہ برے ذائقے سے بہتر ہے' اور برا ذائقہ' ذائقہ نہ ہونے سے افضل ہے۔

دنیا میں سب سے بڑی آبی قوت عورت کے آنسو ہیں۔ قسم کھانا قابل نفرت اور بے سود فریب دہ رسم ہے۔ (واشنگٹن)

دوستوں کی محرومیوں اور نامرادیوں سے ہر کوئی ہمدردی کر سکتا ہے' لیکن ان کی کامیابیوں سے ہمدردی کرنے کے لیے بے حد بلند فطرتی کی ضرورت ہے۔

اگر کامیاب لوگ زندگی سے محظوظ ہونے میں کامیاب ہوتے' تو لوگوں میں کامیابی حاصل کرنے کا جذبہ بہت بڑھ جاتا۔ پر امید ہو کر سفر کرنا منزل پر پہنچنے سے بہتر ہے۔ (سٹیونسن)

درخت مجھے بہت پسند ہیں' کیونکہ وہ دوسری تمام چیزوں کی بہ نسبت اپنے ماحول کے سانچے میں بہتر طور پر ڈھلتے ہیں۔

ایک گونہ اطمینان یوں ہوتا ہے کہ ہمارے پڑوسی کے مصائب بھی ہمارے جتنے ہی سخت ہیں۔ (جارج مور)

اگر تردوات و تفکرات لوگوں کی پیشانی پر رقم ہوتے' تو رشک کرنے والے ان پر رحم کھاتے۔ (شیکسپیئر)

خواہ کچھ بھی ہو' مصیبت کے دن گزر جاتے ہیں۔ اگر یہ نہیں گزرتے' تو آخر انسان خود ہی گزر جاتا ہے۔ (شیکسپیئر)

برے ارادے سے سچ بولا جائے' تو وہ ہر قسم کے جھوٹ پر سبقت لے جاتا ہے۔ (بلیک)

سچائی دنیا میں قیمتی ترین چیز ہے' اس کے مصرف کے بارے میں کفایت شعاری سے کام لینا چاہیے۔ (مارک ٹوین)

جب تک میں نے چند آدمیوں کا پوسٹ مارٹم ہوتے نہیں دیکھا' مجھے یہ یقین نہیں آیا کہ بدصورت ترین انسانوں کی آنتیں بھی خوبصورت ترین آدمیوں کی آنتوں کی طرح ہوتی ہیں۔ (ہالڈن)

انسان پاگل نہ ہو' تو غرور کے علاوہ اس کی ہر بیماری کا علاج ممکن ہے۔ (روسو)

قرض کے دریا میں اترنے سے پہلے اپنی اجرت میں اضافہ کر لیجئے۔

مزاح سے محروم کو دنیا میں کھانا کھانے کے سوا کیا کام باقی رہ جاتا ہے۔ (چسٹرٹن)

کامیابی کا دارومدار آپ کی محنت یا دوسروں کی جہالت پر ہے۔ حسد اپنے آپ سے زیادہ محبت کی پیداوار ہے۔

آپ کی کامیابی میں کوئی ایسی چیز ضرور ہے' جس سے آپ کے بہترین دوست بھی ناخوش ہیں۔ (مارک ٹوین)

دنیا میں سب سے بڑی مصیبت یہ ہے' کہ بیوقوف پر یقین اور عقلمند شک و شبہ میں گھرے رہتے ہیں۔ (رسل)

حقائق بے حد تلخ ہیں' البتہ اعداد و شمار میں کچھ شیرینی موجود ہے۔ (فورٹ وین)

دقیانوسی مدبر وہ ہوتا ہے' جو یہ چاہتا ہے کہ پہلی خرابیاں ہی موجود رہیں۔ لیکن آزاد خیال اور زمانہ حال کا مدبر چاہتا ہے' کہ نئی خرابیاں پرانی خرابیوں کی جگہ لے لیں۔ (پیراچناؤ)

باتیں اکثر کیجئے' لیکن انہیں طول نہ دیجئے۔ کیونکہ اس طرح آپ اگر دوسروں کو محظوظ نہیں کریں گے' تو اکتاہٹ کا موجب بھی نہیں بنیں گے۔

تعلیم قابل قدر ہے لیکن اس سے کوئی ٹھوس نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ یہ انسان کو بولنا سکھاتی ہے۔ لیکن یہ سبق نہیں دیتی کہ کب اور کتنی دیر بولنا چاہیے۔

اگر عقلمند اور بیوقوف دونوں اسیر محبت ہو جائیں' تو ان میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔

مجھے ایک برجستہ تقریر کرنے کے لیے تین ہفتے سے زیادہ وقت لگ جاتا ہے۔ (مارک ٹوین)

نغمہ وہ لائسنس یافتہ ذریعہ ہے' جس سے پبلک میں ایسی فحش باتیں کہی جاسکتی ہیں' جو کسی اور ذریعے سے مشکل ہے۔

تنہائی کردار کے علاوہ ہر چیز دے سکتی ہے۔ مجھے تنہائی سے بہتر کوئی ساتھی نہیں ملا۔ (تھوریو)

سوسائٹی دو قسم کے لوگوں کا مجموعہ ہے۔ اولاً وہ لوگ جنہیں بھوک کم ہوتی ہے' لیکن ان کے پاس سامان خورد و نوش وافر ہوتا ہے۔ ثانیاً وہ لوگ جنہیں بھوک زیادہ ہوتی ہے لیکن ان کے پاس سامان خورد و نوش کم ہوتا ہے۔

ایک شخص کی اس دنیا میں دلچسپی اس کے ذاتی مفاد تک ہی محدود ہے۔ (برنارڈ شا)

سوسائٹی مہذب خانہ بدوش لوگوں کا گروہ ہے۔ یہ قبیلوں کا مجموعہ ہے۔ اول ستانے والے' دوم ستائے ہوئے۔

قسمت کے متعلق یہی بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے' کہ یہ تغیر پذیر ہے۔

زندگی ایک مرض ہے۔ دو شخصوں میں جو فرق ہے' وہ صرف مرض کے درجے ہی کا ہے۔ (برنارڈ شا)

انسانی زندگی میں قسمت کا بہت عمل دخل ہے' جو شخص خود کو حوادث زمانہ سے محفوظ سمجھتا ہے' وہ خوابوں کی دنیا میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ (فاسڈک)

جو شخص صرف عقلمند ہی ہے' قابل رحم حالت میں زندگی بسر کرتا ہے۔ (والٹیر)

اگر خود پسندی اور "ثنائے خود روئے خود" کا سہارا نہ لیں' تو ہم زندگی کے لطف سے بے بہرہ رہیں۔

جج قانون کا ایک ایسا طالب علم ہے' جو اپنے امتحان کے پرچے خود مارک کرتا ہے۔ (بیکن)

میں بڑی آسانی سے سقراط کو سکندر خیال کر سکتا ہوں' لیکن سکندر کو سقراط ہرگز تصور نہیں کر سکتا۔ (برکلے)

صرف۔ عدم خلوص ہی ایک ایسی چیز ہے' جس سے ہم اپنی شخصیتوں کو عظمت بخش سکتے ہیں۔ (آسکر وائلڈ)

زندگی وہ شعلہ ہے' جو ہمیشہ جلتا ہے' ہر بچے کی پیدائش اس کی گھٹتی ہوئی حرارت کو بحال کرتی ہے۔ (برنارڈ شا)

کسی اہل قلم نے بھی حصول دولت کے علاوہ کسی اور مقصد کے پیش نظر کچھ نہیں لکھا۔ (سیموئل جانسن)

مہمل وہ بیان یا یقین ہے' جو کسی شخص کے اپنے خیالات کے برعکس ہو۔ فاصلہ ستائش میں اضافہ کرتا ہے۔

مصیبت اس حالت کا نام ہے' جس میں انسان اپنے مداحوں سے نجات پا کر خود کو پہچانتا ہے۔ (سیموئل جانسن)

تمام برائیاں اور مصیبتیں تنہائی سے نفرت کی پیداوار ہیں۔
شجرہ نسب کے سائے میں پناہ لینے والا دنیا میں کوئی جگہ حاصل نہیں کر سکتا۔
ستائش نرم و شیریں الفاظ میں دوسرے کو اپنے سے تشبیہ دینے کا نام ہے۔
برے استدلال کا بہترین اور موزوں جواب خاموشی ہے۔
دلائل کو مضبوط کرنے کے بجائے آواز کو بلند نہیں کرنا چاہیے۔
دلائل جتنے کمزور ہوں گے' الفاظ اتنے ہی سخت ہوں گے۔
کامیابی آپ کا دروازہ صرف ایک مرتبہ کھٹکھٹاتی ہے۔ مگر آفات و مصائب کسی وقت بھی یورش کر سکتے ہیں۔
عورت سے بے نیاز ہو کر زندگی بسر کرنا' ناقابل معافی جرم اور فطرت سے بغاوت ہے۔ (بٹلر)
اگر فیشن کی سرپرستی عورت نہ کرتی' تو ہزاروں درزی بھوکے مر جاتے۔ (آسکر وائلڈ)
میٹھی سے میٹھی عورت میں بھی ترشی ہوتی ہے۔ (نطشے)
عورت کا دل ہمیشہ چاند کی طرح بدلتا رہتا ہے۔ لیکن اس کا باعث ہمیشہ مرد ہو گا۔
وہ جو عورت کی خواہش کے رخ کو قوت سے بدلنا چاہتا ہے' بیوقوف ہے۔ (سیموئل ٹیوک)
عورت کے ساتھ زندگی بسر کرنا مشکل' مگر عورت کے بغیر زندگی بسر کرنا اور زیادہ مشکل ہے۔ (آسکر وائلڈ)
مرد ساری عمر عورتوں ہی میں گھرا رہتا ہے۔ عورت کبھی ماں' کبھی بہن' کبھی بیوی' کبھی بیٹی کے روپ میں اس کے ساتھ رہتی ہے۔ اگر کوئی شخص شادی نہیں کرتا' تو بھی اسے مشہور انگریز شاعر ورڈز ورتھ کی بہن کی رفاقت میں زندگی بسر کرنی پڑے گی۔ یا مشہور فلاسفر ہربرٹ کے طرح اپنے گھر کی منتظمہ کا دست نگر رہنا پڑے گا۔
عورت سب سے اچھا اور سب سے آخری آسمانی تحفہ ہے۔ (ملٹن)
ایسے خوش نصیب شوہر بہت کم ہیں' جو دن میں ایک بار اپنی بیوی کی جان کو نہ روئیں اور کنواروں پر رشک نہ کریں۔
میں عورت کے بارے میں اپنی سچی رائے اس وقت دوں گا' جب میرا پاؤں قبر میں ہو گا۔ پھر جب میں اپنی رائے دے چکوں گا' تو تابوت میں کود کر اس کا ڈھکنا بند کر کے اور اندر سے پکاروں گا' اب میرے ساتھ جو چاہو کر لو۔ (ٹالسٹائی)
بعض لوگ اچھا بننے کے لئے اتنی بھی کوشش نہیں کرتے' جتنی کہ اچھا نظر آنے کے لیے کرتے ہیں۔
ہر شخص کائنات کے حدود اپنے تصور کے حدود کے مطابق متعین کرتا ہے۔ (شوپنہار)
جنگ کے بعد ملک میں تین قسم کی فوج رہ جاتی ہے۔ زخمیوں' اپاہجوں' ماتم کرنے والوں اور چوزوں کی فوج۔
جنگ میں لڑنے والے سپاہیوں کو روزانہ ایک ڈالر ملتا تھا' اور موت کے بعد ان کا کفن و دفن مفت میں ہو گیا' (یعنی دفن نہ ہو سکے) فلموں کی ہیروئن کو ہالی وڈ کی فرضی جنگ میں ایک دوسرے پر فائر کرنے کا بے حساب معاوضہ ملتا ہے۔
حق گوئی پر الزام لگ سکتا ہے لیکن اس کو شرمندہ نہیں کیا جا سکتا۔
آئندہ جنگ کی طرح یہ جنگ ایک ایسی جنگ ہے' جو جنگ ختم کرنے کے لیے لڑی جا رہی ہے۔ (لائڈ جارج)
جنگ کا اعلان بڑی عمر کے لوگ کرتے ہیں۔ لیکن لڑتے اور مرتے ہیں نوجوان۔ اور پھر نوجوان ہی جنگ سے پیدا شدہ

مصائب اور اعزازات کو ورثہ میں حاصل کرتے ہیں۔ (ہوور)

ہم انفرادی طور پر ہی نہیں' بلکہ قومی طور پر بھی پاگل ہیں۔ کبھی کبھار کوئی قتل ہو' تو ہم اس کا تدارک کرتے ہیں۔ لیکن لاکھوں لوگ جنگ کے شعلوں کی نذر ہو جاتے ہیں' تو ہم خاموش تماشائی بنے رہتے ہیں۔

ایک آدمی کو مارنا قانون کی نگاہ میں "قتل" ہے' اور قاتل کو اپنے کیے کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ لیکن ہزاروں لوگوں کو قتل کرنے سے شہرت حاصل ہوتی ہے۔

مزاح گفتگو کی نمکینی ہے' خوراک نہیں۔ شادی ایک ایسا جنازہ ہے' جہاں دولہا اپنے ہی پھول سونگھتا ہے۔

جو خاوند اپنی بیوی کو خبریں سناتا ہے' اس کی شادی ہوئے تھوڑا ہی وقت گزرا ہوتا ہے۔

میرے لیے اگر کوئی چیز سکون بخش ہے' تو یہی ہے کہ میں شادی شدہ نہیں ہوں۔

سب سے بڑا خطرہ اس وقت ہوتا ہے' جب "نصف عاقل" ایک طرف ہوں اور "نصف احمق" دوسری طرف۔

جب سے مرد نے عورت کا روپ دھارا ہے' وہ اس کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔

عورت نے سب سے پہلے حضرت آدم کو بہکایا تھا۔ اس وقت سے یہی ہوتا آیا ہے' آج بھی اس کا مشاہدہ ہو سکتا ہے۔ کہ عورت نے مرد پر حکومت کی اور شیطان نے عورت پر۔

عورت کی "ہاں" اور "نہیں" میں اتنا قرب ہوتا ہے کہ ان کے درمیان سوئی بھی نہیں سما سکتی۔

یہ خیال کہ میں عورت ہوں' مجھے عورت سے شادی نہیں کرنا پڑے گی۔ میرے لیے بے حد اطمینان بخش ہے۔

تردد و تفکر ہمیشہ معمولی چیزوں سے جنم لیتا ہے۔ ہم ہاتھی سے تو نپٹ سکتے ہیں' مکھی سے نہیں۔

ڈاکو کو آپ کی زندگی کی ضرورت ہوگی یا دولت کی۔ عورت کو دونوں کی ضرورت ہے۔

موت کو قصر زندگی میں باریابی کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں۔ وہ جس دروازے سے چاہے آسکتی ہے۔

جو شخص پہلے ہی سے نشیب میں ہو' اسے زوال کا کیا اندیشہ' زوال کا خطرہ تو انہیں لاحق ہوتا ہے' جو کبھی زندگی میں سر بلند و سرفراز بھی رہے ہوں۔ (جان بن ایل)

شعراء نے عشق کو ایک شریر اور شوخ لڑکے سے تشبیہ دی ہے۔ اگر یہ حقیقت ہے' تو ہمیں اس شوخ و شنگ لڑکے کی اصلاح کے لیے زجر و توبیخ اور زدوکوب سے بھی کام لینا چاہیے۔ (سموئل ٹیلر)

اگر دنیا میں کوئی بہشت کے مزے لوٹنا چاہیے' تو اسے چاہیے کہ ایک ہفتہ گھر رہے' اور ایک ہفتہ گھر سے باہر سفر میں۔ سفر سے واپسی پر گھر بہشت کا منظر پیش کرتا ہے۔ (ولکارٹیس)

قدیم دور کے شرفا یہ کہا کرتے تھے' کہ عورت کے نام کی اشاعت دو مرتبہ ہونی چاہیے۔ ایک تو اس وقت جب کہ وہ کسی کے عقد میں آئے' اور دوسرے اس موقع پر جب وہ دنیا کو خیرباد کہے۔ (آرتھر)

جھوٹ بولنا سچی بات کہنے سے زیادہ مشکل ہے۔ سچ کہہ کر یاد رکھنے کی ضرورت نہیں' کہ آپ نے کیا کہا تھا۔ (مارٹن)

دنیائے مزدور

سرمایہ داروں کا قول ہے کہ انسانی سوسائٹی دو حصوں میں منقسم ہیں۔(۱) بھیڑیں (۲) اون تراشنے والے۔ ہمیشہ اون تراشنے والے گروہ میں شامل رہو۔ (مشب ٹیلی رنڈ)

جب تک انسان دوسرے انسان کی پیٹھ پر سوار ہے' دنیا میں امن وامان محض ایک خوبصورت خواب ہے۔(یکونن)

(انساں پہ حاکمیت انساں کی دیکھ کر — انسانیت نے جل کے لگالی بدن میں آگ
باغ جہاں میں عدم مساوات ہے شرر — لو آج اس نے پھونک دی سارے چمن میں آگ)

تمام جائدادیں اور جاگیریں چوری اور ڈاکہ زنی کا نتیجہ ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ یہ ڈاکہ جائداد کے موجودہ مالک نے ڈالا ہو۔ یہ کام اس کے باپ' دادا' پردادا یا دس بیس پشتوں تک کے آباواجداد کا بھی ہو سکتا ہے۔ (پردھن)

(آں کس کہ جمع شد چنیں مال وزرش — زرنہ بارید ز آسماں بسرش
از کجا جمع کرد ایں ثروت و مال — یا خودش وزد بود یا پدرش)

ایک مزدور ایک روپیہ روزانہ مانگتا ہے' کہ بیوی بچے والا ہے۔ دوسرا صرف بیوی والا پچھتر پیسے پر رضامند ہو جاتا ہے۔ تیسرا جس کی شادی نہ ہوئی تھی' پچاس پیسے ہی پر قناعت کر لیتا ہے۔ تیسرے دن اس کی خوش قسمتی کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے' جب کہ ایک فاقہ کش پچیس پیسے روزانہ پر بخوشی رضامند ہو جاتا ہے۔

قوم افراد کا مجموعہ ہے۔ افراد خوشحال ہیں' تو قوم بھی خوشحال ہے۔ مگر ایسے منطقی بھی ہیں' کہ ایک دوسرے کی بربادی ہی میں اپنی خوشحالی کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

مجھے مزدور کا خون چوسنے والے سرمایہ داروں کی نسبت مردم خور وحشیوں اور درندوں میں ہزار گنا زیادہ انسانیت' مروت' اور رحمدلی نظر آتی ہے۔ جو ایک دفعہ ہی انسان کو چیر پھاڑ کر کھا لیتے ہیں۔ لیکن سرمایہ دار زندگی بھر مزدوروں کا خون چوستے' اور ان کی نسلیں تباہ کرتے ہیں۔ اور مزا یہ کہ احساس بھی نہیں ہونے دیتے۔ (لوئس بلاک)

غریب و مفلس کے لئے صبر کر کے مطمئن بیٹھ رہنا' خود کشی کے مترادف ہے۔ غریب ہو کر جو بے چین' جھگڑالو اور اپنے حقوق کی خاطر جدوجہد کرنے والا نہیں' وہ ابدالاباد چاہ ذلت میں پڑا نصیبوں کو روتا رہے گا۔ (آسکر وائلڈ)

زمانہ قدیم میں امیروں نے غریبوں کی بغاوت کو روکنے کا یہ موثر طریقہ ایجاد کیا تھا' کہ غریبوں کے گاڑھے پسینے کی کمائی کا تھوڑا سا حصہ انہیں خیرات کی صورت میں واپس دے دیا کرتے تھے۔ (آسکر وائلڈ)

جس ملک میں مجھے ایک قدرتی پیداوار یعنی اخروٹ توڑنے کا بھی اختیار نہیں' اگر کل کوئی دشمن اس پر چڑھائی کر دے' اور اس کی حفاظت کے لیے مجھے تلوار اٹھانے کا حکم ملے' تو میں ہتھیار یہ کہتا ہوا زمین پر پھینک دوں گا کہ "اس کے لیے پورٹ لینڈ کا نواب ہی جا کر لڑے' جو کہ اس علاقے کے مالک ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔" (پرنس روسی)

زر و جائداد کی ناجائز اور غلط تقسیم نے انسانی زندگی پر بہت برا اثر ڈالا ہے۔ جن کے پاس ضرورت سے کم زر ہے' وہ

انسانیت اور خودداری کے درجے سے نیچے گر جاتے ہیں۔ خوشامد' عجز وغیرہ خرابیاں ان کی خصوصیت بن جاتی ہیں' اور جن کے پاس ضرورت سے زیادہ زر ہے' وہ بھی انسانیت سے گر جاتے ہیں۔ ان میں غرور و نخوت اور عیش و عشرت کے نقائص پیدا ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا مفلس و سرمایہ دار' ہر دو جوہر انسانیت سے محروم ہیں۔ (سوشلسٹ)

جائداد اور مال و دولت تو امیر آدمیوں کے پاس بچھو کے ڈنگ کی مانند ہے۔ ڈنگ نکلتے ہی وہ بھی دیگر حشرات الارض کی طرح زمین پر رینگتا پھرے گا۔

اگر میں دنیا کا ڈکٹیٹر بن جاؤں تو میں ایسا قانون بنا دوں' کہ تمام اشخاص کو جن کی روزانہ آمدنی ایک پونڈ سے کم ہو' انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ (برنارڈ شا)

یہ عجیب انصاف ہے کہ محنت شاقہ اور گندے کام کرنے والوں کو سب سے کم مزدوری ملتی ہے' اور آسان کام کرنے والوں کو خاصی اجرت دی جاتی ہے۔ مگر سب سے زیادہ انہیں ملتا ہے' جو کچھ کام نہیں کرتے۔ (برنارڈ شا)

اقلیت اکثریت میں تبدیل ہوتی' اقتدار چھینتی اور پھر اقلیت سے نفرت کرنے لگتی ہے۔ (رامسنز)

کیا یہ دنیا کا عجیب گورکھ دھندا نہیں' کہ سال بھر تک سخت محنت کرنے اور گرمی' سردی برسات وغیرہ کی سختیاں برداشت کرنے کے باوجود ایک کسان یا مزدور تو مشکل سے اتنے پیسے بھی نہ کما سکے' جس سے وہ اپنے اہل و عیال کی پوری طرح پرورش کر سکے۔ مگر ایک وکیل عدالت میں صرف آدھ گھنٹے کی بحث سے ایک خونی قاتل کو بچا کر اور انصاف کے گلے پر چھری چلا کر دو چار ہزار روپیہ کما لے۔ (برنارڈ شا)

اس قوم میں ہرگز سچی ہمدردی و حقیقی انسانیت نہیں' جس میں امیر غریب سے یا غریب امیر سے جھجک کر پیچھے ہٹ جائے۔

(کیا خاک ہی سے ان کا بنا ہے خمیر بھی   اللہ تیرے بندے ہیں کیا یہ امیر بھی)

شام کو فٹ بال' ہاکی' ٹینس' گھوڑ دوڑ اور پولو وغیرہ کو اپنی تندرستی کے لئے لازمی سمجھنے والو! ساتوں میں جا کر ان بدنصیب کسانوں کا ہاتھ کیوں نہیں بٹاتے' جن کی ہڈیاں سخت محنت کے باعث چور چور ہو رہی ہیں۔ (برنارڈ شا)

اگر کسی رات کو اچانک کوئی ایسی وبائے خاص پھیلے کہ جس کے سبب سے دنیا بھر کے تمام بادشاہ' نواب' مہاراجے' رائے' رئیس' جاگیردار' سیٹھ' ساہوکار' امرا' سرمایہ دار' وکیل اور بیرسٹر وغیرہ مر جائیں' تو نظام عالم میں ذرہ بھر فرق نہ پڑے۔ لیکن اگر اس قسم کی وبا کے شکار کسان' جلاہے' لوہار' بڑھئی' دھوبی' درزی' معمار' تیلی' نائی' چمار' بھنگی' گوالے' گڈریے' کوچوان' قلی' مزدور' گاڑیبان اور موٹر ڈرائیور وغیرہ ہو جائیں' تو یہ دنیا کسی کام کی نہ رہے اور بہت بڑا دوزخ بن جائے۔ (ٹالسٹائی)

غریب امیر کا اتنا محتاج نہیں۔ جتنا امیر غریب کا۔ کیونکہ امیر کا کام غریب کے بغیر چل ہی نہیں سکتا۔ (آسکر وائلڈ)

اگر ایک آدمی اپنے حصے کی روٹی پیدا کرنے سے جی چرائے' تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی دوسرا آدمی بھوکوں مرے گا۔

بھیڑ اور بھیڑیا اسی وقت ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں' جب بھیڑ کے پاس ایسی چیز نہ ہو' جس کی بھیڑیے کو ضرورت ہے۔

کسی شخص کے پاس دو کوٹ دیکھو تو سمجھو کہ دوسرا کوٹ اس شخص کا چرایا گیا ہے جس کے پاس ایک کوٹ بھی نہیں۔

حکومت کا آرٹ یہ ہے کہ عام شہریوں سے اپنی جماعت کے لیے جس قدر روپیہ لیا جاسکتا ہو' لیا جائے۔ (والٹیر)

تمام حکومتیں دستی گاڑی کی مانند ہیں' جو مفید ضرور ہیں' لیکن انہیں کھینچنا پڑتا ہے۔ (السپ)

اگر بہ نظر غور دیکھا جائے' تو دنیا میں تمام گناہوں تمام برائیوں اور تمام جرائم کا سرچشمہ عدم مساوات ہے۔

جب انسان مساوی طریق پر پیدا ہوتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی مساوی ہو جاتے ہیں' تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ درمیانی وقفہ یعنی زندگانی کے دن بھی مساویانہ طریق پر کیوں نہ گزاریں۔ (وکٹر ہیوگو)

اگر لوگ عقل اور سمجھ سے کام لیتے' تو خود سر اور سرکش امیروں کے سامنے کوئی سر نہ جھکاتا' بلکہ ان کو امیر بننے ہی نہ دیتے (وکٹر ہیوگو) (اور اب

فلک پر ہے ایک اور زمین پر ہزاروں　بتاؤ کہاں تک جبینیں جھکائیں)

دنیا کا سب سے بڑا اور بدترین گناہ افلاس ہے۔ زناکاری' قتل' غبن' ڈاکہ زنی' رشوت خوری' چوری' شراب خوری' جوا وغیرہ تمام گناہ افلاس کے مقابلہ میں مجسم نیکیاں ہیں۔ (برنارڈشا)

دولت مندوں اور سرمایہ داروں کی خیرات اور چندہ سے چلنے والی سوسائٹیاں ہمیشہ دولت مندوں کی طاقت اور موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کو قائم رکھنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ وہ غریبوں کو صبر و تحمل کی تلقین و تبلیغ سے انقلابی جذبات کو ٹھنڈا کرتی رہتی ہیں' تاکہ سرمایہ دار بے خوف و خطران کا خون چوستے رہیں۔ (برنارڈشا)

(ابھی تک آدمی صید زبون شہریاری ہے　قیامت ہے کہ انساں نوع انساں کا شکاری ہے)

الف لیلہ کے سمندری بوڑھے (پیر تسمہ پا) کی طرح برسر اقتدار اور صاحب زر سرمایہ دار مفلسان لاچار پر بے طرح سوار ہیں۔ وہ غریبوں کو زندہ رکھنے کے لیے قدرے خوراک بھی مہیا کرتے ہیں۔ کچھ نہ کچھ تعلیم بھی دیتے ہیں۔ انہیں قدرتی نظاروں سے لطف اندوز ہونے کا ڈھنگ بھی بتلاتے ہیں۔ حتیٰ کہ آزادی حاصل کرنے کے گر بھی سکھاتے ہیں۔ دلکش راگ بھی سناتے ہیں اور ہر قسم کی پند و نصائح اور طاقت و امارت سے انہیں خوف بھی دلاتے ہیں۔ غرضیکہ ان کی خاطر جائز و ناجائز سب کچھ کر گزرتے ہیں۔ مگر ان کی پیٹھ سے اترنے کا نام تک نہیں لیتے۔ (ٹالسٹائی)

موجودہ نظام میں اپنے پڑوسی کی جیب خالی کیے بغیر کوئی شخص اپنی جیب نہیں بھر سکتا۔ (ٹالسٹائی)

دنیا کے مزدوروں کا صرف ایک ہی مطالبہ ہے' جو کہ نہایت سچا' سادہ اور مبنی برانصاف ہے' کہ ان کی محنت شاقہ کی پوری کمائی ان کے حوالے کر دی جائے۔ نیچے گرے ہوئے اور اس کی پیٹھ پر چڑھے ہوئے شخص کے درمیان کبھی صلح نہیں ہو سکتی۔ (جارج ہیرن)

ایسے لوگ جو صحیح طور پر یہ جانتے ہیں کہ حکم عدولی کس وقت کرنی چاہیے۔ انسانیت کی بڑی خدمت کرتے ہیں لیکن ایسے لوگ بہت کم ہیں۔

کیا موجودہ تہذیب کے ماتھے پر یہ بدترین سیاہ دھبہ نہیں ہے کہ سائنس کی اس قدر حیرت انگیز ترقی اور زبردست ایجادات اور انسانی زندگی کی ضروریات کے سامان کی فراوانی کے باوجود دنیا میں اس قدر افلاس' تنگدستی' جہالت اور جرائم موجود ہیں۔ یہ تمام آفات سرمایہ دارانہ نظام کا نتیجہ ہیں۔

(کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ دنیا ہے تری منتظر روز مکافات)

حضرت آدمؑ کے عہد مبارک سے لے کر آج تک جو قانون بنائے گئے ہیں۔ ان قوانین کا کام چھلکوں کی حفاظت کرنا اور دانوں کو دور پھینکنا رہا ہے۔ (آسکر وائلڈ)

جب انسان شیر کو مارنے کی نیت سے جنگل کو جاتا ہے' تو اسے شکار کھیلنا کہتے ہیں۔ لیکن جب شیر انسان کو مارنے کے لیے حملہ کرتا ہے' تو اسے درندگی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جرم اور انصاف میں صرف اتنا ہی فرق ہے۔ (برنارڈ شا)

میگزین آدھی دنیا کو یہ تو بتاتے ہیں' کہ باقی دنیا کس طرح زندگی بسر کر رہی ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں بتاتے کہ وہ ایسی زندگی کیوں گزار رہی ہے۔

لوگ پہلے تو آزادی کے لیے جنگ کرتے ہیں۔ پھر قانون کو آواز دیتے ہیں اور آزادی اس کی نذر کر دیتے ہیں۔

قدیم زمانہ کے گرجوں میں پیالے تو لکڑی کے ہوتے تھے' اور پادری سونے کے۔ مگر آج کل یہ حالت ہے کہ پیالے تو سونے کے بن جاتے ہیں' اور پادری لکڑی کے۔ (ڈیمن)

چھوٹے چور تو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے قید خانوں میں پڑے سڑ رہے ہیں۔ مگر بڑے ڈاکو سونے چاندی اور ہیرے جواہرات سے مرصع ہو کر کھلے بندوں اکڑ اکڑ کر گھومتے ہیں۔ (کیٹو)

تم ایک شخص کو ہمیشہ دھوکے میں رکھ سکتے ہو۔ تم بہت سے آدمیوں کو کچھ عرصہ کے لیے دھوکے میں رکھ سکتے ہو۔ لیکن تمام آدمیوں کو ہمیشہ کے لیے دھوکے میں نہیں رکھا جا سکتا۔ (ابراہم لنکن)

خونخوار شیر دوسرے شیر پر' باز اور شکرا بھی اپنے ہم جنسوں پر حملہ کرنے سے احتراز کرتا ہے۔ مگر یہ شرف حضرت انسان ہی کو حاصل ہے کہ وہ اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود اپنے بھائی کا خون بہانے سے دریغ نہیں کرتا۔

ہم نے کبھی کسی دولت مند یا سرمایہ دار کو حضرت عیسیٰؑ کے پہاڑ والے وعظ کے ان الفاظ پر عمل کرتے نہیں دیکھا کہ "اس دنیا کی جمع کی ہوئی دولت کو چور چرا لے جا سکتے ہیں' اس کو زنگ کھا جاتا ہے۔ اس لیے تم آسمان کی بادشاہت کی دولت جمع کرو۔" (نہ کوئی اسلامی فریضہ زکوٰۃ پر ہی عمل پیرا نظر آتا ہے۔)

جو چیز ایک تندرست انسان کے لیے آب حیات ہے' وہی ایک مریض کے لیے زہر قاتل ثابت ہوتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح ریل' تار' ٹیلیفون' ریڈیو' سینما' بجلی وغیرہ جہاں آزاد ممالک کے لیے باعث برکت ہیں' وہاں یہ غلام اقوام کو تباہی کے گڑھے میں بھی گرانے کا سبب ہیں۔ (رسکن)

اگر مزدور نہ ہوتے تو سرمایہ دار کبھی جنم نہ لے سکتا۔ یہ صرف انہی کی محنت کا نتیجہ ہے۔ (ابراھم لنکن)

ہنری فورڈ کہتا ہے کہ دولت صرف محنت' سخت ایمانداری اور صدق دلی کی بدولت کمائی جاتی ہے' تو دنیا کے اربوں انسانوں میں متذکرہ بالا صفات ہوتے ہوئے بھی وہ کیوں مفلس و نادار ہیں۔ اربوں روپیہ تو غریب اور بیکس مزدوروں کے گاڑھے پسینے کی کمائی کو دبا لینے ہی سے پیدا کیا جا سکتا ہے۔

عوام تو کتے ہیں۔ میں ان کے سامنے روٹی (روپیہ) پھینکوں گا۔ جہاں جی چاہے گا' انہیں لے جاؤں گا۔ اور جو کچھ

چاہوں گا' ان سے کام لوں گا۔ (نپولین)

سکندر کے سامنے ایک ڈاکو پیش کیا گیا۔ سکندر نے کہا "تمہیں ڈاکو کا پیشہ اختیار کرتے ہوئے شرم محسوس نہیں ہوتی' اور رحم نہیں آتا؟" ڈاکو نے جواب دیا "سنئے' میں جو کام چھوٹے پیمانے پر کرتا ہوں۔ آپ اسے وسیع پیمانے پر سرانجام دیتے ہیں۔ میرے ساتھیوں کی تعداد گنتی کی ہوتی ہے' اس لیے ہمیں ڈاکو کا خطاب ملتا ہے' آپ کے ہمراہ ٹڈی دل لشکر ہوتا ہے۔ وہ شاہی فوج کہلاتا ہے۔ میرے کام کو ڈاکہ زنی اور آپ کے کام کو فتوحات کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ میں ایک آدھ گاؤں کو لوٹتا ہوں۔ لیکن آپ کی تاخت و تاراج اور لوٹ کھسوٹ کا نشانہ تو سینکڑوں سلطنتیں بن چکی ہیں۔ اور بننے والی ہیں۔ اس لیے آپ بڑے ڈاکو ہیں اور میں چھوٹا ڈاکو۔"

جب کسی مقام سے آزادی رخصت ہونے لگتی ہے' تو وہ یکدم نہیں جاتی' بلکہ سب خوبیوں کے چلے جانے کے بعد آخر میں کوچ کرتی ہے۔ یعنی رعایا کو پھر حاکم بھی ویسے ہی ملتے ہیں' جس کی وہ مستحق ہوتی ہے۔

ظلم کرنا گناہ اور ظلم سہنا کبیرہ گناہ ہے۔ (جارج ہیرن)

جب تک دنیا میں بھیڑیں ہیں تب تک انہیں کھانے والے بھیڑیے پیدا ہوتے رہیں گے (فلورا تھرسٹن)

جو شخص ایک روپیہ چرائے وہ چور ہے۔ جو ایک لاکھ چرائے وہ فنکار ہے۔ (برنارڈ شا)

بھوک سے مرنے کی بہ نسبت تلوار سے مرنا ہزار درجہ بہتر ہے۔ (السپ)

غلام ممالک میں ہر مسئلہ سیاسی صورت اختیار کرلیتا ہے' اور طاقت ہمیشہ حقوق پر غالب آجاتی ہے۔

بھیڑ اور بھیڑیا دونوں اسی حالت میں اکٹھے رہ سکتے ہیں' جب بھیڑ بھیڑیے کے پیٹ میں سما جائے۔ (انگرسول)

اگر کسی ایک انسان کی جان لینا قتل کہلاتا ہے' اور سوسائٹی کا قانون اس کے لیے سزائے موت تجویز کرتا ہے' تو لاکھوں انسانوں کا بے دریغ خون بہانے اور کشتوں کے پشتے لگانے والا درندہ خصلت' جلاد صفت' وحشی آدمی' فاتح اور جرنیل کیسے کہلا سکتا ہے؟ (پال رچرڈ)

یہ کتنی بے انصافی ہے کہ گھوڑے' باز' ہیرے اور جواہرات کی قیمت کا اندازہ تو ان کے ذاتی جوہر کے مطابق لگایا جاتا ہے۔ مگر انسان کی قدر و قیمت اس کے بزرگوں کی عظمت کے پیمانے سے ناپی جاتی ہے۔ (ڈانٹے)

دیانتداری اور گاڑھے پسینے کی کمائی سے تو سنگ مرمر کے محل کھڑے نہیں کیے جاسکتے' جب تک کہ ان کے دل بھی پتھر کے نہ ہوں' جن کا یہ قول ہے۔

اے دیانت! بر تو لعنت از تو رنجے یافتم اے خیانت! بر تو رحمت از تو گنجے یافتم

درختوں کی شاخوں پر آزادی سے بیٹھنے والے بندروں نے نیچے زمین پر انسانوں میں خونریزی کا بازار گرم دیکھا' تو بے اختیار ان کے منہ سے نکلا' اللہ شکر ہے کہ ہم ارتقا سے بچ گئے۔

ذاتی طور پر مجھے منظم واویلا اور مضبوط شور و غل سے کوئی دلچسپی نہیں۔ لیکن میرے خیال میں خود رو رس بھری پھل کھانے کا حق ہر شخص کو حاصل ہے۔ (ہیوڈ براؤن)

انسانی سوسائٹی کا سب سے بڑا عجوبہ یہ ہے' کہ غریبوں نے اتنا طویل عرصہ دنیا کی بے انصافی اور عدم مساوات کو خاموشی سے کس طرح برداشت کرلیا۔ (افروڈو)

جب ہم کسی کمزور قوم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں' تو ہم اسے وحشی کے نام سے پکارتے ہیں۔ اور جب کوئی طاقتور قوم ہم پر حملہ آور ہوتی ہے' تو ہم اسے بھی وحشی کہتے ہیں۔ (پال رچرڈ)

ہماری عدم مساوات نے سوسائٹی کا اعلیٰ طبقہ مردود' متوسط کو وحشی اور غربا کے ادنیٰ طبقہ کو حیوان بنا رکھا ہے۔ (آرنلڈ)

بھوکے عوام کو سیاسی آزادی کی بڑی سے بڑی مقدار بھی مطمئن نہیں کرسکتی۔ (لینن)

بھوک یا افلاس کی وجہ پیداوار کی کمی نہیں' بلکہ اس کی غلط تقسیم ہے۔ (آرنلڈ)

ڈاکٹر: "بڑھیا! تمہارے بیٹے کو تپ دق کی خطرناک و مہلک مرض ہے۔ اسے مکھن' انڈے' شوربا' پھل اور سبزیاں کھلاؤ۔ بہت جلد صحت افزا مقام پر لے جاؤ۔" بڑھیا: ڈاکٹر صاحب! اگر مجھ میں آپ کی ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق ہوتی' تو میرے لخت جگر و نور نظر کو نہ یہ عارضہ ہوتا' نہ اس کو آپ کے پاس لانے کی ضرورت ہی پڑتی۔

تاریخ کے صفحات پر اس نپولین کا نام تو سنہری حروف میں لکھا ہوا' ہے اور اس کے نام سے بچہ بچہ واقف ہے' جس کے سر پر کم از کم تیس لاکھ بندگان الٰہی کے بے گناہ قتل کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ مگر اس ولیم جیمس کا نام بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں' جس نے چیچک جیسے نامراد مرض کا ٹیکہ ایجاد کرکے کروڑوں بنی نوع انسان کی قیمتی جانوں کو بچایا۔

ملوکیت پرستوں کی خاطر کشتوں کے پشتے لگا دینے والے سپاہی تو اتنا بھی نہیں جانتے کہ جنگ کس لیے لڑی جارہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ میں اجڈ نوجوانوں کو پسند کیا جاتا ہے۔ (کارلائل)

اس مہیب افلاس کا جو اثر ہماری صحت اور اوسط عمر پر پڑتا ہے' وہ اس سے ظاہر ہے۔ یورپی ممالک میں اوسط عمر زیادہ جبکہ پاک و ہند کی اوسط عمر اس سے بہت کم ہے۔

کوئی ملک ہرگز غلام نہیں بنایا جاسکتا تاوقتیکہ اسی ملک کے باشندے حملہ آور کی معاونت نہ کریں۔ لقمان کا قول ہے کہ لوہے کا کلہاڑا جنگل سے ایک چھلکا تک نہیں اتار سکتا۔ جب تک اس کے ساتھ لکڑی کا دستہ نہ ہو۔

ہر حکومت بدمعاشوں کا ایک ٹولہ ہے' جو دوسری حکومتوں سے معاملات میں ایسے فراڈ اور دھوکے کا ارتکاب کرتا ہے جس کی اجازت قانون اور تہذیب عام لوگوں کو نہیں دیتا۔ یہ ٹولہ اپنے ملک کے لوگوں کا نہ صرف مال و دولت چراتا ہے' اور ان کے فطری حقوق غصب کرتا ہے' بلکہ متواتر ان کی زندگیوں سے کھیلتا ہے۔

اقوال یحییٰ برمکی

جو اچھی بات سنو' لکھ لو۔ اور جو لکھو اسے حفظ کرلو۔ جو حفظ ہیں' ان کو بیان کرو۔

جب بادشاہ کی صحبت میسر ہو' تو اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو' جس طرح عاقل عورت بیوقوف شوہر کو راضی کرتی ہے۔

میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا کہ گفتگو کرنے سے پہلے اس کی ہیبت مجھ پر چھا گئی ہو۔ اگر وہ شخص فصیح ہے' تو میرے دل میں اس کی عظمت ہوتی ہے' ورنہ وہ میری نظر سے گر جاتا ہے۔

غلاموں کی بے ادبی ان کے مالک کے حلم کی دلیل ہے۔

جو لوگ ہم سے پہلے تھے' وہ ہمارے واسطے قابل اقتدا ہیں۔ اور جو ہمارے بعد آئیں گے' ہم ان کے واسطے عبرت ہیں۔

دولت دنیا کے طالب لوگ اگر زمانے کی سختیاں نہ اٹھا سکیں' تو پھر اپنے مقصد میں ناکام ہونے کی شکایات نہ کریں۔

جس شے کا دینا تجویز کر لیا گیا ہے۔ پھر اس کے دینے میں توقف کرنا غایت درجہ کی بخیلی ہے۔

جس شخص میں فیاضی اور علم تکبر کے ساتھ ہو' اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ جس میں بخل اور جہل حلم کے ساتھ ہو۔

عالم دانشمند وہی ہے' جو حوادث روزگار سے ایسا ہی بے پرواہ ہو' جیسے دریا اپنے میں کنکر پتھر پھینکے جانے سے ہوتا ہے۔

عمر کے کسی حصے میں عورت کو اپنی مرضی پر نہ چھوڑنا چاہئے

انسان کے جسم سے خون خارج کرنے کے لیے دو نشتر ہیں' جن میں پہلا نشتر مفلس کو دولت کثیر کی خواہش ہے۔ اور دوسرا نشتر باوجود کمزوری کے دوسروں پر برہمی۔

دو شخصوں کو کمر میں پتھر باندھ کر دریا میں غرق کر دینا چاہئے۔ ایک تو ایسے دولتمند کو جو اپنی دولت میں مستحق لوگوں کو شریک نہ کرے۔ دوسرے ایسے مفلس کو جو باوجود افلاس کے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرے۔

چھ شخص محسنوں کے احسان کی وقعت اور پرواہ نہیں کرتے۔ (1) فارغ التحصیل شاگرد اپنے استاد کی۔ (2) اہل و عیال والی اولاد اپنی ماں کی۔ (3) خواہشات نفسانی سے سیر آدمی عورت کی۔ (4) اہل غرض ایسے شخص کی' جس سے غرض حاصل ہو گئی ہو۔ (5) طوفان سے بچا ہوا آدمی کشتی کی۔ (6) صحت کے بعد مریض طبیب کی۔

جس طرح شہد کی مکھی پھول کو قائم رکھ کر اس میں سے صرف شہد لے لیا کرتی ہے۔ علیٰ ہذا حکمران کو لازم ہے کہ رعایا کی حیثیت قائم رکھ کر انسے محاصل وصول کرے۔

راستی سے نیکی کی' مطالعہ سے علم کی' نیک روی سے حسن کی' نیک طریق سے خاندان کی' ناپ تول سے غلہ کی' بھیرنے سے گھوڑے کی۔ غور و پرداخت سے جانوروں کی اور سادہ لباس سے عورت کی عصمت کی حفاظت ہوتی ہے۔

جس مجلس میں قاعدہ امتیاز نہیں ہے' خوشامد پرداز ان خانہ برانداز جتنا کہ دولتمندوں کے دل میں ایک دن میں راہ پیدا کر لیتے ہیں' دانا اس کو ایک سال میں بھی پیدا نہیں کر سکتا' اور جو قرب و خصوصیت کہ ان کو حاصل ہو جاتی ہے۔ ان کو خواب میں بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔

قوانین قدرت سے انحراف کرنے والا کبھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔

ایک بار کہا تو میں نے یقین کر لیا۔ دوسری دفعہ کہا تو شک ہو گیا۔ قسم کھائی تو جھوٹ سمجھا۔

نفسانی خواہشوں کو ترقی دینے والا ہرگز کسی دوسری ترقی کا بوجھ اپنے کندھوں پر نہیں اٹھا سکتا۔

حقیقی مسلمان

حسین خاں ٹکریہ دربار اکبری میں ایک بہت بڑا منصب دار' بااعتبار' آزمودہ کار سپہ سالار اور نہایت دیندار' وفادار' جاں نثار اور بہادر سردار گزرا ہے۔ جس کی بے نظیر شجاعت و سخاوت' ریاضت و عبادت اور رعایاپروری کے کارنامے قیامت تک اس کا نام روشن رکھیں گے۔ یہ بہادر سردار نورتن اکبر کے سلسلے میں تو نہیں آ سکتا۔ مگر اپنی بے نظیر اسلام دوستی' دینداری اور رعایاپروری کے باعث نورتن اکبر اور دیگر امرائے دربار سے زیادہ فضیلت رکھتا تھا۔ اس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد کے سیدھے سادھے مسلمانوں کے کیا طور طریق تھے؟ سب سے زیادہ یہ کہ ملا حضرت عبدالقادر بدایونی جیسے فاضل اجل و عالم بے بدل' بزرگ باعمل اور نہایت مستند و معتبر مورخ اور امام اکبر بادشاہ کے حالات و خیالات کو اس فخر اسلام ہستی سے بہت بڑا تعلق ہے۔ اس کی تاریخ ماثر الامراء سے معلوم ہوتا ہے' کہ جہاں اس کا ذکر لکھتے ہیں' بڑی محبت اور عزت و عظمت کا اظہار کرتے ہیں' جو کہ نہایت اختصار کے ساتھ درج ذیل ہے۔

یہ بہادر افغان بیرم خاں خانخاناں کا ملازم ہوا۔ اور اسی وقت سے ہمایوں کے ساتھ تھا۔ جب اس نے ایران سے آ کر قندھار کا محاصرہ کیا اور فتح پائی۔ شجاعت ہر معرکے میں اسے بے جگر کر کے آگے بڑھاتی' اور جانفشانی اس کے درجے بڑھاتی رہی۔ مہدی قاسم خاں معزز سردار اس کا ماموں تھا' اس کی بیٹی سے اس کی شادی ہوئی۔

اس بہادر افغان نے لڑائیوں میں بہادری کے وہ جوہر دکھائے' کہ رستم بھی ہوتا' تو اس کی داد دیتا' اس کی بے نظیر شجاعت سے بادشاہ خوش ہو کر روز بروز زرخیز علاقے اس کی جاگیر میں دیتے تھے۔ بادشاہ جب ان لڑائیوں کے بعد 965ھ میں ہندوستان کو چلے تو اسے صوبہ پنجاب عنایت کیا۔ جب یہ حاکم لاہور تھے۔ تو ایک دراز ریش' مرد معقول ان کے دربار میں آیا۔ یہ حامی اسلام اس کی تعظیم کو کھڑے ہو گئے۔ مزاج پرسی سے معلوم ہوا کہ وہ تو ہندو ہے' اس دن سے حکم دیا کہ جو ہندو ہوں' وہ کندھے کے پاس ایک رنگین کپڑے کا ٹکڑا ٹکوایا کریں۔ اس لیے یہاں کے لوگوں نے ٹکریہ نام رکھ دیا۔

فاضل بدایونی لکھتے ہیں کہ حسین خاں اسلام دوست اور سپاہی پیشہ بہادروں میں سے تھا۔ اس کے ساتھ علاقہ معنوی' میرا رابطہ عظیم و قدیم تھا۔ اور خالصتہ للہ محبت تھی۔ فاضل موصوف نے اس بہادر افغان کی دینداری سخاوت اور بہادری کی اتنی تعریفیں لکھی ہیں' کہ ان اوصاف حمیدہ و خصائل برگزیدہ کے ساتھ وہ پیغمبرو صحابہ" تو نہیں مگر ولی سے کسی طرح کم نہیں کہہ سکتے۔ چنانچہ فرماتے ہیں' کہ جن دنوں لاہور میں حاکم مستقل و خود مختار تھے' تو ثقہ لوگوں سے سنا گیا کہ دنیا کی نعمتیں موجود تھیں۔ اس کے مطبخ پر بلا تفریق مذہب و ملت اور بلا تخصیص خویش و بیگانہ ہر امیر و غریب خاص و عام کھانا کھا سکتا تھا۔ خود لوگوں کے ہاتھ دھلاتا اور پانی پلاتا اور کہتا" بخورید دوستاں بخورید مال مال اللہ' جان جان اللہ' رزق شما بر خوان این گدا' ہاں بخورید۔" باجود اس فیض عام اور عام لوگوں کو بہترین کھانے کھلانے کے خود جو کی روٹی کھاتا تھا' فقط اس خیال سے کہ آنحضرتؐ نے یہ مزے کے کھانے نہیں کھائے' میں کیونکر کھاؤں۔

پلنگ اور نرم بچھونوں پر نہ سوتا' کہ آنحضرتؐ نے اس طرح آرام نہیں فرمایا۔ میں کیونکر ان آراموں سے لطف اٹھاؤں۔ ہزاروں مسجدوں اور مقبروں کی تعمیر و ترمیم کرائی۔

اکثر علما' سادات و مشائخ اس کی صحبت میں رہتے تھے۔ اس لیے سفر میں چارپائی پر نہ سوتا تھا۔ تاکہ ان کی بے ادبی متصور نہ ہو۔ اکثر نفلی روزے رکھتا۔ نماز تہجد اور صلوٰۃ باجماعت کبھی قضا نہیں کی۔ لاکھوں اور کروڑوں کی جاگیر مگر طویلے میں اس کے خاصے کا ایک گھوڑے سے زیادہ نہ تھا۔ کبھی کوئی ایسا مستحق آجاتا تھا کہ وہ بھی لے جاتا تھا۔ اکثر سفر میں پیادا ہی رہ جاتا تھا' اور نوکر' غلام' سیاہ گھوڑوں پر سوار چلے جاتے تھے۔ کسی شاعر نے قصیدہ کہا تھا' اس میں یہ مصرعہ بھی تھا اور واقعی سچ تھا۔ ؎ خان مفلس' غلام باساماں۔

قسم کھائی تھی کہ روپیہ جمع نہ کروں گا۔ کہتا تھا' جو روپیہ میرے پاس آتا ہے' جب تک مستحقین میں تقسیم نہیں کرلیتا' پہلو میں تیر سا کھٹکتا ہے۔ روپیہ علاقے سے آنے نہیں پاتا تھا' کہ پیشتر ہی چٹھیاں پہنچ جاتیں' اور لوگ لے جاتے تھے۔ نذر کیا ہوا تھا کہ جو غلام ملک میں آئے' پہلے ہی دن سے آزاد ہے۔ شیخ خیر آبادی اس زمانے میں ایک بزرگ مانے جاتے تھے۔ وہ ایک دن کفایت شعاری کے فوائد اور روپیہ جمع کرنے کے لیے نصیحت کرنے لگے' آپ نے غصے ہو کر جواب دیا۔ "کیا پیغمبرؐ نے کبھی ایسا کیا ہے؟ حضرت امید تو یہ تھی' کہ اگر ہم پر حرص و ہوا غالب ہو تو آپ نصیحت کریں۔ نہ کہ دنیا کے اسباب کو ہماری نگاہ میں جلوہ دیں۔"

فاضل بدایونی کہتے ہیں کہ وہ نہایت قوی ہیکل' قدو قامت کی شان و شوکت سے پر' بڑا دیدہ رو جوان تھا۔ میں ہمیشہ تو میدان جنگ میں اس کے ساتھ نہیں رہا۔ مگر کبھی کبھی جو جنگلوں میں لڑائیاں ہوئیں' تو موجود تھا۔ حقیقت ہے کہ جو بہادری اس میں پائی' پہلوانوں کے افسانوں میں پڑھی جاتی تھی' شاید ان میں کوئی ہو' ورنہ اس زمانہ میں ایسا شجاع کوئی نہ ہو گا۔ جب لڑائی کے ہتھیار سجاتا' تو وہ دعا کرتا۔ "الٰہی اشہادت یا فتح۔" بعض لوگوں نے کہا۔ پہلے فتح کیوں نہیں مانگتے۔ جواب دیا کہ "عزیزان گزشتہ کے دیکھنے کی تمنا مخدومان موجودہ کے دیدار سے زیادہ ہے۔" سخی ایسا کہ اگر جہاں بھر کے خزانے اور روئے زمین کی سلطنت اسے مل جاتی' تو بھی بلا مبالغہ وہ پہلے ہی دن قرضدار نظر آتا۔

کبھی ایسا اتفاق ہوتا کہ سوداگر پچاس پچاس' ساٹھ ساٹھ ایرانی اور ترکی گھوڑے لائے' فقط اتنا کہہ کہ "تو دانی واللہ" تمام گھوڑوں کی قیمت طے پا گئی' جو کہ اصل قیمت سے بہت زیادہ ہوتی تھی۔ اور ایک ہی مجلس میں سب بانٹ دیئے' اور جن کو نہیں پہنچے ان سے باخلاق تمام عذر کیا۔ میری پہلی ملاقات آگرے میں ہوئی۔ پانچ سو روپے اور ایک ایرانی گھوڑا جو اسی وقت لیا تھا' مجھے دیا۔

ایک معرکہ جنگ میں شانے پر شدید زخم کھایا۔ شاہی جراح مرہم پٹی کے لیے آئے۔ بالشت بھر سلائی زخم کے اندر چلی گئی۔ زور سے کریدتے تھے کہ زخم کہاں تک ہے۔ وہ بہادر مردانہ وار نیش کو نوش کی طرح پیے جاتا تھا۔ تیوری پر بل نہ لاتا تھا۔ بے تکلف مسکراتا اور باتیں کیے جاتا تھا۔ آخر کار اسی زخم کے باعث چوتھے روز انتقال فرمایا۔

جس مرد سخی نے عالم کے خزانے مستحقوں کو بخش دیئے۔ اس کے پاس مرتے وقت کچھ نہ نکلا کہ کفن و دفن میں لگائیں۔ خواجہ محمد یحییٰ نقشبند اس زمانے کے نہایت متبرک بزرگ مشہور تھے۔ انہوں نے بڑی عزت و احترام سے مسکن غریباں میں پہنچایا۔ میں نے تاریخ نکالی: "گنج بخشی" سنہ 985ھ مجھ سے ان کی تعریف کا حق کب ادا ہو سکتا ہے' جوانی کی عمر اس کی خدمت میں گزاری۔ اس کے التفات کی بدولت بہت اچھی طرح پرورش پائی' مشہور انگشت

تمائے جہانیاں ہوا۔ اور اسی کی تقریب سے یہ توفیق پائی کہ بندگان الٰہی کو علم و آگاہی کے فوائد پہنچا سکا ہوں۔ لہٰذا اپنے دفتر تاریخ میں بعض وصف اس کے کہے کہ اندکے از بسیار و یکے از ہزار اور روانہ از انبار و مشتے از خروار ہیں۔ ہم نے آپس میں عہد قدیم کو مستحکم دیا تھا۔ اللہ سے امید ہے کہ میرا اور اس کا حشر بھی ساتھ ہی ہو۔ اللہ کے نزدیک یہ کچھ بڑی بات نہیں۔ "وماذالک علی اللہ بعزیز۔"

یا الٰہی! تو ہمیں عامل قرآن کر دے ۔۔۔ پھر نئے سرے سے مسلماں کو مسلماں کر دے
وہ پیمبرؐ جسے سرتاج رسل کہتے ہیں ۔۔۔ اس کی امت کو ذرا تابع فرماں کر دے

مساوات اسلام

حضرت فاروق اعظمؓ ایک اندھی اپاہج بڑھیا کی رات کے وقت خبر گیری کیا کرتے تھے۔ جو مدینہ طیبہ کے پاس کہیں رہا کرتی تھی۔ مگر چند روز کے بعد آپ نے دیکھا کہ کوئی شخص پہلے ہی آکر اس کا کام کر جاتا ہے۔ آپ کو سخت حیرت ہوتی تھی۔ کہ کون ایسا شخص ہے؟ آخر ایک رات یہ دیکھنے کے لئے کہ کون شخص آتا ہے' وہاں ٹھہر گئے۔ دیکھا تو صدیق اکبرؓ تھے' حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا بھلا سوائے آپ کے اور کون ایسا ہو سکتا ہے؟

حضرت ابوبکرؓ صدیق جب خلیفہ منتخب ہوئے' تو صبح اٹھ کر تجارت کے لیے کپڑے لے کر بازار کی طرف روانہ ہوئے۔ راہ میں حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ ملے اور دریافت کرنے لگے کہ یا خلیفہ رسول اللہ! کدھر کا قصد ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ بازار جا رہا ہوں۔ ان دونوں نے فرمایا کہ آپ پر تو دربار خلافت کا بار ہے' بازار میں کیا کیجئے گا؟ آپ نے فرمایا کہ پھر اپنے متعلقین کی پرورش کہاں سے کروں گا؟ انہوں نے کہا کہ آپ تشریف لے چلیں' ہم آپ کا وظیفہ مقرر کر دیں گے۔ آپ ان دونوں کے ساتھ تشریف لائے' تو ان حضرات نے بعد مشورہ مسلمانان آپ کا معمولی خرچ کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ جیسا قبل از خلافت اپنے مال سے خرچ کرتے تھے۔ اور سفر حج وغیرہ کے لیے سواری مقرر کر دی' اور دو چادریں کہ جب پرانی ہو جائیں' تو دوسری لے لیں۔

حضرت فاروقؓ کے زمانہ خلافت میں ایک دفعہ یمن سے چادریں آئیں' تو آپ نے مسلمانوں میں ایک ایک تقسیم کر دی' اور خود بھی ایک لی۔ پھر نماز کے وقت دو چادریں اوڑھ کر تشریف لائے۔ خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو فرمایا' "سنو اور طاعت کرو۔" سلمانؓ نے برجستہ کہا کہ ہم ہرگز نہ سنیں گے' اور ہرگز اطاعت نہ کریں گے۔ آپ نے پوچھا "کیوں؟" اس نے کہا کہ ہر ایک کو ایک ایک چادر ملی اور خود دو لے لیں۔ آپ نے فرمایا تم نے بڑی جلدی کی۔ آپ نے اپنے بیٹے عبداللہؓ کو بلایا۔ اس نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین! میں حاضر ہوں۔ فرمایا کہ بتاؤ دوسری چادر جو میرے پاس ہے' کس کی ہے؟ عبداللہؓ نے کہا کہ میری ہے۔ حضرت فاروقؓ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں نے یہ چادر عبداللہؓ سے مستعار لی ہے۔ سلمانؓ نے یہ تمام واقعہ معلوم کر لیا' تو کہا کہ اب آپ فرمائیں' ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں ایک دفعہ فرمایا کہ عمرؓ کے لیے بیت المال سے صرف اتنا جائز ہے' کہ دو کپڑے پہننے کے لیے' حج وغیرہ کے لیے سواری اور اپنے اہل و عیال کے لیے قریش کے ایک اوسط درجہ کے آدمی کے برابر خرچ لے' ایک دفعہ آپ بیمار ہوئے۔ تو علاج کے لیے شہد تجویز کیا گیا' تو مجمع عام میں آکر لوگوں سے فرمایا کہ اگر آپ لوگوں کی اجازت ہو' تو بیت المال کے شہد میں سے کچھ لے لوں۔ لوگوں نے اجازت دے دی۔

حضرت ضرارؓ کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ اپنے ایام خلافت میں ہم لوگوں میں اس طرح رہا کرتے تھے' گویا ہمیں لوگوں میں سے ہیں۔

ابن سعدؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک روز حضرت عمرؓ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے' کہ وہاں سے ایک لڑکی گزری۔ لوگوں نے کہا کہ شاید حضرت امیر المومنینؓ کی باندی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیسی باندی؟ امیر المومنین کو اللہ کے مال میں سے باندی رکھنی حلال نہیں ہے۔ ہم نے پوچھا کہ پھر کیا حلال ہے؟ آپ نے فرمایا دو جوڑے کپڑوں کے' اور اہل و عیال کے لیے متوسط درجے کا کھانا۔ اس کے علاوہ میری وہی حیثیت ہے' جو عام مسلمانوں کی ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ رات کو خود اٹھ کر وضو کا تہیہ کر لیا کرتے تھے۔ کسی نے آپ سے کہا کہ کسی خدمتگار کو کیوں نہیں پکار لیا کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ آخر ان کے لیے بھی تو رات آرام کرنے کے لیے بنائی گئی ہے۔

ایک روز فاروقؓ اعظم اپنی گردن پر ایک مشک اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ لوگوں نے پوچھا "یہ کیا ہے؟" فرمایا "میرے نفس نے کچھ غرور کیا تھا۔ میں نے چاہا کہ اس کو ذلیل کروں۔"

حضرت علیؓ کی زرہ ایک دفعہ ایک یہودی نے لے لی' آپ ہی کا زمانہ خلافت تھا۔ آپ مدعی بن کر قاضی ابو شریحؒ کی عدالت میں جا کھڑے ہوئے' اور اپنی گواہی میں حضرت حسنؓ اور اپنے غلام قنبر کو پیش کیا۔ قاضی نے ان کی شہادت لینے سے انکار کر دیا' اور کہا کہ بیٹے کی شہادت باپ کے لیے اور غلام کی شہادت آقا کے لیے قبول نہیں کی جا سکتی۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا "آپ حسنؓ کی شہادت کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنا ہے' کہ حسنؓ اور حسینؓ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں۔ کیا جنت کے سرداروں کی شہادت مسترد کی جا سکتی ہے؟" قاضی ابو شریحؒ نے کہا' ہم زمین پر موجود ہیں' اور آپ ذکر جنت کا فرما رہے ہیں۔ آپ اپنے دعوے کی کوئی اور دلیل پیش فرمائیں۔ یہودی یہ دیکھ کر سخت متحیر ہوا' کہ اسلام کا ایسا سچا انصاف ہے۔ جب وہاں سے آپ کا دعویٰ خارج ہو گیا' تو یہودی باہر نکل کر عرض کرنے لگا' کہ آپ کی صداقت میں کوئی شک نہیں' یہ زرہ آپ کی ہے۔ یہ کہہ کر وہ بطیب خاطر مسلمان ہو گیا۔

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں مسجد نبویؐ ہی ایوان حکومت تھا اور اسی کے کچے فرش پر بیٹھ کر ایشیا اور افریقہ کی قسمتوں کے فیصلے ہوا کرتے تھے۔ پانچوں وقت کی نماز بھی خلیفہ وقت اسی مسجد میں پڑھایا کرتے تھے۔ غرض ہر وقت مسجد آنے جانے والوں سے بھری رہتی تھی۔

حضرت عباسؓ عم رسول کریم کا مکان مسجد نبویؐ سے متصل واقع تھا اور اس کا پرنالہ مسجد میں گرتا تھا' بعض اوقات اس میں سے پانی آتا' تو نمازیوں کو تکلیف ہوتی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں مسجد کے احترام اور

نمازیوں کے آرام کی خاطر اس پرنالے کو اکھڑوا دیا۔ حضرت عباسؓ مالکِ مکان اتفاق سے اس وقت موجود نہ تھے حضرت عباسؓ واپس آئے' تو یہ دیکھ کر نہایت برافروختہ ہوئے' اور فوراً مفتیٔ شہر کے ہاں خلیفہ وقت پر دعویٰ دائر کر دیا۔ اس پر حضرت سید الانصار ابی بن کعبؓ نے دنیا کے سب سے بڑے حکمران کے نام فرمان جاری کر دیا' کہ آپ کے خلاف عباسؓ بن عبدالمطلب نے مقدمہ دائر کر کے انصاف چاہا ہے۔ آپ حاضر ہو کر مقدمے کی پیروی کریں۔

کوئی معمولی حاکم یا بادشاہ ہوتا' تو اس طلبی کو اپنی سخت توہین سمجھتا۔ مگر عرب و عجم کا شہنشاہ نہایت سادگی کے ساتھ تاریخ مقررہ پر حضرت ابی بن کعبؓ کے مکان پر حاضر ہو گیا۔ اندر آنے کی اجازت بہت دیر میں ملی' کیونکہ حضرت ابی بن کعبؓ نہایت مصروف تھے۔ اتنی دیر حضرت امیرالمومنینؓ باہر کھڑے انتظار کرتے رہے۔

مقدمہ پیش ہوا تو پہلے حضرت عمرؓ خلیفہ وقت نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر فاضل منصف نے فوراً روک دیا' اور فرمایا "مدعی کا حق ہے کہ پہلے اپنا دعویٰ پیش کرے۔ مہربانی فرما کر آپ خاموش رہیں۔" بات قاعدہ کی تھی۔ امیرالمومنین چپ ہو گئے' اور مقدمہ کی کاروائی شروع ہوئی۔

حضرت عباسؓ نے بیان دیا "جناب میرے مکان کا پرنالہ شروع سے مسجد نبوی کی طرف تھا۔ آنحضرتؐ کے زمانے میں بھی یہیں تھا' اور خلیفہ اول ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں بھی اسی جگہ رہا۔ مگر اب امیرالمومنینؓ نے اسے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ جس سے میرا نقصان ہوا' اور مجھے بے حد تکلیف پہنچی' مجھ سے انصاف کیا جائے۔

حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا" آپ کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔ فرمائیے' یا امیرالمومنین! آپ صفائی میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟" حضرت عمرؓ نے کہا" پرنالہ بے شک میں نے اکھڑوا دیا' اور میں ہی اس کا ذمہ دار ہوں۔"

ابی بن کعبؓ: آپ کو دوسرے کے مکان میں اجازت کے بغیر اس طرح مداخلت بے جا سے اجتناب کرنا چاہیے تھا۔ آپ وجہ بتائیں کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟

حضرت عمرؓ: اے محترم ابوالطفیل! پرنالہ میں سے بعض اوقات پانی آتا' تو چھینٹیں اڑ کر نمازیوں پر پڑتیں' اس لیے لوگوں کی سہولت اور آرام کے لیے میں نے پرنالے کو اکھڑوا دیا۔ اور اس معاملے میں جہاں تک میں سمجھتا ہوں' میں نے کوئی ناواجب بات نہیں کی۔

ابی بن کعبؓ: بولیے ابوالفضل! آپ اس کے جواب میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟

حضرت عباسؓ: واقعہ یہ ہے کہ حضرت رسول کریمؐ نے میرے لیے خود اپنی مبارک چھڑی سے زمین پر نشانات قائم کیے' اور میں نے انہی نشانات پر اپنا مکان بنایا۔ جب مکان بن چکا' تو یہ پرنالہ آنحضرت ﷺ نے اپنے حکم سے اس جگہ رکھوایا۔ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے کندھوں پر کھڑے ہو جاؤ اور پرنالہ یہاں لگا دو۔ میں نے اول انکار کیا' مگر حضورؐ نے اصرار فرمایا۔ چنانچہ حضورؐ نیچے کھڑے ہو گئے۔ اور میں نے حضورؐ کے ارشاد مبارک کی تعمیل کرتے ہوئے حضورؐ کے کندھے پر چڑھ کر یہ پرنالہ یہاں لگایا۔ جہاں سے اب امیرالمومنین نے اسے اکھاڑ دیا ہے۔

ابی بن کعبؓ: ابوالفضل! کیا آپ اس واقعہ کا کوئی گواہ پیش کر سکتے ہیں؟

حضرت عباسؓ: ایک دو نہیں' بلکہ متعدد گواہ پیش کیے جا سکتے ہیں۔

حضرت عباسؓ باہر نکلے' اور چند انصاریوں کو تلاش کر کے لائے۔ جنہوں نے شہادت دی' کہ ہمارے سامنے آنحضورؐ نے عباسؓ کو اپنے کندھوں پر چڑھا کر پرنالہ نصب کرنے کا حکم دیا تھا۔

گواہی ختم ہوتے ہی دنیا کا سب سے بڑا حکمران جواب تک آنکھیں نیچے کیے سامنے کھڑا تھا' آگے بڑھا اور حضرت عباسؓ سے کہنے لگا۔ "اے ابوالفضل! اللہ کے لیے میرا قصور معاف کر دیجئے۔ مجھے ہرگز علم نہ تھا کہ آنحضورؐ نے خود پرنالہ یہاں لگوایا تھا' ورنہ بھول کر بھی مجھ سے یہ فعل سرزد نہ ہوتا۔ بھلا میری کیا مجال تھی کہ آنحضورؐ کے لگوائے ہوئے پرنالہ کو اکھڑواتا۔ یہ جو کچھ ہوا' لاعلمی میں ہوا۔ اور اب اس کی تلافی اسی طرح ہو سکتی ہے' کہ آپ میرے کندھوں پر کھڑے ہو کر پرنالے کو اپنی جگہ پر لگا دیں۔"

ابی بن کعبؓ: ہاں امیرالمومنین! انصاف یہی چاہتا ہے' اور آپ کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔

تھوڑی دیر کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ قیصرو کسریٰ جیسے بادشاہوں کو شکست دینے والا جرنیل' نہایت مسکینی کے ساتھ دیوار کے نیچے کھڑا ہے' اور عباسؓ اس کے کندھوں پر چڑھ کر پرنالہ اسی جگہ لگا رہے ہیں۔ دنیا بھر کی تاریخ ٹٹول ڈالو' اپنے مطاع کی ایسی اطاعت و محبت' انصاف و عدل اور مساوات کا ایسا محیرالعقول کارنامہ تم کہیں لکھا ہوا نہیں پاؤ گے۔ جب پرنالہ نصب ہو چکا' تو حضرت عباسؓ فوراً نیچے کود پڑے' اور کہنے لگے "امیرالمومنین! یہ جو کچھ ہوا' اس حق کے لیے ہوا' جو واقعی میرا تھا۔ اب جب کہ آپ کی انصاف پسندی کی بدولت وہ حق مجھے مل چکا ہے۔ تو میں اس بے ادبی کی آپ سے معافی چاہتا ہوں' اور نہایت خوشی کے ساتھ اپنے سارے مکان کو اللہ کی راہ میں وقف کرتا ہوں۔ آپ کو اختیار دیتا ہوں' کہ اسے گرا کر مسجد نبوی میں شامل فرمالیں۔ تاکہ تنگی کی وجہ سے نمازیوں کو جو تکلیف ہوتی ہے' وہ ایک حد تک دور ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ میری اس قربانی کو قبول فرمائے۔ آمین"

یہ فرضی افسانہ یا قصہ کہانی نہیں ہے' بلکہ مستند تاریخی واقعہ ہے۔ معتبر تواریخ اس واقعہ کی صحت پر دلیل ہیں۔ اسدالغابہ' سیرۃ العباسؓ' سیرۃ الانصار اور سفرنامہ ابن بطوطہ کے علاوہ اور کئی کتابوں میں یہ واقعہ درج ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ جب سے میں خلیفہ ہوا ہوں' جو کھانا کھایا' وہ موٹا کھایا۔ بدن پر کپڑے موٹے پہنے۔ مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے میرے پاس بجز اس حبشی غلام' اونٹ اور اس پرانی چادر کے اور کچھ نہیں ہے۔ میں مرجاؤں تو یہ چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دینا' اور ان چیزوں سے بری ہو جانا۔ حضرت عائشہؓ نے آپ کی وفات کے بعد ایسا ہی کیا۔

ایک دفعہ حضرت فاروقؓ اور ابی بن کعبؓ میں نزاع ہوئی۔ ابی بن کعبؓ نے زیدؓ بن ثابت کے یہاں مقدمہ دائر کیا۔ حضرت فاروق امیرالمومنینؓ مدعا علیہ کی حیثیت سے عدالت میں داخل ہوئے۔ زید نے تعظیم کی۔ حضرت فاروقؓ نے فرمایا کہ یہ تمہارا پہلا ظلم ہے۔ یہ کہہ کر ابی کے پاس بیٹھ گئے اور زید سے کہا جب تک عام آدمی اور عمر دونوں تمہارے نزدیک برابر نہ ہوں' تم منصب قضا کے قابل نہیں سمجھے جا سکتے۔

حضرت عمرؓ کے دو صاحبزادے عبداللہ اور عبیداللہ ایک مہم میں عراق گئے۔ مہم سے فارغ ہو کر بصرہ آئے۔ جہاں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ گورنر تھے۔ انہوں نے اپنے دوست کے بیٹوں کا خیر مقدم کیا' اور خوب خاطر مدارات کی۔ جب مدینہ روانہ ہونے لگے' تو ابوموسیٰؓ نے کہا "بھتیجو! میرے پاس صدقے کا کچھ مال ہے۔ جس کو امیرالمومنینؓ کی خدمت میں بھیجنا ہے۔ یہ مال آپ لے لیں اور سامان تجارت خرید لیں اور مدینہ جا کر فروخت کریں اور جو نفع حاصل ہو' اپنے لیے رکھ لیں اور اصل مال امیرالمومنینؓ کو دے دیں۔" دونوں صاحبزادگان نے جواب دیا "ایسا نہ ہو امیر

المومنین ؓ خفا ہوں۔" گورنر بصرہ نے کہا "میں امیرالمومنین کو اس کے متعلق اطلاع دے دیتا ہوں۔" مدینہ آکر سامان تجارت فروخت کیا گیا اور اس سے خاصہ نفع حاصل ہوا۔ حسب ہدایت وہ اصل مال لے کر امیرالمومنین کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا "ابا جان! یہ اصل مال ہے اور یہ ہمارا منافع ہے" امیرالمومنین ؓ نے پوچھا "لیکن یہ بتاؤ کہ ابو موسیٰ نے کل فوج کے ساتھ یہی معاملہ کیا ہے؟" بیٹوں نے عرض کیا "نہیں ابا جان۔" آپ نے فرمایا "تو اس کا یہی مطلب ہوا کہ میرے بیٹے سمجھ کر تمہارے ساتھ یہ رعایت کی ہے۔" بیٹوں نے کہا "جی ہاں۔" امیرالمومنین نے فرمایا "تو اصل رقم اور منافع دونوں بیت المال میں جمع کرو۔"

ایک دفعہ مسلمہ بن عبدالملک ایک مقدمہ میں فریق کی حیثیت سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اجلاس میں پیش ہوا۔ چونکہ شاہی خاندان سے تھا۔ اس لیے درباری فرش پر جا بیٹھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا "اپنے فریق مقدمہ کی موجودگی میں تم فرش پر نہیں بیٹھ سکتے۔ عام لوگوں کے برابر بیٹھو یا کسی دوسرے کو اپنا وکیل مقرر کرو۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ گرمیوں کی ایک دوپہر میں آرام فرما رہے تھے اور ایک لونڈی پنکھا جھل رہی تھی۔ پنکھا جھلتے جھلتے اس کی بھی آنکھ لگ گئی، تو آپ پنکھا لے کر لونڈی کو جھلنے لگے۔ اس کی آنکھ کھلی تو گھبرا کر چلائی۔ "امیرالمومنین یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟" امیرالمومنین نے لونڈی کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا "میری طرح تم بھی انسان ہو۔ تم کو بھی گرمی لگتی ہے، جس طرح تم مجھے پنکھا جھل رہی تھی اگر میں نے بھی جھل دیا تو مضائقہ کی کیا بات ہے؟"

سلاطین و امرا کا قاعدہ ہے کہ جب وہ کہیں جاتے ہیں، تو نقیب و چوبداران کے آگے آگے علم لے کر چلتے ہیں۔ مگر عمر بن عبدالعزیزؒ نے کوتوال کو حسب دستور نیزہ لے کر آگے چلنے سے روک دیا۔ اور فرمایا "میں مسلمانوں کا ایک معمولی فرد ہوں۔" اور سلام کے بارے میں بھی ہدایت کر دی کہ عام سلام کیا جائے۔ عمال کو فرمان لکھا "پیشہ ور واعظ خلفاء پر درود و سلام بھیجتے ہیں، ان کو اس فعل سے روک دو اور ہدایت کرو کہ وہ عام مسلمانوں کے لیے دعا کریں۔ مخصوص طور پر میرے لیے کوئی دعا نہ کریں۔ اگر میں ان میں ہوں گا، تو میں بھی دعاؤں میں شامل ہو جاؤں گا۔"

حضرت علی بن حسین ؓ بن علی ؓ، امام زین العابدینؒ خالص فاطمی سید تھے۔ مگر غرور نسب کو عملاً مٹانے کے لیے انہوں نے اپنی ایک لڑکی کی شادی ایک غلام سے کر دی تھی۔ اور ایک لونڈی کو آزاد کر کے اس کے ساتھ خود نکاح کر لیا تھا۔ خلیفہ عبدالملک کو معلوم ہوا، تو اس نے خط لکھ کر اس فعل پر ملامت کی۔ حضرت امامؒ صاحب نے اس پر جواب میں تحریر فرمایا۔ "رسول اللہ ﷺ کا اسوہ حسنہ ہمارے لیے نمونہ ہے۔ آپ نے صفیہ ؓ کو جو لونڈی تھی، آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا تھا۔ اور اپنے غلام زید بن حارث ؓ کو آزاد کر کے اپنی پھوپھی زاد بہن زینب ؓ بنت جحش کو ان کے نکاح میں دے دیا تھا۔ ہم اور تم رسول اللہ ﷺ سے زیادہ معزز نہیں ہیں۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مہمانوں کی خدمت خود کرتے، اپنے ہاتھ سے چراغ درست کرتے۔ جب آپ کو اس کے متعلق کہا گیا، تو فرمانے لگے "جب چراغ کی درستی کے لیے اٹھا تھا، تو بھی عمر ہی تھا، اب بیٹھا ہوں، تو بھی عمر ہی ہوں"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بارے میں تاریخ نگار لکھتے ہیں کہ انتقال کے بعد آپ نے جو سرمایہ اپنے پیچھے چھوڑا،

کل اکیس دینار تھے۔ ان میں سے پانچ دینار ان کے کفن میں اور دو دینار ان کی قبر کی زمین خریدنے پر صرف ہوئے۔ گیارہ لڑکوں اور ایک بیوہ پر یہ ترکہ تقسیم کیا گیا' تو ہر ایک کے حصے میں انیس انیس درہم آئے۔

ایک مشہور ثقہ بزرگ فرماتے ہیں کہ ہشام بن عبدالملک جب مرے' تو ان کے پسماندگان بھی گیارہ لڑکے تھے اور حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے بھی گیارہ لڑکے تھے۔ ہشام کے ترکہ میں سے ان کے لڑکوں پر دس دس لاکھ درہم تقسیم ہوئے اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے لڑکوں پر صرف انیس انیس درہم۔ انہی بزرگ کا کہنا ہے کہ عرصہ کے بعد میں نے ہشام کے ایک لڑکے کو دیکھا کہ لوگ اس کو صدقہ دے رہے تھے۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے لڑکے کو اس حال میں پایا کہ ایک دن میں سو گھوڑے جہاد کے لیے دیئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہی کا واقعہ ہے کہ آخری وقت قریب آپہنچا' زندگی کے سانس ختم ہوتے جارہے ہیں۔ ایک قریبی عزیز دوست مسلمہ بن عبدالملک قریب بیٹھے ہیں۔ اپنے جانشینوں کے لیے وصیت نامہ لکھوا چکے ہیں۔ اپنی تکفین و تدفین کے بارے میں ہدایات دینے کے بعد آپ سے مسلمہ بن عبدالملک نے اہل و عیال کی نسبت سوال کیا کہ "اے امیرالمومنین! آپ نے اپنی اولاد کا منہ ہمیشہ اس مال سے خشک رکھا۔ اس لیے آپ ان کو ایسی حالت میں چھوڑ کر جاتے ہیں' کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ کاش! آپ مجھے یا اپنے خاندان کے کسی اور شخص کو ان کے متعلق کچھ وصیت کر جاتے۔" فرمایا "مجھے ٹیک لگا کر بٹھاؤ۔" پھر فرمایا کہ تمہارا یہ کہنا کہ میں نے ان کے منہ کو خشک رکھا' تو اللہ کی قسم! میں نے ان کا حق کبھی تلف نہیں کیا' اور جس چیز میں ان کا حق نہیں تھا' ان کو کبھی نہیں دی۔ تمہارا یہ کہنا کہ میں تمہیں یا خاندان کے کسی شخص کو ان کے متعلق وصیت کر جاؤں۔ تو ان کے معاملے میں میرا وصی اور ولی صرف اللہ ہے' اور وہی صلحا کا ولی ہوتا ہے۔ میرے لڑکے اگر اللہ تعالیٰ سے ڈریں گے' تو اللہ ان کے لیے کوئی صورت نکال دے گا۔ اور اگر وہ مبتلائے گناہ ہوں گے' تو میں ان کو معصیت کے لیے طاقتور نہ بناؤں گا۔ اس کے بعد لڑکوں کو بلایا' اور با چشم تر ان کو دیکھ کر فرمایا۔ میری جان ان نوجوانوں پر قربان' جن کو میں نے محتاج و مفلس چھوڑا ہے۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ میں نے ان کو اچھی حالت میں چھوڑا۔ لڑکو! تم کسی عرب یا ذمی سے نہ ملو گے' جس پر تمہارا حق نہ ہو گا۔ لڑکو! تمہارے باپ کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار تھا۔ ایک یہ کہ تم لوگ دولتمند ہو جاؤ اور جہنم میں داخل ہو' یا تم لوگ محتاج رہو اور جنت میں جاؤ۔ لیکن یہ بات کہ تم محتاج رہو اور جنت میں جاؤ' اس کو زیادہ محبوب تھی' بہ نسبت اس کے کہ تم دولتمند لوگ ہو اور آگ میں جاؤ۔ اٹھو! اللہ تعالیٰ تم کو محفوظ رکھے۔" آپ کی اہلیہ محترمہ کا بیان ہے' کہ آخری وقت میں میں نے سنا' کہ بار بار اس آیت کی تلاوت فرمارہے تھے' جس کا ترجمہ یہ ہے "یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے بناتے ہیں جو زمین میں نہ تفوق چاہتے ہیں' نہ فساد کرتے ہیں' اور عاقبت صرف پرہیزگاروں کے لیے ہے۔" اس کے بعد گردن جھکالی اور وقت کا یہ سب سے متقی انسان اپنے خالق سے جا ملا۔ حضرت جامیؒ نے کیا خوب فرمایا۔

کیسہ خالی باش بہر رفعت یوم الحساب　　صفر چوں خالی ست زارقام عدد بالاتر ست

(ترجمہ) خالی کیسہ رکھ یوم الحساب کی بلندی کے لیے 'صفر چونکہ خالی ہے' اس لیے تمام اعداد سے بالاتر ہے۔

جبلہ نامی شام کا ایک مشہور رئیس مسلمان ہو گیا' طواف کعبہ کے وقت اس کی چادر کا ایک گوشہ ایک شخص کے پاؤں تلے آگیا۔ جبلہ نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا۔ اس نے بھی برابر کا جواب دیا۔ جبلہ غصہ سے بے تاب ہو کر حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم نے جو کیا' اس کی سزا پائی۔ اس نے کہا ہم اس رتبہ کے شخص ہیں کہ ہم سے جو گستاخی کرے اس کی سزا قتل ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا' یہ جاہلیت میں تھا' لیکن اسلام نے پست و بلند ایک کر دیا۔

جنگ قادسیہ سے پہلے ایک لڑائی میں ایران کا سردار جابان نامی گرفتار کیا گیا۔ اس نے مسلمان سپاہی سے امان لے لی۔ لوگ اسے ابو عبیدہؓ سپہ سالار اسلام کے پاس لائے' اور کہا یہ ایرانیوں کا سردار ہے' اس کو قتل کرنا ضروری ہے۔ ابو عبیدہؓ نے کہا' جب ایک مسلمان اسے امان دے چکا ہے' تو میں اس کو سزا نہیں دے سکتا۔ مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں۔ جو عہد ایک مسلمان نے کیا' وہ سب پر نباہنا لازم ہے۔

فتوحات شام کے زمانے میں رومیوں نے جاسوس مسلمانوں کے حالات معلوم کرنے کو بھیجا۔ وہ ایک رات دن رہ کر واپس گیا۔ تو اس نے کہا "یہ لوگ رات کے وقت راہب اور دن کے وقت سپاہی بن جاتے ہیں۔ ان کے عدل و انصاف کا یہ عالم ہے' کہ اگر ان کے بادشاہ کا بیٹا چوری کرے' تو اسے بھی پوری سزا دیتے ہیں۔"

حضرت علیؓ مرتضٰی نے ایک دفعہ اپنی بیٹی کے پاس بیت المال کا موتی دیکھا' دریافت کیا کہ موتی کہاں سے لائیں؟ میں ضرور سزا دوں گا۔ ابو رافعؓ افسر بیت المال نے بتایا کہ امیر المومنین! میں نے کھیلنے کے لئے دے رکھا ہے۔

بیت المال سے جب مسلمانوں کے وظائف مقرر ہوئے' تو حضرت فاروقؓ نے اپنے لیے بھی وہی مقدار مقرر کی' جو اور مہاجرین کے لیے مقرر کی تھی۔ حضرت فاروقؓ نے اپنی وفات کے وقت فرمایا "اگر سالم (ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام) زندہ ہوتے' تو انہیں خلافت کے لیے نامزد کر جاتا۔"

حضرت علیؓ مرتضٰی نے دو چادریں خرید کر قنبر اپنے غلام سے فرمایا کہ ان میں سے ایک اپنے لیے پسند کریں۔

جب اہل روم کا قاصد شام میں حضرت ابو عبیدہؓ سپہ سالار افواج اسلامیہ سے گفتگو کرنے کے لیے آیا' تو وہ تمیز نہ کر سکا کہ ابو عبیدہؓ کون ہیں؟ لوگوں سے دریافت کیا کہ تمہارا امیر کہاں ہے؟ لوگوں نے آپ کی طرف اشارہ کر کے بتایا' اس نے دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے کی باگ ہاتھ میں تھامے' زمین پر بیٹھا ہاتھ میں تیروں کو الٹ پلٹ رہا ہے۔

سفارت قادسیہ میں ایک شخص مغیرہؓ بن شعبہ تشریف لے گئے' اور جاتے ہی رستم کے ساتھ تخت پر جا بیٹھے۔ چوبداروں نے انہیں تخت سے اتار دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے پاس تو تمہاری عقل و دانائی کی باتیں پہنچی ہیں' اور واقعہ یہ ہے کہ تم سے زیادہ بیوقوف اور کوئی قوم نہیں۔ فرمایا' خود نہیں آیا' تم نے بلایا تھا' تو آیا۔ اس سلوک سے تو یہی اچھا تھا کہ تم مجھ کو پہلے ہی یہ بتا دیتے۔ تم میں بعض خدا اور باقی سب ان کے بندے ہو کر گردن جھکاتے ہیں' آج مجھے پورا یقین ہو گیا کہ تم ضرور مغلوب ہو گے۔ اور کوئی سلطنت اس اصول اور ان عقلوں کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتی۔ بعض لوگ بول اٹھے کہ یہ عربی ٹھیک کہتا ہے۔

حضرت علیؓ مرتضیٰ ایک دفعہ بازار تشریف لے گئے' تو دیکھا کہ ایک کنیز کھجوروں کی دکان کے پاس کھڑی رو رہی ہے' آپ نے اس سے وجہ دریافت فرمائی' تو کنیز نے جواب دیا کہ میرے آقا نے کھجوریں واپس کر دی ہیں۔ یہ دکاندار لیتا نہیں ہے۔ آپ نے دکاندار کو کھجوریں لینے اور قیمت واپس دینے کے لیے فرمایا۔ اس شخص نے آپ کو بھی جھڑک دیا۔ لوگوں نے اس سے کہا "کچھ خبر ہے کس کو جھڑک رہے ہو؟" اس نے کہا "نہیں" لوگوں نے کہا "یہ امیرالمومنین ہیں۔" یہ سن کر اس نے کہا "اگر جناب مجھ سے ناراض ہو گئے ہوں' تو معاف فرمائیں۔" آپ نے فرمایا کہ جب تم ایمانداری اور راست بازی سے معاملہ کرو گے' تو میری ناخوشی کی کوئی وجہ نہیں۔

ایک شکستہ حال بڑھیا خلیفہ مامون الرشید کے دربار میں آئی' اور شکایت پیش کی کہ ایک ظالم نے میری جائداد چھین لی ہے' مامون نے پوچھا "کس نے اور وہ کہاں ہے؟" بڑھیا نے اشارے سے بتایا کہ وہ شخص آپ کے پہلو میں موجود ہے۔ مامون نے دیکھا تو وہ خود اس کا بیٹا تھا۔ وزیر کو حکم دیا کہ شہزادے کو بڑھیا کے برابر لے جا کر کھڑا کر دو۔ پھر دونوں کے اظہار سنے۔ شہزادہ رک رک کر آہستہ آہستہ گفتگو کرتا تھا۔ لیکن بڑھیا بے دھڑک بلند آواز سے مسلسل گفتگو کرتی تھی۔ وزیر نے بڑھیا کو روکا کہ خلیفہ کے سامنے چلا کر بولنا بے ادبی ہے۔ مامون نے کہا نہیں' جس طرح چاہے اسے آزادی سے بولنے دو۔ سچائی نے اس کی زبان تیز کر دی ہے' اور عباس کو گونگا بنا دیا ہے۔" جب دونوں کے اظہار ختم ہو گئے' تو مامون نے فیصلہ بڑھیا کے حق میں کیا اور جائداد اسے واپس دلا دی اور معقول رقم عباس سے بطور جرمانہ وصول کر کے بڑھیا کو دلائی گئی' تاکہ اس تکلیف کا کچھ معاوضہ ہو سکے' جو بڑھیا کو اس کی جائداد عباس کے قبضے میں چلے جانے اور انصاف حاصل کرنے کے لیے اٹھانی پڑی تھی۔

محاسبہ سے وہ صبح جزا کے ایمن ہیں — جو آپ روز و شب اپنا حساب لیتے ہیں

خود مامون پر ایک شخص نے تیس ہزار دینار کا دعویٰ دائر کیا۔ جس کی جوابدہی کے لیے اس کو قاضی کی عدالت میں حاضر ہونا پڑا۔ خادم نے قالین لا کر بچھایا کہ خلیفہ اس پر تشریف فرما ہوں۔ قاضی نے حکم دیا کہ قالین اٹھا دو۔ عدالت کے روبرو خلیفہ اور مدعی دونوں برابر درجہ رکھتے ہیں۔ مامون نے کچھ برا نہ مانا اور بغیر چون و چرا قاضی کے فیصلے کو تسلیم کر کے مدعی کو اس کا حق دے دیا۔

حضرت مجاہدؒ بیان فرماتے ہیں کہ ہم ایک روز ابن عباسؓ کے پاس بیٹھے' حضرت صدیقؓ و فاروقؓ کے فضائل کا ذکر کر رہے تھے۔ حضرت فاروقؓ کا ذکر سن کر حضرت ابن عباسؓ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔

امیرالمومنین' حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں ایک اعرابی کا اونٹ مر گیا۔ وہ دور دراز علاقہ سے منزلیں طے کرتا ہوا بیت المال سے اونٹ حاصل کرنے کے لئے دارالخلافہ مدینہ منورہ پہنچا۔ آپ کی رہائش گاہ پر آیا تو حضرت حسینؓ نے اس کا استقبال کیا' اور خوش آمدید کہا اور فرمایا کہ حضرت امیرالمومنینؓ تو کاروبار خلافت کے سلسلے میں کہیں باہر تشریف لے گئے ہیں۔ آپ نے اس اعرابی کو مسجد کے حجرے میں بٹھایا اور کہا کہ میں آپ کے لیے کھانا تیار کر کے لاتا ہوں۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں پر تکلف کھانا تیار کر کے سامنے رکھا۔ اعرابی نے کہا۔ میں کھانا ہرگز نہ کھاؤں گا' جب تک

کہ اس غریب شخص کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک نہ کر لوں' جو صحن مسجد میں خشک روٹی پانی میں بھگو بھگو کر کھا رہا ہے۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا "یہی تو میرے والد امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ وہ اپنے معمول کے برخلاف یہ پر تکلف کھانا ہرگز نہ کھائیں گے۔ اعرابی یہ سادگی اور نفس کشی دیکھ کر حیران رہ گیا' کہ اتنی سلطنت عظیم کے سیاہ و سفید کے مالک و مولیٰ کی یہ سادگی اور ایسی خشک غذا' جس کو غریب ترین انسان بھی کھانا گوارا نہ کرے۔ غرض اس اعرابی کو بیت المال سے ایک عمدہ اونٹ دلایا گیا۔ وہ شکر گزاری و حیرانی کے جذبات سے لبریز شاد کام اور بامراد اپنے وطن مالوف کو واپس چلا گیا۔ مساوات اسلامی کے ان واقعات اور رعایا پروری کا مقابلہ ہماری حکام والا مقام کے ذاتی طرز عمل اور سلوک رعایا سے کیجئے۔ فاعتبروا یااولی الابصار۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں ایک آدمی جوارش لایا۔ آپ نے دریافت فرمایا "یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی "یہ ہاضم طعام ہے۔" آپ نے فرمایا "مجھے اس کی کیا ضرورت ہے؟" میں نے عرصہ دراز سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ ایک دفعہ آپ کے گھر کے اثاث البیت کا حساب لگایا گیا' تو کل سو درہم سے زیادہ کا سامان نہ تھا۔

آپ کو لوگوں نے خلیفہ بنانے کی بے حد کوشش کی' مگر آپ ہمیشہ انکار کرتے رہے۔ لوگوں نے بہت کچھ خوف و لالچ دیا' مگر اس کو آپ نے کبھی قبول نہ کیا۔ ایک دفعہ لوگوں کے اصرار کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میں ایسی خلافت پسند نہیں کرتا' جس کے لیے ایک آدمی "نہیں" کہے اور دوسرا "ہاں" کہے۔

ایک دفعہ آپ کے پاس بیس ہزار دینار آئے۔ آپ نے لوگوں کو دینار دینا شروع کیا۔ یہاں تک کہ سب ختم کر کے اٹھے' بلکہ اور مال کا بھی اضافہ کیا۔ آخر میں ایک اور آدمی آیا' جب کہ تمام مال ختم ہو چکا تھا' تو جن لوگوں کو دیا جا چکا تھا۔ ان سے قرض لے کر اس کو بھی دیا۔ فرمایا کرتے کہ میں بازار صرف اس لیے نکلتا ہوں' کہ میں سلام کروں اور مجھ پر سلام کیا جائے' تاکہ دونوں ثواب میں شریک ہوں۔ چنانچہ آپ ہر ایک کو پہلے سلام کرتے تھے۔ غریب و امیر' معذور' مسافر' آقا و ملازم اور واقف یا اجنبی کی ہرگز تفریق نہ تھی۔

ایک روز حجاج خطبہ دے رہا تھا۔ خطبہ دیتے دیتے شام ہو گئی۔ نماز کا وقت آیا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا "اے شخص' نماز کا وقت آ گیا ہے اب بیٹھ جا۔" ان الفاظ کا تین بار اعادہ کیا۔ حجاج باز نہ آیا۔ چوتھی مرتبہ آپ نے قوم کی طرف خطاب کر کے کہا "اگر میں اٹھ جاؤں تو کیا تم اٹھنے کے لیے تیار ہو؟ لوگوں نے جواب دیا "ہم تیار ہیں۔" اس پر آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ حجاج منبر سے اترا اور نماز پڑھی۔ بعد نماز عبداللہ بن عمرؓ کو بلا کر پوچھا' کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا "جب نماز پڑھ لو' اس کے بعد جو چاہو کہا کرو۔" ایک شخص نے حج کے ایام میں لوگوں کے اژدہام میں آپ کے پاؤں پر زہر آلود نیزہ چبھو دیا۔ اور اسی زخم سے آپ واصل بحق ہو گئے۔

حضرت سلمان فارسیؓ نہایت قوی ہیکل' وجیہہ اور بے حد بارعب تھے۔ بیت المال سے آپ کو چار ہزار درہم ملتے۔ لیکن آپ ان کو غربا و مساکین میں تقسیم کر دیتے اور خود اپنے ہاتھ کی کمائی پر بسر اوقات کرتے' جب آپ مدائن کے حاکم تھے۔ اس زمانے میں کھجور کی چٹائیاں وغیرہ بنا کر معاش پیدا کرتے' آپ کے پاس صرف عبا تھی۔ جس کا آدھا حصہ بچھاتے اور آدھا اوڑھتے' عمر بھر مکان نہ بنایا۔ جہاں موقع مل جاتا' کسی کے مکان کے سائے میں پڑ رہتے۔

ایک دن آپ نے خادم کو کسی کام کے لیے بھیجا' اور خود آٹا گوندھنے لگے۔ ایک شخص آیا۔ اس نے دیکھ کر

کہا' "آپ کا خادم کہاں ہے؟" آپ نے جواب دیا "اس کو ضروری کام کے لیے بھیجا ہے۔ مجھے یہ امر پسند نہیں کہ اس پر دو کاموں کا بوجھ ڈالوں۔ اس لیے ایک کام میں خود کر رہا ہوں' اس میں حرج ہی کیا ہے؟"

حضرت عالمگیرؒ ایک روز جامع مسجد دہلی میں نماز جمعہ کے لیے مجبوری کے باعث تاخیر سے پہنچے۔ دیکھا تو امام آمد شاہ کا منتظر بیٹھا ہے۔ آپ نے فرمایا "وقت مقررہ پر نماز شروع کر دیتے۔ میرے انتظار کی کیا' حاجت؟" اور یہ کہہ کر امام کو برخاست کر دیا کہ "جو امام احکام الٰہی کے مقابلے میں آداب شاہی کو زیادہ ملحوظ رکھے' وہ قابل امامت نہیں۔"

جب مسلمان ہجرت کر کے مدینے آئے' تو مہاجرین کی بے سرو سامانی پر نظر کر کے حضرت نبی کریمؐ نے ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری سے منسلک کر دیا اور فرمایا "یہ تمہارے بھائی ہیں۔" اس ارشاد کا نتیجہ یہ تھا کہ ہر انصاری اپنے مہاجر بھائی کو لے گیا' اور اسے ایک ایک چیز کا حساب دیا کہ یہ آدھا آپ کا ہے اور یہ آدھا ہمارا ہے۔ سعد بن ربیعہؓ کے ہاں دو بیویاں تھیں۔ اس نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے کہا کہ میں ایک کو طلاق دیتا ہوں۔ آپ اس سے نکاح کر لیجئے۔ لیکن مہاجرینؓ کی سیر چشمی دیکھیے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے منظور نہ کیا اور صرف یہ کہا کہ تمہاری ہر چیز تمہیں مبارک' مجھے بازار کا راستہ دکھا دو۔ تقسیم سامان کے بعد انصارؓ نے آنحضرتؐ سے درخوست کی کہ ہمارے باغ اور زمینیں بھی ہمارے بھائیوں میں تقسیم کر دی جائیں۔ لیکن حضور نے اس درخواست کو منظور نہ فرمایا۔

حضرت حذیفہ عدویؓ فرماتے ہیں' کہ جنگ تبوک میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے' میں اپنے عم زاد بھائی کے پاس جو بالکل قریب مرگ تھا' پانی لے گیا۔ ابھی اس نے پیالہ منہ کو نہ لگایا تھا' کہ پاس سے زخمی سپاہی ہشام بن العاصؓ کی آواز آئی۔ میرے بھائی نے بغیر پانی پیئے پیالہ مجھے واپس کر دیا کہ پہلے ہشام کو پلاؤ۔ ہشام اس وقت دم توڑ رہا تھا' میں ہشام کے پاس پہنچا' کہ پاس سے ایک تیسرے سپاہی کی آواز آئی۔ ہشام نے بھی پانی واپس کر دیا اور اشارے سے مجھے متوجہ کیا۔ میں وہاں پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ شخص مر چکا ہے۔ میں ہشام کی طرف دوڑا لیکن میرے پہنچنے سے پہلے وہ بھی زندگی ختم کر چکے تھے۔ پھر میں اپنے بھائی کی طرف دوڑا تو وہ بھی موت کی نیند سو چکے تھے۔

ایک بار مدینہ طیبہ میں قحط کے آثار نمودار ہوئے۔ غلہ نہایت گراں اور کمیاب ہو گیا۔ حضرت جعفر صادقؒ نے اپنے وکیل کو بلا کر پوچھا "ہمارے ہاں کس قدر غلہ ہے۔" وکیل نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں قحط و گرانی سے کوئی خطرہ نہیں' ہمارے پاس غلے کا کافی ذخیرہ ہے۔ آپؒ نے فرمایا "سب غلہ اسی وقت ارزاں نرخ پر فروخت کر ڈالو۔" وکیل نے عرض کیا "اگر قحط نے خطرناک صورت اختیار کر لی' تو غلے کا ملنا دشوار ہو گا۔ اس وقت غلے کو ارزاں نرخ پر فروخت کر دینا مصلحت و دور اندیشی کے خلاف ہے۔" آپ نے فرمایا "نہیں' جو حال سب مسلمانوں کا ہو گا وہی ہمارا ہو گا۔"

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کسی کام میں مشغول تھے۔ ایک شخص آیا اور کہنے لگا "فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے' آپ چل کر بدلہ دلوا دیجئے۔" آپ نے اس کے ایک درہ مار دیا کہ جب میں اس کام کے لیے بیٹھتا ہوں' اس وقت تو آتے نہیں' جب میں دوسرے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہوں' تو آ کر کہتے ہیں کہ بدلہ دلوا دو۔" وہ شخص چلا گیا۔ آپ نے آدمی بھیج کر اس کو بلوایا' اور درہ اس کو دے کر فرمایا کہ بدلہ لے لو۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے واسطے

معاف کیا۔ آپ گھر تشریف لائے' دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد اپنے آپ کو خطاب کر کے فرمایا "اے عمرؓ! تو کمینہ تھا اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اونچا کیا۔ تو گمراہ تھا' اللہ تعالیٰ نے تجھ کو ہدایت بخشی۔ تو ذلیل تھا' اللہ تعالیٰ نے تجھ کو عزت دی۔ پھر لوگوں کا بادشاہ بنایا۔ اب ایک شخص آ کر کہتا ہے کہ مجھے ظلم کا بدلہ دلوا دے' تو تو اس کو مارتا ہے۔ کل کو قیامت کے دن اپنے رب کو کیا جواب دے گا؟" بڑی دیر تک اسی طرح اپنے آپ کو ملامت کرتے رہے۔

امیر طلحہ کا قصہ مشہور ہے کہ وہ تنہا ایک قبیلہ میں گئے۔ قبیلے کا سردار مالک بن عوف تھا۔ اس نے نہ پہچانا اور ان کی مہمانداری میں تقصیر کی۔ جب وہ چلے گئے' تو مالک بن عوف کو معلوم ہوا۔ فوراً ایک معذرت نامہ لکھا۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ مجھے تو کسی بات کی پرواہ نہیں ہے' نہ کوئی شکایت ہے۔ البتہ تم کو چاہیے کہ تمام مہمانوں کے حقوق جانو اور مثل باراں کے تر و خشک ہر جگہ برسو' اور آفتاب کی طرح ہر جگہ چمکو۔

مشہور واقعہ ہے کہ یوسفؑ جب مصر میں بادشاہ تھے' قحط کے زمانے میں ہر روز دبلے ہوئے جاتے۔ لوگوں نے سبب پوچھا۔ جواب دیا کہ اس فکر میں رہتا ہوں' کہ کوئی شخص بھوکا نہ رہے۔ اگر ایسا ہوا کہ کوئی غریب بھوکا رہا اور میں نے سیر ہو کر کھانا کھایا' تو قیامت کے دن سخت بازپرس ہو گی۔ کیونکہ بادشاہ تمام رعایا کے خورد و نوش کا ذمہ دار ہے۔

کہتے ہیں کہ اورنگ زیب عالمگیرؒ نے تخت شاہی پر بیٹھنے کے بعد بھی نہایت سادہ اور محتاط زندگی بسر کی۔ خاص بادشاہ کے ذاتی باورچی کی بابت ظاہر ہے کہ بہت عزت اور شہرت کی چیز سمجھی جاتی تھی۔ اس لیے بڑے بڑے ہنرمند باورچی بجد شوق اور آرزو سے یہ خدمت خاص حاصل کرتے' مگر بعد میں حقیقت کھل جاتی کہ نپی تلی کھچڑی یا معمولی روٹی دونوں وقت پکتی اور تمام کی تمام بادشاہ سلامت کے سامنے دستر خوان پر چلی جاتی ہے۔ اور دستر خوان سے صاف رکابی واپس آ جاتی ہے۔ یعنی باورچی کو اپنا پیٹ بھرنے کے لیے بھی کچھ نہیں ملتا' خشک تنخواہ پر گزر کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے چند ہی روز میں وہ ترک ملازمت کر کے چلے جاتے یا شاہی مطبخ عام میں تبدیلی کرا لیتے۔

بار بار کے استعفوں سے تنگ بادشاہ نے نئے باورچی سے معاہدہ کیا کہ کم از کم برس دن ملازمت میں رہنا پڑے گا۔ اور اس عرصہ میں استعفا قبول نہ ہو گا۔ ناواقف باورچی نے خوشی سے معاہدہ کر لیا۔ مگر جلد ہی اس پر بھی حقیقت کھل گئی۔ اب باورچی مصیبت میں پڑ گیا۔ نہ گزر ہوتی نہ استعفا دے سکتا۔ تنگ آ کر اس نے سوچا کہ بادشاہ کو اس قدر ناراض کرو' کہ خود ہی نکال دے۔ لہٰذا اس نے ایک دن کھچڑی میں برابر کا نمک جھونک دیا۔

بادشاہ نے کھچڑی کھالی۔ باورچی کی طرف صرف نظر اٹھا کر دیکھا مگر فرمایا کچھ نہیں۔ باورچی نے مایوس ہو کر اگلے دن بالکل نمک نہ ڈالا اور پھیکی کھچڑی پکائی۔ بادشاہ نے اس دن بھی کچھ نہ فرمایا۔ تیسرے روز باورچی نے صحیح مقدار نمک کی ڈالی۔ بادشاہ نے اس دن بھی باورچی کو نظر اٹھا کر دیکھا' اور نہایت تحمل سے فرمایا کہ میاں ایک ڈھنگ اختیار کر لو۔ یا تو برابر کا نمک ہمیشہ ڈالا کرو یا بالکل پھیکی پکایا کرو یا معتدل ذائقہ ہو۔ بار بار نمک کی مقدار بدلنے کی تکلیف مت اٹھاؤ۔ باورچی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا' اور کہا جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں۔ حکم ہوا کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟" باورچی نے عرض کیا کہ جہاں پناہ! میں سات لڑکیوں کا باپ ہوں۔ شاہی باورچی کہلاتا ہوں۔ لوگوں کو مجھ سے بڑی توقعات ہیں' اور میری حالت یہ ہے کہ فاقوں مرتا ہوں۔ میں نے یہ سمجھ کر ملازمت کی تھی کہ جہاں پناہ کی

ذاتی خدمت بجالا کر کچھ عرصہ میں متمول ہو گا۔ مگر اب تو سال بھر تک فاقہ ہی نظر آتا ہے۔ یہ تصدق فرما کر مبارک خادم کو آزاد فرمایا جائے۔

بادشاہ نے فرمایا "آزادی کی خواہش ہے یا روپے کی ضرورت؟ عرض کیا "روپے کی زیادہ ضرورت ہے۔"

"اچھا آج آدھ پاؤ کھچڑی زیادہ پکالینا۔" باورچی کچھ نہ سمجھا اور آدھ پاؤ کھچڑی زیادہ پکالی۔

بادشاہ نے اپنے حصے کی کھچڑی ختم کر کے باقی ماندہ زائد کھچڑی کے سات حصے کیے اور ایک ایک طشتری میں ایک ایک حصہ رکھ کر باورچی کو حکم دیا کہ خوان میں لگا کر ہمارے ساتوں وزیروں کو ہمارا یہ الش پہنچا دو۔

چونکہ آج تک ایسا تحفہ وزراء کو نہ ملا تھا۔ وزیروں کو اس غیر معمولی شاہی التفات کی خبر لگی' تو ان کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ رہی۔ شاہی باورچی کا بڑے ترک و احتشام سے ساتوں وزیروں کی ڈیوڑھیوں پر استقبال ہوا' اور شاہی الش لانے کے صلہ میں ہر وزیر نے باورچی کو ایک ایک لاکھ روپے کی نقد رقم ادا کی۔

باورچی یہ سات لاکھ روپے کی رقوم اور کافی ساز و سامان کمانے کے بعد بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

بادشاہ نے پوچھا "کہو گزارے کی کوئی صورت نکل آئی؟ باورچی نے دست بستہ عرض کی کہ حضور کی توجہ کی بدولت اب عمر بھر کے لیے بے فکری ہو گئی ہے' اب کوئی حاجت باقی نہیں۔ بادشاہ نے فرمایا "آئندہ کھچڑی میں نمک صحیح اندازے سے ڈالا کرنا۔"

جب حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن کا حاکم اور مبلغ بنا کر بھیجا' تو چند نصائح فرمائے۔ منجملہ ان کے ارشاد فرمایا: ترجمہ

"اہل یمن کو سمجھانا کہ اللہ تعالیٰ نے اس لیے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے' کہ ان کے مالداروں سے لی جائے اور ان کے فقراء و غرباء پر تقسیم کی جائے۔"

یہی اسلام کا وہ معتدل اور بہترین قانون مساوات ہے' جس پر عمل کرانے سے سرمایہ دار اور مزدور کی موجودہ کشمکش اور فتنہ عظیم دنیا سے قطعاً معدوم ہو جائے' اور افراط و تفریط کے موجودہ نظام کی جو آج سوشلزم' اناز کزم' نیشنلزم اور کیپٹلزم کی صورتوں میں نظر آرہا ہے' کوئی حاجت ہی باقی نہ رہے' اور غربت و افلاس کی زندگی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔ جس کی وجہ سے دنیا میں فتنہ عظیم برپا ہے' اور امیر و غریب ایک دوسرے کے دشمن ہو رہے ہیں۔ اور اعضائے یکدگر ہونے کے بجائے اعدائے یکدگر ہیں۔

بنی آدم اعدائے یکدگر اند که درمال دنیا برابر نیند

ترکی کے مشہور سلطان مراد نے یہ کہہ کہ ایک مشہور معمار کے دونوں ہاتھ کٹوا دیے' کہ اس نے ہمارا وقت اور سرمایہ دونوں ضائع کیے ہیں' اور وہ مسجد کی خوبصورتی اور رعنائی میں کوئی نمایاں اضافہ نہیں کر سکا۔

معمار نے ایک مظلوم کی حیثیت سے قاضی کے دربار میں جا کر نہایت واضح الفاظ میں اس ظلم صریح کا اظہار کیا اور کہا کہ میں آپ کو اس شرع مبین کا قاضی سمجھ کر آیا ہوں۔ جس میں ہر چھوٹے بڑے کے لیے برابر انصاف موجود ہے۔ چنانچہ قاضی نے عام مقدمات کی طرح سلطان کو طلبی کے لیے سمن بھیجے۔ جس کی تعمیل میں سلطان کو حاضر عدالت ہونا پڑا۔ چنانچہ قاضی نے سلطان کی جابرانہ حیثیت کو بالائے طاق رکھ کر ایمان افروز تقریر کی' اور آیات قرآنی

کا زبانی مفہوم بیان کیا' تو شاہ کے دل پر عظمت الٰہی کا بے پناہ اثر ہوا' اور ڈبڈبائی آنکھوں کے ساتھ دونوں ہاتھ آستینوں سے نکال کر بولا "میرے دونوں ہاتھ حاضر ہیں' انہیں حکم الٰہی کے ساتھ قطع کر دو۔" معمار جو اس تمام واقعہ کو دیکھ اور سن رہا تھا' نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے بخش دیا۔ چنانچہ سلطان نے معقول معاوضہ دے کر معذرت خواہی بھی کی۔ یہ صرف آئینِ محمدؐ اور مساواتِ اسلام کی خوبی ہے' جس نے ایک شہنشاہ کو معمار کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا۔

یافت مورے بر سلیمانے ظفر ۔۔۔ سطوت آئین پیغمبرؐ نگر

حضرت بلالؓ کی درخواست

بارگاہ نبویؐ میں جو موذن تھے بلالؓ ۔۔۔ کر چکے تھے غلامی میں کئی سال بسر
جب یہ چاہا کہ مدینہ میں کریں عقد کہیں ۔۔۔ جا کے انصار و مہاجر سے کہا یہ کھل کر
میں غلام حبشی ہوں' حبشی زادہ بھی ہوں ۔۔۔ بات یہ ہے کہ نہیں پاس میرے دولت و زر
ان فضائل پہ مجھے خواہش تزویج بھی ہے ۔۔۔ کون ہے جس کو نہیں میری قرابت پہ حذر
گردنیں جھکا کے یہ کہنے لگے دل سے منظور ۔۔۔ جس طرف اس حبشی زادہ کی اٹھتی تھی نظر

شہنشاہ محمد تغلق عدالت کے کٹہرے میں

کھڑے تھے ایک دن محو تفکر باغ شاہی میں ۔۔۔ وہ تغلق شاہ شہ گردوں وقار و معدلت گستر
یکایک آ کے اس جا ایک طفل غیر مسلم بھی ۔۔۔ لگا پھرنے حضور شاہ عالی بے خطر ہو کر
نظر تغلق کی جب اس پر پڑی تو فرط غصہ سے ۔۔۔ بڑھا کر ہاتھ مارے درے اس کی پشت عریاں پر
جونہی قاضی کو لڑکے کی زبانی یہ خبر پہنچی ۔۔۔ بلایا شاہ ذی شاں کو عدالت میں نڈر ہو کر
کہا کیا کرتے ہو تسلیم تم تقصیر یہ اپنی ۔۔۔ کہا تسلیم کرتا ہوں مرا یہ ظلم ہے یکسر
دیا یہ حکم لڑکے کو لگاؤ شاہ کے درے ۔۔۔ کہ "امر ربی بالقسط" حکم خالق اکبر
جھکایا سر یہ سن کر شاہ نے اور پشت عریاں کی ۔۔۔ کہا لڑکے سے ہاں درے لگائے بے خطر ہو کر
سزا جب اپنی پوری پا چکے تو ہنس کر فرمایا ۔۔۔ اللہ کا شکر پورا ہو گیا فرمودہ داور

حضرت فاروق اعظمؓ کی طرز معاشرت نہایت سادہ اور غریبانہ تھی۔ سفر' حضر' جلوت' خلوت' مکان اور بازار میں کوئی شخص آپ کو کسی علامت سے نہیں پہچان سکتا تھا' کہ آپ ہی خلیفہ وقت اور امیرالمومنین ہیں۔ قیصر و کسریٰ کے ایلچی مسجد نبویؐ میں آ کر ڈھونڈتے اور پوچھتے تھے' کہ خلیفہ وقت کہاں ہیں؟ حالانکہ آپ پھٹے' پرانے' پیوند لگے کپڑے پہنے وہیں بیٹھے ہوتے تھے۔

جنگ مصر کی فتح کی خوشخبری سننے کے لیے حضرت فاروق اعظمؓ عالم بے تابی میں کئی کوس دور چلے جاتے۔ آخر ایک

روز ایک سانڈنی سوار کو دور سے دیکھا۔ آپ دوڑتے ہوئے اس کے پاس گئے۔ دریافت کیا "کہاں سے آرہے ہو؟" اس نے کہا "مصر سے آرہا ہوں اور حضرت امیرالمومنین کو فتح کی بشارت دینے جارہا ہوں۔" آپ مدینہ منورہ تک اس سانڈنی سوار کے پیچھے دوڑتے گئے۔ سانڈنی سوار نے لوگوں سے امیرالمومنین کا پتہ پوچھا۔ لوگوں نے کہا "حضرت امیر المومنین" یہی تو ہیں' جو آپ کے پیچھے دوڑتے چلے آرہے ہیں۔

ایک یہودی اور ایک مسلمان کے درمیان کسی معاملہ میں تنازعہ تھا۔ دربار فاروقی میں یہ معاملہ پیش ہوا۔ یہودی سچا تھا۔ فاروق اعظمؓ نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

زید بن وہبؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کو ایک چادر اوڑھے دیکھا۔ اس میں سترہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر میری طبیعت بھر آئی۔ مجھ سے برداشت نہ ہو سکا' اور میں اپنے گھر چلا آیا۔

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے زمانہ خلافت میں حضرت عمرؓ کے کرتے میں چار پیوند لگے دیکھے اور آپ کے تہبند میں چمڑے کا بھی ایک پیوند لگا ہوا تھا۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ قحط سالی کے زمانے میں جب غلہ وغیرہ کی کمی ہو گئی' تو آپ نے جو کی روٹی کھانی شروع کر دی' جو آپ کو موافق نہ آئی تھی۔ آپ اپنے شکم پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کرتے کہ قسم اللہ کی' اس کے سوا اور کچھ نہیں ملے گا۔ جب تک اللہ مسلمانوں کو ارزانی نہ عطا فرمائے۔

ایک مرتبہ قریباً پچاس انصار و مہاجرین کی اتفاق رائے سے قرار پایا' کہ حق تعالیٰ نے عمر فاروقؓ کے ہاتھ پر قیصرو کسریٰ کے ممالک اور مشرق و مغرب کی ولایتیں فتح کرا دیں' عرب اور عجم کے قاصد آپ کے حضور میں حاضر ہوتے ہیں' وہ آپ کی بارہ پیوند لگی کملی دیکھ کر کیا خیال کرتے ہوں گے۔ اس لیے فاروق اعظمؓ سے عرض کیا جائے' کہ وہ عمدہ کپڑے پہنیں' اور اپنے دستر خوان کو وسیع فرمائیں۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو بات چیت کرنے کے لیے منتخب کیا گیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ ان کا مشورہ سن کر رو پڑے' اور فرمایا "میرے آقا نامدار حضور سرور کائناتؐ نے کبھی گیہوں کی روٹی کی صورت نہ دیکھی' کبھی ان کو دونوں وقت کھانا میسر نہ ہوا' کبھی پیٹ بھر کھانا نہ کھایا۔ وہ ہمیشہ پھٹے پرانے کپڑے پہنتے تھے۔ ان کا اون کا جبہ ایسا تھا' جس کی سختی سے کئی دفعہ جسم مبارک چھل جاتا تھا۔ کبھی نرم بستر پر نہیں سوئے۔ حالانکہ آپ سراپا رحمت تھے' مگر اس کے باوجود بھوک' بیداری' رکوع و سجود اور گریہ زاری میں رات دن گزارتے تھے۔ اس لیے عمر نہ اچھا کھانا کھائے گا' نہ اچھے کپڑے پہنے گا۔"

شاہزادی فاطمہ۔ زوج عمر۔ عبدالعزیز
یعنی وہ پروردہ آغوش شاہان عرب
وہ سراپا صدق۔ ہمعصروں میں اپنے منتخب
وہ کنیز حکم شوہر اور وہ کان ادب
ان کا نقد و جنس بیت المال میں کچھ جمع تھا
کر لیا تھا ان کے شوہر نے کہ جو ان سے طلب
وہ عمرؒ وہ ثانی فاروقؓ روح التقا
وہ فدائے نام احمدؐ' بندہ فرمان رب
سادگی سے خود بسر کرتے تھے اپنی زندگی
اپنی بیوی کو بنا سکتے تھے' کب راحت طلب
لے کے سارا مال بیگم سے خزانے میں رکھا
دل میں بس یہ "دیکھیے یہ قوم کے کام آئے کب"

فاطمہ نے ایک دن فاروق ثانی سے کہا
جھلسے جاتے ہیں یہ میرے ہاتھ چولہا جھونکتے
سن کے یہ بولے امیرالمومنین خوش سیر
اور جو بیت المال کی پوچھو تو وہ ہے قوم کا
مانتا ہوں تم کو ہے تکلیف بے لونڈی مگر

آج کل ہیں آپ امیرالمومنین از فضل رب
ایک لونڈی تو مجھے لے دیجئے گا آپ اب
فاطمہ اتم میرے مال و زر سے ناواقف ہو کب
ایک حبہ بھی جو اس سے لوں تو ہو جائے غضب
آتش دوزخ کے اف جانسوز ہیں رنج و تعب

جب ہوئیں بیوہ' خلافت ان کے بھائی کو ملی
بھائی نے چاہا کہ واپس کر دے زر ہمشیرہ کو
لیکن اس خاتون نے انکار لینے سے کیا
جس طرح تھی زندگی میں اپنے شوہر کی مطیع
سب سے زیادہ یہ زروئے حکم محبوب اللہ

تخت پر بیٹھا یزید ابن الملک والا حسب
ہے یہی بہتر رہے "مال عرب پیش عرب"
اور کہا مجھ کو نہیں اس چیز کی مطلق طلب
بعد رحلت بھی اسی صورت سے ہوں میں تابع اب
مسلموں کو مسلموں پر فوقیت جائز ہے کب

شنیدم کہ شاہنشے داوگر
یکے گفت کای شاہ گیتی فروز
بگفت ایں قدر ستر و آسائش است
مراہم زصدگو نہ آزو ہوا است

قبا داشتے ہر دور رو آستر
قبای زدیبائے چینی بدوز
وزیں بگذرم زیب و آرائش است
و لیکن خزانہ نہ تنہا مراست

سیرۃ الاولیا

ایک دن ایک عورت حضرت ابراہیم بن یوسف کی طرف دیکھنے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ تجھے کچھ کام ہے؟ اس نے کہا "نہیں' مگر تم علما کا خیال ہے کہ عالم کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ میں بھی اس خیال سے تجھ کو دیکھتی ہوں۔" یہ سن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ پھر فرمایا "اس عورت کو غلطی ہوئی' کیونکہ جن لوگوں کی طرف دیکھنا عبادت ہے وہ کب کے قبروں میں پڑے ہیں۔ مسلمانان در گور' و مسلمانی در کتاب۔"

حضرت رابعہ عدویہ کی آنکھ میں نماز پڑھتے وقت ایک تنکا چبھ گیا' جو سلام کے بعد آپ کو معلوم ہوا۔ آپ نے فرمایا "دیکھو میری آنکھ میں یہ سخت چیز کیا ہے؟" پس اس کو زیادہ گہرا ہونے کے باعث بڑی مشکل سے نکالا۔

حضرت خلف بن ایوب ایک روز مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کا ایک آدمی کسی بات کے دریافت کرنے کو آیا۔ آپ اٹھے اور مسجد سے باہر جا کر اس کی بات سنی اور اس کا جواب دیا۔ پھر واپس آ گئے' اور فرمانے لگے مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا مناسب نہیں' یہ خانہ الٰہی ہے۔

ایک شخص نے حضرت ابوذر سے کہا کہ تم ہی ہو' جس کو حضرت معاویہ نے جلاوطن کیا تھا۔ اگر تم نیک ہوتے' تو وہ

تم کو جلاوطن نہ کرتے۔ آپؒ نے فرمایا "اے دوست! میرے سامنے ایک سیاہ گھاٹی ہے۔ اگر اس سے بچ گیا' تو تیرا برا کہنا مجھے کچھ نقصان نہ دے گا۔ اور اگر اس سے نہ بچا' تو جو تو کہتا ہے' میں اس سے بھی برا ہوں۔"

ایک آدمی نے بکرؒ بن عبداللہ کو بہت گالیاں دیں۔ آپ خاموش رہے۔ کسی نے کہا "آپ اسے کیوں گالیاں نہیں دیتے؟" آپ نے فرمایا "میں اس شخص کی کوئی برائی نہیں جانتا' کہ میں اس کو برا کہہ سکوں اور بہتان لگانا جائز نہیں۔"

حضرت عبداللہ تیمیؒ فرماتے ہیں "آدمی جن لوگوں کی عیب چینی کرتا ہے' وہ عیبوں میں ان سے بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے جن کی وہ عیب چینی کرتا ہے۔"

ایک شخص نے حضرت سالمؒ بن عبداللہ بن عمرؓ سے کہا "اے بدترین بوڑھے!" سالمؒ نے کہا "اے بھائی! میرے خیال میں تم راستی سے کچھ دور نہیں گئے۔"

حضرت ابراہیم تیمیؒ نے موسیٰؒ بن مہران کو ان کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا' اور ان سے اللہ تعالیٰ کے سلوک کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے جواب دیا "جب سے مرا ہوں' امرا کی ضیافتوں کا حساب دے رہا ہوں' اور ایک سوئی کے بدلے قید ہوں' جس کو میں نے مستعار لیا تھا' اور واپس نہیں کی تھی۔" پھر میں نے دریافت کیا "کونسی قبروں میں زیادہ روشنی ہے؟" آپ نے فرمایا "دنیا میں مصیبت زدگان کی قبروں میں۔"

ایک شخص نے زیاد بن ظبیانؒ سے کہا "اللہ تعالیٰ آپ جیسے مسلمان پیدا کر دے۔" تو آپ نے فرمایا "تو نے اللہ پاک سے اچھی بات نہیں مانگی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے' کہ تمام لوگ برے ہو جائیں۔"

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ سے ایک شخص نے کہا "اللہ تیری عمر دراز کرے۔" آپ نے فرمایا "یہ ایسا امر ہے جس سے فراغت ہو چکی ہے (یعنی عمر لکھی گئی ہے) تو میرے لیے صلاحیت کی دعا کر۔"

حضرت عامر بن قیسؒ سے کسی نے کہا "میرے لیے دعا فرمایئے' آپ نے فرمایا "مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میں اپنی پسندیدہ بات کا سوال کروں' چہ جائے غیر کے لیے' کیونکہ یہ شفاعت ہے اور شفاعت مقربین کا کام ہے۔"

فاطمہ بنت عبدالملکؒ فرماتی ہیں' کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خلافت سپرد ہوئی' تو آپ نے ہم کو اور اپنی تمام لونڈیوں کو جمع کر کے فرمایا "اب میرے ذمہ ایک ایسا کام لگا ہے' جس کے باعث میں تم سے بالکل غافل ہو جاؤں گا' اور تمہارے لیے فارغ نہ ہوں گا' مگر قیامت کے دن حساب سے فارغ ہو جاؤں گا۔ پس اگر تم میرے پاس رہنا چاہو اور مجھ سے مطالبہ نہ کرو' تو رہو' ورنہ جو چاہے مجھ سے علیحدہ ہو جائے۔" آپ نے قرب زوجات ترک کر دیا' یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت عطا سلمیؒ رات میں اکثر اپنے جسم کو ٹٹولتے' کہ کہیں کثرت گناہ سے مسخ تو نہیں ہو گیا۔

حضرت محمد بن شفیقؒ نے والدہ کے لیے خربوزہ خریدا' جو انہیں پسند نہ آیا اور خفا ہوئیں۔ آپ نے عرض کی۔ "اماں جان! آپ کس پر خفا ہوتی ہیں' بیچنے والے پر یا خریدار پر یا خالق پر؟ یا اللہ! خالق تو تمام سے اچھا پیدا کرنے والا ہے' اور بیچنے اور خریدنے والا تجھے وہی دیتا ہے' جو ازل میں تیرے لیے لکھا ہے۔" یہ سن کر میری والدہ نے توبہ استغفار کی۔

حضرت معاویہؓ کے اگلے دانت نکل گئے تو فرمایا "شکر ہے اللہ کا' جس نے میری سمع وبصارت سلب نہیں کی۔"

حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ ایک روز دہلی میں وعظ فرما رہے تھے۔ اختتام وعظ پر جب ہزار ہا لوگوں کا مجمع منتشر ہو گیا' تو ایک دہقان دوڑتا ہوا آیا' اور آپ سے عرض کیا' کہ میں آپ کا وعظ سننے کے لیے بڑی دور سے حاضر خدمت ہوا تھا' لیکن یہ میری بدقسمتی ہے کہ آپ وعظ ختم کر بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا "میں تم کو بھی وہی وعظ جو ہزاروں آدمیوں کو سنایا تھا' لفظ بلفظ پھر سنا دیتا ہوں۔" دہقان نے عرض کیا' کہ آپ محض ایک آدمی کی خاطر اس قدر تکلیف کیوں گوارا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا "پہلے بھی ایک کو خوش کرنا مقصود تھا' اور اب بھی اسی ایک کو خوش کرنا ہے۔" چنانچہ آپ نے پہلے کی طرح کھڑے ہو کر تمام کا تمام طویل وعظ از سر نو دہرا کر اس دہقان کو سنایا۔ جو حصول خوشنودی اور تالیف قلوب مخلوق کی بہترین مثال ہے۔

سلطان المشائخ' محبوب الٰہی' حضرت نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں۔ "اگر کسی نے تیری ایذا کے لیے راستے میں کانٹے رکھے ہیں' تو اسے راستہ سے ہٹا دے۔ اور اگر تو نے بھی اس کے جواب میں اس کے راستے میں کانٹے رکھے۔ تو پھر تمام دنیا میں کانٹے ہی کانٹے ہو جائیں گے۔

ہر کہ مارا یار نبود ایزد اورا یار باد　　ہر کہ مارا رنج بدہد راحتش بسیار باد

ہر کہ اوخارے نہد در راہ ما از دشمنی　　یا الٰہی گلشن او دائما بے خار باد

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں "ہماری کتاب قرآن مجید تمام کتابوں کی سردار اور سب سے جامع تر کتاب ہے' اور ہماری شریعت تمام شرائع سے صاف اور مطابق فطرت انسانی ہے' اور ہمارا اہل تصوف کا طریقہ کتاب اور سنت سے مستحکم کیا ہوا ہے۔ جس نے قرآن مجید کو پڑھا نہیں اور حدیث شریف کو یاد نہیں کیا' اور ان دونوں کے معانی اور مطالب نہ سمجھے' اس کی اقتدا ہرگز جائز نہیں۔ اگر تم کسی آدمی کو دیکھو کہ ہوا میں چار زانو بیٹھا ہے' تب بھی اس کی پیروی نہ کرو' جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کے متعلق اس کا عمل نہ دیکھ لو۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں' جو شخص اپنے اعمال میں جادوگر سے زیادہ ہوشیار نہ ہو' وہ ضرور ریاکار ہو جائے گا۔ جب قیامت کا دن ہو گا' تو اللہ تعالیٰ ریاکار کو کہے گا "جا اپنے اعمال کا بدلہ ان لوگوں سے لے' جن کو تو دکھلاتا تھا۔" آدمی جب تک لوگوں سے میل جول رکھے گا' ریا سے نہیں بچ سکتا۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔ محفل میں اپنے آپ کو برا کہنا اپنی تعریف اور ریا کی علامت ہے۔

حضرت زبیر بن عوامؓ فرماتے ہیں' اپنی نیکیوں کے لیے پوشیدہ جگہ بناؤ' جیسے برائیوں کے لیے بناتے ہو۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں۔ "جو ظالم کو خندہ پیشانی سے ملے' یا مجلس میں جگہ دے' یا اس کی دی ہوئی چیز لے لے' تو اس نے اسلام کی زنجیر توڑ دی۔ اور وہ ظالموں کے مددگاروں میں شمار ہوا۔ اے دوست! متکبر لوگوں اور امرا کے پاس جانے سے بچ۔ اگرچہ تیرا جانا نصیحت کے لیے ہو۔ کیونکہ نصیحت تجھ سے پوری نہیں ہو گی' اور عذاب قربت تیرے ذمے رہے گا۔"

حضرت حاتم اصمؒ: "قیامت میں سب سے بڑا بدبخت وہ عالم ہے' جس کے علم پر لوگ تو عمل کریں' مگر خود عامل نہ ہو۔"

حضرت وہب بن ورد فرماتے ہیں "ہنسنے میں اسراف نہیں' اگرچہ دانت نظر آئیں' اور آواز نہ ہو' اور لباس جس میں اسراف نہیں' وہ ہے جو ستر عورت کے مقدار ہو اور گرمی سردی سے بچائے اور کھانا جس میں اسراف نہیں' وہ ہے جس میں بھوک ٹھہر جائے' اور شکم سیری سے کم ہو۔ مومن آواز سے تب ہنستا ہے' جب موت سے غافل ہو۔"

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں "ہم نے ایسے مشائخ دیکھے ہیں' جو موت کی تمنا کرتے تھے' اور میں ان کی آرزو کو تعجب سے دیکھتا تھا۔ اور اب میں ان لوگوں پر تعجب کرتا ہوں' جو موت کے خواستگار نہیں ہیں۔"

حضرت ابو درداء فرماتے ہیں "میری طرف کسی دوست نے ایسا تحفہ نہیں بھیجا' جو مجھے السلام علیکم سے زیادہ پیارا ہو اور نہ مجھے اس کی موت کی خبر سے بڑھ کر کوئی عمدہ خبر ملی ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے مجرموں کو دنیا و آخرت میں ذلیل کرنے کا وعدہ کر لیا ہے۔ انسان رات میں کوئی گناہ بھی کرے' صبح کو اس کے چہرے پر ذلت ہوتی ہے۔

حضرت یزید حمیری فرماتے ہیں۔ میں نے ایک راہب سے کہا "تم نے سیاہ لباس کو سفید لباس پر کیوں ترجیح دی؟" اس نے جواب دیا "کیونکہ یہ اہل مصیبت کا نشان ہے' اور ہم گنہگار ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوگی۔" اور فرماتے ہیں "اکثر تم میں سے جب گناہ پرانا ہو جاتا ہے' تو یہ خیال کرتے ہیں' کہ گناہ صاف ہو گیا۔ یہ دھوکا ہے۔ لہٰذا اگر گناہ پرانا ہو جائے' تو استغفار سے غافل نہ ہو' کیونکہ گناہ کا تو تجھے یقین ہے' لیکن مغفرت کا یقین نہیں۔"

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں "وہ شخص موت کے لیے تیار نہیں ہوا۔ جسے یہ خیال ہو کہ کل زندہ رہے گا۔" نیز فرمایا "نیکیاں موت کی یاد کی فرع ہیں' اور گناہ نسیان موت کی شاخ۔"

حضرت حاتم اصم سے کسی نے پوچھا کہ ہم دنیا میں نصیحت یافتہ کب ہو سکتے ہیں؟ فرمایا "جب یہ بات بخوبی سمجھ میں آجائے کہ دنیا کی ہر چیز کا انجام بربادی ہے' اور دنیا دار کو انجام کار مٹی میں جانا ہے۔ لہٰذا تعجب ہے اس شخص پر جس کے گھر سے جنازہ نکلے' اور وہ اس سے بھی عبرت حاصل نہ کرے۔"

حضرت صالح مری نے فرمایا "جو ہمیشہ دروازہ کھٹکھٹاتا رہے' تو ضرور اس کے لیے دروازہ کھلے گا۔" اس پر ایک عورت بولی "کیا اللہ تعالیٰ بھی دروازہ بند رکھتے ہیں؟" صالح کہنے لگے "عورت سمجھ گئی' مگر بوڑھا آدمی نہ سمجھا۔"

حضرت ابو مطیع بلخی نے ایوب بن خلف کے پاس اپنی بیوی کی شکایت کی۔ انہوں نے جواب دیا "جو عورت کی تکلیف وہی پر صبر نہیں کر سکتا' وہ اس سے افضل ہونے کا کیونکر مدعی ہے۔ بزرگان دین عورتوں کی تکالیف پر اس خیال سے صبر کرتے' کہ ان کا فائدہ ان کی مضرت سے زیادہ ہے۔ اور یہ لوگ عورتوں کا پورا حق ادا کرتے۔ عورتوں کی مخالفت ان حقوق واجب سے نہ روکتی۔ کیونکہ زوجین پر طرفین کے حقوق ہیں۔

حضرت بکر بن عبداللہ مزنی اپنی چھت کا پرنالہ گھر کے اندر رکھتے' تاکہ کسی راہرو پر پانی نہ گرے۔ آپ کے پاس ایک بلی مر گئی۔ آپ نے گھر میں گڑھا کھود کر دفن کر دیا' اور ڈھیر پر نہ پھینکا' کہ لوگوں کو اس کی بدبو سے تکلیف ہوگی۔

مغیرہ بن شعبہ جب پھیری والوں سے چیز خریدتے' تو راستہ سے ہٹ کر کھڑے ہوتے' تاکہ راہروؤں کو دقت نہ ہو۔

قاضی بکار بن قتیبہؒ نے اپنی والدہ سے چادر مانگی' تاکہ اسے اوڑھ کر روٹی پکوالائیں۔ راستہ میں ایک شخص نے آپ سے کلام کیا۔ آپؒ جواب کے لیے کھڑے نہ ہوئے۔ اس نے پوچھا "آپ کلام کیوں نہیں کرتے۔" فرمایا "اے دوست! میں نے اس چادر کو روٹی پکوانے کے لیے مستعار لیا ہے' نہ اس لیے کہ اسے لے کر بازار میں کھڑا رہوں؟ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تو باتیں کرے گا' تو میں اس کی اجازت لے لیتا۔"

حضرت یونس بن عبیدؒ چادریں اور اوڑھنیاں فروخت کرتے۔ اور جب آسمان ابر آلود ہوتا' تو فروخت نہ کرتے' اور نہ بازار لے کر جاتے۔ کسی نے سبب پوچھا' تو فرمایا کہ ابر کے دن خریدار کو عیب نظر نہیں آتے۔

حضرت شاہ عبدالحقؒ محدث دہلوی کے ایام مرض الموت میں حضرت شاہ نصیرؒ چراغ دہلوی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ خادم نے آپ کے آنے کی اطلاع دی' تو حضرت محدثؒ نے فرمایا "ان کو کہہ دو کہ چونکہ وہ سماع سے رغبت رکھتے ہیں' اس لیے میں ان سے ملنا نہیں چاہتا۔" خادم نے یہ پیغام شاہ نصیرؒ کو پہنچایا' تو آپ نے فرمایا "ان سے عرض کردو کہ وہ آئندہ کے لیے توبہ کرتے ہیں۔" خادم نے حضرت محدثؒ کو یہ جواب سنایا' تو خادم کو اپنا عمامہ مبارک دے کر فرمایا' کہ ان کے راستے میں بچھا دیا جائے' تاکہ وہ اس پر اپنے قدم مبارک رکھ کر اندر تشریف لائیں۔

حضرت بشر حافیؒ بہت کم گفتگو کرتے اور دوستوں کو فرماتے "تم غور کرو' اپنے اعمال نامے میں کیا لکھوا رہے ہو' وہ تمہارے پروردگار کے سامنے پیش ہوگا۔"

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ غیبت کرنے والوں کو سخت سرزنش کرتے۔ ایک دفعہ آپ کو ضیافت میں بلایا گیا' آپ وہاں پہنچے' تو اسے کسی کی غیبت کرتے سنا۔ فرمایا "ہم عرصہ سے دیکھتے ہیں' کہ لوگ گوشت سے پہلے روٹی کھاتے ہیں۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ تم روٹی سے پہلے گوشت کھاتے ہو۔" پھر آپ اٹھ گئے اور کھانا نہ کھایا۔

آئینہ خود باش' صفائے بہ ازیں نیست   عیب ہمہ کس پوش' قبائے بہ ازیں نیست

حضرت عبدالعزیز دہلویؒ کو جب معلوم ہوجاتا' کہ کسی نے میری غیبت کی ہے' تو آپ اس کے مکان پر جاتے اور اسے کہتے "اے دوست! تیرا اور عبدالعزیز کے گناہوں کا کیا تعلق ہے' کہ تو ان کو برداشت کرتا ہے؟"

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں "آدمی بہت سی نیکیاں کرے گا' اور اسے اپنے اعمال نامے میں نہ دیکھے گا' تو دریافت کرے گا' کہ اے پروردگار! میری نیکیاں کہاں ہیں؟ حکم ہوگا کہ تو نے اپنی نیکیاں ان لوگوں کے پاس پہنچا دی ہیں' جن کی تو غیبت کیا کرتا تھا۔"

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے کسی دوست نے ملنا چھوڑ دیا۔ پھر چند روز بعد آپ کی ملاقات کو آیا اور ایک شخص کی غیبت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا "اللہ کی قسم! تیرا نہ ملنا ہی بہتر ہے۔ تو نے میرے دوست کی نسبت میرے دل میں بغض ڈال دیا' اور میرے دل کو غافل کردیا۔"

روایت ہے کہ امیرالمومنین حضرت علیؓ کے پاس ایک شخص پیش ہوا۔ جس پر حد واجب تھی۔ لوگ اس کے گرد ہجوم کیے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا "میں تم لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں' کہ جو شخص اس جرم کا مرتکب ہوچکا ہو۔ وہ

یہاں سے چلا جائے۔" تو سب کے سب چلے گئے۔ لہٰذا اس بات سے اجتناب کر' کہ جب تجھے مسلمان بھائی کا عیب معلوم ہو' تو اپنے عیب کو بھول جائے' بلکہ تجھ پر واجب ہے' کہ اس علم کو اپنے عیب کی یاد دہانی تصور کر۔ کیونکہ اصلیت انسانوں کی ایک ہے۔ جو عیب ایک شخص سے واقع ہوا ہے' وہ تجھ سے بھی ہو سکتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔
"جو اپنے دوست کو کسی گناہ کا طعنہ دے' وہ اس گناہ کا مرتکب ہونے سے پہلے نہ مرے گا"۔
حضرت یحیٰی بن معاذؒ: عاقل کی عقلمندی یہ ہے کہ کسی کو گناہ کا طعنہ نہ دے۔ کیونکہ میں نے اگر کسی کو گناہ کا طعنہ دیا' تو بیس سال کے بعد بھی اس گناہ میں خود گرفتار ہوا۔ نیز آپ نے فرمایا "مجھے اس شخص پر تعجب ہے کہ اس حکم الٰہی سے واقف ہے۔ (ترجمہ) اگر تم اللہ کو اچھا قرضہ دو' تو وہ تمہارے لیے اسے سو گنا کر دے" پھر اپنے پاس مال جمع رکھے۔
ایک عورت امام لیث بن سعدؒ کے پاس چھوٹا سا برتن لے کر شہد مانگنے آئی اور کہا "میرا خاوند بیمار ہے۔" امام موصوف نے اسے شہد کا بھرا ہوا مشکیزہ دینے کا حکم فرمایا۔ کسی نے کہا' وہ تو چھوٹی سی پیالی میں مانگتی ہے۔ آپ نے فرمایا اس نے اپنی قدر کے موافق مانگا' اور ہم نے اپنی حیثیت کے موافق دیا ہے۔
حضرت ابوالحسن انطاکیؒ خراسان کے شہر رے میں رہتے تھے۔ ایک دن تیس سے زیادہ مہمان آ گئے' اور روٹی تھوڑی تھی' تیاری کا موقع نہ تھا۔ رات کا وقت تھا۔ انہوں نے جتنی روٹیاں موجود تھیں۔ سب کے ٹکڑے کیے اور دستر خوان پر ان کو پھیلا کر سب کو بٹھانے سے پہلے چراغ گل کر دیا' اور سب نے کھانا شروع کر دیا۔ سب کے منہ چلانے کی آواز آتی تھی۔ جب دیر ہو گئی' گویا سب بالکل فارغ ہو گئے' تو چراغ جلایا گیا اور دستر خوان اٹھایا گیا۔ اس میں وہ سارے ٹکڑے بدستور رکھے تھے۔ سب ہی خالی منہ چباتے رہے۔ کسی نے بھی اس خیال سے نہ کھایا کہ اچھا ہے' دوسرے ہی کا کام چل جائے گا۔
حضرت شعبہؒ مشہور ترین محدث ہیں۔ بڑے عابد و زاہد اور عالم و فاضل تھے۔ ایک سائل ان کے پاس حاضر ہوا۔ دینے کے لیے کوئی چیز گھر میں میسر نہ ہوئی' تو اپنے مکان کی چھت میں سے ایک کڑی نکال کر اس کے حوالے کر دی' کہ اس کو فروخت کر لینا اور معذرت بھی کی' کہ اس وقت میرے پاس دینے کے لیے اور کچھ نہیں۔
حضرت ابو سعل معلوقیؒ ایک مرتبہ وضو کر رہے تھے' کہ اثنائے وضو ایک شخص آیا اور کچھ ضرورت کا اظہار کیا۔ دینے کے لیے کوئی چیز موجود نہ تھی۔ فرمایا "تھوڑی دیر انتظار کر لو' میں وضو سے فارغ ہو جاؤں۔" جب وضو کر چکے تو فرمایا "یہ لکڑی کا لوٹا (جس سے وضو کر رہے تھے) لے جاؤ اور تو کوئی چیز اس وقت ہے نہیں۔"
حضرت عباس بن دہقانؒ کہتے ہیں کہ بشرؒ بن حارث کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہ ہو گا' جو کہ جس حال میں دنیا میں آیا تھا یعنی خالی ہاتھ' ننگا بدن' ایسا ہی دنیا سے گیا ہو۔ بشرؒ بن حارث البتہ اسی طرح گئے کہ وہ بیمار تھے۔ وصال کا وقت قریب تھا' ایک سائل آ گیا اور اپنی ضرورت کا حال ظاہر کیا۔ جو کرتہ بدن پر تھا' نکال کر وہ اس کو بخش دیا' اور خود تھوڑی دیر کے لیے دوسرے سے کرتہ مستعار مانگا' اور اسی میں وصال فرمایا۔
محمد بن عباد بصنیؒ کہتے ہیں کہ میرے والد ایک مرتبہ خلیفہ مامون الرشید کے پاس گئے۔ اس نے ایک لاکھ درہم نذر

کیئے۔ وہاں سے آکر سب روپیہ اسی وقت فقراء پر تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد پھر جب مامون کے پاس جانے کی نوبت آئی' تو اس نے سب روپیہ تقسیم کرنے پر ناراضگی کا اظہار کیا' کہ اپنے لیے کچھ بھی نہ رکھا' والد صاحب نے فرمایا "امیرالمومنین! موجود کے ساتھ بخل معبود کے ساتھ بد گمانی ہے (کہ اس نے ایک مرتبہ دے دیا' پھر کہاں سے دے گا۔)"

حضرت حسنؓ نے ایک مرتبہ ایک لاکھ درہم تقسیم کیے اور اپنا حال یہ تھا کہ اس دن مسجد میں اس وجہ سے جانے میں دیر ہو گئی' کہ ان کے پاس جو چادر تھی اس کے دونوں کنارے سینے میں آپ کے اہل خانہ کو دیر لگی۔ یعنی وہی ایک کپڑا تھا' اس کے سلنے کے انتظار میں بیٹھے رہے۔ دوسرا کپڑا نہ تھا' جس کو پہن کر مسجد میں چلے جاتے۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کے پاس کوئی غلام باندی یا نوکر نہ تھا۔ سوال کیا گیا' تو آپ نے فرمایا "بندگی آقائی کے ساتھ نبھتی نہیں۔" کسی نے پوچھا کہ آپ کا سلسلہ کہاں تک پہنچتا ہے؟ فرمایا "کوئی سلسلہ سے کہیں بھی نہیں پہنچتا۔ اصل چیز معرفت ہے' سلسلہ کوئی چیز نہیں۔"

ع

بندگی باید پیمبر زادگی درکار نیست

حضرت خواجہ حسن بصریؒ ہر ہفتہ مجلس وعظ منعقد فرماتے اگر حضرت رابعہ بصریؒ حاضر مجلس نہ ہوتیں' تو آپ وعظ ہی نہ فرماتے۔ سبب پوچھا تو فرمایا "جو غذا ہاتھیوں کے لیے ہو' وہ چیونٹیوں کو نہیں کھلائی جا سکتی۔" ایک رات اندھیرے گھر میں ان کے ہاتھ سے سوئی گر گئی۔ ڈھونڈنے کے لیے غیب سے ایک روشنی نمودار ہوئی' تو آپ نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر کہا "نہیں' نہیں' ہم تو سوئی چراغ ہی سے ڈھونڈنا چاہتے ہیں۔"

حضرت معاویہؓ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجے۔ آپ نے ان کو اسی وقت تقسیم کر دیا اور اس شام کے کھانے تک کا بھی ان کے پاس باقی نہ رہا۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ ایک دعوت ولیمہ میں مدعو کیے گئے' مگر آپ کسی مانع کے باعث حاضر نہ ہو سکے۔ آپ نے صاحب ولیمہ کی طرف پانچ سو دینار بھیجے' اور معذرت کی اور عدم حضوری کی معافی چاہی۔

ایک آدمی سعیدؓ بن العاص کے پاس کچھ مانگنے کو آیا۔ آپ نے اسے پانچ سو۔۔۔ دینے کا حکم دیا اور کسی چیز کا نام نہ لیا۔ نوکر نے پوچھا درہم دوں یا دینار؟ آپ نے جواب دیا' میرا درہم کا خیال تھا۔ لیکن تجھے اس میں شک ہوا ہے۔ اور اس نے بھی سن لیا ہے۔ اس لیے اسے دینار ہی دے دے۔ سائل بیٹھ کر رونے لگا۔ سعید نے پوچھا "تو کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا میں اس لیے روتا ہوں' کہ تیرے جیسا سخی زمین میں اترے گا' اور مٹی اسے کھائے گی۔

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کے بعد معاویہؓ سے بڑھ کر کوئی سخی نہیں دیکھا۔ آپ سیدنا حسنؓ بن علیؓ سے ملے اور فرمایا "مرحبا! اے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کے فرزند! آپ نہایت مبارک ہستی ہیں۔" پھر تین لاکھ درہم دیئے۔ بعد ازاں عبداللہ بن زبیرؓ سے ملے' تو ان کو ایک لاکھ درہم دیئے۔

جب عبداللہؒ بن ربیعہ بیمار ہوئے تو امام لیثؒ ان کی عیادت کو آئے' اور ان کو روتے دیکھا۔ امام نے سبب پوچھا' آپ نے فرمایا مجھ پر ایک ہزار دینار قرض ہے۔ امام نے نوکر کو بھیجا۔ وہ ہزار دینار لے آیا' اور آپ کا قرض ادا کیا۔

صحابہ کرامؓ کی عادت تھی کہ اگر کوئی دوست ان کو تحفہ بھیجتا' تو وہ اپنے کسی دوست کو بھیج دیتے۔ اسی طرح یہ تحفہ گھومتا پھرتا یہاں تک کہ ہدیہ بھیجنے والے کے پاس آجاتا۔ حالانکہ ہر ایک کو اس کی ضرورت ہوتی۔ مگر اپنے دوست کی ضرورت کو ترجیح دیتے۔

حضرت بکر بن مزنیؒ فرماتے ہیں "مجھے اپنے مال میں سے وہ چیز بہت پیاری ہے' جس سے اپنے دوست کی دلجوئی کروں۔ اور سب سے بری چیز وہ ہے' جو پیچھے چھوڑ جاؤں۔"

اسلاف کی عادت تھی کہ اگر کوئی اپنا قرضہ ادا کرنے کو کہتا' تو فی الفور ادا کر دیتے' اور افسوس کرتے' کہ ہم اس کے حالات سے بے خبر رہے' کہ اس کو سوال کی ضرورت پڑی۔

حضرت معمرؒ فرماتے ہیں "برا احسان یہ ہے' کہ سائل کو تیرے پاس سوال کی ضرورت ہو' اور وہ تجھ سے شرم کھائے۔ اس صورت میں تیرا احسان اس کی شرمندگی کی مکافات نہ کرے گا۔ مناسب یہ تھا کہ تو اپنے دوست کے حالات کی خود تفتیش کرتا' اور سوال کی نوبت ہی نہ آتی' اور تو اس کی ضرورت پوری کر دیتا۔"

حضرت علیؓ فرماتے ہیں "احسان کرو خواہ ناشکرے پر ہو۔ کیونکہ وزن میں شکر گزار کے احسان سے بڑھ کر ہو گا۔

حضرت مسلم بن زیادؒ ایک دعوت ولیمہ میں مدعو ہوئے۔ آپ کو دیر ہو گئی۔ جب آپ گئے' تو صاحب ولیمہ نے آپ کو دیکھ کر کہا "آپ نے دیر کی' لوگ کھا کر چلے گئے' اب کھانا نہیں رہا۔" مسلمؒ نے کہا "پیالوں میں شاید کچھ لگا ہو' میں وہی صاف کر لوں گا۔" اس نے کہا "برتن ہم نے دھوڈالے ہیں۔" آپ نے فرمایا "شاید دیگ میں کچھ لگا ہو۔" صاحب خانہ نے کہا "وہ بھی دھو چکے ہیں۔" آپ نے کہا "شاید روٹی کا کوئی ٹکڑا بچا ہو۔" مالک نے کہا "وہ بھی فقرا میں تقسیم کیا جا چکا ہے' اب ایک لقمہ بھی نہیں ہے۔" مسلمؒ بن زیاد ہنسے اور واپس چلے گئے۔ لوگوں نے کہا "آپ اس بات سے رنجیدہ نہیں ہوئے' بلکہ ہنس رہے ہیں۔" آپ نے فرمایا "اس نے نیک نیتی سے بلایا تھا' اب نیک نیتی سے واپس کیا ہے' خفگی کیوں ہو؟"

ایک دفعہ ایک آدمی نے اوس بن خارجہؒ سے کہا "میں آپ کے پاس ایک معمولی ضرورت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔" آپ نے فرمایا "معمولی ضرورت کے لیے معمولی آدمی تلاش کر' اور میرے پاس کسی بڑی ضرورت کو بیان کر کیونکہ مجھ میں اس کے پورا کرنے کی توفیق ہے۔"

حضرت حسنؓ سے جب کسی کا سوال ہوتا' تو فی الفور پورا کر دیتے اور فرماتے "مجھے ڈر ہے کہ میں اس میں تاخیر کروں' تو وہ مستغنی ہو جائے' اور مجھ سے ثواب جاتا رہے۔"

حضرت مطرفؒ بن عبداللہ فرماتے ہیں "اگر کسی کو مجھ سے کچھ ضرورت ہو' تو وہ کاغذ پر لکھ کر بھیج دے۔ میں مسلمان کے چہرے پر سوال کی ذلت دیکھ نہیں سکتا۔ کیونکہ سوال کی ذلت بخشش سے بڑھ کر ہے' خواہ بخشش زیادہ ہو۔

حضرت عطاؒ خراسانی فرماتے ہیں "جب میں کسی آدمی سے حدیث یا کوئی اور بات سنتا ہوں' اگرچہ وہ مجھے پہلے سے معلوم ہو' اور بار ہا اس کو سنا ہو' تاہم خوب کان لگا کر متوجہ ہو کر سنتا ہوں' گویا پہلی مرتبہ اسی سے سن رہا ہوں' اس

خیال ہے کہ اگر میں اس کو بتلاؤں گا تو وہ شرمندہ ہو گا۔"

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں "ہر اندر آنے والے پر رعب ہوتا ہے۔ پس تم اسے مرحبا کہتے ہوئے ملو اور سلام کی ابتدا کر کے اس کی حوصلہ افزائی کرو۔"

حضرت ربیع بن خیثمؒ کسی سائل کو روٹی کا ٹکڑا یا کوئی ٹوٹی ہوئی چیز یا مستعمل کپڑا نہ دیتے اور فرماتے "مجھے شرم آتی ہے کہ میرا اعمال نامہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش ہو اور اس میں ردی اشیا ہوں جو اس کی راہ میں دی گئی ہوں۔

ایک شخص نے بشرؒ بن صالح سے کہا "میں آپ سے للہی محبت رکھتا ہوں۔" آپ نے فرمایا "تجھے کس نے جھوٹ بولنے پر آمادہ کیا؟ تو میری محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔ حالانکہ تو اپنے گدھے کا پالان میری پگڑی اور دوسرے کپڑوں سے زیادہ عزیز خیال کرتا ہے۔"

حضرت ابو مطیعؒ فرماتے ہیں "ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو آپس میں غلام گھوڑے مکان اور بہت سا مال تحفہ میں دیا کرتے تھے۔ لیکن آج کل روٹی اور کھانا وغیرہ تحفہ ہو گیا ہے۔ کوئی زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ اس کو بھی ترک کر دیں گے اور اسلاف کی عادت بالکل جاتی رہے گی اور ان کا ذکر کتابوں میں رہ جائے گا۔"

حضرت ابو معاویہ اسودؒ سنگ تراشی کر کے روٹی کھاتے تھے۔ پھر جب عمر رسیدہ ہو گئے تو لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ بوڑھے اور اس کام کے ناقابل ہو گئے ہیں۔ فرمایا باللہ سنگ تراشی کر کے روٹی کھانا لوگوں سے سوال کرنے کی نسبت بہت اچھا اور آسان ہے۔"

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں "مہمان کے لیے کشادہ خرچ کرنا اسراف نہیں ہے۔"

حضرت موسیٰ بن طلحہؒ فرماتے ہیں عبد الملک بن مروان نے میرے پاس تین توڑے چاندی بھیجی کہ فقرا اور حاجتمندوں میں تقسیم کر دو۔ میں نے لے کر اس میں سے کچھ ابو ذر بن عقیلیؒ کے پاس بھیجے۔ آپ فاقہ زدہ رہتے تھے۔ آپ نے ان کو فوراً واپس کر دیا گویا میں نے توڑوں کی بجائے بچھو بھیجے ہوں اور خود رات بھر بھوکے رہے۔

امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے ابو ذرؓ کے پاس غلام کے ہاتھ کچھ روپیہ ارسال فرمایا اور کہہ دیا کہ اگر انہوں نے لے لیا تو تو آزاد ہے۔ غلام روپیہ لے کر آپ کے پاس پہنچا۔ آپ نے انکار کر دیا۔ غلام نے عرض کی "یا حضرت! آپ کا اس مال کو قبول کرنا میری آزادی کا باعث ہو گا۔" آپ نے فرمایا "اگر تیری آزادی ہے تو میری غلامی بھی ہے۔"

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں "صدقہ کو حقیر نہ جانو کیونکہ اس کا ایک دانہ بھی قیامت میں پہاڑ جتنا وزن رکھتا ہے۔" آپ نے ایک فقیر کو ایک دانہ انگور کا عطا کیا اس نے واپس کر دیا گویا اس نے حقیر جانا تو آپ نے فرمایا "کیا تو نے قرآن مجید نہیں پڑھا؟ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ (ترجمہ) جو ذرہ بھر بھی نیکی کرے گا دیکھ لے گا۔" تو دیکھ کہ اس انگور میں کتنے ذرے ہیں۔ پس فقیر نے توبہ کی اور وہ انگور شکریہ کے ساتھ لے لیا۔

حضرت معروف کرخیؒ کے پاس ایک سائل آیا تو اس کو کچھ دینے کے لیے جوتی کے سوا اور کچھ نہ دیکھا وہی دے دی۔ بعد ازاں آپ کو معلوم ہوا کہ اس نے جوتا فروخت کر کے اس کی قیمت کا کوئی پھل خرید ا ہے۔ تو فرمایا "الحمد

للہ "شاید اس کا دل میوے کو چاہتا ہو۔ پس ہم نے اس کی قیمت دے کر غم خواری کی۔"

حضرت حسن بصریؒ کے پاس کوئی سائل آتا' تو اسے دے کر دعا کرتے "یا اللہ! اس نے ہم سے قوت مانگی ہے' اور ہم تجھ سے مغفرت مانگتے ہیں' تو ہماری خیرات کرنے سے مغفرت کے زیادہ لائق ہے۔"

دوستی کے متعلق حضرت امام شافعیؒ کے چند عربی اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔ "جو دوست مصیبت کے وقت مفید نہیں' وہ عملاً و عقلاً دشمن کے قریب قریب ہے۔ دوست اور برادر غمخواری کے لیے ہوتے ہیں۔ ورنہ وہ ناواقف شخص کی حیثیت رکھتے ہیں۔ میں نے بڑی کوشش سے معتبر دوست کی تلاش کی لیکن نہ ملا۔ اس نے میری کوششوں کو تھکا دیا۔ تمام شہر میرے نزدیک بدل گئے ہیں۔ گویا ان کے اندر کوئی بھی ہمدرد و غمخوار انسان نہیں۔" نیز "صدیق کا صاد اور کیمیا کا کاف یک جا نہیں ملتے۔ پس اپنے دل سے ہر دو کی طمع کو کھو دے۔" (واضح ہو کہ عربی کے کسی لفظ میں صاد کاف کے ساتھ ملا ہوا نہیں) یعنی سچے دوست اور کیمیا کی تلاش نہ کر۔"

حضرت عطا سلمیؒ کے پاس گھر کا کام کرنے کے لیے مخنث ملازم تھے۔ کسی نے کہا "کیا آپ کو اس سے گھن نہیں آتی کہ یہ لوگ آپ کے گھر میں ہوں؟" آپ نے فرمایا' بااللہ! میرے خیال میں وہ مجھ سے زیادہ پاکباز' گناہوں میں کم' اور ریا و نفاق میں مجھ سے ادنیٰ درجہ رکھنے والے ہیں' تو میں ان سے کیونکر گھن کروں؟"

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے لوگوں نے مسجد بنانے کو کچھ طلب کیا' لیکن آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا "بھوکے کے پیٹ میں ایک لقمہ جانا یا کسی محتاج کی حاجت روائی کرنا میرے خیال میں مسجد بنانے سے بہتر ہے۔ اگرچہ میں اکیلا ہی اس کی تعمیر کر سکوں۔"

حضرت مطرفؒ بن عبداللہ کے گھر کی دیوار ایک طرف کو جھک گئی۔ لوگوں نے کہا "آپ اسے مرمت کیوں نہیں کراتے؟ آپ نے فرمایا "گھر والا ہمیں اس میں رہنے نہیں دے گا' کہ ہم اس کو مرمت کریں۔ پھر فرمایا "حضرت نوح علیہ السلام نے باوجود اس قدر طویل عمر کے کھجور کی چھال کی ایک جھونپڑی بنا رکھی تھی۔" لوگوں نے کہا "اگر آپ اپنے لیے گھر بنا لیں تو اچھا ہو" آپ نے فرمایا جو چند روز تک مر جائے گا' اس کے واسطے اتنا ہی بہت ہے۔" فرمایا "لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا' کہ دین کو پست کریں گے' اور عمارتوں کو بلند بنائیں گے۔"

حضرت عبدالواحد بن زیادؒ فرماتے ہیں "میرے والد کو اپنے باپ سے ایک بڑی حویلی ورثے میں ملی۔ آپ اس کی ایک کوٹھڑی میں رہتے۔ جب وہ گر جاتی تو دوسری میں رہنا اختیار کرتے۔ حتیٰ کہ اس کی آخری کوٹھڑی میں جا کر آپ کا انتقال ہو گیا' لیکن کبھی مرمت نہ کرائی۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خبر پہنچی کہ دمشق کی مسجد کے ستونوں کو سرخ رنگ دے کر زعفران کی خوشبو دی گئی ہے۔ آپ نے دمشق کے صوبہ دار کو لکھا کہ ان درہموں کے مستحق ان ستونوں سے بڑھ کر مساکین و غربا ہیں۔

معتمر بن سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا مکان گر پڑا۔ میرے باپ نے اسے نہ بنوایا اور فرمایا "موت اس سے بہت قریب ہے۔ پھر ہمارے لیے ایک خیمہ لگوایا' اور اس میں ہم کو رکھا۔ پس ہم اس میں تیس سال سے ہیں۔

ایک آدمی حسن بصریؒ کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا "میں نے مکان بنوایا ہے۔ میری آرزو ہے کہ آپ چلیں اور اس میں برکت کی دعا کریں۔" آپ نے اسے جواب دیا۔ "زمین والوں نے تجھے دھوکا دیا ہے' اور آسمان والے تجھ پر ناراض ہیں' کہ تو نے مضبوط عمارت بنوائی' اور ایک بعید عمر کی امید باندھی۔ حالانکہ چند روز تک تو مر جائے گا۔"

محمدؒ بن سلام بیکندی سے مسجد اور گھروں کو بلند بنوانے میں سنت کے متعلق دریافت کیا' آپ نے فرمایا بقدر قامت انسان کے کہ جس میں آسانی سے کھڑا ہو سکے۔

حضرت ابو معاویہ اسودؒ فرماتے ہیں' میرے دوستوں میں سے جو مجھے اپنے پر فضیلت دے' وہ مجھ سے افضل ہے۔

حضرت ابو سلیمانؒ درانی کے پاس جب کوئی بیٹھتا اور آپ کی طبیعت گھبراتی' تو آپ اپنے نفس کو تنبیہ کرتے' اور فرماتے "تجھے اپنے سے زیادہ نیک لوگوں کی صحبت پسند نہیں۔ جب اس کو اپنے آپ سے اچھا دیکھا' تو اس کے پاس بیٹھنا تجھے مشکل ہو گیا۔"

حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں "خواہشات نفس کی متابعت کرنے والا' دنیا و آخرت دونوں میں گرفتار عذاب رہتا ہے' دنیا میں بوجہ اس کی تلاش کے اور آخرت میں بوجہ حساب کے۔ یاد رہے! جس کی خوراک زیادہ ہے' اس کے پیٹ کا گوشت بھی زیادہ ہو گا' اور جس کے پیٹ کا گوشت زیادہ ہے' اس کی خواہشات بھی بہت زیادہ ہوں گی۔ اور جس کی شہوات زیادہ ہوں' اس کے گناہ زیادہ ہوں گے' اور اس کا دل بھی سخت ہو گا۔ اور جس کا دل سخت ہو گا' وہ معاصی و آفات میں غرق ہو گا۔ وہ آگ میں داخل ہو گا۔"

حضرت حارث بن سعیدؒ فرماتے ہیں' کہ ہم ایک دن کسی عیسائی راہب کے پاس سے گزرے۔ جو جنگل میں رہتا تھا۔ ہم نے اس کی ریاضت و مجاہدہ اور خلوت نشینی دیکھ کر اسے اپنے نفس پر اس قدر سختی کرنے سے منع کیا۔ اس نے جواب دیا۔ "یہ فعل مقابلہ اس امر کے جس کو ہم قیامت میں ملیں گے۔ اور جن سے کہ ہم غافل ہیں' کچھ بھی نہیں ہے۔" ہم میں سے ایک نے کہا "ہم تجھ سے کچھ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔" اس نے کہا "پوچھو' مگر مختصر کرو۔ کیونکہ وقت واپس نہیں آئے گا۔ اور نہ عمر پھر ملے گی۔ اور ڈھونڈنے والا جلدی آ رہا ہے۔" ہم نے اس کے کلام سے تعجب کیا اور پوچھا "قیامت میں اللہ تعالیٰ کے پاس مخلوق کی کیا حالت ہو گی؟" اس نے جواب دیا "اپنی نیتوں کے مطابق۔" پھر ہم نے کہا "کچھ نصیحت کرو۔" اس نے کہا "اپنے سفر کے مطابق زاد راہ لو' اور اپنی راہ لو۔ میں راہب نہیں ہوں بلکہ میں تو ایک کٹ کھانا کتا ہوں' جس نے اپنے کو یہاں قید کر رکھا ہے۔ تاکہ لوگوں کو نہ کاٹوں۔" پھر اپنے غار میں گھس گیا اور ہمیں چھوڑ گیا۔

حضرت عمرو بن ادھمؒ جب بازار نکلتے' تو آنکھیں باندھ لیتے' تاکہ غافلوں اور کافروں کو نہ دیکھیں۔ آپ کا غلام آپ کو پکڑ کر لے جاتا۔ ایک دن اثنائے راہ انہوں نے اپنے غلام سے دریافت کیا "اس وقت ہم کہاں پر ہیں؟" غلام نے کہا "قبرستان میں۔" یہ سن کر آپ نے آنکھوں سے پٹی کھول دی۔ آپ کی نظر قبروں پر پڑی اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر گر پڑے اور مر گئے۔

حضرت میمونؒ بن مہران کو جب کسی دعوت میں بلایا جاتا' تو غریبوں کے پاس بیٹھتے اور ان کے ساتھ برتن چاٹتے۔
کسی بادشاہ نے کسی فقیر کو اپنے محل کے سائے میں بیٹھا دیکھا۔ جس نے سوکھا ٹکڑا پانی میں ڈال کر کھایا اور پھر سو گیا۔ جب اٹھا تو بادشاہ نے اسے بلایا اور پوچھا "جب تو نے پانی کے ساتھ سوکھا ٹکڑا کھایا' اور پھر سو گیا تھا' کیا تو اپنے پروردگار سے خوش تھا؟" فقیر نے کہا "ہاں' لیکن میں تجھے وہ شخص بتاتا ہوں' جو اس سے بھی کم پر خوش ہو گیا۔" بادشاہ نے کہا "وہ کون ہے؟" اس نے کہا "جو آخرت کے بدلے دنیا پر خوش ہو گیا۔" یہ الفاظ بادشاہ پر کارگر ہو گئے' اور بادشاہت چھوڑ کر کملی پہن کر رات کے اندھیرے میں جنگل کی طرف چلا گیا اور پھر واپس نہ آیا۔
حضرت سالمؒ بن ابی الجعد کے ہاتھ میں جو کچھ آتا خرچ کر دیتے۔ اس پر ان کی بیوی نے ملامت کی۔ آپ نے فرمایا "مجھے خود نیکی لے کر تمہیں تکلیف میں چھوڑ جانا اس سے زیادہ پسند ہے کہ خود بدی لے جاؤں اور تمہیں خیر یعنی مال و متاع میں چھوڑ جاؤں۔
حضرت مالک بن دینارؒ سے کسی نے کہا "کیا آپ کے پاس قاری کو لائیں' جو آپ کو قرآن مجید سنائے؟" آپ نے کہا "بچہ گم کرنے والی کو نوحہ یاد دلانے کی ضرورت نہیں۔"
حضرت ابو عمران جونیؒ فرماتے ہیں "قیامت کو جو کچھ انسان کے ساتھ ہو گا' جانور دیکھیں گے' تو کہیں گے' شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں انسان نہیں بنایا۔"
حضرت معروف کرخیؒ کے سامنے لوگوں نے اقامت کہی۔ ایک صوفی کو نماز پڑھانے کے لیے آگے کرنے لگے۔ اس نے انکار کر دیا اور کہنے لگا "مجھے خوف ہے کہ میں نماز پڑھتا مر جاؤں' اور لوگوں کی نماز پریشان ہو۔" لوگوں نے اصرار کیا' تو اس نے کہا "میں اس شرط پر پڑھاتا ہوں' کہ دوسری نماز نہ پڑھاؤں گا۔" معروف کرخیؒ نے کہا "اے دوست! پیچھے ہٹ جا' تو دیوانہ ہے' پہلے تو تو نماز میں مر جانے سے ڈرتا تھا۔ پھر تیرے دل میں خیال آتا ہے' کہ تو دوسری نماز تک زندہ رہے گا۔" پھر دوسرے کو امام بنایا۔ اس نے جماعت کرائی۔
ایک دفعہ ایک قوم حضرت معروف کرخیؒ کے پاس سے دریائے دجلہ میں کشتی پر گزری۔ جس کے پاس شراب اور دیگر سامان تعیش رکھا تھا۔ لوگوں نے آپ سے کہا' کہ آپ ان کے واسطے بددعا کیوں نہیں کرتے؟ تو آپ نے فرمایا "اے اللہ! ان کو آخرت میں بھی ایسا ہی خوش و خرم رکھ جیسے یہ دنیا میں خوش ہیں۔" لوگوں نے کہا "ہم نے بددعا کی گزارش کی تھی۔ آپ نے فرمایا "العیاذ باللہ میں کسی مسلمان پر بددعا کروں۔ بیشک اللہ تعالیٰ آخرت میں اسی وقت خوش کرے گا' جب دنیا میں توبہ کی توفیق دے کر ان کو معاف کر دے گا۔ یہ اس کی حسن سیاست میں سے ہے۔"
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی "اے اللہ! جو تجھے مخلوق سے زیادہ پیارا ہے' وہ مجھے بتلا۔" فرمایا "اے موسیٰ! مجھے سب سے پیارا وہ ہے' جو مومن کے کانٹے لگنے کی خبر پا کر اسی طرح غمگین ہو کہ خود اسی کے کانٹا لگا ہے۔"
کسی نے حضرت مطرفؒ بن عبداللہ پر جھوٹ بولا۔ آپ نے دعا کی "یا اللہ! اگر یہ کاذب ہے' تو اسے اسی دم ہلاک کر دے۔" وہ گر کر مر گیا۔ لوگ یہ دیکھ کر مطرفؒ کو چمٹ گئے' اور حاکم بصرہ کے پاس لائے اور واقعہ بیان کیا۔ نیک دل

حاکم نے سنا تو کہنے لگا۔ یہ نیک مرد کی دعا اس شخص کی موت کے ٹھیک وقت پر صادر ہوئی۔ لہٰذا بے قصور ہیں۔

حضرت معاویہؓ سے جب کوئی ضرورت کو کہتا تو اس میں سے بعض حاجت پوری ہوتی تو اتنی ہی مقدار اپنے فکر میں کمی محسوس کرتے۔ کیونکہ آپ کی انسانی ہمدردی بہت بڑھی ہوئی تھی۔

امیرالمومنین حضرت عمرؓ نے ایک شخص کے پیٹ کا چمڑا لٹکتے ہوئے دیکھا تو اس پر درہ لے کر لپکے اور فرمایا "اس کا پیٹ کافر کے پیٹ کی طرح ہے۔" نیز آپ جسے اکثر گوشت خریدتے دیکھتے تو اسے بھی تنبیہ فرماتے کہ کیا تجھے معلوم نہیں، شراب کی طرح گوشت کی بھی عادت ہو جاتی ہے۔

حضرت ربیع بن انس" فرماتے ہیں۔ مچھر جب تک بھوکا ہے، زندہ رہتا ہے۔ سیر ہو جائے، تو موٹا ہو جاتا ہے، اور جب موٹا ہو جائے، تو مر جاتا ہے۔ ایسا ہی انسان کہ جب موٹا ہو جاتا ہے، تو اس کا دل مر جاتا ہے۔

سفیان ثوری" دعوت ولیمہ میں بلائے جاتے تو روٹی اپنے گھر سے لے جاتے۔ صاحب خانہ جب کہتا "یہ کیوں نہیں کھاتے؟" تو فرماتے "تجھے اپنی روٹی کا حال معلوم مجھے اپنی کا۔ پس ہر ایک اپنے اپنے علم کے مطابق کھانا کھائے۔"

حضرت ابراہیم بن ادھم" شام تک کام کرتے، جب انہیں اجرت دی جاتی، تو اس کی طرف دیکھتے اور فرماتے "میں ڈرتا ہوں کہ میں نے پوری طاقت صرف نہ کی ہو، جیسا یہ شخص چاہتا تھا۔" پھر اجرت نہ لیتے اور اکثر بھوکے رہتے۔

حضرت سفیان ثوری" فرماتے ہیں "میرا جو عمل نیک ظاہر ہو جائے، میں اس عمل کو شمار نہیں کرتا۔ کیونکہ جب لوگ دیکھ لیں، تو ہمارے جیسوں سے اخلاص نہیں ہو سکتا۔"

حضرت ابراہیم تیمی" غلاموں جیسے کپڑے پہنا کرتے تھے۔ ان کے دوستوں کے سوا کوئی ان کو عالم نہ جانتا تھا۔ فرمایا کرتے "مخلص وہ ہے، جو اپنی نیکیوں کو برائی کی طرح مخفی رکھے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں "جو لوگوں کو مشکل مسائل بغیر توقف اور تامل کے بتلائے، اس نے اپنے آپ کو دوزخ میں ڈالنا چاہا ہے، اور جو لوگوں کو تمام باتوں کا جواب دے، وہ دیوانہ ہے۔"

حضرت مکحول" فرماتے ہیں "جس شخص نے قرآن مجید سیکھا اور اس میں تفقہ بھی حاصل کیا، پھر وہ کسی امیر کے پاس بغیر کسی خاص ضرورت کے جائے، تو وہ اپنے قدموں کے مقدار جہنم میں داخل ہوا۔

حضرت ابو امامہ" ایک شخص کے پاس سے گزرے، جو سجدہ میں رو رہا تھا، تو فرمانے لگے "یہ نہایت اچھا ہوتا، اگر گھر میں ہوتا، جہاں تجھے کوئی نہ دیکھتا۔" نیز فرمایا "حضرت عمرؓ جب کسی نمازی کو گردن جھکائے دیکھتے، تو درے لگاتے اور فرماتے تیرا بھلا ہو، خشوع تو دل میں ہوتا ہے، نہ کہ گردن جھکانے میں۔"

بصرہ کے حاکم نے مالک بن دینار" سے کہا "تجھے علم ہے کس بات نے تجھے ہمارے سامنے درشتی اور سخت کلامی کی جرات دی؟ اور ہمیں تیرے مقابلے کی طاقت نہیں؟ اس کا باعث تیرا ہم سے بے طمع اور دنیا سے بے رغبتی ہے۔"

ابو عبداللہ سمرقندی" کی جب لوگ تعریف کرتے تو فرماتے "واللہ میری اور تمہاری مثال اس لڑکی کی سی ہے، جس کی بکارت زنا سے زائل ہو گئی ہو، اور اس کے گھر والوں کو معلوم نہ ہو۔ وہ اس کی شب زفاف پر خوش ہوں، مگر لڑکی اپنی

فضیحت کے خوف سے غمگین ہو۔"

میمونؒ بن مہران فرماتے ہیں "کہ بغیر باطن کے صرف ظاہر اچھا ہونا' اس پاخانہ کی طرح ہے' جس کی بیرونی طرف خوب آراستہ ہو اور اس کی اندرونی طرف بدبو اور پلیدی ہو۔"

حضرت ابن سماکؒ فرماتے ہیں "جب تم ایسے فعل کرتے ہو' جن پر اللہ تعالیٰ ناخوش ہوتا ہے' تو جیسا اس وقت عذر کرتے ہو' کہ اللہ تعالیٰ نے یونہی مقدر کیا تھا' ایسے ہی تم اپنے حاکموں اور ایذا رساں ظالموں کو بھی معذور خیال کرو' کیونکہ ان کی تقدیر میں بھی تم پر ظلم لکھا ہے۔ کوئی ان میں سے یہ نہیں چاہتا' کہ تم میں سے کسی پر کوئی ظلم کرے' یاد رہے! کہ تمہارے اعمال ہی تم پر ظلم ہونے کا سبب ہیں جیسا کہ آنحضرتؐ کا فرمان ہے اعمالکم عمالکم یعنی تمہارے اعمال ہی تمہارے حاکم ہیں۔"

حضرت طاوسؒ اکثر اپنے گھر میں بیٹھے رہتے۔ جب ان سے اس کا باعث پوچھا گیا' تو فرمانے لگے "حاکموں کے ظلم' رعیت کی تباہ کاری اور سنت کے جاتے رہنے کے باعث میں نے یہ تنہائی اختیار کی ہے' کیونکہ جو حق کے قائم کرنے میں غلام اور اپنے بیٹے میں فرق کرے' وہ ظالم ہے۔"

حضرت زیدؒ الفی فرماتے ہیں کہ میں نے کسی آسمانی کتاب میں دیکھا ہے "اے ابن آدم! میں نے تیرے واسطے دو توبڑے بنائے ہیں' ایک آگے ایک پیچھے' جو تیرے پیچھے ہے' اس میں تیرے عیب ہیں اور جو تیرے آگے ہے اس میں لوگوں کے عیب ہیں۔ اگر تو پیچھے والے کو دیکھے' تو آگے والے سے غافل ہو جائے' یعنی ان کی عیب چینی نہ کرے۔"

میمونؒ بن مہران فرماتے ہیں "میرے نزدیک عمر بن عبدالعزیزؒ سے بڑھ کر کوئی پیارا نہ تھا۔ لیکن مجھے ان کے حاکم ہونے کی حالت میں دیکھنے سے ان کو مردہ دیکھنا زیادہ پسند ہے۔"

علم پڑھنا اور اس کا بڑھنا بے فائدہ ہے' جب تک کہ اطاعت و خوف بھی ساتھ ساتھ نہ بڑھیں۔

حضرت مالک بن دینارؒ: "جب لاغر حاکم موٹا ہو جائے' تو جان لو کہ وہ رعیت اور اپنے رب کی خیانت کرتا ہے۔"

ابو العالیہؒ ایک دفعہ ہارون الرشید کے پاس آئے اور فرمایا "مظلوموں کی دعا سے خائف رہ' کیونکہ ان کی دعا رد نہیں ہوتی' اگرچہ فاجر و گنہگار اور کافر ہی کیوں نہ ہو۔"

حضرت مالک بن دینارؒ کے پاس اگر کتا آبیٹھتا' تو اسے نہ دھتکارتے اور فرماتے "برے دوست سے یہ اچھا ہے اور آدمی کے برا ہونے کو یہی کافی ہے' کہ وہ خود نیک نہ ہو اور نیک لوگوں کو برا کہے۔"

حضرت حسن بصریؒ کو جو شخص دیکھتا' اسے خیال گزرتا' کہ گویا ابھی کسی ناگہانی مصیبت میں مبتلا ہوئے ہیں۔ کیونکہ اکثر رنج و غم ان پر طاری رہتا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں "مجھے نزع کے وقت کم تکلیف کا ہونا پسند نہیں ہے' کیونکہ یہ آخری مصیبت ہے' جس پر مومن کو اجر ملے گا۔

حضرت سہل تستریؒ سے عبداللہ بن مبارکؒ نے دریافت کیا کہ کیا آپ کو پسند ہے کہ آپ کل مر جائیں؟ فرمایا

"نہیں بلکہ ابھی مرنے کو پسند کرتا ہوں۔"

سلطان سنجر شاہ والی ملک نیمروز نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت مبارک میں درخواست لکھ کر بھیجی کہ بسلسلہ خدمات دین واشاعت اسلام' میں دو سو گاؤں کا معافی نامہ ہمیشہ کے لیے بطور نذر حقیر پیش کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ قبول فرما کر سرفراز فرمائیں گے۔ آپ نے اسی رقعہ کی پشت پر قطعہ لکھ کر واپس بھیج دیا۔

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد   در دل اگر گود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ خبر یافتم از ملک نیم شب   من ملک نیمروز بیک جو نمی خرم

حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص آپ کی سخت غیبت کرتا ہے۔ آپ نے اس شخص کے پاس ایک طبق چھوہاروں کا بہ سبیل عذر بھیج دیا اور کہا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو نے اپنی نیکیاں میرے دفتر اعمال میں منتقل کر دی ہیں۔ میں نے چاہا کہ اس کا کچھ عوض ادا کروں' معاف کرنا' مجھ میں پورے معاوضے کی طاقت نہیں۔"

حضرت مالکؒ بن دینار نے ایک مکان کرائے پر لیا۔ آپ کے ہمسائے میں ایک یہودی رہتا تھا۔ آپ کے گھر کی محراب یہودی کے مکان کے دروازے پر تھی۔ اس نے پاخانہ بنالیا اور غلاظت آپ کے گھر میں پھینکتا اور محراب کو پلید کر دیتا۔ ایک مدت تک اس نے ایسا ہی کیا' اور آپ نے کسی سے ذکر نہ کیا' اور نہ ہی اس سے شکایت کی۔ ایک دن وہ یہودی آپ کے پاس آیا اور کہا "اے مالکؒ! تجھے میرے اس پاخانہ سے تکلیف تو نہیں؟" آپ نے فرمایا "تکلیف تو ضرور ہے' لیکن میں نے ایک تغار اور جھاڑو بنالی ہے' اس سے صاف کر لیتا ہوں اور دھو لیتا ہوں۔" اس نے کہا "یہ تکلیف آپ کس لیے برداشت کرتے ہیں؟" آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کا ایسا ہی حکم ہے۔ والکاظمین الغیظ۔ یہودی نے کہا "افسوس کہ اللہ کا دوست دشمن کا رنج اٹھائے اور ہرگز فریاد نہ کرے اور اس حد تک صبر کرے۔" یہ کہا اور وہ یہودی اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

سالہا سال گزر گئے کہ آپ شیریں' ترش یا نمکین کوئی چیز نہ کھاتے اور صرف روکھی پھیکی روٹی پر گزران کرتے اور اسی سے تسلی پاتے۔ ایک مرتبہ آپ بیمار ہو گئے اور آپ کے دل میں گوشت کی خواہش پیدا ہوئی۔ آپ نے صبر کیا۔ جب تقاضائے نفس حد سے گزر گیا' تو آپ قصاب کی دکان پر گئے اور گوشت خریدا' اور آستین میں رکھ کر چل دیئے۔ قصاب نے اپنا شاگرد آپ کے تعاقب میں بھیجا' تاکہ معلوم کرے کہ آپ گوشت کو کیا کریں گے' تھوڑی دیر کے بعد شاگرد نے واپس آ کر بیان کیا کہ جب آپ غیر آباد جگہ پر پہنچے' تو گوشت کو آستین سے باہر نکالا۔ اور تین بار سونگھا اور گوشت ایک فقیر کو دے دیا اور کہا کہ "اے جسم ضعیف! میں یہ تکلیف جو تجھ کو دیتا ہوں' یہ خیال مت کر کہ یہ کسی دشمنی کی وجہ سے ہے۔ چند روز صبر کر کہ شاید یہ محنت ختم ہو جائے' اور نعمت نصیب ہو کہ جسے ہرگز زوال نہ ہوگا۔

ایک دن ایک عورت نے آپ سے کہا "اے ریاکار!" آپ نے جواب دیا "بیس سال ہوئے کہ کسی نے میرا نام لے کر نہیں بلایا۔ لیکن تو نے ٹھیک پہچانا کہ میں کون ہوں۔"

حضرت واسعؒ نے اپنے بیٹے کو ذرا اترا اتراں چال چلتے دیکھا۔ آپ نے فرمایا "تجھے کچھ خبر ہے' تو کون ہے؟ تیری ماں کو میں نے دو سو درہم کے عوض خریدا' اور میں تیرا باپ تمام مسلمانوں سے بدتر ہوں۔ پھر یہ تیرا اترانا کس بات پر ہے؟"

حضرت حبیب عجمیؒ ایک مرتبہ اپنا پوستین راہ میں رکھ کر وضو کرنے چلے گئے۔ حضرت حسن بصریؒ کا گزر ادھر سے ہوا تو آپ وہاں پر ٹھہر گئے' تاکہ کوئی پوستین اٹھا نہ لے جائے۔ تھوڑی دیر میں جب واپس تشریف لائے اور سلام کہا اور پوچھا کہ آپ یہاں کیسے کھڑے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ آپ پوستین کس کے بھروسے پر چھوڑ گئے تھے' اگر کوئی لے جاتا؟ آپ نے فرمایا "اس کے بھروسے پر جس نے تجھ کو اس کی نگہبانی پر مقرر کیا۔"

حضرت حاتم اصمؒ فرماتے ہیں "شیطان مجھ سے سوال کرتا ہے' تیرا کھانا کیا ہے' لباس کیا ہے اور سکونت کہاں ہے؟" میں جواب دیتا ہوں کہ "میری غذا موت ہے' میرا لباس کفن ہے اور میرا مسکن قبر ہے۔"

شیخ داؤدؒ فرماتے ہیں۔ دنیا میں سب سے زیادہ کمزور وہ شخص ہے' جو اپنی شہوت کے ضبط پر قدرت نہ رکھتا ہو' اور سب سے زیادہ طاقتور وہ ہے' جو ضبط پر قدرت رکھتا ہو۔"

حضرت ابو حازمؒ ایک روز قصاب کے قریب سے گزرے۔ آپ نے گوشت کی طرف دیکھا' تو قصاب نے کہا "لے لیجئے۔ اچھا' عمدہ اور فربہ ہے۔" فرمایا "میرے پاس قیمت نہیں۔" قصاب نے کہا "میں مہلت پر دے دیتا ہوں۔ جب ہو گی' دے دیجئے گا۔" فرمایا "میں اپنے نفس کو مہلت دے لوں گا۔" قصاب نے کہا "اسی لئے تمہارے پہلو کی ہڈیاں نظر آ رہی ہیں۔" فرمایا "قبر کے کیڑوں کے لیے یہ کافی ہیں۔"

حضرت حسن بصریؒ ایک روز حضرت رابعہؒ کے عبادت کدہ میں گئے اور کہا "وہ علوم جو نہ تم نے علم سے حاصل کیے اور نہ کسی سے سنے' بلکہ جو بلاواسطہ خلق تمہارے دل میں پیدا ہوئے ہوں' مجھ سے کچھ بیان کرو۔" آپ نے کہا "میں نے چند کلاہ بنے تھے' تاکہ انہیں فروخت کروں اور ان سے قوت حاصل کر سکوں' میں نے دو درہم کے عوض بیچ ڈالے۔ ایک درہم کو میں نے ایک ہاتھ میں پکڑا اور دوسرے کو دوسرے ہاتھ میں۔ مجھے خوف ہوا کہ اگر میں دونوں درہموں کو ایک ہی ہاتھ میں پکڑوں گی تو جفت ہوں گے اور مجھ کو راہ سے بدراہ کر دیں گے۔ میری آج کی فتح یہ تھی۔" اس کے علاوہ طریقت و حقیقت کی گفتگو ہوتی رہی۔ نہ تو میرے دل میں خیال آیا کہ میں مرد ہوں' نہ اس کے دل میں خیال گزرا کہ میں عورت ہوں۔ آخر الامر جب میں اٹھا' تو اپنے آپ کو مفلس اور اس کو مخلص پایا۔

حضرت احمد حربؒ کے پڑوس میں ایک شخص کے ہاں چوری ہو گئی۔ آپ اپنے احباب کے ساتھ اس کی غمخواری کو گئے۔ پڑوسی نے گمان کیا کہ قحط پڑا ہوا ہے' اس لیے دستر خوان کا حکم دیا۔ حضرت احمدؒ نے کہا "ہم تو چوری کا حادثہ سن کر افسوس کے لئے آئے ہیں۔" اس نے کہا "اس واقعہ سے مجھ پر تین شکر واجب ہوئے ہیں۔ اول یہ کہ دوسروں نے میرا مال چرایا' میں نے نہیں۔ دوسرے یہ کہ ابھی آدھا مال میرے پاس موجود ہے۔ تیسرے یہ کہ "دنیا کو ضرر پہنچا ہے اور دین میرے پاس ہے۔"

حضرت ابو عباسؒ ٹوپیاں بنا کر گزارہ کرتے اور کمائی کا آدھا حصہ صدقہ میں دیتے۔ ایک دولت مند نے آپ سے پوچھا "زکوٰۃ کسے دوں؟" فرمایا "جس پر تمہارا دل مطمئن ہو۔" اس نے ایک اندھے کو روپے دیئے۔ اتفاقاً دوسرے دن اس اندھے کو دیکھا کہ خرابات میں شراب پی کر گانا سن رہا ہے' اور ان سے بدتر فعل کا مرتکب ہونے کو ہے' اس نے

شیخ کو یہ ماجرا سنایا۔ انہوں نے ایک روپیہ دیا اور کہا جو شخص سامنے آئے' اسے دے دینا۔ ایک سید پہلے نظر پڑا' اور اس کے حوالے کیا اور چپکے سے اس کے پیچھے ہو لیا۔ وہ ویرانے میں گیا اور ایک مردہ چکور دامن سے نکال کر پھینک دیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ تین روز سے اپنے بال بچوں سمیت بھوکا تھا' اور سوال کی ذلت اپنے اوپر روا نہ رکھتا تھا۔ بحالت اضطرار مردہ جانور اٹھا کر لے گیا تھا۔ اضطرار جاتا رہا' تو اسے پھینک دیا۔ شیخ نے فرمایا "مال حلال ایسی ہی جگہ پہنچ جاتا ہے اور جس میں شبہ ہو' مست اندھوں کے ہاتھ پڑتا ہے۔

کچھ لوگ امتحان کی غرض سے حضرت رابعہؒ کی خدمت میں آئے اور کہا "اللہ تعالیٰ نے تمام فضائل مردوں پر نچھاور کئے ہیں' اور کرامت بھی مردوں ہی سے مخصوص ہے۔ آج تک کوئی عورت پیغمبر کے درجے پر فائز المرام نہیں ہوئی ہے۔ آپ یہ لاف زنی کس لیے کرتی ہیں؟" آپ نے جواب دیا "خدائی کا دعویٰ آج تک کسی عورت نے نہیں کیا' انبیا بھی آخر عورت ہی کے پیٹ سے نکلتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے' لیکن بغیر ماں کے آج تک کوئی پیدا نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ آج تک کوئی عورت مخنث نہیں ہوئی۔ یہ صرف مردوں ہی کے حصے میں آئی ہے۔

عبدالواحدؒ اور حضرت سفیانؒ ایک روز حضرت رابعہؒ کی عیادت کو گئے' لیکن آپ کی ہیبت کے باعث باتوں کی ابتدا نہ کی۔ آپ نے سفیانؒ سے کہا "کچھ فرمایئے۔" انہوں نے کہا "اے رابعہ! دعا کرتا ہوں حق تعالیٰ اس رنج کو تجھ سے آسان کردے۔" آپ نے یہ سن کر ان کی طرف دیکھا اور کہا "اے سفیانؒ! کیا تم نہیں جانتے کہ یہ بیماری مجھ پر اس کے حکم سے ہے۔" انہوں نے کہا جانتا ہوں۔" آپ نے کہا "جب تو جانتا ہے' تب ہی مجھے حکم کرتا ہے کہ درخواست کروں' اور وہ بھی اس کی مرضی کے خلاف' حالانکہ دوست کی مرضی کے خلاف کرنا درست نہیں۔"

ایک شخص امام ابو حنیفہؒ کے پاس آیا اور پوچھا کہ آپ کے والد کا انتقال ہو چکا ہے؟" آپ نے فرمایا "ہاں۔" پھر فرمایا "آپ کی والدہ زندہ ہیں؟" فرمایا "ہاں زندہ ہیں۔" وہ کہنے لگا "میں نے سنا ہے' کہ آپ کی والدہ بڑی حسینہ و جمیلہ ہیں' اس لیے میں ان سے نکاح کرنے آیا ہوں' آپ ان کا نکاح میرے ساتھ کر دیجئے۔" فرمایا کہ عاقل و بالغ ہیں' اپنے نکاح کا اختیار ہے' میں جبر نہیں کر سکتا۔ البتہ ان سے پوچھ سکتا ہوں۔" آپ پوچھنے جا رہے تھے' اتفاق سے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ تڑپ تڑپ کر جان دے رہا تھا' فرمایا "ابو حنیفہؒ کے صبر نے اس کی جان لے لی۔"

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں' کہ صبر کی نعمت ایسی ہے' جو فرشتوں کو بھی نہیں ملی۔ کیونکہ ان میں نفس اور نفسانی خواہشات بھی نہیں ہیں' تو ان کو ایسی کشمکش بھی پیش نہیں آتی۔

حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے امتحان کی غرض سے ایک شخص آیا۔ اس نے سنا تھا کہ آپ بڑے جوشیلے اور تیز طبع ہیں۔ دہلی کی جامع مسجد میں مولانا تشریف رکھتے تھے۔ وہ آیا اور مجمع میں با آواز بلند پوچھا۔ "میں نے سنا ہے کہ آپ حرامی ہیں؟" مولانا نے فرمایا "تم سے کسی نے غلط کہا ہے۔ میری ماں کے نکاح کے گواہ ابھی زندہ ہیں۔ اگر یقین نہ ہو' تو تصدیق کرا دوں۔" وہ شخص قدموں میں گر پڑا اور کہنے لگا "میں تو امتحان کرتا تھا کہ آپ کی تیزی تکبر سے تو نہیں ہے لیکن معلوم ہوا کہ سارا غصہ اور تکبر اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔"

حضرت امام احمد بن حنبلؒ بغداد میں رہتے تھے' لیکن بغداد کی روٹی نہ کھاتے تھے۔ کہ اس زمین کو حضرت عمرؓ نے غازیوں پر وقف فرمایا ہے۔ آپ موصل سے آٹا منگواتے اور اس کی روٹی بنوا کر کھاتے۔ آپ کے بیٹے ایک سال اصفہان میں قاضی رہے۔ یہ صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔ اور رات کو دو ساعت سے زیادہ نہ سوتے تھے۔ اپنے مکان کے دروازے پر ایک عبادت خانہ بنایا ہوا تھا۔ دن رات اسی میں رہتے تھے' اس خیال سے کہ مبادا رات کو کسی شخص کو کام پڑے اور دروازہ بند ہو۔ غرضیکہ یہ اس قسم کے اللہ ترس و متقی قاضی تھے۔ ایک دن امام احمد حنبلؒ کے لیے روٹی پکائی جارہی تھی۔ خادم نے آپ کے صاحبزادے قاضی مذکور سے خمیر لے کر پکائی۔ روٹی لائی گئی' تو آپ نے پوچھا "اس روٹی کو کیا ہوا؟" خادم نے کہا خمیر آپ کے صاحبزادے صالح کے ہاں سے لے لیا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا "اس نے ایک سال اصفہان میں قضا کی ہے۔ اس کی روٹی میرے حلق کے قابل نہیں ہے۔" خادم نے پوچھا "اس روٹی کو کیا کریں؟" آپ نے فرمایا "رکھ چھوڑو' جب کوئی سائل آئے' تو اس سے کہہ دینا کہ خمیر صالح کا ہے اور آٹا احمد کا' اگر تم پسند کرتے ہو' لے لو۔ وہ روٹی چالیس روز رکھی رہی' کوئی سائل نہ آیا۔ اس روٹی میں بو پیدا ہو گئی۔ خادم نے اسے دریائے دجلہ میں پھینک دیا۔ آپ نے اس کے بعد دجلہ کی مچھلی کھانی چھوڑ دی۔ آپ کا تقویٰ اس حد تک پہنچا ہوا تھا۔ فرماتے ہیں کہ جس کے پاس ایک سرمہ دانی بھی چاندی کی ہو' اس کے پاس بھی بیٹھنا نہ چاہیے۔

ایک بار آپ (احمد حنبلؒ) مکہ تشریف لے گئے تاکہ حضرت سفیان بن عیینہؒ سے احادیث سنیں۔ آپ ہر روز ان کے ہاں تشریف لے جاتے۔ ایک دن نہ گئے۔ انہوں نے آدمی بھیجا۔ تاکہ معلوم ہو کہ آپ کس وجہ سے تشریف نہیں لائے۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' تو معلوم ہوا کہ آپ نے اپنے کپڑے دھوبی کو دیئے ہوئے ہیں' اور آپ برہنہ بیٹھے ہیں۔ اس شخص نے کہا' میں چند دینار آپ کو دیتا ہوں۔ تاکہ آپ انہیں اپنے مصرف میں لائیں۔ آپ نے انکار کر دیا۔ اس نے کہا میں اپنے کپڑے بطریق احسن مستعار دیتا ہوں۔ آپ نے پھر بھی انکار کر دیا۔ اس نے کہا میں واپس نہ جاؤں گا۔ جب تک آپ اس کی کوئی تدبیر نہ کریں گے۔ آپ نے فرمایا میں ایک کتاب لکھتا ہوں' اس کو فروخت کر کے کپڑا خرید لاؤ۔ اس نے کہا' کتان خرید لاؤں۔ آپ نے فرمایا "نہیں دس گز ٹاٹ خرید لاؤ۔ پانچ گز کا کرتہ بنالوں گا اور پانچ گز کا تہ بند۔"

حضرت حارثؒ محاسبی کو اسی ہزار دینار ترکہ پدری سے ملے تھے۔ آپ نے فرمایا "انہیں بیت المال میں جمع کرا دو۔" لوگوں نے کہا "یہ کیوں؟" آپ نے فرمایا "آنحضرت کا ارشاد ہے کہ مسلمان آتش پرست کی میراث قبول نہیں کرتا۔ میرا باپ آتش پرست تھا اور میں مسلمان ہوں۔"

حضرت سہل تستریؒ نے اپنے ایک مرید سے ذکر کیا کہ بصرہ میں ایک نانبائی ہے' جو درجہ ولایت تک پہنچا ہوا ہے' مرید اٹھ بیٹھا' اور بصرہ روانہ ہو گیا۔ اس نے وہاں جا کر دیکھا کہ اس نانبائی نے نانبائیوں کی طرح ڈاڑھی کے گرد کپڑا لپیٹا ہوا تھا۔ جب آپ کے مرید کی نظر اس پر پڑی' تو اس نے خیال کیا کہ اگر درجہ ولایت پر ہوتا' تو آگ سے احتراز نہ کرتا۔ پھر اس نے سلام کیا اور یہی سوال کیا۔ نانبائی نے کہا' تو نے ابتدا میں مجھے حقارت کی نظروں سے دیکھا ہے' اس

لیے تجھے میرے سخن سے فائدہ نہ ہو گا۔

حضرت احمد بن حرب ؒ کی زیارت کے لیے چند سادات نیشاپور آئے۔ آپ کا ایک لڑکا نہایت رند تھا' جو مستی کی حالت میں رباب لیے گھر سے نکلا' اور نہایت بے پروائی کی ادا سے ان سادات کے سامنے سے گزرا' اور ان کا کچھ پاس ولحاظ نہ کیا۔ تمام سادات اس بات سے نہایت ملول ہوئے۔ آپ نے جب یہ حالت دیکھی تو ان سادات سے معذرت طلب کی اور کہا' ایک دن میں نے ایک پڑوسی کے ہاں سے کھانا کھایا تھا اور اسی رات گھر میں خلوت کا اتفاق ہوا' اس سے لڑکا پیدا ہوا۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ یہ کھانا بادشاہ کے گھر کا تھا۔"

لوگوں نے خلیفہ ہارون الرشید سے کہا کہ حضرت امام شافعیؒ کو قرآن شریف حفظ نہیں ہے اور در حقیقت یہ بات صحیح تھی۔ لیکن ان کی قوت حافظہ نہایت زبردست تھی۔ خلیفہ نے آپ کا امتحان کرنا چاہا۔ اور رمضان المبارک میں آپ کو امام کیا۔ آپ دن بھر میں ایک پارہ یاد کر لیتے اور اسی رات تراویح میں سنا دیتے۔ یہاں تک کہ آپ نے ماہ رمضان میں تمام قرآن مجید حفظ کر لیا۔

حضرت فضیل ؒ نے بوقت انتقال اپنی اہلیہ سے وصیت کی' کہ جب مجھے دفن کر چکو' تو ان دونوں بیٹوں کو کوہ قیس پر لے جانا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہنا کہ اے اللہ! فضیل ؒ نے مجھے وصیت کی ہے کہ جب تک زندہ رہا' ان پناہ گزینوں کو اپنی طاقت کے مطابق اپنے پاس رکھا۔ اب جب تو نے قبر کے قید خانے میں محبوس کر دیا' تو میں ان پناہ گزینوں کو تجھے واپس دیتا ہوں۔ بعد تدفین آپ کی اہلیہ نے وصیت کے مطابق عمل کیا اور مناجات کر کے اپنی بے بسی پر بہت روئی۔ اس اثنا میں امیر یمن مع اپنے دو بیٹوں کے اس جگہ پہنچ گیا اور اس نالہ وزاری کو سنا اور حال پوچھا آپ کی اہلیہ نے تمام حالت بیان کی۔ امیر یمن نے سب باتیں سن کر کہا کہ میں ان دونوں لڑکیوں کو اپنے دونوں بیٹوں کے بیاہ میں دیتا ہوں۔ چنانچہ ان کو اپنے ہمراہ یمن لے گیا' اور بزرگوں کو جمع کر کے دس دس ہزار مہر پر ان کا نکاح کر دیا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے۔ حق تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم ادھم ؒ ایک رات غیر آباد مسجد میں گئے' جس کے کواڑ نہ تھے۔ دیکھا کہ تین درویش سو رہے ہیں۔ سردی نہایت سخت تھی۔ آپ صبح تک مسجد کے دروازے ہی میں کھڑے رہے۔ انہوں نے پوچھا' آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا' ہوا سرد تھی۔ میں نے خیال کیا کہ دروازہ روکے رکھوں' تاکہ تمہیں سرد ہوا کم لگے۔

ایک عیالدار شام کے وقت گھر کی جانب جا رہا تھا۔ اس روز اس نے کچھ کمایا نہ تھا' اور نہایت غمگین اور تہی دست تھا کہ اپنے عیال واطفال سے کیا کہوں گا؟ راستہ میں حضرت ابراہیم ادھم ؒ کو بیٹھے ہوئے دیکھا' اور کہا "اے ابراہیم ؒ! مجھے آپ کی حالت پر رشک آتا ہے' کہ آپ ایسے فارغ و ساکن بیٹھے ہیں' اور میں اس طرح عاجز و سرگرداں ہوں۔" آپ نے یہ سن کر کہا "میں نے آج تک جس قدر مقبول عبادات اور پسندیدہ خیرات کی ہے' وہ سب میں نے تجھے بخش دی' اور تم اس ایک ساعت کا غم مجھے بخش دو۔"

ایک بزرگ فرماتے ہیں' کہ میں ایک روز حضرت بشر حافی ؒ کی خدمت میں تھا۔ سردی زیادہ تھی' میں نے آپ کو برہنہ

دیکھا' آپ کانپ رہے تھے۔ میں نے کہا "یہ کیا حال ہے؟" آپ نے فرمایا "میں نے درویشوں اور غریبوں کو یاد کیا۔ میرے پاس مال نہیں کہ ان کی مدد کر سکوں۔ پھر میں نے چاہا کہ بدن ہی سے ان کی موافقت کروں۔"

ایک جوان ہمیشہ صوفیائے کرام کا انکار کرتا تھا۔ ایک روز حضرت ذوالنون ؒ نے اس کو انگشتری دی اور فرمایا "اسے نانبائی کے پاس لے جا' اور ایک دینار کے عوض گروی رکھ دو۔" وہ جوان اس انگشتری کو لے گیا۔ نانبائی نے اس کو کہا "میں ایک درم سے زیادہ نہیں دے سکتا۔" وہ جوان انگشتری صراف کے پاس لے گیا۔ صراف نے ایک ہزار دینار اس کی قیمت بتائی۔ وہ پھر آپ کی خدمت میں واپس آیا۔ آپ نے فرمایا "تیرا علم صوفیائے کرام کے متعلق نانبائی کے علم کی طرح ہے' جو اسے انگشتری کے متعلق تھا۔" یہ سن کر اس نے توبہ کی اور تکبر و انکار سے نکل گیا۔

لوگوں نے امام احمد بن حنبل ؒ سے پوچھا کہ آپ ان صوفیائے کرام کے بارے میں کیا فرماتے ہیں' جو بے علم ہیں۔ اور توکل کیے مسجدوں میں بیٹھے ہیں؟ آپ نے فرمایا "یہ تمہاری غلطی ہے' جو تم انہیں بے علم کہتے ہو۔ ان کو علم ہی نے متوکل بٹھایا ہے۔" لوگوں نے کہا' ان کی تمام نیت محض روٹی کے ٹکڑے ہی کے لیے ہے۔" آپ نے فرمایا "میں ان سے بڑھ کر روئے زمین پر کسی قوم کو نہیں دیکھتا' جن کی نیت دنیا میں روٹی کے ٹکڑے سے زیادہ نہ ہو۔"

منصور حلاج کے متعلق صوفیائے کرام کے ایک بڑے گروہ کو تردد و تذبذب رہا ہے۔ حضرت قشیری ؒ نے اس کے متعلق فرمایا "اگر مقبول تھا' تو رد خلائق سے مردود نہیں ہو سکتا۔ اور مردود تھا' تو قبول خلائق سے مقبول نہیں ہو سکتا۔"

امام احمد بن حنبل ؒ پر جب عالم نزع طاری ہوا' تو آپ کے بیٹے نے پوچھا "اے باپ! یہ کیا حال ہے؟" آپ نے فرمایا' وقت پر خطر ہے۔ جواب کی جگہ نہیں ہے۔ دعا سے مدد کرتے رہو۔ کیونکہ جو لوگ میرے دائیں بائیں بیٹھے ہیں۔ ان میں شیطان بھی ہے' اور وہ میرے سامنے کھڑا سر پر خاک ڈال کر کہہ رہا ہے' کہ اے احمد! تو میرے ہاتھ سے جان سلامت لے گیا۔ اور میں کہتا ہوں کہ جب تک ایک سانس بھی باقی ہے' خطرہ موجود ہے۔"

حضرت شبلی ؒ سے قاضی نے دریافت کیا کہ بیس دینار کی کیا زکوٰۃ دینی چاہیے؟ آپ نے فرمایا ساڑھے بیس دینار۔ قاضی نے کہا یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا "صدیق اکبر ؓ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے اور باقی ایک بھی نہ رکھا۔ قاضی نے کہا پھر آپ نے یہ آدھا دینار زیادہ کیسے بتلایا؟ فرمایا "یہ جرمانہ ہے کہ اس نے بیس دینار اکٹھے ہی کیوں کیے؟"

حضرت ابو عبداللہ ؒ سن شعور کو پہنچے' تو ذوق عبادت کے باعث ماں باپ سے کہا کہ مجھے اللہ کے حوالے کر دیجئے۔ انہوں نے کہا "ہم نے کر دیا۔" میں چلا گیا اور سالہا سال بعد گھر واپس آیا۔ میں نے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا' تو مجھ سے پوچھا "کون ہے؟" میں نے کہا "تمہارا بیٹا۔" انہوں نے جواب دیا "ہمارا ایک ہی بیٹا تھا' جسے ہم نے اللہ کو سونپ دیا اور ہم دینے کے بعد نہیں لیتے۔" غرضیکہ انہوں نے دروازہ نہ کھولا اور میں واپس چلا گیا۔

حضرت ابو محمد مرتعش ؒ سے لوگوں نے وصیت چاہی۔ آپ نے فرمایا "ایسے شخص کے پاس جاؤ' جو تمہارے لیے مجھ سے بہتر ہو' اور میرے پاس ایسے شخص کو چھوڑ جاؤ' جو تم میں بہتر ہو۔"

حضرت شقیق ؒ سے ایک شخص نے کہا کہ لوگ تمہاری ملامت کرتے ہیں۔ کیونکہ تم لوگوں کی محنت سے کمائی ہوئی

روزی کھاتے ہو۔ آؤ تا کہ میں تمہیں کچھ دے دوں۔ آپ نے فرمایا اگر تم میں پانچ عیوب نہ ہوتے' تو میں ایسا کر لیتا۔ ایک تو یہ کہ تمہارا خزانہ کم ہو جائے گا۔ دوسرے اس بات کا امکان ہے کہ چور میرے پاس سے لے جائیں گے۔ تیسرے یہ کہ ہو سکتا ہے کہ تم پشیمان ہو جاؤ۔ چوتھے یہ کہ شاید تم مجھ میں کوئی عیب دیکھو' تو کہو کہ میرا مال واپس دے دو۔ پانچویں یہ کہ کیا عجب ہے' جو تمہاری اجل آجائے اور میں بے سرو سامان ہو جاؤں۔ لیکن میرا ایک اللہ ہے۔ یہ تمام عیوب جو میں نے بیان کیے ہیں' ان سب سے پاک ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بادشاہوں کے تحفے قبول نہ فرماتے۔ ایک دفعہ خلیفہ مستنجد باللہ نے اشرفیوں کے دس توڑے آپ کو پیش کیے۔ آپ نے حسب معمول انکار فرمایا۔ خلیفہ نے اصرار کیا' تو آپ نے ایک توڑا دائیں ہاتھ اور دوسرا بائیں ہاتھ میں لے کر دونوں کو رگڑا تو اشرفیوں سے خون بہنے لگا۔ خلیفہ سے ارشاد فرمایا "شرم نہیں آتی بغداد کا خون کھاتے ہو' اور اسے جمع کر کے میرے پاس لاتے ہو۔" خلیفہ پر اتنا اثر ہوا کہ غشی کی نوبت آگئی۔

حضرت شقیقؒ کی توبہ کا یہ سبب ہوا' کہ آپ بسلسلہ تجارت ترکستان گئے۔ وہاں پر ایک شخص کو دیکھا' جو بت کی پرستش کرتا تھا۔ اور بت کے سامنے زاری کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا "تیرا پیدا کرنے والا زندہ و قادر ہے۔ کچھ شرم کر اور بت پرستی سے باز رہ۔ کیونکہ اس سے کچھ فائدہ نہ ہو گا۔" اس نے کہا "اگر وہ ایسا ہی ہے' جیسا کہ تم بیان کرتے ہو' تو کیا وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ تمہارے شہر ہی میں تمہیں روزی دے' تا کہ تمہیں اس شہر میں نہ آنا پڑے؟ تم کو ہوس زر اور جلب منفعت دربدر اور شہر بشہر پھرا رہی ہے۔" اس سے متاثر ہو کر آپ نے حقیقی توبہ کی۔

لوگوں نے ایک دفعہ حضرت ادھم بلخیؒ سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے' کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں قبول نہیں فرماتا؟ آپ نے فرمایا "اس وجہ سے کہ تم اللہ کو جانتے ہو' مگر اس کی اطاعت نہیں کرتے۔ رسول اللہ ﷺ کو پہچانتے ہو' مگر ان کی پیروی نہیں کرتے۔ قرآن کریم پڑھتے ہو' مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کھاتے ہو' مگر شکر نہیں کرتے۔ جانتے ہوئے بھی کہ بہشت اطاعت کرنے والوں کے لیے ہے' مگر اس کی طلب نہیں کرتے۔ جانتے ہو کہ دوزخ گنہگاروں کے لیے ہے' مگر اس سے نہیں ڈرتے۔ شیطان کو دشمن سمجھتے ہو' مگر اس سے نہیں بھاگتے' بلکہ اس سے دوستی کرتے ہو۔ خویش و اقارب کو اپنے ہاتھوں زمین میں دفن کرتے ہو' مگر عبرت نہیں پکڑتے۔ موت کو برحق جانتے ہو' مگر عاقبت کا کوئی سامان نہیں پکڑتے' بلکہ دنیا کا سامان جمع کرتے ہو۔ اپنی برائیوں کو ترک نہیں کرتے۔ لیکن دوسروں کی عیب جوئی کرتے ہو۔ بھلا ایسے شخص کی دعا کیسے قبول ہو؟"

فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کے خیمے میں ایک کبوتر نے گھونسلا بنا لیا۔ کوچ کے وقت فراش کو حکم دیا' کہ خیمہ بدستور چھوڑ دیا جائے' تا کہ بھولا بھالا جانور بے آرام نہ ہو۔ اس رحم دلی کی یادگار آج تک اس مقام پر "فسطاط" نامی شہر آباد ہے۔ فسطاط عربی میں خیمہ کو کہتے ہیں۔

حضرت رابعہ بصریؒ نے ایک کتے کو پیاسا دیکھا' جو پیاس سے ایسا بے تاب تھا کہ کیچڑ کھا رہا تھا۔ آپ نے پاؤں سے موزہ نکالا۔ اوڑھنی پھاڑ کر رسی بنائی۔ کنواں بہت گہرا تھا' کافی نہ ہوئی۔ چوٹی کاٹ کر رسی بٹی اور اوڑھنی کو رسی میں ملا

کر پانی نکالا اور کتے کو پلایا۔

حضرت مولانا روم ؒ ایک بار مع معتقدین کے کسی جگہ جا رہے تھے۔ ایک گلی میں آڑے رخ کتا سو رہا تھا۔ جگہ ایسی تنگ تھی کہ گزرتے تو کتے کے آرام میں خلل پڑتا۔ آپ مع رفقا کے اس وقت تک کھڑے رہے کہ کتا نیند پوری کر کے اٹھا اور راستہ صاف ہوا۔

ایام سرما میں حضرت خواجہ باقی باللہ ؒ نماز تہجد سے فارغ ہو کر کانپتے ہوئے لحاف میں لیٹنے لگے۔ دیکھا تو ایک بلی لحاف میں دبکے بیٹھی ہے۔ آپ نے اس کو نکال کر خود لیٹنا گوارا نہ کیا۔ اور بقایا سخت ترین سردی کی رات کھڑے کھڑے گزار دی۔ واضح رہے کہ یہ ہند کی سردی نہ تھی' بلکہ افغانستان کے دارالسلطنت کابل کی سردی تھی۔

حضرت سفیان ثوری ؒ فرماتے ہیں "تیرا اللہ تعالیٰ سے ایسے ستر گناہ لے کر ملنا جو اللہ ہی کے ہوں' بہت آسان ہے اس گناہ سے جو کسی خاص شخص سے تعلق رکھتا ہے۔"

نصائح لقمان

کوئی چیز تیرے نزدیک حصول نعمت آخرت سے زیادہ محبوب تر نہ ہو۔

دنیا کے تھوڑے مال پر راضی رہ۔ رزق مقدر پر قناعت کر اور دوسروں کی روزی پر آنکھ مت ڈال۔ تاکہ رنج نفس سے سلامت رہے۔ کھانے سے بھوکا اور حکمت سے سیر رہ۔

اگر لوگ تجھے اس صفت کے ساتھ موصوف بتلائیں' جو کہ تیری ذات میں نہ ہو' تو ان کی تعریف سے مغرور مت ہو۔ کیونکہ جاہلوں کے کہنے سے ٹھیکری سونا نہیں بن سکتی۔

کمینوں کے مقابلہ میں خاموشی سے مدد و معاونت طلب کر۔

بری اور شریر عورتوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہ۔ اور نیک عورتوں سے پرہیز رکھ کہ ان کی طرف میلان کا نتیجہ شر ہی شر ہے۔ خاموشی کو اپنا شعار بنا' تاکہ شر زباں سے محفوظ رہے۔

بدگمانی کو اپنے اوپر غالب مت کر کہ تجھ کو دنیا میں کوئی دوست ہمدرد نہ مل سکے گا۔

بزرگوں کو لازم ہے' کہ بے خردوں کو خردمندوں اور جاہلوں کو عالموں پر فضیلت میں ترجیح نہ دیں۔ اور ہر شخص کو اس کے ہنر و جوہر کے مطابق جگہ دینی چاہئے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے' تو ان کی بے خردی و عدم امتیازی پر دلالت کرتا ہے۔ جس کی مثال ایسی ہے' جیسے کوئی سر کے کپڑوں کو پاؤں پر باندھ لے اور پاؤں کی پوشش کو سر پر رکھ لے۔

کسی ذکر میں بجز ذکر الٰہی اور کسی خاموشی میں بجز فکر روز جزا کوئی خیر و خوبی نہیں ہے۔

آسائش خلق میں کوشش کر اور خلق سے مت ڈر اور اپنی جان کو مصیبت و مشقت کا عادی بنا۔

مصائب دنیا کو سہل خیال کر اور موت کو ہر وقت پیش نظر رکھ۔

نماز میں قلب کی' ملس میں زبان کی' غضب میں ہاتھ کی اور دستر خوان پر شکم کی حفاظت کر۔

نیکی کر اور مخلوق کو طریقہ نیکی سکھلا اور بدی سے دور رہ اور خلق کو بھی بدی سے دور رکھنے کی کوشش کر۔

کثیر النعم اور کم سخن بنا رہ اور حالت خاموشی میں بے فکر مت رہ۔

جس طرح آگ کا ایک ذرہ عالم کو تباہ کر دیتا ہے' اسی طرح ایک کلمہ انسان کی حالت کو تباہ کر دیتا ہے۔

اگر کسی کے ساتھ رشتہ دوستی قائم کرنا چاہے' بایں خیال کہ وہ وقت مصیبت تیرے کام آئے' تو پہلے اس کو غصہ میں آکر آزما۔ اگر بحالت غضب اس کو منصف پائے تو اس کی دوستی پر مائل ہو' وگرنہ پرحذر رہ۔

مرد کامل تو وہی ہے' جو دشمن کو دوست بنا سکے۔ لیکن اگر بوجوہ خاص یہ تیری دسترس سے باہر ہو' تو حالت مخاصمت میں فرط غضب سے حذر کر کہ تیرا غضب تیرے لیے دشمن سے زیادہ دشمن ہے۔

اللہ کے نزدیک عقل سے بہتر کوئی چیز اور عقل کامل اس وقت ہوتی ہے' جب اس میں دس فضیلتیں ہوں۔

(۱) آدمی اس سے بے خوف ہوں۔ (۲) اس سے ہدایت حاصل کریں۔ (۳) جس حالت میں رہے' راضی و شاکر ہو۔ (۴) اپنی حاجت سے زائد راہ الٰہی میں صرف کرے۔ (۵) فروتنی و عجز کو دوست رکھے۔ (۶) دنیا کی خواری کو عزت سے بہتر خیال کرے۔ (۷) اگر کوئی بات دریافت کی جائے' تو رنجیدہ نہ ہو اور بتلانے میں دریغ نہ کرے۔ (۸) حاجت مند بشرط موجودگی اس کے دروازے سے محروم نہ جائے۔ (۹) اگر اس کے ساتھ تھوڑی نیکی کی جائے' تو زیادہ جانے اور اپنی نیکی کو کچھ بھی نہ سمجھے۔ (۱۰) سب کو اپنے سے بہتر جانے۔

جس طرح دشمن احسان کے ساتھ دوست ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح دوست جور وجفا سے دشمن بن جاتے ہیں۔

دوست صادق جان دوم ہے اور چشم سوم۔

وہ بات جو دشمن سے پوشیدہ رکھے' دوست سے بھی پنہاں رکھ۔ ممکن ہے کہ یہ بھی کسی روز دشمن بن جائے۔

صحت جسمانی سے بہتر کوئی تونگری اور استغنا سے بہتر کوئی نعمت نہیں ہے۔

جس مجلس میں ذکر الٰہی سنے' بیٹھ جا' شاید کہ اس رحمت میں تجھ کو بھی کچھ حصہ مل جائے اور جس مجلس میں کہ غفلت دیکھے' اس سے دور بھاگ' ایسا نہ ہو کہ تو بھی گرفتار عقوبت ہو جائے۔

جو کام کہ اللہ کی رضا کے لیے کیا جائے' اس میں بندوں کا خوف نہ کر۔

اگر کوئی کام کسی کے سپرد کرے' تو دانا کے سپرد کر۔ اگر دانا میسر نہ ہو' تو خود کر' ورنہ ترک کر۔

جہاں تک ممکن ہو لوگوں سے دور رہ۔ تاکہ تیرا دل سلامت اور نفس پاکیزہ رہے اور تن راحت پائے۔

جس نعمت میں کفران ہے' اس کو بقا نہیں ہے اور جس نعمت میں کہ شکر ہے' اس کو زوال و فنا نہیں ہے۔

عقلمند کے لیے وہ وقت سخت مشکل ہے' جب کسی بات کا اظہار و اخفا دونوں میں خرابی کا خطرہ ہو۔

عقل ادب کے ساتھ ایسی ہے' جیسا کہ درخت ثمردار۔ اور عقل بغیر ادب کے ایسی ہے' جیسا کہ درخت بے بر۔

جاہلوں کی صحبت سے پرہیز رکھ۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تجھے اپنے جیسا بنا لیں۔

لوہے کا کلہاڑا لکڑی کے جنگل سے ایک چھلکا تک نہیں اتار سکتا۔ جب تک اس کے ساتھ خود لکڑی کا دستہ شامل نہ ہو (یعنی اپنے ہم جنس ہی سے نقصان پہنچتا ہے)۔

صحبت علما کو غنیمت شمار کر۔ کیونکہ علم دل کو اسی طرح زندہ کرتا ہے' جیسے کہ بارش زمین خشک کو۔

دوستی حق کو سرمایہ نجات خیال کر کہ بغیر سرمایہ کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

اصلاح نفس کی فکر میں مشغول رہ' تاکہ بجائے صفات بد' صفات نیک پیدا ہو سکیں۔

کسب نہ کرنا' محتاجی لاتا ہے۔ اور محتاجی دین کو تنگ' عقل کو ضعیف اور مروت کو زائل کرتی ہے۔

نصائح سقراط

جس چیز کا علم نہیں اسے مت کہہ۔ جس چیز کو ضرورت نہیں اس کی جستجو مت کر۔ جو راستہ معلوم نہیں' اس پر سفر مت کر۔ اور اچھی بات جو کوئی کہے غور سے سن۔ کیونکہ غوطہ زن کی ذلت سے گوہر کی قیمت کم نہیں ہوتی۔

آدمی کے حال کا دریافت کرنا سخت مشکل ہے' جب تک کہ بارہا آزمائش نہ کی جائے اور جب تک معاملہ نہ پڑے اعتماد نہ کر۔ ارباب حاجات کی ملتمسات کو کل پر نہ ڈالنا چاہیے۔ نہ معلوم کہ کل تک کیا ظہور پذیر ہو۔

خوبصورتی چند روزہ حکومت ہے۔ افعال خراب پر اظہار ندامت نہ کرنا' دوسری خرابی ہے۔

سب سے زیادہ بیوقوف وہ شخص ہے' جو فتنہ خفتہ کو بیدار کرے اور جو کام کہ آسانی سے سرانجام پا سکے' اس کی لڑائی جھگڑے تک نوبت پہنچا دے۔ خردمند ہرچند کہ اپنے زور و توانائی پر بھروسہ رکھے۔ لیکن قوت پر اعتماد کر کے دشمن پر متعرض نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ خواہ تریاق موجود ہی کیوں نہ ہو' لیکن اس کی امید پر زہر ہلاہل نہ کھانا چاہیے۔

فاضل شریف کے نفس کو حسن قبول حق سے اور خسیس ناقص کے نفس کو میلان باطل سے شناخت کرنا چاہیے۔

سقراط سے پوچھا گیا کہ موت سے بھی کوئی سخت تر چیز ہے؟ جواب دیا کہ زندگی' کیونکہ ہر قسم کے رنج و آزار و مصیبتیں زندگی ہی میں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور موت ان سے نجات دلاتی ہے۔

اگر ہم اپنی مصیبتوں کا تبادلہ کر سکتے' تو ہر شخص اپنی پہلی مصیبت کو غنیمت جانتا۔

جس شخص کو تیرا دل خیال کرے یا دشمن جانے اس سے بچتا رہ۔

لوگوں نے پوچھا کہ اس قدر حکمت حاصل کرنے سے تجھے کونسا خاص فائدہ پہنچا؟ کہا "اس سے زیادہ اور کیا فائدہ ہوگا کہ میں بحر زندگی کے کنارے سلامتی و عافیت کے ساتھ بیٹھا' جاہلوں کو اس میں غرق ہوتے دیکھتا ہوں۔"

اس حکیم نے تحمل و بردباری کی عادت حاصل کرنے کے لیے قصداً ایک تند خو اور شعلہ مزاج عورت سے شادی کی تھی' جو ہمیشہ بلاوجہ لڑتی رہتی تھی۔ اس سے اس کی صرف یہ غرض تھی کہ مجھ میں غصہ نہ رہے۔

ایک روز اس کی بیوی پہلے تو بہت کچھ برا بھلا کہتی اور لڑتی جھگڑتی رہی۔ پھر غصہ میں آ کر پانی کی بھری ہوئی دیگچی اس

کے سر پر دے ماری‘ تو اس نے کہا ”گرجنے کے بعد برسنا بھی ضروری تھا۔“
عورت خود ہی فتنہ ہے اور اس کا لکھنا سیکھنا سخت ترین فتنہ ہے۔
تحریر ایک خاموش آواز ہے اور قلم ہاتھ کی زبان ہے۔
بچپن میں شرم و حیا‘ نوجوانی میں اعتدال اور پیری میں کفایت شعاری اور عاقبت اندیشی ضروری ہے۔
تجرد ہو یا ازدواجی زندگی‘ انسان خواہ کچھ جتن کرے ایک نہ ایک دن اس پر بار ضرور ثابت ہوں گے۔ اور اسے کف افسوس ملنا ہو گا۔ نیک انسان کو زندگی میں یا موت کے بعد کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔
زندگی کا وقفہ نہایت قلیل ہے‘ لیکن اگر مصیبت ہو تو یہ کافی طویل ہے۔
کامل انسان وہ ہے‘ جس سے اس کے مخالف بھی بے خوف ہوں‘ نہ کہ وہ جس سے اس کے دوست بھی خائف ہوں۔
خوبی اور نیکی دولت سے نہیں پیدا ہوتی‘ بلکہ دولت خوبی اور نیکی سے وجود میں آتی ہے۔ یاد رکھو فتح طاقت کی نہیں بلکہ صداقت کی ہوتی ہے۔ جو شخص اچھے اور برے میں تمیز نہ کر سکے‘ اس کا شمار مردوں میں ہے۔
جب انسان کسی کے ساتھ کسی طرح کی نیکی نہ کر سکے‘ تو اس کی برائیوں ہی سے اسے مطلع کرتا رہے۔
جو اللہ سے نہیں ڈرتا‘ وہ سب سے ڈرتا ہے۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے‘ وہ کسی سے نہیں ڈرتا۔
لوہا صرف لڑائی کے وقت سونے سے بہتر سمجھا جاتا ہے‘ مگر عقل ہر جگہ اور ہر وقت سونے سے زیادہ قیمتی ہے۔
دوسرے لوگوں کی تحریروں سے اپنی اصلاح و ترقی شروع کرو۔ اس طرح تم زندگی کے ایسے مدارج و منازل باسانی طے کر لو گے‘ جن تک پہنچنا بڑی ہمت اور قربانی طلب ہے۔
سقراط سے دریافت کیا گیا کہ تجھے کبھی رنجیدہ اور غمگین نہیں دیکھا‘ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے پاس کوئی ایسی چیز نہیں رکھتا‘ جس کے تلف ہونے کا مجھے غم ہو۔
عالم دین کا طبیب ہے اور مال دین کا مرض۔ جب طبیب خود مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے‘ تو اس سے دوسروں کا علاج نہیں ہو سکتا۔ جنہیں تھوڑی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ انہیں دیوتاؤں کا قرب حاصل ہوتا ہے۔
نیک خو ہونا حکمت کا خلاصہ ہے‘ اس سے امن اور سلامتی حاصل ہوتی ہے اور دوسروں کے دل میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ زمانہ پیری نہایت مسرت ناک ہے‘ بشرطیکہ صحت اور سچا دوست میسر ہو۔
نامعلوم اور پیچیدہ راستوں کی کوتاہی پر فریفتہ مت ہو اور سیدھے راستوں کی درازی سے اندیشہ نہ کر۔
بیشک عقل سب سے اچھی چیز ہے اور تمام امور کا انحصار اسی پر ہے۔ مگر بعض اشیا ایسی ہیں‘ جنہیں ہم روزمرہ دیکھنے کے باوجود بھی ان کے وجود کی غرض و غایت نہیں سمجھتے۔
ہر فضیلت کی ایک حد متعین ہے۔ جب اس سے تجاوز ہو گا‘ خواہ افراط کی طرف‘ خواہ تفریط کی طرف‘ تو وہ فضیلت رذیلت اور نیکی‘ برائی بن جاتی ہے۔
دوستی کی شیرینی کو ایک دفعہ کی رنجش زہر آلود کرتی رہتی ہے۔

اگر کوئی اپنی دولت پر فخر کرے، تو اس کی تعریف نہ کر، جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ دولت کو کس طرح کام میں لاتا ہے۔
ایتھنز میں سقراط نے اپنا چھوٹا سا مکان بنوایا تھا۔ ایک شخص نے اس سے کہا "آپ جیسا بڑا آدمی ایسا چھوٹا مکان کیوں بنواتا ہے؟ اپنی شان کے لائق مکان تعمیر کرنا چاہیے۔" سقراط نے کہا "میں اس تنگ مکان کو بڑا عالیشان اور باسامان سمجھوں گا، اگر وہ سچے اور اصلی دوستوں سے معمور ہوگا۔" یعنی اس کو سچے اور اصلی دوستوں کے ملنے کی اتنی بھی توقع نہ تھی کہ وہ تنگ تعمیران سے معمور ہوتی۔
اثنائے سفر میں سقراط سے کسی نے پوچھا "تم کس ملک کے رہنے والے ہو؟" تو اس نے بجائے ایتھنز کہنے کے یہ کہا کہ میں دنیا کا رہنے والا ہوں۔ اس کے خیالات اتنے وسیع اور معمور تھے کہ وہ ساری دنیا کو اپنا وطن اور تمام دنیا کے آدمیوں کو اپنا ہم وطن اور دوست خیال کرتا تھا۔
دوستی وہیں ترقی کر سکتی ہے، جب فریقین کے دولت و اقبال میں مشارکت، خیالات میں مطابقت اور حالت میں موافقت ہو۔ طامع کی دولت کا حال آفتاب کا سا ہے کہ غروب ہو کر کسی کو خوش نہیں کرتا۔
بعض دیوتاؤں نے چاہا تھا کہ خوشی اور رنج کو آپس میں ایسا ملا دیں کہ وہ ایک ہو جائیں۔ مگر جب وہ ایسا نہ کر سکے، تو انہوں نے ان کو دموں کی طرف سے جوڑ دیا۔ اس لیے خوشی اور رنج ایک دوسرے کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ اس کے شاگرد اس کو مشہور زمانہ قیافہ شناس کے پاس لے گئے۔ اس نے اس حکیم کو دیکھ کر کہا کہ یہ شخص شہوت مجسم، مغلوب الغضب اور نہایت عیش پسند ہے۔ شاگردوں نے قیافہ شناس سے کہا، آج ہمیں تمہارے کمال قیافہ شناسی میں شبہ ہو گیا، اور گزشتہ کی نسبت بھی یہ یقین ہو گیا کہ تم اٹکل پچو بیان کر دیتے، جو اتفاقاً صحیح نکل آتے تھے۔ حکیم نے کہا اس شخص کے کمال میں کوئی شبہ نہیں، حقیقت یہ ہے کہ اس کے بیان کردہ عیوب مجھ میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ لیکن میں نے اپنے ضبط نفس اور حکمت اور دانائی سے ان سب پر غلبہ حاصل کر لیا ہے۔
سقراط اپنے شاگردوں کو نصیحت کرتا کہ تم کتابوں کی باتیں نہ بیان کیا کرو، بلکہ اپنے نفس کی اصلی باتوں اور حرکات کو بیان کیا کرو۔
یہ حکیم ۴۶۹ سال قبل مسیح پیدا ہوا تھا۔ نہایت جفاکش اور صابر ہونے کے علاوہ نہایت سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ تحقیق حق اور علم اخلاق کی وعظ گوئی میں اس کی تمام عمر بسر ہوئی۔ غور و فکر میں اس درجہ محو و مستغرق ہو جاتا کہ کسی مسئلہ کو سوچنے کے لئے گھنٹوں ایک ہی جگہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر کھڑا رہتا۔ چنانچہ ایک دفعہ کسی مسئلے پر غور کرتے کرتے ایک دن اور ایک رات برابر چوبیس گھنٹے تک کھڑا رہا۔ اپنے معتقدوں اور شاگردوں سے کبھی کوئی نذرانہ یا اور قسم کی امداد نہ لیتا۔ وعظ گوئی کی یہاں تک عادت تھی کہ ہر وقت اسی میں مصروف رہتا، خواہ مجمع ہو یا صرف دو آدمی۔ ہر شخص کی قابلیت کا اندازہ لگا کر اسی کے حسب حال وعظ کہتا۔ اور انسانوں کی صحبت کا ہر وقت متلاشی رہتا۔
ساٹھ سال کی عمر میں سینٹ کا ممبر منتخب ہوا۔ ایک معاملے میں جو صریح بے انصافی پر مبنی تھا، اس نے دوسرے ممبروں سے اختلاف رائے کا اظہار کیا اور کہا کہ میں ہزار بیماریوں کو برداشت کر سکتا ہوں، لیکن دوسرے

شخص کے ساتھ بے انصافی ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔

ستر سال کی عمر میں اس حکیم پر بت پرستی کے خلاف وعظ گوئی اور حکومت کے خلاف تقریریں کرنے کا الزام لگایا گیا۔ اس زمانے میں حکام سلطنت ووٹوں کے ذریعے سے منتخب ہوتے تھے۔ سقراط کہتا تھا کہ یہ رسم نہایت نامعقول اور بیہودہ ہے۔ اگر ملاح' معمار اور بڑھئی کی ضرورت ہو' تو کوئی شخص ووٹ نہیں لیتا۔ بلکہ جو شخص ان کاموں کے لیے مناسب ہوتا ہے' اسے مقرر کیا جاتا ہے' اگر ایسے انتخاب میں غلطی ہو جائے' تو انفرادی حیثیت کی وجہ سے چنداں مضر نہیں ہوتی۔ لیکن جہاں ہزارہا انسانوں کے حکام منتخب کرنے میں ووٹ لیے جائیں' وہاں بلاشبہ یہ سخت حماقت ہے۔ غرضیکہ حکومت کی طرف سے سماعت مقدمہ کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ لیکن سقراط بدستور اپنی تعلیم و تدریس اور وعظ گوئی میں مصروف رہا۔ ایک شخص نے کہا "سقراط! تم عجیب آدمی ہو۔ تم پر جو سخت ترین الزام حکومت کی طرف سے لگایا گیا ہے' اگر خدانخواستہ وہ ٹھیک ہو جائے' تو تمہاری جان کے لالے پڑ جائیں۔ تم ایسی مخدوش حالت میں بے فکر بیٹھے ہو۔ جواب دہی کے لیے تمہیں تیاری کرنی چاہیے۔" سقراط نے بے پرواہی سے کہا "میں اسی کو کافی تیاری سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنی تمام عمر میں کوئی گناہ اور فریب نہیں کیا۔ اس وقت تک میری عمر نہایت اطمینان سے گزری ہے اور میں لگاتار اخلاقی ترقی کرتا رہا ہوں اور لوگوں کو بھی اخلاقی تعلیم دیتا رہا ہوں۔ تمام لوگ میری عزت کرتے رہے ہیں۔ اگر میری زندگی منقطع نہ ہو' تو بڑھاپا مجھے ستائے گا' میرے حواس کام نہیں کریں گے' میری فراست میں کمی آ جائے گی۔ ایسے حالات میں زندگی کی مجھے چنداں خواہش نہیں۔ اب اگر مجھے مجرم گردان کر مار ڈالا جائے' تو لوگ ججوں کے فعل کو قابل نفرت خیال کرتے رہیں گے اور میرے خلاف کوئی اتہام نہ لگائیں گے' بلکہ ممکن ہے کہ میری موت کی وجہ سے میری عزت پہلے سے بڑھ جائے۔"

میرے ہم وطنو! سنو' اگر میں خود غرض ہوتا' تو کیا میں اپنی ذات کی طرف سے اتنا بے پرواہ ہوتا؟ جن لوگوں نے مجھ پر تہمتیں تراشی ہیں' ان سے پوچھ کر دیکھو۔ وہ بھی کہیں گے کہ میں نے کسی شخص سے کسی شکل میں کوئی حق خدمت قبول نہیں کیا۔ میری مفلسی' بے زری اور ناداری میری صداقت کا ثبوت اور میری سچائی پر گواہ ہے۔

مقدمہ کی تاریخ مقررہ پر جو سوالات عدالت نے کیے' ان کا نہایت متانت' دلیری اور استقلال سے اس نے جواب دیا۔ اس کی آواز اور الفاظ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ وہ خوفزدہ ہے یا اپنے آپ کو مجرم سمجھتا' اور مہربانی کا خواستگار ہے۔ آخر عدالت نے ووٹ لینے کے بعد اس کی موت کا فیصلہ صادر کیا۔ اس عہد حکومت میں پھانسی یا گردن کاٹنے کی بجائے زہر کا پیالہ دیا جاتا تھا۔ اس وقت کے قانون کے مطابق ایسے جرائم کے لئے کچھ جرمانہ لے کر مجرم کو معاف کر دیا جاتا تھا۔ اس کے دوستوں نے سقراط سے کہا کہ وہ اس قانون سے فائدہ اٹھائے۔ ہم جرمانہ کی بھاری رقم ادا کرنے کو تیار ہیں۔ وہ جرمانہ دے کر معافی حاصل کرے۔ سقراط نے کہا روپیہ دینے کے معنی یہ ہیں کہ میں بھی اپنے کو مجرم سمجھتا ہوں' میں نفرت سے اس کو نامنظور کرتا ہوں۔ جب اس کو موت کا فیصلہ دیا گیا' تو اس نے ایک نہایت پر تاثیر آخری تقریر کی' جس کو سن کر لوگ رونے لگ گئے۔ اس نے پوچھا "کیوں روتے ہو؟" لوگوں نے کہا "آپ کی بے گناہی کی موت کا ہمیں سخت رنج اور افسوس ہے" اس نے کہا "کیا تمہارے خیال میں میں گنہگار ہو کر مرتا؟"

سزائے موت کے بعد حکومت کی ایک خاص مذہبی رسم کی ادائیگی کی وجہ سے سقراط کو تیس دن قید خانے میں رہنا پڑا۔ بعض دوستوں نے اس کو صلاح دی کہ وہ قید خانے سے فرار ہو جائے۔ وہ ہنس پڑا اور کہا "پہلے کوئی ایسی

جگہ بتاؤ' جہاں موت نہیں پہنچ سکتی۔"

تیسویں دن اس کی عورت اور تین بچے اس کے پاس آئے۔ سقراط نے انہیں کچھ آخری کلمات کہہ کر رخصت کر دیا۔ اتنے میں قید خانے کا ایک ملازم آیا اور کہا "اے سقراط! میں جب کسی مجرم کو زہر کا پیالہ دیتا ہوں' تو وہ مجھے کوسنا شروع کر دیتا ہے۔ لیکن تم معقول پسند ہو اور جانتے ہو کہ میں افسروں کے حکم کا پابند ہوں اگر تمہیں کوئی شکایت ہے' تو ان سے ہونی چاہیے' مجھ سے نہیں۔ اب زہر پینے کی تیاری کرو۔" یہ کہہ کر اس ملازم کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ سقراط نے کہا "بہت بہتر' میں تیار ہوں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ مجھے زہر کا پیالہ پینے سے پہلے نہا لینا چاہیے۔ تاکہ غسال کو میری نعش دھونے کی تکلیف نہ اٹھانا پڑے۔" اور بعد غسل زہر کا پیالہ لے کر پی لیا۔

افلاطون نے کہا دنیا میں یہ سب سے عقلمند' سب سے منصف اور سب سے نیک شخص کا انجام تھا۔

سسرو لکھتا ہے کہ جب کبھی میں اس واقعہ کو پڑھتا ہوں' تو بے اختیار رو دیا کرتا ہوں۔

اس حکیم کا زمانہ ۴۸۰ تا ۳۹۹ قبل مسیح تھا۔ ۷۱ سال کی عمر پائی۔

نصائح افلاطون

طلب علم میں شرم مناسب نہیں' کیونکہ جہالت شرم سے بدتر ہے۔ عقل جس جگہ کامل ہو گی' حرص و شر ناقص ہو گا۔

بدنفس وہ ہے' جو لوگوں کی بدی ظاہر کرے اور نیکی چھپانے کی کوشش کرے۔

نیکی میں اگر تجھے رنج پہنچے' تو رنج نہ رہے گا' فعل نیک رہ جائے گا۔ گناہ میں اگر لذت حاصل ہو' تو لذت تو نہ رہے گی' فعل بد البتہ باقی رہ جائے گا۔ عمر کوتاہ و کارہائے دراز۔

عاقل وہ ہے کہ عمر کو ضروری کاموں میں صرف کرے۔

جو شخص لوگوں کو عمل صالح کی ہدایت کرے اور خود اس پر عمل نہ کرے' اس کی مثال اس شخص کی سی ہے' جس نے دوسروں کو روشنی دکھلانے کے لیے چراغ اپنے ہاتھ میں رکھا ہو۔

حاکم وقت ایک بڑے دریا کی مانند ہے' جس کا پانی چھوٹی ندیوں میں جاتا ہو۔ اگر بڑے دریا کا پانی شیریں ہے' تو ندیوں کا پانی بھی شیریں ہو گا اور اگر دریا کا پانی تلخ ہو گا' تو لامحالہ ندیوں کا پانی بھی تلخ ہو گا۔

حسن ایک قدرتی قانون مخصوص انسان کے فائدے کے لیے ہے' جس سے زیادہ کوئی محسن نہیں۔

دوست کے ساتھ ایسا سلوک کر کہ حاکم تک نوبت نہ پہنچے اور دشمن سے اس طرح برتاؤ کر کہ اگر حاکم تک نوبت پہنچے تو تم کو کامیابی ہو۔ بات کو دیر تک سوچو' پھر منہ سے نکالو اور پھر اس پر عمل کرو۔

نحوست اور امارت دونوں سے انسان کی استعداد کار میں کمی آ جاتی ہے۔

اچھی بات کے حاصل کرنے میں بری بات کو ذریعہ اور وسیلہ نہ بنانا چاہیے۔

وہ شخص عقلمند نہیں ہے' جو دنیاوی لذتوں سے خوش اور مصیبتوں سے مضطرب ہو۔

اللہ سے ایسی چیزیں مت چاہو' جن کا نفع دیر پانہ ہو' بلکہ باقیات الصالحات کے خواہاں رہو۔
ہر روز اپنا منہ آئینے میں دیکھا کرو۔ اگر بری صورت ہے' تو برا کام نہ کرو تاکہ دو برائیاں جمع نہ ہوں۔ اگر اچھی صورت ہے' تو اس کو برا کام کر کے خراب نہ کرو۔
جوانی میں اللہ کے وجود سے انکار کرنے والوں میں سے آج تک میں نے ایک بھی ایسا نہیں دیکھا' جو بڑھاپے میں اپنی بات پر قائم رہا ہو۔ بہت سے نقصانات انسان کو اس وجہ سے پہنچتے ہیں کہ وہ لوگوں سے مشورہ نہیں لیتا۔
اللہ کا بندے سے انتقام لینے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ اسے ادب سکھاتا ہے' نہ کہ اپنا حصہ نکالتا ہے۔
غصہ کی مقدار بات چیت میں اتنی چاہیے' جیسے کھانے میں نمک' کہ جب تک اندازہ پر رہتا ہے تو ہاضم' ورنہ فاسد ہے۔
جمہوریت کی دلکشی سے انکار نہیں مگر اس کی بو قلمونیاں ان انسانوں کو مساوی سطح پر لانا چاہتی ہیں' جنہیں قدرت نے بھی مساوی پیدا نہیں کیا۔
عالم کا امتحان اس کے کثرت علم سے نہیں ہوتا' بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ فتنہ انگیز باتوں سے کیسے بچتا ہے۔
بدترین حاجت وہ ہے' جو ایک کریم شخص لئیم الطبع کے آگے پیش کرے اور پوری نہ ہو۔
انسان کا فخر اس میں ہے کہ فخر نہ کرے اور باوجود بڑا ہونے کے اپنے آپ کو کمتر خیال کرے۔
جو شخص لوگوں سے کنارہ کشی کرتا ہو' تو اس سے مل اور جو شخص لوگوں سے ملنے کا عادی ہو' تو اس سے کنارہ کشی کر۔
انسان کی طبیعت کا حال اس کے چھوٹے چھوٹے کاموں سے معلوم ہوتا ہے' بڑے کاموں سے نہیں' کیونکہ ان کو وہ بہت سوچ بچار کر کے کرتا ہے اور بعض اوقات وہ اس کے میلان طبع کے بالکل برخلاف ہوتے ہیں۔
فرمایا تین باتوں سے میرے نفس کو تکلیف پہنچتی ہے۔ وہ دولتمند جو کہ محتاج ہو جائے۔ وہ عزیز جو ذلت و خواری میں مبتلا ہو۔ وہ عالم جس پر جاہل افسوس کریں۔
جب تو کسی کی طبیعت کا اندازہ لگانا چاہے' تو بعض امور میں مشورہ طلب کر' تاکہ اس کے جور و عدل اور خیر و شر کے تھوڑے سے اشارہ سے واقف ہو جائے۔
ضعیف ترین شخص وہ ہے' جو کہ اپنے راز کو چھپانے سے عاجز ہو اور قوی ترین شخص وہ ہے کہ جو اپنے غصے کو تسکین میں تبدیل کر دینے پر قادر ہو اور صابر ترین وہ شخص ہے' جو درویشی میں صبر کر سکے اور قانع ترین وہ شخص ہے' جو روزی مقدر پر راضی و شاکر رہے۔
ایسے شخص کی فریادرسی کر کہ جو گرفتار بلا ہو' بشرطیکہ وہ اپنے فعل بد کے نتیجے میں گرفتار بلا نہ ہوا ہو۔
متکلم کا کلام جب اس کی نیت کے مطابق ہو' سامع کو حرکت میں لاتا ہے اور مخالف نیت ہو' تو کان سے سنتا ہے لیکن قلب اس کو قبولیت کا موقع نہیں دیتا۔
کسی شخص کی رائے جو علم و معرفت میں تیرے مساوی ہو' تیرے حق میں تیرے سے اچھی ہو گی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ تیری ہوائے نفس سے خالی ہے۔

عدل کی ایک ہی صورت ہے اور جور کی بہت سے صورتیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نسبت عدل کے جور آسانی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے۔ اس کی مثال غلط اور صحیح نشانہ اندازی کی مانند ہے کہ صحیح نشانہ کے لیے تعلیم کی احتیاج ہے اور غلط نشانہ کسی تعلیم کا محتاج نہیں ہے۔

ہوائے نفس پر عقل کو اس وجہ سے شرف حاصل ہے کہ عقل روزگار کو تیرا بندہ بناتی ہے اور ہوائے نفس تجھ کو بندہ روزگار بناتی ہے۔

عوام اپنی طبیعت کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک شخص کو اوپر مسلط کر کے اسے مافوق البشر ہستی بنا ڈالتے ہیں اور یہی وہ مقام ہے جہاں سے استبداد کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ ایک آمر مستبد پہلے محافظ ہی کی روپ میں ظاہر ہوا کرتا ہے۔

کسی نے پوچھا' فلاں شخص کی موت کا باعث کیا ہوا؟ حکیم نے کہا' اس کی زندگی۔

جو شخص کہ خوبصورت گھوڑے اور قیمتی لباس سے فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہے' وہ جاہل ہے۔ کیونکہ گھوڑے کی فضیلت دوسرے گھوڑوں پر اور لباس کی فضیلت دوسرے لباسوں پر ہوگی' نہ کہ خود اس کی۔

کسی نے پوچھا' تو نے اتنا علم کس طرح حاصل کیا؟ کہا رات کو جب لوگ مصروف مے نوشی ہوتے تھے' میں روغن زیتون کے ساتھ اپنا خون بھی جلاتا تھا۔ افراط نصیحت بھی موجب تہمت ہے۔

کسی نے پوچھا کہ انسان حالت پیری میں کیوں اتنا حریص ہو جاتا ہے۔ کہا اس لیے کہ مرجانا اور دشمنوں کے لیے چھوڑ جانا بہتر ہے' بہ نسبت اس کے کہ حالت حیات میں دوستوں کا محتاج ہو۔

جس شخص میں غور و فکر کرنے کی عادت ہے' وہ اپنی روح سے دوبدو کلام کرتا ہے۔

دنیا کو چوروں کی کمین گاہ تصور کر کے ہوشیاری اور آگاہی کے ساتھ زندگی بسر کرنی چاہیے۔

ایک شخص نے اس سے کہا کہ آج فلاں آدمی تیری بہت تعریف کرتا تھا۔ حکیم نے یہ سنتے ہی سر نیچے کر لیا اور نہایت اندیشے میں گیا۔ تب اس نے کہا' اے حکیم! تجھے کیا اندیشہ پڑا؟ میں نے تو کچھ بری بات نہیں کی۔ جواب دیا' تیری بات کی مجھے کچھ فکر نہیں۔ لیکن میں سوچتا ہوں کہ مجھ سے ایسی کیا بیوقوفی ہوئی' جو اس جاہل کے پسند آئی۔ کیونکہ جب تک نادانی نہ ہو' نادان پسند نہیں کرتا۔

حالت نزع میں اس سے دنیا میں زندگی گزارنے کے متعلق سوال کیا گیا۔ جواب دیا کہ بحالت اضطرار شکم مادر سے باہر آیا۔ تحیر میں زندگی بسر کی اور بجبر و اکراہ اس سے باہر جاتا ہوں اور اس قدر معلوم ہوا کہ کچھ معلوم نہ ہوا۔

زندگی جب تک نیک کاموں کا ذریعہ نہ ہو' شائستہ نہیں کہی جاسکتی۔

یاد رکھ کہ مولائے کریم کے سارے عطیوں میں سے حکمت سب سے بڑھ کر ہے اور حکیم وہ شخص ہے کہ جس کے قول اور فعل دونوں یکساں ہوں۔

اس حکیم کا زمانہ ۴۲۷ تا ۳۴۷ قبل مسیح تھا۔

نصائح ارسطا طالیس (ارسطو)

دنیا ایک خس پوش کنواں ہے۔ عقلمندوں کو ہوشیاری کے ساتھ قدم رکھنا چاہیے۔

مرگ ایک چیتا ہے کمین گاہ میں' کہ جس کے پنجے سے رہائی نہیں ہو سکتی۔

حرص کو دل میں جگہ نہ دے' کہ تیری قوت دوسروں سے زیادہ نہیں ہے۔

اپنے اعضا کو محنت و مشقت کا عادی بنا۔ ہر چند کہ خدمتگار و پر سندگان موجود ہوں۔ اتفاق آپڑے کہ وہ نہ رہیں' اس وقت تو بے دست و پا رہ جائے گا' اور ایسا ہو جانا آئین زمانہ سے کچھ بعید نہیں۔

دوش میکائل رادیدم بدستش دفترے | نام شخصے می نوشت و نام شخصے می سترد
چوں نظر کردم نہ دفتر بادشاہے می گزشت | بادشاہی رابہ فرزند گدائے می سپرد

(ترجمہ) میں نے میکائیل کو ایک دفتر ہاتھ میں لیے دیکھا کہ ایک شخص کا نام کاٹ رہا تھا اور دوسرے شخص کا نام لکھ رہا تھا۔ جب میں نے دفتر پر نظر کی' تو ایک بادشاہ گزر رہا تھا اور اس کی بادشاہی ایک فقیر زادہ کے نام لکھی جارہی تھی۔

لوگوں نے اس حکیم سے کہا' بعض شخص تم کو برا کہتے ہیں۔ اس نے کہا' ان کو اور زیادہ برا کہنے دو۔ وہ مجھ پر تازیانہ زنی کرتے ہیں' جہاں میں نہیں ہوتا۔

ناامید نہ ہو کہ اس کا نتیجہ کم عمری ہے۔

زیادہ گفتگو کرنا' ہر چند کہ اچھی باتیں ہوں' دلیل دیوانگی ہے۔

ظالموں اور ستمگاروں کے ساتھ تعلقات مت رکھ' کہ بروز جزا ان کی بازپرس تجھ سے ہوگی۔

جملہ امور میں آہستگی پسندیدہ ہے' سوائے ان کاموں کے جو غم سے نجات بخشیں۔

کارہائے گزشتہ پر افسوس مت کر۔ کہ افسوس ہوگا کہ افسوس بے فائدہ کے لیے وقت گرامی کو ضائع کیا جائے۔

اگر کوئی مشکل درپیش ہو' تو دانایان مشکل کی رائے سے امداد طلب کر۔

صرف تعلیم سے شرافت انسانی کا حاصل کرنا' ایسا ہی مہمل خیال ہے' جیسے علم کیمیا کے ذریعے سے تانبے کا سونا بنانا۔

ذہنی تکمیل مفہومات اور خیالات سے نہیں ہوتی' بلکہ ان مفہومات کے حاصل کرنے میں جو کوششیں کی جاتی ہیں' اس سے ہوتی ہے۔ تعلیم کے ذریعے سے شریر بھی اخیار میں سے ہو سکتا ہے۔

جو چیز ہماری عادت سے دور ہے' وہ عقل سے بھی دور ہے۔

جب کسی کے طالع یاور دو کو دیکھے' اس کے ساتھ جنگ کو خلاف مصلحت جان۔

کوئی سفارش نامہ حسن سے زیادہ انسان کے واسطے نہیں ہے۔

اگر کوئی تیرے حق میں بدی کرے اور تو کسی کے حق میں نیکی کرے' دونوں کو فراموش کر۔

ایسے شخص کی صحبت کے لیے رغبت ظاہر کرنا' جو تجھ سے پہلو تہی کرے' ذلت نفس کا موجب ہے۔ اور ایسے شخص کی صحبت سے پہلو تہی کرنا' جو تیری صحبت کی طرف مائل ہو' قصور ہمت ہے۔

ملک و دولت کو حکام بد طینت کی ذات سے زیادہ کوئی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی۔

جو شخص تحصیل علم کی مشکلات کا متحمل نہیں ہو سکتا' اسے جہل کی سختیاں عمر بھر برداشت کرنی پڑتی ہیں۔

ہر ایک نئی چیز اچھی معلوم ہوتی ہے۔ مگر دوستی جتنی پرانی ہو' اتنی ہی عمدہ اور مضبوط ہوتی ہے۔

وہ غنا حاصل کرنا چاہیے' جو فنا نہ ہو' وہ زندگی جسکو تغیر نہ ہو' وہ ملک جو بے زوال ہو' وہ بقا جس میں اضمحلال نہ ہو۔

کسی کے عیب مت تلاش کر' تاکہ تیرے عیبوں کی جستجو نہ کی جائے۔

رشک سے انسان کو بچنا چاہیے' مگر جس رشک سے اصلاح کی امید ہو' اسے بالضرور اختیار کرنا چاہیے۔

شر کو شر سے رفع کرنا اگرچہ اچھی بات ہے' مگر شر کو خیر سے رفع کرنا احسن ہے۔

انسان کے اسباب ظاہری میں عزت کا مرتبہ سب سے اول ہے۔

صاحب اقبال اوپر چڑھتا ہے' اس لئے اس کی حرکت رفتار تیز نہیں ہوتی۔ برخلاف اس کے صاحب ادبار چونکہ مائل بہ پستی ہوتا ہے' اس لیے اس کی رفتار تیز ہوتی ہے۔ جیسے پتھر جو اوپر کی طرف سے نیچے آ رہا ہو۔

جواب دینے میں جلدی نہ کر' تاکہ بعد میں خفت و شرمندگی نہ ہو۔

بخیل خواہ دولت مند ہو' اسے ذلت حاصل ہو گی۔ سخی خواہ مفلس ہو' لوگ اس کی عزت ہی کریں گے۔ یہ بھی سخاوت و کرم میں داخل ہے کہ لوگوں پر ظلم نہ کیا جائے اور ان کے عیبوں کو معلوم کرنے کی خواہش نہ کی جائے۔

خاموشی سب سے زیادہ آسان کام اور سب سے زیادہ نفع بخش عادت ہے۔

سخاوت اس کو کہتے ہیں کہ حاجتمندوں کو ان کی ضرورت کے موافق دیں' اس سے بڑھ کر افراط کی حد تک پہنچانا سخاوت نہیں' بلکہ اسراف میں داخل ہے۔ جو بات معلوم نہ' اس کے اظہار میں شرم نہ چاہیے۔

خود با عمل ہونا چاہیے' کیونکہ بغیر عمل کے دوسرے پر کوئی خاطر خواہ اثر نہیں پڑ سکتا۔

حسن اخلاق سے نووارد شخص اس حکیم کی مجلس میں بہت دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ حکیم نے اس سے کہا' تو میرے ساتھ کچھ گفتگو کر' تاکہ میں تجھے دیکھ سکوں' کیونکہ کسی شخص کی گفتار ہی اس کی شناخت کردار اور اس کے حسن اخلاق کے اظہار کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

صورت بغیر سیرت کے ایک پھول ہے' جس میں کانٹے زیادہ ہوں اور خوشبو بالکل نہ ہو۔

زندگی کی سب سے بڑی فتح نفس پر قابو پانا ہے۔ اگر نفس نے دل پر فتح پائی' تو سمجھو کہ وہ دل مردہ ہے۔

عادت طبیعت کو ضعیف کر دیتی ہے اور اس کے خلاف کام کراتی ہے۔

ایک روز اس حکیم نے ایک شخص کو دیکھ کر کہا' جس کے ہاتھ چوری کے جرم میں کاٹے ہوئے تھے کہ اگر انسان زینت ادب سے آراستہ ہو' ایسی بد حرکات کا اقدام ہرگز نہ کرے' جن کا نتیجہ ایسی خوفناک صورت میں انسان کو برداشت کرنا پڑے۔ چہ آری زنیک و بد ایں جا بجا بداز خو شتن بین و نیک از اللہ

مختلف ممالک کے شہزادگان اس حکیم کے زیر تعلیم تھے۔ ایک روز ایک شہزادے سے اس نے سوال کیا کہ اگر شاہی

تم کو پہنچے' تو میری خدمات تعلیمی کا صلہ تم کس صورت سے ادا کرو گے؟ شہزادے نے جواب دیا کہ میں تمام تر معاملات سلطنت میں آپ کے مشورے کو مقدم رکھوں گا۔ اور آپ کی رائے سے سرمو انحراف نہ کروں گا۔ یہی سوال دوسرے شہزادے سے پوچھا گیا' اس نے کہا کہ میں آپ کو اپنا برابر کا شریک سلطنت رکھوں گا۔ جب سکندر کی باری آئی' تو اس نے عرض کیا "اے استاد محترم! مجھ سے اس بارے میں کچھ نہ پوچھا جائے' کیونکہ اس کا فاعل حقیقی میں خود نہیں' بلکہ اللہ برتر ہو گا۔" ارسطو اس جواب سے نہایت خوش ہوا اور کہا "تیری اس دانائی کا جواب سب سے سبقت لے گیا ہے' اور مجھے اس سے تیرے فاتح عالم ہونے کی بو آتی ہے۔

جو شخص اتنی روزی حاصل کرنے پر قادر ہو' جو اس کی زندگی کی گزران کے لیے کافی ہے' تو اس کو اس سے زیادہ کی طلب نہیں کرنا چاہیے' کیونکہ اس کی انتہا تو ہے نہیں' اس کے طالب کو کافی مکروہات کا سامنا ہوتا ہے۔

نصائح حکیم بقراط

جو شخص کہ سلاطین و امرا کی خدمت و قربت اختیار کرے' اسے چاہیے کہ ان کی طرف سے جو ذلت و اہانت اس کو حاصل ہو' اس پر فریاد نہ کرے' کیونکہ غوطہ زن کو آب شور چکھنے کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

جو کوئی شخص حسد کو دوست رکھتا ہے۔ اس کا نفس دائم قائم نہیں رہتا اور اس کو مرنے سے پہلے مار دیتا ہے۔

فرمایا کہ میری فضیلت کا حاصل یہی ہے کہ میں نے اپنے جہل سے اطلاع پائی۔

دنیا کو سرائے مہمان اور قضا کو میزبان شمار کرو' اگر کھانے کو کچھ دیا جائے کھا لو' اگر واپس لیا جائے' طلب نہ کرو۔

رحمدل انسان جب مصیبت زدگان کی مصیبت کو دور نہیں کر سکتا' تو اس کا حال مصیبت زدوں سے بدتر ہو جاتا ہے۔

عورتوں کے کہنے پر کبھی عمل نہ کر' تمام آفات زمانہ سے محفوظ رہے گا۔

ہر بدن کا معالجہ پانچ طریقوں پر ہے۔ فاسد مادہ جو کہ سر میں ہے' غرغرہ سے۔ جو کچھ فم معدہ میں ہے' قے سے اور جو کچھ معدے میں ہے۔ اسہال سے۔ جو کچھ جلد میں ہے' عرق یعنی پسینہ سے اور جو کچھ عروق میں ہے' فصد سے۔ لیکن دل پر جو میل جم چکا ہو' اس کا زائل کرنا دشوار ہے۔ دنیاوی عروج و تنزل کو مذہب سے کچھ تعلق نہیں۔

چھ چیزیں آنکھوں کے نور کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ زیادہ گرم کھانا' گرم پانی سر پر ڈالنا' چشمہ آفتاب کی طرف دیکھنا' دشمن کا منہ دیکھنا' کثرت گریہ اور استعمال منشیات۔

کسی نے کہا وہ شخص آ رہا ہے' جو تم کو گالیاں دیتا ہے۔ فرمایا "اگر اس میں اس کا کچھ فائدہ ہو' تو منع نہ کرنا چاہیے۔

زمین و آسمان کے درمیان فاصلے میں اتنے گز نہیں' جتنے انسانوں کے طبائع اور ذہنوں کے مختلف درجے ہیں۔

بیوقوف جس کی کہ اپنے عیب پر نظر نہیں پڑتی' وہ کسی کی نصیحت نہیں سنتا۔

خلق الہی کے معاملہ کو از روئے حق و حساب فیصلہ کر' تاکہ دوست زیادہ ہوں اور شر دشمناں سے محفوظ رہے۔

کسی کو ایسے فعل سے جو خود تیری ذات میں ہے منع نہ کر' جب تک کہ تو خود اس کو ترک نہ کر دے۔

دوستوں کے ساتھ اس قدر اخلاص رکھنا چاہیے' جو تھوڑے سے تغیر پر زوال پذیر نہ ہو۔

انسان کی تمام خوشیوں میں وہ خوشیاں سب سے بدتر اور نفرت کے قابل ہیں' جو اوروں کی پسند پر موقوف ہوں۔

جس شخص کو عبرت حاصل کرنے کا شوق ہو' اس کے لیے ہر ایک نئی چیز موجب عبرت ہے۔

آنکھیں تین قسم کی ہوتی ہیں' جسمانی آنکھ جو انسان و حیوان دونوں کو حاصل ہے' اس کا فعل صرف دیکھنا ہے۔ عقلی آنکھ بصیرت کہلاتی ہے' جو صرف انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ ایمانی آنکھ اللہ پرستوں کی ملکیت ہے' جو دنیا کے علاوہ عالم بالا کا بھی نظارہ کرتی ہے۔ جھوٹ تمام گناہوں کی ماں' اور سچ سب برائیوں کا علاج ہے۔

مفلس کو تھوڑی چیزوں کی ضرورت ہے' آسودہ حال کو بہت کی' اور طامع کو کل چیزوں کی۔

انسان کو لازمی ہے کہ وہ اپنے دل کو ایسا سخت پتھر بنائے' جس پر رنج و اندوہ کی جونک نہ لگ سکے۔

قدرت نے دماغ کو دل سے اونچی جگہ دی ہے' اس لیے جذبات کو ہر حالت میں تمیز کے تابع رکھنا لابدی ہے۔

جب تمہیں وراثت میں مفلسی و تنگدستی ملیں' تو نیکی اور شرافت کو اپنا سرمایہ بنالو۔

پوچھا گیا کہ جوانوں کو کیا سیکھنا چاہیے؟ فرمایا "ہر وقت وہ بات' کہ جس کے نہ ماننے سے شرمندگی حاصل ہو۔

نصائح دیو جانس کلبی

جب تو دیکھے کہ کوئی کتا اپنے مالک کو چھوڑ کر تیرے پیچھے چلا آرہا ہے' تو بھاری پتھروں کے ساتھ اس کو اپنے پیچھے سے لوٹا دے' کہ کسی روز تجھ کو بھی چھوڑ کر دوسروں کے پیچھے روانہ ہو جائے گا۔

ایک جوان سے کہ جس کا چہرہ پیرایہ جمال سے مزین تھا' لیکن نفس زیور ادب سے خالی' مخاطب ہو کر کہا "اے پسر! تو نے فضائل نفس کو محاسن چہرہ بنالیا ہے۔" انسان کی احتیاج اس کی عقل سے بہت زیادہ ہے۔

اس سے پوچھا گیا کہ کھانے پینے کے لیے کونسا وقت بہتر ہے؟ فرمایا "جن لوگوں کو دسترس اور اسباب مہیا ہیں' ان کو جب بھوک لگے اور جن لوگوں کو یہ حاصل نہیں ہیں' ان کو جس وقت مل جائے۔

سوال کیا گیا کہ دوست کیا چیز ہیں؟ جواب دیا کہ "ایک نفس اجسام متفرقہ ہیں۔"

پوچھا گیا کہ تجھ کو کلبی کیوں کہا جاتا ہے؟ (یعنی کتوں والا) کہا "اس لیے کہ کلمہ حق کو سختی کے ساتھ اہل باطل کے منہ پر کہتا ہوں اور جاہلوں پر آوازیں کستا ہوں۔"

اس کے محبوں نے کہا "کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر تیری آسائش کے واسطے مکان بھی ہوتا۔" فرمایا "آسائش اس میں ہے کہ میرا کوئی گھر نہیں ہے۔"

دو شخصوں کو دیکھا' جو ~~سرحد دراز سے~~ باہم یک جا رہتے تھے اور محبت ان ہر دو کے درمیان پورے طور پر مستحکم ہو گئی

تھی۔ آپ نے ان سے حالات و تعلقات دریافت کیے' تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم دوست ہیں۔ فرمایا سچ سچ کہو' کیونکہ تم میں سے ایک تونگر ہے اور ایک مفلس۔

ایک روز جنگل میں اسے ایک رہزن ملا۔ اس نے کہا' جو مال تیرے پاس ہے دے دے۔ حکیم نے کہا' مال تو میرے پاس بہت ہے' لیکن میں دے نہیں سکتا۔ رہزن نے اس کی جامہ تلاشی لی' تو کچھ نہ نکلا اور پوچھا کہ وہ مال کہاں ہے؟ اس نے اپنا سینہ کھول کر دکھایا' اس میں وہ بیش قیمت خزانہ ہے کہ رہزنوں اور چوروں کو اس پر مکان دسترس نہیں۔

پوچھا گیا کہ دائیں ہاتھ میں انگشتری کیوں پہنی ہے؟ کہا اس لیے کہ فضول آدمیوں کی شناخت کر سکوں۔

یہ حکیم کتوں کے ساتھ بہت پیار کرتا تھا' اس وجہ سے اسے کلبی کہتے ہیں۔ اس کا خطاب ٹب فلاسفر تھا۔ اس نے جنگل میں کسی کا پھینکا ہوا' ایک ٹب رکھ لیا تھا۔ رات کو اسی کے نیچے سو رہتا۔ صرف یہی اس کی جائداد تھی۔

ایک روز سکندر اپنے وزیر کے ہمراہ اس حکیم کی ملاقات کو آیا اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ سکندر کا خیال تھا کہ حکیم اس کی تعظیم کو اٹھے گا۔ مگر اس نے مطلق پروانہ کی۔ یہ حالت دیکھ کر وزیر نے کہا "جناب سکندر اعظم فاتح دنیا مالک جہان آپ سے ملنے آیا ہے" حکیم نے سر اونچا کیا اور مسکرا کر کہا "جس سکندر کو دنیا کی ہوس جا بجا بھگائے پھرتی ہے' کیا وہ بادشاہ ہے؟ وہ دنیا کا غلام ہے۔ اس کے دلی جذبات اختیار میں نہیں ہیں۔ وہ جہاں چاہتے ہیں' اسے لے جاتے ہیں اور طرح طرح کے ناچ نچاتے ہیں۔ اس کے دل کو الٹ کر دیکھو' اس میں غلامی کے زبردست نشانات ملیں گے۔ بادشاہ میں ہوں' جو اپنے دل کو اختیار میں رکھتا ہوں۔"

سکندر اس بے پروا حکیم کی حالت دیکھ کر متعجب ہوا۔ وزیر نے کہا "سکندر بہت کچھ مال و اسباب لایا ہے۔ آپ قبول کیجیے۔" اس نے کہا "میرے پاس سب کچھ ہے۔ مجھ کو کچھ بھی ضرورت نہیں ہے۔" آخر سکندر نے عاجزانہ لہجے میں کہا "مجھ سے کچھ تو خدمت ضرور لیجیے۔ حکیم نے ہنس کر کہا "تو میری دھوپ روکے کھڑا ہے' اس کو چھوڑ دے۔ یہی تیری خدمت ہے۔" سکندر نے پوچھا "ثواب کس طرح حاصل ہوتا ہے؟" اس نے کہا "افعال خیر سے' کہ تجھ کو اس قدر قدرت ہے' جو رعیت سے تمام عمر میں ناممکن ہے۔"

لوگوں نے اس سے شادی نہ کرنے کی وجہ دریافت کی۔ کہا "میں حدت شہوت کو صبر کے ساتھ برداشت کرنا' آسان تر خیال کرتا ہوں' بجائے مشقت عیال کے۔"

ایک روز ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر پکارا "اے مردو!" انبوہ خلقت بنا بر اعتقاد خوش اس کے گرد جمع ہو گیا۔ اس نے کہا "میں نے مردوں کو بلایا تھا' مُردوں کو نہیں۔"

ایک روز سکندر کے پاس آیا' ایک شاعر کو دیکھا کہ اس کی خدمت میں کھڑا قصیدہ مدح پڑھ رہا تھا۔ حکیم نے روٹی کا ایک روکھا ٹکڑا اپنی جیب سے نکالا اور بے پروا ہو کر کھانے لگ گیا۔ درباریوں نے کہا کہ تم نے مدح بادشاہ سننے کی بجائے کھانے کو کیوں ترجیح دی؟ کہا بوقت اشتہاء خشک روٹی کھانا کذب بے حاصل سننے سے بہتر ہے۔ واضح رہے کہ یہ کوئی دوسرا سکندر رہے)۔

لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ تو سب کو کیوں دشمن رکھتا ہے؟ کہا کہ امرا کو ان کی سیرت نامحمود کے باعث اور اخیار کو اس لیے کہ وہ اشرار کی اصلاح یا ان کو اپنے دیار سے دفع کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔

لوگوں نے پوچھا کہ تو خود دشمنانِ دین کے مقابلے میں جنگ کیوں نہیں کرتا۔ کہا سب سے قریبی دشمن میرے اندر موجود ہے۔ جب تک اس کو مغلوب نہ کرلوں، دوسری جنگ میں کس طرح شروع کروں۔

نصائح رفاعیہ

ہمارا طریق ہے، نہ مانگیں، نہ پھیریں اور نہ جمع کر رکھیں۔ دعویٰ تکبر کا نتیجہ ہے، دل اسے برداشت نہیں کر سکتا تو زبان کی طرف پھینک دیتا ہے۔ احمق زبان اسے کہہ دیتی ہے۔

تھوڑا ادب اچھا ہے، اس علم و عمل سے جس کے ساتھ ادب نہ ہو۔

تیرا بھائی وہ ہے، جس پر تیرا نفس بھروسہ کرے، تیرے دل کو اس سے آرام ہو، اور تجھ کو اللہ سے نہ روکے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ بصورت موافقت، خلق کے ساتھ بہ خیر خواہی، لیکن نفس کے ساتھ بر سرِ پرخاش رہ۔

امید کا کوتاہ کرنا زہد ہے، نہ کہ کملی پہننا اور کھانا۔ جس نے صبر کی زرہ پہنی، وہ شتاب کاری کے تیروں سے بچ گیا۔

اعمال کے محرابوں کی مرمت خیال کے ہاتھوں سے نہیں ہو سکتی۔

بندہ زر نہ اللہ کا ہو سکتا ہے، نہ خلق الٰہی کا دوست۔ عذاب کی تلخی گناہ کی شیرینی کو بھلا دیتی ہے۔

مروت کے معنی یہ ہیں کہ اپنے نفس پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالے۔

خوش خلقی فائدہ مند تجارت، قناعت خزانہ، دنیا کی محبت میں گرفتار نہ رہنا آبرو، توکل پناہ اور عقل کشتی نجات ہے۔

جو زیادہ گو ہوتا ہے وہ غصہ ور ہوتا ہے، جو غصہ ور ہوتا ہے، وہ کم لحاظ ہوتا ہے۔ جو کم لحاظ ہوتا ہے، وہ پرہیزگار کم ہوتا ہے اور جو پرہیزگار نہیں ہوتا، اس کا دل مردہ ہوتا ہے۔

جو آدمی اپنے علم و اخلاق کو اچھی طرح جان لے، اس کو جاہلوں کی ملامت سے کوئی رنج یا افسوس نہیں ہوتا۔

ایک عالم کی موت جو اللہ کے حرام و حلال کو جانتا ہو، ہزار عابد قائم اللیل و صائم النہار کی موت سے زیادہ افسوس ناک ہے۔ موت العالم موت العالم۔ جس عہدہ میں خدمت کی قابلیت موجود نہ ہو، اسے منظور نہ کرنا چاہیے۔

بدوں کے ساتھ جس قدر نیکی کی جائے گی، اسی قدر ان کا فتنہ و شر زیادہ ہوگا، اور ان پر جتنا احسان کیا جائے، اتنا ہی وہ برائی کرنے پر آمادہ ہوں گے۔ ترحم بر پلنگ تیز دنداں ستمگاری بود بر گوسفنداں

جس شخص کو علم نے معاصی اور فواحش سے باز نہ رکھا، اس سے زیادہ بدبخت اور زیاں کار کوئی نہ ہوگا۔

اگر علما اللہ کے دوست نہیں، تو عالم بھر میں کوئی اللہ کا دوست نہیں۔

دولت شریف نہیں بنا سکتی اور اسی طرح افلاس کمینہ نہیں بنا سکتا۔

اگر دولت قارون ہو اور نیک کاموں میں صرف نہ کی جائے' تو کنکر اور پتھر سے بھی کم ہے۔
کمینوں کا احسان لینا' اپنے کو ہر وقت اور ہمیشہ کے لیے ہدف تیر ملامت بنانا ہے۔
جو شخص تنہائی پسند ہوتا ہے' اسے دنیا کے دوسرے غیر متعلق اور غیر ضروری ترددات و تفکرات سے کوئی واسطہ نہیں رہتا۔

عزلت گزیں کہ آب بایں سہل قیمتے   در دامن صدف چو کشید پا گوہر شود

علما کی صحبت اور کتب حکمت کے مطالعے سے مسرت بخش زندگی حاصل ہو سکتی ہے۔
عالم و عابد دونوں بزرگ ہیں۔ لیکن عالم اپنے ساتھ دوسروں کو بھی منزل مقصود تک پہنچاتا ہے۔ برخلاف اس عابد کے جس کو اپنی ہی کامیابی کی دھن لگی رہتی ہے۔ جو کلمہ نہیں کہا گیا' وہ تمہارا غلام ہے' لیکن جو کہا جا چکا' وہ آقا ہے۔
اکیلا آدمی اپنے خیالات کو قابو میں رکھے اور مجلس میں اپنی زبان کو۔
دولت و نعمت کے زوال کے لیے ظلم سے زیادہ کوئی چیز محرک نہیں۔
آدمی چاہتا ہے کہ اپنے نقصان میں دوسرے کو شریک کرلے۔ مگر یہ نہیں چاہتا کہ نفع میں کوئی اور شریک ہو۔
اکثر مصائب و تکالیف جو دولتمندوں کو اٹھانی پڑتی ہیں' ان سے غریب لوگ محفوظ رہتے ہیں۔
انصاف راحت' صحبت بضاعت' کاہلی اضاعت' راستی امانت اور دروغ گوئی خیانت ہے۔
دنیا میں چار چیزیں وبال جان ہیں۔ کثرت عیال' کمی مال' ہمسایہ بد اور خیانت کرنے والی بیوی۔
علم جان ہے' عمل تن ہے۔ علم اصل ہے' عمل فرع ہے۔ علم باپ ہے اور عمل اس کا بیٹا۔
تین کام بہترین ہیں۔ فاسق و فاجر کو راہ راست پر لانا' تعلیم و تربیت سے جاہل کو عالم اور دشمن کو دوست بنانا۔
انسان کا سب سے بڑا دشمن فعل بد ہے' اور سب سے بڑا خیر خواہ کار نیک ہے۔

نصائح دلپذیر

جو شخص علمی مذاق نہ رکھتا ہو' اس کے سامنے علمی باتیں کرنا اسے اذیت پہنچانا ہے۔
کہیں صرف سوراخ پیٹنے پر سانپ مر سکتا ہے؟ کہیں صرف جسمانی تکلیف سہنے پر نجات مل سکتی ہے؟
بہادر کا امتحان جنگ میں' دوست کا امتحان مصیبت کے وقت اور عقلمند کا امتحان غیظ و غضب کی حالت میں ہوتا ہے۔
ایک کڑی کے ٹوٹ جانے سے تمام زنجیر ناکارہ ہو جاتی ہے۔ جو کبھی سوچنا ختم نہیں کرتا' کبھی کام شروع نہیں کرتا۔
خاندانی تعلقات کس کام کے' انسان تنہا پیدا ہوتا اور تنہا مرتا ہے۔ مصیبت میں کوئی کسی کے کام نہیں آتا۔
اخلاص اس کو کہتے ہیں کہ نیک اعمال کے عوض دنیا و دین دونوں سے کچھ نہ چاہے۔
دستر خوان کے دوست بدلنے کے لائق ہیں۔

آرہی ہے چاہ یوسف سے صدا   دوست یاں تھوڑے ہیں اور بھائی بہت۔

بزرگی کی نشانیاں تین ہیں اول دوسرے لوگ اسے بزرگ سمجھیں۔ دوم وہ خود اپنے تیئں بزرگ نہ جانے۔ سوم

جب مصیبتوں میں گھر جائے تو سچائی کو نہ چھوڑے۔(زرتشت)
دشمن سے ایک بار اور دوست سے ہزار مرتبہ ڈر۔ کیونکہ دوست اگر دشمن ہو جائے، تو اسے گزند پہنچانے کے ہزاروں طریقے معلوم ہیں۔(ابن معروفؒ) دل قوی کو بیکار چھوڑ دینا سب سے بڑی کاہلی ہے۔(سرسید مغفور)
کم گو، کم خو، کم آزار ہمیشہ سلامت، خوش اور مصیبتوں سے محفوظ رہتا ہے۔(حکیم بزرجمہر)
دوسروں کی محنت اور مشقت کو ضائع نہ کرنا چاہیے، تاکہ تمہاری سعی و کوشش بھی ضائع نہ جائے۔
خوبصورت و بدصورت سب مخلوق الٰہی ہیں۔ سب کا باوا آدم ایک ہے اور سب کی اصل خاک ہے۔ پھر بدصورت سے نفرت کرنا انسانیت سے بعید ہے۔

جس گلستان کے ہو گل تر تم، خار اس بوستاں کے وہ بھی ہیں
وجہ بیگانگی نہیں معلوم، تم جہاں کے ہو وہاں کے ہم بھی ہیں

اسلام اگر تصویر کشی کو جائز رکھتا، تو بت پرستی اپنی اصلی صورت پر قائم رہتی۔
خواہ کوئی عمدہ خیال صورت میں نہ آئے، تاہم اس کی تائید سے باز نہ رہنا چاہیے۔
ایک اچھا قانون دان ایک برا ہمسایہ ہے۔ غمگین خشمگین ہوتا ہے۔
ہمارا امیر و غریب ہونا ہماری روح پر منحصر ہے۔ وقت کا غلام بن جانا بہترین دانائی ہے۔
علم کا دشمن تکبر، عقل کا دشمن غصہ، صبر کا دشمن لالچ اور راستی کی دشمن دروغ گوئی ہے۔
دولت بمقابلہ عزت، شوکت بمقابلہ حکمت، سلطنت بمقابلہ عبادت، صورت بمقابلہ سیرت اور شجاعت بمقابلہ سخاوت ہیچ ہے۔ دل ایک بچہ ہے۔ جو دیکھتا ہے وہی مانگتا ہے۔ گھر بھر میں ایک ہی بیوقوف کافی ہے۔
بعض اوقات دولتمندی سے بھی بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں، جو مفلسی کے نقصانات سے بدرجہا بدتر ہوتی ہیں۔
جب تم سرآہرن ہو، تو صبر کرو۔ جب ہتھوڑا ہو، تو خوب کوٹو۔
دنیا میں سب سے عجیب بات یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو باقی اور رباقی سب کو فانی سمجھتا ہے۔ یا اللہ! ہم تیرے، مرنے کو اور بہتیرے۔ انسان اپنے برے فعل کرنے کا ایک نہ ایک بہانہ ڈھونڈ لیتا ہے۔
ہر شخص صرف اپنے لیے نہیں پیدا کیا گیا، بلکہ ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لیے۔
انسان اپنی مصیبت کو اس وقت بہت آسانی کیساتھ سہتا ہے، جب وہ اپنے دشمنوں کو اپنے سے بدتر حالت میں پاتا ہے۔
کسی بے گناہ کو دل آزار کلمات کہہ کر اور ایذا رسانی کے بعد یہ کہنا کہ "میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں" ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص کسی کو پتھر مار کر زخمی کر کے بعد میں یہ کہہ دے کہ "میں اپنا پتھر واپس لیتا ہوں یا معافی چاہتا ہوں۔"
ایک روز ایک نعمت، دوسرے، روز ایک دوائی۔ اگر گائے کھیت میں چرتی ہے، تو کیا بچھڑا کنارے پر چرے گا؟
تمہارا دشمن خواہ مچھر سے بھی چھوٹا ہو، مگر اسے ہاتھی سے بڑا سمجھو۔
مصیبتوں کے درمیان رہ کر اگر انسان ان کو سہنا اور صبر کرنا نہ سیکھے، تو گویا اس نے صحبت کا حق ادا نہ کیا۔
اس چیز کے لیے طلب اور رونا بے سود ہے، جس کے حصول کے لیے تم خود دل و جان سے ساعی نہیں ہو۔

ماضی کی حسرتیں کیا کم ہیں' جو حال و مستقبل سے آرزوئیں وابستہ کرکے انہیں بھی مایوسیوں میں تبدیل کرتے ہو۔

جو شخص کسی عورت سے اس کی خوبصورتی کے لیے شادی کرتا ہے' وہ احمق ہے۔ جو روپے کے لیے کرتا ہے' وہ لالچی ہے۔ اور جو کوئی اس کی حسن سیرت کی وجہ سے کرتا ہے' وہی حقیقی شوہر ہے۔

دولت پر علم کو ترجیح حاصل ہے' کیونکہ علم سے دولت حاصل ہو سکتی ہے' مگر دولت سے علم حاصل نہیں ہو سکتا۔

مرد صرف نصف مرد ہے' جب تک اس کی بیوی نہ ہو اور وہ گھر سنسان ہے' جس میں بچے نہ ہوں۔

نوجوانی کی بیوقوفیاں بڑھاپے میں توبہ کے لیے خوراک ہوتی ہے۔

عقلمند کے سامنے زبان کو' حاکم کے سامنے آنکھ کو اور بزرگوں کے سامنے دل کو قابو میں رکھنا چاہیے۔

ایک باپ سات بیٹوں کی پرورش کرتا ہے۔ لیکن سات بیٹے ایک باپ کی خدمت نہیں کر سکتے۔

انسان بحالت موافقت کہتا ہے' جو کچھ ہیں' ہم ہیں اور بوقت مصیبت کہتا ہے' جو کچھ ہے' سو اللہ ہے۔

کسی شخص نے اپنے نام کی مناسبت سے مکان کے دروازے پر "حیات منزل" کندہ کرایا تھا۔ ایک صاحب دل نے دیکھ کر کہا کہ از روئے حقیقت "فنا منزل" لکھنا مناسب تھا کیونکہ

ہے یہ سرائے فانی' نہیں "منزل حیات" ۔۔۔ جس میں قیام مثل مسافر ایک رات

خواہشات رفتہ رفتہ ضروریات کا درجہ اختیار کر لیتی ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ بغیر مہمان کبھی کھانا نہیں کھاتے تھے۔ ایک روز ایک مہمان نے بسم اللہ نہ پڑھی' تو آپ اس پر ناراض ہوئے۔ ندا آئی کہ "اے ابراہیم! ہم اس قدر عرصہ دراز سے بے شمار مخلوق کو بلا امتیاز مومن و کافر ہر ایک نیک و بد کو رزق پہنچاتے ہیں۔ تم ایک وقت میں ایک آدمی کو کھانا کھلانے پر ناراض ہوتے ہو۔"

اگر روزی بمذہب بر فزودے ۔۔۔ زکافر تنگ تر روزی نبودے

بہ کافر آنچناں روزی رساند ۔۔۔ کہ مومن اندر آں حیران بماند

دنیا اگر تیرے ہاتھ نہیں آسکتی' تو اللہ تعالیٰ کو تو ہاتھ سے مت کھو۔

اگر دنیا میں عورت نہ ہوتی' تو مرد ریاضت کے بغیر ہی ولی بن جاتا۔

عورت کے دل پر بے زبان جواہرات' مرد کی فصیح و بلیغ تقریروں سے بھی زیادہ اثر کر سکتے ہیں۔

دنیا کی مثال اندھوں کے ہاتھی کی سی ہے کہ جس اندھے کا ہاتھ ہاتھی کے جس عضو کو لگ گیا' اس کے خیال میں ہاتھی کی وہی شکل ہے۔ اسی طرح ہر ایک شخص اپنے اپنے تجربات و مشاہدات کی بنا پر اپنے تصور کی آنکھوں سے دنیا کو مختلف طور پر دیکھتا اور خیالی گھوڑے کو بنوع دگر اڑا لگاتا ہے۔

ہر کسے دار در یں بازار سودائے دگر ۔۔۔ ہر یکے بندد بائین دگر دستار را

میر مغفور نے اہل دنیا کے متفرق المذاہب اور مختلف العقائد ہونے کے مفہوم کو اس مختصر سے شعر میں کس خوبی سے ادا کیا ہے۔

یہ توہم کا کارخانہ ہے ۔۔۔ یاں وہی ہے جو اعتبار کیا

دنیا میں ذلت کی ہزاروں صورتیں ہیں۔ لیکن ان میں ذلت قرض سب سے سخت تر ہے۔

نشستہ بگوشہ اے از خوف قرض خواہ قہر خدا بصورت انسان ندیدہ

ایک ہندی مقولہ ہے:

جس نے نہ دیکھا ہو' شیر وہ دیکھے بلاؤ' جس نے نہ دیکھا ملک الموت' وہ دیکھے قرضاؤ (قرضخواہ)

ایک بزرگ کا قول ہے کہ میں نے پچاس سال میں پانچ ہزار کتابوں کا مطالعہ کیا' اور ان میں سے صرف پانچ باتوں کو اپنے عمل کے لیے منتخب کیا۔

۱۔ اے نفس! اللہ کے دیئے ہوئے پر راضی رہ' ورنہ دوسرا مالک تلاش کر لے' جو اس سے بھی زیادہ دے۔

۲۔ اے نفس! جن باتوں سے اللہ نے منع کیا ہے' ان سے بچ' ورنہ اس کے ملک سے باہر چلا جا۔

۳۔ اے نفس! اگر تو گناہ کرنا چاہے' تو کوئی ایسی جگہ تلاش کر' جہاں اللہ نہ دیکھے' ورنہ گناہ مت کر۔

۴۔ اے نفس! تو اپنے اللہ کی عبادت کرتا رہ' ورنہ اس کا دیا ہوا رزق مت کھا۔

۵۔ اے نفس! خلق الٰہی کیساتھ خوش خلقی و ہمدردی سے پیش آ' ورنہ زبان بند رکھ اور کسی کے ساتھ تعلق نہ رکھ۔

مرد اور عورت زندگی کی گاڑی کے دو پہیئے ہیں۔ اگر دونوں پہیئے ایک طرف لگا دیئے جائیں تو گاڑی کا چلنا ناممکن ہے۔ یعنی عورتیں مردوں کے کام کرنے لگ جائیں' تو انتظام خانہ داری میں خلل عظیم واقع ہو۔

جب مومن پر ہیبت الٰہی جم جاتی ہے' تو اس کی عبادت و اطاعت کو دوام ہو جاتا ہے۔

توراۃ کا ماحصل یہ ہے کہ جو کوئی راضی ہوا اللہ کے دیئے پر' آرام پایا اس نے دنیا و آخرت میں۔

زبور کا ماحصل یہ ہے کہ جس نے کنارہ کشی کی آدمیوں سے' اس نے نجات پائی دنیا و آخرت میں۔

انجیل کا ماحصل یہ ہے کہ جس نے ڈھایا خواہشوں کو' عزت پائی اس نے دنیا و آخرت میں۔ قرآن شریف کا ماحصل یہ ہے کہ مطیع خالق و شفیق مخلوق رہ کر نگاہ میں رکھا جس نے زبان کو' وہ سلامت رہا دنیا و آخرت میں۔ بے شک جو دنیا میں غنی ہیں' وہ آخرت میں فقیر ہوں گے۔ (ادھمؒ)

خیرات دے جس کو چاہے کہ تو امیر ہے اس کا' اور مانگ جس سے چاہے کہ تو اسیر ہے اس کا۔ (علیؓ)

بدصورت عورت نے شوہر سے کہا کہ تم مجھ کو دیکھ کر صبر کرتے ہو اور میں تم کو دیکھ کر شکر کرتی ہوں۔ پس میں اور تم دونوں بہشتی ہیں۔ ریاکاری درحقیقت کفر کی سخت قسموں میں سے ہے۔ (شاہ عبدالعزیزؒ)

اگر نماز باجماعت پڑھنے کا حکم نہ ہوتا تو میں مرنے تک اپنے دروازے سے کبھی باہر نہ نکلتا۔ (مسلم عابدؒ)

وہ لوگ بہت بری طرح سے منکر خدا ہیں' جو ایک اللہ کو مانتے ہوئے عارضی تفریق و ظاہری تفاوت اور مذہبی اختلافات میں مبتلا ہو کر ہم جنسوں سے لڑتے بھڑتے رہتے ہیں۔ بخلاف ان مخالف مزاج جانوروں کے جو محض ایک مالک کی ماتحتی میں آنے کی وجہ سے اپنے طبعی جذبات کو ترک کر دیتے ہیں۔

ہر شخص کی قطع و وضع' روش و خیال اور صورت و سیرت مختلف ہے۔ لہٰذا اختلاف خیالات جبکہ بلحاظ تعلیم و تربیت اور صحت و سرشت ہم میں طبعی و قدرتی ہے' تو پھر ناحق کا بغض و عناد اور کینہ و دشمنی کس بات پر؟

صوفی کا مذہب مختصر سب سے کھرا سب سے جدا
ہم تم کے جھگڑے لغو ہیں' یا کچھ نہیں یا سب خدا
کفر است در طریقت ماکینہ داشتن
آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

تمہارا ہر ایک کام ایسی گہری توجہ اور محنت سے ہونا چاہئے کہ گویا تمہیں اس دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے۔ لیکن عبادت کے وقت اس کو اپنی زندگی کا آخری دن سمجھنا زیبا ہے۔ (حضرت علیؓ)

ایمان کے بعد سب سے اچھی چیز نیک' خلیق' محبت کرنے والی اور صاحب اولاد عورت ہے۔

زن نیک فرمانبردار پارسا
کند مرد درویش را پادشاہ

کفر کے بعد سب سے بری چیز بد خلق اور زبان دراز عورت ہے۔

زن بد در سرائے مرد نکو
دریں عالم است دوزخ او

نہیں ہے کوئی شریف' نہ عالم' نہ کوئی صاحب فضل مگر یہ کہ اس میں ایک عیب ہوتا ہے۔

تمام دنیا کی بادشاہت پیاسے کے گھونٹ کی قیمت اور ایک قطرہ پیشاب بند ہونے کی دوا نہیں ہو سکتی۔ (ہارون رشید)

تین دن سے زیادہ غصہ رکھنے والے کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی جب تک وہ صلح نہ کر لیں۔ (حدیث)

تیرے لیے اسباب جہنم تیرے ہی ہاتھ پاؤں' آنکھ' دل اور خصوصاً زبان ہے۔ (شاہ احمد کاشانیؒ)

غمزدہ کے شریک رنج ہونا عین طاعت و عبادت ہے۔ (معین الدینؒ)

ضد' ہٹ دھرمی اور ایذا رسانی کی عادت سخت مضر ہے۔ خواہ وہ شاہ میں ہو یا اولیاء اللہ میں۔ کیونکہ ایسے اشخاص اڑیل ٹٹو کی مانند اپنا سفر دراز کرتے ہیں۔

بیماری جسم کے اندر سے نمودار ہو کر جسم ہی کو گلا دیتی ہے' اور دوا باہر سے آکر اس کو شفا دیتی ہے۔ پس بد خواہ بیگانہ سے غیر خواہ بیگانہ بہتر ہے۔

ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ میں اگر رات غفلت سے گزارتا ہوں' تو صبح کو میرا گدھا بھی میرے کام سے غافل و سست ہوتا ہے۔ اس شخص سے زیادہ کوئی بدبخت نہیں جو بوقت مصیبت بھی رجوع الی اللہ نہیں ہوتا۔

خاصان الٰہی کے ہر سانس میں ذکر الٰہی ہے' دست بکار' زباں بہ گفتار' دل بہ یار۔

ہم کو تقدیر سے کیا بحث' وہ تو اللہ کی لکھت ہے۔ اس کا واسطہ اسی سے ہے۔ ہم کو تو چاہئے کہ کمر باندھیں' کوشش کریں' کام میں لگیں' قیل و قال' چوں و چرا نہ کریں اور السعی منی والاتمام من اللہ پر عمل کریں۔

فریدا موت سے بھوک بری
رات کو کھائی دن کو پھر کھڑی

لوگوں کی سیاست کرنا' سیاست دواب سے بھی دشوار تر ہے۔ (امام شافعیؒ)

جب کسی سے مناظرہ کرتا ہوں' تو یہ چاہتا ہوں کہ اللہ حق کو اسی کے ہاتھ پر ظاہر کرے۔ (امام شافعیؒ)

علم کثرت روایات سے نہیں۔ وہ تو ایک نور ہے' جو اللہ تعالیٰ دل میں رکھ دیتا ہے۔ (امام مالکؒ)

گناہ مکروہ رکھنا بہتر ہے' اس بہت سی عبادت سے' جس میں دل گناہ کی طرف رغبت رکھتا ہو۔ (وہبؒ)

ہزار دوست کی دوستی کو ایک شخص کی عداوت کے بدلے نہ خریدو۔ (امام شافعیؒ)

حضرت موسیٰ کی دعا" اے اللہ! زبان خلق کو مجھ سے روک دے۔" فرمایا" اگر میں ایسا کرتا تو اپنے ہی لیے کرتا۔"

اگر گناہ میں بو ہوتی' تو کوئی شخص میرے پاس نہ بیٹھ سکتا۔ (محمد بن سیرینؒ)

یہ روشن ظلم ہے کہ تو اپنے بھائی کا شر بیان کرے اور غصہ کے وقت اس کی نیکی کو چھپائے۔

فقیہ کو چاہیے کہ اس کے ساتھ ایک سفیہ بھی ہو جو سفاہت کرے۔ (محمد بن سیرینؒ)

مال زمانہ گزشتہ میں مکروہ تھا۔ آج کے دن مومن کے لیے ڈھال ہے' سوال ملوک و اغنیا سے۔ (سفیان ثوریؒ)

اس زمانہ میں گمنام امن میں نہیں رہ سکتا۔ مشہور کا کیا ٹھکانا ہے۔ (سفیان ثوریؒ)

مطالعہ کرنا کتب اخلاق و احوال اہل طریق کا' ایک طرح کی صحبت معنوی اور بار آور عمل صالح ہے۔

ہم جس قدر آنکھ سے سیکھتے ہیں' اس قدر کان سے نہیں سیکھتے۔ کتاب قدرت ہر وقت ہر کسی کے مطالعہ کے لیے کھلی ہوئی ہے۔ اس کو غور سے پڑھو اور عبرت و تجربہ حاصل کرو۔

برخوانش سربسر کہ نہ حرفے ست سرسری

اولاد کی تاخیر نکاح کے سبب جو گناہ ان سے سرزد ہوتا ہے' وہ ماں باپ کے نامہ اعمال میں درج ہوتا ہے (حدیث)

ایماندار تاجر عابد سے بہتر ہے۔ کیونکہ تجارت میں امانت سخت مشکل کام ہے۔ (امام شافعیؒ)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "کہ مجھ کو حد سے مت بڑھاؤ' جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم کو نصاریٰ نے حد سے بڑھا دیا ہے۔

نہیں کافر ٹھہراتے ہم کسی مسلمان کو گناہ کے سبب سے' اگرچہ کبیرہ ہو' جب تک کہ اس کو حلال نہ جانے۔

نجاست کی بدبو سے ناک بند کرنے والے! یہ نجاست تیری ہم نشینی سے اس درجہ کو پہنچی ہے (امام غزالیؒ)

اذان کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دو آدمیوں کے آجانے پر تیسرے کا انتظار فرماتے تھے۔

علم وہ ہے جس سے دنیا نظروں میں حقیر ہو جائے اور عقبیٰ کی رغبت دل میں بڑھے۔ جس سے آدمی دنیا کی برائی سے واقف ہو جائے۔ اور برے اخلاق دور کر سکے۔

مکتوبات و عرائض میں کلمات مثل عبودیت کیش' غلام خانہ زاد' جہاں پناہ' عالم پناہ' خداوند نعمت' شہنشاہ غریب پرور لکھنا شرک ہے۔ (امام غزالیؒ) دعا کے وقت آسمان کی طرف دیکھنا گناہ اور بے ادبی ہے۔

ڈر اللہ سے اس قدر کہ اس سے زیادہ تجھے کسی کا خوف نہ رہے۔ امید رکھ اللہ سے اس قدر کہ اس سے زیادہ تجھے کسی سے امید نہ رہے۔ دوست رکھ اس قدر کہ اس سے زیادہ تجھے کسی سے محبت نہ رہے۔ (طاؤسؒ)

ہر چیز کی ایک علامت ہے اور ایمان کی علامت نماز ہے۔ نابالغ بچوں کی عبادت کا ثواب والدین کے لیے ہے۔

حج مبرور کی نشانی یہ ہے کہ حاجی کی حالت پہلے سے بہتر ہو جائے۔

پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے' دوسری میں بیٹھنا مسجد کی بے ادبی ہے۔

بچھو سے کسی نے پوچھا کہ تم میں سے سخت قسم کون سی ہے؟ اس نے کہا سخت اور نرم تو میں جانتا نہیں' ڈنک البتہ ہر ایک چلائے گا' کسی کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر دیکھ لو۔ اسی طرح انسان بھی گو مختلف الطبائع ہوتے ہیں۔ لیکن تعلقات قائم ہو

جانے یا معاملہ پڑ جانے پر سب متحد الطبائع معلوم ہوں گے۔ ہمدردی اور رحمدلی کا مادہ بہت کم لوگوں میں پاؤ گے اور وہ بھی بہت کم مقدار میں۔ دستگیری تو در کنار' بحالت درماندگی ان کی پامالی سے بچنا بھی مشکل ہے۔

راحتے گزشتہ سرخوش بہ عزلت یافتم داشتم تصدیع گر با خضرؑ صحبت یافتم
نیک ہیں گلشن ایجاد میں کم' بد ہیں بہت خار پھولوں سے کہیں ہوتے ہیں افزوں پیدا
باہر کسے کہ دوستی اظہار می کنم خوابیدہ دشمنے ست کہ بیدار می کنم

ایک عابد بنی اسرائیل کا گزر ایک ریت کے ٹیلے پر ہوا' اس زمانہ میں جب کہ سخت قحط سالی تھی۔ اس نے تمنا کی کہ اگر یہ ٹیلہ آٹا ہوتا' تو میں بنی اسرائیل کا پیٹ بھرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی کو وحی بھیجی کہ تم عابد سے کہہ دو کہ ہم نے تیرے لیے اس ٹیلہ کے برابر آٹا صدقہ کرنے کا ثواب واجب کر دیا ہے۔

جس نے نماز میں خشوع نہ کیا' اس سے بہتر موقع اور کونسا پائے گا۔

تو اس کی لکھت پر مطمئن و مشوش مت ہو' کیونکہ جس نے اس کو لکھا ہے' وہ اس کے مٹانے پر بھی قادر ہے۔

جب آدمی گناہ کرنے پر آمادہ ہوتا ہے' تو اس کے خیالات کے سامنے سینکڑوں بچاؤ کی صورتیں خیر خواہی کے لباس میں آ کر اسے گناہ پر ابھارتی ہیں۔ مگر جونہی وہ گناہ کر چکتا ہے' وہ سب جھوٹے معاون غائب ہو جاتے ہیں اور ہر طرف اسے زنجیر کی آواز سنائی دیتی ہے۔ پوشاک میں آرائش سے زیادہ آسائش کو مقدم رکھو۔

بدعادات کا بنانا آسان' نباہنا مشکل اور چھوڑنا ناممکن ہے۔

اخلاقی جواہر پارے

جو بات کان میں سنائی جائے' وہ اکثر سو سو میل کے فاصلے سے سنی جاتی ہے۔

اگر چاہتے ہو کہ دھوکا نہ کھاؤ' تو تین دکانوں سے قیمت دریافت کرو۔ ایک خوشی سے ایک سو غم منتشر ہو سکتے ہیں۔

ہماری خوشیاں پائمال اور ہمارے رنج عمیق ہیں۔ آسمان کے جال سے کہیں پناہ نہیں ملتی۔

قرضہ کا روپیہ وقت کو تھوڑا بنا دیتا ہے اور دوسروں کا کام وقت کو لمبا کر دیتا ہے۔

اگر غربت کے بعد دولت ملے' تو وہ اچھی ہوتی ہے' بہ نسبت اس کے کہ دولت کے بعد غریبی ہو۔

اگر کوئی شخص نیک کام کرے' تو صرف گھر والوں کو معلوم ہوتا ہے' مگر برے کام دور دراز تک پہنچ جاتے ہیں۔

اپنے لیے مقام رہائش پسند کرنے سے پہلے ہمسایہ کو دیکھ بھال لو۔

دولت ایک معشوق ہے۔ بے وفا۔ عمر ایک حریف ہے گریزپا۔ اس کو قیام' نہ اس کو دوام۔

دنیا میں جھکنے کے سوا کہیں کھڑا نہیں ہوا جاتا۔ جسم منہ کے ذریعے سے تباہ ہو جاتا ہے۔

جس کسی کو عقل نہیں' وہ پچھلی باتوں پر فکر کرتا ہے۔ آگ جاتے پر کنواں کھودنا بے فائدہ ہے۔

افراط سے پیا جائے' تو آب حیات بھی زہر ہے۔ دکھ بھاگا رب بسرا۔

جب تک مچھلی نظر نہ آئے، بگلا بھگت ہے۔ شکر میٹھی ہوتی ہے، خواہ اندھیرے میں ہو۔
اگر تم چاہتے ہو کہ دشمن تم پر قابو نہ پائیں۔ تو ان کی دسترس سے بہت اونچے نکل جاؤ۔
دوستی دشمن کی مشردہ ہے، اجل کے خواب کا برہمن بننا غضب ہے، گاؤ کے قصاب کا
جب میں بہو تھی، تو ساس اچھی نہ ملی۔ جب ساس ہوئی، تو بہو اچھی نہ ملی۔
اندھے آدمی کی جورو اللہ کی حفاظت میں ہے۔
غریب کے بیل پر دگنا بوجھ لادا جاتا ہے۔ زبردست کا ہاتھ چلتا ہے، غریب کی زبان۔
اس شخص کے گھر کو کیوں آگ لگاتے ہو، جس کے یہاں دو عورتیں ہیں۔
کسی کو دفن کرتے دیکھ کر اس وقت تک عبرت رہتی ہے، جب تک کہ ہر شخص قبرستان سے گھر کو لوٹ نہ پڑے۔
ہر ایک صابر پر ایک جابر متعین ہوتا ہے، جو جبر کر کے اس کو ستاتا رہتا ہے اور منازل صبر طے کراتا رہتا ہے۔
اگر کوئی بری خواہش دل میں پیدا ہو، تو اسے روکو۔ اگر اس خواہش پر ایک دفعہ فتح پالی، تو اس سے بڑی فتوحات کے لیے راستہ صاف ہو جائے گا۔ جو بلی مندر میں رہتی ہے، وہ دیوتا سے نہیں ڈرتی۔
تمہارا قرضخواہ تمہاری صحت چاہے گا، تمہارا مقروض تمہاری موت۔
چھاچھ مانگنے کو آنا اور پیالے کو چھپانا۔ اعتقاد دوا کو زیادہ موثر کر دیتا ہے۔
جو من میں بسے سو سپنے دسے۔ ہر شخص کے لیے اپنی ہی سمجھ بادشاہ ہے۔
جس شخص کے ہاتھ میں لاٹھی نہیں، اسے بھیڑ بھی کاٹنے دوڑے گی۔
کیا بیل کا زخم کوے کے لیے رحم کا مقام ہے۔ مہربانی سے ملنا دعوت دینے کی نسبت اچھا ہے۔
اندھا لاٹھی ایک بار کھوتا ہے۔ غرض کا باوا اپنی گاوے۔
گدھا بوڑھا ہو گیا، مگر مالک کے گھر کا راستہ نہ آیا۔
خواہ تمہارا دشمن ریت کی رسی ہو، مگر تم اسے سانپ کہہ کر پکارو۔ منحوس خبر کے پر ہوتے ہیں۔
مرد ہر دفعہ عورت سے ایک نئی ادا مانگتا ہے، اور اپنے لیے صرف ایک ہی انداز حیوانیت کافی سمجھتا ہے۔
دولت اس کی، جو اس کو کھاتا ہے، نہ اس کی جو اس کو کماتا ہے۔ ایک لمبی زبان زندگی کو چھوٹا بنا دیتی ہے۔
جو لوگ کچھ کام نہیں کرتے، وہ سب سے زیادہ مصروف ہوتے ہیں۔
اگر تم مرغا ہو، تو بانگ دو، اور اگر مرغی ہو تو انڈے دو۔ جتنی زیادہ امید رکھو گے، اتنی ہی تکلیف اٹھاؤ گے۔
زندگی کا ہر ایک دن تمہاری تاریخ کا ورق ہے۔ کفران نعمت پر زوال نعمت لازمی ہے۔
جہالت سب سے بڑا افلاس ہے۔ بھوکا سو رہنا مقروض ہو کر اٹھنے سے بہتر ہے۔
ہر شخص کچھ نہ کچھ عقل و فراست رکھتا ہے۔ لیکن ہر شخص عقل و فراست سے کام لینا نہیں جانتا۔
سب سے بڑی حکومت غصے کا محکوم کرنا ہے۔ ایک پرہیز سو علاج، ایک برابر ہے۔

بیمار تو سو رہتا ہے' مگر مقروض کو نیند بھی نہیں آتی۔ جلدی پکا' سو جلدی سڑا۔
دوستی کی قربت بہ نسبت رشتہ کی قرابت کے بہتر ہے۔ جاہل طلب کرتا ہے مال کو اور عقلمند کمال کو۔
کھانا اتنا کھاؤ کہ بدن کی غذا ہو' نہ کہ بدن اس کی غذا ہو جائے۔
جس وقت دوپہر کا کھانا کھاؤ لیٹ جاؤ اور جس وقت شام کا کھانا کھاؤ' چہل قدمی کرو۔
کسی بلا کے واقع ہونے سے' اس کا خطرہ بہت سخت ہے۔
حسد محسود تک پہنچنے سے پہلے حاسد کو مار ڈالتا ہے۔ لڑائی اور محبت میں سب کچھ جائز سمجھ لیا جاتا ہے۔
آگ اور پانی دو کار آمد غلام ہیں' لیکن اپنے وقت پر خوفناک آقا۔
دھوئیں سے بچنے کے لیے اپنے کو آگ میں مت پھینکو۔
وقت پر ایک ٹانکا' بے وقت کے سو ٹانکوں کی مصیبت سے بچاتا ہے۔
جھوٹے کے آگے سچا رو مرے۔ غریبوں کو قانون پیستا ہے اور امیر قانون کو پیستے ہیں۔
خوف ہوشیاری کا ایک جزو ہے۔ سدا کی ہائے ہائے کوئی نہیں سنتا۔
عام عیب' عیب نہیں رہتا۔ غلطی کرنا انسانی اور معاف کرنا الٰہی صفت ہے۔
جو اپنی زبان کو اپنے اختیار میں رکھتا ہے' وہ اپنا سر بچاتا ہے۔ حسن اور حماقت اکثر ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔
روشنی بجھا دو' سب عورتیں یکساں ہو جائیں گی۔ رات کا وقت شریروں کے لیے دن ہے۔
مرے ہوئے کو مت روؤ' بلکہ بیوقوفوں پر گریہ کرو۔ ایک جھوٹ سے بہت جھوٹ لازم آتے ہیں۔
صرف ایک بیوقوف ہی ایک گڑھے میں دو مرتبہ گرتا ہے۔
ابتدا اچھی ہو' تو خوب ہے مگر انتہا اچھی ہو' تو اور بھی خوب ہے۔ دنیا کا کام کس نے کیا تمام۔
کوئی اچھا سا وعدہ' بیوقوف کو باندھ لینے کے لیے کافی ہے۔ بوڑھے کتے بلا وجہ نہیں بھونکتے۔
ٹوٹی ہوئی دوستی جڑ سکتی ہے' مگر ثابت نہیں ہو سکتی ہے۔

رشتہ چو گست میتواں بست لیک در میانش گرہ بماند

جس گناہ سے عذر کیا جائے' اس کو گویا دوبارہ سرزد کیا۔ سست آدمیوں کو بالکل فرصت نہیں ملتی۔
خودکشی قتل کی نہایت بھیانک صورت ہے۔ اس طرح توبہ کا موقع ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔
حق وسط میں ہے اور افراط و تفریط ہر دو مذموم۔

افسوس ہم چلے نہ سلامت روی کی چال یا بے خودی کی چال چلے یا خودی کی چال

دولت کی طمع بڑے بڑے ایمانداروں کو بے ایمانی کی ترغیب دیتی ہے اور وہ موقع ملنے پر نہیں چوکتے۔
جس کے پاس زیادہ ہے' اس کو اور بھی زیادہ کی خواہش ہوتی ہے۔

نہیں پنج انگشت یکساں کبھی مگر وقت خوردن ہیں یکساں سبھی

تلافی کرنے میں کبھی خیال نہ کرو کہ اب بہت دیر ہو گئی ہے۔

لفظوں کی بوچھاڑ اور مطلب کا بگاڑ' عرضی دو حرفی بحالی یا برطرفی۔ جہاں محبت پتلی ہو' عیب موٹے نظر آتے ہیں۔
بیوقوف اور اس کا روپیہ جلد ہی جدا ہو جاتے ہیں۔ خوش لباس سے شکم سیر زیادہ اچھی تقریر کرتا ہے۔
سب لوگ جو ایک شخص کو اچھا کہتے ہیں' اس کے دوست ہی نہیں ہیں۔ سوراخ سے پیوند اچھا ہوتا ہے۔
کبھی کبھی بیوقوف بھی عقلمندوں کو صلاح دے سکتے ہیں۔ بند منہ میں کبھی مکھیاں نہیں پڑتیں۔
برے بہانوں کی نسبت بہانے نہ کرنا ہی اچھا ہے۔ کوئی قاعدہ نہیں جس میں استثنا نہ ہو۔
ضعیف تعریف ہجو کے برابر ہے۔ تکلیفوں کو خاک پر' مگر مہربانیوں کو سنگ مرمر پر لکھو۔
گل کی خوشبو کا زمانہ بہت جلد گزر جاتا ہے' اور اس کی جگہ کانٹا رہ جاتا ہے۔
نہ ہونے کی نسبت' بدیر ہونا بہتر ہے۔ اچھی ابتدا کرنے سے آدھا کام ہو جاتا ہے۔
جو اپنی تھیلی سے قرض ادا نہیں کرتا' اس کو اپنی کھال سے ادا کرنا پڑتا ہے۔
جس چوہے کا ایک ہی سوراخ ہو' وہ آسانی سے پکڑا جا سکتا ہے۔
جو خطرہ پہلے ہی نظر آئے' اس سے آدھا بچاؤ ہو سکتا ہے۔
شباب خود شراب ہے۔

مئے رنگین تھا سادہ پانی بھی ہائے کیا چیز تھی جوانی بھی

جو تھوڑا جانتا ہے' وہ جلد کہہ دیتا ہے۔ تلوار کی نسبت' شکم پری نے زیادہ خون کیے ہیں۔
بوڑھی گائے کا خیال ہے کہ وہ کبھی بچھیا نہیں تھی۔ سمندر کی تعریف کرو مگر کنارے ہی پر رہو۔
ماضی گزشتہ واقعات کی لکیر' مستقبل خوش آئند تصویر اور حال خوفناک تعزیر' لہٰذا اس کو بہتر بناؤ۔
جب لوگوں کو پتہ چلتا ہے کہ زندگی کیا چیز ہے' تو یہ آدھی خرچ ہو چکتی ہے۔
بدقسمتی گھوڑے پر سوار ہو کر آتی اور پیدل جاتی ہے۔
بھوکا پیٹ کسی کی نہیں سنتا۔ ڈھول کی آواز اسی لیے ہے کہ اس کا پیٹ خالی ہے۔
جو کسی چیز پر شبہ نہیں کرتا' وہ کچھ نہیں جانتا۔ جھوٹ خواہ تیز ہی ہو' مگر سچ اس کو جا پکڑتا ہے۔
دو دفعہ پوچھنا ایک دفعہ غلط راہ اختیار کرنے سے بہتر ہے۔ شکاری پرند گایا نہیں کرتے۔
جو قصوروار ہے' وہ سمجھتا ہے کہ سب لوگ اسی کی برائی کرتے ہیں۔
ہر شخص خیال کرتا ہے کہ جتنی عقل اس کے حصے میں آئی ہے' اس کو اس سے زیادہ مل گئی ہے۔
جس شخص کو تم اپنا راز بتلا دیتے ہو' اپنی آزادی اس کے ہاتھ میں دیتے ہو۔
بھلا کرو مگر یہ پروا نہ کرو کہ کس کے ساتھ کرتے ہو۔ بہت زیادہ تھیلے کو پھاڑ دیتا اور بہت کم اسے گرا دیتا ہے۔
بیوقوف آبپاشی کے بغیر ہی بڑھتے پھولتے ہیں۔ گھوڑدوڑ کے گھوڑے' ہل میں نہ جوتو۔
ایک بیوقوف اس سے بھی زیادہ سوال پوچھ سکتا ہے کہ جس کا سات عقلمند بھی جواب نہ دے سکیں۔

اللہ بیوقوفوں کو سلامت رکھے کیونکہ ان کے بغیر تو عقلمندوں کو روٹی بھی نہ ملے گی۔
اس دنیا میں بد معاشوں کی نسبت 'بیوقوف زیادہ کر گزرتے ہیں۔ دوسری مرتبہ کے خیالات بہتر ہوتے ہیں۔
ہر شخص بوڑھا ہونا چاہتا ہے' لیکن اپنے آپ کو بوڑھا سننے کے لیے تیار نہیں۔
عالم جانتا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ جاہل سمجھتا ہے کہ میں سب کچھ جانتا ہوں۔
سچا ایمان وہ ہے' جس کو ہم خود بیچ جائیں اور اس پر بھروسہ رکھیں۔ ضمیر صرف حق و راستی کا دوسرا نام ہے۔
ایک عورت بھید نہیں چھپا سکتی' بلکہ اسے چھپانے کے لیے دوسرے کو دے دیتی ہے۔
خاوند اور بیوی کا نباہ چنداں مشکل نہیں۔ لیکن ساس اور بہو کا نباہ سخت کٹھن ہے۔

نکات دانش

افلاطون نے موسیٰؑ سے پوچھا کہ اگر آسمان کمان بن جائیں' حوادث تیر ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ تیر انداز ہو' تو تو کہاں جائے؟ کہا کہ تیر انداز سے قریب ہو جائے۔ جاہل کے خیال اور عمل میں بہت کم وقفہ ہوتا ہے۔
نصف عمر امیدوں کے پالنے میں اور بقیہ نصف نامرادی کے ماتم میں کٹ جاتی ہے۔
بد عادات میں اگر زوال نہ ہو سکے' تو اعتدال ہی غنیمت ہے۔
جسم پاکستان میں رہے اور دل مکہ میں' تو بہتر ہے اس سے کہ جسم مکہ میں رہے اور دل پاکستان میں۔
دو سادھوؤں کی ملاقات ہوئی' تو ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ آپ کس پنتھ کے چیلے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ پنتھ وغیرہ تو میں جانتا نہیں۔ البتہ آٹا دیکھ لو کہ کس کے پاس زیادہ ہے۔ مطلب یہ کہ خاندانی شرافت اور علم و ہنر کوئی نہیں پوچھتا۔ جس کے پاس مال ہو وہ ہزار عیب دار ہو' لیکن اسی کا بول بالا اور اہل دنیا اسی کی قدر کرتے ہیں۔
جان پدر! تیرے طالع کا ستارہ کب تک تیری مرادوں کے موافق چمکتا رہے گا۔ آخر تو فلک کا بھائی تو نہیں۔
جوانی کے جانے سے پہلے اس کی قدر کر' ورنہ جلد وہ وقت آئے گا۔ کہ اس کی قدر کرنے کی آرزو تو ہو گی۔ لیکن وہ واپس نہ آئے گی۔ بیٹے کی شادی جب چاہو۔ بیٹی کی جس وقت کر سکو۔
جس طرح شبنم سے کنواں نہیں بھر سکتا' اسی طرح حریصوں کی آنکھ کا کاسہ نعمت دنیا سے نہیں بھر سکتا۔
روایت ہے کہ کسریٰ کے خزانے میں ایک تھیلی ملی' جس میں کھجور جتنے بڑے بڑے گندم کے دانے تھے۔ ان پر لکھا ہوا تھا جس زمانے میں بادشاہوں کی عدالت اپنے کمال پر تھی' برکت بھی اسی مرتبے پر تھی۔
اللہ کریم کے در پر ساکن ہو کر بے خانہ بن' شمع کا دعویٰ نہ کر' بلکہ پروانہ بن۔
ایام غنچگی میں اس قدر جفائے باغباں دیکھی' بعد گل بننے کے اللہ جانے کیا کیا گل کھلیں گے۔
حباب اپنی سربلندی کی وجہ سے پامال موج ہوتا ہے اور غبار اپنی خاکساری کی وجہ سے اوج آسمان تک پہنچ جاتا ہے۔

اگر الحمد چاہو' ابنائے زمانہ سوبار پڑھ دیں گے' لیکن للہ ایک درہم بھی صد بار یعنی سو بوجھ معلوم ہوتا ہے۔

گوشت و پوست کی زیادتی ہی سے اگر تو شرف امتیاز چاہے' تو بیل اور گدھے تجھ سے اس شرف میں زیادہ ممتاز ہیں۔

اعتدال پر نگاہ رکھ کہ اس کی ہر دو اطراف میں افراط و تفریط حائل ہے۔

مہر و ماہ کی مانند تمام دنیا کو پھر کر دیکھا۔ لیکن منزل آسائش کہیں نہ پائی۔

عذر و توبہ کے ساتھ عذاب خالق سے رہائی ہو سکتی ہے' لیکن خلق کے حلق سے کوئی نہیں بچ سکتا۔

صنعت صانع پر آنکھ کھول اور لب بند کر' کیونکہ استاد کے خط کو دیکھنا پڑھنے کی نسبت زیادہ مفید ہے۔

مبتلائے بحث کو راز خدا کی کیا خبر   معنی بے لفظ و لفظ بے صدا کی کیا خبر
پایا اک ہنگامہ بھی ہو گئے اس میں شریک   ابتدا کا علم کیسا انتہا کی کیا خبر

نوکر اپنے آقا کی جسمانی اور عقلی کمزوروں سے بہ نسبت دوسروں کے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔

بنیادی اینٹ اگر ٹیڑھی رکھی جائے' تو آسمان تک دیوار ٹیڑھی بنے گی۔   ایک مفلسی و صد ہزار عیب۔

وہ شخص جس کا ستارہ اقبال پر نہ ہو' اس کے تمام ہنر خلق میں نامقبول ہوتے ہیں۔ اس کی شجاعت دیوانگی کہلاتی' اس کی فصاحت حشو' اس کی کریمی فساد و نمود' اس کا فضل فضول اور اس کا ہر کام بے اصول شمار ہوتا ہے۔

تیری گفتار اگر موتی بھی بکھیرے' خاموشی اس سے پھر بھی بہتر ہے۔ خردمند صدف کی مانند خاموش رہتا ہے۔ ہرچند کہ اس کے اندر موتی بھرے ہیں۔

دیوانہ خاموش ہے عاقل کے برابر   دریائے پر سکون ہے ساحل کے برابر

جبکہ تو آنکھ رکھتا ہے اور ایک عالم تیرے سامنے جلوہ گر ہے' پھر تجھے کسی معلم یا کتاب کی کیا ضرورت ہے۔

اس وقت غم کرنا چاہئے' جب مسرت حد سے بڑھ جائے۔

کنج خرابات میں موافق ہونا' خرقہ میں منافق ہونے سے بہتر ہے اور صوفی خام سے میخوار پختہ ہونا اچھا۔

گناہ اسی وقت تک دلچسپ ہے' جب تک وہ سرزد نہ ہو جائے۔   اہل جماعت کا امام سے پہلے اٹھ جانا مکروہ ہے۔

دانت نعمت کھاتے کھاتے گھس گئے' لیکن زبان شکایت کرتے کرتے نہ گھسی۔

زاہدان ریاکیش کی مسواک اس لیے کہ دندان طمع تیز کریں اور تسبیح اس لیے کہ لوگوں کے عیب شمار کریں۔

اگر معترض زبان ہر وقت چلتی رہے' تو دامان وقار تار تار ہو جاتا ہے۔

ایک دانہ خرمن کو پر نہیں کرتا۔ لیکن ان دانوں کی مدد کرتا ہے' جو خرمن کو پر کرتے ہیں۔

دیر و حرم نیک لوگوں سے خالی ہو گئے' نہ اس میں خلیل رہا' نہ اس میں زردشت۔

غائب کا اثر حاضر کی نسبت کم ہوتا ہے۔ سگ حضوری بہ از متصدیان دوری۔

تیری زبان پر دو دروازے دانت اور ہونٹ اس لیے لگائے ہیں کہ تو ناگفتنی بات سے زبان کو بند رکھے۔

بہ بد گفتن زبان خود مگرداں   زبان خود زبان خود مگر داں

اپنی بیٹی کے لیے شادی کے دونوں امیدواروں میں سے اس نے عقلمند کو دولتمند پر ترجیح دیتے ہوئے کہا کہ "بغیر

دولت کے انسان کے ساتھ تو گزارہ ہو سکتا ہے' مگر بغیر انسان کے صرف دولت کے ساتھ کیسے نباہ ہو سکتا ہے۔

کھائے پر کھانے کی لذت نہیں' چاہے کھا کے دیکھ
بن بلائے گئے کی عزت نہیں' چاہے جا کے دیکھ

دل کیا ہے؟ سینے کے اندر سوزو تف۔ تن کیا ہے؟ غم و رنج و بلا کا ہدف۔ القصہ میری جان لینے کے قصد سے زندگی ایک طرف ہے اور موت ایک طرف۔

اپنی نظر کو قابو میں رکھ کہ یہ ایسا تیز دست ہے کہ جوہری کے ہاتھ سے بزور گوہر کو اڑا لے جاتا ہے۔

مرید نے شاہ صاحب سے پوچھا' اتنے موٹے کیوں ہو؟ کہا نفس کتا ہے' ہم اس کو مار چکے ہیں اور کتا مرنے کے بعد پھولتا ہے۔ مرید نے کہا مردار کو کوڑے میں پھینکو' ساتھ کیوں لیے پھرتے ہو۔

نیک ہمسایہ دور کے بھائی سے اچھا ہے۔ بڑھاپا گویا مزار زندگی کا کتبہ ہے۔

دیوار نے کیل سے کہا "تو مجھے کیوں پھاڑتا ہے؟" وہ بولا "اس سے پوچھ جو مجھے گاڑتا ہے۔"

خس کی یہ معذرت ہے موجوں کے ساتھ ہم ہیں
موجوں کا ہے یہ کہنا قدرت کے ہاتھ ہم ہیں

جس شخص پر نیکی کا گمان کیا گیا' غور سے دیکھا' تو اس میں کوئی پوشیدہ عیب ضرور پایا گیا۔

عمر بھر باغِ جہاں کی گلگشت کی' لیکن جس میوے کو دیکھا' اسکے اندر سختی ضرور پائی۔

جو لوگ دولت کے ساتھ محبت رکھتے ہیں در حقیقت ان کو نہ موت ہی یاد ہے' نہ اللہ ہی پر اعتماد ہے۔

وقت' ہوا' اور دولت ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ معافی بدمعاش کو زیادہ بدمعاش اور شریف کو زیادہ شریف بنا دیتی ہے۔

فقیر کی صدا سخی کے لیے نغمہ' جو شخص کسی پر احسان کر کے جتلاتا ہے' اس کا گناہ اس کے ثواب سے بڑھ جاتا ہے۔

خوش کلامی بہترین نعمت خداداد ہے۔ سخن درست دراست ہر کہ دریافت دریافت۔

فہم سخن گر نہ کند مستمع
قوت طبع از متکلم مجو

بہتے پانی کو دیکھو' چلتی ہوا کو ملاحظہ کرو' گزرتے وقت پر نظر ڈالو' نظام فلکی کی گردش کا مطالعہ کرو کسی کو اپنی جگہ پر قرار نہیں۔ اسی طرح ساری دنیا میں ہر ایک چیز کو چل چلاؤ لگ رہا ہے' حتیٰ کہ ایک ذرہ تک بھی اس سے محفوظ نہیں ہے۔ پس کسی کے پیدا ہونے کی خوشیاں کیا اور مرنے کا غم کیا۔

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیر کو ہے اس زمانے میں

نکتہ جلن جاٹ پنجاب میں ایک مشہور ہندو عارف شخص گزرا ہے' جس کی اولاد میں صرف ایک بیٹی تھی۔ جب وہ جوان ہو گئی' تو اس کی بیوی نے کہا کہ لڑکی کی شادی کے سلسلے میں قریبی قصبہ کے ایک پنڈت سے اس کی شبھ لگن یعنی ساعت سعید کے متعلق تاریخ دریافت کر آئیں۔ بیوی کے حکم کی تعمیل میں جلن اس قصبہ میں پہنچا' تو وہاں ایک جگہ بہت سے آدمی جمع دیکھے اور اندرون خانہ سے رونے' پیٹنے اور چیخنے' چلانے کی آوازیں سنائی دیں' دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہاں کے ایک مشہور بید حکیم کا اکلوتا نوجوان فرزند فوت ہو گیا ہے۔ جلن یہ سن کر سخت حیران ہوا کہ جو حکیم زندگی سے ناامید مریضوں کو شفا بخشتا تھا' خود اپنے نوجوان اکلوتے فرزند کو مرض الموت سے نہ بچا سکا۔ اسی حیرانی کے عالم میں وہ تلاش کرتا ہوا پنڈت جی کے گھر پہنچا۔ پنڈت جی اس وقت روزانہ معمول کے مطابق دریا پر اشنان کرنے

گئے ہوئے تھے۔ اثنائے انتظار میں وہاں تین چار بچے کھیلتے نظر آئے۔ جلن نے دریافت کیا کہ کیا یہ پنڈت جی کے بچے ہیں؟ حاضرین میں سے ایک نے جواب دیا کہ یہ بچے پنڈت جی کے نواسے ہیں۔ چونکہ پنڈت جی کی اکلوتی لڑکی جوان عمری ہی میں بیوہ ہو گئی تھی' اس لیے اب وہ اپنے باپ کے پاس ہی رہتی ہے۔ جلن اس جواب کو سن کر بہت متعجب ہوا کہ جس پنڈت سے اپنی لڑکی کا شگون اور شبھ لگن دریافت کرنے آیا ہوں' خود اس کی بیٹی بیوہ ہے' تو وہ کسی دوسرے کو کیا شبھ لگن بتا سکے گا۔ یہ پنڈت جی کا مزید انتظار کیے بغیر چلنے کو تیار ہو گیا کہ اس اثنا میں پنڈت جی بھی تشریف لے آئے اور جلن سے بغیر کسی مطلب کے ان کے پاس آنے اور واپس چلے جانے کی وجہ دریافت کی۔ جلن نے کہا کہ جس مطلب کے لیے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا' وہ آپ کے آنے سے پہلے ہی حل ہو چکا ہے۔ پھر جلن نے مختصر طور پر اپنے آنے کی کیفیت بیان کی اور مندرجہ ذیل دوہا حسب حال خود پنڈت جی کو سنا کر واپس اپنے گھر کی راہ لی۔

بیدوں کے گھر پیٹنا برہمنوں کے گھر میں رنڈ — مڑ چل گھر کر جلنا اور ساہا کر سنگ
حکیموں کے گھر پیٹنا برہمنوں کے گھر میں بیوہ — واپس جا گھر کو شاہی اور شاہی بے دھڑک

اس مضمون پر کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

علم غیبے کس نمی داند بجز پروردگار — گر کسے گوید کہ من دانم ازو باور مدار
مصطفیٰ ہرگز نگفتہ تا نگفتہ جبرئیل — جبرئیلش ہم نہ گفتہ تا نگفتہ کردگار

حضرت سعدیؒ نے ایک حکایت میں لکھا ہے کہ کسی شہر میں ایک نجومی گلی کوچوں اور بازاروں میں پھر کر لوگوں کو ان کی قسمت کا حال بتاتا اور اسی پیشہ سے اپنی روزی کماتا تھا۔ اتفاقاً ایک روز خود اس کے گھر میں اس کی بیوی علت زنا میں پکڑی گئی۔ جس پر انہوں نے ان جھوٹے غیب دانوں کی پوری تشریح اس مختصر سے شعر میں بیان کر دی ہے۔

تو بر اوج فلک چہ دانی چیست — چوں ندانی کہ در سرائے تو کیست

ایک درویش نے اپنے مرشد سے عرض کیا کہ لوگوں کے ہجوم سے میں تنگ آ گیا ہوں۔ وہ میری زیارت کے لیے بہت زیادہ آتے ہیں۔ ان کے تردد میں میرے اوقات پریشانی میں گزرتے ہیں اور عبادت میں خلل ڈالتے ہیں۔ مرشد نے فرمایا کہ تیرے پاس آنے والوں میں سے جو درویش اور مفلس ہیں' ان کو قرض دے اور جو لوگ امیر ہیں' ان سے کچھ قرض یا ہدیہ مانگ۔ اس کے بعد کوئی تیرے پاس نہیں آئے گا۔

چار نیکیاں افضل ترین' غصہ کے وقت درگزر۔ تنہائی میں پارسائی۔ تنگدستی میں سخاوت' طاقت کے باوجود انکساری۔

ایک شہزادہ اپنے محلات کی ایک کنیز پر فریفتہ ہو گیا۔ شہزادے کا اصرار اور کنیز کا انکار جب حد سے بڑھ گیا تو کنیز نے شہزادے سے پوچھا "آپ کو میری کونسی چیز زیادہ پسند ہے؟" شہزادے نے کہا اگرچہ تم سر تا پا مجموعہ خوبی اور مجسمہ حسن ہو۔ لیکن مجھے سب سے زیادہ تمہاری آنکھیں پسند ہیں۔ کنیز شہزادے کو یہ کہہ کر اندر چلی گئی کہ "میں ابھی حاضر خدمت ہوتی ہوں" کنیز نے اندر جا کر چھری سے اپنی دونوں آنکھیں نکال کر ایک طشت میں شہزادے کے روبرو پیش کر دیں۔ کنیز کی اپنی حفاظت عفت کے لیے اس قدر دلیرانہ کارگزاری کو دیکھ کر شہزادہ سخت نادم' متالم و متاثر ہوا اور

آئندہ کے لیے ایسی ہوس رانی سے تائب ہو گیا۔

عبداللہ طاہر نے ایک دن اپنے بیٹے سے کہا کہ ہمارے خاندان میں سلطنت کب تک رہے گی۔ بیٹے نے کہا جب تک عدالت رہے گی۔

نوشیرواں نے بزرجمہر سے پوچھا کہ شجاعت کیا ہے؟ اس نے کہا قوت دل۔ کہا قوت بازو کیوں نہیں کہتا؟ کہا اگر دل قوی نہیں' تو قوت بازو بیکار ہے۔

سفید رنگ تمام رنگوں پر فضیلت رکھتا ہے۔ کسی بادشاہ کا قول ہے کہ سفید اگر کوئی رنگ ہوتا' تو اسے میں صرف اپنے لیے مخصوص رکھتا اور کسی کو اس کے استعمال کی اجازت نہ دیتا۔ البتہ یہی سفیدی جب بالوں میں جلوہ گر ہوتی ہے تو سب سے بدترین رنگ ثابت ہوتی ہے۔ دوہا

دھولے دھولے سب بھلے دھولے بھلے نہ کیش — تریا ڈرے نہ رپ مرے نہ آور کرے نرلیش

سفید سفید سب اچھے مگر نہ سفید بال — بیوی کے ڈرے، دشمن نہ مرے گا عام وقت کسی سے محبت نہ کرے گا

خطرناک غلطیاں

اس خیال میں مست رہنا کہ میں ہمیشہ تندرست' خوبصورت اور تونگر ہی رہوں گا۔

اس نیت سے عیب کرنا کہ صرف دو چار مرتبہ کر کے چھوڑ دوں گا۔

اپنا راز کسی دوسرے کو بتا کر اس کے پوشیدہ رکھنے کی درخواست کرنا۔

ہر ایک انسان کے متعلق ظاہری صورت دیکھ کر رائے قائم کرنا۔

کسی کام کو ادھورا چھوڑ کر' دوسرے وقت پر مکمل کرنے کی امید رکھنا۔

اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کرنا اور کسی خدائی عطیہ کا امیدوار رہنا۔

ہر ایک سے بدی کرنا اور خود آرام میں رہنے کی توقع رکھنا۔

بغیر کافی ذریعہ اطمینان کے محض کسی کی قسم پر اعتبار کر لینا۔

بیکاری میں آئندہ کے لیے خیالی پلاؤ پکانا اور خوش رہنا۔

تمام انسانوں کو اپنے خیال پر لگانے کی کوشش کرنا۔ تمام نوجوانوں کو تجربہ کار خیال کرنا۔

اپنے آپ کو سب سے زیادہ عقلمند اور لائق آدمی تصور کرنا۔

آزمائے ہوئے کو دوبارہ آزمانا' اور ہر ایک شیریں زبان کو دوست سمجھ لینا۔

دوسروں کی موت کو دیکھتے ہوئے اپنے آپ کو اس سے بری سمجھنا۔

برا کام کرتے وقت' برا کلام کہتے وقت ہر دیوار کو کان اور ہر دروازے کو آنکھ نہ سمجھنا۔

ادائیگی قرض کے متعلق دلفریب ذرائع آمدنی کا تصور باندھ کر غیر ضروری اخراجات کے لیے بے دھڑک قرض لینا۔

سلک مروارید

فضول باتوں کا سننا خطرات نفسانی کا تخم ہے۔ بد گمانی کرنا تیرے باطن کے ناپاک ہونے کا نشان ہے۔
ہر دشمنی کے زائل ہو جانے کی امید کی جا سکتی ہے' سوائے اس دشمنی کے جس کی بنا حسد پر قائم ہو۔
عقلمند سوچ کر بولتا ہے اور بیوقوف بول کر سوچتا ہے۔ خدا کی تقسیم پر راضی ہونا سچا ایمان ہے۔ (حضرت علیؓ)
روزی کی وسعت آدمی کے لیے دین کی سلامتی اور دل کی فراغت کا سبب ہے۔
وہ جانور روز حشر داد طلب ہو گا' جس کو بے سبب مارا' یا جس پر زیادہ بوجھ لادا ہو گا۔
لعنت ہے اس پر کہ مظلوم کی مدد نہ کرے' جب ظلم ہوتا دیکھے اور ہٹانے کی قدرت رکھے۔
فاصلہ کی واقفیت' نزدیک کی دوستی سے اچھی ہے۔ مرد مرے نام کو' نامرد مرے نان کو۔
ضرورت اپنا راستہ کھولنے پر مجبور ہے۔ عالم بے عمل کی صحبت دل سے عظمت اسلام نکال دیتی ہے۔
زبان کو سوچنے سے پہلے دوڑنے نہ دو۔ پاک دامن پلید کے ساتھ باندھ دیا جائے' تو پاک بھی پلید ہو جائے گا۔
انسان تنہائی میں فرشتے سے برتر یا حیوان سے بدتر ہے اور یہ اس کے علم و عقل پر منحصر ہے۔
تنہائی سے زیادہ کسی حال میں امن نہیں اور قبروں کی زیارت سے زیادہ کوئی ناصح نہیں۔
خاص بندے عوام کے ساتھ جب ہی عذاب کیے جاتے ہیں' جب وہ گناہ دیکھ کر خاموشی اختیار کرتے ہیں۔
اپنی زندگی محبت کے بغیر ہی گزار دے کیونکہ اس کی ابتدا تکلیف' درمیانی حالت بیماری اور انجام قتل یا موت ہے۔
جو شخص کوئی گناہ پردے سے کرتا ہے' اس کی ٹوہ لگانا تجسس کہلاتا ہے۔ اور یہ کبیرہ گناہ ہے۔
انکساری یہ ہے کہ آدمی کو غصہ ہی نہ آئے۔
علم سیکھے بغیر گوشہ گیری موجب تباہی ہے۔ مرد بننا مشکل ہے۔ مردہ بننے میں تو کسی مردانگی کی ضرورت نہیں۔
متکبر کا ادنیٰ نشان یہ ہے کہ غصہ ضبط نہ کر سکے۔ بد خوئی ایسا بڑا گناہ ہے کہ کوئی عبادت سودمند نہیں ہوتی۔
کھوپریوں کے پیالے ہوس کی بنا پر کبھی پر نہیں ہوتے کیونکہ الٹا پیالہ کبھی نہیں بھرتا۔
خوش خو کبھی غمزدہ نہیں ہوتا' اگرچہ مبتلائے مصیبت ہی ہو۔ بد خو کبھی خوش نہیں رہتا' اگرچہ ہر طرح کی راحت ہو۔
محض لباس سے مردم شناسی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ آدمی کا بنانے والا اللہ ہے' لباس کا درزی۔
مالدار کو بخل' حاکم کو طمع' جوان کو سستی' عابد کو غرور اور سخی کو افسوس خراب کرتا ہے۔
زندگی میں انسان کی ناکامیابی پر غور نہ کرو۔ کیونکہ بہت سے انسان اس وجہ سے بھی ناکام رہتے ہیں کہ وہ دیانتداری کا خیال زیادہ رکھتے ہیں۔ اپنی ضرورت کا' اپنے ذرائع آمدنی سے اندازہ لگاؤ۔
احمق اور دانا کی' امیر اور غریب کی' تندرست اور بیمار کی' جوان اور بوڑھے کی' شریف اور شریر کی' ظالم اور عادل کی

دوستی ہوسکتی ہے' مگر قیام پذیر نہیں۔

یہودی اور نصرانی کسی بات پر جھگڑ پڑے۔ نوبت حلف تک پہنچی۔ یہودی نے کہا "اے اللہ! اگر میرا بیان غلط ہے۔ تو مجھے نصرانی بنا کر ماریو۔" نصرانی نے کہا کہ "اے اللہ! اگر میرا بیان غلط ہے' تو مجھے یہودی کر کے ماریو۔" مذہب کے متعلق ہر شخص کا ایسا ہی عقیدہ ہے لیکن حقیقت حال یہ ہے۔

مطمئن اس سے مسلماں نہ مسیحی نہ یہود دوست کیا جانئے یہ چرخ کہن کس کا ہے

بے احسان سخاوت' قدرت میں عفو' دولت میں تواضع اور عادت میں نیکی جوانمردی ہے۔

زبان اگرچہ تلوار نہیں' پر تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ بات اگرچہ تیر نہیں مگر تیر سے زیادہ زخمی کرتی ہے۔ غصہ اگرچہ شیر نہیں' لیکن شیر سے زیادہ خوفناک ہے' نشہ اگرچہ سانپ نہیں' مگر سانپ سے زیادہ خطرناک ہے۔ گناہ اگرچہ زہر نہیں لیکن زہر سے زیادہ مہلک ہے۔ بدوں کے ساتھ موافقت مصلحت وقت کے تحت ہے۔ سگ گزندہ آشنا بہتر۔

ہر آنے والا دن جانے والے سال سے بھاری ہے۔

کلوا واشربوا لیکن یہ کلوا تا گلونہ ہو۔ کیونکر وہ آپ کو پیار کرے' جس کو آپ پیار نہیں کرتے دونوں انسان ہیں۔

جبکہ آپ دوسروں کو تعصب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیوں دوسرے بھی آپ کو اسی نظر سے نہ دیکھیں۔ کیونکہ تعصب ہر انسان میں موجود ہے۔ بے گناہ درہ عمرؓ سے نہیں ڈرتا۔

جس حال میں آپ کو دوسروں کی بھلائی کا خیال نہیں ہے' کیوں دوسرے بھی آپ کی بھلائی کے خواہاں ہوں۔ کیونکہ یہ تقاضائے بشریت ہے۔

بدبختوں کے خصائل رذیلہ میں سے کوئی خصلت بھی کفران نعمت سے بری نہیں۔ اور نیک بختوں کے اوصاف حمیدہ میں شکر نعمت سے بڑھ کر کوئی خصلت ممدوح نہیں۔

عالم بے عمل' موم بے عسل۔ سخی بے زر' درخت بے ثمر۔ ہرزہ گو آدمی' بولتا ہوا جانور۔ احمق انسان' ناطق حیوان۔ تیغ بے جوہر' بے مصرف و ناچیز۔ عالم بدکار' سوتا ہوا سوار۔ جاہل پرہیزگار' پیادہ تیز رفتار۔ حاکم بے عدل' اندھا کنواں۔ مالدار بخیل' ابر بے باراں' منعم بے کرم' دونوں جہاں میں روسیاہ۔

تیرا دشمن تیرے دوستوں میں سے جدا ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا تو دوستوں کی تعداد نہ بڑھا۔ کیونکہ اکثر بیماریاں کھانے پینے کی زیادتی کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔

باہر کسے کہ دوستی اظہار می کنم خوابیدہ دشمنے ست کہ بیدار می کنم

حضرت علیؓ سے کسی نے حقیقت نکاح دریافت کی۔ آپ نے فرمایا۔

۱۔ لزوم مہر یعنی مہر لازم ہو جاتا ہے سائل نے سوال کیا ثم ماذا یعنی پھر کیا؟ فرمایا۔

۲۔ سرور شہر یعنی ایک ماہ کی خوشی سائل نے پوچھا ثم ماذا پھر کیا؟ فرمایا۔

۳۔ غموم دہر یعنی عمر بھر کے غم سائل نے پوچھا ثم ماذا پھر کیا؟ فرمایا۔

۴۔ کسور ظہر یعنی کمر ٹوٹ جاتی ہے سائل نے پوچھا ثم ماذا پھر کیا؟ فرمایا۔

۵۔ نزول قبر یعنی قبر میں اترنا۔

اعمال الصالحین

حضرت بایزید بسطامیؒ ایک رات قبرستان سے آ رہے تھے کہ راہ میں ایک بسطام کا شریف زادہ بربط بجا رہا تھا۔ جب وہ آپ کے قریب پہنچا، تو آپ نے فرمایا لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔ جوان نے یہ سنا، تو بربط آپ کے سر پر دے مارا، بربط بھی ٹوٹ گیا اور آپ کے سر پر بھی چوٹ لگی۔ جب آپ اپنے گوشہ میں پہنچے، تو صبح کے وقت بربط کی قیمت اور ایک طباق حلوے کا اس جوان کے پاس بھیج دیا اور خادم کی زبانی عذر بھی کیا کہ بایزیدؒ تم سے معذرت چاہتا ہے، اور کہتا ہے کہ کل تم نے بربط میرے سر پر توڑا، اس کی قیمت لے لو اور دوسرا خرید لو۔ اور یہ حلوہ کھالو، تاکہ اس کے ٹوٹنے کا غصہ اور تلخی تمہارے دل سے جاتی رہے۔ جب جوان نے یہ دیکھا، تو خدمت مبارک میں حاضر ہو کر توبہ کی۔ اور بہت رویا۔ چند دوسرے جوانوں نے بھی اسکی موافقت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کی۔

آپ کا ہمسایہ ایک گبر تھا۔ اس کا ایک شیر خوار لڑکا تمام رات اندھیرے کی وجہ سے روتا، کیونکہ گھر میں چراغ نہ تھا۔ آپ ہر روز چراغ اس گبر کے گھر لے جاتے اور وہ لڑکا چراغ کی روشنی میں خاموش ہو جاتا۔ جب وہ گبر سفر سے واپس آیا، تو لڑکے کی ماں نے آپ کے متعلق ہر شب چراغ کا لانا بیان کیا۔ اس گبر نے کہا "جب شیخ بایزیدؒ کی روشنی آگئی تو افسوس کہ ہم اپنی تاریکی میں رہیں۔" وہ گبر آپ کی خدمت میں آیا اور مسلمان ہو گیا۔

آپ نے فرمایا ایک بار میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حق تعالیٰ مجھے نان و نفقہ کی مصیبت سے بچائے۔ پھر دل میں خیال ہوا کہ حضور انور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس بوجھ کے اٹھانے کو ترک نہیں کیا۔ تو میں بھلا کس طرح آپ کی سنت کے خلاف کروں۔ پھر جب میں نے اس بوجھ کو اٹھالیا، تو حق تعالیٰ نے میرے لیے سہولتیں پیدا کر دیں اور میرے نزدیک عورت اور دیوار دونوں یکساں ہو گئیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں، مہمان کے لئے کشادہ خرچ کرنا اسراف نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ بن طلحہؒ فرماتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے میرے پاس تین توڑے چاندی کے بھیجے اور کہلا بھیجا کہ اسے فقرا اور حاجتمندوں میں تقسیم کر دو۔ میں نے لے لیے اور اس میں سے کچھ ابی ذر بن عقیلؒ کے پاس بھیجے۔ آپ مصیبت زدہ رہتے تھے، تو گویا آپ پر بچھو ڈال دیئے۔ پس آپ نے اسے واپس کر دیا اور رات بھر بھوکے رہے۔

حضرت ابراہیم بن یوسفؒ مال اکٹھا کرتے اور فرماتے "میں اسے بھوکوں کے لیے جمع کرتا ہوں، نہ کہ اظہار امارت یا بنائے عمارت کے لیے۔ اگر انسان ایسا نہ کرے، تو مال جمع کرنا چھوڑ دے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ: آپ کی توبہ کا یہ باعث ہوا کہ آپ ایک کنیز پر فریفتہ ہو گئے اور بے قرار رہنے لگے۔ ایک دفعہ نہایت سردی کی رات میں اپنی محبوبہ کی زیر دیوار صبح تک کھڑے رہے اور تمام رات آپ پر برفباری ہوتی رہی۔ جب صبح کی آذان ہوئی، تو آپ نے اسے عشاء کی اذان تصور کیا۔ جب دن چڑھا تو آپ نے خیال کیا کہ میں نے

تمام رات محبوبہ کے انتظار میں بسر کردی۔ لیکن اگر امام نماز میں کوئی لمبی سورت پڑھتا' تو تو دیوانہ ہو جاتا اور شور و فغاں کرتا۔ تیری فطرت سے فریاد بلند ہوتی۔ اے مبارک کے بیٹے! تجھے شرم آنی چاہیے کہ ایسی مبارک رات تو نے نفس کی خاطر پاؤں پر بسر کردی۔ اسی وقت آپ کے دل میں ایک درد پیدا ہوا۔ آپ نے توبہ کی اور مشغول عبادت ہو گئے اور اس درجہ تک پہنچ گئے' جو خاص خاص بندگان الٰہی کو نصیب ہوتا ہے۔

آپ حد درجہ کے متقی تھے۔ ایک دفعہ آپ ایک منزل پر اترے۔ آپ کے پاس ایک نہایت قیمتی گھوڑا تھا۔ آپ جب نماز میں مشغول ہوئے' تو گھوڑا ایک کھیت میں جاکر چرنے لگ گیا۔ جب آپ نے یہ حالت دیکھی' تو گھوڑے کو وہیں چھوڑ دیا۔ بایں خیال کہ غیر حلال چارہ اس کے پیٹ کے اندر چلا گیا اور پیادہ پا روانہ ہوئے۔

ایک دفعہ آپ مرو سے شام گئے تھے اور سفر محض ایک قلم دینے کے لیے اختیار کیا' جو آپ نے ایک شخص سے لیا تھا اور اس کو واپس نہ کیا تھا۔

ایک سال آپ جب حج سے فارغ ہوئے' تو حرم شریف میں ایک ساعت کئے لیے سو گئے۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے نازل ہوئے اور ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ امسال کس قدر لوگ حج کو آئے دوسرے نے جواب دیا' چھ لاکھ' پھر اس نے کہا "کس قدر لوگوں کا حج قبول ہوا؟" اس نے کہا "کسی کا بھی حج قبول نہیں ہوا ہے۔" آپ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ سنا' تو میرے دل میں ایک اضطراب پیدا ہو گیا اور میں نے کہا اس قدر لوگ جو اطراف و اکناف سے اس قدر رنج اٹھا کر صحراؤں اور بیابانوں کو طے کر کے آئے ہیں' ان کی تمام تکالیف و مصائب رائیگاں گئیں۔ پھر اس فرشتے نے کہا کہ دمشق میں ایک موچی ہے۔ اس کا نام علی بن الموفق ہے وہ حج کو نہیں آیا۔ لیکن اس کا حج قبول ہے اور حق تعالیٰ نے ان سب لوگوں کو اس کے طفیل بخش دیا۔ جب میں نے یہ سنا' تو خواب سے بیدار ہو کر خیال کیا کہ مجھے دمشق جا کر اس شخص کی زیارت کرنی چاہیے۔ جب میں دمشق پہنچا' تو اس کا گھر تلاش کیا اور مکان کے دروازے پر آواز دی۔ اندر سے ایک شخص نکلا۔ میں نے اس سے اس کا نام دریافت کیا۔ اس نے کہا علی بن الموفق۔ میں نے کہا کہ مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ اس نے کہا "ہاں کہو۔" میں نے کہا "آپ کیا کام کرتے ہیں؟" اس نے جواب دیا' میں پارہ درزی کرتا ہوں۔ پھر میں نے خواب کا تمام واقعہ اس سے بیان کیا۔ اس نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے؟ میں نے کہا عبداللہ بن مبارک"۔ انہوں نے کہا مجھے تیس سال سے حج کی آرزو تھی۔ میں نے اس مدت دراز میں تین ہزار درم جمع کیے اور اس سال حج کا ارادہ کیا۔ اک دن میری بیوی نے حاملہ تھی مجھ سے کہا کہ ہمسایہ کے گھر سے آج طعام کی بو آرہی ہے' جاؤ اور میرے لیے کچھ طعام ان سے مانگ لاؤ۔ میں گیا تو ہمسایہ نے مجھ سے یہ ذکر کیا کہ تین دن رات سے میرے بچوں نے کچھ نہ کھایا تھا۔ آج اتفاقاً میں نے ایک مردار گدھا دیکھا' تو اس سے ایک ٹکڑا گوشت کا کاٹ لیا اور طعام بنایا' وہ تمہارے لیے حلال نہیں۔ جب میں نے یہ سنا' تو میری جان کو ایک آگ سی لگ گئی۔ میں تین ہزار درم گھر سے اٹھا لایا اور اس کو دے دیئے کہ اس سے اپنے بال بچوں کا گزارہ کرو کہ میرا حج یہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے کہ میرے خلوص نیت کو دیکھ کر بغیر ادائیگی مراسم حج اس نے میرے اس فعل کو قبولیت حج کا درجہ عطا فرمایا۔

ایک دن ایک جوان آپ کی خدمت میں آیا اور آپ کے پاؤں پر گر کر زار زار رویا اور عرض کیا "میں نے

ایک ایسا گناہ کیا ہے کہ میں اسے شرم کے مارے بیان نہیں کر سکتا۔" آپ نے فرمایا بتلا تو سہی' تو نے کیا کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے زنا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا "میں ڈر گیا تھا کہ شاید تو نے کسی کی غیبت کی ہے۔"

آپ نے اپنی زندگی ہی میں تمام مال درویشوں کو تقسیم کر دیا ایک دن آپ کے پاس ایک مہمان آیا۔ آپ کے پاس جو کچھ تھا' اس کی تواضع پر خرچ کر دیا اور کہا "مہمان حق تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہے' جہاں تک ہو سکے اس کی خدمت کرنی چاہیئے۔" آپ کی اہلیہ اس بارے میں آپ سے جھگڑنے لگی۔ آپ نے فرمایا "ایسی عورت جو نیک کام میں جھگڑا کرے' اسے گھر میں نہ رکھنا چاہیے۔" آپ نے اس کے مہر کا انتظام کر کے اسے طلاق دے دی۔ حق تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک سردار کی لڑکی آپ کی مجلس وعظ میں آئی۔ اس کو آپ کی باتیں ایسی اچھی معلوم ہوئیں کہ گھر آکر اس نے اپنے باپ سے کہا کہ میرا آپ سے نکاح کر دیا جائے۔ باپ نے اپنی بیٹی کو پچاس ہزار دینار دے کر اس کا نکاح آپ سے کر دیا۔ پھر آپ نے خواب دیکھا' حق تعالیٰ نے فرمایا "تو نے عورت کو ہمارے لیے طلاق دی۔ اب یہ عورت تجھ کو اس کے عوض میں عطا کی گئی ہے' تاکہ تو جانے کہ کسی کو ہمارے ساتھ معاملہ کرنے میں زیاں نہیں ہوتا۔"

جب آپ کا وقت وفات قریب پہنچا' تو آپ نے اپنا تمام مال درویشوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک مرید آپ کے سرہانے تھا۔ اس نے کہا "اے شیخ! آپ کی تین بیٹیاں ہیں اور آپ دنیا سے آنکھیں بند کر رہے ہیں۔ ان کے لیے بھی کچھ چھوڑ دیجئے۔" ان کی تدبیر آپ نے فرمائی؟ آپ نے ارشاد فرمایا "میں نے ان سے کہہ دیا ہے ھو یتولی الصالحین۔ یعنی اہل صلاح کا کارساز وہی ہے۔ بس جب کسی کا کارساز اللہ ہو' وہاں عبداللہ کی کیا ضرورت ہے؟"

ایک دفعہ بلخ میں نہایت زبردست قحط پڑا۔ یہاں تک کہ لوگ ایک دوسرے کو کھاتے تھے۔ حضرت شفیق بلخیؒ نے ایک غلام کو بازار میں نہایت شاداں اور خنداں دیکھا۔ آپ نے فرمایا "اے غلام! خوشی اور مسرت کا کون سا موقع ہے؟ کیا تو نہیں دیکھتا کہ مخلوق خدا کی بھوک کی وجہ سے کیا حالت ہو رہی ہے؟" غلام نے کہا "مجھے کیا ڈر ہے' میں تو کسی کا غلام ہوں۔ اس کے بہت سے گاؤں ہیں اور بکثرت غلہ ہے' وہ ہرگز مجھے بھوکا نہ رکھے گا۔" یہ سن کر آپ کی حالت متغیر ہو گئی اور کہا "الٰہی! یہ غلام اپنے مالک کی وجہ سے' جس کے پاس چند انبار غلے کے ہیں' اس قدر شاد ہے' تو مالک الملک ہے اور ہمیشہ روزی دینے والا ہے بھلا میں کیوں غم کھاؤں۔" اسی وقت آپ نے شغل دنیا سے منہ پھیر لیا۔ اور توبہ نصوح کی اور حق تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوئے اور توکل میں حد کمال تک پہنچ گئے اور ہمیشہ فرماتے "میں ایک غلام کا شاگرد ہوں۔"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے کہا "ہمیں کیا ہو گیا کہ جب ہم پاخانے بیٹھتے ہیں' تو آنکھوں کو اس سے روک نہیں سکتے اور اس کو دیکھتے ہیں۔" آپ نے فرمایا "اس لیے کہ فرشتہ اس وقت آدمی کو حکم دیتا ہے کہ دیکھ! جس چیز میں تو بخل کرتا ہے' اب کیا ہو گئی ہے؟ اور تیری اصلیت یہ غلاظت و نجاست ہے' جس پر تو نازاں ہے۔ اس معاملے میں حیوانات تجھ سے بدرجہا افضل و برتر ہیں۔ جس کا گوبر بھی کار آمد اور کم نجس ہے۔"

خلیفہ ہارون رشید نے آپ (شفیقؒ) سے نصیحت چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تمہیں کسی بیابان میں پیاس لگے یہاں تک کہ تم ہلاک ہونے کے قریب ہو جاؤ' اس وقت تمہیں ایک گھونٹ پانی ہاتھ لگے' تو اسے کتنی قیمت میں خرید کرو

گے؟ خلیفہ نے کہا "جس قیمت پر بھی ملے۔" آپ نے فرمایا "اگر وہ نصف ملک سے کم قیمت پر فروخت نہ کرے؟" خلیفہ نے کہا "میں یہی قیمت دے دوں گا۔" پھر آپ نے فرمایا "جب وہ پانی پیو' تو اس کے پینے سے تمہارا پیشاب بند ہو جائے' یہاں تک کہ خوف ہلاکت ہو' اور کوئی تم سے کہے' میں تمہارا علاج کرتا ہوں' لیکن اس کے عوض میں تمہارا نصف ملک لوں گا' تو پھر تم اس حالت میں کیا کرو گے؟" خلیفہ نے کہا "دے دوں گا' تاکہ مجھے شفا نصیب ہو۔" آپ نے فرمایا کہ بھلا ایسی بادشاہت پر پھر کیوں نازاں ہو؟ جس کی قیمت صرف پانی کا ایک گھونٹ ہو اور جو باہر بھی نہ نکلے۔ پھر فرمایا "ہوش کر اللہ تعالیٰ نے تجھے صدیق رضی اللہ عنہ کی جگہ پر بٹھایا ہے اور وہ تجھ سے صدق طلب کرتا ہے۔ اور فاروق رضی اللہ عنہ کی جگہ پر بٹھایا ہے' وہ تجھ سے حق و باطل کا فرق چاہتا ہے۔ اور تجھ کو عثمان رضی اللہ عنہ غنی کی جگہ پر بٹھایا ہے' وہ تجھ سے جود و کرم چاہتا ہے۔ اور تجھ کو مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جگہ پر بٹھایا ہے' وہ تجھ سے علم و عدل چاہتا ہے" پھر فرمایا "تو چشمہ ہے اور تیرے حاکم بمنزلہ نہریں ہیں۔ اگر چشمہ روشن نہ ہو' تو پھر کسی طرح بھی نہروں کے روشن ہونے کی امید نہیں ہوتی۔" ہارون رشید یہ سن کر رو دیا اور آپ کو اعزاز و اکرام سے رخصت کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؒ فرماتے ہیں' ہمیں ایسی دعوت کرنے سے روکا گیا' جس میں ریا و فخر کا نشان ہو۔

یونس بن عبیدؒ کا لڑکا فوت ہو گیا۔ ابن عونؒ نے آپ سے تعزیت نہ کی۔ کسی نے کہا کہ ابن عونؒ نے آپ سے تعزیت نہیں کی۔ آپ نے فرمایا "جب ہمیں ایک شخص کی دوستی پر وثوق ہے۔ پھر اس کا ہمارے پاس نہ آنا مضر نہیں۔"

مکہ شریف میں ایک دن حضرت ابراہیم ادھمؒ آپ (شفیقؒ) کے پاس تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا "اے ابراہیم! معاش کے بارے میں تم کیا کرتے ہو؟" فرمایا اگر کوئی چیز مل جائے' تو شکر کرتا ہوں' اگر نہیں ملتی' تو صبر کرتا ہوں۔" آپ کہنے لگے "گلی کے کتے بھی یہی کرتے ہیں۔ اگر چیز نہیں مل جاتی ہے' تو اظہار شکر میں دم ہلاتے ہیں اور اگر نہیں ملتی تو صبر کرتے ہیں۔" حضرت ابراہیم ادھمؒ نے فرمایا "بھلا پھر تم کیا کرتے ہو؟" آپ نے فرمایا "اگر ہمیں کوئی چیز مل جاتی ہے' تو ایثار کرتے ہیں اور اگر نہیں ملتی تو صبر کرتے ہیں۔" حضرت ابراہیمؒ اٹھے اور آپ کا سر چوم لیا۔

فرمایا میں نے سات سو علماء سے دریافت کیا کہ عقلمند کون ہے؟ دانا کون ہے؟ درویش کس کو کہتے ہیں؟ اور بخیل کون ہوتا ہے؟ ان سب نے ایک ہی جواب دیا کہ عقلمند وہ ہے جو دنیا کو دوست نہ رکھے اور دانا وہ ہے کہ دنیا اس کو فریب نہ دے سکے اور وہ دولتمند ہے' جو اللہ کی تقسیم پر راضی ہو اور درویش وہ ہے' جس کے دل میں زیادتی کی طلب نہ ہو اور بخیل وہ ہے' جو حق تعالیٰ کے مال کا حق ادا نہ کرے۔

حضرت حامد لفافؒ فرماتے ہیں "بناوٹی زاہد کی یہ علامت ہے کہ اگر کوئی اس کی ضیافت کرے' تو حضرت ابراہیمؑ کی سخاوت کا بیان سنائے۔ اگر وہ کسی کی ضیافت کرے' تو حضرت عیسیٰؑ کے زہد کا ذکر سنائے۔"

حضرت حاتم اصمؒ نے آپ سے وصیت چاہی۔ ایسی وصیت جو نہایت ہی نافع ہو۔ آپ نے فرمایا "اگر عام وصیت چاہتے ہو' تو زبان کو نگاہ میں رکھو اور اس وقت تک جواب نہ دو' جب تک کہ اپنی عقل کے ترازو میں اس کا جواب نہ دیکھو۔ اور اگر خاص وصیت چاہتے ہو تو اس وقت تک بات نہ کہو' جب تک دیکھ نہ لو کہ تم نہ کہو گے' تو جل جاؤ گے یا اس کے نہ کہنے سے کوئی زبردست فتنہ اٹھ کھڑا ہو گا۔" آپ کی وفات مبارک ۱۵۳ھ میں ہوئی۔

امام ابو حنیفہؒ کا ایک شخص مقروض تھا۔ جس محلے میں وہ رہتا تھا' وہاں آپ کا ایک شاگرد فوت ہو گیا۔ آپ اس کی نماز جنازہ کے لیے تشریف لے گئے۔ تمازت آفتاب زوروں پر تھی اور وہاں پر کوئی سایہ نہ تھا۔ صرف اسی ایک شخص کے مکان کی دیوار تھی' جو آپ کا مقروض تھا۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ ایک ساعت اس دیوار کے سایہ میں آرام فرمائیے آپ نے فرمایا اس صاحب دیوار پر میرا کچھ قرض ہے۔ اس واسطے میرے لیے اس دیوار سے فائدہ حاصل کرنا روا نہیں۔ اگر میں اس سے کچھ منفعت حاصل کروں' تو وہ ربا یعنی سود میں شمار ہو گا۔

نقل ہے کہ محمد بن حسنؒ نہایت صاحب جمال تھے۔ جب امام ابو حنیفہؒ نے ان کو دیکھا' تو پھر اس کے بعد کبھی نہ دیکھا۔ جب آپ درس دیتے تو دیوار کے پیچھے بٹھاتے کہ کہیں اس پر نظر نہ پڑ جائے۔ فرمایا کہ عورت کے پاس ایک شیطان ہوتا ہے۔ لیکن بے ریش مرد کے ساتھ اٹھارہ شیطان ہوتے ہیں' لوگوں کی نظروں میں آرائش دیتے رہتے ہیں۔

حضرت داؤد طائیؒ فرماتے ہیں کہ میں بیس سال امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر رہا اور اس مدت میں میں نے خیال رکھا کہ آپ کبھی خلاؤ ملا میں سر برہنہ ہو کر نہ بیٹھے اور نہ کبھی استراحت کے لیے پاؤں دراز کیے' میں نے آپ سے عرض کیا "اے امام دین! اگر خلوت میں پاؤں دراز کریں تو کیا ہو گا؟" آپ نے فرمایا "خلوت میں حق تعالیٰ کے ساتھ مودب رہنا نہایت اچھا ہے۔"

ایک دفعہ امام ابو حنیفہؒ حمام کو تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے ایک شخص ننگا دیکھا۔ بعض لوگوں نے اس کو فاسق کہا۔ بعض نے کہا ملحد ہے۔ آپ نے دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اسی مرد نے کہا "اے امام! آپ کی آنکھوں کی بینائی کب سے جاتی رہی؟" آپ نے فرمایا "جس وقت سے تمہاری حیا جاتی رہی۔"

ایک دفعہ امام ابو حنیفہؒ کہیں جا رہے تھے۔ راہ میں ایک لڑکے کو کیچڑ میں چلتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے فرمایا اے لڑکے! ذرا ہوش سے چل' کہیں پھسل نہ جائے۔ لڑکے نے جواب دیا' اگر میں گروں گا' تو تنہا گروں گا۔ لیکن آپ ہوش کریں کہ آپ کا پاؤں پھسل گیا' تو تمام مسلمان بھی پھسل جائیں گے' جو آپ کی متابعت کرتے ہیں اور پھر سب کا اٹھنا دشوار ہو گا۔ موت العالم موت العالم۔ آپ کو اس لڑکے کی عقلمندی پر تعجب ہوا اور آپ رو پڑے اور اپنے مریدوں سے فرمایا "اگر تم کو کسی مسئلہ پر شبہ ہو اور کوئی روشن دلیل موجود نہ ہو' تو اس میں میری متابعت نہ کرو۔ اور میری تقلید کی وجہ سے اپنی تحقیق سے باز نہ رہنا۔" یہ شان کمال انصاف ہے۔ امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ نے بہت سے مسائل میں باوجود شاگرد ہونے کے آپ سے اختلاف کیا ہے۔

حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں "ہم ایسے لوگ دیکھتے ہیں' جو گویا ملائم پتے ہیں اور کانٹا نہ تھا۔ اب سب کانٹے ہو گئے ہیں' پتا کوئی نہیں رہا۔"

حضرت ابو حنیفہؒ بازار میں جا رہے تھے۔ ایک ناخن بھر مٹی آپ کے جامے پر آ پڑی۔ آپ اسی وقت دجلہ کے کنارے پر گئے اور جامہ کو دھو ڈالا۔ لوگوں نے کہا "اے امام! آپ نے نجاست کی ایک معین مقدار کو جائز رکھا ہے۔ پھر اس قدر مٹی کو آپ کیوں دھوتے ہیں؟" آپ نے فرمایا "ہاں' وہ فتویٰ اور یہ تقویٰ ہے۔"

حضرت داؤد طائیؒ نے بیس دینار میراث میں پائے تھے۔ ان کو آپ بیس سال تک کھاتے رہے۔ آپ نے فرمایا میں

اس لیے نگاہ رکھتا ہوں کہ یہ میری فراغت کا سبب ہے۔ تاکہ مرنے تک اس سے سامان کروں۔ آپ روٹی کو چبا کر نہ کھاتے تھے بلکہ پانی میں گھول کر پی لیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ روٹی چبا کر کھانے میں جس قدر وقت صرف ہوتا ہے' اتنی دیر میں قرآن شریف کی پچاس آیتیں پڑھ سکتا ہوں۔ کیا ضرورت ہے کہ وقت کو ضائع کروں۔

ایک شخص آپ (داؤد طائیؒ) کی خدمت میں گیا۔ اس نے دیکھا کہ پانی کا ایک کوزہ دھوپ میں رکھا ہوا ہے اس نے کہا "اسے سائے میں کیوں نہیں رکھتے۔" آپ نے فرمایا "جب میں نے اس جگہ رکھا تھا' تو اس وقت سایہ تھا۔ اب مجھے اللہ سے شرم معلوم ہوتی ہے کہ نفس کی خاطر تنعم کروں۔"

ایک شخص نے حضرت ابراہیم ادھمؒ کی عبادت دیکھ کر خواہش کی کہ میں ویسا ہو جاؤں۔ یہ خبر ابراہیم ادھمؒ کو بھی مل گئی۔ آپ نے فرمایا "اے فلاں! تیری وہ گھبراہٹ جو بوجہ عیال کے تجھے پہنچتی ہے۔ میری تمام مقبول عبادت سے بڑھ کر ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع کی طرف وحی فرمائی کہ میں تیری قوم سے چالیس ہزار نیک آدمی ہلاک کر دوں گا۔ اور ساٹھ ہزار بدمعاش۔ حضرت یوشعؑ نے عرض کی "بدمعاش تو ہلاک ہوئے مگر نیکوں کا کیا قصور؟" جواب ملا کہ میری ناراضگی کے موقع پر ناراض نہیں ہوتے اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں۔

آپ (داؤد طائیؒ) کا مکان بہت بڑا تھا۔ اس کا ایک حصہ خراب ہو گیا۔ آپ دوسرے حصہ میں جا بیٹھے۔ لوگوں نے کہا' مکان کیوں نہیں بنواتے؟ آپ نے فرمایا' میں نے حق تعالیٰ کے ساتھ عہد کیا ہے کہ دنیا کی عمارت نہ بنواؤں گا۔ دوسرے دن مکان کا وہ حصہ بھی گر گیا اور صرف ایک دہلیز باقی رہ گئی۔ جس رات آپ نے وفات پائی اس رات وہ دہلیز بھی گر پڑی۔ ایک شخص نے کہا "مکان کی چھت ٹوٹی ہوئی ہے اور امروز و فردا گرا چاہتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ "بیس سال سے میں نے اس چھت کی طرف نہیں دیکھا۔"

حشر تک زیرِ زمین دو روز بالائے زمین — جز لحد دنیا میں کچھ تعمیر کی حاجت نہیں
زندگانی ہے علامت مرگ کی اے غافلو! — اور کچھ اس خواب کو تعبیر کی حاجت نہیں

خلیفہ ہارون رشید نے ایک روز امام ابویوسفؒ سے کہا "مجھے حضرت داؤد طائیؒ کی زیارت کے لیے لے چلو۔" جب خلیفہ اور امام ابویوسفؒ دونوں آپ کے دروازے پر پہنچے' تو آپ نے اندر آنے کی اجازت نہ دی۔ خلیفہ نے آپ کی والدہ صاحبہ سے عرض کیا کہ ہماری بازیابی کی سفارش کیجئے۔ انہوں نے سفارش کی' لیکن آپ نے اپنی والدہ کی سفارش کو بھی قبول نہ کی اور کہا "مجھے ظالموں اور دنیاداروں سے کیا غرض۔ میں ہرگز ظالم کو نہ دیکھوں گا۔" پھر آپ کی والدہ نے کہا کہ "الٰہی! کیا تیرا حکم ہے کہ ماں کے حقوق کو نگاہ میں نہ رکھا جائے؟ اور میری رضامندی اس میں ہے کہ خلیفہ کو اندر آنے دیا جائے۔ ورنہ مجھے بھی ایسے لوگوں سے کچھ غرض نہیں' جو اپنی والدہ کی رضا کے طالب نہیں۔" آپ نے جب اپنی والدہ کے یہ کلمات سنے' تو خلیفہ کو آنے کی اجازت دی۔ خلیفہ کچھ دیر آپ کی خدمت میں رہا۔ جب واپس جانے لگا تو ایک اشرفی نذر گزاری اور عرض کی "یہ حلال ہے قبول فرمائیے۔" آپ نے ارشاد فرمایا "اسے اٹھا لیجئے' مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ میں نے اپنا مکان حلال روپوں کے عوض میں فروخت کیا ہے۔ اور یہ پیسہ

وہی خرچ کرتا ہوں اور میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ جس وقت یہ روپے خرچ ہو جائیں' تو مجھے بھی موت دے دے۔ تاکہ میں مخلوق کا محتاج نہ ہوں۔ مجھے امید ہے کہ حق تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی ہو گی۔" پھر دونوں واپس ہو گئے۔ امام ابو یوسفؒ نے پوچھا کہ آپ کا نفقہ کس قدر رہ گیا ہے۔ فرمایا دس درہم چاندی کے رہ گئے ہیں۔ اور ایک درہم روزانہ خرچ ہے۔ ایک دن امام ابو یوسفؒ محراب سے پیٹھ لگائے بیٹھے تھے' آپ نے فرمایا کہ آج داؤد طائیؒ نے وفات پائی ہے۔ جب دریافت کیا گیا تو درست نکلا۔ لوگوں نے پوچھا' آپ نے کس طرح جانا؟ ابو یوسفؒ نے جواب دیا کہ میں نے آپ کے نفقے کی مقدار سے حساب کیا ہے کہ اب نہیں رہا اور یہ کہ آپ کی دعا قبول ہو گی۔

حضرت داؤد طائیؒ حالت علالت میں دہلیز میں سوئے ہوئے تھے۔ گرمی نہایت تھی اور آپ نے ایک اینٹ سرہانے رکھی ہوئی تھی۔ آپ اس جگہ قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ ایک بزرگ نے آپ سے درخواست کی کہ میں آپ کو کسی اور اچھی جگہ لے چلوں۔ آپ نے فرمایا "مجھے شرم آتی ہے کہ نفس کے لیے درخواست کروں میں آج تک نفس کا مغلوب نہیں ہوا اور اس آخری حالت میں تو بدرجہ اولیٰ نہ ہونا چاہیے۔ پھر آپ نے اسی رات وفات پائی اور وصیت کی کہ مجھے دیوار کے نیچے دفن کیا جائے تاکہ کوئی میرے سامنے سے نہ گزرے۔ چنانچہ لوگوں نے آپ کی وصیت پر عمل کیا اور آج تک ایسا ہی ہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں' دنیا میں سب سے برا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسجد میں سوال کرنا ہے۔ کیونکہ سائل اللہ کے گھر میں غیر سے مانگتا ہے۔ اور ان کے نہ دینے کے باعث ان پر غضب الٰہی کا موجب ہوتا ہے۔

یزید بن عبدالملک کو مرض الموت میں خبر پہنچی کہ ہشام اس کے مرض پر خوش ہے اور اس کی موت کی آرزو کرتا ہے۔ تو اس نے یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ) "لوگ میرے مرنے کی آرزو کرتے ہیں۔ اگر میں مرگیا تو تعجب نہیں۔ کیونکہ اس راہ میں میں اکیلا نہیں ہوں' جو اس قدیمی قانون کی مخالفت چاہتا ہے' اسے کہہ دو' تو بھی اس جیسے کے لیے تیار ہو جا۔ اس طرح کہ گویا ابھی آئے گی۔"

حضرت امام شافعیؒ کے ہمعصروں نے جب ان کی موت کی خواہش کی' تو آپ نے بھی یہی اشعار پڑھے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت رسول کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! کیا ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کریں' خواہ خود اس پر کاربند ہوں یا نہ ہوں؟ آپ نے فرمایا "ہاں امر بالمعروف کرو' خواہ خود اس پر کاربند نہ ہو۔ اور نہی عن المنکر کیا کرو' خواہ خود پورے پورے باز نہ رہ سکو۔"

لقمان فرماتے ہیں "یہ جھوٹ ہے کہ برائی برائی سے رکتی ہے بلکہ برائی نیکی ہی سے رکتی ہے۔ جیسے آگ پانی سے۔"

حضرت حاتم اصمؒ نے ایک دن اپنے مریدوں سے کہا کہ ایک مدت سے میں تمہارا رنج کھینچتا ہوں۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ تم میں سے کوئی بھی جیسا کہ چاہیے شائستہ ہوا ہے۔ ایک نے کہا فلاں شاگرد نے اس قدر جہاد کیے ہیں" آپ نے فرمایا "وہ غازی ہو گا اور میں تو شائستہ چاہتا ہوں۔" دوسرے نے کہا فلاں شاگرد نے اس قدر مال اللہ کی راہ میں دیا ہے۔ آپ نے فرمایا "وہ سخی ہے۔" مریدوں نے کہا کہ فلاں شخص نے اس قدر حج کیے ہیں۔ آپ نے فرمایا "وہ حاجی ہے۔"

مریدوں نے کہا کہ فلاں مرید شب و روز عبادت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ "وہ عابد ہے مگر مجھے شائستہ درکار ہے۔" مریدوں نے کہا "بھلا آپ ہی فرمایئے کہ آدمی شائستہ کیسے ہو گا؟" آپ نے فرمایا "شائستہ وہ ہے جو حق تعالیٰ سے ڈرے اور بغیر اس کے کسی پر امید نہ رکھے۔

حضرت حاتم اصمؒ اس حد تک کریم تھے کہ ایک عورت آپ کے سامنے آئی اور آپ سے مسئلہ دریافت کیا۔ اس کی ہوا نکل گئی اور وہ شرمندہ ہو گئی۔ آپ نے فرمایا 'بلند آواز سے کہو' مجھے سنائی نہیں دیتا۔ میرے کان بہرے ہیں۔ آپ کا یہ کہنا اس لیے تھا کہ وہ شرمندہ نہ ہو۔ آپ نے اس مسئلے کا جواب دیا اور عورت کو یہی معلوم ہوا کہ آپ نے ہوا کی آواز کو نہیں سنا' جب تک وہ عورت زندہ رہی' آپ نے اپنے کو بہرہ بنائے رکھا' اسی سبب آپ کو اصم کہتے ہیں۔

ایک شخص آپ (حاتم اصمؒ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میرے پاس بہت سامال ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اور آپ کے مریدوں کو اس میں سے دوں۔ آپ نے فرمایا "میں ڈرتا ہوں کہ جب تو مر جائے گا' تو مجھے کہنا پڑے گا کہ اے آسمان کے روزی دینے والے! زمین کی روزی دینے والا مر گیا۔"

ایک شخص نے حاتم اصمؒ سے کہا' فلاں شخص نے بہت سامال جمع کیا ہے۔ آپ نے فرمایا "کیا اس نے زندگانی بھی اس کے ساتھ جمع کی ہے؟" لوگوں نے کہا "وہ کیسے؟" آپ نے فرمایا "مال مردے کے کس کام آئے گا؟"

جب حاتم اصمؒ بغداد میں تشریف لائے' تو لوگوں نے خلیفہ کو خبر دی کہ خراسان کا زاہد آیا ہے۔ خلیفہ نے آپ کو بلایا۔ جب آپ دروازے میں داخل ہوئے' تو آپ نے فرمایا "السلام علیکم اے زاہد!" خلیفہ نے کہا "میں زاہد نہیں ہوں۔ کیونکہ تمام ملک زیر فرمان ہے۔ زاہد آپ ہیں۔" آپ نے فرمایا حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل متاع الدنیا قلیل۔ تم نے اس تھوڑی سی شے پر قناعت کر لی ہے۔ لہٰذا زاہد تم ہوئے' نہ کہ میں۔"

محمد بن سیرینؒ کی ایک خچر دہلیز میں بندھی رہتی تھی۔ جب کسی کو سواری کی ضرورت ہوئی' اس کو کھولتا اور بلا اجازت سوار ہو کر چلا جاتا۔ کیونکہ لوگ اس پر ان کی رضا جانتے تھے۔

حضرت ابراہیم ادھمؒ سے کسی نے کہا "آپ نے وہ دانائی جو آپ کے کلام سے ٹپکتی ہے' کیونکر حاصل کی؟ آپ نے فرمایا کم کھانا' کم سونا' کم بولنا اور دوسرے دن کے لیے کوئی چیز جمع نہ کرنا۔"

حضرت فضیلؒ بن عیاض فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں محمد بن واسعؒ اور یوسف بن اسباطؒ کو جنت کے دروازے پر کھڑے ہوئے دیکھا۔ اور میں نے غور سے دیکھا کہ کون پہلے جنت میں داخل ہوتا ہے۔ تو وہ یوسف بن اسباطؒ تھے میں نے ایک فرشتے سے پوچھا "وہ پہلے کیوں داخل ہوئے؟" اس نے کہا "کیونکہ ان کا ایک کرتہ تھا اور ان کے دو۔"

حضرت سفیان ثوریؒ کی مجلس میں فقرا امیروں کی طرح ہوتے۔ ایک دفعہ ایک مفلس آدمی آپ کے پاس آیا اور دور ہٹ کر بیٹھ گیا۔ تو آپ نے فرمایا "اے دوست قریب آجا۔ اگر تو غنی ہوتا' تو میں تجھے اپنے پاس نہ بٹھاتا۔"

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے ایک عجیب بات تکبر اور غرور کے متعلق فرمائی ہے اور وہ یہ کہ اور تو جتنے گناہ ہیں' ان کی سزا میں تو دیر ہو جاتی ہے' مگر تکبر کی فوراً سزا مل جاتی ہے' کیونکہ متکبر فوراً مخلوق کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ یہ سخت ترین سزا ہے۔ اس لیے تکبر سے بچنے کی سخت ضرورت ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب" مہاجر مکی ایک روز وعظ فرما رہے تھے کہ انسان کے لیے تکلیف بھی نعمت الہی ہے۔ دوران وعظ ایک شخص پھوڑے کی تکلیف سے زار وقطار روتا ہوا مجلس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں اس تکلیف سے مرا جاتا ہوں۔ میرے لیے دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ آرام بخشے۔ آپ نے دعا فرمائی کہ "اے اللہ تو نے اس کو بہت بڑی نعمت سے نوازا۔ مگر اس نعمت کو یہ اٹھا نہیں سکتا۔ اس لیے اس کو نعمت صحت سے بدل دے۔"

موسیٰ پر وحی آئی۔ "اگر دنیا کو اپنی طرف دیکھے تو یقین کر کہ تجھ سے کوئی گناہ ہوا ہے۔ جس کی سزا جلد مل گئی۔"

حضرت ابو ہریرہ" فرماتے ہیں "تین آدمی جنت میں فی الفور داخل ہوں گے۔ اول جو شخص کپڑے دھونا چاہے' تو اسے پرانا کپڑا نہ ملے' جس کو پہن کر دھوئے۔ دوم وہ جس نے اپنے چولہے پر دو ہانڈیاں نہ چڑھائی ہوں۔ تیسرے وہ جو اپنے بال بچوں کی خوشی کے لیے کسی چیز کے خریدنے کی قدرت نہ رکھتا ہو اور ٹھنڈی سانس بھر کے رہ جاتا ہو۔"

کسی نے حضرت سفیان ثوری" سے سوال کیا کہ کیا وہ شخص بھی امر بالمعروف کرے' جسے یقین ہو کہ اس کی بات مقبول نہ ہو گی؟ تو آپ نے فرمایا "ہاں' تاکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ معذور ہو جائے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود" فرماتے ہیں اللہ کے نزدیک بڑا گناہ یہ ہے کہ ایک شخص بطور نصیحت دوسرے کو کہے "تو اللہ سے ڈر" اور وہ اس کا جواب دے "تو اپنے آپ کو سنبھال۔"

حضرت حاتم اصم" فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ متکبر کو دنیا سے نہیں نکالتا' یہاں تک کہ ادنیٰ خدمتگار اور ہمسایوں سے اس کو ذلت نہ دکھائے اور اپنے پاخانے پیشاب میں لوٹتا نہ پھرے۔"

حضرت جعفر بن محمد" فرماتے ہیں "برا دوست وہ ہے' جس کا دوست اسی کی غیر حاضری میں اتنی جرات نہ کر سکے کہ روپوں کی تھیلی کھول کر اپنی حاجت کے مقدار بلا اجازت لے لے۔

حضرت سعدی" اپنے باپ کے ہمراہ سفر میں تھے۔ دوران سفر ایک رات اپنے باپ کے ساتھ قرآن مجید تلاوت کرتے رہے۔ تہجد کے وقت آپ نے نماز پڑھی' جب کہ دوسرے اہل قافلہ سو رہے تھے۔ بعد ادائے نماز آپ نے باپ سے کہا کہ یہ لوگ بے خبر سو رہے ہیں؟ کسی کو اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ اٹھ کر دو رکعت نماز پڑھ لے۔ باپ نے کہا "جان پدر! اگر تم بھی سو رہتے' تو اس سے بہتر تھا' بجائے اس کے کہ لوگوں کی غیبت کر رہے ہو۔"

حضرت حمدون قصار" کا تقویٰ اس قدر تھا کہ آپ ایک رات ایک دوست کے سرہانے بیٹھے تھے اور دوست نزع کی حالت میں تھا۔ جب آپ کا دوست وفات پا چکا' تو آپ نے چراغ بجھا دیا۔ لوگوں نے کہا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا "اس وقت تک تو ہمارے دوست کا مال تھا۔" لیکن اب یتیموں کا مال ہے۔ ہمیں تیل جلانا نہ چاہیے۔

حضرت جنید بغدادی" فرماتے ہیں کہ میں نے اخلاص ایک حجام سے سیکھا ہے۔ جب میں مکہ معظمہ میں تھا' ایک حجام ایک خواجہ کی حجامت بنا رہا تھا۔ میں نے کہا "کیا میرے بال بھی اللہ کے لیے کاٹ دو گے؟" اس نے کہا "ہاں" اس کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ ابھی تک اس خواجہ کی حجامت پوری نہ بنی تھی کہ حجام نے کہا "آپ اب اٹھ جائیے کیونکہ جب اللہ کا نام درمیان میں آگیا' میں نے سب کچھ پالیا۔" پھر مجھ کو بٹھایا۔ میرے سر کو بوسہ دیا' میرے

بال مونڈ دیئے۔ اس کے بعد مجھے ایک کاغذ دیا' اس میں ریزگاری تھی۔ مجھے کہا "اسے اپنی ضرورت پر خرچ کرنا۔" میں نے اس کی یہ حالت دیکھی تو نیت کی کہ اول جو کشائش مجھے نصیب ہو گی' میں اس کے ساتھ مروت کروں گا۔ ابھی بہت دن نہ گزرے تھے کہ لوگوں نے مجھے بصرہ سے ایک اشرفیوں کی تھیلی بھیج دی۔ میں اسے لے کر اسی حجام کے پاس گیا۔ جب میں نے وہ تھیلی اس کو دی' تو اس نے کہا "یہ کیا ہے؟" میں نے کہا "میری نیت یہ تھی کہ جو کشائش اول ہو گی' وہ میں تمہیں دوں گا۔" اس نے کہا "تجھے اللہ سے شرم نہیں آتی؟ تو نے مجھے کہا تھا کہ اللہ کے لیے میری حجامت بنا دے' اور اب یہ کیا لے کر آیا ہے؟ کیا یہ اس کا عوض ہے؟ بھلا تو نے کہیں یہ دیکھا ہے کہ کوئی شخص اللہ کے لیے کام کرے اور اس کے عوضانہ طلب کرے؟"

حضرت جنیدؒ کی صحبت نہایت خاموش اور ادب کی صحبت تھی۔ اور جس شخص کو تھوڑی سی بھی یہ نعمت صحبت ہوئی۔ اس نے ہمیشہ فخر کیا ہے۔ حضرت رویمؒ کا ایک واقعہ ہے کہ خلیفہ بغداد نے ایک دفعہ انہیں بے ادب کہا' آپ نے جواب دیا کہ "مجھے آدھا روز حضرت جنیدؒ کی صحبت ہوئی ہے۔ پس میں کیونکر بے ادب ہو سکتا ہوں۔"

حضرت ابو جعفر حدادؒ فرماتے ہیں "اگر عقل کسی انسان کی شکل میں ہوتی' تو وہ حضرت جنیدؒ کی صورت ہوتی۔" مثال ذیل سے آپ کی فراست بزرگانہ کا اندازہ لگ سکتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص آپ کے پاس ہزار دینار لایا اور حضرت کے سامنے رکھ کر کہنے لگا کہ ان کو اپنے لوگوں میں تقسیم کر دیجئے۔ آپ نے پوچھا کہ تمہارے پاس ان کے سوا اور دینار بھی ہیں؟ اس نے کہا "ہاں۔" آپ نے پوچھا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے' ان میں اضافہ بھی چاہتے ہو؟ اس نے کہا "ہاں۔" آپ نے فرمایا ان دیناروں کو تم ہی لے جاؤ کیونکہ ہم سے زیادہ تم کو ان کی احتیاج ہے۔

ایک شخص نے لوگوں کی دعوت کی۔ اس کا بیٹا باپ کو اطلاع کیے بغیر حضرت جنیدؒ کو دعوت کہہ آیا' آپ اس کے گھر کے دروازے پر پہنچے۔ باپ نے روک دیا۔ آپ واپس ہو گئے۔ لڑکا پھر بلا لایا۔ آپ پھر آ گئے۔ باپ نے پھر روک دیا۔ آپ پھر واپس ہو گئے۔ اسی طرح چار بار ہوا۔ آپ ہر بار لڑکے کی خوشی کے لیے ساتھ جاتے اور باپ کی خوشی کے لیے واپس ہوتے اور ہر دو امور من جانب اللہ خیال کرتے اور آپ اس سے عبرت حاصل کرتے۔

حضرت ابراہیم ادھمؒ نے شاہی چھوڑ کر فقیری اختیار کی اور ہمیشہ کسب حلال سے روزی کمائی۔ ایک دن امام اوزاعیؒ نے آپ کو دیکھا کہ لکڑیوں کا گٹھا اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ پوچھا "کب تک آپ کا یہ کسب ہوا کرے گا؟ آپ کے مسلمان بھائی آپ کے اس رنج کو بخوشی رفع کر سکتے ہیں۔" فرمایا "چپ رہ۔ حدیث شریف ہے کہ جو کوئی طلب حلال کے لیے ذلیل جگہ کھڑا ہو گا' اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔"

بہلول رحمتہ اللہ علیہ قبرستان میں رہتے تھے۔ ایک دن حضرت سری سقطیؒ نے کہا۔ آپ شہر میں کیوں نہیں قیام فرماتے؟ جواب دیا "میں ایسے لوگوں کے پاس رہتا ہوں کہ اگر ان کے پاس بیٹھتا ہوں' تو مجھے تکلیف نہیں پہنچاتے اور اگر ان سے غائب ہوتا ہوں' تو غیبت نہیں کرتے۔"

حضرت بشر حافیؒ اپنے زمانہ لہو و لعب میں ایک دفعہ اپنے دوستوں کے ساتھ مشغول عیش و طرب تھے۔ ایک مرد صالح

دروازے پر تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ لونڈی باہر آئی۔ دریافت کیا کہ اس مکان کا مالک آزاد ہے یا غلام؟ لونڈی نے جواب دیا۔ "آزاد۔" فرمایا تو نے سچ کہا۔ اگر غلام ہوتا تو بندہ ہونے کے آداب نہ چھوڑتا اور لہو ولعب و عیش و طرب میں مشغول نہ ہوتا۔ آپ نے یہ بات سن لی اور سچی توبہ اختیار کر لی۔

عمر بنائی کا گزر ایک راہب پر ہوا۔ جس کے دائیں ہاتھ میں سفید اور بائیں ہاتھ میں سیاہ کنکریاں تھیں۔ دریافت کیا' ان کو کیا کرتا ہے؟ جواب دیا' جب میں کوئی نیکی کرتا ہوں' تو ایک سفید کنکری سیاہ کنکریوں میں ڈال دیتا ہوں اور جب گناہ سرزد ہو جاتا ہے' تو ایک سیاہ کنکری سفید کنکریوں میں ڈال دیتا ہوں۔ اور رات کو ان میں نظر کرتا ہوں۔ اگر نیکیاں گناہوں پر بڑھ جاتی ہیں' تو روزہ افطار کر لیتا ہوں۔ اور عبادت کے لیے کھڑا ہو جاتا ہوں اور اگر گناہ نیکیوں سے بڑھ جاتے ہیں' تو نہ کچھ کھاتا ہوں نہ پیتا ہوں۔ یہ میرا حال ہے۔ والسلام علیک۔"

ربیع بن خیثمؒ نے اپنے گھر میں ایک قبر کھودی ہوئی تھی۔ ہر روز کئی بار اس میں لیٹتے اور فرماتے کہ اگر ایک ساعت میں موت کو بھلا دوں' تو میرا دل سیاہ ہو جائے۔

شیخ ابوالحسن مقریؒ اور آپ کے بھائی کے پاس ایک عمامہ و قمیص تھی۔ ایک باہر جاتا' تو دوسرا برہنہ گھر میں بیٹھا رہتا۔

ایک شخص نے غلام خریدا۔ وہ غلام نہایت دیندار تھا۔ آقا نے دریافت کیا "اے غلام! تو کیا چیز کھانا چاہتا ہے؟" کہا "جو آپ کھلائیں۔" پھر پوچھا "کیا پہننا چاہتا ہے؟" کہا "جو آپ پہنائیں۔" پھر پوچھا "کہاں قیام کرنا چاہتا ہے؟" کہا "جہاں حضور بٹھائیں۔" پھر پوچھا "کیا کام کرنا چاہتا ہے؟" کہا "جو آپ کہیں۔" آقا صاحب دل شخص تھا' رو پڑا اور کہنے لگا "جو حالت تیری میرے ساتھ ہے' کاش میری حالت اپنے رب کے ساتھ ہوتی' تو کس قدر مبارک ہوتا۔" غلام نے کہا "وہ غلام نہیں' جو اپنا اختیار آقا کے سامنے باقی رکھے۔" پس آقا نے کہا "میں نے تجھے آزاد کیا۔ جہاں چاہے چلا جا۔ مگر چاہتا ہوں کہ تو میرے پاس ہی میرا مخدوم بن کر رہے اور میں تیری خدمت کروں۔"

حضرت سعد بن کدامؒ فرماتے ہیں "آج کل ہم پروا نہیں کرتے کہ حلال ہے یا حرام ہے۔ لیکن نہر سے چلو پانی پینے پر اعتراض کرتے ہیں۔ حقیقت یہ کہ حلال کمائی ایک پہاڑ کو اٹھا کر دوسری جگہ رکھنے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔"

کسی نے امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا "حضرت علقمہؓ صحابی افضل ہیں یا حضرت اسودؓ؟ کہا اللہ کی قسم! ہم تو اس لائق بھی نہیں کہ ان کا ذکر کریں۔ پھر ان میں تفاضل کس طرح کر سکتے ہیں۔"

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں "میں پچاس برس لوگوں میں بیٹھا۔ میں نے ایک شخص بھی ایسا نہ پایا' جو بعد قطع کے مجھ سے وصل کرتا اور میرا گناہ بخشتا یا میرا عیب چھپاتا' یا غصہ کے وقت میں اس سے امن میں ہوتا۔"

حضرت امام حسنؓ کا لنگر خانہ ہر خاص و عام کے لیے ہر وقت کھلا رہتا تھا اور اس میں نہایت نفیس و لذیذ کھانے پکائے جاتے تھے۔ جس کی وجہ سے لنگر کا خرچ بہت بڑھ گیا تھا' ان اخراجات کثیر کو دیکھ کر کسی نے آپ سے کہا "لا خیر فی الاسراف۔ یعنی فضول خرچی میں کوئی نیکی نہیں ہے۔" آپ نے فی البدیہہ جواب میں فرمایا "لا اسراف فی الخیر۔ یعنی نیکی میں کوئی فضول خرچی نہیں ہے۔"

سلطان ملک ناصرالدین" قرآن شریف لکھ کر فروخت کیا کرتے اور اسی آمدنی پر بمشکل تمام گزارہ کرتے تھے۔ شاہی خزانہ سے کبھی ایک پیسہ تک زندگی بھر نہ لیا۔ ایک دفعہ قرآن شریف نہایت اہتمام اور بڑی محنت سے لکھا۔ اور امرائے دربار نے دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ آپ نے دکھایا۔ سب نے بہت تعریف کی۔ ایک اہلکار نے کہا اس لفظ پر زیر ہونا چاہیے۔ سلطان نے کہا "نہیں' اسی طرح درست ہے۔" اس نے اصرار کیا۔ آپ نے قلم سرمہ سے اس پر نشان لگادیا' اور کہا کہ اس کو درست کرلوں گا۔ سب لوگ رخصت ہوگئے اور فقط ایک معتمد باقی رہ گیا۔ سلطان نے اس نشان کو مٹادیا۔ معتمد نے کہا کہ اگر اس کو مٹانا ہی تھا' تو اس وقت نشان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ سلطان نے فرمایا "مجھے پورا یقین تھا کہ وہ اہلکار غلط کہہ رہا ہے اور دوسرا قرآن شریف لاکر میں اس کی غلطی کو ثابت بھی کرسکتا تھا لیکن میں نے اس کی شرمندگی اور دل شکنی کو گوارا نہ کرتے ہوئے نشان لگا کر اس کی حوصلہ افزائی کردی۔ اس سے میرا کچھ حرج نہ ہوا" لیکن وہ شرمندگی سے محفوظ رہا۔"

حضرت وہب بن منبہ" اپنے شاگردوں کو فرمایا کرتے "آؤ ہم اس گناہ سے توبہ کریں' جس سے توبہ کرنا لوگوں نے چھوڑ دیا ہے۔" دریافت کیا جاتا "وہ کیا ہے؟" فرماتے "دنیا کی محبت۔ عنقریب لوگ دنیا کو چھوڑ جائیں گے' یہاں تک کہ اس کی اور اہل دنیا کی پرستش کریں گے۔"

شاہ اسمٰعیل سامانی" اپنی رعایا پروری اور رحمدلی کے باعث نہایت نیک نام ہو گزرا ہے۔ ایک دفعہ کسی کسان نے ایک ککڑی شاہ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کی۔ سلطان نے اس کو چکھا اور نہایت تکریم کے ساتھ اپنے پاس رکھ لی اور بعد اظہار شکر گزاری کسان کو مناسب انعام دے کر عزت سے رخصت کیا۔ ندیموں نے پوچھا "پہلے آپ ہر ایسا تحفہ کو حاضرین میں تبرکاً تقسیم فرمادیا کرتے تھے' اس ککڑی کو کیوں تقسیم نہ کیا؟ شاہ نے کہا "میں نے ککڑی کو چکھا تو وہ کڑوی نکلی' اگر آپ لوگوں میں تقسیم کردیتا' تو ہر ایک اس کو چکھ کر تھوک دیتا اور کسان اس تحفہ کے کڑوا ہونے کی وجہ سے شرمندہ ہوتا۔ لہٰذا میں نے اس کے تقسیم نہ کرنے ہی میں مصلحت سمجھی تاکہ کسان کی دل شکنی نہ ہو۔"

حدیث شریف میں آیا ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ان میں مروت اور دیگر اخلاق حمیدہ بہت کم رہ جائیں گے اور مرد مردوں کے باعث اور عورتیں عورتوں کے باعث ایک دوسروں سے مستغنی ہوں گے۔

منصور" نے تختہ دار پر چڑھ کر معتقدین سے کہا کہ تمہیں ایک ثواب ہے اور مخالفوں کو دو۔ کیونکہ تمہیں حسن ظن ہے جو کہ فرع ہے' ان کو توحید کی قوت اور شریعت کی ہیبت مطلوب ہے جو اصل ہے۔ حضرت عبدالجلیل" فرماتے ہیں کہ منصور" کی نسبت مجھے سزا دینے والوں پر زیادہ اعتقاد ہے' جو شریعت کا لحاظ رکھنے میں سست نہ ہوئے۔

حضرت امام احمد" کو معتزلیوں نے بڑھاپے میں اس قدر شدید اذیتیں دیں' جن سے آپ نزع کے حال کو پہنچ گئے۔ اس وقت کسی نے پوچھا کہ ان ظالموں کی بابت آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمایا "وہ اپنے کو حق پر سمجھتے ہیں اور مجھے باطل پر۔ اپنے زعم میں انہوں نے مجھے اللہ کے لیے مارا ہے۔ اس لیے میں ان کے ساتھ دشمنی نہیں رکھتا۔"

ایک زاہد نے حلوہ کھانا ترک کر رکھا تھا' صرف اس خیال سے کہ مجھ سے اس نعمت کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ خواجہ

حسن بصریؒ نے سن کر کہا "وہ شخص احمق ہے۔ کیا سروپانی کا شکر ادا کر سکتا ہے؟"

حضرت محمد بن کعبؒ "لنگڑے تھے۔ فرمایا کرتے "اے لنگڑے! میں تجھے دیکھتا ہوں کہ جب قیامت کے دن ہر خطاوار گروہ کو جدا جدا ندا دی جائے گی کہ کھڑے ہو جاؤ۔ فلاں گناہ کرنے والو! اس وقت تجھ کو ہر خطاوار گروہ کے ساتھ کھڑا ہونا پڑے گا' اور تیرا کوئی عذر لنگ قابل قبول نہ ہو گا۔

حضرت مشعر بن کدامؒ سے اگر کوئی کہتا کہ میرے لیے دعا کرو' تو فرماتے دعا تو خود کر' میں آمین کہوں گا۔ کیونکہ دعا حاجتمند ہی کو کرنی چاہیے۔

مرزا مظہر جان جاناں دہلویؒ تمام عمر کرایہ کے مکان میں رہے۔ ایک دفعہ کسی نے کہا "آپ اپنا گھر کیوں نہیں بنا لیتے۔" فرمایا "چھوڑ جانے کو اپنا گھر اور غیر کا گھر دونوں برابر ہیں۔

حضرت زین العابدینؒ کی شان میں کسی نے کلمات بے ادبی کہے۔ آپ نے فرمایا "اگر میں ایسا ہی ہوں' جیسا تو کہتا ہے' تو میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ اور اگر ایسا نہیں ہوں' جیسا تو نے کہا تو اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ تیری مغفرت فرمائے۔"

ایک شاعر کسی درویش کی خدمت میں گیا۔ ایک مرید نے حسب ہدایت درویش کو روکا۔ آخر کار ملاقات کی اجازت مل گئی۔ شاعر نے پہنچتے ہی یہ مصرع چست کیا۔ ع در درویش را دربان نباید

درویش نے فی البدیہہ جواب دیا۔ ع بباید تا سگ دنیا نیاید

حضرت جنیدؒ ایک روز مسجد میں تھے۔ ایک شخص نے کہا حضرت کا وعظ شہر ہی میں کام کرتا ہے یا جنگل میں بھی تاثیر بخشتا ہے۔ آپ نے حال پوچھا۔ اس نے عرض کیا کہ چند اشخاص فلاں مقام پر جنگل کے اندر مصروف رقص و سرود اور شراب سے مخمور ہیں۔ آپ نے اسی وقت منہ لپیٹ کر جنگل کی راہ لی۔ جب آپ قریب پہنچے' وہ لوگ بھاگنے لگے۔ فرمایا "بھاگو مت۔ میں بھی تمہارا ہم مشرب ہوں' ہمارے لیے بھی لاؤ۔ شہر میں تو پی نہیں سکتے۔ پوشیدہ طور پر یہاں آئے ہیں۔" ان لوگوں نے کہا "افسوس ہے کہ اس وقت شراب نہیں رہی۔ فرمائیں تو شہر سے منگوا دی جائے۔"

حضرت جنیدؒ نے فرمایا تمہیں کوئی ایسی بات نہیں آتی کہ شراب خود بخود آ جایا کرے۔" وہ بولے "صاحب یہ کمال تو ہم میں نہیں۔" فرمایا کہ آؤ تم کو ایک ایسی بات سکھا دوں کہ شراب خود بخود آ جائے۔ پھر شراب کا مزا دیکھو۔ وہ سب مشتاق ہوئے کہ یہ کمال تو ضرور بتا دیجئے۔ کہا کہ اچھا اول نہاؤ' پھر کپڑے بدل کر میرے پاس آؤ۔ سب نے غسل کیا' کپڑے دھوئے اور پاک و صاف ہو کر آ موجود ہوئے۔ تب فرمایا کہ سب دو رکعت نماز پڑھو۔ جب وہ نماز میں مشغول ہوئے' تو آپ نے دعا مانگی کہ اے اللہ! میرا تو اتنا ہی کام تھا کہ تیرے حضور کھڑا کر دیا۔ اب تجھے اختیار ہے' خواہ ان کو گمراہ کر' خواہ ہدایت بخش۔ چنانچہ حضرت کی دعا منظور ہوئی اور وہ سب ہدایت کامل سے مستفیض ہوئے۔

حضرت حسینؓ کا دستور تھا کہ آپ اکثر اپنے ہاتھ سے سودا خرید کر بازار سے لایا کرتے تھے۔ آپ کی عادت تھی کہ ترازو کے دونوں پلڑوں میں ہر چیز کو وزن کرا لیتے تھے۔ ایک دن ایک سبزی فروش عورت سے سبزی خرید کر دونوں

پلڑوں میں وزن کرایا۔ سبزی فروش عورت نے بطور اعتراض عرض کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں فرمایا "تیرا حق میری جانب اور میرا حق تیری جانب نہ آجائے۔" میں تجھ کو بھی پاک کرتا ہوں اور خود بھی پاک ہوتا ہوں۔ کیوں کہ دوسرے کا حق عالم بقا میں بڑی خرابی پیدا کرتا ہے۔" وہ عورت قدم بوس ہوئی اور آئندہ احتیاط رکھنے لگی۔

حضرت سلمان فارسیؓ کسی شہر کے حاکم تھے۔ آپ کی عادت تھی کہ نت کمبل پہنے رہتے۔ گھر کا سودا سلف اپنے ہاتھ سے لاتے۔ کسی امیر نے ایک بوری آٹے کی خریدی اور اس انتظار میں تھا کہ کسی کو بیگار میں پکڑے۔ سلمانؓ کو جاتے دیکھ کر بیگار میں پکڑ لیا اور نہ پہچانا کہ یہ حاکم شہر ہے۔ بوری ان کے سر پر رکھی اور چلا۔ ایک شخص نے راہ میں دیکھ کر کہا "اے امیرو حاکم شہر! یہ بوجھ کہاں لیے جاتے ہیں؟" وہ یہ کلام سنتے ہی قدموں پر گر پڑا اور عذر کرنے لگا کہ بندے سے یہ نادانستہ حرکت ہوئی۔ معاف کیجیے اور یہ بوجھ سر سے اتار ڈالیے۔ آپ کے قدم کی خاک جو سرمہ کروں تب بجا ہے۔ سلمانؓ نے کہا "کیا میں نے یہ قبول نہیں کیا کہ یہ گٹھڑی تیرے گھر تک پہنچاؤں؟" آخر نہ اتاری اور اس کے گھر پہنچا کر کہا "میں نے تو تیرا کام کر دیا' اب تو بھی مجھ سے عہد کر کہ پھر کسی کو بیگار میں نہ پکڑے گا اور اتنا لے جو اٹھا سکے اور کسی سے بے مروت نہ ہونا پڑے گا۔"

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں ایک طالب معرفت بہت دور دراز کا سفر کر کے حاضر ہوا۔ دیکھا تو ملک التجار ہیں۔ نوابوں کے سے کارخانے ہیں۔ امیروں کی سی بارگاہ' نوکر چاکر' حشم و خدم' تزک و احتشام۔ اس شخص نے اپنے دل میں کہا کہ یہاں اللہ پرستی کا کیا مذکور ہے۔ لیکن چونکہ دور سے آیا تھا' چند دن قیام کیا۔ دونوں وقت شیخ کی خدمت میں جاتا۔ ایک روز شیخ کے نام کسی گماشتے کی چٹھی آئی' کہ فلاں جہاز جس پر لاکھ روپے کا مال تجارت مصر کو جاتا تھا' ڈوب گیا۔ یہ سن کر شیخ نے فرمایا "الحمد اللہ۔" پھر چند روز کے بعد اسی گماشتے کی چٹھی آئی کہ وہ جہاز جو مال تجارت لے کر ڈوبا تھا' نکل آیا اور مال کو بھی کچھ گزند نہیں پہنچا۔ شیخ نے سن کر فرمایا "الحمد اللہ" تب تو اس طالب سے رہا نہ گیا۔ اور پوچھا "اگر ارشاد ہو تو ایک شبہ عرض کروں۔" فرمایا "کہو۔" اس نے عرض کیا کہ یا حضرت! یہ مال تجارت دو حال سے خالی نہیں۔ مال حلال ہے یا مال حرام۔ اگر حلال ہے تو اس کے تلف پر الحمد اللہ کہنا کیا معنی؟ اور اگر حرام ہے' تو اس کی بازیافت پر شکر کیسا؟ شیخ نے مسکرا کر فرمایا "مال تو حلال و طیب ہے۔ لیکن شکر نہ تلف پہ تھا' نہ بازیافت پر۔ جب مجھ کو تلف کی خبر ہوئی' تو میں نے اپنے دل کی حالت پر نظر کی کہ دیکھوں اس نقصان نے کیا اثر پیدا کیا۔ غور کیا' تو معلوم ہوا کہ دل پر مطلق اثر نہیں ہوا۔ پھر بازیافت کے وقت بھی دل کا وہی حال پایا۔ پس میں نے دونوں حالتوں میں اس بات کا شکر کیا کہ الحمد اللہ دنیا کا سود و زیاں میری نظر میں ہیچ ہے۔ بے شک دنیا کے تعلقات میں آلودہ رہ کر بے تعلق رہنا ہی مردان حق کا کام ہے۔

حضرت عبداللہ درزیؒ سے ہمیشہ ایک نوجوان کپڑے سلواتا اور کھوٹا روپیہ سلائی میں دیتا۔ آپ لے لیتے' نہ انکار کرتے اور نہ ہی جتاتے۔ ایک دفعہ آپ کی غیر حاضری میں شاگرد نے اس نوجوان سے کھوٹا روپیہ نہ لیا۔ جب آپ آئے' تو شاگرد سے کہا کہ تو نے کھوٹا روپیہ کیوں نہ لیا؟ برسوں گزر گئے' وہ اسی طرح کرتا ہے اور میں نے کبھی اس پر

ظاہر نہ کیا اور ہمیشہ اس خیال سے کھوٹا روپیہ لیتا رہا کہ اگر میں نے نہ لیا' تو کسی اور مسلمان کو فریب دے گا۔
حضرت رباح قیسیؒ کی بیوی اول شب بعد نماز عشاء عمدہ کپڑے پہن کر شوہر سے کہتیں "کیا آپ کو میری حاجت ہے؟" اگر وہ کہتے کہ نہیں' تو وہ لباس اتار کر اور دوسرا لباس بدل کر تمام رات قیام میں مشغول رہتیں۔
حضرت ابراہیم ادھمؒ اپنا دروازہ باہر کے رخ سے بند کرتے کہ لوگ دیکھ کر چلے جاتے۔
حضرت ذوالنونؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جب کبھی سیر شکم ہو کر کھایا' تو کوئی گناہ کیا یا گناہ کا ارادہ کیا۔

شکم راچو پر کرد انساں زناں شود بے گماں رغبتش بازناں

حضرت سنائیؒ فرماتے ہیں۔

آدمی رادو بلا کردہ رہی دانداز ہر دو بلا روز بہی
یاکند پر شکم خویش زناں یاکند پشت خودواز آب تہی

احمد بن ابی الحسینؒ جس کو دیکھتے پہلے سلام کرتے' یہاں تک کہ حیوانات اور کتے سور پر بھی۔ راہ میں کھڑے ہو کر اندھوں کا انتظار کرتے۔ جب کوئی آجاتا' تو اس کا ہاتھ پکڑ کر جہاں اسے جانا ہوتا' پہنچادیتے۔ ایک دفعہ سور کو دیکھ کر کہا "انعم صباحا" صبح کا جام محبت بخشے' کسی نے کہا "یہ کیا کہتے ہو؟" فرمایا "اچھی بات بولنے کی عادت ڈالتا ہوں۔"
شیخ محمد عمریؒ کے وقت میں غلہ سخت گراں ہو گیا۔ جس قدر غلہ آپ کے ذخیرے میں جمع تھا' نکال کر سابقہ نرخ پر فروخت کر دیا۔ پھر جس طرح اور لوگ نرخ گراں سے خریدتے تھے' آپ بھی خرید کر گزارہ کرتے رہے۔
شہنشاہ ہمایوں ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔ اگر کبھی بے وضو حالت میں اپنے ملازم خاص عبداللہ کی کسی کام کے لیے ضرورت پڑتی' تو اللہ تعالیٰ کے نام کے ادب کی وجہ سے صرف عبدل کہہ کر پکارتے۔ ایسے رفیع المرتبت اور وسیع المملکت شہنشاہ کی یہ مثال عام درجہ کے انسانوں کے لیے کس قدر سبق آموز ہے۔
دلی کی جامع مسجد کا سنگ بنیاد رکھے جانے کے موقع پر شاہجہاں بہ نفس نفیس تشریف لائے۔ لاکھوں آدمی اس تقریب سعید پر بادشاہ کی زیارت کی سعادت حاصل کرنے کے لیے جمع ہو گئے۔ بادشاہ نے مجمع عام میں منادی کرائی کہ جس شخص کی نماز تہجد کبھی قضا نہ ہوئی' وہ مجمع عام سے باہر آئے اور مسجد کا سنگ بنیاد رکھے۔ لیکن کوئی شخص نہ نکلا۔ آخر خود بادشاہ نے اپنے دست مبارک سے سنگ بنیاد رکھا۔ آپ کی نماز تہجد کبھی قضا نہ ہوئی۔ اللہ کریم جن کو سعادت بخشتا ہے' ان کو دنیاوی ذمہ داریاں' کثرت کار اور حالات گردو پیش بھی مانع عبادت نہیں ہوتے۔
ایک دفعہ بغداد شریف کے بازار میں آگ لگ گئی۔ دو رومی غلام جو نہایت صاحب جمال تھے' آگ میں گر گئے۔ ان غلاموں کا مالک کہتا تھا کہ جو کوئی ان کو آگ سے نکالے گا' میں اسے دو ہزار دینار مغربی انعام میں دوں گا۔ لیکن کوئی شخص یہ جرات نہ کرتا تھا۔ ناگاہ محمد عمریؒ وہاں جا نکلے اور آپ نے معاملہ بچشم خود مشاہدہ کیا اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر آگ میں سے صحیح و سالم دونوں غلاموں کو باہر نکال لائے۔ ان غلاموں کے مالک نے دو ہزار دینار آپ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپ نے فرمایا کہ ان دیناروں کو اٹھالے اور اس حق تعالیٰ کا شکر ادا کر جس نے ہمیں یہ مرتبہ کسی سے کچھ نہ لینے کے عوض عطا فرمایا' کیونکہ ہم نے دنیا کو آخرت سے تبدیل کر دیا ہے۔

حضرت عثمان الحیری ؒ ایک نہایت مالدار شخص کے صاحبزادے تھے۔ ایک دن آپ مکتب جارہے تھے۔ چار غلام آپ کے ہمراہ تھے۔ سونے کی دوات تھی' سر پر زربفت کی پگڑی اور نہایت قیمتی پیراہن پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے ایک کارواں سرائے میں ایک گدھا دیکھا' جس کی پیٹھ زخمی ہو رہی تھی اور کوے اس کی پیٹھ کو نوچ نوچ کر کھا رہے تھے۔ اور اس میں طاقت نہ تھی کہ ان کو دفع کر سکے کیونکہ اس کا منہ پیٹھ تک نہ پہنچتا تھا۔ آپ کو اس کی حالت پر رحم آیا۔ آپ نے غلاموں سے فرمایا کہ تم میرے ساتھ کس لیے ہو؟ انہوں نے کہا کہ جو خیال آپ کے دل میں گزرے' ہم اس کی تکمیل کریں آپ نے اسی وقت اپنا پیراہن اتار ڈالا اور اس گدھے کی پیٹھ پر ڈالا اور اپنی ریشمی پگڑی بجائے ڈوری کے اوپر سے باندھ دی اور چلے گئے۔ گدھے نے آپ کے اس حسن سلوک پر حق تعالیٰ کے حضور زبان حال سے آپ کے لیے دعا کی' آپ ابھی گھر نہ پہنچے تھے کہ آپ پر تصوف کی راہ کشادہ ہو گئی اور اپنے ماں باپ سے علیحدہ ہو کر انہی کی خدمت میں رہ کر ریاضت کرتے رہے۔

ایک روز آپ چلے جا رہے تھے کہ کسی نے ایک خاک کا ٹوکرا کوٹھے پر سے آپ کے سر پر ڈال دیا۔ آپ کے مرید غصے میں آگئے اور چاہا کہ پھینکنے والے کو برا بھلا کہیں۔ آپ نے فرمایا "ہزار ہزار شکر کرنا چاہیے کیونکہ جس کی سزا ہو کہ اس کے سر پر آگ ڈالی جائے' مگر صرف خاکستر ہی پر اکتفا کریں۔"

ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ میں زبان سے حق تعالیٰ کا ذکر کرتا ہوں' لیکن دل متوجہ نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا "شکر کر کہ ایک عضو تو مطیع ہو گیا۔ اور ایک جزو میں تجھ کو راستہ دے دیا گیا۔ امید ہے کہ ایک دن دل بھی موافقت کرے گا۔"

جب آپ کا وقت وفات قریب آیا اور مرض الموت کی علامت ظاہر ہوئی' آپ کے بیٹے نے کپڑے چاک کر ڈالے۔ آپ نے جب یہ دیکھا' تو فرمایا "اے بیٹا! تو سنت کے خلاف عمل کرتا ہے اور یہ نفاق کی علامت ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ برتن میں جو ہوتا ہے' وہی ٹپکتا ہے۔

حضرت ابو عبداللہ جلاد فرماتے ہیں "میں نے ایک صاحب جمال کو دیکھا' حیران رہ گیا اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ حضرت جنید ؒ میرے پاس سے گزرے۔ میں نے ان سے کہا "یا استاد! ایسا حسین چہرہ آگ میں جلے گا۔" انہوں نے مجھ سے فرمایا "یہ فریب نفس اور شیطان کا جال ہے' جو تجھ کو اپنی طرف مائل کر رہا ہے' یاد رکھ یہ نظارہ شہوت ہے نہ کہ نظارہ عبرت۔ اگر عبرت سے دیکھتا' تو اٹھارہ ہزار عالم ہیں۔ تو ان میں بہت سے عجائبات ملاحظہ کرتا۔ یہ کچھ بھی نہیں' صرف مکرو فریب ہے۔ عنقریب تو اس نظارے کی سزا میں مبتلا ہو گا۔" حضرت جنید ؒ یہ کہہ کر چلے گئے' تو مجھے قرآن مجید بھول گیا۔ مدت تک حق تعالیٰ کے حضور میں زاری کرتا رہا۔ تب کہیں جا کر مجھے قرآن شریف یاد آیا۔ اب مدت سے میں کسی شے کی جانب التفات نہیں کرتا۔ کیونکہ کسی شے کی جانب دیکھنا بھی وقت کو ضائع کرنا ہے۔

لوگوں نے آپ سے فقر کے بارے پوچھا' آپ چپ ہو گئے اور پھر اندر آئے۔ لوگوں نے پوچھا' یہ کیا بات تھی۔ آپ نے فرمایا "میرے پاس چار دانگ چاندی تھی۔ میں اسے خیرات کر آیا ہوں۔ کیونکہ مجھے شرم معلوم ہوتی تھی کہ میرے پاس چار دانگ چاندی ہو اور میں اس حالت میں فقر کا بیان کروں۔"

حضرت یوسف اسباطؒ نے حذیفہ مرعشی کو خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اپنے دین کو دو حبہ کے عوض فروخت کر ڈالا ہے۔ وہ اس طرح کہ تم بازار میں ایک چیز خرید نے کے لیے گئے۔ اس چیز کے مالک نے تم سے دو دانگ قیمت طلب کی اور تم اس کی تہائی دینے پر رضامند تھے۔ چونکہ وہ تم کو پہچانتا تھا۔ اس لیے تمہاری نیکو کاری کی وجہ سے وہ بول نہ سکا' اور تم کو وہ شے اس نے تھوڑی قیمت پر دے دی۔

حضرت ابن سیرینؒ نے ایک شخص سے پوچھا کہ کیسے ہو؟ تو اس نے جواب دیا "کیا حال ہو سکتا ہے اس شخص کا جو پانچ سو درہم کا قرضدار ہو اور عیال کثیر رکھتا ہو اور ایک پیسہ اس کے ہاتھ میں نہ ہو" یہ بات سن کر ابن سیرینؒ اپنے مکان پر تشریف لے گئے اور ایک ہزار درہم لا کر اس کے حوالے کیے کہ پانچ سو درہم قرضہ میں دے دو اور پانچ سو اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو۔ اس کے بعد آپ نے عہد کیا کہ آئندہ کسی کا حال نہ پوچھوں گا' مبادا کوئی ایسی بات ظاہر ہو جائے جس کا علاج میرے قبضہ قدرت سے خارج ہو۔ تو پھر بلا وجہ احوال پرسی کر کے کیوں منافقوں میں شامل ہوں' کیونکہ دریافت حال کے بعد عملی طور پر غم خواری نہ کرنا سخت منافقت ہے۔

حضرت ابو بکر شبلیؒ کی ابتدائی حالت یہ ہے کہ آپ علاقہ نہاوند کے امیر یعنی حاکم تھے۔ ایک دفعہ دربار خلافت سے تمام امرا کے نام پروانے جاری ہوئے۔ آپ بھی بحیثیت امیر دربار خلافت میں حاضر ہوئے۔ خلیفہ نے تمام امرا کو خلعت عطا کیے۔ اس اثنا میں ایک امیر کو چھینک آ گئی۔ اس نے خلعت سے اپنا منہ اور ناک صاف کر لیا۔ لوگوں نے یہ بات خلیفہ سے کہی کہ فلاں شخص نے ایسا کیا ہے۔ خلیفہ نے اس سے خلعت چھین لینے کا حکم دیا۔ اور امارت سے بھی معزول کر دیا۔ جب آپ اس حال سے آگاہ ہوئے' تو آپ نے سوچا کہ جو شخص مخلوق کے دیئے ہوئے خلعت کے ساتھ بے ادبی کرتا ہے' وہ عزل و استخفاف کا مستحق ٹھہرتا ہے اور اس کا خلعت و رتبہ چھین لیا جاتا ہے' پس وہ شخص جو بادشاہ عالمین کی بے ادبی کرے' اللہ جانے اس کی کیا حالت ہو گی؟ آپ اسی وقت خلیفہ کی خدمت میں واپس آئے اور کہا "یا خلیفہ! تم جو کہ مخلوق ہو' اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ لوگ تمہارے خلعت کے ساتھ بے ادبی کریں۔ معلوم ہے کہ تمہارے خلعت کی قدر و قیمت کیا ہے؟ بادشاہ عالمین نے مجھے اپنی دوستی و معرفت کا خلعت دیا ہے۔ کیا وہ اس بات کو پسند کرے گا کہ میں اس کے دیئے ہوئے خلعت کو مخلوق کے خلعت سے ناپاک کروں۔ پس آپ خلعت واپس کر کے باہر آ گئے اور حضرت خیر نساج کی مجلس میں حاضر ہو کر توبہ کی۔

ایک دن حضرت جنیدؒ کی خدمت میں چند اصحاب نے حضرت شبلیؒ کی تعریف فرمائی۔ آپ بھی وہیں موجود تھے۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا "تم غلط کہتے ہو' وہ تو مردود و مخذول ہے۔ پھر فرمایا "شبلی کو یہاں سے نکال دو۔" جب آپ باہر نکل گئے' تو حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ تم نے شبلی کی تعریف کی تھی' اس مدح کی نسبت میرا اس طرح راندہ بنا رہنا بہتر ہے۔ تم تو اس مدح سے اس پر تیغ لگاتے تھے۔ اور میں نے سپر کھڑی کر دی' تا کہ وہ ہلاک نہ ہو۔

حضرت ابو اسحٰق ابراہیمؒ سے ایک درویش نے درخواست کی کہ میں سفر میں آپ کے ہمراہ رہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے منظور فرما کر کہا کہ ہم دونوں میں ایک امیر ہونا چاہیئے۔ تا کہ تمام کام اچھی طرح انجام پائیں۔ درویش نے کہا "پھر آپ ہی حاکم بن جائیے۔" آپ نے فرمایا "اب تم مطیع بنو۔" درویش کہتا ہے کہ ہم ایک منزل پر پہنچے' تو آپ نے مجھے بیٹھنے

کو کہا اور خود پانی لائے۔ سردی کا موسم تھا' اس لیے آپ نے لکڑیاں اکٹھی کیں اور آگ جلائی۔ پھر راہ میں جو کام بھی ہوتا' آپ خود اسے کرتے اور مجھے کرنے کی اجازت نہ دیتے اور فرماتے شرط یہ ہے کہ میں امیر ہوں اور تم مطیع رہو' راستہ میں سخت بارش ہوئی' تو آپ نے اپنا لبادہ اتار کر مجھ پر ڈال دیا اور تمام رات لبادہ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر مجھ پر سایہ کیے رہے' تاکہ میں بارش سے محفوظ رہوں۔ میں یہ دیکھ کر شرمسار ہوا۔ لیکن ازروئے شرط کچھ نہ کہہ سکتا تھا۔ صبح ہوئی تو میں نے کہا کہ آج میں امیر بنوں گا۔ آپ نے فرمایا "بہتر۔" جب ہم منزل پر پہنچے' تو آپ نے تمام خدمت اپنے ذمے لے لی۔ میں نے کہا "امیر کے فرمان کے خلاف کیوں عمل کرتے ہیں؟" آپ نے فرمایا "نافرمانی وہ ہوتی ہے کہ امیر کو اپنی خدمت کے لیے کہا جائے۔" آپ نے مکہ معظمہ تک کے سفر میں میرے ساتھ یہی سلوک کیا۔ جب اس جگہ پہنچے' تو میں آپ کے حسن سلوک سے شرمندہ ہو کر بھاگ گیا۔ آپ نے مجھ کو منیٰ میں دیکھا تو فرمایا "بیٹا دوستوں سے اس طرح محبت رکھنی چاہیے جیسے میں نے تم سے رکھی۔"

حضرت ممشاد دینوریؒ اپنی خانقاہ کا دروازہ بند رکھتے۔ جب کوئی مسافر آتا' تو اس سے آپ دریافت فرماتے کہ مسافر ہے یا مقیم؟ اگر مقیم ہو تو اس خانقاہ میں آجاؤ اور اگر مسافر ہو' تو یہ خانقاہ تمہاری جگہ نہیں ہے۔ کیونکہ جب تم چند روز یہاں رہو گے اور مجھے تم سے انس ہو جائے گا اور اس وقت تم جانا چاہو گے' تو مجھے اس سے تکلیف ہو گی اور مجھ میں تمہارے فراق کی طاقت نہیں۔

نہیں بھولتا مجھ کو قول عراقی کہ صحبت نفاق ہے یا اتفاقی
اگر ہے نفاقی تو جاں کو گھٹائے وگر اتفاقی تو ہجراں ستائے

حضرت ابو علی الدقاقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن جنازہ دیکھا' جسے تین مرد اور ایک عورت اٹھائے لیے جا رہے تھے۔ جس طرف سے اس عورت نے اٹھایا ہوا تھا' میں نے اٹھالیا' یہاں تک کہ قبرستان پہنچ گئے اور نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد اس کو دفن کر دیا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے ہمسائے وغیرہ نہ تھے' جو تمہاری مدد کرتے۔ انہوں نے کہا یہ میت مخنث کی ہے۔ اور وہ اس کو حقیر جانتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں "مجھے ان کی حالت دیکھ کر رحم آگیا۔ میں نے کچھ گندم اور چند درہم ان کو دیے۔ اسی شب میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا' جس کا چہرہ منور اور نہایت قیمتی لباس پہنے ہوئے تھا۔ اس نے تبسم کیا اور کہا کہ میں وہی مخنث ہوں' اس سبب سے کہ لوگ مجھے حقیر جانتے تھے' حق تعالیٰ نے مجھ پر رحمت کی۔

اے ترا باہر دلے رازے دگر ہر گدا را بر درت نازے
در رباب عشق تارے بیش نیست ہست ہر جا نغمہ و سازے

حضرت حسینؓ نے ایک شخص کو غلط طریقہ پر وضو کرتے دیکھا۔ آپ نے اس کو فرمایا کہ میں تمہارے سامنے وضو کرتا ہوں' اگر کہیں غلطی ہو تو مجھے بتلا دینا۔ اس شخص نے نہایت غور سے آپ کے طریق وضو کو دیکھا اور کہا کہ کوئی غلطی نہیں ہے۔ چنانچہ اس خوشگوار طریق اصلاح سے وہ آئندہ ہمیشہ کے لیے صحیح وضو کرنے کے قابل ہو گیا اور دل شکنی و شرمندگی سے بھی محفوظ رہا۔ اسی کا نام تالیف قلوب ہے۔

حضرت یحییٰ معاذ رازیؒ کے ایک بھائی جنہوں نے مکہ معظمہ میں مجاوری اختیار کر لی تھی۔ انہوں نے لکھا کہ "میرے دل میں تین آرزوئیں تھیں۔ ان میں سے دو پوری ہو چکیں اور ایک باقی ہے۔ پہلی آرزو یہ تھی کہ اپنی عمر کا آخری حصہ کسی مقدس جگہ پر گزاروں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ کعبہ مکرمہ میں جو تمام مقامات سے بزرگ تر ہے۔ میں نے اقامت اختیار کی۔ دوسری آرزو یہ تھی کہ میرے پاس ایک خدمتگار ہو' جو میری خدمت کرے اور وضو کے لیے پانی تیار کر دیا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل کیا اور مجھے ایک سلیقہ شعار و خدمت گزار کنیز مل گئی۔ اب تیسری آرزو یہ ہے کہ مرنے سے پہلے ایک بار آپ کو دیکھ لو۔"

حضرت یحییٰ معاذؒ نے اس خط کا جواب لکھا۔

"پہلی آرزو کے متعلق یہ ہے کہ خود مقدس بننے کی کوشش کرو اور پھر جہاں چاہو رہو۔ مکین سے مکان کی وقعت ہوتی ہے' نہ کہ مکان سے مکین کی۔ دوسری آرزو کے متعلق یہ ہے کہ اگر تم میں ہمت و جوانمردی ہوتی' تو ایک بندہ الٰہی کو اپنا خادم نہ بناتے اور اللہ کی خدمت سے باز رکھ کر اپنی خدمت میں مشغول نہ کرتے۔ تم کو دنیا میں خادم بن کر رہنا چاہیے۔ لیکن تم مخدوم بننے کی تمنا کرتے ہو' حالانکہ مخدومی اللہ کی صفت ہے اور خادمی بندہ کی صفت ہے۔ بندہ ہی رہنا چاہیے۔ اور اللہ کی صفت کی تمنا نہیں کرنی چاہیے' تمہاری تیسری آرزو کے متعلق یہ ہے کہ تم کو اللہ سے وابستگی ہوتی' تو تمہیں میرا خیال بھی نہ آتا۔ تم اللہ کی یاد میں ایسے مشغول ہو جاؤ کہ بھائی اور تمام ماسوا کو فراموش کر دو' پس راہ الٰہی میں تو اولاد کو قربان بھی کر دینا چاہیے۔ وہاں بھائی کیا چیز ہے؟

ابتلائے اہل اللہ: حضرت بایزید بسطامیؒ سات دفعہ شہر بدر کیے گئے۔ حضرت ذوالنونؒ مصر سے قید کر کے بغداد بھیجے گئے۔ حضرت سمنون محبؒ پر تہمت زنا لگائی گئی اور گردن مارنے کا حکم دیا گیا۔ ابو سعید خزازؒ پر تہمت لگائی گئی' اور فتویٰ کفر لگایا گیا۔ سہل بن عبداللہؒ کو بصرہ سے جلاوطن کیا گیا اور فتویٰ کفر لگایا گیا' حضرت منصور حلاج پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ ہزار کوڑے مارے گئے پھر ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی دیا گیا۔ حضرت جنیدؒ بغدادی پر فتویٰ کفر لگایا گیا۔ حضرت امام غزالیؒ پر فتویٰ کفر لگایا گیا اور احیاء العلوم جلائی گئی۔ امام ابوالقاسمؒ بن قسمی' ابن مرجانؒ کرجی و مرجانی قتل کیے گئے۔ ابراہیم تیمیؒ کو ۹۲ھ میں قید کیا گیا اور وہیں مر گئے۔ پھر مزبلہ بول و براز پر ڈلوائے گئے۔ امام ابوبکرؒ خابسی قید کر کے مصر روانہ کیے گئے۔ کفر کا فتویٰ دیا گیا اور کھال کھینچی گئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کو قتل کرایا اور دروازہ کعبہ پر سولی دیئے گئے۔ حضرت حسینؓ کو انتہائی اذیت کے بعد کوفیوں نے شہید کیا۔ حضرت عمرؓ' حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ شہید ہوئے۔ رسول کریم ﷺ کو تمام پیغمبروں کے مجموعہ مصائب سے زیادہ تکلیف پہنچائی گئی۔ ان کے علاوہ اور بے شمار واقعات گزر چکے ہیں۔ اور تاریخ ان خونی داستانوں سے پر ہے۔

فرعون رانہ داوہ ایم دوست درد سر — زیرا کہ اونداشت سردرد ہائے ہا
بیگانہ راچہ کار بود از بلائے غم — آں را رسد کہ خاص بود آشنائے ہا

سردار جنت آسیہؓ زوجہ فرعون کو حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے کی سزا میں کھولتے ہوئے تیل کی کڑاہی میں ڈال کر جلایا گیا۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کو زہر دیا گیا۔ حضرت امام بخاریؒ ملک بدر کیے گئے۔ پھر کسی جگہ پناہ نہ ملی۔ اسی بے کسی

میں بعالم غربت وفات پائی۔ حضرت عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیزؒ کو زہر آلود نیزہ پاؤں پر مار کر قتل کروایا۔

ذرائع کامیابی

دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو ہر چیز کے روشن پہلو رکھتے ہیں۔ وہ ہر کام کو اس یقین کے ساتھ شروع کرتے ہیں کہ ہم اس میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ وہ پیش آمدہ مشکلات اور عارضی رکاوٹوں کے ساتھ بہادرانہ جنگ کرتے ہیں اور بالآخر ضرور کامیاب ہو جاتے ہیں۔ قانون قدرت ہمیشہ سے اس نتیجہ کی تائید کرتا چلا آیا ہے۔ اور اللہ کریم بھی انہی لوگوں کی مدد فرماتا ہے' جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

دوسری قسم ان بودے اور کمزور دل لوگوں پر مشتمل ہے' جو کام شروع کرنے سے پہلے کئی ماہ یہ سوچتے ہیں کہ کیا ہم اس میں کامیاب ہو جائیں گے؟ تذبذب و تزلزل' دودلی اور پس و پیش اور کم و بیش کا خیال ان کے دامن گیر رہنا ان کا طبعی خاصہ ہوتا ہے۔ ناکامی کا خطرہ ان کے دل سے کبھی نہیں نکلتا۔ خیالی مشکلات کے بھوت ہر وقت ان کے سر پر سوار رہتے ہیں۔ ایک دفعہ کی ناکامی کا تجربہ ہمیشہ ان کے پیش نظر رہتا ہے اور بالآخر انہی کمزوریوں کی بدولت ہمیشہ ناکام اور قعر مذلت میں گرے رہتے ہیں' قانون قدرت ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرتا نہ نصرت الٰہی ان کے شامل حال ہوتی ہے۔

کسی دیہاتی ملازم سے کہا جائے کہ اس میز کو ہر روز صاف کرنا' لیکن خیال رکھنا کہ چینی کے گلدان نہ ٹوٹ جائیں' تو یقین جانئے کہ گلدان ضرور ٹوٹ جائیں گے۔ کیونکہ آپ کی تنبیہ کی وجہ سے جو وہم اس کے دل میں پیدا ہو گیا ہے۔ اس وجہ سے گلدان اٹھاتے وقت ہاتھ اس کے کانپنے لگیں گے اور گلدان گر جائیں گے۔

اسی طرح ایک شخص دیوار کی منڈیر پر چلتا ہوا اگر اس خوف میں مبتلا ہو جائے کہ میں گر جاؤں گا' تو ضرور گر جائے گا۔ حالانکہ دیوار پر چلنے کے حال میں بھی اس کے پاؤں کے نیچے اتنی ہی زمین تھی' جتنی کہ زمین پر چلنے کی حالت میں۔

ایک شخص معمولی مرض میں مبتلا تھا' لیکن ڈاکٹر نے اسے ایک مہلک بیماری کی وہم میں مبتلا کر دیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ میری موت یقینی ہے۔ چنانچہ وہ کچھ عرصہ کے بعد مر گیا۔

سوا سو سال کے ایک بوڑھے سے اس کی طوالت عمر کا راز دریافت کیا گیا' تو اس نے ہنس کر کہا کہ میں نے کبھی اس خیال کو اپنے نزدیک پھٹکنے نہیں دیا کہ میں بوڑھا ہوں۔ میں نے ہمیشہ یہی سمجھا کہ میں جوان ہوں اور جوان ہی رہوں گا۔ چنانچہ اب تک جوان ہوں۔

یہ سب مثالیں خیالات اور ارادوں کی طاقت عظیم کو واضح کرتی ہیں۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ جب کوئی کام شروع کیا جائے' تو کمزور اور بودے خیالات کو دل سے نکال کر آہنی عزم' استقلال اور روشن امیدوں کے ساتھ شروع کیا جائے۔ اس کا اثر یہ ہو گا کہ آپ پوری سرگرمی و انہماک اور دلی توجہ کے ساتھ اپنے کام کو انجام دیں گے اور بفضلہ اس میں ضرور کامیاب ہوں گے۔

وہی لوگ پاتے ہیں عزت زیادہ جو کرتے ہیں دنیا میں محنت زیادہ

امریکہ کے ایک عالی ہمت اخبار نے وہاں کے بڑے بڑے آدمیوں کی خدمت میں اپنے خاص نمائندہ بھیج کر یہ سوال دریافت کیا کہ کاروبار میں کامیابی کے لیے جو شرائط ان کے ذاتی خیال اور تجربے کے موافق نہایت ضروری ہوں' ان کو وہ تین مختصر اور جامع الفاظ میں بیان کردیں۔ چنانچہ اس طریقہ سے جو آراء جمع کی گئیں' ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ دیانتداری اور عزم بالجزم۔ (مارک ہاکنز ایل۔ ایل۔ ڈی)

۲۔ کامل یک سوئی یعنی ایک ہی مقصد پر تمام قوتوں کا اجتماع۔ (فرینکلن کارٹر)

۳۔ صحیح قوت فیصلہ' دنیا اور اہل دنیا کے متعلق مکمل معلومات اور اپنے کاروبار کیساتھ ذوق و شوق (اینڈی ریوڈی)

۴۔ راستی' ذہن رسا۔ موقع شناسی۔ (چارلس' پریذیڈنٹ ہاورڈ یونیورسٹی)

۵۔ اللہ بزرگ و برتر کی پوری متابعت اور خیالات کی پاکیزگی۔ (جوزف کک آرچ بشپ)

۶۔ ایمانداری' محنت اور آہنی استقلال۔ (جے۔ ایچ سیٹنلے)

۷۔ نیک زندگی' منشیات سے پرہیز' افسروں' ماتحتوں اور خریداروں سے حسن سلوک۔ (جوزف میڈل)

۸۔ انتھک محنت اور ختم نہ ہونے والا جوش و خروش۔ (جنرل کلمرگ)

۹۔ کام کے ہر پہلو پر پوری توجہ' مؤثر اور وسیع اشتہار' خود کو قابل اعتبار ثابت کرنا۔ (جان واہنا)

۱۰۔ ایمانداری اور مسلسل پیش قدمی۔ (تھیوڈور روز ویلٹ پریذیڈنٹ)

۱۱۔ نیک مقصد' خریداروں سے ہمدردی' مکمل تجربہ اور فوری ادائیگی۔ (جان نائب صدر امریکہ)

۱۲۔ ہر چھوٹے بڑے کام پر ذاتی توجہ۔ سولہ گھنٹے روزانہ مستعدی' وعدہ کی سچائی۔ (جے انز)

۱۳۔ جو شخص زیادہ مصائب برداشت کرسکتا ہے' وہی اہم کام سرانجام دے سکتا ہے۔ (ملٹن)

۱۴۔ الفاظ کم' کام زیادہ۔ (جنرل نیل ڈائر)

۱۵۔ تمام دنیا سے ایک دن آگے۔ (ہنری فورڈ)

۱۶۔ محنت' استقلال' دیانت' خیرات اور اللہ پر بھروسہ۔ (راک فیلر)

۱۷۔ تاجر کے پاس اگر ہزار روپیہ ہے' تو ایک سو کا مال خریدے اور نو سو روپے اشتہاروں پر خرچ کرے۔ (السپ)

اشتہار فی زمانہ کامیابی کا سب سے بہترین اور آسان ذریعہ ہے' بشرطیکہ مسلسل بہت سی اشاعتوں میں چھپوایا جائے۔ ورنہ ایک دو مرتبہ اشتہار چھپوانا بھی نقصان دہ ہے۔ ناظرین اخبار کسی چیز کے پہلے اشتہار پر نگاہ بھی نہیں ڈالتے۔ دوسری مرتبہ اسے دیکھتے ہیں' تیسری مرتبہ پڑھتے اور چوتھی اشاعت پر وہ اس اشتہار کا بیوی سے تذکرہ کرتے ہیں۔ پانچویں چھٹی یا اس سے زیادہ مرتبہ کی اشاعت انہیں خریدنے پر آمادہ کرتی ہے۔ آٹھویں دسویں مرتبہ کی اشاعت پر جا کر وہ اس کے خریدار بنتے ہیں۔ اگر تم زیادہ مرتبہ اشتہار کو نہ چھپواؤ گے' تو جو روپیہ تم نے چند مرتبہ اشتہار دینے میں صرف کیا ہے۔ وہ سب اکارت جائے گا۔ اس معاملہ میں اس شخص کی تمثیل پر غور کرنا چاہیے۔ جس نے ایک

جنٹلمین سے کہا تھا "اگر آپ مہربانی کر کے چار آنے عنایت کریں' تو بندہ کا ایک روپیہ بچ سکتا ہے۔" جنٹلمین نے متعجب ہو کر پوچھا۔ وہ کس طرح؟ اس نے جواب دیا کہ گھر سے مے نوشی کے لیے روپیہ لے کر چلا تھا' مگر افسوس کہ پورے روپے کی شراب پی کر بھی مجھے کامل سرور نہیں ہوا۔ اس لیے اگر آپ چار آنے عنایت کریں تو میں اپنا نشہ پورا کرلوں۔ اس طرح میرا ایک روپیہ بیکار نہ جائے گا۔

اشتہار دینے میں یہ بات بھی ضروری ہے کہ اس کے الفاظ موثر و دل نشین ہوں۔ معقول دلائل سے اپنی سچائی دیانتداری اور مال کی عمدگی کو ظاہر کر کے خریدار کو اطمینان دلایا جائے۔ ایک شخص کی ترقی کا موجب صرف یہ چار الفاظ ہوئے۔ یعنی اس نے سائن بورڈ کی ایک طرف یہ لکھوایا۔ "دوسری طرف مت پڑھو" دوسری طرف مفصل اشتہار تھا' جس کو ہر شخص "دوسری طرف مت پڑھو" کے الفاظ سے متاثر ہو کر ضرور پڑھتا۔ اس طرح لوگوں کو راغب کرنے کے بعد خریداروں سے خوش اخلاقی و خوش معاملگی سے پیش آنے کی بدولت انہیں مستقل دائمی خریدار بنالیا اور اس کے کاروبار میں بہت ترقی ہوئی اور جلد اس شہر کے متمول و کامران سوداگروں میں شمار ہونے لگا۔

واضح رہے کہ تجارت میں بد خلقی اور گراں فروشی دو کلہاڑے ہیں' جو اس کی جڑ کو کاٹتے ہیں۔

کامیابی کی منزل پر پہنچنا دشوار نہیں' بشرطیکہ صحیح راستہ تلاش کیا جائے۔ ورنہ غلط راستہ اختیار کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بساطی ایک گاؤں میں سودا بیچنے کے بعد دوسرے گاؤں کی طرف جو وہاں سے تین چار کوس کے فاصلہ پر مغرب کی طرف تھا چل دیا۔ لیکن راستہ بھول کر دوسری طرف کو ہولیا۔ کوئی ایک میل راستہ طے کرنے کے بعد اس نے ایک آدمی سے دریافت کیا کہ فلاں گاؤں یہاں سے کتنی دور ہے؟ اس نے ہنس کر جواب دیا کہ جس طرف تم جارہے ہو' اس طرف سے وہ گاؤں پورے دس ہزار میل کے فاصلے پر ہے۔ یعنی تمام روئے زمین کا چکر کاٹ کر تم اس جگہ پہنچو گے۔ لیکن اگر سیدھا راستہ اختیار کرو' تو گاؤں صرف پانچ کوس ہے۔

جو شخص مناسب حالات اور بہتر موقع کا منتظر رہتا ہے' وہ اپنی قبر آپ کھودتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں جتنے بڑے آدمی گزرے ہیں' وہ باوجود مخالفت و مزاحمت زمانہ کے کامیاب ہوتے رہے ہیں۔ گویا کامیابی کا واحد راستہ ناکامی ہے۔

زندگی میں کامیابی کا راز یہ ہے کہ انسان مواقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے تیار رہے۔

ناکامی و محرومی کا باعث کوئی بداختری یا شومئی قسمت نہیں ہے' بلکہ بے تدبیری و تلون مزاجی ہے۔

در لباس آدمی کارخدائی می کند آدمی راطرفہ ایں جادستگاہ قدرت است

جو لوگ آج کے کام کو کل پر اٹھا رکھتے ہیں' وہ یہ نہیں سوچتے کہ آج ہم نے کیا کیا جو کل کر سکیں گے۔

کامیابی کے محل میں داخل ہونے کے لیے کوئی مقررہ شاہراہ نہیں' جو کوئی اس محل میں داخل ہونا چاہتا ہے' وہ اپنا دروازہ آپ بناتا ہے۔ جونہی وہ اندر داخل ہو جاتا ہے' یہ دروازہ فی الفور مسدود ہو جاتا ہے اور اس میں سے کسی کو بھی گزرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ اس کی اولاد بھی اس دروازہ سے داخل نہیں ہو سکتی۔

وقت ہر کار نگہدار کہ نافع نبود نوشدارو کہ پس از مرگ بہ بیمار دہند

کام جتنا اچھا ہے' اتنی ہی زیادہ دقتیں اس کی تکمیل میں اٹھانی پڑتی ہیں۔

درحقیقت مشکل کاموں ہی کی انجام دہی میں کچھ لطف حاصل ہوتا ہے' ورنہ آسان کام کو ہر شخص کر سکتا ہے' وہ فتوحات جو آسانی سے حاصل ہو جائیں' کم قیمت ہوتی ہیں۔ قابل قدر فتوحات وہ ہیں' جو سخت کش مکش کا نتیجہ ہوں۔

وائے آں قافلہ کز دونئے ہمت می خواست　　رہگذارے کہ دراں ہیچ خطر پیدا نیست

کمزور انسان موقعوں کی انتظار میں رہتے ہیں' لیکن باہمت انسان خود موقعے پیدا کر لیتے ہیں۔

موقع کی دیوی کے سامنے بال ہیں اور پیچھے سے وہ گنجی ہے۔ سامنے والے بالوں سے تم اسے پکڑ سکتے ہو' لیکن اگر وہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے تو پھر مشتری (جو نہایت تیز رفتار سیارہ ہے) بھی اسے نہیں پکڑ سکتا۔

قربانی اور کامیابی لازم و ملزوم چیزیں ہیں۔ جہاں قربانی نہیں' وہاں کامیابی کا وجود بھی عنقا سمجھو۔

عمدہ اور صاف و شفاف چشموں کی تلاش نہ کرو' اپنا ڈول جہاں سے بھر سکتے ہو بھر لو۔

جفاکشی کے سمندر کی تہ کامیابی کے موتیوں سے بھری پڑی ہے۔

ہر تاجر کو دو منافع کمانے چاہئیں' ایک خریدتے وقت دوسرا بیچتے وقت۔

جس کے پاس صحت' قابلیت' دیانت' محنت' استقلال اور ہمت عالی ہو' اس کی ترقی یقینی ہے۔

وہی ہے صاحب امروز جس نے اپنی ہمت سے　　زمانے کے سمندر سے نکالا گوہر فردا

جو لوگ اپنی ہستی سے خوشی حاصل کرنے کی قابلیت نہیں رکھتے' وہ ناجائز خواہشوں کے لیے ہر وقت اپنی جان کو عذاب میں رکھتے ہیں۔

بہت سے زندہ انسان اپنے لیے آپ کھودی ہوئی ذلت کی گور میں پڑے ہوئے چلا رہے ہیں اور کاہلی و سستی کے وہ پتھر جو انہوں نے شروع سے اپنے اوپر دھر لیے ہیں' ہٹا نہیں سکتے۔

مایوسی اور کامیابی کبھی اکٹھی نہیں رہ سکتی۔ آزادی و کامیابی کے محل میں داخل ہونے کے لیے ہمت عالی پہلا دروازہ ہے۔

بہ کیش زندہ دلان زندگی جفا طلبی ست　　سفر بکعبہ نہ کردم کہ راہ بے خطر است

ثروت و آسودگی' دولت اور فارغ البالی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے' قسمت پر تکیہ کرنے' منادر و مساجد میں دعائیں یا منتیں ماننے سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ محنت و مشقت اور ہمت عالی کو باقاعدہ کام میں لانے سے حاصل ہوتی ہے۔

اے تنگ اعتبار دعا پر نہ رکھ مدار　　او بیوقوف ہمت مردانہ چاہیے

مردوں کے چہرے کا غازہ خود ان کا خون ہے' اور قوم کے پودے کو قوم ہی کے پاک خون سے سینچنے کی ضرورت ہے۔

جو مرد ہیں غیروں کا سہارا نہیں لیتے　　جو شیر ہیں صیداوروں کا مارا نہیں لیتے

کوئی شخص اعلیٰ درجہ حاصل نہیں کر سکتا' جب تک اسے اپنے موجودہ درجے سے نفرت نہ ہو۔ ارباب ہمت بے پروبالی کا غم نہیں کرتے۔ اس طائفہ کے پروبال ان کی ہمت عالی ہے۔

سعی' خدمات و فرائض زیست کی پہچان　　جس نے حرکت چھوڑ دی سمجھو کہ وہ بے جان ہے

پست ہمت نامرادی کی حد تک پہنچ کر اپنے اعضا اور دماغ کو معطل کر بیٹھتے ہیں' مگر عالی ہمت اللہ کی بخشی ہوئی طاقتوں سے کام لیتے ہیں۔

ڈوبنا شرط ہے دریائے تجسس میں رضا ورنہ کچھ منہ کا نوالہ درنایاب نہیں
زندگی میں بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں' جو برسوں سے زیادہ قیمت رکھتے ہیں اور گزر جانے کے بعد ہم قیمت دے کر بھی انہیں دوبارہ حاصل نہیں کر سکتے۔
اکثر لنگڑا آدمی بھی وہ کام کر سکتا ہے' جس کو وہ اپنے نقص کے باعث کرنے سے قاصر ہے' مگر اسے ہمت درکار ہے پچ ہے ہمت ایک دفعہ تو گڈریے کو بھی نادر شاہ اور تیمور لنگ بنا دیتی ہے۔
نہ شاخ گل ہی اونچی ہے نہ دیوار چمن بلبل تری ہمت کی کوتاہی تری قسمت کی پستی ہے
اگر پہاڑ کو سرکانے کی خواہش ہے' تو پہلے ذروں کو سرکانا سیکھو۔
اپنی تمام طاقتوں کو جمع کر کے ایک مرکز پر لگاؤ۔ یک در گیر محکم گیر۔
دنیا ان لوگوں کو انعام میں ملے گی' جو مستعد' محنتی اور سرگرم ہیں۔
محنتی کے سامنے پہاڑ کنکر ہیں اور سست کے سامنے کنکر پہاڑ۔
شرمیلا پن انسانیت کی زینت ہے' لیکن کاروباری آدمی کے لیے عیب ہے۔
کامیابی کا زینہ ناکامیوں کے ڈنڈوں سے تیار ہوتا ہے۔
جس کام میں ہاتھ ڈالو' مضبوط اور مردانہ وار ڈالو۔ دریا کی پیروی کرو' سمندر میں پہنچ جاؤ گے۔
تذبذب اور دودلی سے کوئی کام نہیں ہوتا۔
کام محنت سے لیا کب دل ناداں تو نے اپنی ناکامیوں پہ اشک بہانا بے سود
زیادہ بلندی پر جانا چاہو' تو پہلے بنیاد مضبوط کر لو۔ ع تقدیر کے محل کا معمار خود بشر ہے۔
ہر کام میں دوسروں کا سہارا ڈھونڈنے کے برابر کوئی بے عزتی نہیں۔
خطرات و مشکلات کا اطمینان کے ساتھ مقابلہ کرنا حقیقی مردانگی ہے۔
چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا سیل حوادث میں اگر آسانیاں ہوں تو زندگی دشوار ہو جائے
جو معاملہ اختیار سے باہر ہو جائے' اسے جیسے بن پڑے نپٹانا چاہیے۔
آدمی صرف اسی وقت مغلوب ہوتا ہے' جب وہ اپنے آپ کو مغلوب سمجھ لے۔
یہ کہتا تھا رستم فرامرز کو کہ مت توڑ دل' توڑ البرز کو
جو آدمی چانس یعنی اتفاقی موقع سے فائدہ نہیں اٹھاتا' وہ بلند رتبہ حاصل نہیں کر سکتا۔
تمہارا کام یہ ہے کہ پہلے کھودو اور پھر بو دو۔ اللہ ضرور کامیابی دے گا۔ ہندی مقولہ ہے۔
الٹے سیدھے اگ آئیں گے' کھیت پڑیں جو بیج
مشکلات کا مقابلہ کرنے کا نام زندگی اور ان پر غالب آجانے کا نام کامیابی۔
دولت کی دیوی دیانتداری کے مندر میں رہتی ہے۔
دکھ' سکھ' غم و شادی' بیماری' تندرستی' ناکامی' کامیابی' زندگی کے ناہموار راستے پر سفر کرنے والے کے لیے مختلف

منزلیں ہیں' جو چاروناچار سب کو پیش آتی ہیں' پس جس شخص کا دل دنیا میں رہنے کو چاہتا ہے۔ اسے یہاں کی تکالیف بھی برداشت کرنی ہوں گی۔

ہمت سے کام کرتا رہ اور دیندار رہ امید وار رحمت پروردگار رہ

انسان دنیا کے سمندروں میں تنکے کی طرح بہا چلا جانے کے لیے پیدا نہیں ہوا' بلکہ اس لئے بھیجا گیا ہے کہ ملاح کی طرح موجوں کا مقابلہ کرتا ہوا' اوروں کو پار اتارنے کی کوشش کرے۔

بہاؤ کے خلاف تیر کر مصائب کے چشمے کو بند کرنا' کسی پیراک ہی کا کام ہے۔ ورنہ کوڑا کرکٹ تو دھارے کے ساتھ بہہ کر تہا ہی کے غلیظ گڑھے میں جا ہی گرتا ہے۔

بزدل اور ڈرپوک اپنے غیر معمولی نرم برتاؤ سے زیردست کو دلیر اور زبردست کو گستاخ کر لیتا ہے۔

ترحم بایدت لیکن نہ چنداں کہ گردد خیرہ گرگ تیز دنداں

جس طرح پست گدھے پر ہر کوئی چڑھ جاتا ہے' اسی طرح نالائق' نرم مزاج شخص پر سب حکومت کرتے ہیں۔

ع گر بہ پستی بر سی پست نہ گردی مردی

دنیا میں وہی پست ہیں' جن کے دل پست ہیں۔ ورنہ

گر پڑے ہے آگ میں پروانہ ساکرم ضعیف آدمی سے کیا نہ ہو لیکن جو ہمت ہو تو ہو

ترقی کی راہ میں سرپٹ دوڑنے والے ٹھوکر کھا کر گر جاتے ہیں' یا دم اکھڑ کر پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اس میدان میں وہ سمجھ کر چلنے والے ہی آگے بڑھتے ہیں' جو آہستہ آہستہ استقلال کے ساتھ منزل مقصود تک چلے جاتے ہیں۔ کامیابی کی دوڑ میں وہ گھوڑا نہ بنو' جو میدان جیت کر وہیں سرد ہو جائے۔

زیادہ نرم نہ ہو تاکہ کسی کے منہ کا نوالہ نہ بنو۔ دیکھو نرم لکڑی کو دیمک کھا جاتی ہیں۔

کسی حالت میں بھی اپنے دل کو مت گراؤ۔ دیکھو لوگ گرے ہوئے مکان کی اینٹیں بھی اٹھا کر لے جاتے ہیں' سیدھی کھڑی ہوئی عمارت کو کوئی ہاتھ بھی نہیں لگاتا۔

یاد رکھو جس شخص کو امید ہے اور خوف نہیں' اس کے پاس سب کچھ ہے گو کچھ بھی نہیں اور جسے خوف ہے امید نہیں' اس کے پاس کچھ نہیں اگرچہ سب کچھ ہے۔

در مقصد کی خواہش اور غم جاں کیا حماقت ہے کسی کو ہاتھ آئے ہیں کبھی موتی بھی ساحل سے

گر نہنگے نداری بحر صحراست وگر تری بہر موجش نہنگ است

سکندر سے پوچھا کہ بادشاہ دلیر کا نشان کیا ہے؟ کہا جو یہ نہ پوچھے کہ دشمن کس قدر ہیں' بلکہ یہ پوچھے کہ کہاں ہیں؟

مجھے سخت کام پر بے حد اعتماد ہے۔ میں جتنا سخت کام کرتا ہوں' اتنا ہی کامیاب ہوتا جاتا ہوں۔

وہ بھی انسان تھے' جو سرایجاد و تکوین کے مالک تھے۔ آج تک لوگ انہیں اوتار اور پیغمبر سمجھ کر تعظیم کرتے ہیں۔

افسوس ہم بھی انسان ہیں' جنہیں اپنی ذات پر کل کی روٹی حاصل کر لینے تک کا بھی بھروسہ نہیں اور رات دن امید و بیم کے گرداب میں غوطے کھا رہے ہیں۔

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا ورنہ گلشن میں علاج تنگی داماں بھی ہے

سکندر اعظم نے جب یونان کو فتح کیا' تو بہت سی نایاب اور گراں بہا اشیاء دے کر فیثا غورث کو اپنے دام ملازمت میں پھنسانا چاہا۔ حکیم نے جواب دیا "اگر فی الحقیقت سکندر میری قدر کرتا ہے' تو میری آزادی میرے پاس رہنے دے۔

اس میں شک نہیں کہ آزادی کی بھوک' سیری کی اسیری سے ہزار درجہ بہت ہے۔

اگرچہ تکبر بری صفت ہے' مگر اپنے تئیں بڑا سمجھنا اور خودداری کو ہاتھ سے نہ دینا ایسا برا نہیں' جیسا کہ اپنے تئیں گرانا اور ذلیل کرنا۔ کیونکہ گرا ہوا انسان کبھی اعلیٰ کام کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔

کمال بزدلی ہے پست ہونا اپنی آنکھوں میں اگر تھوڑی سی ہمت ہو تو پھر کیا ہو نہیں سکتا

حکیم ارسطاطالیس نے ایک دفعہ کہا کہ دولت جیسی حقیر و ذلیل چیز کے لیے لوگ کیوں اتنی محنت و مشقت اٹھاتے ہیں۔ اس پر ایک شخص نے طنزاً کہا کہ آپ کی حالت بھی اس لومڑی کی سی ہے کہ جب انگور ہاتھ میں نہ آئے' تو ان کو کھٹے بتلائے۔ اس طعن آمیز سخن کو سن کر اس حکیم نے اپنی ساری توجہ اور ہمت اس طرف مصروف کی کہ کسی طرح دولت پیدا کر کے اس شخص کے قیاس کو غلط ثابت کرے۔ پھر اس نے اس سلیقہ سے تجارت کی کہ کوئی دوسرا شخص دولت کمانے میں اس کی برابری نہ کر سکتا تھا۔ غرض معاملات دنیا خواہ کسی قسم کے ہوں علم و حکمت' کوشش و محنت اور ہمت عالی کی آمیزش سے وہ نہایت خوبصورتی سے سرانجام پاسکتے ہیں۔

جذبات کا غلام حقیقی غلام ہے' خواہ وہ کتنا ہی آزاد اور دنیا کا مالک کیوں نہ ہو۔ واضح رہے کہ نمود و نمائش کی خواہش تمام جذبات کی حاکم ہے۔ یہ بھوت جس کے سر چڑھا' مشکل سے اترتا ہے۔ انسان دوسرے جذبات کو دبا سکتا ہے مگر اس کا دبانا اس کی دسترس سے باہر ہے۔

جن لوگوں نے اپنی ضروریات زندگی اپنی حیثیت سے زیادہ بڑھا رکھی ہیں' مانو کہ انہوں نے طوق غلامی انہی جذبات نمود و نمائش کے تحت خود اپنے گلے میں ڈال رکھا ہے' ورنہ جو شخص اپنے رتبے اور حیثیت کے مطابق زندگی بسر کرنے کا عادی ہے' وہ کبھی محتاج نہیں ہو سکتا۔

تمہارا دل ایسا ہونا چاہیے کہ کسی سے کچھ لینا گوارا نہ کرے اور تمہاری ذات ایسی ہونی چاہیے کہ کم از کم اپنی ضروریات کو جائز طور پر مہیا کر سکے۔

کمائی پہ اوروں کی تھوکے دلیر کہ گیدڑ کا جھوٹا نہ کھائے گا شیر

جس شخص کو اپنی روزی حاصل کرنے کے لیے دوسرے کو خوش رکھنا ضروری ہے۔ وہ آپ کیسے خوش رہ سکتا ہے؟

غلامی بری' گو ہو توقیر بھی کہ بھاری ہے سونے کی زنجیر بھی

احسانات سے دبی زندگی انسان کے شایان نہیں ہے اور جس دل میں خود مختاری کی تمنا نہیں وہ انسان نہیں۔

ہے آزادگی اک ثواب عظیم غلامی جہان کا گناہ قدیم

جو شخص اپنی ادنیٰ ضرورت کے لیے بھی غیر کا محتاج ہے' خواہ وہ شے بڑی عزت و توقیر سے اسے مل سکے۔ اس پر بھی وہ درجہ انسانیت سے گرا ہوا ہے۔

اولوالعزم وہی شخص ہے' جو خوشحالی اور تنگ دستی دونوں حالتوں میں یکساں رہے اور مرجائے۔ مگر احتیاج کا ہاتھ کسی کے آگے نہ پھیلائے۔

جو خود دار انسان ہے عالی خیال کرے جام کا وہ نہ جم سے سوال
سامنا لاکھ مصیبت کا پڑے' پر کوئی آسرا غیر کا مردان خدا لیتے نہیں

رنج و غم' محنت و مشقت اور رفاقہ کشی برداشت کر لینا بہتر ہے' اس سے کہ تو کسی کمینے کے پاس حاجت لے جائے۔

کیوں شکار غیر کا ہے منتظر شیر ہو کر تو سگ منزل نہ بن
بلندوں کو پستی سے ہے اجتناب پکڑتا نہیں مکھیوں کو عقاب

بری کوشش میں کامیابی ہو جانا باعث عزت نہیں' بخلاف اچھی کوشش میں شکست کھا جانا بھی موجب عزت ہے راستے میں پڑا ہوا بھاری پتھر کمزور آدمی کے لیے رکاوٹ بن جاتا ہے۔ لیکن طاقتور انسان اس پر پاؤں رکھ کر دوسری طرف کو کود جاتا ہے۔ یہی مثال مشکلات کی ہے' محنت پسند طبائع کے لئے تمام مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔

باندھو کمر کہ دوری منزل کا غم نہیں ہے بادباں درست تو ساحل کا غم نہیں
سر پر خدا ہے پھر کسی مشکل کا غم نہیں باقی ہے وقت زرع تو حاصل کا غم نہیں

سکندر کی ابتدائی فوج پیادہ بیالیس ہزار' سوار چار ہزار اور نقد ایک کروڑ روپیہ تھے' لیکن ہمت عالی سے تمام دنیا میں اپنا ڈنکا بجا دیا۔

انسان اشرف المخلوقات ہے۔ ضروری ہے کہ سب چیزیں اس کی مغلوب ہوں۔ لیکن اگر معاملہ برعکس ہے اور وہ ان کی خواہش میں اپنی عزت و توقیر کی پرواہ نہیں کرتا' سمجھو کہ وہ انسان نہیں' بلکہ دو ٹانگوں کا حیوان ہے۔

فرض ایک ایسا قرض ہے' جس کو سوائے اپنے کوئی دوسرا ادا نہیں کر سکتا۔

در حقیقت مرد وہ ہے' جس کے دل میں کسی چیز کا خوف نہ ہو۔ اسے آسمان کا ڈر ہو' نہ زمین کا' نہ جنگل کا' نہ بیابان کا' نہ حاکم کا' نہ ٹھاکر کا' نہ قسمت کا نہ موت کا' نہ سکھ کا نہ دکھ کا' ڈر ہو تو صرف اللہ کا۔

دریا کو عبور کرنا مردانگی کا کام ہے۔ ورنہ اس کے بہاؤ کے ساتھ تو مردہ لاش بھی بہی چلی جاتی ہے۔

موجیم کہ آسودگی ماعدم ماست مازندہ بانیم کہ آرام نہ گیریم

اپنی ہمت کو نگاہ میں رکھو کہ ہمت ہی ہر شے کا مقدمہ ہے۔

کریں گے اسے اہل عالم پسند جو ہو عزم و ہمت میں ان سے بلند

متابعت صرف اس کی کرو' جس سے بڑا کوئی نہیں۔ حکومت اپنے حواس پر کرو' تاکہ انسانی عظمت نصیب ہو۔

کوئی ہے معزز کوئی خوار ہے ہر اک اپنی قسمت کا معمار ہے

جس کا دل قسمت کے رحم کا محتاج ہو' وہ غلام' نامرد ہے' اس کی زندگی کبھی خوشحال اور کامیاب نہیں ہو سکتی۔

اپنے ہی دست و بازو کی ہمت سے لے مدد تخت شہی کے شوق میں ظل ہمانہ مانگ

میں نے یہ سیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وسیع زمین پر کوئی شخص کسی دوسرے کی مدد کرنے کا خواہش مند نہیں اور نہ کوئی اس قابل ہے کہ کسی دوسرے کی مدد کر سکے۔

وہ اعتماد جس سے پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹایا جاسکتا ہے' انسان کا اپنی ذات پر بھروسہ کرنا ہے۔ اگر تم بھی خوشی اور حقیقی راحت سے زندگی گزارنا چاہتے ہو' تو اپنی ذات میں خودداری' خوداعتباری اور خودمختاری پیدا کرو۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

سست ہو کر گھر میں پڑے پڑے مرجانے سے باہر نکل کر محنت کرتے کرتے تھک کر مرجانا بہتر ہے۔

اگر کامیابی نہ ہو جی نہ چھوڑ
گرے بھی جو سو بار ہمت نہ توڑ

راجہ رنجیت سنگھ جب دریائے اٹک پر پہنچا' تو آگے پار ہونے کا سامان یعنی کشتی وغیرہ کچھ نہ تھی۔ اس نے بلا تامل گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ کسی نے کہا' جناب یہ معمولی دریا نہیں بلکہ اٹک ہے۔ رنجیت سنگھ نے فوراً کہا' جس کے دل میں اٹک' اس کے لیے اٹک۔ چونکہ ہمت عالی اور اعتماد کامل تھا' پار ہو گیا۔

جستجو یار کی آساں ہے پر مشکل یہ ہے
کہ مجھے عارضہ ذوق تن آسانی ہے
وصل بت ہونا نہیں یا خدا ملتا نہیں
ڈھونڈنے پر آدمی آئے تو کیا ملتا نہیں

نپولین سے اس کے سپہ سالار نے کہا کہ کوہ ایلپس پر چڑھنا ناممکن ہے۔ نپولین نے کہا کہ ناممکن کا لفظ پست لوگوں کی لغات میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کی ہمت عالی نے اس ناممکن کو ممکن کر دکھایا اور اپنے ارادے میں کامیاب ہو گیا۔

ہندی مقولہ ہے۔

من کے جیتے جیت ہے' من کے ہارے ہار
من کو ڈھارس دے کے کرو سمندر پار

دلاور اور جانباز آدمی کے دل پر سے جب کوئی مصیبت کی رو گزرتی ہے' تو اس کی کشت امید کو بہا لے جانے کے خلاف اس میں اولوالعزمی کی ایسی کھاد چھوڑ جاتی ہے۔ جس سے وہ پہلے سے بھی زیادہ طاقت کے ساتھ نشوونما پانے لگتی ہے۔ مصیبت لیاقت کو اس جگہ سے باہر نکال لاتی ہے' جہاں وہ بحالت خوش حالی چھپی رہتی ہے۔

اولوالعزمان دانشمند جب کرنے پہ آتے ہیں
سمندر چیرتے ہیں' کوہ سے دریا بہاتے ہیں

کشکول اخلاق

بندہ جس وقت گناہ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس پر چار احسان فرماتا ہے۔ (۱) نہیں بند کرتا رزق کو۔ (۲) نہیں موقوف کرتا تندرستی کو۔ (۳) نہیں ظاہر کرتا گناہ کو۔ (۴) نہیں عذاب کرتا فی الحال۔

(۱) ڈھونڈا ہم نے دولت مندی کو مال میں' مگر پایا اس کو قناعت میں۔ (۲) ڈھونڈا ہم نے راحت کو کثرت مال میں' مگر پایا اس کو قلت مال میں۔ (۳) ڈھونڈا ہم نے لذت کو نعمتوں میں مگر پایا اس کو تندرستی میں۔ (۴) ڈھونڈا ہم نے رزق کو زمین میں مگر پایا اس کو آسمان میں۔ (حامد لفافؒ)

چار چیزیں سخت ترین اعمال سے ہیں۔ (۱) خطا کا وقت غصے کے۔ (۲) سخاوت کرنا وقت مفلسی کے۔ (۳) پاک دامن رہنا وقت خلوت میں۔ (۴) سچی بات کہنا بوقت خوف یا امید کے۔

سچ بولنے کے لیے ہمیشہ دو آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک وہ جو سچ بولے' دوسرا وہ جو سچائی کو سنے۔ اگر سچ سننے والے نہ ہوں' تو بولنے سے کیا فائدہ؟

دنیا نو چیزوں سے قائم ہے۔ (۱) اللہ رحیم کی رحمت۔ (۲) رسول کریم ﷺ کی رسالت۔ (۳) صحابہ کرامؓ کی اطاعت و جانثاری۔ (۴) حکما کی عقل و حکمت۔ (۵) عابدوں کی عبادت۔ (۶) عالموں کی پند و موعظمت۔ (۷) بادشاہوں کی سیاست و عدالت۔ (۸) بہادروں کی شجاعت و شہادت۔ (۹) کریموں کی سخاوت۔

حسن بہترین نعمت خداداد ہے۔ یک طلعت زیبا بہ از ہزار خلعت دیبا۔

نیک کام کرنے سے دل کو دو مرتبہ راحت ملتی ہے (۱) جب وہ کام کیا جاتا ہے۔ (۲) جب اس کا اجر ملتا ہے۔

دو گیدڑ ایک شیر پر غالب آسکتے ہیں۔

جلدی کرنا چھ کاموں میں سنت رسول ﷺ ہے۔ ان کے علاوہ سب کاموں میں جلدی شیطان سے ہے۔ (۱) مہمان کو کھانا کھلانے میں۔ (۲) مردے کی تجہیز و تکفین میں۔ (۳) لڑکی کی شادی کرنے میں۔ (۴) قرض ادا کرنے میں۔ (۵) گناہ سے توبہ کرنے میں۔ (۶) اذان سن کر مسجد کو جانے میں۔

چار چیزوں کو تھوڑا نہ سمجھو (۱) قرض (۲) مرض (۳) دشمنی (۴) آتش۔ (لقمان)

پانچ چیزیں قساوت قلب کا نشان ہیں (۱) توبہ کی امید پر گناہ کرنا (۲) علم سیکھنا اور عمل نہ کرنا (۳) عمل کرنا اور اخلاق نہ ہونا (۴) رزق کھانا اور شکر نہ کرنا (۵) دفن کرنا مردوں کو اور عبرت نہ پکڑنا۔ (حسن بصریؒ)

تین چیزوں کی قلت ہی بہتر ہے (۱) قلت الطعام (۲) قلت المنام (۳) قلت الکلام۔

غلطی کے تین درجے ہیں۔ (۱) سہوا (۲) عمدا (۳) خطا۔

محبت کے چھ درجے ہیں۔ (۱) رجحان (۲) میلان (۳) دلچسپی (۴) محبت (۵) عشق (۶) جنون۔

زنانہ لباس میں دو باتوں کا خیال رکھو۔ (۱) نہ اس قدر باریک ہو کہ جسم کی جھلک نظر آئے۔ (۲) نہ اس قدر تنگ ہو کہ جسم کی ہیئت ظاہر ہو۔

مظلوم کی آہ سے ڈرنا چاہیے۔ وہ آہ کے ذریعے اللہ کو پکارتا ہے اور لفظ اللہ میں آہ 2/3 شامل ہے۔

سو بیوقوفوں کا گروہ ایک عقلمند آدمی نہیں بن سکتا۔

ایک باپ سات بیٹوں کی پرورش کر سکتا ہے۔ لیکن سات بیٹے ایک باپ کی خدمت نہیں کر سکتے۔

بیٹے تین ہوتے ہیں۔ پوت' سپوت' کپوت' پوت وہ ہے' جو باپ دادا کی جائداد کو قائم رکھے۔ سپوت وہ جو اس میں ترقی کرے۔ کپوت وہ جو اس کو برباد کر ڈالے۔

نمازی چار قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) ٹھاٹھ کے (۲) آٹھ کے (۳) کھاٹ کے (۴) تین سو ساٹھ کے۔ ٹھاٹھ کے وہ جو پنجگانہ پڑھتے ہیں۔ آٹھ کے وہ جو آٹھویں دن صرف جمعہ پڑھتے ہیں۔ کھاٹ کے جو مجبوراً نماز جنازہ میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تین سو ساٹھ کے وہ جو عید کے دن شامل نماز ہوتے ہیں۔

کسی نبی یا پیغمبر کو چالیس سال سے قبل نبوت و رسالت کا شرف عطا نہیں ہوا۔

سچی بات آدھی لڑائی ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ اندھے کو بھی اگر اندھا کہہ دیں' تو وہ سر کو آتا ہے۔

چار چیزیں چاہئیں از بہر زن چکی' چولہا' چرخا' چادر پیرہن (یعنی برقع)

یہ چار الفاظ کلام کا باعث ہوتے ہیں۔ (۱) کیا (۲) کیسے (۳) کیوں (۴) کہاں۔

تین قسم کے نشے بہت تیز ہیں۔ (۱) نشہ دولت (۲) نشہ حسن (۳) نشہ علم۔ ان میں سے پہلے دو زوال پذیر اور نشہ علم ترقی پذیر ہے۔

دس چیزیں دس چیزوں کو کھا جاتی ہیں۔ (۱) نیکی بدی کو (۲) تکبر علم کو (۳) توبہ گناہ کو (۴) جھوٹ رزق کو (۵) عدل ظلم کو (۶) غم عمر کو (۷) صدقہ بلا کو (۸) غصہ عقل کو (۹) پشیمانی سخاوت کو (۱۰) غیبت نیک اعمال کو۔

کمال شاعری کا بہترین نمونہ:۔

سر خوش عجب ایں کہ زاتفاق بے حد افتاد موافق بہ بحساب ابجد
ناز و محبوب و عاشقی و آفت بے عقل و دراز و فتنہ و کوتہ قد

اس ضمن میں حضرت امیر خسرو کا یہ شعر بھی اعجازی حیثیت رکھتا ہے۔ جو اگرچہ بے معنی سا ہے' لیکن انتہائی طور پر غور طلب ہے' الٹنے کی صورت میں یہ ربط حروف کس خوبی کے ساتھ بغیر کسی نقص یا بلا سکتہ قائم رہ گیا اور اعراب تک میں فرق نہ آیا۔ شکر بترازوی وزارت برکش سو ہر

پانچ حروف والے چھ الفاظ ایسے ہیں کہ الٹنے سے وہی لفظ بنتا ہے۔ داماد۔ نادان۔ موہوم۔ موسوم۔ شاباش۔ ایشیا۔

نیک خصلت' خوش روئی اور میانہ روی نبوت کا چوبیسواں حصہ ہے۔ (حدیث شریف)

ماہ صیام کی رفتار تین قسم کی ہے۔ (۱) پہلے دس روزے رواں یعنی چلنے والے (۲) درمیانی دس روزے دواں یعنی دوڑنے والے (۳) آخری دس روزے پراں یعنی اڑنے والے۔

پانچ چیزیں بنیاد فساد ہیں۔

زن زشت و زبان زور و زمین زر یہ' ہیں پانچوں فساد تازہ کا گھر

چار چیزیں جب تک بہم نہ ہوں' تحریری کام نہیں ہو سکتا۔

ذرا غور سے سن لے اے مشفقم نہیں حرف ہوتا ہے اک بھی رقم
نہ ہوں چار "دالیں" یہ جب تک بہم دماغ و دل و دیدہ و دست ہم

حضرت آدمؑ کی عمر 930 سال تھی۔ حضرت شیثؑ 913' حضرت ابراہیمؑ 195 سال' حضرت اسمٰعیلؑ 137 سال' حضرت یعقوبؑ 127 سال' حضرت اسحٰقؑ 180 سال۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ نبوت 1491 سال قبل مسیحؑ ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا 3287 قبل مسیحؑ

دس خصلتیں دس شخصیتوں سے اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ (۱) بخل مالداروں سے (۲) تکبر فقیروں سے (۳) طمع

عالموں سے (۴) بے شرمی عورتوں سے (۵) حب دنیا بوڑھوں سے (۶) سستی جوانوں سے (۷) ظلم بادشاہوں سے (۸) نامردی غازیوں سے (۹) خودپسندی زاہدوں سے (۱۰) ریاکاری عابدوں سے۔

آدمی کی سعادتمندی پانچ باتوں میں ہے (۱) زن موافق (۲) اولاد نیک (۳) متقی دوست (۴) ہمسایہ نیک (۵) اپنے شہر میں روزی۔ (حضرت علیؓ)

پانچ چیزیں تکلیف دہ ہیں۔ (۱) جذام کا مرض (۲) برے کا قرض (۳) حاکم ستمگار (۴) بگڑا گنوار (۵) جاہل عہدیدار اور ہمسایہ بدکار۔

نصف راہ سے واپس آجانا' گمراہ ہونے سے بہتر ہے۔

پانچ باتیں بیوقوفی کی علامت ہیں۔ جاہلوں کو مونس و دمساز کرنا۔ عقلمندوں سے پرواز کرنا۔ عورت کو ہمراز کرنا۔ دوسروں کی کمائی پر ناز کرنا اور بے تمیز کو ممتاز کرنا۔

کم از کم دو گھنٹے روزانہ تیز رفتاری سے چلنا' بقائے صحت کا بہترین راز ہے۔ تجربہ شرط ہے۔

کسی ہندی کے شاعر نے ایک دوہے میں اپنے دوست کی جدائی کو نہایت عمدہ طریقے سے بیان کیا ہے۔ جس کے آخری مصرع کا ترجمہ یوں ہے "پہلے تھی تریسٹھ تو اب ہو گئے چھتیس" ہندی میں تریسٹھ کا عدد اس طرح لکھا جاتا ہے ۶۳ اور ۳۶ اس طرح یعنی ۶۳ کے عدد میں دونوں ہندسوں کا رخ ایک دوسرے کی طرف ہی ہے اور ۳۶ میں دونوں ہندسے ایک دوسرے کے خلاف پشت کیے ہوئے ہیں۔ یعنی جدائی۔

جب تک دو چراغ روشن نہ ہوں' ایک چراغ کے نیچے اندھیرا رہے گا۔

آدمی کے ہاتھ' کان' آنکھ' ٹانگیں' کام کے تمام اعضاء دو دو ہیں۔

بے لطف ہے سیر بوستاں بغیر دوستاں۔ عمر بے شباب۔ شربت بے گلاب۔ زین بے رکاب۔ ریش بے خضاب۔ طبیعت بے جودت۔ سخن بے حکمت۔ مال بے تجارت۔ دل بے سخاوت۔ مرد بے جرات۔ زن بے عصمت۔ زور بے حکم۔ دوائے بے پرہیز۔ زندگی بے پسر۔ عمل بے علم اور علم بے عمل۔

افعال کی آواز ایسی صاف ہے' جیسی الفاظ کی' جس کے افعال کچھ اور ہیں اور الفاظ کچھ اور۔ وہ دوچند خطا کا مرتکب۔

ہیں گرمی کے پانچوں مہینے ستمگر مئی جون و جولائی اگست و ستمبر

شہد کی ایک بوند کئی مکھیوں کو پکڑ لیتی ہے۔ من بھر سرکہ میں ایک بھی نہیں ڈوبتی۔

دس درویش ایک کملی میں رہ سکتے ہیں۔ لیکن دو بادشاہ ایک ولایت میں نہیں رہ سکتے۔

آٹھ چیزیں سیر نہیں ہوتیں (۱) آنکھ دیکھنے سے (۲) زمین بارش سے (۳) عورت مرد سے (۴) عالم علم سے (۵) سائل سوال سے (۶) حریص جمع مال سے (۷) دریا پانی سے (۸) آگ لکڑیوں سے۔ (حدیث)

ابتدائے آفرینش کی مدت آٹھ ہزار سال کے قریب ہے۔

زرع میں 2/3 حصہ زر ہے اور باقی عین بھی زر ہے۔ (زرہ کو عربی میں عین کہتے ہیں۔)

نکاح سے نو فوائد ہیں۔ (۱) اولاد ہونا' کہ بقائے نسل کا سبب ہے اور اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔ (۲) اتباع سنت اور امت محمدیہ کا بڑھنا ہے۔ (۳) اولاد کا مابعد مرنے کے دعائے خیر سے یاد کرنا ہے۔ (۴) اولاد کا سامنے مرجانا اور صبر کرنے سے درجات کا ملنا۔ (۵) خورد سال بچوں کا روبرو مرجانا اور صبر پر ان کا شفیع بننا ہے۔ (۶) آدمی کا دین حصار میں ہوتا ہے۔ (۷) زندگی دنیا کی راحت ہے۔ (۸) عورت دین کی مددگار ہے اور دوزخ کے مقابل آڑ بنتی اور فواحش سے روکتی ہے۔ (۹) اہل و عیال کے لیے معاش پیدا کرنا' عبادت میں داخل ہوتا ہے۔

ان چار ماہ میں مچھلی کھانا مضر ہے جن میں "ر" کا حرف نہیں آتا۔ یعنی مئی' جون' جولائی اور اگست۔ واضح رہے کہ یہی چار وسطی مہینے انتہائی طور پر گرم ہوتے ہیں۔ باقی اول و آخر کے آٹھ مہینوں میں "ر" کا حرف بالالتزام آتا ہے۔ یعنی جنوری' فروری' مارچ' اپریل' ستمبر' اکتوبر' نومبر اور دسمبر۔

بادشاہ کے کہنے سے پانچ کو جفت ماننا پڑتا ہے۔

چاند کے عروج و زوال میں قریباً پینتالیس منٹ ہر شب فرق پڑتا ہے۔

تمام ستاروں کی روشنی پورے چاند کی روشنی کا سولھواں حصہ ہے اور پورے چاند کی روشنی سورج کی روشنی کا سولھواں حصہ ہے۔

سورج کے طلوع و غروب میں روزانہ اسی (80) سیکنڈ کا فرق پڑتا ہے۔ 25 دسمبر سے 25 جون تک یہ بڑھتا ہے۔ حتیٰ کہ دن چودہ گھنٹے کا اور رات صرف دس گھنٹے کی ہو جاتی ہے۔ 21 جون سے 22 دسمبر تک اسی (80) سیکنڈ روزانہ کے حساب سے گھٹتا ہے' حتیٰ کہ رات 14 گھنٹے کی ہو جاتی ہے اور دن صرف دس گھنٹے کا رہ جاتا ہے۔ اس بڑھاؤ گھٹاؤ میں 21 مارچ اور 23 ستمبر کو دن اور رات برابر بارہ گھنٹے کے ہو جاتے ہیں (ترجمہ آیت شریف) "نہ آفتاب کی مجال کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور دونوں ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔"

کلمہ پاک کے دو حصے ہیں۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ ان دونوں حصوں میں برابر بارہ بارہ حروف ہیں۔ پھر خوبی یہ کہ تمام کے تمام بے نقط ہیں۔

راگ میں آگ ہے پوشیدہ اگر 2/3
نام ہے جس کا بشر اس میں ہے شر 2/3

منحصر قوت بازو پہ ہے دولت مندی
دیکھ لو زور میں موجود ہے زر 2/3

ملک الموت سے دنیا میں ہراساں نہیں کون
جس کو کہتے ہیں نڈر اس میں ہے ڈر 2/3

ظالمو خوف کرو آہ کو سمجھو نہ حقیر
لفظ اللہ میں ہے اس کا اثر 2/3

فیصدی زیادہ امیدوں کا نتیجہ ہے صفر
دیکھ لو سو کے عدد میں ہے صفر 2/3

فخر کرتا ہے جو' انساں نہیں خر ہے وہ
جس طرح لفظ فخر میں بھی ہے خر 2/3

صبر گرچہ ہے بر شیریں دیتا
جس طرح لفظ صبر رکھتا ہے بر 2/3

کھوئی منزل تو کیے دیتی ہے اے شام شباب
راہرو کا ابھی باقی ہے سفر 2/3

خصلت بشر میں خیر پہ ہے شر ہی غالب
صاف ظاہر ہے کہ ہے بشر میں شر 2/3

مخلوقات چھ قسم کی ہے۔ بندے' پرندے' چرندے' درندے' گزندے' پیرندے' یعنی تیرنے والے۔

چار قاف اند بے مروت بشنواز من اے عزیز — قاضی و قصباتی و قصاب وقنون گوئے نیز

ہے مشکل بہت چار "چ" چھوٹنا — چلم اور چائے چغل اور چنا

انسان کی شناخت خصائل کے تین درجے ہیں۔ عقلمند انسان رفتار ہی سے کسی انسان کی خصلت کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔ ان سے کم عقل گفتار سے اور بیوقوف کردار سے نیکی بدی کا نتیجہ نکالتے ہیں۔

بال زیر بغل اور بال زیر ناف صاف کرنے کا حکم مقیم کے لیے بیس روز اور مسافر کے لیے چالیس روز ہے۔

ان تین چیزوں کا خوف اس قدر غالب ہے کہ ان کو دیکھ کر انسان کے اوسان بجا نہیں رہتے۔ سانپ' شیر اور چور۔

قہر الٰہی کا نزول ان تین صورتوں میں ہوتا ہے۔ قحط' وبا' جنگ۔

انسانی فضیلت کے پانچ درجے ہیں۔

اول درجہ نبوت کا ہے اور نبی وہ انسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی نازل ہو۔

دوسرا درجہ صدیقیت کا ہے' جس کا دل آپ ہی وحی اللہ پر گواہی دے۔

تیسرا درجہ شہادت کا ہے' شہید وہ جو حکم نبی پر جان نثار کرے۔

چوتھا درجہ صالحیت کا ہے صالح وہ ہے' جس کی طبیعت نیکی ہی پر پیدا ہوئی ہے۔

پانچواں درجہ اطاعت کا ہے مطیع وہ ہے' جو حکم برداری میں لگا رہے۔ یہ بھی صلحا کے ساتھ شمار ہوں گے۔

یا الٰہی رحم کر رحمت سے اپنی چار پر — بے کس و مجبور پر مزدور پر بیمار پر

بلحاظ اعتقاد انسان چار قسم کے ہیں۔ موحد' مشرک' متشکک' منکر۔

سات اشخاص قیامت کے دن سایہ عرش کے نیچے ہوں گے' جب اور سایہ نہ ہو گا۔ (۱) بادشاہ عادل (۲) نوجوان عابد (۳) اللہ دوستی رکھنے والا (۴) خوبصورت عورت کے طلب کرنے پر صرف خوف الٰہی سے زنا سے بچنے والا (۵) تنہائی کے اندر اللہ سے ڈرنے والا (۶) مسجد کے ساتھ دل لگانے والا (۷) چھپا کر خیرات دینے والا۔

دو آوازیں بد ترین ہیں۔ (۱) راگ کی (۲) نوحہ کی۔

آدمی تین ہی اچھے ہیں۔ ایک وہ جو مر گیا ہے۔ دوسرا وہ جو ابھی پیدا نہیں ہوا۔ تیسرا وہ جس سے تعلق نہیں۔

چائے میں تین خوبیاں ہونی چاہئیں۔ لب ریز ہو' لب دوز ہو' لب سوز ہو۔

تین شخص سب سے زیادہ مغضوب ہیں۔ فقیر متکبر' بڈھا زانی' بدکار عالم۔ (حضرت علیؓ)

تین قسم کے دوست ہیں۔ نانی' جانی' زبانی۔

دنیا میں دو مذہب ہیں۔ (۱) نیک (۲) بد۔

دنیاوی راحت کے چھ درجے ہیں۔ پہلی راحت صحت جسمانی' دوسری راحت' دولت کی فراوانی' تیسری راحت زن فرمانبردار' چوتھی راحت' پسر خدمت گزار پانچویں راحت' حکومت میں عہدیدار چھٹی راحت' شہر میں قیام و قرار۔ مدارج راحت کی یہ ترتیب اس قدر مکمل ہے کہ اس میں کسی اور درجے کی مطلق گنجائش نہیں۔

عمر طبعی کے دس حصے ہیں۔ جو کسی پنجابی بزرگ نے دس کے پہاڑے کے صورت میں ترتیب دیئے ہیں۔ چونکہ ان کی تشریح دلچسپ اور مفید ہے۔ اس لیے باوجود ثقالت الفاظ اس کا درج کرنا مناسب خیال کیا گیا (۱) ایک داہا داہا' کھیلنے کا ماہا۔ یعنی دس سال کی عمر تک کھیل کود میں رہتا ہے۔ (۲) دو داہا بیس' پتھر دیوے پیس۔ (۳) تین داہا تیس جنگل گر جے شینہ۔ (۴) چار داہا چالی' گلے پڑی پنجالی۔ (۵) پانج داہا پچاس' ٹھنڈے بھرے سانس۔ (۶) چھ داہا سٹھ ہاتھ میں پکڑی لٹھ۔ (۷) سات داہا ستر' عقل گئی کوس بہتر۔ (۸) آٹھ داہا اسی' بوڑھا ہو گیا خصی۔ (۹) نو داہا نوے' جہاں کھائے وہیں ہگے۔ (۱۰) دس داہا سو' جینے کی خوشی نہ مرنے کا بھو۔ (خوف)

حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا گیا کہ کس عمل نے آپ کو خلیل اللہ بنایا۔ فرمایا تین اعمال نے۔ (۱) مقدم رکھا میں نے اللہ کے امر کو' غیر اللہ کے امر پر۔ (۲) نہیں کیا میں نے اہتمام اس چیز کا جس کا ضامن ہو اللہ میرے واسطے (یعنی رزق کا)۔ (۳) نہیں کھایا میں نے طعام صبح و شام مگر ساتھ مہمان کے۔

عدالت انگریزی سے انصاف حاصل کرنے کے لئے درکار ہے (۱) عمر نوحؑ (۲) گنج عثمانؓ (۳) صبر ایوبؑ۔

جو دو مسجدوں کی اذان کا انتظار کرتا ہے' وہ نماز پڑھنا نہیں چاہتا۔

قومی ترقی کے چار اسباب ہیں۔ (۱) اتحاد (۲) علم (۳) دولت (۴) طاقت۔

مومن کے اوقات تین حصوں پر منقسم ہوتے ہیں۔ ایک حصے میں اپنے پروردگار سے سرگوشی کرتا ہے۔ دوسرے حصے میں اپنے نفس کا جائزہ لیتا ہے۔ تیسرے میں حقوق انسانی کو حلال و مباح طریقوں سے پورا کرتا ہے۔ (حضرت علیؓ)

حضرت جبریلؑ آنحضرت ﷺ کو ہمیشہ یہ چھ وصیتیں فرماتے رہتے تھے۔

۱۔ ہمسایہ کے حق میں اس قدر گمان گزرتا تھا کہ شاید فرض ہو جائے گا۔

۲۔ عورتوں کے بارے میں اس قدر گمان گزرتا تھا کہ شاید حرام ہو جائے گا طلاق دینا ان کو۔

۳۔ لونڈی غلاموں کے بارے میں اس قدر کہ گمان گزرتا تھا کہ شاید مقرر ہو جائے گی ان کے لیے میعاد اور اس کے بعد آزاد ہو جائیں۔

۴۔ مسواک کے بارے میں اس قدر کہ گمان گزرتا تھا کہ شاید فرض ہو جائے گا اس کا کرنا۔

۵۔ نماز با جماعت کے بارے میں اس قدر گمان گزرتا تھا کہ شاید نہ قبول ہو گی نماز بغیر جماعت کے۔

۶۔ یاد اللہ کرنے کے حق میں اس قدر کہ گمان گزرتا تھا کہ شاید کوئی چیز نفع نہ دیا کرے گی بغیر یاد اللہ کے۔

اے خالق ہر بلند و پستی ... شش چیز عطا بکن زہستی
ایمان او امان و تندرستی ... علم و عمل و فراخ دستی

عورت کی خوبی دو باتوں میں ہے۔ (۱) اس کو کوئی نامحرم نہ دیکھے۔ (۲) وہ کسی نامحرم کو نہ دیکھے۔ (خاتون جنت)

ماں کا حق باپ سے تین گنا زیادہ ہے۔

جنت کہ رضائے مادر آنست ... زیر کف پائے مادر انست

ادب سکھاؤ اپنی اولاد کو جب چھ برس کی ہو جائے' حکم کرو اپنی اولاد کو نماز کا جب سات برس کی ہو جائے' بچھونا جدا کرو

دوا پنی اولاد کا جب وہ نو برس کی ہو جائے' نگاہ رکھو اپنی اولاد کی حرکات و سکنات کو جب وہ بارہ برس کی ہو جائے' نکاح کروا پنی اولاد کا جب سولہ برس کی ہو جائے۔

انسان شب و روز میں اوسطاً چوبیس ہزار سانس لیتا ہے۔

ایک شخص نے مکان تبدیل کیا۔ ایک گاڑی میں اسباب خانہ داری لدوایا۔ دوسری میں اہل و عیال' راستے میں ایک دوست نے پوچھا' گاڑیوں میں کیا ہے؟ وہ بولا ایک میں مال دوسری میں ایمان۔

دو چیزیں فرعون کی یادگار ہیں۔ (۱) پختہ اینٹ۔ (۲) خضاب سیاہ۔

دو چیزوں کی زیادتی قیمت کا خیال نہ کرو۔ ۱۔ کتاب اگر دل پسند ہو۔ ۲۔ دوا اگر فائدہ مند ہو۔

نسل انسانی تین جنسوں پر منقسم ہے۔ ۱۔ جنس ابیض یعنی گوری رنگت' جس کی ابتدا فارس قدیم اور یورپ سے ہوئی۔ ۲۔ جنس اصفر یعنی زرد رنگت جس کی ابتدا چین سے ہوئی۔ ۳۔ جنس اسود یعنی سیاہ رنگت جس کی ابتدا افریقہ سے ہوئی۔ ان ہر سہ اجناس کے اختلاط سے بہت سی متوسط و مخلوط اجناس پیدا ہو گئی ہیں۔

تین نعمتیں ایسی ہیں' جو یک جائی طور پر بہت کم لوگوں کو میسر ہیں۔ (۱) صحت (۲) فراغت (۳) اطمینان قلب۔

چار چیز است تحفہ لندن	چار چیز است تحفہ ملتان
خمرو خنزیرو خبرنامہ و زن	گرد گرما گدا و گورستان

مصیبت کی تین قسمیں ہیں (۱) بلاء التعذیب گنہگاروں کے لیے۔ (۲) بلاء التادیب فرمانبرداروں کے لیے۔ (۳) بلاء التقریب محبوں کے لیے۔

آواز کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو گلے سے نکلے' دوسری وہ جو دل سے نکلتی ہے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

فقر کی جڑ دو چیزیں ہیں۔ (۱) ترک المال۔ (۲) ترک السوال۔

مالدار کے لئے چھ نقصان ہیں۔ (۱) ہمیشہ مغموم و بے قرار رہتا ہے۔ (۲) عبادت میں ہمیشہ کمی اور نقصان رہتا ہے۔ (۳) نافرمانی اللہ کی زیادہ کرتا ہے۔ (۴) حساب زیادہ دینا پڑے گا۔ (۵) عدم ادائیگی حقوق کے لیے سخت عذاب دیا جائے گا۔ (۶) ثواب و اجر کم پاتا ہے۔

تین چیزیں سمجھ کر اٹھانا چاہئیں۔ قسم' قلم' قدم۔

غریب کو چھ فائدے حاصل ہیں۔ (۱) ہمیشہ بے غم اور مطمئن رہتا ہے۔ (۲) یاد الٰہی میں زیادہ رہتا ہے۔ (۳) عداوت و دشمنی سے محفوظ رہتا ہے۔ (۴) حساب کی تخفیف رہتی ہے۔ (۵) عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔ (۶) اعمال صالحہ کا ثواب زیادہ پاتا ہے۔

حکما کا قول ہے کہ جو غذا انسان کھاتا ہے' پہلے اس سے رس بنتا ہے۔ رس سے خون' خون سے گوشت' گوشت سے چربی' چربی سے ہڈیاں اور ہڈیوں سے مغز تیار ہو کر کہیں 26 دن کے بعد تخم انسانی پیدا ہوتا ہے۔ پس کون سی عقلمندی ہے کہ ایسے جوہر ہفت آشہ کو جسے قدرت نے اتنی محنتوں سے تیار کیا ہو' ایک دم میں حظ نفسانی کی خاطر ضائع کر دیں۔

بہشت میں سردار عورتیں چار ہیں۔ (۱) مریمؑ (۲) آسیہؓ زوجہ فرعون (۳) خدیجۃ الکبریٰؓ (۴) فاطمۃ الزہراؓ۔

دو خسر' دو جوائی' جو نہ مانے سمجھ سودائی۔ یعنی صحابہ کرامؓ میں حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ خسر اور حضرت عثمانؓ و علیؓ داماد۔

صحابہ کرامؓ کے عہد مبارک میں نماز با جماعت کے لیے تین آدمی ہو جانے پر چوتھے کا انتظار نہ کرتے تھے اور تدفین کے لیے چار آدمی جمع ہو جانے پر پانچویں کا انتظار نہ کرتے تھے۔

محلہ کی مسجد میں ایک نماز پچیس نماز کا ثواب رکھتی ہے۔ جامع مسجد میں پانچ سو کا۔ مسجد بیت المقدس اور مسجد نبویؐ میں پچاس ہزار کا اور مسجد بیت الحرام میں ایک لاکھ نماز کا ثواب رکھتی ہے۔

شادی بھی ایک لاٹری ہے کہ چالیس ٹکٹ خالی نکلنے پر ایک ٹکٹ مال کا نکلتا ہے۔ یعنی حسب منشا فرمانبردار' نیکو شعار اور خدمت گزار بیوی ملتی ہے۔

اکبر کے عہد میں اوسط خرچ ماہانہ ایک مزدور طبقہ شخص کا پچاس پیسے (نصف روپیہ) تھا۔

عورت سے ہم چار چیزیں چاہتے ہیں۔ (۱) اس کے دل میں نیکی ہو۔ (۲) اس کے چہرے میں حیا ہو۔ (۳) اس کی زبان میں شیرینی ہو۔ (۴) اس کے ہاتھ کام میں لگے رہیں۔

انسان ایک نعمت کے زائل ہو جانے پر تمام بے شمار نعمتوں کی ناشکری کرنے لگتا ہے۔

لوگوں سے کنارہ کش رہ' تین برکتیں حاصل کر۔ (۱) راحت جسمانی (۲) قوت روحانی (۳) حفاظت ایمانی۔

دو آدمی ملک و دین کے دشمن ہیں۔ بادشاہ بے حلم اور زاہد بے علم۔

مکارم اخلاق تین اشیا میں ہے۔ (۱) عفو بوقت قدرت (۲) تواضع بحالت ذلت (۳) عطائے بغیر منت۔

شیخ کے فیض سے محروم رہنے والے تین شخص ہیں۔ (۱) فرزند شیخ (۲) زوجہ شیخ (۳) خادم شیخ۔

مرسلان اولوالعزم آٹھ ہیں (۱) حضرت آدمؑ (۲) حضرت نوحؑ (۳) حضرت ابراہیمؑ (۴) حضرت موسیٰؑ (۵) حضرت داؤدؑ (۶) حضرت سلیمانؑ (۷) حضرت عیسیٰؑ (۸) حضرت محمد مصطفیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین والمعصومین۔

زیادہ نہیں تو دو چیزوں ہی پر عمل کرو۔ (۱) ماتحت کو ایذا نہ دو۔ (۲) مافوق پر حسد نہ کرو۔

طبقات بہشت۔ (۱) خلد (۲) دارالسلام (۳) دارالقرار (۴) جنت عدن (۵) جنت الماویٰ (۶) جنت النعیم (۷) علیین (۸) فردوس۔

طبقات دوزخ۔ (۱) سقر (۲) سعیر (۳) لظیٰ (۴) حطمہ (۵) جحیم (۶) جہنم (۷) ہاویہ۔

ایک کاف اور تین گاف کسی کو نہ دینا چاہیے۔ کتاب' گھڑی' گھوڑا اور گاڑی۔

شیطان ایک سجدے کے انکار سے مردود ہوا ہے۔ بے نماز بہتر سجدوں کا ہر روز نافرمان ہے۔

شیطان ہزار مرتبہ بہتر زبے نماز   او سجدہ پیش آدمؑ وایں پیش حق نہ کرد

دو چیزیں عجیب و غریب ہیں۔ ایک توبہ' دوسرے نیت۔ اور یہ دونوں عجیب و غریب اس لیے ہیں کہ نیت کا کام ہے

معدوم چیز کو موجود بنا دینا۔ مثلاً ہم نے کوئی عمل نہیں کیا' مگر نیت نے اسے موجود کر دیا۔ اور دوسری چیز توبہ ہے' جو موجود کو معدوم کر دیتی ہے۔ کیونکہ انسان خواہ ستر برس تک گناہ کرتا رہے بلکہ شرک و کفر میں مبتلا رہے۔ جب بارگاہ اللہ میں صدق دل سے ایک سجدہ کیا اور معافی مانگی' سب یک قلم موقوف۔ گناہوں کا ایک بے شمار ذخیرہ موجود تھا۔ اس کو ایک مخلصانہ توبہ نے یک دم معدوم کر ڈالا۔ یہ دو بہترین نعمائے دینی اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو عطا کی ہیں۔
نیت المومن خیر من عمله۔

اجمیر کی جیل میں ایک بزرگ قید فرنگ میں تھے۔ جیل کے باہر ایک مسجد کچھ فاصلے پر تھی۔ جب اذان جمعہ کی آواز ان کو سنائی دیتی' تو وہ بے تحاشا باہر والے پھاٹک کی طرف دوڑتے اور پھر واپس آجاتے۔ اس کا سبب دریافت کیا گیا' تو انہوں نے فرمایا' اللہ کریم کا یہی حکم ہے کہ جب جمعہ کی اذان سنو' تو اپنے سب کام چھوڑ کر مسجد میں چلے جاؤ اور نماز جمعہ ادا کرو۔ اگرچہ میں باہر تو شرکت نماز کے لیے نہیں جا سکتا۔ لیکن میری نیت نیک کے نتیجہ میں اللہ کریم مجھے شرکت جمعہ کا ثواب عطا فرمائے گا۔ الاعمال بالنیات۔

اہل دنیا پر قہر الٰہی عموماً پانچ صورتوں میں نازل ہوتا ہے۔ قحط۔ وبا۔ جنگ۔ نااتفاقی۔ ظالم حاکم۔

خدا رسیدہ بزرگوں کی چھ علامات ہیں۔

عارفاں را شش نشانی سر بسر — رنگ زرد و آہ سرد و چشم تر
کم خورش کم گفتنی خوابش حرام — غیر ازیں عارف نہ باشد والسلام

انسان کی ایک آرزو پوری ہو جائے' تو فوراً ہی دوسری بہت سی آرزوئیں اس کی جگہ آموجود ہوتی ہیں۔ اور یہ سلسلہ لامتناہی زندگی بھر جاری رہتا ہے' اور ناگہانی موت ان سب کو ختم کر ڈالتی ہے۔

روز ازل سے مانگ کے لائے تھے چار دن — دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

وفائے عہد

ایک دن حضرت فاروق اعظمؓ کا سادہ دربار خلافت سرگرم انصاف و عدل تھا۔ اکابر صحابہؓ موجود تھے۔ اور مختلف معاملات پیش ہو ہو کر طے ہو رہے تھے۔ کہ اچانک ایک خوش رو نوجوان کو دو نوجوان پکڑے ہوئے لائے اور فریاد کی "یا امیر المومنینؓ" اس ظالم سے ہمارا حق دلوایئے۔ اس لئے کہ اس نے ہمارے بوڑھے باپ کو مار ڈالا" حضرت عمرؓ نے اس نوجوان کی طرف دیکھ کر فرمایا "ہاں دونوں کا دعویٰ تو سن چکا' اب بتا تیرا کیا جواب ہے؟
اس نے نہایت ہی فصاحت و بلاغت سے پورا واقعہ بیان کیا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ "ہاں مجھ سے یہ جرم ضرور ہوا ہے اور میں نے طیش میں آکر ایک پتھر کھینچ مارا' جس کی ضرب سے وہ پیر ضعیف مر گیا۔"
حضرت عمرؓ نے فرمایا "تو تجھے اعتراف ہے' تو اب قصاص کا عمل لازمی ہو گیا اور اس کے عوض تجھے اپنی جان دینی ہو گی۔" جوان نے سر جھکا کر عرض کیا۔ "مجھے امام کے حکم اور شریعت کا فتویٰ ماننے میں کوئی عذر نہیں لیکن ایک

درخواست ہے۔" ارشاد ہوا' وہ کیا؟ عرض کیا" میرا ایک چھوٹا نابالغ بھائی ہے۔ جس کے لئے والد مرحوم نے کچھ سونا میرے سپرد کیا تھا کہ وہ بالغ ہو' تو اس کے سپرد کروں۔ میں نے اس سونے کو ایک جگہ زمین میں دفن کر دیا اور اس کا حال سوائے میرے کسی کو معلوم نہیں ہے۔ اگر وہ سونا اس کو نہ پہنچا' تو قیامت کے دن میں ذمہ دار ہوں گا۔ اس لیے اتنا چاہتا ہوں کہ تین دن کے لیے ضمانت پر چھوڑ دیا جاؤں۔" جناب عمرؓ نے اس بارے میں سر جھکا کر ذرا غور فرمایا اور پھر سر اٹھا کر ارشاد کیا" اچھا کون ضمانت کرتا ہے کہ تو تین دن کے بعد تکمیل قصاص کے لیے چلا آئے گا؟"

فاروق اعظمؓ کے اس ارشاد پر اس نوجوان نے چاروں طرف دیکھا اور حاضرین کے چہروں پر ایک نظر ڈال کر ابوذر غفاریؓ کی طرف اشارہ کر کے عرض کیا" یہ میری ضمانت دیں گے۔" حضرت عمرؓ نے پوچھا" ابوذرؓ! تم ضمانت کرتے ہو؟" انہوں نے فرمایا" بے شک میں ضمانت کرتا ہوں کہ یہ نوجوان تین دن بعد حاضر ہو جائے گا۔"

یہ ایسے جلیل القدر صحابی کی ضمانت تھی کہ حضرت عمرؓ بھی راضی ہو گئے۔ ان دونوں مدعی نوجوانوں نے بھی اپنی رضامندی ظاہر کی اور وہ شخص چھوڑ دیا گیا۔

اب تیسرا دن تھا' حضرت عمرؓ کا دربار بدستور قائم ہوا۔ تمام جلیل القدر صحابہؓ جمع ہوئے۔ وہ دونوں نو عمر مدعی بھی آئے۔ حضرت ابوذرؓ بھی تشریف لائے اور وقت مقررہ پر مجرم کا انتظار ہونے لگا۔ اب وقت گزرتا جاتا تھا۔ اور اس مجرم کا پتہ نہیں۔ صحابہؓ میں ابوذرؓ کی نسبت تشویش پیدا ہو گئی۔ دونوں نوجوانوں نے بڑھ کر کہا" اے ابوذرؓ! ہمارا مجرم کہاں ہے؟" انہوں نے کمال استقلال اور ثابت قدمی سے جواب دیا کہ" اگر تیسرے دن کا وقت مقررہ گزر گیا اور وہ نہ آیا' تو اللہ کی قسم! میں اپنی ضمانت پوری کروں گا" عدالت فاروقی بھی جوش میں آئی۔ حضرت فاروقؓ سنبھل بیٹھے اور فرمایا" اگر وہ نہ آیا' تو ابوذرؓ کی نسبت وہی کاروائی کی جائے گی' جو شریعت اسلامی کا تقاضا ہے۔"

یہ سنتے ہی صحابہؓ میں تشویش پیدا ہو گئی۔ بعض آبدیدہ اور بعض کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ لوگوں نے مدعیوں سے کہنا شروع کیا کہ" تم خوں بہا قبول کر لو۔" انہوں نے قطعی انکار کیا کہ ہم خون کے بدلے خون ہی چاہتے ہیں۔" لوگ اسی پریشانی میں تھے کہ ناگہاں وہ مجرم نمودار ہوا۔ حالت یہ کہ پسینے میں ڈوبا ہوا اور سانس پھولی ہوئی تھی۔ وہ آتے ہی حضرت فاروقؓ کے سامنے آیا۔ خندہ جبینی سے سلام کیا اور عرض کیا" میں اس بچے کو اس کے ماموں کے سپرد کر آیا ہوں اور اس کی جائداد انہیں بتا دی۔ اب آپ اللہ تعالیٰ اور رسول ؐ کا حکم بجا لائیں۔"

حضرت ابوذرؓ نے فرمایا" امیرالمومنین! اللہ کی قسم! میں جانتا بھی نہ تھا کہ یہ کون اور کہاں کا رہنے والا ہے؟ نہ اس روز سے پہلے کبھی اس کی صورت دیکھی' مگر سب کو چھوڑ کر مجھے اس نے اپنا ضامن بنایا' تو مجھے انکار مروت کے خلاف معلوم ہوا اور اس کے بشرے نے یقین دلایا کہ یہ شخص عہد میں سچا ہو گا۔ اس لیے ضمانت کر لی۔"

اس کے آپہنچنے سے حاضرین میں ایسا غیر معمولی جوش پیدا ہو گیا تھا کہ دونوں مدعی نوجوانوں نے خوشی میں آکر عرض کیا" امیرالمومنین! ہم نے اپنے باپ کا خون معاف کر دیا۔"

سب نے ایک نعرہ مسرت بلند کیا اور حضرت عمر فاروقؓ کا چہرہ مسرت سے چمکنے لگا اور فرمایا" مدعی نوجوانو تمہارے باپ کا خون بہا میں بیت المال سے ادا کروں گا۔ اور تم اپنی اسی نیک نفسی کے ساتھ فائدہ بھی اٹھاؤ گے۔"

انہوں نے عرض کیا" امیرالمومنین! ہم اس حق کو خالص اللہ کی خوشنودی کے لیے معاف کر چکے۔ لہٰذا اب ہمیں کچھ لینے کا حق نہیں ہے اور نہ لیں گے۔"

یہ عجیب و غریب وفائے عہد کا واقعہ اس مسرت و شادمانی پر ختم ہوا۔

جذبہ انتقام

انسان کی فطرت بھی عجیب ہے۔ اگر اس کے ساتھ کوئی نیکی کرے' تو اس کے معاوضے کے لیے سالہا سال میں بھی تیار نہیں ہوتا۔ لیکن اگر اس کے ساتھ برائی کی جائے' تو جلد از جلد انتقام لینا چاہتا ہے۔ بدی کی مکافات کا جذبہ اس کے دل میں بہت جلد پیدا ہوتا ہے اور بری طرح پیدا ہوتا ہے۔ انتقام کا جن اس کے حواس معطل کر دیتا ہے۔ آسمانی فرشتے واعفوا واصفحوا کی صدا بلند کرتے ہیں اور "والکاظمین الغیظ" کے نعرے لگاتے ہیں' لیکن اسے کچھ سنائی نہیں دیتا۔ شیراز کا اک مرد اسے اگر مردی احسن الی من اساء" کا جلی کتبہ دکھاتا ہے' لیکن اسے ایک حرف نظر نہیں آتا۔

بارگاہ ایزدی کا آئین ہے کہ بدی کی سزا بدی کے بقدر اور نیکی کی جزا دس گنا دی جاتی ہے۔ لیکن انسانی فطرت کا قانون اس کے برعکس ہے۔ ایک انسان نیکی کا بدلہ اگر دیتا ہے' تو نیکی کے بقدر' لیکن بدی کا بدلہ وہ دس گنا زیادہ لینا چاہتا ہے۔ پس اگر کوئی اسے "تم" کہتا ہے' تو وہ اسے "تو" کہتا ہے اور جو اسے "تو" کہتا ہے تو اس کا جواب گالی سے دیتا ہے۔ پھر اس کا جواب زبان کی بجائے ہاتھ سے دینا چاہتا ہے۔ موقع ہو یا نہ ہو لیکن اس کا عمل "کلوخ انداز را پاداش سنگ است" پر ہوتا ہے۔

انتقام لینے کی طرف انسان کو بالطبع میلان ہے۔ اور میلان بھی ایسا ہے کہ دوسرا میلان اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ اس لیے اس کی روک تھام میں سب سے زیادہ اہتمام چاہیے۔ انتقام ایک وحشیانہ عدل ہے قانونی نہیں۔ قانون کا کام یہ ہے کہ انتقام کی راہ کو بند کرے۔ جو شخص کسی کے ساتھ برائی کا مرتکب ہوتا ہے' وہ قانون سے تجاوز کرتا ہے' لیکن جو شخص اس کا عوض لیتا ہے' وہ قانون کو معطل کرتا ہے' دشمن سے انتقام لینے میں آدمی اس کے برابر بلکہ اس سے بدتر ہو جاتا ہے' مگر معاف کرنے میں اس سے برتر ہوتا ہے۔ کیونکہ بزرگوں اور بادشاہوں ہی کا کام ہے معاف کرنا۔ حضرت سلیمانؑ کا قول ہے کہ آدمی کی دانائی غصے کو ٹالتی ہے اور یہ اس کی عظمت ہے کہ خطا سے آناکانی کرے۔ دانشمند حال اور استقبال کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ ماضی کی باتوں کو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہو چکیں۔ گزشت آنچہ گزشت۔ "معاف کرو اور فراموش کرو" کے زریں مقولے پر ان کا عمل ہے' کسی نے برائی کی تو کی' قصہ تمام ہوا۔

دلے بے کینہ دارم کہ جز الفت نمی داند ‫ ‫ بودیک سورہ اخلاص قرآنے کہ من دارم

واضح رہے کہ کوئی شخص برائی کو برائی کی خاطر نہیں کرتا ہے۔ برائی کرنے میں ہر شخص اپنے تئیں دوسرے سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ اس لیے ہمیں غصہ نہ ہونا چاہیے کہ کوئی شخص اپنے تئیں دوسرے سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ اپنے نفع کے واسطے ہمیں ضرر پہنچاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی بد سرشتی کے اقتضا سے برائی کرے' تو اس کا حال کانٹے کا سا ہے' جو چبھتا اور چھیلتا ہے۔ کیونکہ اس کے سوا وہ اور کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ جن برائیوں کی سزا قانوناً نہیں

مل سکتی۔ اگر ان کا خفیف سا عوض لے لیا جائے' تو خیر کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر وہ کہیں اس حد تک نہ پہنچ جائے' جو قانوناً تم کو مجرم بنائے اور سزا کا مستحق کرے۔ جس سے ایک اور دشمن قانون پیدا ہو جائے اور ایک کے دو دشمن ہو جائیں "یک نہ شد دو شد۔" دشمن کے واسطے ایسی بھٹی گرم نہیں کرنی چاہیئے کہ جس کی گرمی سے خود اپنا منہ جھلس جائے۔ جس کے لیے یہ پنجابی مثل مشہور ہے کہ ہرکھ (غصہ) کا مارا نرک (دوزخ) کو جاتا ہے' بعض آدمی دشمن کو جتلا کر انتقام لینے میں خوش ہوتے ہیں۔ وہ نامرد کمینوں کی طرح اس کو چھپاتے نہیں اور کمین میں بیٹھ کر تیر نہیں لگاتے۔ گویہ ان کو فراخ حوصلگی ہے۔ لیکن اس کے عوض جو قانونی سزا خود ان کو بھگتنی پڑے گی' اس کے مقابلے میں یہ طریق انتقام اور جوش غضب نہایت گراں پڑتا ہے۔ بالفاظ دیگر وہ اپنے آپ سے انتقام لیتے ہیں۔

ایک شخص نے اپنے بے وفا دوستوں کی نسبت کہا کہ دوست جو برائی کریں' وہ معاف نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حکم یہ ہے کہ دشمنوں کی خطائیں معاف کرو' نہ دوستوں کی۔ لیکن اس میں بھی ہمیں افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال چاہیے۔ حضرت ایوبؑ کا فرمان ہے کیا ہم اللہ سے اچھی اچھی چیزیں لیں اور بری نہ لیں۔ لہٰذا اسی فرمان کے پیش نظر دوستوں کے ساتھ ایک مناسب انداز پر برتاؤ کرو۔ یعنی جن دوستوں سے فائدہ اٹھاتے ہو' ان سے نقصان بھی اٹھالو۔

یہ امر تحقیق ہے کہ جو شخص انتقام کے درپے رہتا ہے' وہ اپنے زخموں کو ہرا رکھتا ہے۔ اگر وہ درپے انتقام نہ رہتا' تو یہ زخم بھر کر خود بخود اچھے ہو جاتے۔ بہترین اور سخت ترین انتقام یہ ہے کہ تم اپنے دشمنوں کے ساتھ نرمی اور شیریں کلامی کے ساتھ ان کی ہڈیاں توڑ دو اور ان کے سر پر کوئلے جلا کر ان کی روح کو مجروح کرو اور ان کی خطائیں معاف کر کے اپنی روحانی خوشیوں کی پرورش کرو۔

انتقام استسقائے روح ہے کہ اس سلسلہ میں ہم جو کچھ کرنا چاہتے ہیں' اس سے خود ہم ہی کو زیادہ تکلیف پہنچتی ہے۔ جو شخص انتقام لیتا ہے' وہ برائی کرنے والے سے زیادہ برا ہوتا ہے۔ اسی جذبہ انتقام کی بدولت سلطنتیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ خاندان برباد ہو جاتے ہیں۔ زندگی کے تمام پروگرام زیروزبر ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا انسان کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ اپنے دل و دماغ سے انتقام اور کینہ کو نکال کر پھینک دے۔ انتقام لینا وہ پہلی شیطانی حرکت ہے' جو شیطان نے آدمؑ سے کی' لہٰذا انسان سے شیطان کے کام کرانے والا انتقام سے زیادہ اور کام کوئی نہیں۔

انتقام میں اپنے ہی مزاج کا زہریلا مادہ اپنے اوپر اثر کرتا ہے۔ اگر تم پورا انتقام نہیں لے سکتے' تو فی الحال تم اس تکلیف میں مبتلا رہو گے۔ اور اگر پورا عوض لے سکتے ہو' تو آئندہ خود سخت ترین رنج اٹھاؤ گے' انسان کو انتقام سے زیادہ کوئی چیز گزند رساں نہیں' جو کہ اس کو خود اپنے ہاتھ سے پہنچتا ہے۔ انتقام غصہ کی سب قسموں سے زیادہ سخت قسم ہے۔ جو شخص کسی کو ضرر پہنچاتا ہے' وہ برائی شروع کرتا ہے' مگر وہ اس برائی کا انتقام لیتا ہے۔ وہ اس کو بے انتہا بڑھاتا اور ایک ایسی مستقل بے عزتی اور بے آرامی خریدتا ہے۔ جس کو نیک دلی اور خوش چلنی بھی الگ نہیں کر سکتی۔ لہٰذا اپنے فائدے کو مد نظر رکھتے ہوئے' ہمیں چاہیے کہ جو شخص ہمیں ضرر پہنچائے' ہم اس کی مثل بدتر نہ بنیں۔

آپ نے کبھی غور کیا کہ انتقام کا جذبہ کیونکر پیدا ہوتا ہے؟ صرف ذاتی مفاد کی مخالفت پر یہ جذبہ ابھرتا ہے۔ خواہ یہ مفاد مال سے تعلق رکھتا ہو' خواہ آبرو سے اور خواہ جان سے' مثلاً کوئی شخص کسی کو مالی نقصان پہنچائے یا اس کی توہین

کرے یا اس کے جسمانی آزار کا باعث ہو' تو فوراً انتقام کے لیے آمادہ ہو جائے گا۔

جب انتقام کی آگ بھڑکتی ہے' اور کوئی شخص بدلہ لینے کے لیے آمادہ ہوتا ہے' تو سب سے پہلے وہ اپنی قوتوں کا جائزہ لیتا اور دیکھتا ہے کہ اس کے اندر کون سی ایسی طاقت موجود ہے' جسے وہ اپنے حریف کے خلاف کامیابی سے استعمال کر سکتا ہے۔ پس انسان میں جو خاص طاقت ہوتی ہے' وہ اسے استعمال کر کے اپنے حریف کو نقصان پہنچاتا ہے اور انتقام کے جذبے کو تسکین دیتا ہے۔

چنانچہ ایک تومند اور طاقتور انسان جب کسی سے انتقام لینا چاہتا ہے' تو اس کی رگوں میں خون کھولنے لگتا ہے۔ اس کے بازوؤں کو جنبش ہوتی ہے اور وہ اپنے حریف کو زدو کوب کی دھمکی دیتا ہے' یا بالکل مغلوب الغضب ہو کر اسے جسمانی آزار پہنچاتا ہے اور اس طرح اپنے دل کا بخار نکالتا ہے۔

جب کسی شخص میں طاقت جسمانی نہیں ہوتی' تو وہ اپنی دوسری قوتوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر وہ ذہین' چالاک اور قانونی نکات سے واقف ہے' تو وہ اپنے حریف کو کسی آفت ناگہانی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اسے بدنام و رسوا کرتا ہے اور اس کی عزت و شہرت کو خاک میں ملا دینے کی تدبیریں سوچتا ہے۔

اگر کوئی شخص دولت یا حکومت رکھتا ہے' تو حریف کو طرح طرح کے جانی اور مالی نقصان پہنچاتا ہے۔ روپے میں بڑی طاقت ہے۔ اس کے ذریعے سے ناخدا ترس شورہ پشتوں اور قاتلوں کو مول لیا جا سکتا ہے اور پھر انہیں مخالفین کی ایذا رسانی پر مامور کیا جا سکتا ہے۔ جب ایک شخص کسی اور طریقے سے انتقام نہیں لے سکتا' تو وہ روپیہ خرچ کر کے اس طرح اپنے اشتعال طبع کو فرو کرتا ہے۔ ارباب حکومت اگر کسی سے بدلہ لیتے ہیں' تو حوالات اور جیل کے دروازے اس کے لیے کھول دیتے ہیں' یا جرمانے وغیرہ کے ذریعے اسے مالی نقصان پہنچاتے ہیں۔

ایک وکیل کسی سے بدلہ لیتا ہے' تو اس کے خلاف ایک مقدمہ کھڑا کر دیتا ہے اور قانون کی مدد سے اسے مورد الزام ٹھہرا کر سزا دلواتا ہے۔

ایک شاعر کسی سے انتقام لینا چاہتا ہے' تو اس کی دماغی قوتیں فوراً بیدار ہو جاتی ہیں اور وہ ایک ہجو تیار کر کے اور اپنے حریف کو منظوم گالیاں دے کر اپنا دل ٹھنڈا کر لیتا ہے۔

ایک اخبار نویس کسی سے بگڑتا ہے' تو اپنے اخبار کے صفحات اس کے سامنے آ جاتے ہیں۔ جن کے ذریعے سے وہ جس کے دامن شہرت کو چاہے داغدار ثابت کر سکتا ہے۔ وہ اپنی انشاپردازی کی مشق کو ایک بڑی طاقت سے تعبیر کرتا ہے اور غرور اس کے کان میں کہتا ہے کہ تمہارا قلم اصفہان کی تلواروں اور جرمنی کی توپوں سے کم قوت نہیں رکھتا۔

آقا کسی نوکر سے بدلہ لیتا ہے' تو معمولی حالت میں اسے فوائد سے محروم کر دیتا ہے اور زیادہ جوش کی حالت میں وہ اس کے علاوہ نقصان بھی پہنچاتا ہے' یعنی اسے برخواست کر دینے سے اس کے جذبہ انتقام کو تسکین نہیں ہوتی' بلکہ اسے متہم کر کے جیل بھجوانے کی بھی کوشش کرتا ہے۔

بہرحال انتقام کا جذبہ بہت خوفناک ہے' اور دنیا میں ہر طرف اس کی آگ مشتعل نظر آتی ہے۔ انسان اپنے مفاد کے

خلاف کسی کو دیکھنا ہی نہیں چاہتا۔ ایک فقیر سے لے کر ایک امیر تک' بلکہ ایک بادشاہ تک میں انتقام کا جذبہ موجود ہے۔ رشتہ دار' رشتہ دار سے اور دوست' دوست سے' اس کی بدی کا انتقام لینے کے لیے آمادہ ہے۔ جب انتقام لینے کی طاقت موجود ہے' تو وہ اپنے حریف کے خلاف اس طاقت کو استعمال کرتا ہے' لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں' جو اپنے ستانے والوں سے انتقام لینے کے لئے کسی قسم کی طاقت نہیں رکھتے۔ نہ ان کے پاس زور بازو ہے۔ نہ دولت و حکومت ہے' نہ ان کے منہ میں زبان ہے اور نہ ہاتھ میں قلم ہے۔ ایسے بیکسوں کا جب دل دکھتا ہے اور کوئی ان کے ساتھ بدی کرتا ہے' تو وہ آسمان کی طرف دیکھتے ہیں' ان کے منہ سے ایک آہ نکلتی ہے۔ آہ یہ وہی آہ ہوتی ہے۔ جس کے متعلق حضرت سعدیؒ فرماتے ہیں۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن اجابت از در حق بہر استقبال می آید

یہ انتقام بہت سخت ہوتا ہے۔ اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی' یہ آہیں کبھی بجلیاں بن کر اہل ظلم کے خرمن حیات پر گرتی ہیں اور کبھی سیلاب بن کر زندگی کی تعمیر کو فنا کرتی ہیں۔

چوب خدا صدا ندارد وقتیکہ زند زند دوا ندارد

اس کی وجہ یہ ہے کہ انتقام کا کام قدرت الٰہی اپنے ذمے لے لیتی ہے' لیکن یہ اس وقت ہوتا ہے' جب انسان صبر و ضبط کے ساتھ اپنے معاملات عدالت ایزدی کے سپرد کر دے اور سچے دل سے کہے کہ "میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ اللہ بندوں سے خوب آگاہ ہے۔"

تو مشو مغرور بر حلم خدا دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

اگر لوگوں کو صبر و تحمل کی عادت ہو جائے اور وہ واقف ہو جائیں کہ

در عفو لذتیست کہ در انتقام نیست

تو انسانی زندگی ہزارہا تلخیوں اور نامرادیوں سے پاک ہو جائے۔ اگر صبر کی تکلیف نہ اٹھائی جائے' تو کم از کم غور و فکر سے مدد لے کر معاملات کو آسان بنایا جا سکتا ہے۔ مثلاً جب کسی شخص سے بدی سرزد ہو' تو اس کے اسباب پر غور کریں اور جب انتقام کا جذبہ ہمارے دل میں پیدا ہو' تو اس کے انجام و عواقب کو پہلے سوچ لیں۔ صرف ان دو باتوں پر عمل کرنے سے بڑی حد تک انتقام کی آگ فرد ہو جائے گی اور ہمارے قلوب بغض و عداوت کی آلودگیوں سے نجات پا جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اگر کسی کو جسمانی' مالی' اجتماعی یا علمی طاقت یا حکومت عطا کی ہے' تو اس عطیہ الٰہی کو انتقام اور ایذا دہی میں صرف کرنا' اس کی بدترین توہین ہے۔ جس سے ہر شکر گزار بندے کو اجتناب کرنا چاہئے۔

ایک جنگ میں حضرت علیؓ اپنے دشمن کے سینے پر چڑھ بیٹھے۔ قریب تھا کہ اسے خنجر سے قتل کر دیں کہ دشمن نے آپ کے منہ مبارک پر تھوک دیا۔ آپ فوراً اس کے سینے سے اتر آئے۔ دشمن نے اس غیر متوقع اور بے محل مہربانی کی وجہ دریافت کی' تو آپ نے فرمایا "پہلے تم سے اللہ کے لئے دشمنی تھی' اب ذاتی غصہ و انتقام کا نتیجہ ہو گی۔" عفو اسلامی کی اس مثال سے وہ شخص مسلمان ہو کر کفار کے ساتھ لڑتا رہا۔

حکایت: ایک نیک دل شخص نے اپنے اکلوتے فرزند کو ایک سو اشرفی دے کر بسلسلہ تجارت سفر پر روانہ کیا۔ قضا کار

پہلی منزل میں ایک ڈاکو نے قتل کر کے اس کا تمام مال لوٹ لیا۔ چند راہروؤں نے ہرچند کہ قاتل کا تعاقب کیا۔ لیکن وہ بھاگ کر جان بچانے میں کامیاب ہو گیا۔ اور رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر وہ مقتول کے گاؤں میں اس کے باپ ہی کے گھر پہنچ گیا اور تمام واردات قتل و غارت سنا کر اس سے چند روز کے لیے پناہ مانگی۔ تاکہ خطرے کا وقت گزر جائے اور اسے اس خدمت کے عوض میں مال غنیمت میں سے نصف حصے کا لالچ بھی دیا۔ نیک دل باپ نے تھیلی اور مقدار رقم سے صحیح اندازہ لگا لیا کہ یہ میرا بیٹا ہی قتل ہوا ہے۔ مقتول کے باپ نے تین روز تک اس کی نہایت خاطر تواضع کی۔ چوتھے روز اس نے قاتل سے باچشم نم آپ دست بستہ عرض کیا کہ جس نوجوان کو تم قتل کر کے اس کا مال لوٹ کر لائے ہو' فی الحقیقت میرا ہی اکلوتا بیٹا تھا۔ بہتر ہے کہ آپ اب یہاں سے تشریف لے جائیں' کیونکہ خطرے کا وقت گزر چکا ہے۔ لیکن اب مجھے یہ خطرہ ہے کہ مبادا شفقت پدری و فطرت انسانی سے مجبور ہو کر کسی وقت میرے جذبات انتقام جوش میں آجائیں اور میں مغلوب الغضب ہو کر تمہیں قتل کر ڈالوں اور ثواب صبر سے محروم رہ کر الٹا گرفتار عقوبت ہو جاؤں۔" چنانچہ قاتل فرزند کو مع مال غنیمت کے بغیر کسی قسم کے اظہار رنج کے رخصت کر دیا گیا۔

؎ سنا میں نے مردان راہ خدا   نہ قتل پسر کا بھی لیں انتقام
جو ادنیٰ خطا پر بھی ہو منتقم   تجھے کب میسر بھلا یہ مقام

انتقام کتے کو صرف اس لیے کاٹنا ہے کہ اس نے تمہیں کاٹا ہے۔

بہترین خوبی معاف کرنا اور فراموش کرنا ہے اور یہ خوبی پیدا کرنا بے حد مشکل ہے۔ انتقام خاصہ بشریت ہے؟

شاہ ہناطلہ اور شاہ خراسان کے درمیان جنگ ہوئی۔ شاہ ہناطلہ کے ارکان دربار شاہ خراسان کو اس مضمون کے خطوط بھیجتے تھے کہ ہم تمہاری ہر طرح کی امداد کریں گے۔ تم بے خطر ہو کر شاہ ہناطلہ پر فوج کشی کر دو۔ شاہ خراسان نے وہ تمام خطوط سر بمہر کر کے خزانے میں رکھوا دیئے۔ اتفاقاً شاہ ہناطلہ غالب آیا۔ جب خزانے پر قبضہ کر لیا' وہ تھیلی بھی ملی۔ شاہ ان خطوط کو دیکھ کر حقیقت حال اور راز واقعہ سمجھ گیا اور انہیں ارکان دربار کو بلا کر کہا کہ یہ خطوط مجھے ملے ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ لوگوں نے حفظ ماتقدم کیا ہو۔ لہٰذا اب ان کو جلا دیں۔ چنانچہ اپنے سامنے ان تمام خطوط کو جلوا دیا۔ اور ان ارکان دربار سے کوئی باز پرس نہ کی اور ان کو اپنے عہدوں پر برقرار رکھ کر مطیع و فرمانبردار بنا لیا۔ عفو و درگزر کی ایسی مثال کم ملے گی۔

الدنیا زور

ایک مولوی صاحب ہرچند کہ علم و فضل کے لحاظ سے "شبلی" دوراں' زہد و عبادت کی رو سے "جنید" زماں تھے۔ لیکن افلاس و تنگدستی جو کہ طبقہ علماء و فضلا کا موروثی ہے' وراثت کے اس کلیئے سے وہ بھی مستثنیٰ نہ تھے۔ دائمی افلاس و تنگدستی سے تنگ آکر ایک روز بیوی صاحبہ نے کہا "بیشک دینداری افضل ترین نعمت ہے' لیکن کیا ہی خوب ہوتا کہ اگر آپ دینداری کی حفاظت کے ساتھ ساتھ دنیاداری کا بھی کچھ خیال رکھتے۔ کیونکہ فقر اور کفر ایک دوسرے کے بہت نزدیک ہیں "کاد الفقر ان یکون کفرا" حقوق نفس کی ادائیگی ہر انسان پر فرض ہے اور جائز صورتوں میں زندگی

قائم رکھنے کے واسطے حصول دنیا کسی طرح اصول دین کے خلاف نہیں ہے۔ اس تنگدستی نے میرے تو اعتقاد کو متزلزل کر دیا ہے۔ بہتر ہو گا کہ دنیا کی درستی کے لیے بھی آپ بقائے دین ممکن العمل جائز تدابیر اختیار کریں۔"

مولوی صاحب نے فرمایا "یہ دنیا چند روزہ ہے۔ مشکل یا آسان کسی نہ کسی طرح سے گزر ہی جائے گی' ہر حال میں وطیرہ صبر و شکر اختیار کرنا چاہئے اور اس عارضی فائدے کو حاصل کرنے کے لیے دینداری کو ترک کر کے ابدی راحت سے محروم رہنا نہایت خسارے کا سودا ہے۔ نیز "الدنیا جیفته وطالبها کلاب" دنیا ایک مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں۔ بیوی نے کہا کہ "دینداری کے ساتھ بھی دنیا کمائی جا سکتی ہے۔" مولوی صاحب نے کہا "یہ بالکل ناممکن ہے۔ کیونکہ دنیا ایک مکر ہے اور بغیر مکر و فریب حاصل نہیں ہو سکتی "الدنیا زور ولا یحصل الا بالزور" (مکر و فریب اور دینداری ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے) اگر تیری یہی خواہش ہے' تو تجربہ کے طور پر میں تجھ کو اس کا نتیجہ بھی دکھلا دیتا ہوں' تا کہ تجھے پختگی اعتقاد حاصل ہو سکے۔"

مولوی صاحب گھر سے رخصت ہو گئے اور چند روز کے بعد کسی دوسرے شہر میں پہنچ گئے۔ چونکہ زور علم کی وجہ سے زور عقل کافی رکھتے تھے۔ داڑھی منڈوا' پیشانی پر قشقہ لگا' زنار گلے میں پہن کر ایک مسجد میں تشریف لے گئے اور نمازیوں کے بھرے مجمع میں اپنے مسلمان ہونے کی خواہش کا ان الفاظ میں اظہار فرمایا "میں ایک متمول برہمن خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ میرے میلان اسلام کو دیکھ کر تمام اہل خاندان مجھ سے مخالفت رکھتے اور ہر وقت در پے ایذا رہتے تھے۔ ان کے جور و ظلم سے تنگ آ کر اور ان کے وجود کو اپنی اس مبارک خواہش کی تکمیل میں رکاوٹ سمجھ کر اپنی بیوی' بال بچوں اور لاکھوں کی جائیداد چھوڑ کر نور اسلام سے روشنی حاصل کرنے اور شرف ایمان سے مشرف ہونے کے لیے اپنی جان بچا کر وطن سے سینکڑوں کوس دور یہاں حاضر ہوا ہوں۔ آپ مجھے مسلمان بنا لیجئے۔" ان کی اس درخواست پر تمام مسلمان نہایت خوش ہوئے اور شوق اسلام میں اس بے نظیر قربانی اور ایثار کا اس شہر میں گھر گھر چرچا ہونے لگا' مصنوعی برہمن یعنی نومسلم صاحب اس مسجد میں ہر وقت جاروب کشی کرتے' نمازیوں کے وضو کے واسطے پانی بھرتے' چراغ وغیرہ جلاتے' غرضیکہ ہر قسم کی خدمت متعلقہ مسجد نہایت اہتمام اور تندہی سے انجام دیتے اور روکھی سوکھی کھا کر فاضل اوقات میں شب و روز مصروف عبادت و مشغول طاعات رہتے۔ چند روز اسی طرح گزر گئے اور لوگوں کے دلوں پر ان کے زہد و ریاضت کا کافی اثر ہو گیا' تو ایک دن جمعہ کی نماز کے بعد ہزارہا نمازیوں کے مجمع میں آپ نے کھڑے ہو کر باواز بلند فرمایا "الحمد للہ کہ گزشتہ شب خواب میں خواجہ خضرؑ نے میرے عقائد اسلامی پر سچے طور پر عمل پیرا ہونے کے نتیجے میں اپنے سینہ مبارک سے لگا کر علوم دین کے تمام دروازے مجھ پر کھول دیئے ہیں۔ اگر اجازت ہو تو میں بھی اپنے رحمت الٰہی سے مرحمت شدہ علم و وعظ سے لوگوں کو مستفیض کروں۔ شہرت تو ان کی بہت ہو چکی تھی' اس غیر معمولی بات نے سب لوگوں کو متعجب کر دیا۔ اور بے ساختہ تمام لوگ اشتیاق وعظ' بجز نمائیں ہمہ تن گوش ہو گئے۔

"نومسلم صاحب" نے منبر پر چڑھ کر اس قدر پر زور اور رقت آمیز وعظ فرمایا کہ فرط تاثیر سے ہر ایک شخص گریہ بے اختیار پر قدرت ضبط نہ رکھ سکا۔ سینکڑوں اشخاص کو اسی وقت مرید بنا کر' آپ نے اپنے سلک ارادت میں منسلک کر لیا۔ اور مریدان زود اعتقاد و خوش عقیدہ نے حسب توفیق خود معقول نذرانے چڑھائے۔ اس کے بعد ہر روز نئے نئے مرید بنائے جانے کا سلسلہ بکثرت جاری رہا۔ "مصنوعی پنڈت" بعد میں نومسلم اور حال کے پیر جی نے مرید دل

کی ایک فہرست مرتب کی' جس میں مرید کا نام و مقام اور رقوم نذرانہ کا نہایت باقاعدگی کے ساتھ اندراج ہوتا رہا۔ جب کافی رقم جمع ہو گئی' تو موقع پاکر رات کی تاریکی میں مولوی صاحب کافی دولت ہمراہ لے کر بغیر کسی کو اطلاع دیئے اپنے گھر کو روانہ ہو گئے۔ چند روز بعد گھر پہنچے' تو بیوی اس دولت کثیر کو اس قلیل عرصہ میں اپنے غریب خانہ میں دیکھ کر نہایت خوش ہوئی۔ جو کہ حقیقی معنوں میں اب دولت خانہ بن گیا تھا۔

اے دیانت برتو لعنت کز تو رنجے یافتم — اے خیانت برتو رحمت از تو گنجے یافتم

مولوی صاحب نے حصول دولت کے تمام پر فریب ذرائع بیان کر کے کہا کہ اے نیک بخت! ایک طرف تو یہ بیان کردہ مذموم طریقوں سے حاصل شدہ دولت کا ڈھیر ہے اور ایک طرف غیر مرئی دولت ایمان' ان دونوں میں سے جس چیز کو تو چاہے قبول کر لے۔ بیک وقت دونوں چیزوں کا اجتماع ناممکن ہے۔ سعادت مند اور ایمان پسند بیوی کے ضمیر تربیت پذیر نے اس کلام پر تاثیر کو سننے کے بعد دولت ایمان کو دولت دنیا پر ترجیح دے کر اپنی موجودہ حالت افلاس و فقر میں صابر و شاکر رہنا بہزار رضا و رغبت قبول کیا اور مولوی صاحب نے وہ تمام دولت جو بطور زر امانت ان کے پاس چند روز کے لیے تھی' اسی شہر میں جا کر فہرست مرتب شدہ کی رو سے ان تمام مریدوں کو نام بنام واپس کر دی۔ وہاں کے لوگوں نے مولوی صاحب کے اس طرح غائب ہو جانے کو کرامات غیبی پر محمول کیا تھا۔ جب انہوں نے دوبارہ مولوی صاحب کے آنے اور رقوم نذرانہ کی نام بنام واپسی کو دیکھا اور مولوی صاحب نے اس تمام مکرو فریب کا سچا واقعہ اور اس کارنا کردنی کی وجوہات بیان کیں' تو ان کے حسن عقیدت کو مزید تقویت ہو گئی اور بدستور ان کے حلقہ ارادت میں رہنے کی خواہش ظاہر کی' یہ مخلصانہ درخواست تو مریدوں کی چاروناچار مولوی صاحب نے قبول کر لی۔ لیکن نذرانہ وغیرہ کسی صورت میں بھی قبول نہ کیا۔ اور اپنے گھر واپس آکر اپنی رفیق زندگی کو اپنے جیسا پختہ اعتقاد بنا کر نہایت صابرانہ اور صالحانہ زندگی بسر کی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

بہلول" کا یہ قول سنا تھا کبھی ہم نے — جو دین کو رکھتے ہیں وہ دنیا نہیں رکھتے
یعنی کہ جو دیندار ہیں وہ دین کے آگے — دنیا کی کسی شے کی تمنا نہیں رکھتے
کرنے کو تو کرتے ہیں وہ دنیا کے بکھیڑے — پر انکا ہوا ان میں دل اپنا نہیں رکھتے
محنت سے مشقت سے کماتے ہیں کمائی — دامان طلب حد سے زیادہ نہیں رکھتے
حاصل یہ کہ دنیا میں گزر کرتے ہیں دیندار — اس شکل سے جیسے کہ دنیا نہیں رکھتے

خاکساری

چھوڑ کر اپنی بڑائی کر تواضع اختیار — رتبہ مسجد کے منارے کا ہے کم محراب سے

ایک مجمع میں کسی بزرگ کا تذکرہ تھا۔ بعض تو کہتے تھے' سبحان اللہ قطب وقت ہیں۔ ایسا باخدا آدمی اس زمانے میں کہاں ہے؟ بعض کہتے تھے' بھائی ہم تو معتقد نہیں۔ دنیا میں رہ کر خدا پرستی معلوم۔ سامان دنیا کیا وہ نہیں رکھتے۔ بی بی'

بچے' مکان' کھانا پینا سبھی کچھ ہے۔ نماز روزہ کون نہیں کرتا۔ بزرگی کا اور ہی رتبہ ہے۔

ایک شخص نے ارادہ کیا کہ امتحان لیں۔ یہ سوچ کر ان بزرگ سے جا کر کہا کہ آج بندے کے یہاں آپ کی دعوت ہے۔ گرمی کے دن ہیں۔ ایسا کیجئے کہ نماز مغرب وہیں پڑھیئے۔ غریب خانہ کے قریب مسجد بھی ہے۔ بڑی بھاری جماعت ہو جاتی ہے۔ ان بزرگ نے دعوت بلا تامل قبول کی اور نماز مغرب سے پہلے مسجد میں جا حاضر ہوئے۔ نماز مغرب کے بعد وظیفہ پڑھتے پڑھاتے رہے اور یہاں میزبان نے گھر سے نکل کر صورت نہ دکھلائی' میزبان صاحب منتظر تھے کہ مہمان صاحب دق ہو کر خود متقاضی ہوں گے۔ یہاں تقاضے کا کیا ذکر' جب عشاء کا وقت ہوا' تو دروازے پر ایک مہترانی رہتی تھی۔ یہ بزرگ اس سے کہہ گئے کہ نیک بخت میں نماز کو جا رہا ہوں۔ اگر میزبان صاحب پوچھیں' تو مہربانی کر کے کہہ دینا کہ وہ شخص نماز کو گیا ہے۔ ان بزرگ نے نماز جماعت تو مسجد میں پڑھی اور سلام پھیرتے ہی پھر چلے آئے اور کچھ پڑھنے کو باقی تھا' میزبان کے دروازے پر آ کر پڑھا۔ یہاں تک کہ آدھی رات ہونے کو آئی۔ تب میزبان نکلا۔ مہمان کو دیکھا تو موجود۔ دیکھتے ہی بولا "آہا آپ آئے اور مجھ شامت زدہ کو دعوت کا خیال بھی نہ رہا۔ اب اس وقت کیا ہو سکتا ہے۔" مہمان نے کہا "کیا مضائقہ معمولی بات ہے۔" یہ کہہ کر بہت ادب سے رخصت طلب کی میزبان نے کہا "اچھا تو ٹھہریئے' میں گھر میں جا کر دیکھوں کچھ بچا بچایا ہو تو لے آؤں۔" گھر میں گیا تو پھر گھنٹوں کا غوطہ لگایا۔ بڑی دیر کے بعد نکلا تو پھر کہا "کچھ موجود نہیں ہے۔ معاف کیجئے۔" مہمان ہشاش بشاش رخصت ہونے لگا تو پھر اس نے کہا "آپ جاتے تو ہیں مگر میرا جی چاہتا ہے کہ آپ بھوکے نہ چلے جائیں' ذرا صبر کریں تو کچھ تدبیر کروں۔" بزرگ نے فرمایا کہ "کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ اس کا کچھ مضائقہ نہیں' میں چلا جاتا ہوں" میزبان نے کہا' نہیں ذرا ٹھہریئے' یہ کہہ کر پھر گھر میں گیا اور تھوڑی دیر کے بعد اندر ہی سے کہا "شاہ صاحب تشریف لے جایئے۔" شاہ صاحب نے پکار کر سلام کیا اور چلنے لگے' گلی کے باہر ہو گئے تھے کہ پھر اس نے پکارا' تو شاہ صاحب پھر آ گئے۔ اس شخص نے کہا "اور تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک پیسہ حاضر ہے۔ شاہ صاحب نے بڑی خوشی سے لے لیا اور خوش و خرم پھر چلے۔ پھر اس شخص نے بلایا اور کہا "میاں فقیر تو بڑا طماع اور حریص ہے۔ ایک وقت کے کھانے کے واسطے تو نے میری تمام رات ضائع کی۔" شاہ صاحب رونے لگے اور ہاتھ جوڑے' بھائی اللہ کے لیے میری خطا معاف کرو۔ واقعی میرے سبب سے تم کو آج تکلیف ہوئی۔ وہ شخص بولا "جی چاہتا ہے کہ اس قصور کے بدلے تیرے سارے کپڑے اتروا لوں۔" شاہ صاحب کپڑے اتارنے لگے' تو اس نے شاہ صاحب کے قدموں پر سر رکھ دیا اور کہا در حقیقت آپ بڑے بزرگ آدمی ہیں اور اس امتحان لینے میں مجھ سے بڑا قصور ہوا' اللہ معاف فرمایئے۔" شاہ صاحب نے اسے اٹھا کر سینے سے لگا لیا اور کہا "میاں یہ تمہارا خیال ہے' کیسی بزرگی اور کہاں کی خدا پرستی؟ میں تو پیٹ کا کتا ہوں۔ سب کتے ایسے ہی کرتے ہیں' جو میں نے کیا۔ ٹکڑا دکھلاؤ یا بلاؤ تو دوڑ آئے' ذرا دھمکاؤ تو قدم دو قدم پیچھے ہٹ جائے۔ یاد رکھو کہ خاکساری خدا رسیدہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ جس شخص میں یہ نہیں' وہ کتنا ہی عالم و فاضل' عابد و زاہد اور ہمہ صفت موصوف کیوں نہ ہو' ہیچ ہے۔"

خاکساری نے دکھائیں رفعتوں پر رفعتیں ۔۔۔ اس زمیں سے واہ کیا کیا آسماں پیدا ہوئے

باسفلگاں طریقہ تسلیم حکمت است ۔۔۔ پیش آیدت اگر درپستی خمیدہ رو

ایک سرد مزاج بردبار شخص نے ایک سادھو کی جانچ کرنی چاہی کہ دیکھوں یہ سادھو کیسے ہیں؟ اور پھر ان کا چیلا بن

جاؤں۔ چنانچہ وہ ان کے پاس گیا۔ دیکھا تو وہ اپنی کٹیا میں بیٹھے ہیں۔ اس شخص نے کہا "مہاراج! تھوڑی سی آگ دے دو۔" سادھو نے کہا "بھائی آگ میری کٹیا میں نہیں۔" دراصل آگ تھی بھی نہیں۔ لیکن اس شخص کا مقصود تو اتنا معلوم کرنا تھا۔ اس لیے اس نے پھر کہا "مہاراج! آگ تھوڑی ہی سی دیجئے۔" تب سادھو نے منہ بنایا اور غضبناک ہو کر کہا کہ "چلا جا۔ کیسا آدمی ہے؟ ہم تو کہتے ہیں کہ آگ نہیں' یہ مانتا ہی نہیں اور مانگے چلا جاتا ہے۔" اس پر اس شخص نے کہا "مہاراج دھواں تو اٹھتا ہے' تھوڑی ہی دے دیجئے۔" اب تو سادھو کو اس قدر غصہ آیا کہ مارے غضب کے منہ اور آنکھیں سرخ ہو گئیں اور سونٹا اٹھا کر مارنے کو دوڑا۔ اس شخص نے ہاتھ جوڑے اور پاؤں پڑ گیا۔ اور کہنے لگا مہاراج! اب تو آگ اچھی طرح سے جلنے لگی' چھما کیجئے اور گستاخی معاف فرمائیں۔" سادھو نے کہا "تو مجھ سے بار بار کیوں آگ مانگتا تھا" اس شخص نے کہا "مہاراج! میں نے آپ کی خاکساری جانچ کی۔ جو کرودھ آپ کو پہلے آیا تھا' وہ آگ سلگنا اور دھوئیں کا اٹھنا تھا جو کرودھ بعد میں پیدا ہوا۔ وہ گویا آگ کا پورے طور پر بھڑک اٹھنا تھا۔ جو آپ کے دل سے پیدا ہوئی اور منہ کے راہ نکلی' پہلے یہ اپنے آپ کو' پھر دوسرے کو جلاتی ہے۔ آپ میں اگر خاکساری ہوتی' تو غصہ کی آگ آپ کو ہرگز نہ جلاتی۔ جیسا کہ آگ کا خاک پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔"

ہر کہ شد خاک نشیں برگ و برے پیدا کرد — سبز شد دانہ چو باخاک سرے پیدا کرد
خاک میں بھی ڈھونڈنے پر نہ ملے اپنا نشاں — خاکساری خاک کی جب خاک ساری رہ گئی
غبار راہ ہو کر چشم مردم میں محل پایا — نہال خاکساری کو لگا کر ہم نے پھل پایا

حضرت سعدیؒ نے خاکساری کی فضیلت کو اس قطعہ میں ظاہر کیا ہے۔

درخاک بے لقاں رسیدم بہ عابدے — گفتم مرابہ تربیت ازجہل پاک کن
گفتار برو چو خاک تحمل کن اے فقیہ — یا ہر چہ خواندہ ہمہ در زیر خاک کن

جس طرح خاکساری سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں۔ اسی طرح دل آزاری سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔

ہزار گنج قناعت ہزار گنج کرم — ہزار طاعت شب ہاہزار بیداری
ہزار روزہ و ہر روزہ ہزار نماز — قبول نیست اگر خاطرے بیازاری

حقیقی نیکی

ایک بوڑھے نے اپنے تینوں بیٹوں کو روبرو بلا کر اپنی تمام نقدی جائیداد کو مساوی طور پر تقسیم کر دیا اور ایک بیش قیمت جواہر دکھلا کر کہا کہ اس کا مستحق وہ بیٹا ہوگا' جو میری زندگی کے بقیہ چند ایام میں سب سے اچھا کوئی نیکی کا کام کرے گا۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک لڑکے نے آ کر کہا کہ اب وہ جواہر مجھے دیجئے۔ بوڑھے نے پوچھا کہ کس نیکی کے عوض تم یہ جواہر طلب کرتے ہو؟ لڑکے نے کہا کہ ایک شخص نے پانچ ہزار روپے میرے پاس بطور امانت رکھے' جس کے متعلق نہ کوئی نوشت تھی اور نہ ہی گواہ تھا۔ اس شخص کے واپس آنے اور امانت طلب کرنے پر میں نے اس کی پانچ ہزار

روپے کی امانت اس کو واپس کر دی۔ حالانکہ اگر میں انکار کر دیتا‘ تو وہ میرا کچھ نہ بگاڑ سکتا تھا۔ اس سے بڑھ کر نیکی کا کام اور کیا ہو سکتا ہے؟ بوڑھے نے ہنس کر کہا کہ نیکی کا یہ ایک معمولی کام ہے۔ جس کو کچھ اہمیت نہیں دی جا سکتی۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ تم ایک گناہ سے بچ گئے۔ اگر دوسرے دونوں لڑکوں نے میری زندگی میں اس سے زیادہ اچھا کام نہ کیا‘ تو مرتے وقت یہ جواہر تم کو دے دیا جائے گا۔

چند روز کے بعد دوسرا لڑکا بوڑھے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ جواہر طلب کیا۔ بوڑھے نے پوچھا "کس نیکی کے عوض؟" لڑکے نے جواب دیا کہ دریا نہایت طغیانی پر تھا۔ اتفاقاً ایک لڑکا پل پر سے دریا میں گر گیا۔ اس کے ماں باپ اور دیگر سینکڑوں اشخاص میں سے کسی کو اس کے نکالنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ میں نے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر بڑی مشکل کے ساتھ اس لڑکے کو زندہ نکالا۔ اس سے بڑھ کر نیکی اور قربانی کی اور کیا مثال ہو سکتی ہے؟ بوڑھے نے ہنس کر کہا کہ ہمدردی اور انسانیت کا یہ ایک معمولی فعل ہے اور اگر تیسرے بیٹے نے اس سے بہتر کوئی کارنامہ نیکی نہ دکھلایا‘ تو یہ جواہر تم کو دے دیا جائے گا۔

چند روز کے بعد تیسرا لڑکا باپ کی خدمت میں حاصل حاضر ہوا۔ اس نے بخلاف دونوں بھائیوں کے جواہر تو طلب نہ کیا۔ البتہ اپنی کارگزاری یوں بیان کی کہ میرا ایک جانی دشمن نشہ شراب سے مخمور پہاڑ کے ایک غار کے منہ پر اس طریقے سے بے ہوش پڑا تھا کہ ادھر ادھر ذرا سی حرکت کرنے پر وہ اس قدر بلندی سے گر کر ضرور مر جاتا۔ باوجود اپنا دشمن جانی جاننے کے میں نے اس کو اٹھایا اور اپنے منہ کو میں نے کپڑے سے ڈھانپ لیا۔ تاکہ اگر وہ جاگ جائے‘ تو میری صورت پہچان کر شرمندہ نہ ہو۔ اور رات کی تاریکی میں اپنی پشت پر اٹھا کر اس کے گھر چھوڑ آیا۔ بوڑھے نے بلا تامل وہ جواہر اس کے حوالے کیا اور کہا کہ درحقیقت تیری نیکی قابل صد ہزار ستائش اور حقیقی نیکی ہے اور اس جواہر کا تیرے سے زیادہ کوئی مستحق نہیں ہو سکتا۔ نتیجہ یہ کہ نیکی وہی ہے جو دشمنوں اور برے لوگوں کے ساتھ کی جاتی ہے۔

ورنہ

بدی را بدی سہل باشد جزا　　اگر مردی احسن الی من اساء

مسبب الاسباب

دولت تقدیر کو تدبیر کی حاجت نہیں　　معدن زر ہے جہاں اکسیر کی حاجت نہیں

نظام الملک وزیر شاہ پہلے نہایت مفلس تھا۔ باورچی خانہ کے داروغہ کے پاس جا کر نوکر ہوا تھا۔ وہ اسے حساب کرنے کے واسطے دیوان کے ہاں بھیجا کرتا تھا۔ دیوان نے جب اس کی چال ڈھال اچھی دیکھی‘ اپنے نزدیک پیشکاری پر رکھا۔ پھر چند روز میں اسے اپنا نائب بنایا۔ اتفاقاً دیوان سخت بیمار پڑا کہ بادشاہ کو سفر در پیش ہوا‘ فرمایا کہ اس کا نائب اس کے بدلے ہمارے ساتھ چلے۔ نظام الملک کے پاس کچھ لوازمہ سفر کا مہیا نہ تھا۔ اور نہ دیوان سے اس کی حالت علالت کی وجہ سے کچھ کہہ سکتا تھا۔ نہایت متحیر ہوا۔ اس حیرانی میں ایک مسجد میں جا کر نماز پڑھ کے ایک ستون سے لگ کر سر زانو پر دھرے سوچ میں بیٹھا تھا کہ ایک اندھا لاٹھی ٹیکتے ہوئے مسجد میں آیا اور پکارا کہ مسجد میں کون ہے؟ یہ چپ رہا۔ اسی

طرح اس نابینا نے کئی مرتبہ آواز دی۔ لیکن اس نے زبان نہ ہلائی۔ پھر اندھے نے لاٹھی پھرا کر ساری مسجد ٹٹولی۔ لیکن یہ اپنے تئیں بچاتے ہوئے ادھر ادھر کھسک جاتا۔ جب وہ خوب احتیاط کر چکا اور سمجھا کہ اب تو یہاں کوئی بھی مسجد میں نہیں' مسجد کا دروازہ بند کر دیا اور محراب کے نزدیک سے فرش الٹ کر اور اینٹ سرکا کر ایک لوٹا زمین میں سے نکالا۔ اس میں ہزار اشرفی تھی۔ انہیں انڈیل کر تھوڑی دیر ان سے کھیلتا رہا۔ پھر اسی لوٹے میں وہ اشرفیاں ڈال کر اسی جگہ رکھ کر اس پر اینٹ بٹھا اور بوریئے سے چھپا کر باہر چلا گیا۔ نظام الملک وہ تمام زر نکال کر بار برداری' اونٹ' گھوڑے' خیمہ و دیگر سامان تجمل درست کر کے سلطان کی رکاب سعادت میں روانہ ہوا اور ہر وقت کی حاضر باشی سے روشناس ہو گیا۔ جب سفر سے مراجعت کی' دیوان کی رحلت ہو چکی تھی۔ اسی کے نام دیوانی مقرر ہو گئی۔ اس میں کچھ خیر خواہی بن پڑی تو درجہ وزارت کو پہنچا۔ ایک روز شہر کے بازار میں چلا جاتا تھا کہ اسی اندھے کو رستے میں گدائی کرتے ہوئے شکستہ حال بیٹھا دیکھا۔ اپنے ساتھ لا کر خلوت میں اسے پوچھا کہ تیرا امال جو جاتا رہا تھا' تو نے پایا یا نہیں؟ اندھے نے یہ سنتے ہی کود کر وزیر کا دامن پکڑ لیا۔ اور کہا "ہاں! ابھی پایا۔" پوچھا "کیونکر۔" وہ بولا "اس لیے کہ میں نے یہ بھید کسی سے نہ کہا تھا' تو نے جو ذکر کیا' تو معلوم ہوا کہ یہ کام تیرا ہی ہے۔" تب وزیر نے وہ زر اسے دلوایا اور اپنی طرف سے ایک گاؤں اس کی ملک کر دیا۔ نتیجہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی کو دولت بخشے' تو اسی کے اسباب بے رنج و سعی میسر کر دیتا ہے۔

بخت خنداں ہو اگر دنداں سے سنداں توڑ دے　　بخت خواب آلودہ میں فالودہ دنداں توڑ دے

کسی نے کیا خوب کہا ہے:　　باہر کہ درست آید　　از چپ و راست آید

حاضر جوابی

جنگ صلیب و ہلال زوروں پر تھی اور سلطان صلاح الدین مجاہد اعظم کو روپے کی ضرورت تھی۔ لیکن روپیہ کہیں سے فراہم نہ ہوا' ایک افسر نے سلطان کی توجہ ایک یہودی دولت مند کی طرف مبذول کرائی۔ جو دارالسلطنت میں کاروبار کرتا تھا۔ سلطان نے فوراً اسے کو طلب کیا۔ اس یہودی کی فہم و فراست بھی مشہور عام تھی۔ سلطان نے یہودی سے پوچھا "بتاؤ یہودیت' عیسائیت اور اسلام میں سے تمہاری رائے میں کون سا مذہب حق ہے؟"

یہودی اس سوال سے بہت سٹ پٹایا اور سوچنے لگا کہ اگر وہ یہ جواب دیتا ہے کہ اسلام صحیح مذہب ہے' تو سلطان سوال کرے گا کہ جب تم اسلام کو سب سے سچا مذہب تسلیم کرتے ہو' تو خود اسلام کیوں قبول نہیں کرتے؟ اگر عیسائیت یا یہودیت کو افضل قرار دیتا ہے' تو سلطان برا مانے گا اور نہیں معلوم کیا سزا دے؟ یہودی نے سوال سن کر لمحہ بھر تامل کیا' اور نہایت ادب و عجز کے ساتھ عرض کیا۔

اے سلطان! اس سوال پر مجھے ایک حکایت یاد آگئی ہے۔ ایک بے حد دولت مند باپ تھا۔ اس کے کئی بیٹے تھے' جو سب کے سب نہایت مطیع و فرمانبردار' خدمت گزار اور نیکو شعار تھے۔ باپ کو قدرتی طور پر سب سے بیحد محبت

تھی۔ لیکن ایک بیٹے پر اس کی زیادہ توجہ تھی۔ لیکن اشارہ کنایہ سے بھی ظاہر نہ ہونے دیتا کہ کونسا بیٹا اس کی نگاہ میں دوسروں سے فائق تر ہے اور وہ اسے اپنی خاص انگوٹھی دینا چاہتا تھا۔ مگر یہ بھی نہ چاہتا کہ دوسرے بیٹوں کو پتہ چل جائے اور حسد کرنے لگیں۔ اس لیے اس نے اصل انگوٹھی کے نمونے کی کئی انگوٹھیاں بنوائیں اور وہ خاص انگوٹھی علیحدہ رکھی اور چپکے سے اس بیٹے کو دی۔ جس پر اس کی خاص توجہ تھی اور باقی انگوٹھیاں سب بیٹوں میں تقسیم کر دیں۔ کوئی نہ جان سکا کہ وہ خاص انگوٹھی کس کے پاس ہے۔ لہٰذا مذہب کے متعلق بھی ہر شخص کا یہی خیال ہے۔"

سلطان یہ حکایت سن کر مسرور ہوا' اور یہودی کو خلعت فاخرہ دے کر رخصت کیا۔ جب یہودی کو یہ معلوم ہوا کہ سلطان کی طلبی قرض روپیہ کے لیے تھی۔ تو وہ اشرفیاں خچروں پر لدوا' دربار میں آیا اور خدمت سلطان میں پیش کر دیں۔ سلطان نے دستاویز لکھوا کر اپنی مہر لگا دی۔ جب معرکہ صلیب وہلال سے کامیاب پلٹا' تو یہودی کو بلا کر قرض مع مزید انعامات کے ادا کیا اور جب تک یہودی زندہ رہا' اس پر عنایات سلطانی جاری رہیں۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں فقیر عزیزالدین وزارت خارجہ کے اہم ترین عہدے پر مامور تھا۔ مہاراجہ کو آپ کی ذات پر بے حد اعتماد تھا۔ آپ کے سوا محل میں کوئی دوسرا شخص بلا اجازت نہ جا سکتا تھا۔ فقیر موصوف ایک روز حسب معمول تسبیح بدست محل خاص میں مہاراجہ کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ مہاراجہ بھی اس وقت جواہرات کی مالا لیے رام نام جپ رہے تھے اور اہل ہنود کے طریق پر مالا کے دانے باہر سے اندر کی طرف کھینچے جاتے تھے اور فقیر صاحب مسلمانوں کے دستور کے مطابق تسبیح کے دانے اندر سے باہر کی طرف پھینکتے جاتے تھے۔ مہاراجہ نے فقیر صاحب سے دریافت کیا' کہ مالا کے دانوں کا باہر سے اندر کی طرف کھینچنا بہتر ہے یا باہر کی طرف پھینکنا بہتر ہے؟

یہ ایک ایسا بے ڈھب اور پیچیدہ سوال تھا۔ جس کا جواب بہر دو صورت فقیر صاحب کو مضر پڑتا تھا۔ یعنی اگر مہاراجہ کے طریقے کی تائید کریں' تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ خود کیوں اس کے خلاف کر رہے ہیں؟ اور اگر اپنے طرق سبحہ گردانی کو اچھا کہیں' تو اس میں مہاراجہ کی صریح توہین تھی۔ فقیر صاحب نے کہا "حصول خیر کے لیے باہر سے اندر کھینچنا اچھا ہے۔ اور رفع شر کیلئے اندر سے باہر کو پھینکنا اچھا ہے۔

اسی طرح ایک دفعہ مہاراجہ رنجیت سنگھ' ان کے ولی عہد کھڑک سنگھ اور ولی عہد کھڑک سنگھ کے بیٹے کنور نہال سنگھ محل خاص میں اکٹھے بیٹھے تھے۔ مہاراجہ نے فقیر صاحب سے دریافت کیا' ہم تینوں میں سے زیادہ خوش نصیب کون ہے؟ اب جس کے لیے بھی فقیر صاحب خوش نصیبی کا جواب دیتے ہیں' تو باقی دونوں کی ناراضگی کا موجب ضرور تھا۔ فقیر صاحب نے کہا "مہاراجہ صاحب! میں تو ولی عہد کھڑک سنگھ کو خوش نصیب خیال کرتا ہوں۔ جن کو ایسا باقبال باپ اور ایسا اسم بامسمی نونہال ملا ہے" اس جواب سے تینوں نسلیں خوش ہو گئیں اور فقیر صاحب کی حاضر جوابی اور تدبر و دانائی کا اعتراف کیا۔

عبرت: اب ان کی خوش نصیبی کا انجام بھی سن لیجئے۔ کھڑک سنگھ جو رنجیت سنگھ کا جانشین تھا نے حکم دے دیا کہ فصیل شہر سے باہر جتنے مکان ہیں' سب گرا دیے جائیں۔ چنانچہ حضرت شاہ محمد غوث ؒ کی خانقاہ بھی اس زد میں آ گئی' چونکہ مسلمانوں میں اضطراب پھیلنے کا اندیشہ تھا' اس لیے کنور نہال سنگھ خود سپاہیوں کو لے کر خانقاہ کو منہدم کرنے کے لیے

آیا۔ ابھی بیرونی دیواریں ہی گرائی گئی تھی کہ کھڑک سنگھ مرگیا۔ نہال سنگھ باپ کی لاش کو دفن کر کے واپس آرہا تھا کہ راستے میں ہلاک ہو گیا۔ اور اس قدر وقفہ قلیل ہی میں سب کی خوش نصیبی ختم ہو گئی۔

بیہ یک گردش چرخ نیلو فری نہ نادر بجا ماند و نے نادری

نیز ہر کہ بندگان خدا تنگ کند' باخدائے خویش جنگ کند۔

امیر المومنین خلیفہ ہارون الرشید نہایت حاضر جواب شخص تھا۔ ایک روز اس نے کہا کہ میری تمام عمر میں تین شخصوں نے گفتگو میں مجھ پر غلبہ حاصل کیا۔ اول مادر فضل سہیل' جو کہ اس کے ماتم میں نہایت گریہ و زاری کرتی تھی۔ میں نے اس سے کہا کہ اس کے بجائے میں تیرا بیٹا ہوں اور تجھ کو اس سے زیادہ عزت و احترام اور آسائش و آرام کے ساتھ رکھوں گا' اس نے کہا' ایسے فرزند کی موت پر جس کے باعث مجھے تیرے جیسا با اقبال و فرمانبردار فرزند ہاتھ آئے' کیوں گریہ و زاری نہ کروں۔ دوسرے ایک سیاح نے مصر میں دعوئ پیغمبری کیا اور کہا کہ میں موسیٰ بن عمران ہوں۔ اس کو میرے پاس لایا گیا۔ میں نے کہا کہ موسیٰ بن عمران کے پاس تو معجزات تھے' ید بیضا اور عصا وغیرہ۔ تو بھی کوئی معجزہ دکھلا۔ اس نے کہا موسیٰ نے معجزات اس وقت دکھائے تھے' جب فرعون نے دعوئ خدائی کیا اور کہا "انا ربکم الاعلی" تو بھی دعوی کر' تا کہ میں معجزات دکھاؤں۔ تیسرے ایک علاقہ کے ایک دہقان میرے پاس اس علاقہ کے حاکم کی شکایت لائے' میں نے کہا وہ شخص تو عالم و عادل اور پارسا و امین ہے۔ انہوں نے کہا' واجب ہے کہ اس کے عدل کا فائدہ تمام خلق کو پہنچایا جائے' نہ کہ صرف ہم ہی اس کے فائدے کے ساتھ مخصوص رکھے جائیں اور دوسرے لوگ اس کے عدل و امانت اور علم و پارسائی کے فوائد سے محروم رہیں۔

ایک دن احمد شاہ قاچار والی ایران نے اپنے وزیر حاجی مرزا آقاسی سے پوچھا کہ بتاؤ سامنے والے بڑے حوض میں کتنے پیالے پانی ہے۔ وزیر نے جواب دیا کہ یہ سوال آپ کسی طالب علم سے پوچھیں' جو اس علم کے متعلق کچھ اندازہ رکھتا ہو۔ چنانچہ ایک طالب علم کو بلایا گیا۔ احمد شاہ نے اس سے بھی وہی سوال کیا۔ لڑکے نے دریافت کیا' جناب وہ پیالہ کتنا بڑا ہو گا۔ اگر پیالہ نصف حوض کے برابر ہو گا' تو دو پیالے پانی حوض میں ہو گا۔ اگر پیالہ حوض کا تہائی ہو گا' تو تین پیالے۔ اگر چوتھائی ہو گا' تو چار پیالے۔ علی ہذا القیاس اگر پیالہ ہزارواں حصہ ہو گا' تو ہزار پیالے۔ احمد شاہ اس برجستہ حاضر جوابی سے بہت خوش ہوا اور معقول انعام و اکرام سے نوازا۔

کسی بادشاہ نے ایک ماہی گیر کو آٹھ ہزار اشرفی انعام دیں۔ اشرفیوں کے بھاری وزن کو اٹھا کر جب وہ چلنے لگا' تو ایک اشرفی گر گئی۔ جس کو اس نے پشت پر زیادہ وزن ہونے کی وجہ سے بڑی مشکل سے اٹھایا۔ بادشاہ نے یہ دیکھ کر نہایت خفا ہو کر کہا کہ آٹھ ہزار اشرفیوں کا گراں قدر انعام پالینے کے بعد ایک اشرفی کے لالچ میں اس قدر تکلیف اٹھا رہے ہو۔ ماہی گیر نے عرض کیا "جہاں پناہ! اشرفی کا لالچ نہیں' بلکہ اشرفی پر حضور کے نام مبارک کی وجہ سے اس کی بے ادبی کا خیال ہے کہ پاؤں کے نیچے نہ روندا جائے۔" بادشاہ نے انعام مزید سے سرفراز اور زر فراز کیا۔

فقیر: باؤجی اندھا ہوں' مجھے راہ مولا! ایک روپیہ دے دو۔

باؤ: لیکن ایک آنکھ تو تمہاری بالکل ٹھیک ہے۔

فقیر: تو پھر آپ آٹھ آنہ ہی دے دو۔

اثنائے شکار میں ایک بادشاہ ہرن کے تعاقب میں بہت دور نکل گیا۔ ہرن تیر کھا کر گھنے جنگل میں غائب ہو گیا۔ بادشاہ اپنی ضد کی وجہ سے چاہتا تھا کہ تیر خوردہ زخمی ہرن کا شکار ضرور کرے۔ وہاں پر ایک خدا رسیدہ درویش درخت کے سائے میں مصروف عبادت تھا۔ بادشاہ گھوڑے سے اترا اور درویش کی خدمت میں پہنچ کر پوچھا۔ کیوں بابا صاحب! ادھر کوئی ہرن تو نہیں آیا۔ درویش نے سوچا' اگر ہرن کا پتہ دوں' تو ہرن کی جان جاتی ہے اور اگر یہ کہوں کہ میں نے ہرن کو نہیں دیکھا' تو خواہ مخواہ جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ درویش نے سوچا کہ کسی طرح ہرن کی جان بچائی جائے اور بادشاہ کو ہرن کے شکار سے باز رکھا جائے۔ تھوڑی دیر سوچ کر درویش نے کہا کہ بادشاہ سلامت دیکھنا آنکھ کا کام ہے لیکن وہ بول نہیں سکتی۔ بولنا زبان کا کام ہے لیکن وہ دیکھ نہیں سکتی۔ آنکھوں نے ہرن کو دیکھا ہے۔ لیکن وہ کیسے بتا سکتی ہیں۔ بتانا زبان کا کام ہے' مگر زبان نے دیکھا نہیں۔ لٰہذا وہ کیسے بتا سکتی ہے۔ بادشاہ درویش کا جواب سن کر لاجواب ہو گیا اور آئندہ شکار کھیلنے سے توبہ کر لی۔ درویش کے اس نکتہ نے ہرن کی جان بچالی۔

کریم خاں ولی عہد ایران ایک روز ہجوم دادخواہاں اور فیصلہ مقدمات سے بہت تھک گیا۔ جب اٹھنے لگا' تو ایک شخص نے فریاد کی کہ میرا مال چوری ہو گیا ہے' انصاف فرمایا جائے۔ کریم خاں نے کہا "جب مال چرایا جا رہا تھا' تو اس وقت کیا کر رہا تھا؟" اس نے کہا "میں سو رہا تھا۔" کریم خاں نے کہا "تو کیوں سو رہا تھا؟" اس نے کہا "میں اس غلطی میں رہا کہ تو جاگ رہا ہو گا' (یعنی حفاظت رعایا کا مکمل انتظام ہو گا۔) کریم خاں اس برمحل حاضر جوابی سے خوش ہوا اور اس کے مال کی قیمت ادا کرنے کا حکم دیا اور کوتوال سے کہا کہ چور سے مال برآمد کرا کے اسے سزا کو پہنچانا تمہارا کام ہے۔

سلیمان بن عبد الملک ایک دن شکار کھیلنے کے لیے نکلا۔ وہ بہت ہی شگون کے وہم میں مبتلا تھا۔ جب وہ راستہ پر گزرا تو اسے ایک کانا آدمی ملا۔ اس نے حکم دیا کہ اسے گرفتار کر لو اور اسے ویران کنوئیں میں ڈال دو۔ اگر ہمیں آج شکار مل گیا' تو اس کو چھوڑ دیں گے۔ ورنہ قتل کر دیں گے۔ کیونکہ یہ شخص اس علم کے باوجود کہ ہم شگون لیا کرتے ہیں' ہمیں کیوں ملا؟ پس اس کو ویران کنوئیں میں ڈال دیا گیا۔ سلیمان نے اس دن اپنی زندگی میں سب سے زیادہ شکار پایا۔ اور واپسی پر اس شخص کو کنوئیں سے نکالنے کا حکم دیا۔ جب وہ اس کے سامنے آیا' تو سلیمان نے کہا "اے شیخ! میں نے تجھے بہت مبارک و مسعود پایا" بوڑھے شخص نے کہا۔ "آپ نے سچ کہا ہے۔ لیکن میں نے آپ کے چہرے سے زیادہ منحوس چہرہ کبھی نہیں دیکھا۔" سلیمان ہنس پڑا اور اسے انعام دے کر رہا کرنے کا حکم دیا۔

حضرت اقبال مغفور سے کسی نے کہا کہ ایک شخص نے آپ کے کلام میں کئی غلطیاں نکالی ہیں۔ اقبالؒ نے کہا "تو میں نے کب یہ دعویٰ کیا ہے کہ میرا کلام کلام مجید ہے جس میں کوئی غلطی نہیں۔"

علامہ موصوف کو جب "سر" (نائٹ ہڈ) کا خطاب گورنمنٹ کی طرف سے پیش کیا گیا' تو انہوں نے اس خطاب کو قبول کرنے میں یہ شرط رکھ دی کہ ان کے استاد مولانا میر حسنؒ کو بھی شمس العلماء کے خطاب سے سرفراز کیا جائے کہ ان کی یعنی مولانا کی سب سی بڑی تصنیف خود میں ہوں۔ چنانچہ اس شرط کو پورا کیا گیا۔

بچپن میں استاد نے املا لکھائی' تو علامہ اقبال نے غلط کو "ط" کی بجائے "ت" سے لکھا۔ استاد نے کہا "غلط کا لفظ ط سے لکھا جاتا ہے۔" علامہ اقبال نے کہا غلط کو غلط ہی لکھنا چاہیے۔

"ال" نامہ

السلام علیکم: تم پر سلامتی ہو۔
الجھل موت الاحیاء: جہالت زندوں کی موت ہے۔
العاقل تکفیہ الاشارہ: عقلمند کو اشارہ کافی ہے۔
غرور: غرور عقل کے لئے آفت ہے۔
الادب جنۃ للناس: ادب لوگوں کے لئے ڈھال ہے۔
الحرص مفتاح الذل: حرص' ذلت کی کنجی ہے۔
القناعۃ مفتاح الراحۃ: قناعت' آرام کی کنجی ہے۔
الدین نصیحۃ: دین خیر خواہی کا نام ہے۔
الصورۃ نصف الرزق: حسن صورت نصف رزق ہے۔
الصبر مفتاح الفرج: صبر کشائش کی کنجی ہے۔
الفضل ماشھدت بہ الاعداء: فضیلت وہ ہے جس کی دشمن بھی شہادت دیں۔
القاعدۃ لا ینضبط الا بالدرس: علم ضبط میں نہیں رہتا' جب تک درس جاری نہ رہے۔
الید العلیا خیر من الید السفلی: اوپر والا ہاتھ (یعنی دینے والا) نچلے ہاتھ (لینے والے) سے بہتر ہے۔
الجاھل یرضی عن نفسہ: جاہل اپنے نفس سے راضی ہوتا ہے۔
نقد ادھار سے بہتر ہے۔
الناس باللباس: انسان لباس سے انسان ہے۔
التکبر مع التکبر صدقۃ: متکبر کے ساتھ بہ تکبر پیش آنا صدقہ ہے۔
الناس علی دین ملوکھم: لوگ اپنے بادشاہ کے دین پر ہوتے ہیں۔
القرض مقراض المحبۃ: قرض محبت کی قینچی ہے۔
الحلم بحیتہ فاضلۃ: حلم اچھی خصلت ہے۔
القلم شجرۃ ثمرھا المعانی: قلم ایک درخت ہے۔ معانی اس کا ثمر ہے۔
الدنیا بالوسائل لا بالفضائل: دنیا وسیلہ سے حاصل ہوتی ہے' فضیلت سے نہیں۔
الناس اعداء لما جھلوا: لوگ اس چیز کے دشمن ہوتے' جس سے واقفیت نہیں رکھتے۔

العاقل المحروم خیر من الجاھل المرزوق: عاقل محروم اچھا ہے، امیر جاہل سے۔
القلیل مع التدبیر خیر من الکثیر مع التبذیر: تدبیر کے ساتھ قلیل، فضول خرچی کے ساتھ کثیر سے بہتر ہے۔
الموت تحفۃ للمومن: موت مومن کا تحفہ ہے۔
الطامع گرسنہ بہ جہانے: القانع سیر بہ نانے۔
الاقتصاد فی النفقۃ نصف المعیشۃ: اخراجات میں میانہ روی نصف خوش عیشی ہے۔
العفو عن الظالم جور علی المظلوم: ظالم کو معاف کرنا، مظلوم کے ساتھ ظلم ہے۔
الجمعیۃ راس کل دواء: جمعیت تمام دواؤں کا سر ہے۔
المرء یقیس علی نفسہ: آدمی اپنے نفس پر قیاس کرتا ہے۔
الجنس یمیل الی الجنس: ہم جنس، ہم جنس کی طرف رجوع کرتا ہے۔
الکریم اذا وعد وفی: سخی جب وعدہ کرتا ہے، پورا کرتا ہے۔
الدنیا مزرعۃ الاخرۃ: دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔
الحق یجر علی اللسان: حق بر زبان جاری۔
الانسان حریص علی ما منع: جس سے منع کیا جائے، انسان اس پر زیادہ حریص ہوتا ہے۔
الکفر ملۃ واحدۃ: تمام کافروں کا ایک ہی مذہب ہے۔
المرء یعرف بالمعاملات لا بالصوم والصلوۃ: انسان معاملات سے پہچانا جاتا ہے، نہ کہ روزہ و نماز سے۔
النوم اخت الموت: نیند موت کی بہن ہے۔
الدراھم مع الدراھم تکسب: پیسہ پیسے کے ساتھ کمایا جاتا ہے۔
الادب خیر من الذھب: ادب سونے سے اچھا ہے۔
التانی من الرحمن والعجلۃ من الشیطان: آہستگی رحمن سے ہے اور جلدی شیطان سے۔
الانسان عبد الاحسان: انسان، احسان کا غلام ہے۔
الانسان مرکب من الخطاء والنسیان: انسان، سہو و نسیان کا پتلا ہے۔
الانسان ضعیف البنیان: انسان ضعیف البنیاد ہے۔
الاقارب کالعقارب: قریبی بچھوؤں کی مانند ہیں۔
الغناء مفتاح الزناء: راگ زنا کی کنجی ہے۔
الزناء یخرج البناء: زنا بنیاد کو اکھاڑ دیتا ہے۔
الکاسب حبیب اللہ: پیشہ ور اللہ کو پیارا ہے۔
الصحبۃ موثر: صحبت اثر کیے بغیر نہیں رہتی۔

الولد سر لابیہ: بیٹا اپنے باپ کا راز ہے۔
العالم متحد' والقوم متفرقون: عالم متحد کرتا ہے اور لوگ متفرق ہوتے جاتے ہیں۔
الامین امن والخائن خائف: پاک رہ۔ بے باک رہ۔
الدار ثم الجار: اول خویش بعد درویش۔
الجمال فی اللسان: زبان شیریں ملک گیری۔
الجار قبل الدار: سکونت مکان سے پہلے پڑوسی کو دیکھ لو۔
عیاں: راچہ بیان۔
القلیل یدل علی الکثیر: یک مشت نمونہ خروار۔ یا دال میں سے دانہ۔
القاص لا یحب القاص: بود ہم پیشہ باہم پیشہ دشمن۔
التجربتہ علم العقل: تجربہ عقل کا علم ہے۔
الان کما کان: جو پہلے تھا' سو اب بھی ہے۔
العلم افضل النسب واشرف اللقب: علم بہترین نسب اور بڑا اچھا لقب ہے۔
العلم حجاب الاکبر: علم بہت بڑا پردہ ہے۔
العادۃ طبیعتہ ثانیتہ: عادت' طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔
البخل کریہ۔ الکبر شنیع۔ الکذب قبیح: بخل قابل نفرت' کبر سخت گناہ اور جھوٹ سخت برائی ہے۔
الحقیقتہ موثرۃ من الحکایات: حقیقت افسانوں سے زیادہ موثر ہے۔
الصمت زینتہ العالم وستر الجاھل: خموشی عالم کی زینت اور جاہل کی پردہ پوشی ہے۔
الجوع خیر من الخضوع: بھوک بہتر ہے' عاجزی کے ساتھ مانگنے سے۔
الصمت خیر الحکمتہ: خموشی بہترین حکمت ہے۔
الخط للفقیر مال وللامیر جمال: خوشخطی فقیر کے لئے مال اور امیر کے لئے جمال ہے۔
الشاذ کالمعدوم: شاذ ایسا ہے جیسے معدوم۔
الاکثر فی حکم الکل: کثرت' کل کا حکم رکھتی ہے۔
العالم بالعمل کالقوس بلاوتر: عالم بے عمل مانند بغیر تانت والی کمان کے ہے۔
الزکوۃ افضل الخیرات: زکوۃ بہترین خیرات ہے۔
العدۃ لیوم الشدۃ: مصیبت کے دن کے لئے پیشگی سامان کر لینا چاہئے۔
الصلوۃ افضل العبادات: نماز بہترین عبادت ہے۔
الخبیثات للخبیثین: خبیث خبیثوں ہی کے لائق ہیں۔

العوام کالانعام: عوام چوپایوں کی مانند ہیں۔
الحمار، حرف طریق العلف: گدھا بھی چراگاہ کے راستے سے واقف ہے۔
السفر وسیلۃ الظفر: سفر فتح کا وسیلہ ہے۔
الناس اتباع لمن غلب: لوگ غالب آنے والے کے پیچھے چلتے ہیں۔
السفر سقر: سفر ایک عذاب ہے۔
الرضاء بالقضاء باب اللہ الاعظم: راضی رہنا قضا سے' بڑا دروازہ اللہ کا ہے۔ (علیؓ)
الدین یسر: دین (اسلام) آسان ہے۔
الاستشارۃ عین الھدایۃ: مشورہ صحیح ہدایت ہے۔
القاسم محروم: بانٹنے والا محروم رہتا ہے۔
المقروض مذبوح: قرض دار ذبح کیا ہوا ہے۔
المامور معذور: محکوم معذور ہے۔
المامول خیر من الماکول: امید کھانے سے بہتر ہے۔
الحیاء یمنع الرزق: بے موقع شرم مانع رزق ہے۔
المرء علی دین خلیلہ: آدمی اپنے محبوب کے طریق پر ہوتا ہے۔
العالم متغیر: دنیا بدلنے والی ہے۔
الرزق بالجد لا بالکد: رزق کوشش سے حاصل ہوتا ہے' نہ کہ پریشانی سے۔
البلاء موکل بالمنطق: مصیبت بولنے کی وکیل ہے۔
السلامۃ فی الوحدۃ والآفات فی الکثرۃ: سلامتی تنہائی میں ہے اور آفات مجمع میں۔
الوحدۃ خیر من الجلیس السوء: تنہائی بہتر ہے' برے ہم نشین سے۔
الزنا ام العصیان: زنا گناہوں کی ماں ہے۔
الحیاء من الایمان: حیا ایمان سے ہے۔
الکلام یجرالی الکلام: بات سے بات نکلتی ہے۔
السعی منی والاتمام من اللہ: میری کوشش ہے اور تکمیل اللہ کی طرف سے ہے۔
الانتظار اشد من الموت: انتظار موت سے سخت ہے۔
الفتنۃ اشد من القتل: فتنہ' قتل سے بھی سخت ہے۔
الوقف لا یملک: وقف کسی کی ملکیت نہیں۔
المال ظل زائل: مال ڈھلتی چھاؤں ہے۔

القبض دلیل الملک: قبضہ ملکیت کی دلیل ہے۔
القلیل النافع خیر من الکثیر الضار: تھوڑا نفع بخش، بہتر ہے زیادہ نقصان دہ سے۔
الموت فی طلب النار خیر من الحیاۃ فی النار: آگ کی طلب میں مرنا بہتر ہے، آگ میں زندگی بسر کرنے سے۔
البادی اظلم: پہل کرنے والا ظالم تر ہے۔
اللسان ترجمان القلوب: زبان دل کی ترجمان ہے۔
الاحتیاج امر الاختراع: ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔
القناعۃ افضل الفضاء: قناعت بہترین تونگری ہے۔
درہم سفید روز سیاہ کے لئے ہے عقلمند کو۔
الکذب اعظم الخطایا: جھوٹ تمام گناہوں سے بڑا ہے۔
الحکماء الجہال رسل عزرائیل للاستعمال: جاہل حکیم عزرائیل کے فوری قاصد ہیں۔
التوکل بالعقل: توکل میں عقل سے کام لو۔ باتوکل زانوے اشتر بہ بند۔
الحاسد مھموم: حاسد مبتلائے الم رہتا ہے۔
العبد یدبر واللہ یقدر: بندہ تدبیر کرے، تقدیر رو کرے۔
المومن فی المسجد کالسمک فی الماء: مومن مسجد میں ایسا ہے، جیسے مچھلی پانی میں۔
الصلواۃ معراج المومنین: نماز مومنین کی معراج ہے۔
المزاح فی الکلام کالملح فی الطعام: کلام میں ظرافت طعام میں نمک کی مانند ہے۔
النقود تحل العقود: نقد روپیہ عقدہ کشا ہے۔
الفرق بین المسلم والکافر الصلوۃ: مومن اور کافر میں فرق نماز ہے۔
المنافق فی المسجد کالطیر فی القفص: منافق مسجد میں ایسا ہے، جیسے پرندہ پنجرے میں۔
الرجال قوامون علی النساء: مرد عورتوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔
الاسلام تعظیم لامر اللہ وشفقۃ علی خلق اللہ: "اسلام" احکام الٰہی کی تعمیل اور خلق اللہ پر شفقت ہے۔
اللسان جرمہ صغیر و جرمہ کبیر: زبان کا چمڑا چھوٹا اور جرم بڑا ہے۔
الصلوۃ خیر من النوم: نماز بہتر ہے نیند سے۔
الفقر سواد الوجہ فی الدارین: تنگ دستی دونوں جہانوں کی روسیاہی ہے۔
العلم علمان علم الابدان و علم الادیان: علم دو ہی ہیں، ایک بدنوں کا دوسرا دینوں کا۔
العادۃ لا یرد الا بالموت: عادت موت سے پہلے نہیں چھوٹتی۔
السلام قبل الکلام: بات کرنے سے پہلے سلام کرو۔

اللحم سید الطعام: گوشت کھانوں کا سردار ہے۔

المعاصرۃ سبب المنافرۃ: ہمعصری موجب منافرت ہوتی ہے۔

الخمرام الخبائث: شراب برائیوں کی ماں ہے۔

العلماءورثۃ الانبیاء: عالم لوگ انبیا کے وارث ہیں۔

النصیب۔ یصیب ولو کان تحت الجبلین: نصیب مل کر رہے گا' خواہ پہاڑوں کے نیچے ہو۔

الجھادالاکبر کلمۃ الحق عند السلطان الجائر: بڑا جہاد ہے کلمہ حق کہنا ظالم بادشاہ کے روبرو۔

الصوم نصف الصبر والصبر نصف الایمان: روزہ نصف صبر ہے اور صبر نصف ایمان۔

الایمان اقرار باللسان والتصدیق بالقلب: ایمان زبان سے اقرار و دل سے تصدیق کا نام ہے۔

الدال علی الخیر کفاعلہ: نیکی پر مائل کرنے والا ایسا ہے' جیسا نیکی کرنے والا۔

النامعقول

ضمیمہ ال نامہ

الحاکم: رہزن۔ بے رحم

اللبدر: زیادہ چرب زبان

المرض: تختہ مشق طبیاں

الممسک: رسوائے دنیا و عقبی

الرشوت: دستگیر درماندگان

الراست گو: دشمن ہمہ کس

الناقابل: جد فروش

المرض: پیغام مرگ

العبادت: تکبر با متکبراں

المطیع الکافر: ریش تراشیدہ نماز گزار

الشاعر: گدائے متکبر

الخوشنویس: غلط نویس

الابتر: دختر در ہمسا ئگی عمادر

الخوشامد گو: تازہ روزگار

المبلغات: قاضی الحاجات

البے تعظیم: داماد بے خوش دامن

الملا: دائم گرستہ

الجلوس: لشکر سیاست

الواعظ: آنکہ بر گفتار خود عمل نکند

اغضب خدا: ہمسایہ بد

الصاحب غرض: مجنون

البیوہ: مداح شوہر پیشینہ

الھردیوانہ: بکار خود ہوشیار

المکتوب: نصف الملاقات

الملازمت: اختیار خود فروختن

الوزیر: ہدف تیر آہ بیچارگاں

الخاموشی: نیم رضا

الرومال: نصف الخادم

الحماقت: خود دار دنا تر شمردن

الطبیب: پیکر اجل

الخانہ خراب: زن مسرف در خانہ

القریہ: خواہ مخواہ مرد معقول

الکاتب: نصف العالم
الپشت خم: رہنمائے ملک عدم
الپسر: منتظر میراث پدر
القرض: مقراض المحبت
المقروض: خرد رگل
القرضخواہ: ملک الموت بے اجل

بل نامہ

بے اعتبار وہی شخص نہیں' جو کسی کی امانت کو مار لیتا ہے۔ بلکہ وہ بھی ہے جو کسی کی بات کو دوسروں پر ظاہر کر دے۔
صرف نیک ہی نہ بنئے بلکہ کسی کے ساتھ نیکی کیجئے۔ (تھوربر)
مصیبتیں ہمیں آزار پہنچانے کے لیے نہیں' بلکہ بیدار کرنے کے لیے آتی ہیں۔
گائے اپنی پوجا سے خوش نہیں ہوتی' بلکہ چارے کی خواہشمند ہے۔
اپنے آپ کو دانا نہ سمجھو' بلکہ اس بات کا اندازہ لگا کہ تجھ میں کیا کیا نادانیاں ہیں۔
چور وہی نہیں جو کسی کی چیز چرائے۔ بلکہ وہ ہے' جو جھوٹ بولتا ہے۔ کیونکہ وہ جانی اور سچی ہوئی بات چراتا ہے۔
بلی چوہے کو ثواب کی خاطر نہیں' بلکہ سواد کی خاطر مارتی ہے۔
چور کو مال کھاتے نہ دیکھو' بلکہ اس کو مار کھاتے دیکھو۔

آہستہ خرام بلکہ مخرام زیر قدمت ہزار جان است

قیامت کے روز یہ نہ پوچھا جائے گا' کہ تم نے کیا کچھ پڑھا ہے۔ بلکہ یہ کہ تم نے کچھ کیا ہے۔
دولت مند وہی نہیں' جس کے پاس دولت ہے' بلکہ وہ بھی دولتمند ہے جو قانع ہے۔
دوست وہ نہیں جو صرف حالت بد دیکھ کر متاسف ہو' بلکہ دوست وہ ہے' جو مصیبت کے وقت کام آئے۔
اگر پیٹ کا دھندا نہ ہوتا' تو کوئی جانور جال میں نہ پھنستا' بلکہ خود شکاری بھی جال نہ بچھاتا۔
آدمی کو صرف باتوں ہی سے مت پرکھو۔ بلکہ زیادہ تر اس کے اعمال و خواہشات سے اس کی انسانیت کا اندازہ لگاؤ۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نہ بایدداد دست
اعتمادے نیست برکار جہاں بلکہ بر گردون گردان نیز ہم

ناتعلیم یافتہ ہی بیوقوف نہیں ہوتے' بلکہ وہ تعلیم یافتہ بھی بیوقوف ہوتے ہیں' جو علم کا صحیح استعمال نہیں جانتے۔
پڑوسی کا حق صرف یہی نہیں کہ اس کو ستایا نہ جائے' بلکہ اس کی تکلیف برداشت کرنا بھی ہے۔
بیوقوف کے گلے میں گھنٹی باندھنے کی ضرورت نہیں' بلکہ وہ خود ہی بہت جلد اپنے آپ کو واضح کر دے گا۔

داد اورا قابلیت شرط نیست بلکہ شرط قابلیت داد اوست

ترجمہ: اللہ کی دین کے لئے قابلیت شرط نہیں ہے۔ بلکہ اللہ کی دین شرط قابلیت ہے۔
بادشاہوں کے جاہ و جلال شان و شوکت' امراء کے دولت و مال' حشمت و ثروت اور حسینوں کے حسن و جمال اور

زیب و زینت ہی کو نہ دیکھو' بلکہ بنظر عبرت یہ دیکھو کہ کتنی جلدی چلے جاتے ہیں۔

بے تدبیر وہی نہیں جو مذابیر سوچنے کی عقل نہیں رکھتا' بلکہ وہ بھی ہے جو صرف اپنی ہی تدبیر سے کام لیتا ہے اور کسی سے مشورہ نہیں لیتا۔ اس بات کا خیال نہ کرو کہ کون کہتا ہے' بلکہ یہ دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہے۔

گنہگار خالق و مخلوق دونوں کا نہیں' بلکہ اپنا بھی دشمن ہے۔

لباس میں آرائش کا نہیں بلکہ آسائش کا خیال رکھو۔

دروغ گو کو صرف یہی سزا نہیں ملتی کہ اس کی بات پر کسی کو یقین نہیں ہوتا' بلکہ اصل سزا یہ ہوتی ہے کہ خود اسے کسی پر بھروسہ نہیں ہوتا۔ زندگی محض افسانہ ہی نہیں' بلکہ مجموعہ تضادات ہے۔

بیوقوف وہی نہیں جو جاہل ہے بلکہ وہ ہے' جو روپے کے لیے جان دیتا اور جان کے لیے روپیہ صرف نہیں کرتا۔

کام نہ کرنے سے انسان کو آرام نہیں ملتا' بلکہ بیکار دماغ زیادہ پریشانی اور تکان محسوس کرتا ہے۔

دنیا میں کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی اپنے سے بہتر حالت کو کسی صورت میں بھی بغیر رشک و حسد نہیں دیکھ سکتا۔ بلکہ ہمسروں سے کینہ رکھتا ہے۔

غریب وہ نہیں جس کے پاس دولت نہیں' بلکہ وہ ہے جس کا کوئی دوست نہ ہو۔

بہادر وہی نہیں جو دوسروں کو مغلوب کر سکے بلکہ وہ بھی ہے' جو اپنے آپ کو بچا سکے۔

عابد وہی نہیں' جو شبانہ روز عبادت کرے بلکہ وہ بھی ہے' جو خدمت خلق میں مصروف رہے۔

زندہ وہی نہیں جس کے جسم میں جان ہو بلکہ وہ بھی ہے' جس نے دوسروں کے لیے جان دے دی۔

مرنا بھلا ہے اس کا جو اپنے لیے جیئے　　جیتا ہے وہ جو مر چکا ہو غیر کے لیے
چند روزہ زیست کیوں کہتا ہے یار　　کل کا بلکہ پل کا بھی کیا اعتبار

صرف مجرم کو سزا دینا کافی نہیں بلکہ رازدان کو بھی سزا ملنی چاہیے۔

ملک الموت جان کنی کے واسطے صرف ایک مرتبہ ہی نہیں آتے بلکہ بحالت زندگی بصورت قرضخواہ بھی نمودار ہوتا رہتا ہے۔

نہ نشستہ بگوشہ ازخوف قرض خواہ　　ملک اجل بصورت انساں ندیدہ

جو شخص مقروض نہیں' اس کو طبقہ غربا میں نہیں' بلکہ زمرہ امرا میں شمار کرو۔

ہزار دوستوں کی موجودگی سے خوش نہ ہو' بلکہ ایک دشمن غائب سے خائف رہ۔ (امام شافعیؒ)

دوست سے اپنے حقوق کا خواہاں نہ ہو' بلکہ دوست کے حقوق خود بخود پورے کر۔ (امام شافعیؒ)

وہ شخص احمق نہیں' جو بل چلاتا ہے بلکہ وہ احمق ہے جو احمقوں والے کام کرے۔ (فرنکلین)

انسان صوم و صلوٰۃ سے نہیں پہچانا جاتا' بلکہ معاملات سے پہچانا جاتا ہے۔ (حضرت عمرؓ)

یہ غلط خیال ہے کہ مفلسوں کو مفلسی بے قرار رکھتی ہے بلکہ دولت مندوں کو ہوس دولت ان سے بھی زیادہ بے قرار و پریشان رکھتی ہے۔

ہفت اقلیمے از گرو بادشاہ ہمچناں در فکر اقلیمے دگر

نفس کی خواہش پوری کرنے سے اطمینان نہیں ہوتا بلکہ یہ آگ پر گھی ڈالنے کی مانند ہے۔ جو بجھانے کی بجائے الٹا اس آگ کو تیز کرتا ہے۔ ایک اور ایک دو نہیں' بلکہ گیارہ ہو جاتے ہیں۔

سچی خوشی کوئی پالتو پرندہ نہیں ہے' جو ہر وقت ہمارے پنجرے میں بند رہے' بلکہ وہ عنقائے بلند پرواز ہے' جس کو قابو میں لانے کے لیے بہت کچھ نفس شکنی کی ضرورت ہے۔

یتیم وہ نہیں جو والدین کے سائے سے محروم ہو گیا ہے' بلکہ یتیم درحقیقت وہ ہے' جو اخلاق کی نگرانی سے محروم ہے۔ (حضرت علیؓ) غم و غصہ اتنا نہ کرو کہ وہ تمہیں کھا جائے' بلکہ اتنا کرو کہ تم اسے کھا جاؤ۔

غیبت صرف زبان ہی سے نہیں' بلکہ قلم سے بھی ہوتی ہے۔ اور اشارہ و کنایہ سے بھی۔

صرف باتوں ہی کا حکیم نہ ہو بلکہ قول و عمل دونوں کا حکیم ہو کہ قولی حکمت دنیا میں اور عملی حکمت آخرت میں کام آئے گی۔ (افلاطون) صرف زبان ہی سے شکر کافی نہیں' بلکہ اپنے عمل سے بھی ظاہر کرو۔

ہم نہیں وہ جو کریں قتل کا دعویٰ تم پر بلکہ پوچھے گا اللہ بھی تو مکر جائیں گے۔

باتیں بنانا اور کام کچھ نہ کرنا' طلب نہیں کہلاتی بلکہ سراسر ہوس ہے۔

دانا لوگ دوسروں کے متعلق بری باتیں فوراً نہیں مان لیتے بلکہ کان بھی نہیں دھرتے۔

شرافت و نجابت کوئی ماں کے پیٹ سے لے کر نہیں آتا۔ بلکہ سب برابر ہوتے ہیں۔ لیکن جو اپنے اخلاق و عادات اور دل و دماغ کی حالت کو اچھا کر لیتا ہے۔ وہی اصلی شریف و نجیب ہو جاتا ہے اور جو خراب کر لیتا ہے وہ کمین و رذیل بن جاتا ہے۔

لوگ اپنی برائی سے نہیں بلکہ برائی کے نتائج بد سے بچنا چاہتے ہیں۔

کسی سے اپنے استقبال کا خواہاں نہ ہو' بلکہ خود موت کے استقبال کے لیے تیار رہ۔

عیب کرنے والا ہی بد نہیں بلکہ عیب کو ظاہر کرنے والا بھی بدترین ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ برے آدمی سے کسی کو نقصان پہنچے' بلکہ اس کا برا نمونہ ہی نظام قدرت میں خلل انداز ہے۔

ہر شخص صرف اپنے لیے نہیں پیدا کیا گیا بلکہ ایک دوسرے کے مدد کے لیے۔

اپنی بہتری کا خیال نہ کرو بلکہ دوسروں کی خوشنودی کو افضل سمجھو۔

ظالم وہی نہیں جو کسی پر ظلم کرے بلکہ وہ بھی ہے' جو باوجود قدرت کے اس کو ظلم سے نہیں روکتا۔

احسان نہ رکھ کہ خدمت سلطان کرتا ہوں۔

دلی سکون خواہشات کے پورا ہونے میں نہیں' بلکہ خواہشات کے روکنے میں ہے۔

خوش خلقی کا اجر صرف قیامت ہی کے لئے مخصوص نہیں' بلکہ دنیا میں بھی انسان کے لیے ذریعہ راحت ہے۔

ہجر کی رات بری روز وصال اچھا ہے بلکہ جس سال میں یہ دن ہو وہ سال اچھا ہے

دنیا نے یہ محسوس کرنا شروع کر دیا ہے کہ کسی قوم کی دولت سیم و زر نہیں بلکہ اس کے افراد ہوتے ہیں۔

تنگدستی کی شکایت نہ کر' بلکہ تندرستی کا شکر گزار ہو' جس کے مقابلے میں تمام نعمت ہائے دنیوی ہیچ ہیں۔

دکھ خود بخود پیدا نہیں ہو جاتا بلکہ عموماً گناہ کی پیداوار ہے۔ گناہ چھوڑ دو' دکھ خود بخود دور ہو جائے گا۔

اے دلہن! لباس شادی پر ناز نہ کر بلکہ اس تکلیف پر غور کر' جو تجھے آئندہ پیش آنے والی ہے۔

پردہ مستورات کے مخالفین کے ساتھ مباحثہ مت کر' بلکہ ان کی اس غیر فطرتی بے غیرتی پر اظہار ماتم کے طور پر "اناللہ وانا الیہ راجعون" پڑھ کر خاموش ہو جا۔

جب تک ہم میں ہے قومی خصلت باقی — بے شک ہے پردے کی ضرورت باقی
چالیس برس کی بات ہے یہ شاید — بعد اس کے رہے گی پھر نہ حجت باقی
بے پردہ' دختراں سے یہ امید ہے ضرور — ناچے دلہن خوشی سے خود اپنی برات میں

مردوں کی نظر میں عورت کا صرف چہرہ ہی ننگا نہیں بلکہ وہ مادر زاد برہنہ نظر آتی ہیں اور چشم زدن کے عرصہ قلیل میں تصور تمام مراحل کو طے کر لیتا ہے جس کو آنکھ کا زنا کہا جاتا ہے۔ شرع پاک میں اسی لئے عورت پر قصداً نظر ڈالنے کو حرام قرار دیا ہے۔

بخت و دولت' شادمانی و کامرانی صرف محنت و کوشش اور ہنر مندی ہی پر منحصر نہیں۔ بلکہ زیادہ تر اس کا دار و مدار پانسے پر ہے' جس کا دوسرا نام تقدیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیشمار اہل کمال' ہنر مند مدت العمر مبتلائے افلاس و فلاکت رہتے ہیں اور محنت و کوشش کرنے والے بھی بعض اوقات ناکام رہتے ہیں۔

محبتیں خاک میں مل جاتی ہیں — دعائیں افلاک میں مل جاتی ہیں

برخلاف اس کے بعض لوگ نہ کچھ محنت و کوشش ہی کرتے ہیں' نہ ہی اہل ہنر ہوتے ہیں بلکہ عقل و خرد سے بھی عاری' نہایت خوشحالی و شادمانی سے زندگی بسر کرتے ہیں۔

بخت و دولت بہ کار دانی نیست — جز بہ تائید آسمانی نیست
کیمیا گر بہ غصہ مر دو رنج — ابلہ اندر خرابہ یافتہ گنج

کتاب کا مطالعہ کرتے وقت زباندانی و انشاپردازی پر توجہ کی ضرورت نہیں بلکہ خیالات پر توجہ دی جائے۔

نہ قرض خواہ بنئے نہ مقروض' کیونکہ قرضہ اکثر نہ صرف خود بھی ضائع ہو جاتا ہے' بلکہ دوستوں کو بھی جدا کر دیتا ہے۔

عادت انسان کے ماتحت نہیں' بلکہ انسان عادت کے ماتحت ہو جاتا ہے۔

موت سے خوف نہ کر' بلکہ زندگی سے ڈرتا رہ' جس میں ہزار آفات پوشیدہ ہیں۔

کھانے کی لذت اس کی عمدگی پر نہیں بلکہ بھوک کی شدت پر منحصر ہے۔

گر نان خشک دیر خوری گل و شکر بود۔

اچھا وہی نہیں' جس کے ہم صحبت اچھے ہوں بلکہ سب سے اچھا وہ ہے' جس کا کوئی ہم صحبت ہی نہ ہو۔

عورت صرف نصف جان ہی نہیں' بلکہ نصف الایمان بھی ہے۔

فقیر وہ نہیں جو خلق سے مانگے اور خالق کی عبادت کرے بلکہ فقیر وہ ہے جو خالق سے مانگے اور خلق کی خدمت کرے۔

حضرت آدمؑ انسان تھے۔ انہوں نے گندم اس لیے نہیں کھائی کہ یہ انہیں مرغوب تھی بلکہ اس لیے کہ اس کا کھانا ممنوع تھا۔ الانسان حریص فی مامنع۔ سلطنت کفر سے نہیں' بلکہ ظلم سے جاتی ہے۔

شرک ظاہر بتوں کی پرستش ہی نہیں بلکہ شرک باطن مخلوق پر بھروسہ رکھنا بھی ہے۔

گناہ اس لیے نقصان دہ نہیں کہ اس کی ممانعت کی گئی ہے بلکہ ممانعت ہی اس لیے کی گئی کہ یہ نقصان دہ ہے۔

تکبر خوش پوشی اور اچھی حالت رکھنے کا نام نہیں بلکہ لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے۔

عورت سے خلوت کرنا ہی معصیت ہے اگرچہ زنانہ کرے بلکہ ایسی جگہ کھڑا ہونا بھی گناہ ہے جو عورتوں کی گزرگاہ ہے۔

اطاعت کے لیے صرف گردن جھکانا کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ بخشش کا ہاتھ بھی شریک کر۔

دوستی کے لیے ہم خیال ہونا ہی کافی نہیں بلکہ موافق الحال ہونا بھی ضروری ہے' ورنہ یگانگت و موافقت معلوم۔

جوانی عمر کے کسی مخصوص حصہ کا نام نہیں بلکہ محض ایک ذہنی کیفیت کا نام ہے۔

بھائی بہن یا قریبی رشتہ دار جو صاحب نصاب نہ ہوں' اس کو زکوٰۃ دینا درست بلکہ افضل ہے۔

جوانمردی اپنا بوجھ دوسروں پر رکھنا ہی نہیں بلکہ جو کچھ اپنے پاس ہو' اسے بھی خرچ کرنا ہے۔ (جنیدؒ)

سخاوت یہ نہیں کہ اپنے بہت سے مال میں سے تھوڑا سا مستحق کو دے دیا جائے بلکہ سخاوت کا مطلب اپنی استطاعت سے زیادہ دینا ہے اور فقر ضرورت سے کم لینے میں ہے۔

امید فردا کے موہوم خیالات سے اپنا دل خوش نہ کرتے رہو' بلکہ ناگہانی اور غیر متوقع مصائب فردا سے بھی ڈرتے رہو' جو ہمیشہ اور ہر وقت انسان کے سر پر منڈلاتی رہتی ہے۔

مصرف طائران چمن ہیں کلیل میں صیاد تانت باندھ رہا ہے غلیل میں

الم آباد دنیا

قید حیات و بند و غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

ایک شخص اس امر کا جویا تھا کہ آیا دنیا میں کوئی بندہ الٰہی بے فکر و بے غم بھی ہے۔ جابجا جستجو کرتا ہوا ایک شہر میں جا پہنچا۔ وہاں ایک باغ نظر آیا۔ صحن چمن میں ایک کم سن نوخیز امیرزادہ کے گرد و پیش غلامان خوش اندام کمربستہ کھڑے ہیں۔ مطربان خوش الحان گاتے اور وہ امیرزادہ جڑاؤ جھولے کے اندر جھول رہا ہے۔ انواع و اقسام کا سامان عیش و طرب مہیا ہے۔ یہ سماں دیکھ کر اس کی سمجھ میں آیا کہ اب مدعا پایا۔ یہ خوش نصیب ضرور بے فکر و بے غم ہے۔ اس نے امیرزادے سے کہا "ماشاء اللہ! تمام جہاں میں ایک آپ کو دل شاد پایا ہے۔" امیرزادے نے کہا "میاں صاحب! کس خیال میں ہو؟ آج شب میرے پاس ٹھہرو اور احوال واقعی سنو۔"

جب سے اس عالم فانی میں ہوئے ہم پیدا کشور دل میں اسی دن سے ہوا غم پیدا

آرام سے ہے کون جہاں خراب میں | گل سینہ چاک اور صیاد اضطراب میں

الختصر رات کو امیر نے پوچھا کہ میاں صاحب! کیا کہتے تھے؟ اب کہیئے۔ اس نے کہا مدت سے اس تجسس میں صحرانوردی اختیار کی ہے کہ الٰہی! اس عالم میں بے فکر و بے غم آدمی بھی ہے؟ لیکن افسوس کسی کو نہ پایا۔ البتہ آپ کو دیکھ کر شکر اللہ تعالیٰ کا بجالایا کہ بھلا ایک تو بے فکر و بے غم پایا۔

امیر نے یہ سن کر آہ بھری اور کہا "میاں صاحب! مجھ جگر خستہ و دل شکستہ کا حال نہ پوچھیئے۔ والدین نے بڑے ناز سے مجھے پرورش کیا، بچپن میں شادی کر دی۔ بیوی خوبصورت و نیک سیرت ملی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ لڑکے جو کھیل رہے ہیں، عطا فرمائے۔ قضارا وہ نیک بخت مرض مہلک میں مبتلا ہو کر مر گئی۔ چند روز درد و غم رہا، آخر صبر آ گیا، پھر نکاح ثانی کیا۔ دوسری بیوی پہلی سے بھی زیادہ حسین، نیک سیرت اور وفادار پائی۔ نہایت خوشی سے زمانہ گزرنے لگا۔ کچھ عرصہ بعد وہ بیمار پڑ گئی۔ امید زیست باقی نہ رہی۔ میں رونے لگا۔ اس نے کہا "کیوں روتے ہو؟ اگر میں مر جاؤں تو اپنی جان سے جاؤں گی، تم اور لے آؤ گے۔ آخر مجھ سے پہلی بیوی پر بھی تو تم عاشق تھے۔" جب میں نے یہ بات سنی، تو غصے میں آ کر اسی کے روبرو اس بیخ فساد کو دور کر کے کہا کہ بس اب تو دوسری بیوی نہ لا سکوں گا۔ اب نیرنگ قدرت دیکھیے کہ ادھر میں نے یہ حرکت کی، ادھر اس کو صحت ہو گئی، آخر وہ اچھی ہو گئی۔ اب ہم دونوں عجیب حسرت و افسوس میں گرفتار ہیں کہ جس کا بیان محال ہے۔ آپ ہی انصاف فرمائیں کہ مجھ سا کوئی اور بھی دنیا میں دکھی ہے۔

دریں دنیا کسے بے غم نہ باشد | اگر باشد بنی آدم نہ باشد
حساب آب و دانہ حشر میں ہو گا، تو کہہ دوں گا | پیا ہے عمر بھر خون جگر، غم میں نے کھایا ہے
سراسر گرد گیتی گر دوی | نیابی ہیچ کس را شاد مانہ
برائی کی نہیں لیتے ہم ایسے ہیں ہم ایسے ہیں | مگر ہم جتنے ہیں بیزار دنیا سے کم ایسے ہیں
مری ہر وقت کی افسردگی ہے باریاروں پر | مگر میں کیا کروں اس کو خدا شاہد غم ایسے ہیں
شکل اطمینان کب اس عالم فانی میں ہے | کامیابی بھی جہاں ہے اک پریشانی میں ہے

حکماء و فلسفی اور دانایان روزگار اکثریت نے انسانی زندگی میں رنج و الم کے حصے کو خوشی و مسرت سے کئی گناہ زیادہ بتایا ہے۔ تجربات و مشاہدات بھی اس مقولے کے شاہد عدل ہیں۔ اسی نکتہ اور اسی فلسفہ کی طرفداری میں قدیم باشندگان تھریس بچے کی پیدائش پر آہ و زاری کیا کرتے تھے۔ اسی احساس و جذبہ نے بہت سے عقلمند انسانوں کو اس قاعدے کا پابند بنا دیا تھا کہ وہ اپنی پیدائش کے دن کو بجائے سالگرہ کی تقریب منانے کے "یوم حزن" قرار دیتے ہیں۔ افلاطون اپنے مقالے میں سقراط کی زبان سے کہلاتا ہے۔ "اگر موت ہمیشہ کے لیے فقدان شعور و عدم احساس کا نام ہے تو یہ ایک نعمت بے بہا ہے۔" ہومر نے بھی ہم آہنگی کے طور پر یہ نعرہ لگایا تھا کہ "دنیا میں انسان سے زیادہ کوئی مغموم و محزون و محتاج ہستی نہیں۔" کسی فارسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

در عالم بے وفا ہیچ کس خرم نیست | شادی و نشاط در بنی آدم نیست
آں کس کہ دریں جہاں اور اغم نیست | یا آدم نیست یا اندریں عالم نیست
وہی الم وہی سوز جگر فغاں بھی وہی | وہی زمیں کا چلن دور آسماں بھی وہی
بھرا ہوا ہے مضامین غم سے مکتب دہر | فلک کا کورس بھی وہی میرا امتحاں بھی وہی

شیکسپیئر کہتا ہے کہ "اگر انسان اپنے نوشتہ تقدیر کو پڑھے اور زمانے کی گردش کو دیکھے کہ کس طرح اتفاقات زمانہ ہیں' تو مسرور ترین نوجوان بھی اپنی کتاب زندگی کو بند کرنے پر مائل ہو جائے۔

اس انجمن میں آکر راحت نصیب کس کو — پروانہ بھی جلے گا اور شمع بھی جلے گی
حادثے اپنے طریقوں سے گزرتے ہی رہے — کیوں ہو ایسا' یہ ہم تحقیق کرتے ہی رہے
حدیث عافیت کیسی' امیدوں کا محل کیسا — ہجوم یاس میں دل کے لیے طول امل کیسا
فلک سے شکوہ جو روستم کیا — زمیں چکر میں جب خود ہے تو ہم کیا

تسلط الم

گل گریباں چاک ہیں گلشن میں شبنم اشکبار — کس پریشانی میں ہے سنبل کا جامہ تار تار
قمری گلزار کی گردن میں ہے کیوں طوق غم — نرگس بیمار گلشن کو کس کا انتظار
دن کا چہرہ کس کے درد عشق سے ہے رنگ زرد — کی سیہ پوشی یہ کیوں لیلائے شب نے اختیار
عشق اس غم میں کہ ہوں دنیا میں محروم اثر — حسن کو یہ فکر بس دو دن کی ہے میری بہار
بہ پڑیں دنیا میں نالوں سے زمیں کی ندیاں — اشک ہائے کوہ جاری ہیں بشکل آبشار
ٹکڑے ہوتا ہے جگر سن کر پپیہے کی صدا — اللہ اللہ کتنی غم افزا ہے گلبانگ ہزار
باغ میں ہے کس قدر کوئل کی کو کو درد ریز — کس کا درد جستجو رکھتا ہے اس کو بے قرار
گل بظاہر ہنستے ہیں کرتے ہیں لیکن زہر خند — اپنی ہستی دیکھ کر گلزار میں ناپائیدار
دل کی آنکھوں سے ذرا غمخانہ عالم کو دیکھ — غم کی اک تصویر ہے ہستی کی یہ ساری بہار
خندہ عشرت ہے اے دل گریہ غم کا پیام — بس خزاں کی مختصر تمہید ہے فصل بہار
عیش کامل گلشن ہستی میں ہے عنقا صفت — پھول ہنستے ہیں تو ہو جاتی ہے شبنم اشکبار
غم کی بے باکی نہیں مخلوق پر کچھ منحصر — ہے خدا غمخوار بھی بندوں کا گر ہے قہر بار
غم کی یہ ہر دلعزیزی عام ہے اے تاجور — غم کے دلدادہ ہیں سب پروردہ پروردگار
غم کی عالمگیریاں چھائی ہوئی ہیں چار سو — ہے بس اس غم کی جہانگیری کا سب پر اقتدار

صحت کی قیمت

ایک بادشاہ کو ریاح خارج نہ ہونے کے باعث سخت تکلیف رہتی تھی' شکم ہمیشہ بھرا رہتا تھا۔ شاہی طبیبوں نے ہر چند علاج معالجہ میں بہت کوشش کی۔ لیکن بجائے تخفیف کے مرض تقویت پکڑتا گیا۔ آخر کار اطبائے دربار سے مایوس ہو کر ایک گراں قدر انعام اس مرض کے دفعیہ کے لیے عوام میں مشتہر کر دیا۔ رعیت کے طبیبوں نے بہت کچھ اپنی اپنی

حکمت آزمائی کی' لیکن سب بے سود۔ جوں جوں مرض بڑھتا جاتا تھا۔ موعودہ و مشتہرہ رقم انعام بھی بڑھتی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ انعام کی مقدار نصف سلطنت تک مقرر کر دی گئی۔ لیکن پھر بھی اس انعام کے حاصل کرنے میں کوئی شخص کامیاب نہ ہو سکا۔ دردِ سر کا علاج تاج سے نہیں ہوتا۔ "ایک خدا رسیدہ فقیر کو بھی یہ حال معلوم ہوا۔ اس نے بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ پوری سلطنت دے دے' تو میں علاج کرنے کو تیار ہوں۔" بادشاہ نے ایسے تکلیف دہ مرض کی موجودگی میں بادشاہت کے مقابلے میں بحالت صحت محنت و مزدوری کرنے کو بدرجہا ترجیح دی۔ اس لیے بیمار بادشاہ سے تندرست کتا اچھا ہے اور پوری سلطنت دینے پر رضامند ہو گیا۔ فقیر نے دعا کی اور بظاہر کوئی دوا بھی دے دی۔ بادشاہ کو ریاح خارج ہونے سے شفا مطلق حاصل ہو گئی اور اس موذی مرض سے کلی طور پر نجات پائی' تو حسب وعدہ فقیر کو تاج و تخت سنبھالنے کے واسطے بلایا۔ فقیر نے جواب میں کہلا بھیجا کہ اے بادشاہ! یہ تاج و تخت تجھی کو مبارک ہو۔ میں ایسی بے حقیقت اور ناکارہ چیز کو لینا نہیں چاہتا کہ جس کی قیمت صرف "ہوائے شکم" کا خارج ہونا ہے۔"

جتنے سخن ہیں سب میں یہی ہے سخن درست ہے اولین نعمت دنیا میں تن درست

ایک مفلوک الحال کثیر العیال شخص جو کہ ایک آنکھ سے بھی محروم تھا' ہمیشہ اپنی تنگی معاش اور زبوں حالی کا شاکی رہتا۔ آخر کار لاچار ہو کر وہ تلاش معاش کے سلسلہ میں ایک ایسی ولایت میں پہنچا' جہاں کے بادشاہ کی ایک آنکھ صدمے سے ضائع ہو گئی تھی۔ حکمائے بادشاہی نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر ایسے شخص کی آنکھ دستیاب ہو سکے' جو کہ ہر پہلو سے آپ کے عین مشابہ اور جسامت ہو' تو ہم آپ کی اصلی آنکھ کے مطابق اس کو صحیح طور پر نصب کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ جس کی بینائی اصلی آنکھ کے مطابق ہو گی۔ لیکن باوجود تلاش بسیار ایسی آنکھ دستیاب نہ ہو سکی' جو اس سے مطابقت کھا سکے۔ بادشاہ نے اپنے حکیم خاص کو دروازہ شہر پر متعین کر دیا' تاکہ ایسی مشابہ آنکھ والا اگر کوئی شخص نظر آئے' تو حضور شاہ میں پیش کیا جائے۔ اتفاق سے وہی یک چشم تنگ حال شخص جب دروازہ شہر سے گزرا' تو حکیم کو اس کی آنکھ مطلوبہ پیمانے کے مطابق نظر آئی۔ اس کو بادشاہ کے روبرو پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے لاکھوں روپے پیش کر کے اس شخص سے آنکھ طلب کی۔ لیکن اس نے کہہ کر انکار کر دیا' کہ آپ کا اپنی ایک آنکھ کے عوض لاکھوں روپے دے کر دوسرے شخص کو کلیتہً بینائی سے محروم کر دینا' سراسر بعید از انصاف ہے۔ نیک دل بادشاہ نے جبر کو نامناسب اور بے انصافی خیال کرتے ہوئے اپنے ارادے سے درگزر اور اپنی ایک آنکھ کو ہی غنیمت خیال کیا۔ اور اس شخص کو انعام دے کر رخصت کیا اور یہ شخص شکوہ و شکایت چھوڑ کر اپنی صحت و بینائی کی نعمت عظمیٰ کی صحیح قدر و قیمت سمجھ کر ہمیشہ کے لیے شکر گزار بندہ بن گیا۔ دنیا میں بہت کم ایسے لوگ ہیں' جو کہ صحت و وقت کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ لگا سکیں۔

دل جوئی

امیر ماموں کے عہد کا ذکر ہے کہ ایک اعرابی ریتلے کھل میں رہا کرتا تھا۔ اس نواح کے سب کنوئیں کھاری تھے۔ پانی آسمان سے بھی برستا' تو شور زمین کے سبب کھاری ہو جاتا۔ وہاں کی خلقت نے میٹھے پانی کا مزا بالکل نہ چکھا تھا۔ ایک

دفعہ وہاں قحط پڑا۔ ہر کوئی کہیں کا کہیں نکل گیا۔ اس اعرابی نے بھی اس علاقے سے مسافرت اختیار کی۔ اس خیال سے کہ امیر کے پاس التجا لے جائے۔ امیر ان دونوں کوفہ کے قرب و جوار میں لب آب فرات شکار کھیل رہا تھا۔ جب یہ اعرابی اپنے علاقے کی حدود سے باہر کسی گاؤں کے نزدیک پہنچا' تو دیکھا کہ ایک گڑھے میں بارش کا پانی جمع ہے۔ اس نے اس میں سے کچھ پیا تو تعجب کیا کہ دنیا میں ایسا میٹھا پانی بھی ہوتا ہے۔ ہو نہ ہو یہ بہشت کا پانی ہے۔ جو پروردگار نے میری خاطر جنت سے اتارا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ یہاں سے مشک بھر کر امیر کے پاس لے جاؤں' تو وہ خوش ہو کر مجھے انعام دے گا۔ آخر چند روز کے بعد وہ پانی لے کر امیر کی خدمت میں پہنچا۔ امیر نے پوچھا کہ کہاں سے آیا؟ کہا فلاں علاقہ سے' اور ایک تحفہ بھی لیتا آیا ہوں۔ جو کسی بادشاہ کو میسر نہ ہو گا۔ یہ پانی خلد کا خوش ذائقہ ہے۔ امیر عقل مند تھا دریافت کر کے کہا' اچھا دے جو میں پیوں۔ اعرابی نے وہ مشک آگے رکھ دی۔ امیر نے ایک چلو اس میں سے پیا اور باقی کو کوزوں میں بھروا لیا اور کہا' تیری حاجت کیا ہے؟ بولا' اے امیر! قحط نے مجھے بے وطن کر کے دربدر کر دیا ہے۔ اب تیرے دامن کا آسرا لیا ہے۔ امیر نے کہا' میں تیری حاجت روائی کرتا ہوں۔ بشرطیکہ تو یہیں سے پلٹ جائے اور آگے نہ بڑھے۔ وہ اس بات پر راضی ہوا۔ پھر امیر نے وہ مشک زر سے پر کر دی اور بدرقہ ہمراہ دے کر اسے رخصت کر دیا۔ تب مقربوں نے پوچھا کہ اسے یہیں سے واپس کر دینے میں کیا حکمت تھی؟ فرمایا کہ اگر وہ چند قدم اور بڑھتا' فرات کا پانی پیتا تو ایسا تحفہ لانے سے خجالت کھینچتا۔ مجھے حیا آئی کہ کوئی میرے پاس تحفہ لا کر شرمندہ ہو۔

دل بدست آور کہ حج اکبر ست — ازہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
گو لاکھ بار سبحہ و زنار توڑیئے — پر دل کسی بشر کا نہ زنہار توڑیئے
ازپا شکستگان طلب کعبہ مشکل است — واں کعبہ کہ دست و بد کعبہ دل است

قضائے آسمانی

کہتے ہیں کہ امیر مہدی کے عہد میں ایک دفعہ سخت قحط پڑا۔ ہر چند کہ امیر نے خزانے کا منہ فی سبیل اللہ کھول دیا' اور غلہ کے انبار وقف عام کر دیئے۔ لیکن قحط کی مصیبت کم نہ ہوئی۔ اس سبب سے امیر کو خلقت کی یہ حالت دیکھ کر اپنی جان شیریں بھی تلخ معلوم ہوئی۔ نہ پیٹ بھر کر کھانا کھاتا' نہ چین سے بچھونے پر سوتا۔ ایک روز بستر پر حیرت و حسرت زدہ سا لیٹا ہوا تھا۔ خادم پاس بیٹھا ہوا تھا۔ فرمایا کہ کوئی کہانی کہہ کہ دل بہلے اور کچھ غم غلط ہو۔ خادم نے کہا کہ غلام کی کہانی شہنشاہ کی سماعت کے کب لائق ہے؟ فرمایا مضائقہ نہیں' جیسے تجھے یاد ہو' بیان کر۔

خادم کہنے لگا کہ ہند کی سرزمین کے کسی بیابان میں ایک شیر ژیاں رہا کرتا تھا اور سب درندے جنگل کے اس کی خدمت میں حاضر رہتے۔ ایک دن لومڑی نے اس شیر سے کہا کہ تو ہمارا بادشاہ ہے اور ہم تیری رعیت۔ بادشاہ پر رعیت کی رعایت بہر صورت لازم ہوا جب ہے۔ اب مجھے ایک ضروری سفر درپیش ہے۔ بغیر جانے کے بن نہیں پڑتی مشکل یہ ہے کہ میرا ایک بچہ ہے' میں چاہتی ہوں کہ وہ تیرے سپرد کروں تا کہ تو اس کو اپنی پناہ میں رکھے اور کسی دشمن

کا جنگل اس تک نہ پہنچ پائے۔ شیر نے یہ بات قبول کی۔ لومڑی اپنا بچہ اس کے حوالے کر کے سفر پر روانہ ہو گئی۔ شیر نے اس بچے کو اپنی پیٹھ پر بٹھالیا۔ تاکہ کوئی درندہ اسے گزند نہ پہنچا سکے۔ ناگاہ ایک عقاب اپنا طعمہ تلاش کرتا ہوا اڑتا پھر رہا تھا۔ اس کی نگاہ لومڑی کے بچے پر پڑی اور شیر کی پیٹھ پر سے جھپٹا مار کر اس کے بچے کو لے اڑا۔ جب لومڑی سفر سے واپس آئی' تو بچے کو نہ دیکھ کر شیر سے بولی "کیا تم نے یہ عہد نہ کیا تھا کہ میں تیرے بچے کی حفاظت قرار واقعی کروں گا۔" شیر نے کہا "البتہ میں نے ذمہ لیا تھا کہ کوئی جانور زمین کا اس کا قصد نہ کرنے پائے۔ لیکن جو بلائے ناگہانی آسمان کی طرف سے نازل ہو' تو میرا کوئی ذمہ نہ تھا۔" امیر نے جب یہ کہانی یہاں تک سنی' تو اٹھ بیٹھا اور رو رو کر جناب کبریائی میں التجا کرنے لگا کہ الہیٰ! جو کچھ فتنہ و فساد زمین سے اٹھے تو اسے دفع کروں۔ مگر قضائے آسمانی قدرت یزدانی میں بندہ ناچیز سے کیا ہو سکتا ہے۔ آخر اللہ کے فضل و کرم سے وہ قحط چند روز میں دفع ہو گیا۔

قفل در قبول نہ کھولے بعید ہے — انسان کے پاس دست دعا ہی کلید ہے
کیوں دعا اپنی نہ ہو باب ظفر کی کنجی — گر یہ ہے قفل در گنج اثر کی کنجی

ضرب الامثال

المثل فی الکلام کالملح فی الطعام

ضرب الامثال	مفہوم
کال کے ہاتھ کمان' بچہ بچے نہ جوان۔	موت کسی کو نہ چھوڑے گی۔
ہری کھیتی گابھن گائے' تب ہی جانئے منہ میں آئے۔	ہزار آفت کا احتمال ہے' قبضہ ہی میں آجائے' تو اطمینان ہوتا ہے۔
ہاتھ میں لیا کانسہ تو روٹی کا کیا سانسہ۔	جب گدائی اختیار کی' تو روٹیوں کی کیا کمی۔
لاٹھی کو لاکھ گھن کھا جائے' ہنڈیا توڑنے کو کافی ہے۔	زبردست کتنا ہی ہارا ہو' زیردست کے ستانے کو کافی ہے۔
کوٹھی اناج کو توالی راج۔	غریب کی یہی تونگری ہے۔
بھیڑ بھی کالی بھینس بھی کالی۔	ادنیٰ و اعلیٰ سب کی قدر و قیمت یکساں۔
آدمی آدمی انتر' کوئی ہیرا کوئی کنکر۔	آدمی ہر قسم کا ہوتا ہے' کام کا اور نکما' نیک اور بد۔
بال ہٹ' راج ہٹ' تریا ہٹ نہیں ٹلتے۔	بچہ' راجہ' عورت جس بات پر اڑ جاتے ہیں کر کے چھوڑتے ہیں۔
زبردست کی جورو سب کی دادی' غریب کی جورو سب کی بھابی۔	غریب کو ہر کوئی دبالیتا ہے۔
کھانے کو بسم اللہ' کام کو استغفر اللہ۔	کام چور' حرام خور۔
بھوک نیامت (نعمت) قرض قیامت۔	ذلت قرض سے فاقہ کشی کی معیبت اچھی۔

جیتا سوہارا، جوہارا سو مارا۔	قماربازی اور مقدمہ بازی کا یہی انجام ہے۔
چلتی کا نام گاڑی، نہیں تو ایندھن۔	کام دے تو چیز، ورنہ کچھ بھی نہیں۔
حمایتی گدھی عراقی گھوڑے کے لات مارتی ہے۔	مدد پاکر کمزور بھی بڑے کا مقابلہ کرتا ہے۔
جس کی پت چلے، اس کے لاکھ پلے۔	نیک چلنی اعتبار بڑھا دیتی ہے۔
پانچ پوت پندرہ پوتے اب بھی بابا گھاس کھودے۔	اولاد خدمت گزار نہیں یا بابا لالچی ہے۔
دریا میں رہنا مگرمچھ سے بیر۔	کسی کے قابو میں ہو کر اسی سے کینہ رکھنا۔
ڈوم بجاوے چپنی ذات بتادے اپنی۔	آدمی کی اصل اسکے افعال و حرکات سے معلوم ہوتی ہے۔
آگ لگا، پانی کو دوڑی۔	فساد برپا کر کے اس کو رفع کرنے کی بظاہر کوشش کرنا۔
مارے نہ کوٹے، اندر کی رگیں گھونٹے۔	عورتیں اس خاوند کی نسبت کہا کرتی ہیں جو واجبی خرچ سے بھی تنگ رکھے۔
جلتوں کو جلائیں گے، نت کڑھائی چڑھائیں گے۔	دشمنی میں ایسے خیالات فاسد ہی سوچتے ہیں خواہ نقصان ہی ہو۔
قاضی کی لونڈی مری سارا شہر آیا، قاضی مرا کوئی بھی نہ آیا۔	جب حکومت کا خوف تھا، اب وہ خوف گزر گیا۔
گھر گھر کر ستر سر پر دھر۔	قبیلہ داری میں پریشانی ہوتی ہے۔
ڈوم کے آگے ڈوم گائے کیا انعام پائے۔	ہم پیشہ سے فیض نہیں ہوتا، مکے میں حاجی کی کیا قدر۔
گردوں کی تسبیح، ڈھلی بی بلی حج کو چلی۔	ظالم کی پارسائی سے بھی ظلم ظاہر ہوتا ہے۔
کنوئیں میں بھنگ پڑی ہے۔	ایک دو نہیں سب بیوقوف ہیں۔
کھانے کے گال نہانے کے بال چھپے نہیں رہتے۔	عیش و آرام کی حالت نہیں چھپتی۔
چور گھوڑے لے گئے بیگاریوں کو چھٹی ہوئی۔	باربرداری سے بچے بے فکری حاصل ہوئی۔
خوآگتی کوئی نہیں کہتا، منہ لگتی سب کہتے ہیں۔	حق بات کوئی نہیں کہتا، خوشامد کی سب کہتے ہیں۔
چوہا بل میں سماتا نہیں دم سے بندھ گیا چھاج۔	تنگ تر حالات میں مزید اخراجات پڑ گئے۔
جو نہ بھائے آپ کو وہ دے بہو کے باپ کو۔	ناپسند چیز اور کو دی جاتی ہے۔
مری بھیڑ خواجہ خضر کی نیاز۔	ہاتھ سے جاتا دیکھا تو خیرات کر دیا۔
پاپی پاپ کا بھائی نہ باپ کا۔	بد کو بدی سے کام بھائی ہو یا باپ۔
مرغوب کبھی مرعوب نہیں ہوتا۔	محبوب پر دباؤ نہیں ڈالا جاسکتا۔
آٹے کے چراغ، اندر چوہے باہر کاغ (کوا)۔	ہر حال میں خطرہ درپیش، کوئی جائے پناہ نہیں۔
آپا تجے تو ہر کو بھجے۔	خود پرستی چھوڑ کر ہی اللہ پرستی ہو سکتی ہے۔
اوچھے کی پیت، ریت کی بھیت (دیوار)۔	کم ظرف کی دوستی کا کیا اعتبار۔
اونٹ کی پکڑ، کتے کی جھپٹ۔	یہ دونوں خطرناک ہیں۔
ایک میاں موج کا، ایک ساری فوج کا۔	زبردست کا حصہ سب سے زیادہ ہوتا ہے۔

جس کے پاس آس ہے سب کچھ اس کے پاس ہے۔	دنیا بہ امید قائم لاتقنطوا من رحمتہ اللہ۔
جس پاس یاس ہے اس کا ستیاناس ہے۔	الیاس من الکفر ناامیدی کفر ہے۔
یک لقمہ صباحی' بہتر ز مرغ و ماہی۔	ناشتہ تھوڑا سا بھی مفید صحت ہوتا ہے۔
حاکمی گرم کی' دکانداری نرم کی' تیلداری دھرم کی ناری شرم کی' دولت کرم کی' ریاکاری بے شرم کی۔	تیلداری محافظ ایمان ہے۔ باقی سب کا مطلب ظاہر ہے۔
حکم نشانی بہشت کی جو مانگے سو پائے۔	مطلب ظاہر ہے' ہر آرزو پوری ہوتی ہے۔
پل میں پرلے گھڑی میں گھڑیاں۔	مستقبل کو ہمیشہ خطرات سے پر خیال کرو۔
عمر جوانی دولت پلے' ایسی تیسی جھک کر چلے۔	انسان متکبر و بدکار ہو جاتا ہے۔
ہم تمہاری دعائیں مانگیں' تم ہمارے مصلے پھاڑو۔	نیکی کے عوض برائی کرنا۔
نائیوں کی برات میں سبھی راجے۔	سب یکساں ہیں خدمت کون کرے۔
تالاب میں موتے کا کون گواہ۔	خفیہ برائیوں کا ثبوت بہم نہیں پہنچ سکتا۔
آدھا سوامی ناتھ کا' آدھا سارے ساتھ کا۔	تقدس کی آڑ میں فائدہ اٹھانا۔
بے دل چاکر دشمن برابر۔	نوکر اگر دل سے راضی نہ ہو' تو دشمن کی طرح کام خراب کرتا ہے۔
ایک طشت میں حلوا ایک میں گوبر۔ اندھے کے آگے دونوں برابر۔	جو اصلیت ہی نہ سمجھے' وہ قدردانی کیا کرے۔
حجتی لا امتی۔	جھگڑالو بے دین ہوتا ہے۔
آج کے تھپے آج ہی نہیں جلتے۔	کام اتنی جلدی نہیں یا اعمال کی سزا ترت نہیں ملتی۔
لکھتم آگے بکتم نہ چلے۔	تحریر کی موجودگی میں کوئی عذر نہیں چلتا۔
چڑھ جا بیٹا سولی رام بھلی کرے گا۔	مشیر نافہم کا قول ہے یا بڑے متوکل کا۔
بی بی نیک بخت' چھٹانک دال دو وقت۔	نیک بخت کفایت شعار عورتیں اسی طرح گزر کرتی ہیں۔
گھر رہے نہ تیرتھ گئے' مونڈا منڈا کر جوگی بھئے۔	کسی طرف کے نہ رہے' محنت ضائع ہو گئی۔
پٹھان کا پوت' گھڑی میں اولیا گھڑی میں بھوت۔	جلد متغیر ہو جاتا ہے' اسکی دوستی دشمنی کا کچھ اعتبار نہیں۔
مروے پر جہاں سو من مٹی وہاں سوا سو من سہی۔	جہاں اتنی مصیبت ہے اور بھی کاٹ لیں گے۔
کبھی گھی گھنا' کبھی مٹھی بھر چنا' کبھی اس سے بھی منع۔	یہ زمانے کا رنگ ہے کبھی عیش کبھی تکلیف۔
باندی کے آگے باندی' مینہ دیکھے نہ آندھی۔	سفلے کی حکومت ایسی ہوتی ہے۔ وقت بے وقت کا خیال نہیں کرتا۔ کام سے کام۔
کوس نہ چلی' بابا پیاسی۔	کام کے شروع ہی میں عاجز ہونا یا تھک جانا۔
گدھے کو گدھا ہی کھجلاتا ہے۔	ہم جنس کی خدمت ہم جنس ہی کرتا ہے۔
کبڑے کو لات گن آگئی۔	بظاہر سختی بعض اوقات مفید ثابت ہو جاتی ہے۔

آگ کو دامن سے ڈھانکنا۔	مکاری سے کسی کی ظاہری ہمدردی کرنا۔
آنسو ایک نہیں کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے۔	مکاری سے کسی کی ظاہری ہمدردی کرنا۔
انتڑی میں روپ، بُغچی میں چھپ۔	کھانے سے رنگ روپ اور کپڑے سے زینت ہوتی ہے۔
اپنا ہاتھ جگن ناتھ۔	اپنے ہاتھ کی کمائی ہی سے روزی ملتی ہے۔
مرگ کے بعد ہی سورگ ملتا ہے۔	محنت کے بعد ہی پھل ملتا ہے۔
اناج کال نہیں، راج کال ہے۔	یعنی گرانی سلطنت کی پیدا کردہ ہے۔
پیٹ نہ جانے ذات کذات، بھوک نہ جانے باسی بھات، پیاس نہ جانے دھوبی گھاٹ، نیند نہ جانے ٹوٹی کھاٹ۔	محبت، بھوک، پیاس اور نیند میں ان باتوں کی کوئی پروا نہیں۔
بنولے کی لوٹ میں برچھی کا گھاؤ۔	فائدہ نہایت کم، ایذا نہایت زیادہ۔
آنکھ سے اندھا، نام نین سکھ۔	حالات کے برعکس معاملہ۔
مرنے جائیں ملہار گائیں۔	مصیبت کی کچھ پرواہ نہیں۔
دل کا گھاؤ، رانی جانے یا راؤ۔	پوشیدہ بات کی کسی دوسرے کو کیا خبر؟
رام رام دو گنے، گلے ملے چوگنے۔	دکاندار واقفوں سے دوگنا اور دوستوں سے چوگنا نفع لیتا ہے۔
بنیا مارے جان کو (واقف کو) ٹھگ مارے انجان کو (ناواقف کو)۔	یعنی بنیا ٹھگ سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے۔
مفت کے گھوڑے کے دانت کیا پوچھنا۔	مفت ہاتھ آئے، تو عیب و ثواب کیا دیکھنا۔
ابر کو دیکھ کر گھڑے پھوڑ دیئے۔	آئندہ کی امید پر موجودہ کو تلف کرنا۔
ٹوٹے کو جب پھر جوڑے گانٹھ گٹھیلی ہو۔	جس سے رنج ہو جاتا ہے پھر پوری صفائی نہیں ہوتی۔
ہن برسے تو کیوں ترسے۔	موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔
آنکھ پھوٹی پیڑ گئی۔	گو نقصان ہوا لیکن یک سوئی حاصل ہو گئی۔
سب کتے کاشی گئے تو ہنڈیا کس نے چاٹی۔	سب سعادت مند ہیں تو بدمعاشی کس نے کی؟
آنکھیں ہوئیں چار، دل میں آیا پیار۔	روبرو ہونے سے خواہ مخواہ لحاظ آجاتا ہے۔
رانڈ کا سانڈ، سوداگر کا گھوڑا، کھائے بہت، چلے تھوڑا۔	کام چور کاہل الوجود ہوتے ہیں۔
ایک وقت جوگی، دو وقت بھوگی، تین وقت روگی، اس سے زیادہ سوگی۔	ایک وقت پاخانے جانے والا تندرست، دو وقت والا عیاش و بسیار خور اور تین وقت والا بیمار اس سے زیادہ سوگوار سمجھنا چاہیے۔
پھوہڑ جڑوا ساگ میں شوروا۔	بے وقوف بیوی کے ایسے ہی کام ہوتے ہیں۔
ٹھنڈا لوہا گرم کو کاٹتا ہے۔	نرم مزاج آدمی، تند مزاج آدمی پر غالب آجاتا ہے۔
ذات پات نہ پوچھے کو، ہر کو بھجے سو ہر کا ہو۔	اللہ کی عبادت پسند ہے، ذات سے تعلق نہیں۔
بیج کریں گے باپ تپے اور کریں گے رلیں، بیج کیا تھا جاٹ	

نے رہ گئے سو کے بیں۔	جس کا کام اسی کو ساجھے اور کرے تو ڈھینگا باجے۔
بڑھا تو امیر گھٹا تو فقیر مرا تو پیر۔	سب حال میں اچھا ہے۔ ہندو لوگ مسلمانوں کے حق میں کہا کرتے ہیں۔
آنکھیں ہوئیں اوٹ، دل میں آیا کھوٹ۔	پس پشت بد لحاظی ہوتی ہے، از دیدہ دور، از دل دور۔
پتھر پر جونک نہیں لگتی۔	بدکار کو نصیحت اثر پذیر نہیں ہوتی۔
ان اور رن کا کیا نام رکھنا۔	روٹی اور بیوی بری بھلی جیسی مل جائے، غنیمت سمجھو۔
باڑ لگائی کھیت کو، باڑ کھیت کو کھائے۔ راجہ جو چوری کرے، نیاؤ کون چکائے۔	بددیانت حکام، جو بجائے فائدے کے رعایا کو لوٹیں۔
بہو رہی کنواری، ساس رہی واری، بہو آئی گھر، ساس کہے مر۔	جب بیاہ کے بعد آئی، تو دشمنی۔
جتنا چھانو اتنا ہی کرکرا۔	جتنا آزماؤ اتنا ہی نقص۔
بہرے آگے گاؤ، گونگے آگے گل، اندھے آگے ناچنا تینوں الل بلل۔	فضول و خلاف توقع کام کا کچھ نتیجہ نہیں۔
پیش ملا حکیم و پیش حکیم ملا۔ پیش ہیچ ہر۔	ہر جگہ اپنی فضیلت جتلانا۔ جہاں موقع نہ ملا، وہاں ہیچ بن جانا۔
راجہ کی بیٹی، قسمت ہیٹی۔	بلند مرتبہ ہو کر بے اقبال ہونا۔
من بھائے منڈیا ہلائے۔	دل میں آرزو رکھنا اور ظاہر میں انکار کرنا۔
کورے گھڑے میں چوہا۔	نہ کچھ کھا سکے نہ نکل سکے، مفت میں گرفتار۔
معزول ہو کر معقول بنتے ہیں۔	مصیبت میں عقل ٹھکانے آجاتی ہے۔
کندھے ڈالی جھولی، پہلے دال روٹی۔	پیٹ کا فکر سب کاموں پر مقدم ہے۔
پہلے پیٹ پوجا، پھر کام دوجا۔	پیٹ کا فکر سب کاموں پر مقدم ہے۔
کنواں بیچا ہے کنوئیں کا پانی نہیں بیچا۔	بدمعاملہ کے قول و فعل ایسے ہی ہوتے ہیں۔
سو تک گنتی پیر تک فتی۔	سو کے آگے شمار نہیں، پیر پکڑنے سے زیادہ منت سماجت نہیں۔
اللہ امیر کے پاس قبر بھی نہ کرے۔	امیر کا پڑوس زحمت کا باعث ہے۔
ایک ٹکا گانٹھی، لڈوں کھاؤں یا ماٹھی۔	شیخی خورہ اترانے والا۔
جب آیا اس دیہہ کا انت، جیسے گدھا ویسے سنت۔	موت سب کو برابر کر دیتی ہے۔
سکھائے پوت دکھن نہیں جاتے۔	کم ہمتوں کی ہمت بندھانے سے کچھ کام نہیں چلتا۔
من امراؤ کرم دلدری۔	دل میں امارت، مگر اقبال یاور نہیں۔
ستائیسوں گھر گھر پوجا۔	پیٹ بھرے تو اللہ بھی یاد آتا ہے بھوکے بھجن نہ ہو۔
عقل بغیر کنوئیں خالی۔	تدبیر ہی سے کام چلتا ہے یا کنوئیں سے پانی نکلتا ہے۔
میاں بیوی دو چنے کسی کے لیے پیسیں جو چنے۔	کنبہ نہ ہو تو خست بے فائدہ ہے۔

صفت بھی ہو مفت بھی ہو' بڑے بننے کا بھی ہو۔
یا سوئے راجہ کا پوت یا سوئے جوگی ابدہوت۔
نوکری ہر طرف' روزی ہر طرف۔
گھی بھی کھا' اور پگڑی بھی رکھ۔
گاڑی بیل سرکاری' یاروں کی شکاری۔
جتنا قریب' اتنا رقیب۔
پیٹ میں پڑا چارہ' کودنے لگا بیچارہ۔
تو میرا بالک کھلائیں' میں تیری کھچڑی کھاؤں۔
بے فیض سے مرغی بھلی جو انڈے دیوے ہیں۔
سالگ رام سے چکی بھلی جو دنیا کھاوے پیں۔
رمضان کے نمازی محرم کے غازی۔
تم روٹھے ہم چھوٹے۔
جس کا بنیا ہووے یار' اس کو دشمن کیا درکار؟
بوڑھی گھوڑی لال لگام۔
باؤلے کو آگ بتائی' اس نے لے گھر کو لگائی۔
جہاں مرغ نہیں ہوتا' وہاں کیا صبح نہیں ہوتی۔
کوئی مرے' کوئی ملہار گائے۔
دل کو ہو قرار' سب سوجھیں تیوہار۔
بات جو چاہے اپنی' پانی مانگ نہ پی۔
کٹے کاؤ کا' سیکھے ناؤ کا۔
بارہ برس کے کو بید کیا۔ اٹھارہ برس کے کو قید کیا۔
گھر میں نہیں بور' بیٹا مانگے موتی چور۔
چیونٹیوں کے گھر نت ماتم۔
جب تک رکابی بھات' میرا تیرا ساتھ۔
اوچھے کے گھر کھانا' جنم جنم کا طعنہ۔
بیٹی سلکھنی' دونوں جانب رکھنی۔
تنگ جوتی سے ننگا اچھا' بری عورت سے رنڈا اچھا۔
آئیں پرائی جائیاں' وچھوڑیں سگے بھائیاں۔
ایک بوٹی انیس کتے۔
ایک کا ڈر دو طرف ہوتا ہے۔

بغیر خرچ کیے اچھی چیز مانگنا۔
یا امیر کو راحت ہے یا فقیر کو (کسی کو بھی نہیں)۔
اللہ رزاق ہے۔
اتنے خوش خوراک رہو کہ عزت بھی برقرار رہے۔
بے پروائی سے پرایا کام کرنا۔
قرابتی کو حسد زیادہ ہوتا ہے۔ الاقارب کالعقارب۔
کھایا تو شرارت سوجھی۔
احمق آدمی کو ایسا دم دے کر ہی راضی کر لیتے ہیں۔
مطلب ظاہر ہے کہ سالگ رام نام بت جو چکی جیسا گول ہوتا ہے۔
ظاہردار ریاکار کی نسبت بولتے ہیں۔
تم خفا ہوئے' ہم کام کرنے سے بچے۔
بنیا یار بن کر اور سود پر قرض دے کر فقیر کر دیتا ہے۔
پیری میں جوانی کی آرائش۔
بیوقوف فائدے کی بجائے نقصان کر لیتا ہے۔
کوئی کام ہو' کسی پر موقوف نہیں' ہو ہی جاتا ہے۔
زمانے میں کسی کو رنج کسی کو خوشی۔
خاطر جمع بے فکری ہو' تو سب باتیں سوجھتی ہیں۔
عزت جب ہی ہے کہ صبر کرے سوال نہ کرے۔
نقصان کسی کا اور تجربہ کسی کا بڑھے۔
خود صاحب فہم اور صاحب اختیار ہو جاتا ہے۔
مقدور سے زیادہ کی ہوس کرنا۔
ناتواں ہمیشہ مبتلائے مصیبت رہتے ہیں۔
فائدے کا لالچ ساتھ رکھتا ہے۔
کم ظرف کا ادنیٰ سلوک عمر بھر کا طعنہ ہوتا ہے۔
نیک بخت بیٹیاں میکے اور سسرال کو خوش رکھتی ہیں۔
مطلب ظاہر ہے۔
سگے بھائیوں میں پھوٹ ڈلوا دیتی ہیں۔
تھوڑی شے کے بے شمار خواستگار۔
خصومت کا خوف جانبین کو یکساں ہوتا ہے۔

آٹھویں پہر کھا'سوکھی روٹی بھی کڑوا۔(حلوا)
گر نان خشک دیر خوری گل شکر بود

آٹھویں دن جاہ سمجھو بیاہ۔
کثرت مجامعت کی عمر کا موجب ہے'مکمل رغبت نہیں ہوتی۔

بھیڑیا کھائے یا نہ کھائے منہ لہو بھرا۔
بد بھلا'بدنام برا۔

قبر پر قبر نہیں بنتی۔
یعنی قرض پر قرض نہیں دیا جاتا۔

گئے بیچارے روزے'رہ گئے ایک کم تیس۔
بہت بڑے کام میں سے تھوڑا سا کر کے فراغت سمجھنا۔

چاہت کے نام سے گدھی نے بھی کھیت جانا چھوڑ دیا تھا۔
جس سے اظہار تعشق کیا جائے'وہ بدشکل بھی مغرور ہو جاتا ہے مرغوب بھی مرغوب نہیں ہوتا۔

قرآن پر قرآن رکھنے کا مضائقہ۔
ہم مرتبہ ایک دوسرے کو جو چاہے کہہ سکتا ہے۔

بھلی میں بھائی'بگڑی میں جنوائی۔
خوشحالی میں سب دوست ہیں۔

جیب میں نہیں کھلی کی ڈلی'چھیلا پھرے گلی گلی۔
مفلسی میں نمود۔

دانتوں کا کام آنتوں سے نہ لو۔
کھانا خوب چبا کر کھاؤ'ورنہ آنتوں پر یہ عمل دشوار ہوگا۔

چنے ہی چبالو'یا بانسری بجالو۔
بیک وقت دو کام'نہیں ہو سکتے۔

کاسا دیجے'باسا نہ دیجے۔
کسی کے ساتھ سلوک کر دینا'پاس رکھنے سے زیادہ مناسب ہے۔

نو من تل'کھلائے پھر تلیر کا تلیر۔
اتنا خرچ کرنے پر بھی بے حقیقت کم قیمت۔

بھوکا بیچے جورو'مالدار کہے ادھار لوں۔
غرض مند عزیز چیز فروخت کرے'لینے والا لیت و لعل کرے۔

بیاہ پیچھے پتل بھاری۔
بڑے مصارف کے بعد ادنیٰ خرچ ناگوار معلوم ہوتا ہے۔

چمار کا پوت نام جگ رتن۔
حیثیت کے برعکس امیرانہ نام۔نام زنگی کافور۔

دوست کا ڈگا پاؤں'دشمن کا لگا داؤں۔
ذرا چوک جانے سے دشمن کو انتقام کا موقع مل جاتا ہے۔

کلیل میں غلیل لگا۔
خوشی میں ناگہانی رنج۔

کچی سرسوں پیل'کھلی ہوئی نہ تیل۔
خام کار کے تمام ادھورے۔

گوشت گاؤ گاہ بگاہ'گوشت ماہی ماہ بماہ'گوشت بز شام و پگاہ۔
حفظ صحت کے متعلق قول حکما ہے۔

جنی نے بھگوئی اٹی'کراڑ نے ماری ہٹی۔
اس نے سوت بھگو کر بھاری کیا'بنئے نے کم وزن کا باٹ رکھا'جیسے کو تیسا مل جاتا ہے۔

مہر تو بہت'چھاتیوں دودھ نہیں۔
زبانی مہربانی'لینا دینا کچھ نہیں۔

آن (ناز) سے ماروں'تان (گانا) سے ماروں'مرے ران سے ماروں۔
عورتوں کا مقولہ اور کردار ہے۔اللہ ان کی آن'تان اور ران سے سب کو محفوظ رکھے۔

کم کھائے غم نہ کھائے۔
کم کھانا قرض لے کر کھانے سے بہتر ہے۔

جیسی مائی ویسی جائی'گندی بوٹی کا گندا شوربا۔
بدوں کی اولاد بھی عموماً بد ہی ہوتی ہے۔

پوری سے پوری پڑے تو سب نہ پوری کھائیں۔
فضول خرچی سے جلد دیوالیہ نکل جاتا ہے۔

پہلے لکھ کے پیچھے دے، بھول پڑے تو مجھ سے لے۔	بہی کھاتہ حساب میں اچھا ہے۔
چور کا مال سب کوئی کھائے، چور کی جان اکارت جائے۔	بدوں کا انجام ضرور برا ہوگا۔
اللہ واسطے بلی بھی چوہا نہیں مارتی۔	اللہ کے واسطے کوئی بھی کسی کا کام نہیں کرتا، اپنا فائدہ مقدم جانتے ہیں۔
سانپ سے سانپ لڑے، زہر کس کو چڑھے۔	برابر کی چوٹ ہے، کسی پر اثر نہیں ہوتا۔
دیا باتی بلے، بھلے مانس گھر بھلے۔	زن مرید کی نسبت بولتے ہیں۔
سنی نہ شیعہ، جی میں آیا سو کیا۔	زمانہ ساز ابن الوقت کے قول و فعل کا کچھ اعتبار نہیں۔
جاہ کارن مونڈ منڈایا، وہی دکھ آگے آیا۔	فقیر بننے میں بھی مشقت پیش آتی ہے۔
رات تھوڑی سوانگ بہت۔	وقت کم، کام زیادہ۔
رانڈی کے گھر ہانڈی، عاشقوں کے گھر کڑاکا (فاقہ)۔	مطلب ظاہر ہے۔
ماں مارے، ماں ماں پکارے۔	بچہ ماں کی سختی کو بھی محبت خیال کرتا ہے۔ اللہ مصیبت دیتا ہے تو بھی اسی کو پکارا جاتا ہے۔
بڑی فجر، چولہے پر نظر۔	جو شخص تمام دن کھانے ہی سے کام رکھے۔
حاکم کے تین، شحنہ کے نو۔	بہ نسبت حاکم کے اس کے کارندے زیادہ ظلم کرتے ہیں۔
میلے میں جھمیلا ہوا ہی کرتا ہے۔	جہاں آدمیوں کی کثرت ہوگی، وہاں جھگڑا ضرور ہوگا۔
خرس در کوہ بوعلی سینا۔	بیوقوفوں میں کم عقل بھی سردار ہے۔
جن گلیوں میں پھینکے پھول، ان میں پھینکوں کیسے دھول۔	یعنی مروت توڑنے کو جی نہیں چاہتا۔
بنی تو بھائی، نہیں تو دشمنائی۔	فائدہ نہ ہوا تو دشمن۔
چڑھا سوا، اترا بھو (خوف)۔	قرض لینے میں دلیر ہو جاتا ہے۔
چور لاٹھی دو جنے، میں اور ریچا اکیلے۔	بزدلوں کا قول ہے یا بنیوں کا۔
چھپر پر پھوس نہیں، ڈیوڑھی نقارہ۔	مفلسی میں نمود۔
گنجی پنہاری گوکھرو کا اینڈوا (گوکھرو بھکھڑا)۔	بے وقوف آرام کی بجائے تکلیف اٹھاتا ہے۔
نیتی اور برتی۔	نیت کر لی جائے، تو کام پورا ہو ہی جاتا ہے۔
سو سیانے ایک موت۔	دانشمند بہت سے بھی ہوں، تو اختلاف رائے نہیں ہوتا۔
نہ گنا لے نہ بھیلی دے۔	کسی سے تھوڑی چیز لی جائے پھر وہ بڑی چیز مانگے تو انکار نہیں ہو سکتا۔
اچھے ہیں پر اللہ کام نہ ڈالے۔	ظاہر کے اچھے، کام پڑنے پر برے۔
سستا اونٹ مہنگا پٹہ۔	اصل چیز کی نسبت متعلقہ سامان پر زیادہ لاگت آنا۔
در پر آئی جان (برات)، بیندھو دلہن کے کان۔	بہت بڑے اہتمام کی بجائے، ابتدائی تیاری بھی نہیں۔

بانی پی کر ذات کیا پوچھنا۔	جو بات گزر چکی ہے' پھر اس کی تحقیق بے فائدہ۔
ملنگ اور برہمن کا کیا ساتھ۔	دو نا جنسوں میں فساد کا احتمال ہوتا ہے۔
ککڑی کے چور کو پھانسی نہیں دیتے۔	ادنیٰ خطا پر اتنی سخت سزا نہیں ملتی۔
گالی دینے سے گنگا بولی۔	ناسزا بات کا تحمل کسی کو نہیں ہوتا۔
اندھا ہاتھی اپنی ہی فوج کو کچلے۔	نافہم آدمی اپنے ہی رفیقوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔
کماؤ آوے ڈرتا' نکھٹو آوے لڑتا۔	نالائق نکمے اسی طرح دباؤ ڈالتے ہیں۔
مل گئی تو روزی' نہیں تو روزہ۔	روزگار پر ہی سب کچھ منحصر ہے۔
آیا تو نوش' نہیں تو فراموش۔	توکل پر گزارہ ہے۔
ایک جان' ہزار ارمان۔	انسان خواہشوں سے کبھی خالی نہیں۔
کھرے کے ساتھ کھوٹا' ایسے کو سرا سر ٹوٹا۔	بھلے کے ساتھ برائی کا نتیجہ خراب ہی ہوتا ہے۔
فتح شکست تو اللہ کے ہاتھ' مار مارت کیے جاؤ۔	کوشش میں قصور نہیں کرنا چاہیے' جو ہونا ہے سو ہو کے رہے گا۔
راستہ پڑے جانے یا واسطہ پڑے جانے۔	انسان کی حقیقت تعلقات سے کھلتی ہے' بلا تعلق سب شریف ہیں۔
جیتے تھے تو لیکھوں بھرے' مر گئے تو موتیوں جڑے۔	باکمال کی قدر زندگی میں نہیں ہوتی۔
مچھلی کے جائے کن تیرائے۔	تعلیم کی ضرورت نہیں سرشت خود سکھاتی ہے۔
سانبھر جائے' الونی کھائے۔	نمک کی کان میں بے نمک رہنا۔ فائدہ کی جگہ محروم رہنا۔
بن بلائے جائیے نہ' کھائے پر کھائیے نہ۔	بے طلب جانا خودداری کے خلاف اور بار بار کھانا مضر صحت۔
سوار کا جنازہ سوا گز آگے۔	سواری خواہ کسی چیز کی ہو' خطرے سے خالی نہیں۔
ہر کھ کا مرا' نرک (دوزخ) کو جاتا ہے۔	غصے کا انجام نہایت خطرناک نتائج پیدا کرتا ہے۔
گئے تھے پوت دکھن' قسمت کے وہی لکھن۔	بدقسمتی کہیں پیچھا نہیں چھوڑتی۔
سرائے کا کتا' ہر مسافر کا یار۔	ہوشیار غرض مند ہر ایک سے گھل جاتا ہے۔
گڑ سے مرے' تو زہر کیوں دے۔	آسانی سے کام ہو' تو مشکل کیوں اختیار کرے۔
الونی سل چٹورا کتا۔	لالچی ناکام کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔
باوا بھلا نہ بھیا' بہن بھلی نہ میا' سب سے بھلا روپیہ۔	زردار کے سب آشنا اور رشتے دار ہیں۔
اپنی گانٹھ نہ پیسا' پرایا آسرا کیسا۔	بے زر کا کوئی مددگار نہیں۔
کھائیں تو گھی سے' نہیں تو جائیں جی سے۔	عادت بگڑی ہوئی تکلیف دیتی ہے۔
بھرا روٹی کی پٹ پٹ سنتا ہے۔	اپنے مطلب کی ہر کوئی سمجھ لیتا ہے۔
روز روز چنگی' عید کے دن ننگی۔	ہر روز آرائش' ضرورت کے دن خالی۔
خرباش خورد مباش۔	چھوٹوں کو ہر کوئی دبا لیتا ہے۔

جس کے زبان چلے' اس کے ستر ہل چلیں۔	باتونی شخص باتوں سے مطلب حاصل کر لیتا ہے۔
آنکھوں سے دیکھ کر جیتی مکھی نگلتے ہیں۔	جان بوجھ کر نقصان یا تکلیف اٹھاتے ہیں۔
سوچ کرنا پر کھا ہارے' مرد وہی جو پہلے مارے۔	سوچنے میں اکثر موقع ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔
شاکر کو شکر' موذی کو ٹکر۔	شکر کا نتیجہ نیک ہوتا ہے اور موذی کو سزا ہوتی ہے۔
سپوتی رووے ٹکڑوں کو' نپوتی رووے پتروں کو۔	دنیا میں رنج و شکایت سے کوئی خالی نہیں۔
جس کے ہاتھ ڈوئی' اس کا ہر کوئی۔	کھانے کے سب یار ہیں۔
چمڑی جائے' دمڑی نہ جائے۔	تکلیف دہ بخل۔
خوش نصیب کو صلاح کیا درکار' خوشنویس کو اصلاح کیا درکار۔	خود بخود سب کام درست ہوتے جاتے ہیں۔
سوئی ٹوٹی' کشیدہ سے چھوٹی۔	بلا سے نجات پائی۔
دانہ نہ گھاس' گھوڑے تیری آس۔	دینا نہ دلانا اور فائدے کی امید رکھنا۔
تم کاٹو ناک اور کان' میں چھوڑوں اپنی جان۔	کیسی تکلیف دو' میری عادت نہ جائے گی۔
دھرم چھوڑ' دھن کوئی کھائے۔	دین فروشی کر کے حصول دنیا لعنت ہے۔
دود ھیل گائے کی دولات بھلی۔	جس سے فائدہ ہو' اس کی بری بات بھی سہی جاتی ہے۔
ہل میری چینی ہل میری ڈوئی کھالے کوئی دن پھر دن اوئی۔	فضول خرچی اور چٹوڑا پن کا برا انجام ہے۔
ساس نہ نندی' اکیلی آپ انندی۔	کوئی روک ٹوک والا نہیں۔ اکیلی امند کرتی ہے۔
دیمک کے دانت' سانپ کے پاؤں اور چیونٹی کی ناک کسی نے نہیں دیکھی۔	مکروہ کام وہ کرتے ہیں' جو ان اعضا والوں سے نہیں ہوتا۔
سر کالا منہ بالا' سر گالا منہ کالا۔	جوانی میں قدر تھی' سر سفید ہو گیا تو منہ کالا یعنی بے قدری ہے۔
دیوانی بیوی خالی گھر' من میں آئے سے کچھ کر۔	ہر طرح نقصان کا احتمال ہے۔
سوکن کیا سہیلی کیا۔	مستقل وجہ مخالفت میں موافقت مشکل سے ہوتی ہے۔
سونا گھر' بھڑوں کا راج۔	کسی کا خطرہ نہیں' خانہ خالی را دیو میگیرند۔
رب نہ مارے لاٹھیاں' الٹی کر دے مت۔	انسان اپنی بربادی کے اسباب خود پیدا کر لیتا ہے۔
راجہ جوگی اگن جل ان کی الٹی ریت۔	کسی کے مطیع نہیں ہوتے ان سے جتنا قرب اتنا ہی ضرر۔
راجہ کس کے یار ہوئے اور جوگی کس کے میت۔	ان کے راہ و رسم پر ہر گز اعتبار نہ کرے۔
سوت بھلی' سوتیلا برا۔	سوکن کی اولاد زیادہ تر دشمن ہوتی ہے۔
رانڈ گیا سگائی کو' آپ لائے یا بھائی کو۔	ایک چیز کے کئی حاجت مند' کس کس کو ملے۔
سپوت کے لیے نہ جوڑ' کپوت کے لیے نہ چھوڑ۔	سپوت خود جوڑ لے گا' کپوت جوڑا ہوا برباد کر دے گا۔
راست گو مفلس' مجلس میں جھوٹا۔	غریب مفلس کا کوئی اعتبار نہیں کرتا۔

گدھے ہل چلیں، تو بیل کون خریدے۔	کمینوں سے کام چلے تو شریفوں کی کون قدر کرے۔
چاندی کی ریت نہیں، سونے کی توفیق نہیں۔	نہ یہ کر سکتے ہیں، نہ وہ کر سکتے ہیں۔
زردار کا سودا ہے بے زر کا اللہ حافظ	روپیہ سب مشکلیں حل کرتا ہے۔
پردار تو اڑتے ہیں بے پر کا اللہ حافظ	
روپ کی روو سے بھاگ کی کھائے۔	شکل سے نصیب غالب ہوتا ہے۔
جب تک دم ہے، تب تک غم ہے۔	موت سے پہلے آدمی غم سے نجات نہیں پا سکتا۔
رکھ ری کتیا میری آس، میں آؤں کاتک ماس۔	دیر طلب امید موہوم۔
ساری رات ممیائی، ایک بچہ بیائی۔	محنت زیادہ فائدہ کم۔
میں گھر نہ بسوں گی، تیری ڈاڑھی ہلتی ہے۔	نیت خراب ہو تو ایسے ہی بیہودہ عذر کیے جاتے ہیں۔
نیند سولی پر آئے، بھوک میت پڑی پر کھلائے۔	نیند اور بھوک سے انسان لاچار ہے۔
سفر اور سقر میں ایک نقطے کا فرق ہے۔	سفر میں تکلیف ہوتی ہے۔
رات بھر پیسا، چپنی بھر اٹھایا۔	محنت کے مقابلے میں فائدہ کم ہوا۔
بدلی میں دن ویسے، پھوہڑ بیٹھی پیسے۔	بے وقت کا کام شروع کیا۔
گڑ نہ دے تو گڑ کی سی بات تو کہے۔	دینے کو نہیں تو شیریں زبان میں کیا خرچ ہوتا ہے۔
بوند کا چوکا گھڑا ڈھلکائے، پھر بھی کام راس نہ آئے۔	بے وقت کی کوشش بے سود ہے۔
روٹی پڑی منہ میں ذات پڑی گو نہ میں۔	رزق ہاتھ باقی خواہ کچھ ہی ہو۔
جیسی مائی، ویسی جائی، دودھ پر بودھ۔	بچے کی خصلتوں میں ماں باپ کا عکس ہوتا ہے۔
چاکری میں آکری کیا۔	ملازمت میں خودداری نہیں رہ سکتی۔
کاتک کی کتیا کا کیا اعتبار۔	جوش مستی میں بیہوش ہو کر مالک کی پروا نہیں کرتی، دنیا کی بے وفائی کی نسبت کہا جاتا ہے۔
جھگڑے کے تین در، زن، زمین، زر۔	تینوں باعث ضرر۔
چودھری ہو یار او، کام نہ آئے تو بھاڑ میں جاؤ۔	کوئی بڑے سے بڑا ہو، کام نہ آئے تو نکما ہے۔
جب تک جینا، تب تک سینا۔	عمر بھر مزدوری کرنا اور کھانا۔
سہاتے کی لات، ان سہاتے کی بات۔	دونوں یکساں ہیں، محبوب کی حرکات پسند۔
دو میں تیسرا، آنکھوں میں ٹھیکرا۔	مخل صحبت ہو، تو ناگوار معلوم ہوتا ہے۔
چاتر تو بیری بھلا، مورکھ بھلا نہ دوست۔	نادان دوست سے دانا دشمن اچھا ہے۔
دم پکڑے بھیڑ کی وار ہوئے نہ پار۔	ضعیف سہارے سے مطلب حل نہیں ہوتا۔
گھر میں بانس پھیرو تو کہیں نہ اٹکے۔	کچھ سامان نہیں مفلسی کی دلیل ہے۔
کہیں چور سوئے کہیں ڈھور سوئے۔	کہیں چوروں کو بیل نہیں ملتے، کہیں بیل ہوتے ہیں تو چور نہیں ہوتے۔

جب (زبان) دیوانی اپنے کاموں سیانی۔	اپنے مطلب کی ہر ایک کو خوب سوجھتی ہے۔
جتنا لہو دیکھتے ہیں' اتنی ہی جونک لگاتے ہیں۔	حسب حیثیت نذرانہ وصول کرتے ہیں۔
چار دن کی کوتوالی' پھر وہی کھرپا جالی۔	چند روزہ حکومت ہے۔
سر سہلائے بھیجا کھائے۔	محبت جتلا کر نقصان پہنچائے۔
کمائی بھلی یا مائی۔	جہاں سے فائدہ ہو وہی سب کچھ ہے۔
چنا میں تم پڑو' پیٹنے والے ہم بہت ہیں۔	دوسروں کو مصیبت میں ڈال کر آپ آسانی میں رہنا۔
نوکری نہ کیجئے میاں گھاس کھود کھایئے اور جائیں آس پاس' آپ دور جایئے	آزادی کی تکلیف غلامی کے آرام سے بہتر ہے۔
دانہ خواہ کم ملے لیکن ٹٹو کوئی نہ کہے۔	فائدہ خواہ کم ہو' بے قدری نہ ہو۔
کبھی پکے گھڑے میں مٹی لگی ہے۔	بڑی عمر میں نصیحت کم موثر ہوتی ہے۔
کیسہ خالی ہو کر خواہش پر ہو سکتی ہے۔	خواہش جبھی پوری ہو سکتی ہے جب روپیہ خرچ کیا جائے۔
ایک بچہ کی ماں کیا' سو روپے کی پونجی کیا۔	ان کی کوئی وقعت نہیں۔
جانے والا اور مرنے والا کیا رک سکتا ہے۔	جس نے ٹھان لی کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔
کوٹھے والا روئے اور چھپر والا سوئے۔	اہل دولت زیادہ حاجتمند اور شاکی ہیں۔
دیگ ہوئی دم' حاضر ہو گئے ہم۔	مطلب پرست ہر جگہ آ موجود ہوتا ہے۔
جائے جس کا پوت' کاتے جس کا سوت۔	غیر اولاد اپنی نہیں ہو سکتی۔
مصیبت پیغمبری درجہ کافری۔	دین و دنیا دونوں سے محروم۔
پرایا دکھ دیکھ کر اپنا دکھ بھولتا ہے۔	سہارا ہو جاتا ہے۔
بندھ گیا سو موتی رہ گیا سو کنکر۔	جو کام بن گیا سو غنیمت ہے۔
پہلے سال چٹی' دوسرے سال ہٹی' تیسرے سال کھٹی۔	دکانداری رفتہ رفتہ ترقی کرتی ہے۔
بیوی خیلا' دوچٹے ایک میلا۔	بے تمیزی کی علامت۔
گیہوں کھیت' لڑکی پیٹ' آجوائی مانڈے کھاجا۔	خیالی پلاؤ پکانا' ہوائی قلعے بنانا۔
چھلنی میں دوہنا کرم کو کوسنا۔	دیدہ و دانستہ نقصان رساں طرز عمل اختیار کرنا۔
بات کی بات لات کی لات۔	بظاہر ایک بات ہے' دراصل رمز نجدہ ہے۔
بھیڑ جہاں جائے مونڈ منڈائے۔	غریب بدنصیب کمزور کو ہر جگہ خسارہ ہے۔
زر ہے تو نر ہے ورنہ خر ہے۔	سب عزت زر کی ہے' بے زر بے پر ہے۔
صندل کی لکڑی کو نہیں جلاتے۔	ہنرمند کو کوئی تکلیف نہیں دیتا۔
ایک نے کہی دوسرے نے مانی' دونوں جانو بڑے گیانی۔	عقلمند ہمیشہ اتفاق سے رہتے ہیں۔
اندھوں میں کانا سردار۔	مفلسوں میں کم سرمائے والا ہی تونگر ہے۔
مکھن مکاراں' چھاچھ ملوانیاں' دھکے ان کو جنہوں	

نے رب پہنچانیاں۔	دنیا میں بدکار کامگار اور نکوکار گرفتار ادبار ہیں۔
عورت' ایمان' دولت گزران' بیٹا نشان۔	بغیر عورت ایمان نامکمل' بغیر دولت گزران مشکل' بغیر فرزند نشان معدوم۔
کیڑی کو کن۔ ہاتھی کو من پہنچتا ہے۔	رزاق سب کو حصہ بقدر جثہ دیتا ہے۔
دونوں جہاں سے گئے پانڈے' حلوا ملا نہ مانڈے۔	دونوں طرف سے ناکامی۔
عرضی دو حرفی' بحالی یا برطرفی۔	طویل تحریر خبط مطالب کا موجب ہوتی ہے۔
میں اور میرا بنا' سبھی لوگ رونا۔	خود غرض کو فائدے میں کسی دوسرے کی شرکت گوارا نہیں ہے۔
کیا جوؤں کے پیچھے گھاگھرا پھینک دیں۔	تھوڑی تکلیف کی وجہ سے زیادہ فائدہ نہیں چھوڑا جا سکتا۔
قبر کا حال مردے ہی کو معلوم ہے۔	کسی کے اندرونی حالات کی کس کو خبر ہے۔
ہگتا موتا ماں کا' ہنستا کھیلتا باپ کا۔	بچے کی غلاظت ماں ہی برداشت کرتی ہے۔
عشق کے بھوت کو بھوک کا بھوت پچھاڑے۔	شکم سیری ہی سے نفس سر اٹھاتا ہے۔
ناکردن یک عیب و کردن صد عیب۔	بعض وقت کا انکار بہت سی مصیبتوں سے بچاتا ہے۔
ایک بیچارہ مرے' دوسرا اس کی بیٹی مانگے۔	خود غرضی کی انتہا۔
پنڈت جی میرا ہاتھ دیکھنا' بیٹا ماتھا ہی دکھتا ہے۔	خوش بختی آثار ہی سے نظر آجاتی ہے۔
رانڈ کے پاؤں لاگی سہاگن' ہو جا بائی میری ساتھن۔	انسان اپنے سے بہتر کسی کو دیکھنا نہیں چاہتا۔
تیر بھائی بھاگتے کیوں ہو' تانت زور ڈالے ہے۔	مجبوری سب کچھ کراتی ہے۔
ترہوئی آنت' بجنے لگی تانت۔	شکم سیر ہو تو راگ رنگ سوجھتا ہے۔
من کے کھانے والے کو کن سے کیا ہو۔	زیادہ کی ضرورت میں تھوڑی سے کام نہیں چلتا۔
منہ لگائی ڈومنی کنبے سمیت آئی۔	اوچھے کو منہ لگانے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔
جورو زور کی نہیں اور کی۔	عورت طاقت ہی سے قابو میں رہتی ہے۔
بھوک میں بھجن بھی نہ ہو' بھرے آتما سوجھے پرتما۔	شکم سیری کو سب کچھ سوجھتا ہے پراگندہ روزی پراگندہ دل
پتھر پوجے ہر ملیں' تو میں پوجوں پہاڑ۔	کامیابی یقینی ہو تو سختی بھی برداشت ہو جاتی ہے۔
پرکی موئی ساہو آج کیوں آئے آنسو۔	گئی گزری بات کو تازہ کرنا۔
بھٹ' بھٹیاری' بیسو تینوں ذات کذاب آئے کی آدر کریں جاوت نہ پوچھیں بات	مطلب کے آشنا ہوتے ہیں۔
پنچوں کہنا سر ماتھے پر' پرنالہ یہیں رہے گا۔	ضدی اڑیل' جو اپنی بات منوائے۔
توے کی تیری' تغاری کی میری۔	زیادہ فائدہ اپنا' تھوڑا سا غیر کا۔
تمہارا مال سو ہمارا مال' ہمارا مال اہیں اہین۔	یہ بنیوں کا قول ہے' اپنا ہی فائدہ مناتے ہیں۔

دن کھویا آلے بالے' کاتتے بیٹھی دیا بالے۔	اچھا وقت ضائع کر کے بے وقت کام کرنا۔
کنواری کو ارمان' بیاہی پشیمان' رانڈ کو حرمان۔	کنواری کو ہوس کہ عیش کروں۔ بیاہی کو پچھتاوا کہ بلا میں پھنسی' بیوہ کو رانڈپن کا افسوس۔
ایک اہاری' دکھ نہ بیماری۔	کم کھانے والا تندرست رہتا ہے۔
گوہوں میں گوہ جیسی یہ ویسی وہ۔	سب یکساں ہیں۔
صبر والا سہے' بے صبر دھے۔	مصیبت میں بے صبری دوسری مصیبت ہے۔
ایک ٹکا پلے' نتھ گھڑواؤں یا چھلے۔	بے سرمایہ کا بڑی آرزو رکھنا۔
بیاہی بیٹی پردیسن داخل۔	بہت کم تعلق رہ جاتا ہے۔
قرضخواہ کی رام رام ملک الموت کا پیغام۔	قرضخواہ کا ہر وقت تقاضا ہے۔
بانسہ پڑے سوداؤں' راجہ کرے سونیاؤں۔	حاکم کے منہ سے جو نکلے وہی انصاف ہے۔
لاڈلا پوت' کٹوری میں موت۔	زیادہ لاڈلی اولاد خراب کرتی ہے۔
تھوکوں ستو نہیں سنتے۔	مال خرچ کرنے کی جگہ باتوں سے کام نہیں چلتا۔
ساجھے کی ناؤ' کنگار پار نہ اترے۔	شراکت کے کام کا انجام ناتمام رہتا ہے۔
کرلے سو کام' بھج لے سو رام۔	جو کچھ کرنا ہے' وہ جلد کر لیجئے۔
سونی سارے سے مرکھنا بیل اچھا۔	رانڈ رہنے سے بد مزاج خاوند ہی اچھا' یا بے اولاد رہنے سے نالائق لڑکا ہی اچھا ہے۔
سرہلا' جو بھرے پلا۔	محنت ہی سے نفع ہوتا ہے۔
سو گز داروں' گز بھر نہ پھاڑوں۔	دینا لینا کچھ نہیں' زبانی جمع خرچ سے ٹالنا۔
جگن ناتھ کا بانٹا' جھگڑا نہ جھانٹا۔	مقسوم پر شاکر و قانع رہنا چاہیے۔
نند کا نندوئی' گلے لگ لگ روئی۔	بہت دور کے رشتہ دار سے اظہار محبت کرنا۔
آٹھ ہاتھ ہاتھی سے' سات ہاتھ سینگ والے سے' بیس ہاتھ ناری سے' تیس ہاتھ متوالے سے۔	ان سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔ نزدیکی میں خطرہ ہے۔
بوڑھی بھیڑ بھیڑیئے سے ٹھٹھا۔	کمزور کا زور آور سے چھیڑ چھاڑ کرنا اچھا نہیں۔
قبلہ ادھر قطب ادھر' میاں میتا موتے کدھر۔	یعنی ہمیں دونوں کا لحاظ و ادب ہے۔
گھر دور گٹھری بھاری۔	سخت مصیبت ہے۔
وہی چکی کا ہتھا اور رنڈی کا متھا۔	مصیبت بدستور قائم ہے۔
گھر کی جلی بن میں گئی' بن میں لاگی آگ۔	کہیں جائے پناہ نہیں' سخت بدقسمت ہے۔
جلتی جھونپڑی میں سے جو نکلا سو لابھ۔	زیادہ نقصان کے موقع پر جو کچھ بھی بچ جائے وہ غنیمت۔
کچھ گیہوں سیلے' کچھ جندر ڈھیلے۔	تمام اسباب کاربرآری خراب و ناقص ہیں۔
آس پاس برسے' دلی پڑی ترسے۔	غیروں کو فائدہ پہنچائے' اپنے محروم رہیں۔

کانا مجھے بھائے نہیں، کانے بن سہائے نہیں۔	ایک شے سے نفرت کرنا، پھر اسکے بغیر گزارہ بھی نہ ہونا۔
میرے لالے کی الٹی ریت ساون ماس اٹھاویں بھیت	بے وقت کام کرنا (بھیت بے معنی دیوار)۔
ہوت کی جوت ہے، انہوت پڑا روت ہے۔	ساری رونق، روشنی روپے سے ہے۔
چور کی ماں، کوٹھی میں منہ۔	بدکار اولاد کی ندامت والدین کو ہوتی ہے۔
ہنستے ٹھاکر کھانستے چور، ان دونوں کا آیا اور (خاتمہ)۔	حاکم کا تمسخر سے رعب جاتا رہتا ہے، چور کی کھانسی اس کی آفت ہے۔
اصیل مرغی ٹکے ٹکے۔	قابلیت کی بے قدری۔
نام کیا شکر پارہ، روٹی کھائی دس بارہ، پانی پیا مٹکا سارا، کام کرنے کو ننھا بیچارہ۔	حرام خور کام چور کی نسبت بولتے ہیں۔
گود کا چھوڑ کر، پیٹ کی آس۔	موجود کو چھوڑ کر موہوم کی آس یا ادھار کے بھروسے نقد کھونا۔
آگ بن دھوآں کہاں۔	ہر بات کی بنیاد ضرور ہوتی ہے۔
سرے سے ہی بھیڑ کانی۔	شروع سے ہی بگاڑ۔
رام چھوڑی اجودھیا، من بھاوے سو لے۔	قطع تعلق کے بعد جس کا جی چاہے لے لے۔
من بھائی تو کھائی نہیں، تو چھینکے دھر اٹھائی۔	جو معاملہ حسب دل خواہ نہ دیکھا، اس کو ترک کر دیا۔
ڈوبتا بھانڈ چلائے، لوگ سمجھیں گائے۔	برے پیشے والا مستحق امداد بھی محروم رہتا ہے۔
جائے نیپال، ساتھ جائے کپال۔	بدقسمتی ہر جگہ ساتھ ہے۔
کلہ چلے، سو بلا ٹلے۔	کھانے ہی سے صحت برقرار رہتی ہے۔ یہ چھٹا تو بیمار ہے۔
خربوزہ چاہے دھوپ کو، آم چاہے مینہ ناری چاہے زور کو بالک چاہے نینہ	عورت طاقتور سے اور بچے محبت سے خوش رہتے ہیں۔
حلال میں حرکت، حرام میں برکت۔	زمانے کی نیرنگی یا ناروا نفع کے وقت کہتے ہیں۔
کانی کے بیاہ کو سو سو جوکھوں۔	عیب دار کو ہر جگہ مشکل پیش آتی ہے۔
تھوڑی حلال، بقیہ حرام۔	تھوڑے میں راستبازی، زیادہ ملے تو بے ایمانی۔
سستی بھیڑ کی دم اٹھا کر دیکھتے ہیں۔	سستی چیز کی بے قدری، یا غریب کا کوئی اعتبار نہیں کرتا۔
حجرا بھی، اور مجرا بھی۔	متقی بن کر عیش اڑانا۔
پیٹ میں پڑی بوند، نام رکھا محمود۔	دور کی امید پر خوش ہونا یا موہوم کی تعریف۔
کایا بڑی کہ مایا۔	صحت دولت سے بڑھ کر ہے، دولت کے آگے طاقت بیکار ہے۔
آسا مرے نرآسا جئے۔	زحمت انتظار کی نسبت ناامیدی میں سکون قلب ہے۔ ؎ ناامیدی تیرے قرباں تو نے راحت دی مجھے ایک ارماں کم ہوا، جب کہ ایک دشمن کم ہوا

ملا کی داڑھی تبرک میں گئی۔	ظاہر میں عزت افزائی در حقیقت تکلیف اور ذلت۔
لاگ لگ گئی' تب لاج کہاں۔	جب کہیں دل لگ جاتا ہے' تو شرم کا پاس نہیں رہتا۔
بن بھائے پیت نہیں' بن پرچے پرتیت نہیں۔	موافقت نہ ہو تو محبت نہیں اور بغیر آزمائش اعتبار نہیں۔
گھوڑا ملا ہے' تو کوڑا بھی مل جائے گا۔	بڑا کام ہو گیا ہے تو چھوٹے کی کیا فکر ہے۔
گھر آیا ناگ نہ پوجیے' بانبی پوجن جائیں۔	موجود بالفعل کو فوت کر کے پھر اسی کی تلاش۔
نہ دیکھ پرائی چوپڑی نہ للچائے جی۔ روکھی سوکھی کھا کے' ٹھنڈا پانی پی۔	اپنے حال پر قناعت کرنا بہتر ہے۔
آپ ہارے بہو کو مارے۔	اپنی خفت دوسرے پر اتارے۔
خلق کا حلق کس نے پکڑا۔	زبان خلق سے کوئی محفوظ نہیں۔
گھی گرا تھالی' نہ غصہ نہ گالی۔	در حقیقت کوئی نقصان نہیں ہوا۔
اوچھے کو ملا تیتر' باہر باندھوں یا بھیتر۔	کمینے ایسی ہی شیخیاں مارے ہیں۔
سانپ لمبا گوہ چوڑی۔	حساب برابر ہو جاتا ہے۔
تولہ بھر کی روٹی' کیا پتلی کیا موٹی۔	تھوڑی چیز نہ ہونے کے برابر ہے۔
دنیا کا کام کس نے کیا تمام۔	کبھی ختم نہیں ہوتا' سلسلہ شروع رہتا ہے۔
آئی صورت سے راضی رہ' منہ سے اللہ اکبر کہہ۔	خوش اخلاقی بہترین عبادات سے ہے۔
کان میں تنکا' ناک میں انگلی مت کرمت کر	برا معلوم ہوتا ہے خاص کر مجلس میں۔
آنکھ میں انجن' دانت میں منجن نت کرنت کر	حفظ صحت کی تدبیر ہے۔
نائی' دائی' دھوبی' قصائی' ان کو سوتک کبھی نہ جائی۔	ہمیشہ غلاظت سے کام پڑتا ہے۔
ٹھوس اور کھوکھلا بانس نظر آجاتا ہے۔	خواہ کوئی لباس پہن لو' امیری غریبی نہیں چھپتی۔
گھر والے کا ایک گھر' بے گھر کے سو گھر۔	بدمعاشوں کا ہر جگہ ٹھکانا ہو جاتا ہے۔
ایک اور ایک دو نہیں' گیارہ ہو جاتے ہیں۔	اتفاق میں بڑی برکت ہے۔
سر سے اترے بال' چاہے کھائی میں ڈال۔	جب تعلق نہ رہا' خواہ کچھ ہوتا رہے۔
سیاہ رنگ پر کوئی رنگ نہیں چڑھتا۔	دل سیاہ پر کوئی نصیحت موثر نہیں ہوتی۔
پہلے شاستر پھر شستر (ہتھیار)۔	پہلے علم و حلم سے سمجھاؤ نہ سمجھے تو ہتھیار سے کام لو۔
جورو ٹٹولے پھینٹ' ماں ٹٹولے پیٹ۔	عورت کو زر کا لالچ' ماں کو سچی محبت۔
ٹیکے والا بنیا' مالا والا جٹ کنڈے والا ٹ تینوں چوڑ چپٹ	تینوں خطرناک ہوتے ہیں۔
جٹ محصل برہمن شاہ' بنیا حکم قہر خدا۔	ان کاموں سے مناسبت نہیں رکھتے۔ ظلم کرتے ہیں۔
نزدیک میکے سدا خواری' گھر نہ بیٹھے کرموں ماری جب دیکھو چندری ماری' جوتی ساری عمر گزاری	بیوی کے ماں باپ کا اپنے شہر یا قرب و جوار میں بڑی خرابیوں کا موجب ہوتا ہے۔

کانٹا برا کریل کا برابدری کا گھام سوکن بری ہے چون کی اور ساجھے کا کام	یہ کانٹا جسم میں ٹوٹ کر سخت تکلیف دیتا ہے۔ بادل میں گرمی سے حبس ہوتا ہے۔ سوکن آٹے کی بھی بری ہے۔ دیگ شرکت بہ جوش نمی آیدیا ساجھے کی ہنڈیا چوراہے میں پھوٹے۔
سوکن سے سولی بھلی، جو ترت نکالے جی سولی سے سوکن بری جو آدھا بٹاوے پی	مطلب ظاہر ہے۔
اندھے اندھے آگ نہ لگا دینا' اچھا ہوا یاد کرا دیا۔	پہلے تو خیال نہ تھا اب ضرور لگاؤں گا' بے وجہ تاکید کرنا برا۔
شیطان ہر جگہ موجود ہے۔	گناہ کے سامان ہر جگہ تیار رہیں۔
فکر پر فاقہ بھلا۔	ہول کھانا مصیبت سے بھی بدتر ہے۔
صبر کر من میں' تو سکھ رہے تن میں۔	صبر کے فوائد بے شمار ہیں' ورنہ خرابی ہی خرابی ہے۔
لاگی نہیں چھوٹے راجہ چاہے جیا را جلاؤ۔	جور محبوب مانع محبت نہیں ہو سکتا' عادت بد نہیں چھوٹی۔
پھٹا دودھ نہیں جم سکتا۔	دلی کدورت دور نہیں ہو سکتی۔
ایڑیاں اٹھا کر پھانسی چڑھنا۔	خواہ مخواہ مداخلت کر کے مبتلائے مصیبت ہونا۔
خون پانی سے زیادہ گاڑھا ہوتا ہے۔	غیر اتنی ہمدردی نہیں کر سکتے۔
قرض حسنہ' جب مانگو تب ہنسنا۔	مطلب نکال کر مقروض ہنس کر ٹال دیتا ہے۔
پڑوسی نزدیک' بھائی دور' ہمسایہ ماں جایا۔	ہر وقت تعلق رہتا ہے۔
مچھر' مکھی' کھٹمل' جوں' ان کو مالک گھڑیا کیوں۔	ان کی ایذا رسانی سے کوئی محفوظ نہیں۔
سخی کی ہی بانہہ سوکھتی ہے۔	نیکو کار عموماً مبتلائے مصیبت رہتے ہیں۔
ناک سے نکال کر منہ پر لگانا۔	چھوٹا عیب رفع کر کے بڑا عیب پیدا کر لینا۔
یار آئیں تو چھیچھڑے پکائیں۔	لحاظ کے مارے اعتراض نہیں کر سکتے۔
جس کا پاپ اسی کا باپ۔	ظلم ضرور ظالم کے آگے آتا ہے۔
عقل خود بہ کمال' فرزند خود بہ جمال۔	ہر ایک بہتر خیال کرتا ہے۔
نائی' کتا اور رباج' بھرے پیٹ نہ کرتے کاج۔	کام نہیں کرتے۔
سرہانے سویا پائنتی' کمر تو درمیان ہی رہے گی۔	کوئی صورت اختیار کرو' انجام ایک ہی ہے۔
فریاد شغال' وبال شغال۔	بعض وقت کی گفتگو باعث مصیبت بن جاتی ہے۔
زندگی سے دور' موت سے نزدیک۔	بڑی عمر والے کو کہا جاتا ہے۔
تو کو نہ موکو' چولھے میں جھوکو۔	متنازعہ چیز رائیگاں جاتی ہے۔
نہ شیر نہ شتر' نہ دیدار عرب۔	مطلب پرستوں کے متعلق کہا جاتا ہے۔
یک مویز' چہل قلندر۔	ایک انار سو بیمار' تھوڑی چیز زیادہ خواستگار۔
حرام کھانا اور شلغم۔	تھوڑی چیز پر ایمان کھو دینا۔

بلاؤ گے تو کیا کھلاؤ گے‘ آؤ گے تو کیا لاؤ گے۔	ہر حالت میں اپنا ہی مطلب مدِ نظر رکھو۔
جو چوری کرتا ہے‘ وہ موری بھی رکھتا ہے۔	ہر شخص انجام کی فکر پہلے کر لیتا ہے۔
جہاں کا کانسہ وہاں بجلی کا سانسہ۔	جہاں مال وہاں چور آ چکا۔
پورب ہو یا پچھم گھر سب سے اتم۔	مطلب ظاہر ہے۔
نام بلند بہ از بام بلند۔	نیک نامی بلند نامی سے بہتر ہے۔
جہاں میری بھاگو جائے بھاگ وہاں سے بھاگا جائے۔	بد بخت کو ہر کام میں ناکامی ہوتی ہے۔
کم بختی جو آئے اونٹ چڑھے کتا کاٹ کھائے۔	بد قسمتی میں ناممکن بھی ممکن ہو جاتا ہے۔
شکم سیر کتا حلوا ترش۔	پیٹ بھرے کو کسی نعمت کی قدر نہیں۔
جٹ بدیا اور رنٹ بدیا مشکل سے آتی ہے۔	کھیتی اور بازیگری ہر کوئی نہیں کر سکتا۔
گہرے گھاؤ کا گہرا علاج۔	بڑی مصیبت زیادہ کوشش ہی سے رفع ہوتی ہے۔
پیس موئی پکا موئی‘ آپ رہی بھوکی کھا گئے کوئی۔	کسی کی محنت سے کوئی فائدہ اٹھائے۔
ساٹھا پاٹھا بیسی کھیسی۔	مرد ساٹھ سال کا بھی جوان رہتا ہے عورت بیس سال ہی میں گھس جاتی ہے۔
ماں نے جائے سات پوت‘ کرموں نے دیئے بانٹ۔	اپنے نصیب جدا ہیں‘ ماں نے جنم دیا ہے کرم نہیں۔
گھر کی کھانڈ کرکری‘ چوری کا گڑ میٹھا۔	بیگانہ مفت کا مال بہت پسند آتا ہے۔
مال عرب پیش عرب۔	اپنی چیز اپنے پاس ہی محفوظ رہتی ہے۔
مرضی رب چہ کند عرب۔	تقدیر سے چارہ نہیں۔
ہاتھ میں لانا‘ پات میں کھانا۔	غریبانہ مختصر روزی پر قناعت۔
گیدڑ گرا گڑھے میں آج یہیں رہیں گے۔	قابو نہ چلا‘ ناچار رہنا ہی پڑا۔
نیا سپاہی ہرن کے سینگ اکھاڑے۔	بہت کارگزاری ظاہر کرتا ہے۔
ماں اچھی پسنہاری‘ باپ نہ اچھا ہفت ہزاری۔	ماں غریب بھی اولاد کی پرورش کر لیتی ہے‘ باپ امیر ہو کر بھی خبر نہیں لیتا۔
طیش میں عیش کہاں۔	غصہ ور ہمیشہ مبتلائے رنج رہتا ہے۔
مونگ مونگ میں چھوٹا بڑا کون۔	برادری میں سب یکساں ہیں۔
نیا حکیم‘ دے افیم۔	ناتجربہ کار کا یہی حال ہوتا ہے۔
واہ میاں کالے‘ خون رنگ نکالے۔	ایسی امید نہ تھی۔
آگ تلے کی پھوہڑ‘ آم تلے کی چتر۔	خوش نصیب بیوقوف بھی عقلمند شمار ہوتا ہے۔
مایا تیرے تین نام‘ دولو‘ دولا‘ دولت رام۔	دولت سے خواہ مخواہ مرتبہ بڑھتا ہے۔
نردھن تیرے تین ناں لچا‘ غنڈا‘ بے ایمان۔	مفلسی بے عیب کو عیب دار بناتی ہے۔
گیدڑ کو کہا تیرا گوہ چاہیے‘ وہ پہاڑ پر ہگنے لگا۔	جس سے کام پڑ جائے‘ وہ ایسے ہی قدر کراتا ہے۔

آگ لگی پر مینہ برسا۔	عین وقت پر ضرورت پوری ہوئی۔
ساجھا جورو خصم کا ہی بھلا۔	دوسرے کے ساتھ شرکت نہیں نبھتی۔
بھتیجا تیجا (تیسرا)۔	غیروں کے برابر بلکہ بعض اوقات دشمن ہوتا ہے۔
کاٹنے والے کتے سے آشنائی ہی بہتر ہے۔	بروں کے ساتھ بگاڑنی نہ چاہیے۔
کتا راج بیٹھا، چکی چاٹنے آیا۔	جبلی خصلت نہیں جا سکتی۔
کھائی مغل کی طاہری، کہاں جائے گی باہری۔	لذیز کھانوں کی چاٹ جانے نہیں دیتی۔
نٹنی بانس پر چڑھی، تو پردہ کیسا۔	بے حیائی اختیار کی، تو شرم کیسی۔
چور جاتے رہے کہ اندھیاری۔	کبھی تو قابو میں آؤ گے۔
جو بلا اپنے بچے نہ چھوڑے، وہ چوہا کب چھوڑے گا۔	جو اپنوں پر رحم نہیں کرتا وہ غیروں پر کب رحم کرے گا۔
گر گر بدیا سر سر عقل۔	انسان مختلف الطبائع اور مختلف العقل ہوتے ہیں۔
گڑ کھائے گی تو اندھیرے میں آئے گی۔	لالچ تکلیف بھی برداشت کرا دیتا ہے۔
لاٹھی ٹوٹے نہ باسن پھوٹے۔	نرمی سے کام نکلنا چاہیے۔
کسی نے پیا دودھ کسی نے پیا پانی، سب کو ایک رین گنوانی۔	غریب امیر بھلے برے سب کی گزر جاتی ہے۔
رہے تو آپ سے نہ رہے، تو سگے باپ سے۔	عورت اگر خاوند سے متنفر ہو، تو کوئی سعی کارگر نہیں ہوتی۔
نیکوں کو سول (کانٹا) بدوں کو پھول۔	نیکوکار عموماً مبتلائے مصائب رہتے ہیں۔
وہی ڈوبیں منجدھار جن پر بھاری بوجھ۔	کثرت تعلقات لبریز خطرات گوناگوں ہے۔
موری کی اینٹ چوبارے لگی۔	کمینے کو بڑا رتبہ مل گیا۔
من اٹکا جھٹکا۔	دل لگا کر سوکھ کر کانٹا ہو گئے۔
مت کر ساس برائی، تیرے آگے بھی جائی۔	برائی کا نتیجہ برا ہی نکلتا ہے۔
موت بھلی کہ جاں کندنی۔ ہانڈے سے ڈانڈا بھلا۔	روز ستائے جانے سے مر جانا بہتر ہے۔
غریب کی جوانی، گرمی کی دھوپ، جاڑے کی چاندنی تینوں اکارت جائیں۔	مطلب ظاہر ہے۔
حساب جوں کا توں، کنبہ ڈوبا کیوں؟	جہاں نقصان کا سبب کچھ معلوم نہ ہو۔
سسکتی گئی، بلکتی آئی۔	ابتداء انتہا دونوں خراب۔
ہلدی لگی نہ پھٹکڑی، پٹاخ بہو آن پڑی۔	بے مشقت غیر متوقع طور پر کسی خوشی کا حاصل ہو جانا۔
سسکتی نے دیا، پھسکتی نے لیا۔	نہ لینے والا خوش، نہ دینے والا خوش۔
جب آوے برن کا چاؤ بھروا گنے نہ بچھوا باؤ۔	فضل الٰہی یا مشیت ایزدی ظاہری اسباب کی محتاج نہیں۔
اللہ غنی پھر کا ہے کی کمی۔	متوکل باللہ کی ہر ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔
ایک اُہاری سدا برتی (روزہ دار) ایک ناری (عورت) سدا جتی (مجرد)۔	ایک وقت کھانے والا گویا روزہ دار۔ ایک عورت والا بمنزلہ مجرد ہے۔

ایک نار جب دوسے رسی' جیسے ایک ویسے اسی۔	عورت کی پارسائی اس کے شوہر تک محدود ہے۔
جو کوئی کھیلے جوا' آج نہیں تو کل موا	قمار بازی کا انجام برا ہے۔
جوا برا بیوپار' جو نہ ہوتی ہار	
بھولے باہمن گائے کھائی' اب کے کھاؤں رام دوہائی۔	انسان فریب کھا کر ہوشیار ہو جاتا ہے۔
جب وہ صاحب کرنا لوڑے (چاہے)	فضل رب ہو تو اسباب بہتری خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔
سو سبب اک پل میں جوڑے	
بیاہ رچا کے دیکھ' مکان بنا کے دیکھ۔	اندازے سے زیادہ خرچ در خرچ نکل آتا ہے۔
پنچوں شامل مر گئے سمجھو گئی برات۔	سب کیساتھ مصیبت بھی راحت' مرگ انبوہ جشنے دارد۔
بھاگنے پر آئے لگائی' توڑے کوٹ کودے کھائی۔	کوئی رکاوٹ مانع نہیں ہو سکتی۔
بے دیکھے مجھے تاپ آئے' وہی شوہر بیاہنے آئے	باوجود نفرت کے اسی سے سابقہ پڑنا۔
ایک تو موا ان بھاتا تھا' دوسرے کی سانجھ آتا تھا۔	
جن کو لاڈ گھنیرے' ان کو دکھ بہتیرے۔	نازپروردگان کو زیادہ مصیبت آتی ہے۔
جنم کے اندھے نام نین سکھ'	برعکس نہند نام زنگی کافور۔
جنم کی دکھیا نام چین سکھ۔	
جو درخت سامنے آئے' وہی اونٹ کا چارہ۔	جو شخص ہر بھلے برے کو لوٹ لے۔
چاکر ہے تو ناچا کر' نہ ناچے تو نا چاکر۔	مالک کا ہر بھلا برا حکم ماننا پڑتا ہے۔
چھتیس بھوجن بہتر روگ۔	مختلف اقسام کی متضاد اثر غذائیں بیماریاں پیدا کرتی ہیں۔
خوان بڑا' خوان پوش بڑا' اندر دیکھا آدھا بڑا۔	ظاہر آراستہ' باطن خراب۔
دمڑی کے پان بنیانی کھائے' کھو لالہ گھر رہے یا جائے۔	بخیل کو ادنیٰ خرچ بھی ناقابل برداشت ہے۔
دور کے ڈھول سہانے' پاس کے پھوڑیں کان۔	جب تک معاملہ نہ پڑے' ہر شخص اچھا ہے۔
سب کے دانا رام' سب کی میا شام۔	اللہ سب کا رزاق ہے اور شام سب کو آرام پہنچاتی ہے۔
باسی قورمہ بھی تازہ دال سے اچھا۔	شریف کنگال بھی کمینے امیر سے بہتر ہے۔
جس جگہ جاؤ گے' اپنا پیسہ کھاؤ گے۔	بغیر محنت کے کہیں گزارہ نہیں۔
مینہ آئے بھاگ جائے' آندھی آئے بیٹھ جائے۔	چھوٹی مصیبت جھیل جائے' بڑی ہو تو چپت ہو جائے۔
گھڑے کی مچھلی ہے۔	ہر وقت قابو میں ہے۔
بھیڑ کی لات ٹخنوں تک۔	کمزور کا غصہ کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔
اوجھ بڑے نہ روگ بڑھے۔	کم کھانے سے بیماری کم ہوتی ہے۔
ایک آوے کے برتن ہیں۔	سب کے اطوار یکساں ہیں۔
باپ بھکاری پوت بھنڈاری۔	مفلس کی اولاد تونگر بھی ہو جاتی ہے۔
اونٹ مکے ہی کی طرف بھاگتا ہے۔	ہر شے اپنے اصل ہی کی طرف رجوع کرتی ہے۔

اونٹ کا ٹھکانا ملی۔ — جہاں کچھ ملے وہیں تعلق رہتا ہے۔
بندھی مٹھی لاکھ برابر۔ — رازداری سے اعتبار بنا رہتا ہے۔ اتفاق اچھا ہے۔
مینہ برستے میں آگ لگی۔ — بدنصیبی کی انتہا۔
ساس گئی گاؤں بہو کہے میں کیا کیا کھاؤں۔ — کوئی سر پر نہ ہو تو ہاتھ مارنے کا خوب موقع مل جاتا ہے۔
پاپی کا ہرگا ہوا اوپر ضرور آئے گا۔ — برائی ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتی۔
چندن کی چٹکی بھلی گاڑی بھرا نہ کاٹھ۔ — تھوڑی اچھی چیز' زیادہ خراب سے بہتر ہے۔
کیمیا کا عمل سکھاؤں گا لیکن بندر کا خیال دل میں نہ لانا۔ — حصول مقصد کے لیے ناممکن العمل شرائط پیش کرنا۔
تولہ بھرکی آرسی 'ناقی بولے فارسی۔ — تھوڑے سلوک پر بہت احسان جتانا۔
تین ٹانگ کی گدھی نو من کی لادی۔ — بساط سے زیادہ بکھیڑا کرنا۔
حلق سے نکلی خلق میں پڑی۔ — منہ سے نکلی اور عوام میں مشہور ہوئی۔
دبلی بلی چوہوں سے کان کٹائے۔ — دباؤ کی جگہ زبردست بھی زیردست ہو جاتا ہے۔
شرم کی بہو' نت بھوکی مرے۔ — حد سے زیادہ شرم بھی نقصان کا باعث ہے۔
سانچی بات سعد اللہ کہے سب کے من سے اترا رہے۔ — سچی بات سب کو بری معلوم ہوتی ہے۔
منسا رام بھانجا' من ہی میں جان جا۔ — دل ہی کی سمجھ جاؤ' بیان کی ضرورت نہیں۔
بھائی بھاؤ کا' ورنہ اپنے داؤ کا۔ — مطلب ہو تو رشتہ دار' ورنہ مردار خور۔
حلوے میں ہڈی آگئی۔ — کسی غیر کا مخل صحبت ہونا۔
دل کی میل پیشانی پر آئے بغیر نہیں رہتی۔ — تیوروں سے دلی کیفیت معلوم ہو جاتی ہے۔

حقیقت دنیا

چہ می پرسی عزیز من حقیقت حال دنیا را
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معما را

دنیا ایک طور ہے' جو ہزاروں موسیٰؑ دیکھ چکا ہے۔ یہ ایک دیر ہے' جو ہزاروں عیسیٰؑ دیکھ چکا ہے۔ یہ ایک قصر ہے' جس میں ہزاروں قیصر رہ چکے ہیں۔ یہ ایک طاق ہے جو ہزاروں کسریٰ دیکھ چکا ہے۔

آنچہ دیدی برقرار خود نماند
آنچہ بینی ہم نہ ماند برقرار

دنیا ایک خواب ہے اور عدم اس کی تعبیر ہے۔ صید اجل ہے خواہ جوان ہے یا پیر' روئے زمین اور زیر زمین انسانوں سے پر ہے۔ گویا یہ صفحہ خاک دو رویہ تصویر ہے۔

دنیا کی ماتم سرائے میں کسی دل کا خوش ہونا' ایسا ہی عجب ہے' جیسے کہ شور زمین سے زعفران پیدا ہونا

یہ دنیا رنج و راحت کا غلط اندازہ کرتی ہے
خدا ہی خوب واقف ہے کہ کس پر کیا گزرتی ہے

دنیا کو اعتبار ظاہری سے دیکھنا دلالت کرتا ہے کہ تیرے چہرے پر آنکھیں نہیں بلکہ آئینہ بر دیوار ہے۔
دنیا اپنے پرستاروں کے ساتھ کچھ رحم و رعایت نہیں کرتی۔ آگ آتش پرست کو بھی جلائے بغیر نہیں چھوڑتی ؎

راز ہستی کو کوئی آج تلک پا نہ سکا   پا گیا کچھ تو کسی غیر کو سمجھا نہ سکا
اسرار ازل رانہ تو دانی و نہ من   ایں حرف معمہ رانہ تو خوانی ونہ من
ہست ازپس پردہ گفتگوئی من و تو   چوں پردہ بر افتد نہ تو مانی ونہ من

دنیا کا کرہ ایک مقبرے کی مثال ہے۔ گردوں لوح مقبرہ اور گیتی اس کی لحد ہے۔ ہم سب اس میں مزدور اور خورشید چراغ مقبرہ ہے۔
دنیا میں محشر بپا ہے۔ اے اللہ! صور اسرافیل اور طوق ادب چر عزازیل بھیج۔ خرابی بیت اللہ۔ کے قصدے فیل تو نمودار ہو گئے۔ اب ابابیل بھیج۔
دنیا کا غم اور خوف عقبیٰ ہر وقت باعث پریشانی ہیں۔ سب لوگ مرنے سے ڈرتے ہیں۔ مگر میں زندگی سے ڈرتا ہوں ؎

دیں آخرت کا واعظ دنیا ہوس کی بانی   جھگڑے میں پڑ گئی ہے انسان کی زندگانی
آسودگی بگوشہ ہستی ندیدہ ایم!   جاں دادہ ایم و کنج مزارے خریدہ ایم
سراسر ہچو مہر و ماہ گردیدیم دنیارا   نہ دارد منزل آسائشے دیدیم دنیارا

دنیا ایک صید گاہ ہے۔ انسان و حیوان اور ہر ایک ذی جان خواہ پیر ہو یا جوان اس میں بمنزلہ صید ناتواں گوناگوں حوادث ناگہانی امراض جسمانی اور صدہا قسم کے نقصان و زیاں اس میں مانند صیاد بیدردہیں' جو اس صید گاہ میں ہر چہار طرف ان شکاران ناتواں کو بھگائے پھرتے ہیں' میر شکار ملک الموت اس میں تیر و کمان لئے بیٹھا ہے۔ ناگاہ اس کی زد میں آکر سب کے سب ایک ایک کر کے ہلاک ہو جاتے ہیں ؎

بحر ہستی بجز سراب نہیں   چشمہ زندگی میں آب نہیں
رکھو مرگ کو محبوب تاّل نہیں اچھا!   اس ہستی ناقص کا تسلسل نہیں اچھا

دنیا ایک پل ہے' راہگذر دار عاقبت کا۔ صاحب تمیز پل پر گھر تعمیر نہیں کرتے۔
دنیا کو عشرت کدہ قرار دینے والو! اس ماتم کدے کی حقیقت کو تم از خود تسلیم کرلو گے۔
دنیا میں شعر ایک نوحہ ماتم' موسیقی ایک فغان یاس' پھول ایک منجمد قطرہ گریاں' روشنی ایک امید گریزاں کے علاوہ اور کچھ نہیں ؎

باسکندر خضرؑ در ظلمات گفت   مرگ مشکل زندگی مشکل تراست

دنیا کی حلاوتیں جاہلوں کے لئے اور تلخیاں عاقلوں کے لئے ہیں ؎

آں راکہ عقل بیش' غم روز گار بیش

؎ اپنی مرضی کے موافق دہر کو کیونکر کروں   بیجد آتا ہے مجھے غصہ مگر کس پر کروں

دنیا کی ایک ایک ساعت عاقبت کے ہزار ہا سال کے برابر ہو بہتر ہے۔ کیونکہ دنیا سرائے خدمت ہے اور عاقبت سرائے

قربت اور وہ جبھی میسر ہو سکتی ہے جب کہ خدمت کی جائے۔

دنیا ایک گلزار ہے' جس کا ہر ایک گل پر خار ہے۔ طرفہ یہ کہ اس گل کو بھی ثبات ہے' نہ قرار ہے۔

دنیا ایک مسافر خانہ ہے لیکن بد بختوں نے اسے اپنا وطن بنا رکھا ہے ؂

دنیا ہے ایک میکدہ بے خودی اسیر سب مست ہیں کسی کی کسی کو خبر نہیں

دنیا کا لفظ دنایت سے مشتق ہے' جس کے معنی ہیں ذلت و کمینگی۔ پس نام ہی سے اس کا اندازہ لگالو کہ یہ کیا چیز ہے

؂ علم ابتدا کا ہے نہ خبر انتہا کی ہے دور انقلاب کا حکومت فنا کی ہے

دنیا میں اگر کوئی محنت کا قدر دان ہوتا' تو گدھا سب سے زیادہ قابل قدر تھا۔

دنیا کی مثال اندھوں کے ہاتھی کی ہے کہ جس اندھے کا ہاتھ ہاتھی کے جس عضو کو لگا' اس کے خیال میں ہاتھی ویسا ہی ہے

؂ جیسی حالت پیش آتی ہے زمانے میں جسے ذہن انسانی میں ویسا ہی اتر آتا ہے عکس

یہ توہم کا کارخانہ ہے یاں وہی ہے جو اعتبار کیا

دنیا ایک عورت ہے عشوہ گر دل ستاں' لیکن یہ کسی کے ساتھ حقوق شوہری نہیں ادا کرتی۔ یہ ایک زن حاملہ ہے' جو ہزاروں فرزند جنتی ہے اور مار ڈالتی ہے۔ پھر اس سے مہر مادری کی توقع کون رکھ سکتا ہے ؂

نہیں جیفہ دنیا بریک قرار کہ کاتک کی کتیا کا کیا اعتبار

دنیا پرست شاعر کا قول ہے ؂

دنیا کے جو مزے ہیں ہرگز وہ کم نہ ہوں گے چرچے یہی رہیں گے' افسوس ہم نہ ہوں گے

لیکن حقیقت حال یہ ہے ؂

دنیا کے جو الم ہیں' ہرگز وہ کم نہ ہوں گے صدمے رہیں گے' صد شکر ہم نہ ہوں گے

دنیا میں اگر تیرا کوئی بھی گناہ نہ ہو' تو اس کی محبت ہی ہزاروں گناہوں کا ایک گناہ ہے۔

دنیا تیرے اجزاء کو منتشر کرنے کی فکر میں ہے' اور تو دنیا کی جمع کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ ؂

قبر پر کر اک تعمق کی نظر بحر ہستی کی یہیں پر تھاہ ہے

دنیاوی دولت کا ہونا یا نہ ہونا ہر دو وبال جان ہیں۔ اگر ہو تو اس کی محنت کے پابند اور اگر نہ ہو تو گزارہ مشکل ؂

غریبوں سے لپٹ جاتی دنیا فکر نان ہو کر امیروں کے مقابل ہوتی ہے' حسن بتاں ہو کر

دنیا اور خوشی دو متضاد الفاظ ہیں' جن کے اجتماع کے لئے دل ناداں کے سوا کوئی جگہ نہیں۔

دنیا کے مال اور اپنے جمال پر غرور مت کر' کیونکہ یہ ہر دو ایک شب و تب میں لیے جا سکتے ہیں۔

دنیا ایک خواب ہے' جس میں زندگانی خواب میں خواب دیکھنے کی مانند ہے۔

دنیا میں ہر شخص کا یہی خیال ہے' اے اللہ ہم تیرے' مرنے کو اور بہتیرے۔

دنیا کی خوشیاں آگ میں کانٹوں کا چٹخنا ہے ؂

اک مرض بن کر مسلط ہے بلائے زندگانی درد ہی سے ہوتی رہتی ہے دوائے زندگانی

دنیا کو جو ذلیل سمجھتا ہے' وہ دنیا کا مالک ہے

چشم بینا تو نے پائی ہے تو یہ دنیائے دوں — اک نہ اک دن تیری نظروں سے اتر ہی جائے گی
دنیا میں ہوں' دنیا کا طلب گار نہیں ہوں — بازار سے گزرا ہوں' خریدار نہیں ہوں

دنیا کے عیبوں میں تیرے لئے یہی کافی ہے' کہ تو باقی نہیں رہے گا۔

دنیا میں مرض تکلیف دہ ہے' لیکن قرض جاں ستاں۔

دنیا میں جھکنے کے سوائے کھڑا ہونے کی کوئی جگہ نہیں ہے

یہ دنیا رنج و راحت کا غلط اندازہ کرتی ہے — اللہ ہی خوب واقف ہے کسی پر کیا گزرتی ہے

دنیا کی گاڑی کے تقدیر و تدبیر دو پہئیے ہیں۔ دونوں کی موجودگی ہی گاڑی کو چلا سکتی ہے۔

دنیا میں رنج و الم کو لازمی اور خوشی کو اتفاقیہ و عارضی خیال کرو

آپڑا کچھ وقت ایسا گردش ایام سے — زندگی شرما رہی ہے' زندگی کے نام سے

دنیا انسان کے لئے ہے اور انسان دنیا کے لئے' مگر ہم ایسے انسان ہیں جو سمجھتے ہیں کہ سب کچھ ہمارے لئے ہے اور ہم کسی کے لئے نہیں۔

دنیا ایک بحر عمیق اور پر نہنگ ہے' جس میں آسودہ وہی رہ سکتے ہیں جو کنارے پر رہیں۔

دنیائے تاریک میں ٹھوکر کھانے کا اندیشہ اسی شخص کو ہو سکتا ہے' جس کی عقل و دانش کا چراغ گل ہے۔

دنیا کی مصیبتوں کو وہی شخص بآسانی برداشت کر سکتا ہے' جس کو اللہ پر اعتقاد اور موت ہر وقت یاد ہو

رضائے حق پہ راضی رہ' یہ حرف آرزو کیسا — اللہ خالق' اللہ مالک' اللہ کا حکم' تو کیسا

دنیا فی الاصل ان کی ہے' جو ہمارے بعد پیدا ہوں گے۔

دنیا میں دل' نعرہ زناں ملک جہاں اور روح وفانی زندگی جاوداں طلب کرتا ہے۔ بیچاروں کو کیا خبر کہ صیاد اجل بھی جاں طلب کرتا ہے

صیاد اجل در طلب برون جانت — تو در طلب خواجگی ملک سمر قند
دریں باغ دنیا درختے نہ رست — کہ ماند از جفائے تیرزن درست

دنیا میں مانا کہ سو سال شاد کام و با آرام زندگی بسر کرے' بلکہ یہ بھی مانا کہ سو سال ایسے تجھے اور بھی مل جائیں' لیکن اے عزیز! آخر کیا ہے۔ فنا۔ لہذا فانی چیز کی قلت و کثرت یکساں

ہو عمر خضرؑ بھی تو کہیں گے بوقت مرگ — ہم اس جہاں میں آئے تھے کیا آئے کیا چلے
رفتیم و صد ہزار تمنا گذا شتیم! — دنیا برائے مردم دنیا گذا شتیم

دنیا میں انسانوں کے ہاتھ سے تجھے بہت کچھ ذلت و خستگی برداشت کرنی پڑے گی۔ اگر تو آدم ہے' تو انہی آدمیوں سے موافقت پیدا کر۔ ورنہ اگر فرشتہ ہے تو آسمان پر جا

باہمیں مردماں باید ساخت — چہ کنیم کہ مرداں ایں انداز

از صحبت نااہل دلم گرچہ نفورست اما چہ تواں کرد کہ ایں "جائے ضرور" است

ترجمہ:۔ نااہل کی صحبت سے اگرچہ میرا دل نفرت کرتا ہے۔ لیکن کیا کر سکتے ہیں، کہ یہ بھی "جائے ضرور" یعنی "حاجت کی جگہ" ہے۔

دنیا میں ابھی تجھے بہت کچھ خون جگر پینا ہے۔ کیونکہ تیرے چند سانس باقی ہیں۔ اس ہستی آفت بنیاد کی کشمکش سے نجات معلوم کر، جب کہ مرنا بھی باقی ہے

مطلبے گر بوواز ہستی ہمیں آزاد بود ورنہ در کنج عدم آسودگی بسیار بود

دنیا میں جس کسی کے ساتھ دوستی کا اظہار کرتا ہوں گویا ایک خوابیدہ دشمن ہے، جسے بیدار کرتا ہوں۔

دنیا تو در کنار چشمہ حیات میں بھی اگر تیری اجل آجائے، تو اتنی مہلت نہ دے گی کہ پانی کوزہ میں ڈال سکے۔

دنیا میں فارغ البال وہی ہے جو دنیا سے بے خبر ہے۔ پرندہ انڈے میں فریاد نہیں کرتا۔ حالانکہ انڈا قفس سے تنگ تر ہے۔

دنیا کی بے وفائی سے اکبر ملول ہے لیکن زیادہ اس کا تصور فضول ہے

دنیا میں مرگ کا خوف اور رزق کا غم نہ کر، کیونکہ ہر دو ناچار اپنے وقت پر ضرور پہنچیں گے۔

دنیا کے وہ قصر جس میں بہرام مے نوشی و عیش پرستی کرتا تھا، وہ اب خرگوشوں کی آرام گاہ ہے۔ وہ بہرام جو ہمیشہ گاؤ خر کا شکار کرتا تھا، وہ اب خود شکار گور ہے

کجا رفت بہرام و گورش کجاست بہ صحرا نظر کن کہ گورش کجاست

دنیا میں مسائل کے آنے کو غنیمت شمار کر، کہ تیری کل کی منزل کے لئے باربرداری ثابت ہوں گے۔

دنیا دراصل خود غرضی کا نام ہے، جو اس میں خود غرض تر ہے، وہ کامیاب تر ہے۔

دنیا میں اللہ کے سوا سب خود غرض ہیں، حتیٰ کہ پیغمبر بھی پہلے اپنی بہتری اور سلامتی کی دعا مانگتا ہے

آدمی بھی ہے فرشتہ بے گماں گر نہ ہووے غرض اس کے درمیان

دنیا میں بحالت نامرادی و بے اختیاری تیرے مظالم کا یہ عالم ہے، بامراد و صاحب اختیار ہو کر اللہ جانے کیا ستم ڈھائے

اس جبر پہ تو ذوق بشر کا یہ حال ہے کیا جانے کیا کرے جو اللہ اختیار دے

دنیا میں مردان مصاف سب جگہ پائے گئے۔ لیکن مرد تحمل کسی میدان میں نہ دیکھا گیا۔

دنیا کی زینت ظاہری، دل افسردہ کے کس کام آسکتی ہے۔ دیوار زنداں پر نقش و نگار کا ہونا نہ ہونا یکساں ہے۔

روز محشر کو لیے پھرتا ہے شیخ داخل دنیا ہیں محشر سینکڑوں

دنیا میں بیکاری و توکل مروت سے نہایت بعید ہے

زنہار دوش خلق پر اپنا نہ بار ڈال!

دنیا میں گزرنے والی عمر کے ساتھ دل بستگی خلق ہیچ ہے، آب رواں میں عکس کبھی قرار نہیں پاتا۔

دنیا میں بے دردوں سے علاج درد طلب کرنا نیش عقرب سے خار پا نکالنے کے برابر ہے۔

دنیا کے لوگوں کو آفات دولت معلوم نہیں، لقمہ چونکہ موٹا ہے اس لئے استخواں محسوس نہیں ہوتی۔

دنیا میں منہ کھولنا (یعنی بولنا) دام گرفتاری ہے۔ ماہی لب بستہ کانٹے کی گرفت میں نہیں آسکتی۔
دنیا میں توانوں کے ساتھ دوستی سرمایہ روشن دلی ہے، موم دھاگے کے ساتھ مل کر شمع بن جاتی ہے۔
دنیا کے گلزاروں میں دل نہ لگا۔ کیونکہ اس نونہال کو کسی دوسری زمین کے لئے سرسبز کیا گیا ہے۔
دنیا میں باران بے محل زراعت کے لئے مفید نہیں۔ عمر عزیز ضائع کر کے اشک ندامت بہانا بے سود ہے۔
دنیا میں ہر ایک انسان قدرتاً ایک دوسرے کی مدد کا محتاج ہے۔ جو شخص قدرت کے اس اصول کی پرواہ نہیں کرتا، وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان اور دنیا کا نمک حرام، کیونکہ جس اصول پر اس نے دنیا میں پرورش پائی ہے، اسی کا منکر و منحرف ہے

اندریں رہ جزو و کل محتاج یکدیگر شدند   عنکبوتے می شود پیغمبرے را پردہ دار

دنیا میں بہت سے عبرتناک واقعات ایسے ہیں، جن سے بیمار دلوں کو شفا حاصل ہوتی ہے، بشرطیکہ ان کے دل قابل قبولیت ہوں، کانوں میں سماعت کی صلاحیت ہو اور عقل ایسی قابلیت رکھتی ہو کہ ان کو یاد اور محفوظ رکھ سکے۔
حضرت علیؓ فرماتے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ اہل دنیا کی صبح و شام مختلف حالتیں بدلتی رہتی ہیں۔ کوئی تو مرتا ہے اور اس پر لوگ روتے ہیں۔ کوئی زندہ کہ اس کی عیادت ہو رہی ہے۔ کوئی مبتلائے مصیبت ہے کوئی بیمار پرسی کر رہا ہے۔ کوئی جان دے رہا ہے۔ کوئی دنیا کا طلب گار ہے اور موت اسے ڈھونڈ رہی ہے۔ کوئی غافل نادان غفلت میں پڑا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ اس کا حساب لینے والا غافل نہیں ہے اور پچھلے لوگ پہلوں کے کھوج پر جا رہے ہیں۔
دنیا میں ہر ایک شخص امید فردا کے دل خوش کن تصورات میں مگن رہتا ہے اور چاہتا ہے کہ کل کا دن بہت جلد آئے، تاکہ اس کے حق میں کوئی زیادہ بہتری کی صورت ظہور پذیر ہو۔ وقت گذرنے اور عمر کم ہونے کا اسے مطلق خیال نہیں ہے

دنیا بزرگ باشد در دیدہ غلط بیں   اندک بہ چشم آحول بسیاری نماید
اڑتا ہے شوق راحت منزل میں اسپ عمر   مہمیز کس کو کہتے ہیں اور تازیانہ کیا

دنیا میں میں اس کا ممنون ہوں، جو میری طرف نظر کج سے دیکھے، جیسا کہ تیر کج نشانہ کے لئے نشان رحمت ہے۔
دنیا کے باغ میں ایک پتا بلکہ کانٹا بھی بیکار نہیں ہے۔ برے سے برا آدمی بھی کسی نہ کسی غرض کے لئے بنایا گیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ یہ راز تمہاری سمجھ میں نہ آئے۔
دنیا میں یاد حق سے غافل دل، فرماں پذیر تن ہو جاتا ہے۔ لہٰذا سوار خواب آلودہ کو گھوڑا جہاں چاہے لے جاتا ہے

کہا بقراط سے دنیا میں کیوں آیا تو اے دانا   کہا اس نے کہ میں لایا گیا مجھ کو پڑا آنا
کہا کیونکر بسر کی عمر، بولا ساتھ حیرت کے   کہا کیا جانا، بولا کچھ نہیں جانا، یہی جانا

دنیا میں چھوٹے گناہ کے خیال کو بھی بڑا خیال کر، گندم کے ایک دانے نے آدمؑ کو فردوس سے باہر نکلوا دیا۔
دنیا کی شاہراہ میں صراط مستقیم شرع سے پاؤں باہر نہ رکھ، کہ سوزن بے رشتہ جلد گم ہونے کا احتمال ہے

مثل پرکار یم یک پا در شریعت مستقیم   پائے دیگر سیر ہفتا دو دو ملت مے کند

دنیا میں کوئے حیات سے در مرگ تک چند نفس کی مسافت ہے۔ لیکن طرفہ یہ کہ اس مختصر مسافت میں کوئی قدم ایسا

نہیں' جس میں ہزار ہا آفات نہ ہوں ؎

میں کیا کہوں' شکایت کل کیا تھی' آج کیا ہے — جینا ہی رنج دہ ہے' اس کا علاج کیا ہے
اے مادر شفیق قضا کا جو لگے تیر !! — مت مرگ نوجواں سے تو دل فگار ہو
اس صید گاہ میں سے وہی بچ کے نکلا صاف — جو صید سب سے پہلے اجل کا شکار ہو

دنیا میں انسان ہی کفران نعمت کے باعث شکر منعم سے غافل ہے۔ ورنہ مرغ ہر دانہ کے لئے زمین پر سر جھکاتا ہے

؎ از کفر ہیچ چیز بدتر نیست در جہاں — کفران نعمت است کہ بدتر' ز کہ بدتر ز کافری ست
عجب محفل ہے یہ دنیا جہاں ہر ایک بیدل ہے — مگر طرفہ یہ ہے پھر دیکھئے ہر ایک مائل ہے
عجیب عالم ہے یہ جس میں سفر بھی ہے حضر بھی ہے — یہ دنیا راستہ کا راستہ منزل کی منزل ہے
جہاں کل ابتدا کی تھی' وہیں آج انتہا دیکھی — مال زندگی میرے لئے تحصیل حاصل ہے
دنیا فنا کی جا ہے' فنا ہی سمجھ اسے — پی جام مرگ و آب بقا ہی سمجھ اسے
حال دنیا را پرسیدم زیک فرزانہ — گفت یا یادیست یا خوابیست یا افسانہ
یا مثال تودہ برف است در فصل بہار — ہیچ عاقل در چنیں جائے نسازد خانہ
باز گفتم حال آنکس گو کہ دل در وے بہ بست — گفت یا غولیست یا دیویست یا دیوانہ

دنیا میں ذلت کی ہزاروں صورتیں ہیں۔ لیکن ذلت قرض ان سب سے سخت تر ہے۔

دنیا میں طبقہ امراء اس وجہ سے قابل نفرت ہے اور بزرگان دین سے لے کر عوام تک اس لئے ان سے متنفر ہیں کہ وہ فرائض معبود اور حقوق العباد کی مطلق پرواہ نہیں کرتے۔

دنیا ایک مجمع جہلاء ہے' لیکن اس میں سب کی حالت جہالت یکساں نہیں ہے۔ بے وقوف گدھے تو تمام کے تمام ہیں۔ فرق ہے تو صرف اتنا کہ کوئی ان میں خر عیسیٰ ہے' تو کوئی خر دجال ہے۔

دنیا میں موت انسان کا ایک بے خبر ساتھی ہے۔ نہ معلوم کس وقت ہلاک کر ڈالے ؎

حقیقت حال دنیا کی' اگر معلوم ہو جاتی — طبیعت محفل عشرت میں بھی مغموم ہو جاتی

دنیا کی تمام آبادی میں سیکنڈ میں دو آدمی اوسط اموات ہے۔ اس قدر خوفناک تناسب مرگ سے انسان کیسے بے فکر رہ سکتا ہے۔ طرفہ یہ کہ اس اوسط مہیب میں بچے جوان یا بوڑھے کی تخصیص نہیں۔ نصیحت کامل اور حقیقت' عبرت انگیز و لرزہ خیز ہے۔ لیکن غفلت پرلے درجے کی ہے کہ آگے والا مرتا اور پیچھے والا بے خبر ہے۔

؎ پیام مرگ سے دل ترا' کیوں دم نکلتا ہے — مسافر روز جاتے ہیں' یہ رستہ خوب چلتا ہے
عبث اس زندگی پر غافلوں کا فخر کرنا ہے — یہ جینا کوئی جینا ہے کہ جس کے ساتھ مرنا ہے

ایک نوجوان نے ایک ضعیف العمر بوڑھے کو جس کا جسم رعشہ سے کانپ رہا تھا اور بینائی بھی کم تھی' از راہ سعادتمندی سلام کیا۔ بوڑھے نے جوان کو درازی عمر کی دعا دی۔ جوان اس دعا کو سن کر کانپ اٹھا۔ کیونکہ درازی عمر کا لرزہ خیز و عبرت انگیز مجسم نظارہ اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔

تمثیل:۔ ایک شخص کو بھوت قابو کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ بیچارے نے بہت جنتر منتر سیکھے۔ مگر بھوت بس میں نہ آیا۔ لاچار وہ جنگل میں رہنے والے ایک مہاتما کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ "بھگوان! مجھے کوئی تدبیر بتاؤ کہ بھوت میرے قبضے میں آجائے' اور میرا دھندا سب کچھ کر دیا کرے۔" مہاتما عقلمند انسان تھا۔ کہا "بھوت بہت برے ہوتے ہیں۔ اس خیال خیام سے باز آجاؤ۔ تم اس کو کام کاج نہ بتا سکو گے۔ آخر میں وہ تم کو چٹ کر جائے گا۔" اس نے کہا "میرے پاس بہت کام کاج ہے۔ جن سے وہ کبھی فرصت نہ پا سکے گا۔" آخر مہاتما نے منتر بتا دیا۔ یہ گھر میں آکر منتر سدھ کرنے لگا۔ جب میعاد مقرر پر منتر سدھ ہو گیا' بھوت ظاہر ہو کر کہنے لگا۔ "بتاؤ کیا کروں؟" اس نے کہا "ایک عمارت شاندار بنا دے۔" ایک پل میں عالی شان عمارت تیار ہو گئی۔ اس نے کہا "کھیت جوت آؤ۔" اور کھیت جوتا ہوا تیار تھا۔ اس نے کہا "بہت سا روپیہ لاؤ۔" خزانہ وہیں حاضر' غرضیکہ جو مشکل اور مختلف کام اس کو بتائے گئے' سب کچھ کیا کرایا تیار۔ اب کوئی کام نہ رہا بھوت نے کہا "کام بتاؤ' ورنہ میں تم کو کھا جاؤں گا۔" یہ ڈرا اور دوڑ کر مہاتما کے پاس گیا اور کہا "بھگوان بھوت کو جو کچھ کہتا ہوں' وہ جھٹ پٹ کر دیتا ہے۔ اب میرے پاس کوئی کام نہیں ہے۔ بتاؤ کیا کروں؟ ورنہ وہ مجھ کو کھا جائے گا۔" اتنے میں بھوت بھی کھاؤں کھاؤں کرتا پہنچ ہی تو گیا۔ مہاتما کے پاس ایک کتا بیٹھا ہوا تھا۔ آدمی کے ہاتھ میں خنجر دے کر اس نے کہا۔ "اس کی دم کاٹ لے اور بھوت سے کہہ کہ سیدھی کر دے۔" بھوت نے کتے کی دم ہاتھ میں لے لی۔ ایک مرتبہ سیدھی کر دی۔ پھر جب اس کو چھوڑ دیا' تو ٹیڑھی کی ٹیڑھی۔ ایک دن گذرا دو دن گذرے' تین دن گذرے' بھوت نے ہزار کوشش کی' مگر کتے کی دم سیدھی نہ ہوئی۔ تب وہ بہت گھبرایا اور کہنے لگا۔ "بھائی جو کچھ میں نے دھن دولت' روپیہ پیسہ تجھ کو دیا' وہ سب تیرا' اب مجھ کو چھٹی دے دے۔ یہ فوراً راضی ہو گیا۔ بھوت اپنے ٹھکانے گیا اور یہ اپنے گھر چلا گیا اور دونوں کی چھٹی ہو گئی۔

شکل اطمینان کم' اس عالم فانی میں ہے ۔۔۔ کامیابی بھی جہاں ہے' اک پریشانی میں ہے

اے عزیز! یہ دنیا بھی کتے کی دم ہے۔ کوئی ہزار کوشش کرے' یہ کبھی سیدھی نہیں ہو سکتی۔ حضرت انسان نے بہت کچھ تدبیریں اس کے سیدھا کرنے میں کیں۔ شفاخانے بنائے۔ لیکن گناہ اور بدکاریاں اسی طرح جاری رہیں' عدالت اور کچہریاں جاری کی گئیں۔ لیکن جرائم' ظلم و ستم' قتل و غارت' لوٹ مار اور جبر و تشدد اپنی سابقہ رفتار سے بھی روز افزوں ترقی پذیر ہے۔ قومیں بنتی ہیں اور بگڑتی ہیں۔ ملک آباد ہو کر ویران ہوتے ہیں۔ کبھی سمندر کے عمق میں ہمالیہ کی چوٹیاں نمودار ہو کر آسمان سے باتیں کرنے لگ جاتی ہیں۔ کبھی ہمالیہ کی جگہ سمندر لہرانے لگتا ہے۔ دنیا میں کیسے کیسے طلسم ایجاد ہوئے۔ آج وہ کہاں ہیں' غرضیکہ یہ خیال کرنا کہ ہم دنیا کو فائدہ پہنچا سکتے' اور اچھا بنا سکتے ہیں' بالکل فضول خیال اور بے معنی بات ہے۔ البتہ تغیرات گوناگوں اور نیرنگی زمانہ بوقلموں سے عبرت و نصیحت حاصل کر کے اپنی زندگی کو سدھارنے کی کوشش کرو۔ اس کو سیدھا کرنے کی فقط یہی ایک تدبیر ہے۔ باقی سب ہیچ ہے

ایک جمتا ہے' اک پگھلتا ہے ۔۔۔ کام دنیا کا یونہی چلتا ہے
دل تعلق بڑھا کے پچھتایا ہے ۔۔۔ پاؤں پھیلا کے ہاتھ ملتا ہے
جنت بنا سکے گا ہرگز نہ اس کو کوئی ۔۔۔ دنیا یونہی چلی ہے' اے دل یونہی چلے گی

گرما بگذشت واین دل زار ہماں | سرما بگذشت واین دل زار ہماں
القصہ ہزار گرم و سرد عالم! | گرما بگذشت واین دل زار ہماں
اک دفتر الم ہے میری کتاب ہستی | ہر حرف زندگی کا دیباچہ فنا ہے

تمثیل:۔ دنیا کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص جنگل میں چلا جاتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ میرے پیچھے ایک شیر آرہا ہے' یہ بھاگا۔ جب تھک گیا' تو دیکھا کہ آگے ایک گڑھا ہے۔ چاہا کہ گڑھے میں گر کر جان بچائے۔ لیکن اس میں اژدہا نظر آیا اب آگے اژدہے کا خوف اور پیچھے شیر کا ڈر کہ ایک درخت کی ٹہنی نظر پڑی اور اس کو ہاتھ ڈال دیا۔ مگر ہاتھ ڈالنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس درخت کی جڑ کو دو سیاہ سفید چوہے کاٹ رہے ہیں۔ بہت خائف ہوا کہ اب تھوڑی دیر میں درخت کی جڑ کٹ جائے گی' تو میں گر جاؤں گا اور شیر وا ژدہا کا شکار بن جاؤں گا۔ اتفاقاً اس کو اوپر کی طرف ایک چھتا شہد کا نظر پڑ گیا۔ یہ اس شہد شیریں کے حاصل کرنے اور پینے میں مصروف ہو گیا کہ نہ خوف شیر رہا' نہ اندیشہ اژدہا اور نہ فکر موشہائے کہ دفعتہ جڑ کٹ گئی اور یہ گر پڑا۔ شیر نے پھاڑ کر گڑھے میں گرا دیا اور اژدھے کے منہ میں جا پھنسا۔ اے عزیز من! جنگل سے مراد دنیا ہے اور شیر موت ہے کہ پیچھے لگی ہوئی ہے اور گڑھا قبر ہے جو اس کے آگے ہے۔ اور اژدہا اعمال بد ہیں کہ قبر میں ڈسیں گے اور دو چوہے سیاہ و سفید دن اور رات ہیں اور درخت گویا عمر ہے اور شہد کا چھتہ دنیائے فانی کی غافل کر دینے والی لذات و خواہشات ہیں کہ انسان دنیا کی فکر میں موت' قبر' اعمال بد اور جواب دہی وغیرہ سب کو بھول جاتا ہے اور پھر اچانک موت آجانے پر بجز حسرت و ندامت کچھ ساتھ نہیں لے جاتا ہے۔

چند مسافر ہمراہ تھے۔ راستے میں ایک جگہ تیتر بولا۔ مسلمان نے کہا سبحان اللہ! کس قدر صاف لہجے میں "سبحان تیری قدرت" الاپ رہا ہے۔ ہندو نے کہا بھلا تیتر بھی کوئی عربی خوان ہے' جو سبحان کا لفظ بولے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ اپنے ملک کے بزرگوں کے نام جپتا ہے۔ یعنی رام لچھمن' دسرت۔ پہلوان نے کہا دنیا میں طاقتور سب پر غالب ہے۔ ہمارے یعنی پہلوانوں کے خیال کے مطابق یہ تلقین کرتا ہے' یعنی کھا گھی کر کسرت۔ بنئے نے کہا آپ سب غلطی پر ہیں۔ یہ کہہ رہا ہے۔ لون تیل ادرک' جن سے دنیا میں ہمیشہ انسان کا کام پڑتا ہے۔ برہمن نے کہا یہ رام نام امرت کا جاپ کرتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ دنیا میں ہر ایک شخص اپنے آپ کو روشن خیال اور صحیح العقیدہ تصور کرتا ہے۔ جیسا کہ اس مثال سے بھی ظاہر ہے۔

ایک مسلمان اور یہودی میں نزاع ہو گیا۔ یہودی نے قسم کھائی کہ اگر میرا بیان غلط ہو' تو اللہ مجھے مسلمان کر کے مارے۔ جواباً مسلمان نے بھی یہی کہا کہ اگر میرا بیان غلط ہو تو اللہ مجھے یہودی کر کے مارے۔ غرضیکہ دنیا میں تمام انسانوں کا متحد الخیال اور متفق العقائد ہونا ناممکن العمل ہی ہے

گلہائے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن | اے ذوق! اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

تمثیل:۔ ایک شریف النفس صالح نوجوان امیر کو کسی ضرورت کے لئے بازار حسن فروشاں میں پہلی مرتبہ گزرنے کا اتفاق ہوا۔ اس نے دیکھا کہ ہر ایک دکان پر ہر چراغ کے نیچے ایک ایک عورت زیب و زینت کے ساتھ بناؤ سنگار کئے بیٹھی ہے۔ اس نے نہایت حیرانی کے ساتھ ایک شخص سے دریافت کیا کہ یہ عورتیں سینکڑوں کی تعداد میں یہاں کس

لیے بیٹھی ہیں، جبکہ کوئی سامان خرید و فروخت بھی یہاں نظر نہیں آتا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ یہ پیشہ ور کسبیاں ہیں اور اپنی جسم فروشی اور کسب زناکاری کو وہ "الکاسب حبیب اللہ" خیال کرتی ہیں۔ امیر نوجوان یہ سن کر حیران رہ گیا کہ اس قسم کی سخت گنہگاری و بدکاری، جس کی سزا اسلام میں سنگ ساری ہے۔ بغیر کسی شرم اور جھجک کے کھلے بندوں ہو رہی ہے اور رائی یا رعایا میں سے کوئی ان کو روکنے والا نہیں ہے۔ اسی حیرانی کے عالم میں وہ بازار سے گزرتا گیا جو ختم ہونے ہی میں نہ آتا تھا۔ آخر میں اسے ایک ایسی عمر رسیدہ طوائف نظر پڑی، جو میلے کچیلے لباس میں ایک مدھم چراغ کے نیچے بیٹھی تھی۔ امیر کو اس کی حالت پر رحم آیا اور اس سے جا کر پوچھا کہ تم اس گھناؤنے پیشے میں روزانہ کیا حاصل کر لیتی ہو؟ اس نے کچھ مبالغے کے ساتھ پانچ روپے روزانہ آمدنی بتلائی۔ امیر نے کہا آج سے میں ہر روز بلاناغہ بذات خود شام کے وقت پانچ روپے تمہیں دے جایا کروں گا۔ لیکن آئندہ تم باہر چراغ جلا کر ہرگز نہ بیٹھنا۔ وہ نہایت خوشی سے اس معاہدے پر رضامند ہو گئی۔ کیونکہ یہ مقرر کردہ رقم اس کی روزانہ آمدنی سے کافی زیادہ تھی۔ چنانچہ اس نیک تجویز پر اسی روز عمل در آمد شروع ہو گیا۔ اور کسبی نے چراغ جلا کر باہر بیٹھنا ترک کر دیا اور امیر مذکور روزانہ اس کو پانچ روپے سالہا سال تک بلاناغہ شام وقت مقررہ پر دے جاتا اور بذات خود اس کی تحقیق کرتا رہا کہ اب اس نے وہ پیشہ چھوڑ دیا ہے۔ قضا کار ایک روز اس امیر کو کسی ضروری کام کی وجہ سے وقت مقررہ پر پہنچنے میں تھوڑی سی دیر ہو گئی۔ وہاں پہنچنے پر امیر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ کسبی بغیر کسی مزید انتظار کے چراغ جلا کر مثل سابق پھر باہر بیٹھ گئی ہے۔ امیر کو اس پر سخت غصہ آیا اور اسے بہت لعنت ملامت کی، کہ سالہا سال کے بعد ایک دن تھوڑی سی تاخیر کو بھی تو برداشت نہ کر سکی اور پھر فوراً وہی ناروا پیشہ اختیار کر لیا۔ طوائف نے بھی سب کچھ سن چکنے کے بعد رنجیدہ لہجے میں امیر کو جواب دیا، بے شک میں تمہاری اس مہربانی اور کوشش اصلاح کی شکر گزار ہوں۔ لیکن مجھے ذرا یہ تو بتلائیے کہ آپ نے پانچ روپے روزانہ کی معقول رقم صرف کر کے میری اصلاح تو کر دی، اور مجھے اس بدکاری سے بچا لیا۔ لیکن یہ دوسرے سینکڑوں چراغ ہر شہر اور ہر قصبہ میں جو جل رہے ہیں، آپ کہاں تک دس بیس یا سو پچاس روپے علیٰ قدر حسن ہر ایک کو روزانہ دے کر ان کو گنہگاری سے بچا سکتے اور ان چراغوں کو ہمیشہ کے لئے بجھا سکتے ہیں۔ یہ دنیائے دوں قدیم سے یونہی چلتی آئی ہے اور یونہی چلتی رہے گی۔ لاکھوں پیغمبر اور مصلحان بنی نوع انسان دنیا میں آئے اور اپنی اصلاحی کوشش کو تاحد امکان ہر زمانے میں جاری رکھا۔ لیکن بدکاری اور گنہگاری نہ صرف برابر جاری رہی، بلکہ ہر دور میں ترقی کرتی گئی۔ شیطان لعین نے ابوالبشر حضرت آدمؑ کے ساتھ دشمنی کر کے ان کو بہشت بدر کروایا۔ ان کے بیٹے قابیل نے ہابیل کو بے گناہ محض حسد کی بنا پر قتل کر ڈالا۔ آدم ثانی حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال کے عرصہ دراز تک وعظ و نصیحت کی۔ لیکن خود ان کا بیٹا کنعان بھی اس وعظ و نصیحت سے اثر پذیر نہ ہوا۔ اور صرف گنتی کے چند انسان ان پر ایمان لا کر طوفان سے اپنی جان بچا سکے۔ حضرت لوطؑ کے زمانے میں جو کچھ ہوا، وہ ہماری اس بدکاری کے مقابلے میں بدرجہا سخت ترین گناہ تھا۔ جس سے تمام کی تمام قوم غضب الٰہی میں آگ اور گندھک کے عذاب سے تباہ و ہلاک ہوئی۔ لیکن آج تک وہی گناہ خفیہ طور پر نہایت شد و مد کے ساتھ جاری و ساری

ہے اور گناہوں کی مختلف اقسام نے یہاں تک زور پکڑا کہ پیغمبروں کی موجودگی میں انسانوں نے خدائی کے دعوے تک کر دیئے اور سینکڑوں مدعیان نبوت پیدا ہوتے رہے۔ سوائے میرے محسن! امیر کارخانہ قدرت اور اسرار ازلی میں آپ کی انفرادی کوشش کہاں تک کارگر ہو سکتی ہے ؎

کوئی تجھ کو پکارتا جاتا ہے — کوئی ہمت ہی ہارتا جاتا ہے
کوئی تہ کو سدھارتا جاتا ہے — دریا ہے کہ موج مارتا جاتا ہے
اسرار ازل رانہ تو دانی ونہ من — ایں حرف معمارانہ تو خوانی و نہ من

امیر یہ جواب لاجواب سن کر چپکے سے اپنے گھر کو روانہ ہو گیا۔ اور پھر اس طوائف کا چراغ حسب دستور سابق جلنے لگ گیا۔ جہاں کہ اور بھی سینکڑوں چراغ جل رہے تھے ؎

آخر گل اپنی خاک درمیکدہ ہوئی — پہنچی وہیں پہ مٹی جہاں کا خمیر تھا
ہے یہ رفتار جہاں کونسی حالت کی طرف — بس جواب اس کا یہی ہے کہ قیامت کی طرف

حضرت اورنگ زیبؒ نے جب ان بدکار پیشہ وروں کی بندش کا حکم دیا تھا، تو انہوں نے اس کے عذر میں اپنے بچاؤ کے لئے حضرت حافظؒ کا یہ شعر بھی اپنی درخواست میں درج کیا تھا ؎

در کوئے نیک نامی مارا گزر نہ دارند — گر تو نمی پسندی تغیر کن قضارا

اس سے قبل انجیل میں بھی ان پیشہ ور کسبیوں کا ذکر ہے۔ تاباں زمانہ چہ رسد۔ دنیا میں بدی کا وجود نہ ہوتا، تو نیکی کی کیا قدر ہوتی؟ چراگاہوں میں جہاں بھیڑیں اللہ کے توکل پر چرتی ہیں، وہیں پر بھیڑیئے بھی اللہ کی توکل پر پھرتے ہیں۔ دنیائے دوں میں جن برائیوں کو ہم آج بکثرت دیکھ رہے ہیں۔ ان کا وجود ہر زمانے میں رہا۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

جب سے جہاں ہے تب سے خرابی یہی ہے میر — تم دیکھ کر زمانے کو حیران کیا رہے
دنیا کے واقعات ہیں دنیا کے ساتھ ساتھ — جو آج ہو رہا ہے کئی بار ہا ہوا!!
دنیا میں ہے بروں ہی سے اچھوں کا اعتبار — قدر بہار بھی نہ ہو گر خزاں نہ ہو

عزازیل لعین فرشتوں کے ساتھ تھا۔ لیکن خلقت آدمؑ پر وہ بھی شیطان کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ گویا نیکی اور بدی ایک ساتھ پیدا ہوئیں اور ان کا چولی دامن کا ساتھ ہو گیا۔ سوائے انسان ضعیف البنیان! تو اپنی اصلاح میں کوشش کے ساتھ مصروف رہ، تمام دنیا کی اصلاح آج تک نہ کسی سے ہو سکی ہے، نہ آئندہ ہو سکے گی، البتہ اپنے حلقہ اثر میں برائی کے خاتمہ کی کوشش ضروری ہے، برائیاں کسی نہ کسی صورت سے ظہور پذیر ہوتی رہیں گی ؎

اللہ گواہ کہ منشا ہے یہ مشیت کا — کہ ہر نظام کے ہمراہ ابتری بھی رہے
موحدوں کو رہے اختیار بت شکنی — برہمنوں کے لئے اذن آذری بھی رہے
طلسم کوثر و تسنیم بھی نہ ہو باطل — شراب ناب کی موج فسونگری بھی رہے
حدیث طاعت و آیات حق کے دوش بدوش — زمین پہ کفر و بغاوت کی شاعری بھی رہے
شعار عجز و سر انکسار کے ہمراہ — سرشت حضرت انساں میں خودسری بھی رہے
مذاق بندگی و ذوق سجدہ کے باوصف — مزاج آدم خاکی میں داوری بھی رہے

غرض کہ حکم مشیت یہ ہے کہ دنیا میں!
پیمبر بھی رہے اور کافری بھی رہے
نسخہ مغلوط عالم قابل اصلاح نیست
وقت خود ضائع مکن برطاق نسیانش گذار
کوئی ہنس رہا ہے کوئی رو رہا ہے
کوئی پارہا ہے کوئی کھو رہا ہے
کہیں ناامیدی نے بجلی گرائی
کوئی بیج امید کے بو رہا ہے
اسی فکر میں ہوں میں دن رات اکبر
یہ کیا ہو رہا ہے یہ کیوں ہو رہا ہے
اپنی مرضی کے موافق دہر کو کیونکر کروں
بیجد آتا ہے مجھے غصہ مگر کس پر کروں

دلچسپ و عبرت خیز واقعہ:۔ نواح لکھنؤ میں سندیلہ ایک قصبہ ہے۔ وہاں کے علاقے میں ایک مرتبہ امساک باراں سے سخت قحط ہو گیا۔ لوگ پریشان تھے۔ استسقاء کی نماز کئی روز پڑھی گئی۔ بارش نہ ہوئی۔ وہاں کی زنان بازاری جمع ہو کر وہاں کے ایک رئیس کے پاس آئیں' کہ ہم جنگل میں جا کر بارش کے لئے دعا کرنا چاہتی ہیں۔ نماز استسقاء تو ہمیں آتی نہیں۔ آپ صرف اس بات کا انتظام کر دیں' کہ وہاں کوئی جا کر ہمیں دیکھے نہیں۔ ورنہ بجائے رحمت کے کہیں قہر کا نزول نہ ہو۔ رئیس مذکور نے کافی انتظام کر دیا۔ یہ گروہ جنگل میں پہنچا اور سجدے میں سر رکھ کر رونا شروع کر دیا اور توبہ و استغفار کی اور کہا کہ یا اللہ اسب سے زیادہ ہم ہی گنہگار و سیہ کار ہیں ہماری نحوست سے تیری مخلوق پریشان ہے۔ اب فضل و رحم فرما۔ سر نہ اٹھایا تھا کہ موسلادھار بارش شروع ہو گئی۔ دنیا میں کس کو ذلیل و حقیر سمجھے؟ نماز استسقاء میں بڑے بڑے بزرگ اور عابد و عالم فاضل تھے۔ لیکن درجہ قبولیت کس ذلیل طبقہ کی دعاؤں کو حاصل ہوا!

اے ترا با ہروے راز لے دگر
ہر گدار ابر درت نازے دگر
ما بروں رانگریم و قال را
ما دروں رابنگریم و حال را

دنیا کی کہانی سلاطین عالم کی زبانی

رہنے دے جام جم مجھے انجام جم سنا
کھل جائے جس سے آنکھ وہ افسانہ چاہیے

شاہی محلات میں دم توڑتے ہوئے بادشاہوں کے الفاظ ہمیں درس عبرت دیتے ہیں کہ اس دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ اور اس سے اندازہ لگ سکتا ہے کہ یہ دنیا کس قدر بے ثبات' اس کی ثروت کس درجہ عارضی' اس میں قیام کس قدر مختصر اور اس کا انجام کتنا حسرت ناک' عبرت انگیز' تاسف خیز اور یاس و حرماں سے لبریز ہے۔

سلطان عبدالرحمٰن سوم والی اندلس کا قول ہے کہ میں نے فتح و نصرت کا پھریرا لہراتے ہوئے پچاس سال حکومت کی۔ میرے ماتحتوں نے ہمیشہ مجھ سے محبت کی۔ میرے دشمن میری خوف سے ہمیشہ لرزہ براندام رہے' میرے ساتھیوں نے ہمیشہ میرا احترام کیا۔ دولت میری باندی' عزت میری خادمہ' طاقت میری لونڈی اور خوشی میری کنیز تھی۔ اس کے باوجود ان پچاس سالوں میں جو دن سچی راحت اور حقیقی مسرت میں بسر ہوئے' وہ صرف چودہ روز ہیں۔ بہ نظر غور دیکھا تو یہ بھی خلش سے خالی نہ تھے۔

سکندر اعظم جس نے ساری دنیا کو ہلا دیا تھا اور جس نے لاکھوں انسانوں کا خون بہایا اور بے شمار ہستیوں کو بے گناہ بیوہ و یتیم بنا دیا تھا۔ جب عروسِ مرگ سے ہم آغوش ہوا' تو اس نے کہا میں دنیا کو فتح کرنا چاہتا تھا۔ مگر موت نے بہت جلد عالم جوانی میں مجھے فتح کر لیا۔ میں سوچ رہا ہوں کہ اس دن کے لئے میں نے کتنے انسانوں کا خون بہایا اور ربقیۃ السیف کو کس قدر زیروزبر کیا اور آج میں کیا لے جا رہا ہوں۔ افسوس کہ مجھے زندگانی کا وہ سکون بھی حاصل نہ ہوا' جو ایک عام انسان کو حاصل ہے۔ اچھا ہوا کہ میں دنیا فتح نہ کر سکا۔ اگر میں دنیا فتح کر لیتا' تو اس سے زیادہ کچھ نہ حاصل ہوتا کہ اپنے گناہوں میں اور اضافہ کر کے دنیا سے جاتا۔ مجھے فوجی لباس میں دفن کرنا۔ کیونکہ میں سپاہی تھا اور سپاہی جا رہا ہوں

قوی شدیم چہ شد ناتواں شدیم چہ شد — چنیں شدیم چہ چناں شدیم چہ شد
بہ ہیچ گونہ دریں گلستاں قرارے نیست — تو بہار شدی چہ شد ما خزاں شدیم چہ شد

نپولین جس نے جزیرہ ہلینا میں بحالت قید و تنہائی جان دی۔ مرتے وقت کہا "مایوسی میرے ہاں گناہ تھی۔ مگر مجھ سے زیادہ مایوس انسان دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ میں دنیا میں دو چیزوں کا بھوکا تھا۔ ایک حکومت کا اور دوسرے محبت کا۔ حکومت بڑی جدوجہد سے مجھے ملی۔ لیکن میرا ساتھ نہ دے سکی۔ اگر ساتھ بھی دیتی تو کتنے دن کے لئے۔ جس کا انجام آج میرے پیش نظر ہے۔ محبت کو میں نے بہت تلاش کیا۔ مگر میں اسے حاصل نہ کر سکا۔ میں نے جس سے محبت کی' اس نے مجھے دغا دی۔ شاید محبت کا جواب دغا ہی ہوتا ہو گا۔ اگر کسی انسان کی زندگی کا مقصد یہی ہے' جو میری زندگی کا رہا ہے' تو وہ زندگی بے معنی ہے۔ میرے نزدیک دنیا "مایوسی" ہے اور "مایوسی ہی کا نام دنیا ہے"

نزع کے وقت اجل سے کہ رہا تھا اک حسین — تو قضا لایا ہے سر پر اب ادا میں کیا کروں

خلیفہ ہارون الرشید طوس میں بستر علالت پر پڑا ہوا تھا۔ موت اسے گھیرے ہوئے تھی۔ اس نے اسی مکان میں جس میں کہ وہ ٹھہرا ہوا تھا' اپنی قبر کھدوائی۔ جب قبر کھد گئی تو چند حافظوں نے قبر میں اتر کر قرآن مجید ختم کیا۔ ہارون الرشید نے کہا "لوگو! گواہ رہنا کہ میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں اور رسول ﷺ اللہ کی رسالت کا سچے دل سے قائل ہوں۔ میں معصیت اور گناہ کا پتلا ہوں' جس نے ساری عمر غم غلط کرنے کی کوشش کی۔ لیکن میں پھر بھی غم غلط نہ کر سکا۔ میں نے بے حد غم اور فکر کی زندگی گزاری ہے۔ حکومت کے کاموں اور حکومت کی لعنتوں نے مجھے اکثر اللہ اور مذہب سے غافل رکھا' اللہ مجھے معاف کرے' مجھے زندگی کا کوئی دن ایسا یاد نہیں ہے' جو میں نے بے فکری کے ساتھ گزارا ہو۔ اب میں موت کے کنارے ہوں۔ موت تم سب سے مجھے جدا کر دے گی۔ اور یہ قبر جو اس وقت منہ کھولے سامنے ہے' میرے جسم کو نگل لے گی۔ یہی ہر انسان کا مال ہے۔ لیکن انسان اپنے مال سے میری طرح غافل رہتا ہے۔" اس کے بعد خلیفہ نے حکومت کے انتظامی معاملات کے متعلق کچھ مشورے دیئے اور اس کی زندگی کا چراغ گل ہو گیا

دنیا ابھارتی ہے آج اپنے عاشقوں کو — مر جائیں گے تو ان کا کل نام بھی نہ لے گی

عبدالملک کو جب اپنے مرنے کا یقین ہو گیا' تو اس نے کہا "جب سے پیدا ہوا ہوں' مجھے یہ آرزو ہی رہی کہ میں کسی طرح اپنے آپ کو مسرور کر سکوں۔ لیکن مجھے سچی مسرت حاصل نہ ہوئی۔ میں نے حکومت کا بوجھ اس لئے اپنے سر لیا

تھا کہ بادشاہت انسان کی ترقی کی معراج ہے۔ لیکن مجھے دھوکا ہوا۔ میں نے جو کچھ کیا ہے' اس پر سخت نادم و متاسف ہوں' مگر ندامت و تاسف کا وقت گزر چکا ہے۔ اور میں ناکام و نامراد اور بار گناہ دنیا سے لئے جا رہا ہوں' میں نے جو راستہ اپنے لئے منتخب کیا وہ سراسر غلط تھا۔ میرے حال و مال سے عبرت حاصل کرو۔"

مامون الرشید کی نزع کی وقت جاحظ عیادت کو حاضر ہوا۔ کسی جانور کی کھال کا بچھونا بچھا تھا۔ بچھونے پر ریت پڑی تھی اور خلیفہ ریت پر لوٹ رہا تھا اور یہ الفاظ زبان پر تھے:۔

"اے وہ! کہ جس کی بادشاہی کبھی زائل نہ ہو گی' اس پر رحم فرما' جس کی بادشاہی جا رہی ہے۔ اے وہ! جو نہیں مرے گا' اس پر رحم فرما' جو مر رہا ہے۔" جاحظ نے کہا "اللہ امیر المومنین کا جاہ و جلال زیادہ کرے اور تندرستی بخشے۔" مامون نے کہا۔ "میری تندرستی کی دعا نہ کرو بلکہ میرے لئے مغفرت کی دعا کرو۔" پھر کہا اے اللہ! تو نے ہمیں حکم دیئے اور ہم نے نافرمانی کی۔ تو مجھے بخش دے' کیونکہ تو بڑا ہی رحیم ہے۔" اس کے بعد روح پرواز کر گئی۔ ۲۱۸ھ مطابق ۸۳۳ء میں وفات پائی۔

خلیفہ واثق باللہ نے مرتے وقت یہ اشعار پڑھے (ترجمہ) "موت میں سب برابر کے شریک ہیں۔ نہ بازاری لوگ بچیں گے' نہ بادشاہ ہی زندہ رہیں گے۔ غریبوں کو ان کی قبر میں غربت نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ امیروں کو ان کی امیری کوئی نفع نہ پہنچائے گی۔" پھر حکم دیا فرش اٹھا دیا جائے۔ فوراً تعمیل کی گئی۔ خلیفہ نے اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا اور چلایا۔ اے وہ! جس کی بادشاہی لازوال ہے' اس پر رحم کر جس کی بادشاہی ختم ہو گئی۔" یہ کہتے ہی انتقال کیا (وفات ۲۳۲ھ مطابق ۸۴۶ء)

خلیفہ مستنصر باللہ ایک روز دیبا کے فرش پر بیٹھا تھا۔ اتفاق سے اس کی نظر فارسی عبارت پر پڑ گئی' جو فرش پر کندہ تھی۔ خلیفہ نے اسے پڑھوایا' تو اس پر لکھا تھا۔ "میں شیرویہ بن کسریٰ نے اپنے باپ کو قتل کیا۔ لیکن اس کے بعد بادشاہی سے کوئی تمتع نہ کر سکا۔" خلیفہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ فوراً ہی مجلس سے اٹھ گیا۔ چند ہی روز بعد بیمار پڑ کر زندگی سے مایوس ہو گیا۔ ماں عیادت کو آئی' تو خلیفہ نے کہا "دنیا اور آخرت دونوں میرے ہاتھ سے نکل گئیں۔ میں نے اپنے باپ کی موت میں جلدی کی۔ لہٰذا میری موت میں بھی جلدی کی گئی۔ دنیا حاصل ہو جانے سے میری روح کو کوئی خوشی نصیب نہ ہوئی۔ اب میں اللہ کی طرف جا رہا ہوں۔" (۲۴۹ھ مطابق ۸۶۳ء میں وفات)

<table><tr><td>ہائے اس قید کو زنجیر بھی درکار نہیں</td><td>زندگی جبر ہے اور جبر کے آثار نہیں</td></tr><tr><td>عجیب راز یہ دنیا کے انتظام میں ہے</td><td>بغیر موت و مصیبت کے چل نہیں سکتا</td></tr></table>

دنیا میں کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنے سے بہتر حالت میں دیکھ کر خوش نہیں ہو سکتا۔ قدرت کے اس قاعدہ کلیہ سے اگر کوئی شخص مستثنے ہے' تو وہ انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہے۔ جیسا کہ ایک شریف نے ایک شخص کو افسردہ خاطر دیکھا' تو اس نے پوچھا کہ کیا آج تم پر خود کوئی مصیبت و آفت آئی ہے یا تم نے کسی اور کی اچھی حالت دیکھ پائی ہے' جو تم پر یہ افسردگی چھائی ہے؟ اسی طرح ایک کبڑی بڑھیا سے دریافت کیا گیا کہ تم یہ چاہتی ہو کہ تمہاری پیٹھ سیدھی ہو جائے یا تمام اہل دنیا کو کبڑا دیکھنے کی خواہش ہے؟ اس نے بے ساختہ جواب دیا کہ میں تمام دنیا کے انسانوں کو کبڑا ہی دیکھنا

چاہتی ہوں' تاکہ میں بھی ان سب کو اسی حقارت کی نظر سے دیکھوں' جس نظر حقارت سے کہ وہ مجھے دیکھتے ہیں

بنی آدم اعدائے یک دیگراند ۔۔۔ کی ورمال دنیا برابر نیند
جو پہنچے ہاتھ تجھ تک چرخ گردوں ۔۔۔ تو پوچھوں تجھ سے یہ کیوں اور وہ کیوں
کسی کو تو نے دی صد گونہ نعمت ۔۔۔ کسی کو نان جو دی وہ بھی خوں

دنیا کے سفر دشوار گزار میں زندگی کے خار زار تعلقات میں الجھنا مسافر کو گرانبار اور سفر کو دشوار تر بنا دیتا ہے۔ اور موت اس شخص کے لئے اتنی ہی پر آزار و ستمگار و جفاکار ہو جاتی ہے' جتنا زیادہ کہ وہ تعلقات دینوی میں گرفتار ہو گا۔ لہٰذا اس سفر کو سبکسار رہ کر آسانی سے طے کرنے کی کوشش کرو

سمجھو پہلے ہی سے دنیا کو مسافر خانہ ۔۔۔ جیو اس طرح کہ مرنا تمہیں دشوار نہ ہو

دنیا میں اگر بنظر غور دیکھا جائے' تو کم و بیش ہر شخص چور ہے۔ لیکن ان چوروں کا طریق کار اور چوری کی مقدار البتہ مختلف ہے۔ شاذ و نادر اگر کوئی شخص اس چوری کے عیب سے بری ہے تو وہ "الشاذ کالمعدم" کی حیثیت رکھتا ہے۔

عجب روزگارے گراں محنت است ۔۔۔ کہ برمردگاں زندہ را حسرت است

دنیا کی تاریخ میں کوئی دور ایسا نہیں گزرا' جس میں اہل ہنر ناقدر دانی کا شکار اور پنجہ افلاس میں گرفتار اور بے ہنر و نااہل ممتاز و سرفراز نہ رہے ہوں۔ اگرچہ یہ قاعدہ کلیہ تو نہیں ہے۔ لیکن بہت کم اس کے برعکس دیکھنے میں آیا ہے۔ زہر ہر چند کہ مستلزم الموت ہے لیکن قیمتی ہے۔ پانی ہر چند کہ سرمایہ حیات ہے لیکن کم بہا ہے

قدرت کے سارے کام تصور سے دور ہیں ۔۔۔ فہم و خرد کو ان میں چنان و چنیں نہیں

دنیا کی حقیقت کے متعلق مشہور روسی مدبر و ادیب کاؤنٹ ٹالسٹائی کہتا ہے "میں باوجود انتہائی کوشش و عرصہ دراز کی جستجو کے زندگی کے معمے کا ایک لمحہ بھی حل نہیں کر سکا' حقیقت کی جستجو فضول ہے۔ حقیقت کس مصرف کی' حقیقت معلوم ہو یا نہ ہو آخر مرجانا ہے۔ ایک مرتبہ انسان فکر کرنے کا عادی ہو جائے۔ پھر وہ خواہ کسی مسئلے پر ہی غور کیوں نہ کرے' درحقیقت وہ موت کے مسئلے پر ہی غور کرتا ہے۔ ہر فلسفی جب مختلف مسائل پر غور کرتا ہے' تو دراصل وہ موت پر غور کرتا ہے اور جہاں موت ہے وہاں حقیقت کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔" پھر ایک موقع پر ٹالسٹائی نے کہا "خلیفہ عبدالرحمٰن کا قول ہے کہ باوجود ایک وسیع سلطنت پر مدت دراز تک خود مختار حکمران رہنے کے تمام زندگی میں اس کے صرف چودہ دن خوشی سے گزرے۔ زیادہ غور کیا گیا' تو وہ بھی خلش سے خالی نہ تھے۔ لیکن میرے اتنے دن بھی خوشی سے نہیں گزرے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں کبھی اپنے لئے زندہ نہیں رہا' ریاکاری اور خودنمائی کے لئے زندہ ہوں۔"

دنیا میں جو شخص گرفتار مصیبت نہیں ہوا۔ اس نے دنیا کا صرف ایک ہی رخ دیکھا اور دوسرے رخ کے تماشے سے محروم رہا۔ تم مصیبت اٹھاؤ جس سے تم کو راحت و عافیت کا اصلی لطف آئے۔ جب تک انسان مصیبت نہ اٹھائے' راحت کے سچے معنے ہی سمجھ میں نہیں آتے۔ (سینکا)

دنیا میں ہر ایک بات ایک المناک افسانے کی صورت میں انجام پذیر ہوتی ہے۔ لیکن انسان بجائے اس کے کہ المناک

افسانوں سے عبرت حاصل کرے۔ ان کو خواب آور کہانیاں خیال کر کے ہمیشہ مبتلائے غفلت رہتا ہے

وہ کون سا غم ہے جو دنیا میں نہیں ہے ۔۔۔ اس پر بھی یہ دلکش الم آباد غضب ہے
محو ہو جاتا ہوں پھر بھی گرچہ دشمن ہوں ترا ۔۔۔ دلفریبی کس قدر دنیا تری صورت میں ہے

دنیا میں انسان کی ہوس اس قدر دراز اور امیدیں اس قدر طویل ہیں کہ اس کے لئے گنج قارون اور عمر نوح بھی قلیل ہے۔ شاہ پرہس نے جب ملک اطالیہ فتح کرنے کا ارادہ کیا' تو اس کے ایک مشیر نے پوچھا کہ آپ فوج کشی کی تیاریاں کن ارادوں کے ساتھ کر رہے ہیں؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ ملک اٹلی کے فتح کے ارادے سے۔ اس نے کہا پھر اس کے بعد کیا ارادہ ہے؟ بادشاہ نے جواب دیا "پرتگال اور ہسپانیہ فتح کرنے کا۔" اس نے کہا پھر اس کے بعد؟ بادشاہ نے کہا "افریقہ کے تسخیر کرنے کا" اس نے کہا پھر اس کے پیچھے؟ بادشاہ نے کہا "ممالک مفتوحہ کا اپنے حسب منشا انتظام کرنے کا" تاکہ وہ پھر بغاوت اختیار نہ کر سکیں۔" اس نے کہا پھر اس کے بعد؟ بادشاہ نے کہا "امن و عافیت کے ساتھ بیٹھ رہنے کا اور یاد الٰہی کا۔" اس مشیر عاقل نے کہا کہ یہ آخری کام جو اس قدر عرصہ دراز' اتنی جفاکشی' خون ریزی اور محنت شاقہ اٹھانے کے بعد کریں گے' پہلے ہی سے کیوں نہیں کرتے؟

گفت چشم تنگ دنیا دار را ۔۔۔ یا قناعت پر کندیا خاک گور

دنیا میں ہر ایک انسان کا متلون المزاج اور بے استقلال ہونا ایک ایسا ظاہری عیب ہے کہ سوائے خاص بندگان الٰہی کے تمام انسان کم و بیش اس میں مبتلا ہیں۔ وہی تیمور جس نے لاکھوں بے گناہ انسانوں کا خون بہایا' کہا کرتا تھا کہ میرے پاؤں تلے جب کوئی چیونٹی آتی ہے' تو دل دکھنے لگتا ہے۔ وہی نیرو جو ستم مجسم تھا' جب ایک شخص کے قتل کا فتویٰ دستخط کے لئے اس کے سامنے پیش ہوا' تو آہ سرد بھر کر کہنے لگا کہ مجھے لکھنا نہیں آتا۔ زندہ انسان موت کی طرف سفر کی صورت برداشت کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے مگر کسی کو معلوم نہیں کہ آج کا شقی القلب اور روز زندہ صفت نظر آنے والا انسان کس قدر نرم خو اور رقیق القلب ہے۔ مورخین نے سفیان ثوریؒ سے نقل کیا کہ بدنام زمانہ گورنر حجاج بن یوسف بستر مرگ پر تھا کہ عوام و خواص کا انبوہ اس کی عیادت کے لئے موجود تھا حجاج نے مجلس میں موجود علماء سے سوال کیا میری زندگی کی خوبیاں و خامیاں تمہارے سامنے عیاں راچہ بیان کی مانند ہیں۔ بتاؤ میری مغفرت ہوگی کہ نہیں؟ اس حالت میں کلمہ حق کہنے والوں نے حالات ظاہریہ کے مطابق کہا کہ کس قدر انسانوں کا خون تیرے سر ہے جبکہ ایک بے گناہ انسان کا قاتل بھی جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا۔ احوال و آثار تو تیری نجات کی خبر نہیں دیتے۔ اس پر حجاج بن یوسف نے بستر پر لیٹے لیٹے آسمان کی طرف نگاہ کی اور کہا' اے اللہ! تو رحیم و کریم ہے اور تو ہی غفار و ستار بھی ہے۔ ان لوگوں نے تیری رحمت کو محدود کر کے مجھے اس سے محروم بتایا ہے۔ تو اپنی رحمت کی چادر میں مجھے پناہ دے۔ یہ کہا اور پھر کلمہ کا ورد کرتے کرتے جاں جاں آفرین کے سپرد کی۔

سچ ہے کہ انسان کی عاقبت کا مدار اس کے آخری عمل پر ہے کہ وہ اچھا ہے یا برا ع الٰہی بر قبول ایمان کن خاتمہ۔

دنیا کی ہر ضرورت کا خاتمہ ایک نئی ضرورت پر ہوتا ہے اور اس کا خاتمہ دوسری ضرورت پر حتیٰ کہ عمر تمام ہو جاتی ہے

خزاں آتی ہے اور خاک میں ملنا ہی پڑتا ہے ۔۔۔ مگر کلیوں کو اس گلزار میں کھلنا ہی پڑتا ہے

اجل کو دیکھ کے زیرِ فلک قرار آیا — مصیبتوں کی بالآخر اک انتہا تو ہے

دنیا میں خوشی کی نسبت غم زیادہ ہے گریہ شمع تمام شب 'خندہ صبح دم بھر۔ عید کا صرف ایک دن اور غم ساری عمر کا ہے۔

ع عمرِ دراز مانگ کر لائے تھے چار دن — دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

بدنامی حیات دو روزے نہ بود بیش — آں ہم کلیم باتوبگویم چساں گزشت!

یک روز صرف بستن دل شد باین و آں — روزے دگر بہ کندن دل زین و آں گذشت

وضع زمانہ قابل دیدن دوبارہ نیست — روپس نہ کرد ہرکہ ازیں خاکداں گذشت

پاؤں پھیلاؤ نہ اتنا بے خطر اے خود سر — خوف حق کم ہے' تو قانون فنا سے ڈر

دنیا میں بغیر سختی کے کامیابی مشکل ہے۔ پتھر میں سے آگ نکالنا لوہے کا ہی کام ہے۔

دنیا میں بے زر اگر اولادِ رسول ہے تو بھی نامقبول ہے ع

دنیا کو خوب دیکھا جتنی محبتیں ہیں! — موقع کی سازشیں ہیں' مطلب کی ساعتیں ہیں

دنیا میں آلام سے بچنے اور آرام حاصل کرنے کے لئے خاموشی بہترین ذریعہ ہے ع

لب خاموش کا دونوں جہاں میں بول بالا ہے — وہی محفوظ رہتا ہے' کہ جس کے در پہ تالا ہے

دنیا میں اگر مردانہ زندگی میسر نہ ہو' تو مردوں کی طرح جان دینا ہی زندگی ہے۔

دنیا بمنزلہ ایک چکی کے ہے' جو ہمارے لئے آٹا پیستی رہتی ہے اور ایک دن یہ ہم کو بھی پیس ڈالتی ہے ع

مزا بھی آتا ہے دنیا سے دل لگانے میں — سزا بھی ملتی ہے دنیا سے دل لگانے کی

دنیا باہل خویش ترحم نمی کند — آتش اماں نمی دہد آتش پرست را

چلتی چکی دیکھ کر دیا کبیرا روئے — دو پاٹوں کے بیچ میں ثابت رہا نہ کوئے

دنیا اگر آنے لگے تو آتی ہی رہتی ہے۔ اور اگر پیٹھ پھیر لے' تو چلی ہی جاتی ہے۔ (حضرت علیؓ)

دنیا ایسی مصیبتوں اور موتوں کا مجموعہ ہے' جو سخت تکلیف دہ اور نہ ختم ہونے والی ہیں (حضرت علیؓ)

دنیا کی خوشی و سرور محض دھوکا اور غرور' اس کے سازوسامان اور محل و قصور سب کے سب زوال پذیر اور چکنا چور۔

ع تبسم کی سزا کتنی کڑی ہے — گلوں کو کھل کے مرجھانا پڑا ہے

مسرت مجھ کو اب دشوار ہے دنیا کی محفل میں — خوشی کی قابلیت ہی نہیں' باقی رہی دل میں

دنیا کی خواہشیں آکاش بیل کی طرح انسانی درخت کو اپنے جال میں پھنسائے رکھتی ہیں۔ جس سے اس کا بڑھنا' پھولنا پھلنا بند ہو کر اس زندگی کی جڑ کاٹ دیتی ہیں۔

دنیا پرستو! تم کو دنیا کی کس چیز نے مغرور بنا رکھا ہے؟ حالانکہ یہ ایسا گھر ہے کہ اس میں بھلائی بہت قلیل' اس میں طرح طرح کے شر موجود۔ اس کی نعمتیں سریع الزوال اور مسلوب' اس سے صلح رکھنے والا مغلوب' اس کا مالک در حقیقت مملوک اور اس کا سامان آخر کا متروک ہے (حضرت علیؓ) ع

حادثے اپنے طریقوں سے گزرتے ہی رہے — کیوں ہوا ایسا یہ ہم تحقیق کرتے ہی رہے

دنیا ایک ایسا گھر ہے' جس کا اول تکلیف اور اس کا آخر فنا ہے۔ اس کی حلال چیزوں پر حساب اور حرام پر عذاب ہو گا۔ جو شخص اس میں غنی ہے' وہ اکثر فتنے میں مبتلا ہے اور جو محتاج ہے' وہ غم میں گرفتار ہے (حضرت علیؓ)

عمر بھر پیش نظر طوفان کا منظر رہا — حیرت افزا کس قدر نکلا سراب زندگی
دنیا نے تیری یاد سے بے گانہ کر دیا — تجھ سے دل فریب ہیں غم روزگار کے

دنیا جب کسی آدمی کی طرف متوجہ ہو تو اسے دوسروں کی خوبیاں پہنا دیتی ہے۔ اور جب کسی سے پیٹھ پھیرے تو اپنی خوبیاں بھی چھین لیتی ہے۔

دنیا مشرق ہے اور آخرت مغرب۔ یعنی جس قدر ایک سمت نزدیک ہو گی' دوسری دور ہوتی جائیگی (حضرت علیؓ)

دنیا میں اگر صرف یہی عیب ہو تا کہ وہ عارضی ہوتی' تو بھی صاحبان ہمت اس کے قریب نہ جاتے' چہ جائیکہ یہ خطرات گوناگوں اور ہزار ہا آفات ناگہانی کا مجموعہ ہو' اور پھر بھی اسے چاہا جائے۔

دنیا میں ہنرمندی ہمیشہ ناقدردانی کا شکار رہی ہے اور کمال و اقبال بہت کم ایک جگہ پر جمع ہوئے ہیں

دنیا میں چوب سو ختنی و عود ایک ہے — ہم رتبہ خلیل اور نمرود ایک ہے
ان لوگوں کو جو ساز سے دنیا کے مست ہیں — آواز خر و نغمہ داؤد ایک ہے
دنیا میں قدر گوہر و خار ہے برابرا — سر گین گاؤ عنبر سارا ہے برابر
دست ستم ہو یا ید بیضا ہے برابر — باد سموم یا دم عیسیٰ ہے برابر
عاقل از سرمایہ دنیا ندارد بہرہ — ہر کرا مغزیست در سر نیست پشمش در کلاہ

دنیا ایک مسافر خانہ ہے۔ مسافر کو حالت سفر میں کسی چیز اور کسی جگہ سے وابستگی نہیں ہوتی۔

دنیا سے قطع خوب' اگر خوش نہ رکھ سکے — آنکھوں کو بند کر' جو نظر خوش نہ رکھ سکے

دنیا کو اگر کوئی شخص اس غرض سے چاہے کہ آئندہ مجھے دولت دنیا کی ضرورت نہ رہے اور گوشہ قناعت میں بیٹھ کر یاد الٰہی کروں۔ اس کی مثال ایسی ہے' جیسے کوئی آگ کو پھوس سے بجھانا چاہے

دنیا داری و عاقبت می طلبی — این ناز نجانہ پدر باید کرد

دنیا کے عبرت انگیز و لرزہ خیز مناظر کو اگر انسان ذرا بھی بنظر عبرت دیکھے' تو اس کے دل میں کبھی اور کسی عمر میں بھی خوشی کا دخل نہ ہو

مردوں پہ نہیں روتے' ہیں اپنے حال پر — "رہ گیوں" پر ہے مصیبت' جو گئے اچھے گئے
دنیا یونہی ناشادیوں میں شاد رہے گی — برباد کئے جائے گی' آباد رہے گی
وقت گلم تمام باہ و فغاں گزشت — چوں بگذرد خزاں کہ بہارم چناں گزشت

دنیا کا ذرہ ذرہ لحظہ بہ لحظہ تغیر پذیر ہے اور تو یہاں قرار و سکون کی امیدیں باندھے بیٹھا ہے

کہ روز باشد گاہ شب کہ عیش و کہ رنج و لقب — گاہے عیاں گاہے نہاں گاہے چنیں گاہے چناں

دنیائے دوں حوادث گوناگوں مصائب بوقلموں جگر خراش اور سینہ پاش مشاہدات اور محیر العقول واقعات کی آماجگاہ

ہے۔ جس میں ہر روز' ہر ساعت' ہر لحظہ اور ہر آن ہر ایک انسان کو بلا تفریق مراتب و مذاہب اور بلغیر نیک و بد ایسے لرزہ خیز' عبرت انگیز و حسرت آمیز مناظر دیکھنے میں اور عجیب و غریب ناگہانی اور غیر متوقع حالات خود اس کے سامنے پیش آتے ہیں کہ جن کو دیکھتے ہوئے اعتقادی طور پر تو مصلحت الٰہی خیال کر کے انسان خاموش ہو جاتا ہے۔ ورنہ ان کی حقیقت سمجھنے میں عقل انسانی دنگ' اُن کے دفعیہ میں پائے تدبیر لنگ اور ہوش و خرد کا قافیہ تنگ ہے اور بے اختیار کہنا پڑتا ہے ؎

خانہ ہستی کی ترکیبوں میں کیا دخل خرد — حکم ہے تقدیر کا تدبیر اک مزدور ہے
انکشاف راز ہستی عقل سے ممکن نہیں — متصل ہو سطح ظاہر سے یہ وہ باطن نہیں
ترسم کہ ہمی دانی۔ زورق بہ سراب اندر — زادی بہ حجاب اندر' میری بہ حجاب اندر
ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسد — عالم تمام حلقہ دام خیال ہے!
خدا شناس تو ہونا نہیں ہے سہل اکبر — یہی بہت ہے جو دنیا شناس ہو جاؤں
یہی جانا کہ کچھ نہ جانا ہائے — سو یہی اک عمر میں ہوا معلوم

دنیا میں ایک نیک انسان کو راہ نیکی پر گامزن ہونے کے لئے بھی سخت دشواریاں پیش آتی ہیں۔ ایک حکیم کا قول ہے "انسان کے نیک رہنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ہم معاملہ بھی نیک ہوں۔ ورنہ اس کی نیکی نبھ نہیں ہو سکتی۔

ہر کس و ناکس سے دنیا میں تعلق کیجئے ؎ — یاں جہاں تک ہو سکے ترک تعلق کیجئے

دنیا ایک مکر ہے اور یہ بغیر مکر کے حاصل نہیں ہو سکتی ؎

دنیا جنت ہے بدوں کے واسطے — قید خانہ ہے یہ مومن کے لئے!
ہے منتظم جہان کا پروردگار خود! — حیرت میں ہیں حوادث' بے اختیار خود

دنیا میں تین قسم کے لوگ ہیں بعض تو ان میں سے حکم غذا رکھتے ہیں کہ جن کے ساتھ موافقت کئے بغیر چارہ ہی نہیں۔ اور بعض مثل دوا کے ہیں کہ کبھی کبھی ان سے بھی کام پڑتا ہے اور اکثر مثل درد کے ہیں جو کبھی کسی کے کام آنا تو در کنار لباس دشمنی میں ملبوس تھے ؎

ستایا اس قدر ان مردم ابلیس خصلت نے — کہ ڈر کر آدمیت چھپ رہی تربت میں آدم کی
باد شوند از رسند چراغے — دود شوند از رسند بدماغے

اے عزیز! جہاں تک ہو سکے ان کی صحبت سے گریز کر اور اپنے دین و دنیا کو ان کے گزند سے محفوظ رکھ۔ آئندہ تو مختار ہے۔ ؎

از روز قیامت غمے کہ ہست ایں است — کہ روئے مردم عالم دوبارہ باید دید
پانی سے سگ گزیدہ ڈرے جس طرح اسد — ڈرتا ہوں آئینے سے کہ مردم گزیدہ ہوں
تنہا نشین و صحبت دیو اختیار کن — کہ آثار انس درگہر آدمی نماند
بگریز کہ دوران فلک عربدہ خیز است — آئین حریفاں ہمہ یکجد از دومزیر است

حضرت آدمؑ کا بہشت بدر کیا جانا اور ان کے بیٹے قابیل کا اپنے بھائی ہابیل کو قتل کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ خراب

آباد جہان کی بنیاد ہی رنج و الم ' قتل و غارت اور ظلم و ستم پر قائم ہے۔ جب ابتدا کی یہ کیفیت ہو' تو اس کی انتہا کا آپ خود اندازہ لگالیں ' یہ وہ مبارک دور ہے ' جس میں حرام بہزار فخر حلال پر خندہ زنی کرتا ہے۔ یہ وہ منحوس دور ہے کہ گناہ نیکی پر خوردہ گیری کرتا ہے۔ یہ وہ وقت بد ہے کہ جہل علم پر فوقیت چاہتا ہے۔ یہ وہ بد انجام صدی ہے کہ بیوقوفی عقل پر فضیلت ڈھونڈتی ہے۔ یہ وہ روز گار الم انگیز ہے کہ مصیبت عافیت پر غلبہ رکھتی ہے۔ یہ وہ عہد نامراد ہے کہ غم سایہ کی مانند ہمراہ و ہمزاد ہے ' نہ کوئی دل شاد ہے۔ نہ کوئی گھر عافیت سے آباد ہے۔ اے عزیز! جب یہ حالت ہے ' تو دنیا کے چاہ شورے آب شیریں کی امید نہ رکھ ' بلکہ اس گڑھے کو صبر قناعت کی مٹی سے پاٹ کر دنیا کی طرف سے آنکھیں بند کر لے۔

فریب ہستی کا کھل گیا ہے ' نگاہ دنیا کو پا گئی ہے ۔۔۔ عمل کی توفیق بھی اللہ دے ' سمجھ کچھ مجھ کو آ گئی ہے
ناز اس ظاہر طہارت پر نہ اے مغرور کر ۔۔۔ حرص دنیا خود نجس ہے ' یہ نجاست دور کر
کار دنیا سے ہماری دل کشی مقصود ہے ۔۔۔ جدت اس شے میں کہاں سے آئے جو محدود ہے

قسمت اپنی عنایات دونوں ہاتھوں سے تقسیم نہیں کرتی ' وہ غریبوں کو معدہ دیتی ہے ' لیکن خوراک نہیں دیتی۔ نتیجہ ان کی صحت کمزور رہتی ہے۔ امیروں کو خوراک دیتی ہے ' لیکن معدہ نہیں دیتی۔ تمام لوازمات زندگی موجود ہوتے ہوئے وہ ان سے لطف اندوز نہیں ہوتے۔ ایسی ہزاروں مثالیں ملتی ہیں۔ واقعہ ذیل ان میں سے ایک ہے:۔

واقعہ:۔ مستری محمد حسین معمار لاہور میں اپنی بسیار خوری کے لئے مشہور تھا۔ جو چھ نوجوان آدمیوں کی خوراک بیک وقت اکیلا ہی کھا جاتا تھا۔ اپنے گھر میں تو اس پیشہ مزدوری میں اس کو اتنا کھانا میسر نہیں آ سکتا تھا۔ البتہ بیاہ شادیوں پر کبھی کبھی اس کی بسیار خوری کا امتحان ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ اس کو لالہ لال چند جج ہائی کورٹ پنجاب کی کوٹھی پر مرمت کے سلسلے میں کام کرنا پڑا۔ ایام مرمت کے دوران میں ایک روز جج مذکور کوٹھی میں ٹہلتے ٹہلتے اس طرف آ نکلے جہاں مستری مصروف کار تھا۔ خوش طبعی کی حالت میں جج صاحب نے اس سے پوچھا "مستری جی! تم نے کھانا کھا لیا ہے یا نہیں؟ مستری نے کہا "حضور! کھانا تو ہر روز کھایا ہی جاتا ہے۔ لیکن پیٹ بھر کر کھانا سالہا سال میں کبھی کبھی ہی نصیب ہوتا ہے۔" جج صاحب نے فوراً حلوا کچوری پکانے کا حکم دیا۔ تیار ہو جانے پر دو تین آدمیوں کی خوراک پیش کر دی گئی۔ جب وہ کھا چکا ' تو جج صاحب نے پوچھا کہ "آج تو پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہے یا نہیں؟ مستری نے جواب دیا۔ "حضور! ابھی تو آدھا پیٹ بھی نہیں بھرا۔ چنانچہ کڑاہی پھر چڑھا دی گئی۔ یہاں تک کہ وہ چھ جوان آدمیوں کی خوراک اکیلا کھا گیا۔ جج صاحب اس کی غیر معمولی بسیار خوری سے سخت متعجب و متاسف اور متالم و متاثر ہوئے ' تو مستری سے بے ساختہ آہ سرد بھر کر کہا۔ "مستری جی! اپنی خوراک کا بارہواں حصہ یعنی صرف ایک انسان کی آدھی خوراک مجھے فروخت کر دیں اور میری آدھی تنخواہ دو ہزار روپے ماہوار مجھ سے لے لیا کریں۔ کیونکہ میری خوراک صرف دو چھٹانک سے زیادہ نہیں اور وہ بھی مقررہ پرہیزی ' ایک ہی قسم کی غیر مرغوب غذا ہے۔ باقی کی تمام نعمتوں سے ہمیشہ کے لیے محروم ہوں۔" مستری نے جواب دیا۔ حضور! اس قسم کی خرید و فروخت تو امکان انسانی سے باہر ہے۔ ورنہ میں اپنی تمام خوراک آپ کو فروخت کر دیتا۔" یہ متوقع جواب سن کر جج صاحب نے نہایت حسرت آمیز لہجہ میں اپنے قانونی دماغ سے یہ بے نظیر نکتہ بیان کیا۔ "اس دنیائے دوں ' آماجگاہ مصائب بو قلموں و نیرنگی گوناگوں میں نعمائے دنیوی

میں سے ہر ایک انسان کے لئے سو نمبر قدرت کی طرف سے مقرر ہو گئے ہیں۔ ان سو نمبروں میں ہر ایک شخص کے حصے میں کسی نہ کسی صورت سے کم و بیش صرف پچاس نمبر ہی آتے ہیں۔ جس کی زندہ مثال میں تمہارے سامنے کھڑا ہوں کہ باوجود اس قدر عہدہ جلیلہ پر ممتاز ہونے اور اس قدر کثیر دولت بطور تنخواہ پانے کے میں صحت اور خوراک کے لحاظ سے ایک آٹھ آنے روزانہ پانے والے مزدور سے بھی بدرجہا بدتر حالت میں زندگی بسر کر رہا ہوں اور دنیا کی ہر قسم کی نعمتوں سے یکسر محروم و بے بہرہ ہوں۔ اگر کوئی شخص مکمل تندرستی سے فائز المرام ہے' تو تنگ دستی نے اس کی زندگی کو مبتلائے آلام کر رکھا ہے۔ جس کسی کو تندرستی اور دولت ہر دو نعمتیں میسر ہیں' وہ کسی عزیز و اقارب کی بیوقت جواں مرگ سے زندہ درگور ہے۔ کہیں مفلسی میں کثرت اولاد کی گراں باری نے غریب کی کمر توڑ رکھی ہے' تو کہیں دولت مند اپنی بے اولادی کی وجہ سے نعل در آتش کی زندگی بسر کر رہا ہے۔

میجر ممتاز محمد خان مرحوم ضلع سرگودھا کے بہت بڑے معزز رئیس و زمیندار تھے۔ سرگودھا میں ان کی کوٹھی کے ایک گوشہ میں کتیا نے سات بچے دے رکھے تھے۔ اتفاقاً ایک روز میجر موصوف کی نگاہ ان پلوں پر پڑ گئی' تو اس نظارے کو دیکھ کر بھرے مجمع میں دھاڑیں مار کر رونے لگ گئے کہ "یا الٰہ العالمین خالق کائنات اکتوں بلوں میں کثرت اولاد' ایک حاجت مند و طلب گار انسان اس سے قطعاً محروم۔ کہیں کسی غریب کو دودرھم بھی سیر کر دیتی ہے کہیں فریدوں' ملک عجم سے بھی نیم سیر ہے۔ کہیں کسی غریب کو نان سرشام میسر آ جاتی ہے' تو وہ سلطان شام سے زیادہ راحت و آرام میں رات کو خواب شیریں کے مزے لے رہا ہے' جب کہ سلطان اقلیم بھی فکر ہشت اقلیم میں اضطراب اور بے چینی سے رات بسر کرتا ہے

اسکندر و تنعم ملک و دو روز عمر　　خضر و شعار مفلسی و عمر جاوداں

حضرت سعدی فرماتے ہیں

اگر دنیا نہ باشد درد مندیم　　وگر باشد بمہرش پائے بندیم!
بلائے زیں جہاں آشوب ترنیست　　کہ رنج جان ہست درنیست

کسی بادشاہ نے اثنائے سیر و شکار ایک نہایت غریب الحال لیکن صحت مند نوجوان کو دیکھا' جو عالم شباب مستی میں قہقہے لگاتا گاتا اور ناچتا جا رہا تھا۔ بادشاہ نے اس کو بلا کر پوچھا' تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا' میں نہ کسی کا حاسد ہوں اور نہ ہی کسی کا محسود۔ باوجود اپنے افلاس کے امیروں پر حسد نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی میری غریبی کی وجہ سے میرے ساتھ حسد رکھتا ہے۔ بادشاہ نے کہا تو غلط کہتا ہے۔ میں تیرا سب سے بڑا حاسد ہوں۔ کیونکہ مجھے اپنی عمر بھر میں ایسی مسرت و شادمانی اور ایسی صحت مند جوانی کبھی میسر نہ آئی' جو اس وقت تجھے حاصل ہے۔ یہ تمثیل ہی نہیں' بلکہ دنیاوی مشاہدات ذاتی تجربات اور عام واقعات ہمیشہ سے اس نظریے کی تائید کرتے آئے ہیں۔

غرضیکہ ہر ایک انسان کی زندگی کے ہر ایک پہلو کو اگر جمع کیا جائے' تو مجموعی طور پر ہر ایک شخص کے حصے میں کم و بیش یہ پچاس نمبر ہی آتے۔ کسی بزرگ کا قول ہے کہ اگر دنیا کی خوشیوں اور غموں کا الگ الگ انبار لگا کر پھر ان کو بحصہ رسدی مساوی طور پر ہر ایک انسان میں تقسیم کر دیا جائے' تو ہر ایک انسان اپنی سابقہ بری بھلی حالت ہی کو بہتر

سمجھے گا اور اسے غنیمت خیال کرے گا۔ سرہانے سوئی پائی کمر بہر حال درمیان ہی میں رہے گی

انسان نے انسان سے کی جنگ ہمیشہ — دنیا کے نظر آئے یہی ڈھنگ ہمیشہ!
اک اٹھا کشور کشائی کے لئے — اک اٹھا حق کی صفائی کے لئے
جنگ میں دنیا رہی القصہ غرق — ہاں سکندر اور موسیٰ کا ہے فرق

دنیا دار الغرور ہے

ہر شخ اپنے زعم میں یاں برق طور ہے — ہر کنکری کو ہمسری کوہ نور ہے!
عالم میں کبر و عجب کا ہر دو ظہور ہے — دنیائے انکساز جو ہے' یاں سے دور ہے
ہم کو اس جہاں سے شکایت ضرور ہے
دنیا ہے جس کا نام وہ دارالغرور ہے

شاہوں کو اپنی صولت شاہی پہ ہے گھمنڈ — نعمت پہ عیش و عشرت' شاہی پہ ہے گھمنڈ
جاہ و حشم پہ ہے گھمنڈ — طبل و علم پہ شوکت شاہی پہ ہے گھمنڈ
ہر شخص ان کو دیکھ کے کہتا ضرور ہے
دنیا ہے جس کا نام وہ دارالغرور ہے

زاہد کو دیکھیے تو الگ اس کی شان ہے — خلق اللہ پہ طعن ہے' طاعت کا مان ہے
حضرت کو زہد خشک پہ کتنا گمان ہے — بگڑا ہوا مزاج سر آسمان ہے
جو اس کے ڈھنگ دیکھ لے' کہتا ضرور ہے
دنیا ہے جس کا نام' وہ دارالغرور ہے

عالم جو اپنے علم پہ پھولا ہوا نہیں — ہم کو تو اس جہاں میں بھی ابھی تک ملا نہیں
جاہل پہ کون عالم' دانا ہنسا نہیں — رونا تو یہ ہے کوئی بھی عجز آشنا نہیں
نشہ شراب علم میں ہے اور ضرور ہے
دنیا ہے جس کا نام وہ دارالغرور ہے

محروم خاکسار جہاں کا یہ حال ہے — ہو اس جہاں سے دور جو فکر مال ہے
نام و نمود نے جو بچھایا یہ جال ہے — بچنا مرے خیال میں اس سے محال ہے
اگر کھل سکی نہ آنکھ تو پھنسنا۔ضرور ہے
دنیا ہے جس کا نام وہ دارالغرور ہے

دنیا میں امن و عیش خیال و خواب ہے — آب حیات سمجھا' جسے تو سراب ہے
دنیا میں زندگانی کا ساماں نہیں ملتا — آب حیات ملتا ہے'۔انساں نہیں۔ملتا

رکھیو قدم سنبھال کر، گر امتیاز ہے
دنیا میں ہر قدم پہ نشیب و فراز ہے

ہو نہیں سکتا کبھی ہموار دنیا کا نشیب
اس گڑھے کو اپنی ہی مٹی سے بھرنا چاہیے

ہر طرف بننے بگڑنے کا یہاں اک طور ہے
چشم عبرت کے لئے دنیا مقام غور ہے

دنیا میں ہم رہے، تو کوئی دن پر اس طرح
دشمن کے گھر میں جیسے کوئی مہمان رہے

دنیا نے کس کا راہ فنا میں دیا ہے ساتھ
تم بھی چلے چلو یونہی جب تک چلی چلے

بہت مشکل ہے رہنا پاکدامن لوث دنیا سے
الجھ کر رہ گیا، جو وادی پرخار میں آیا

دنیا ہے وہ صیاد، کہ سب دام میں اس کے
آجائے لیکن کوئی دانا نہیں آیا

دنیا مقام غم ہے خوشی نام کو نہیں
جو اس مکاں میں رہ کے گیا، نوحہ گر گیا

ہے مسرت راحت دنیا سے غفلت کے سبب
کون خوش ہوتا ہے بیداری میں، عیش خواب سے

ڈھونڈتے ہیں لوگ اس دنیا میں اطمینان دل
کچھ بھی لیکن داغ حسرت کے سوا ملتا نہیں

ترک دنیا سے ہوئی جمعیت خاطر نصیب
حال میرا گو کہ ظاہر میں پریشان ہو گیا

رنگ دنیا دیکھ کر بے چارہ اکبر ڈر گیا
پند و وعظ مان لی مرنے سے پہلے مر گیا

دنیا کے خرابے میں نہ گھر جس نے بنایا
جنت میں نہ نکلے گا، جواب اس کے مکاں کا

آساں نہیں ہے دام سے دنیا کے چھوٹنا
یہ اک بڑے حکیم کا باندھا طلسم ہے

جو عزم سیر معنی ہے، سبک ہو بار دنیا سے
کہ سر پر بوجھ ہونے سے سفر مشکل سے ہوتا ہے

باطن میں غم ہے، عشرت دنیائے ظاہری
پہنے ہوئے لباس محترم ہے عید کا!

دنیا کو اقامت کا سمجھے ہو محل شاید
ایسے تو نہیں ہوتے سامان مسافر کے

اٹھاتے یوں تو سب ہیں بار دنیا طوعاً و کرہاً
خوشی کے ساتھ لیکن یہ فقط غافل سے اٹھتا ہے

نہ پائے گا کبھی اصلی مسرت طالب دنیا
پر اس کا ہاتھ کب اس سعی لاحاصل سے اٹھتا ہے

دنیا کی غفلتوں کی تصویر ہیں بگولے
بنیاد ہے ہوا پہ سر آسمان پہ ہیں

رنگ تیرا ہمیں مطلوب نہیں اے دنیا
تجھ میں ہم جی تو رہے ہیں، مگر اکراہ کے ساتھ

فکر دنیا انبساط دل سے ہے نا آشنا
آپ کی کلیاں شگفتہ اس ہوا سے ہو چکیں

دنیا کی حقیقت، اور ہم سے کیا تعلق
وہ کیا ہے اک جھلک ہے، ہم کیا ہیں اک نظر ہیں

مجھ کو دم لینے کی بھی فرصت نہ دنیا میں ملی
روز مولد شادیانہ کوچ کا نقارہ تھا

سرائے دنیا کا مفہوم یہ سننے میں آیا ہے
کسی نے اس کو گھر سمجھا کسی نے رہگذر جانا

فکر دنیا اک طرف ہے، خوف عقبیٰ اک طرف
اپنی ہستی کو تہ تیغ دودم رکھتے ہیں ہم

مسافر خانہ دنیا میں جو آیا ہوا راہی!
یہ منزل آمد و شد کی ہے اس میں وطن کس کا

ہر گام پہ آفت ہے، مصیبت ہے، بلا ہے
دنیا مری نظروں میں گناہوں کی سزا ہے

پھنسا ہوں زندگی میں سانس روکے رک نہیں سکتی
مگر دنیا کی خاطر میری گردن جھک نہیں سکتی

کارخانے جتنے ہیں دنیا کے سب ہیں بے ثبات
آنکھ سے جو آج دیکھا کل وہ افسانہ ہوا

مسافر ہی نظر آیا، نظر آیا جو دنیا میں
جسے دیکھا اسے آلودہ گرد سفر دیکھا

پس مردن فراغت مل گئی دنیا کے جھگڑوں سے
کہ دارالحرب تھا عرصہ ہماری زندگانی کا

کون دنیا میں ہوا سیراب الٹے جام سے
صاف نقشہ چرخ میں ہے کاسۂ معکوس کا

دنیا کے خرخشوں سے چیخ اٹھے تھے ہم اول
آخر کو رفتہ رفتہ سب ہو گئے گوارا

زمانے نے مرے آگے بھی دنیا پیش کر دی تھی
مگر میں نے تو اپنا فائدہ انکار میں دیکھا

حقیقت زیست کی، پیری میں ہم سمجھے تو کیا سمجھے
بڑا دھوکا دیا ظالم نے، دنیا سے خدا سمجھے

دیکھوں عروس دہر کو کیوں آنکھ کھول کے
بہتر یہی ہے کام نکالوں ٹٹول کے

پوچھو گے گر فلک سے تم، یہی کہے گا
جو تھا نہ رہ گیا، وہ جو ہے وہ کیوں رہے گا

ہوں گے حباب ابھر کر یونہی فنا ہمیشہ
موجیں گھٹیں بڑھیں گی، دریا یونہی بہے گا

ہزاروں ہی مصائب جھیل کر پائی ہے یہ نعمت
ہے یہ نعمت نہ تھا کچھ سہل دنیا سے مرا بیزار ہو جانا

دنیا ہے جب فنا، تو فنا ہی سمجھے اسے
پی جام مرگ، آب بقا ہی سمجھ اسے

مہماں سرائے دہر ہو جب منزل فنا
پھر جو محل سرا ہے، سرائے ہی سمجھ اسے

بزم فنا میں کچھ نہیں جز نغمہ فنا
جو کچھ نہیں سنا ہے، سنا ہی سمجھ اسے

فرشتوں کی عبادت کا مصلیٰ ہے مرا دامن
اگر آلودگی دنیا کی اس کو پاک رہنے دے

غذا رہے سگ دنیا کی جیفہ دنیا
مجھے تو تیسرے فاقے بھی یہ حلال نہیں

محو ہو جاتا ہوں پھر بھی گرچہ دشمن ہوں ترا
دلفریبی کس قدر دنیا تری صورت میں ہے

رہگذر سیل حوادث کی ہے یہ دنیائے دوں
اس خرابے میں نہ کرنا قصد تم تعمیر کا

دین و دنیا دونوں اپنے جیب و داماں گیر ہیں
اس دو روزہ زندگی میں ہم بھلا کیا کیا کریں

زندگی کہتی ہے دنیا سے تو اپنا دل لگا
موت کہتی ہے کہ ایسی دل لگی اچھی نہیں

اگر دنیا نہ ہو، تو بھی ہے مشکل
وگر ہو پھر میں پابند سلاسل

نہیں کوئی بلا دنیا سے بدتر
نہ چین آئے اسے پاکر نہ کھوکر

کار دنیا میں بھی خیال مرگ، غالب دل پہ ہو
راہ ہو زیر قدم، لیکن نظر منزل پہ ہو

ہے حوادث کا محبان الٰہی پر بھی فیر
ہاں حساب دوستاں درگور ہی کہئے تو خیر

کل کی امید وار ہے دنیا
عالم انتظار ہے دنیا

حسرتوں کا مزار ہے دنیا
کارواں کا غبار ہے دنیا

عمر برق و شرار ہے دنیا
کتنی بے اختیار ہے دنیا

داغ سے کوئی دل نہیں خالی
کیا کوئی لالہ زار ہے دنیا

ہر جگہ جنگ ہے، نزاع
عرصہ کارزار ہے دنیا

گرچہ ظاہر میں صورت گل ہے
پر حقیقت میں خار ہے دنیا

ایک جھونکے میں ہے ادھر ادھر — چار دن کی بہار ہے دنیا
جیتے جی ہیں، غیب اس میں دفن — بے کسوں کا مزار ہے دنیا
کوئی راحت میں کوئی زحمت میں — مظہر نور و نار ہے دنیا
رقص بالجبر ہے، ہر ایک پتلی کا — شعبدہ گر کی تار ہے دنیا
زندگی نام رکھ دیا کس نے — موت کا انتظار ہے دنیا
گل و بلبل بھی جس سے ناخوش ہیں — وہ فریب بہار ہے دنیا
بے خبر رکھتی ہے، حقیقت سے — ہوش پر میرے بار ہے دنیا

نظم عمر خیام متعلقہ حقیقت دنیا

دوش باعقل درسخن بودم — کشف شد بردلم مثالے چند
گفتم اے مایہ ہمہ دانش — دارم الحق بہ تو سوالے چند
چیست ایں زندگانی دنیا؟ — گفت خوابے ست یا خیالے چند
گفتم ازوے چہ حاصل ست بگو؟ — گفت درد سر و وبالے چند
گفتم ایں نفس کے شو رام؟ — گفت چوں یافت گوشمالے چند
گفتم اہل ستم چہ طائفہ اند؟ — گفت گرگ و سگ و شغالے چند
گفتم ایں بحث اہل دنیا چیست؟ — گفت بیہودہ قیل وقالے چند
گفتم اہل زمانہ درچہ فن اند؟ — گفت دربند جمع مالے چند
گفتمش چیست کد خدائی؟ — گفت ساختے عیش و غصہ سالے چند
گفتم اورامثال دنیا چیست؟ — گفت زالے کشیدہ خالے چند
گفتمش چیست گفتہ ہائے خیام؟ — گفت پنداست حسب حالے چند
عارفے خواب رفت دور فکرے — دید دنیا بصورت بکرے
کرو ازوے سوال کائے دلبر — بکر چونی بایں ہمہ شوہر
گفت یک حرف با تو گویم راست — کہ مراہر کہ بود مردنہ خواست
واکہ نامرد بود خواست مرا — زاں بکارت ہمیں بجاست مرا
سنی حکایت دنیا تو درمیاں سے سنی — نہ ابتدا کی خبر ہے، نہ انتہا معلوم!
ارسطو لقمان اور افلاطون ہر ایک سر کو ٹیک چکا ہے — یہ وہ طلسم ہے کہ جس کی نہ ابتدا ہے، نہ انتہا ہے
ہمارا بھی کوئی ہمدرد ہے، اس وقت دنیا میں — پکارا ہر طرف، منہ سے کسی کے "ہم نہیں نکلا!!
ہمیشہ ہوتے ہیں دنیا کی راحت سے الم پیدا — وہ کیا شادی کہ جس شادی سے ہوں اسباب غم پیدا

جلوہ گاہ دنیا

عجب ترکیب سے رکھی ہے' صانع نے بنا اس کی
کہ صدیاں ہو گئیں اک اینٹ بھی جس کی نہیں کھسکی
لگی رہتی ہے آمد و رفت جس میں روز جس تس کی
وہی رونق ہے جس کی اور وہی دلچسپیاں جس کی
اللہ جانے یہ دنیا جلوہ گاہ ناز ہے کس کا
ہزاروں اٹھ گئے رونق وہی باقی ہے مجلس کی

کچھ اس حکمت سے ہے ترکیب اسمیں رطب و یابس کی
کہ پہنچا ادھر جاڑا مگر گرمی ادھر کھسکی
بس اک دور تسلسل ہے بہار اس کی خزاں اسکی
وہی چتون ہے بلبل کی' وہی آنکھیں ہیں نرگس کی
اللہ جانے یہ دنیا جلوہ گاہ ناز ہے کس کا
ہزاروں اٹھ گئے' رونق وہی باقی ہے مجلس کی

بسا لیں اٹھ گئیں بچھ بچھ کے دارا و سکندر کی
صفیں برہم ہوئیں جم جم کے خاقان اور قیصر کی
جہاں تھی نورتن کل تک بکرماجیت و اکبر کی
وہاں اجلاس کونسل' کر رہی ہے اب گورنر کی
اللہ جانے یہ دنیا جلوہ گاہ ناز ہے کس کا
ہزاروں اٹھ گئے' رونق وہی باقی ہے مجلس کی

یہ دنیا کیا ہے پتلی گھر کا کوئی کارخانہ ہے
نئے پرزے بدلتا جس میں' آئے دن زمانہ ہے
نیا تیار ہوتا مال' اور ہوتا روانہ ہے
نیا ہر روز پانی اور نیا ہر روز دانہ ہے
اللہ جانے یہ دنیا جلوہ گاہ ناز ہے کس کا
ہزاروں اٹھ گئے' رونق وہی باقی ہے مجلس کی

بہت سامان عشرت درہم بھی ہوتے ہیں
بہت جلسے خوشی کے آئے دن قائم بھی ہوتے ہیں
جنہیں ہیں عیش کے ساماں انکو غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بجتے ہیں نقارے' وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں
اللہ جانے یہ دنیا جلوہ گاہ ناز ہے کس کا
ہزاروں اٹھ گئے' رونق وہی باقی ہے مجلس کی

ٹرین' ک جا چکی ہے اور ابھی اک جانیوالی ہے
ابھی اک کھیپ آئی اور ابھی اک آنیوالی ہے
نئی شکلیں یہ آئے دن ہمیں دکھلانے والی ہے
نئی دلچسپیوں سے روز دل بہلانے والی ہے
اللہ جانے یہ دنیا جلوہ گاہ ناز ہے کس کا
ہزاروں اٹھ گئے' رونق وہی باقی ہے مجلس کی

سخن داں اٹھ رہے ہیں اور محفل جمتی جاتی ہے
نئی کھیپ آتی ہے' دھوم وہ اپنی مچاتی ہے
بہار اس باغ کی ہر وقت' رنگ تازہ لاتی ہے
نئی کھنچ کر شراب' اس میکدہ میں روز آتی ہے
اللہ جانے یہ دنیا جلوہ گاہ ناز ہے کس کا

ہزاروں اٹھ گئے' رونق وہی باقی ہے مجلس کی

جم و مینا میں تلچھٹ کیا کہ اک آخور باقی ہے
مگر مستوں کے دل میں شوق ابھی بے طور باقی ہے
ادھر غل ہے کہ ہاں پیر مغاں کچھ اور باقی ہے
ادھر اک شور برپا ہے' ہمارا دور باقی ہے

اللہ جانے یہ دنیا جلوہ گاہ ناز ہے کس کا
ہزاروں اٹھ گئے' رونق وہی باقی ہے مجلس کی

زمانہ روز لاکھوں کے' گلے کٹوائے گا یوں ہی
بہے گا خون یونہی اور دل تڑپائے گا یونہی
زمیں پھولے گی اور خوں آسماں برسائے گا یونہی
یہی ہوتا رہا ہے اور ہوتا جائے گا یوں ہی

اللہ جانے یہ دنیا جلوہ گاہ ناز ہے کس کا
ہزاروں اٹھ گئے رونق وہی باقی ہے مجلس کی

خیالات دانا و نادان

دانا رضائے الٰہی یعنی فطرت اللہ کا جویا ہوتا ہے۔ قوانین فطرت سمجھنے اور بکمالہ اتباع کرنے کی سعی جمیل کرتا اور اپنے جذبات و تردودات کو انہی ناقابل تغیر قوانین کی اطاعت میں چھوڑ دیتا ہے۔ اور اس اطاعت کو فقط ناگزیر ہی نہیں بلکہ ماحصل زیست اور سرمایہ راحت یقین کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی ہر خواہش قدرت کے ہم آہنگ اور اس کا ہر مقصد قدرت کا ہم پیرایہ ہو جاتا اور اس کے کام منشائے قدرت کے موافق ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ ہر حال میں راضی برضائے الٰہی اور ہر رنگ میں بامراد' شاد کام و شاداں رہتا ہے۔ ناکامی و غم کے بہت ہی شاذ اتفاقات پیش آتے ہیں۔

نادان رضائے الٰہی سے بے بہرہ ہوتا ہے اور بہرہ حاصل کرنا بھی نہیں چاہتا۔ اس کے جذبات و اغراض گویا اہتماماً فطرت کے برعکس ہوتے ہیں۔ اس کی خواہشیں اور مقاصد حقائق قدرت سے روگرداں رہتے ہیں۔ اس کا ہر فعل فطرت اللہ کی ضد اور ہر کام منشائے قدرت کے خلاف ہوتا ہے۔ اس لئے ہر حال میں غیر قانع مضطرب اور شاکی رہتا ہے۔ کامگاری اور انبساط قلبی کے اس کو بہت ہی کم مواقع ملتے ہیں۔ موجودات اور سوانح موجودات یعنی اشیاء اور حوادث لیل و نہار کو دانا ان کی صحیح اور اصلی حالت میں دیکھتا ہے۔ اشکال سے دھوکا نہیں کھاتا۔ حقیقت پر نظر رکھتا ہے۔ اجسام و صور اس کے نزدیک کچھ مال نہیں۔ نہ اس کی نظر کی گہرائی اپنے سطح فی الخارج پر روک سکتے ہیں۔ وہ چیزوں کی مادی اور ذہنی ہستیوں سے گزر کر تہہ میں پیوست ہو کر اصلی ہستی تک پہنچتا ہے اور اسی کو پیار کرتا ہے۔ اسی کا خواہش مند رہتا ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے' اس کے نزدیک از قسم زوائد ہیچ اور بے سود ہے۔

نادان اصل سے بے خبر اور بطانت اشیاء سے ناآشنا ہے۔ ظاہری صورتوں اور واقعات کے بیرونی مفاد و مضار کا پرستار ہے۔ اسے جملہ موجودات خارجی اور داخلی میں فقط ہیئات ظاہری نظر آتے ہیں' انہیں کے حسن و قبح کو دیکھتا اور اسی سے متاثر ہوتا ہے اور اسی کی قربت یا دوری' حصول یا ترک میں کوشاں رہتا ہے۔ اس لئے نادان بھلا چاہتا ہے اور برا

ہوتا ہے۔ فائدے میں رہنا چاہتا ہے' مگر ٹوٹے میں رہتا ہے' تمام آدمیوں کی طرح ہر چند کہ خود بھی آزادی پسند ہے لیکن دل اور روح غلاموں کی طرح قید رہتی ہے۔ اگر وہ ایک مطلق العنان بادشاہ بھی ہو جائے' تو بھی اپنی حرص و ہوا کا بندہ اور اپنی غلط فہمی اور جہل کا قیدی ہی رہے گا۔ وہ محتاجی سے محفوظ رہنے کے لئے دولت پیدا کرتا ہے۔ لیکن دولت جوں جوں ترقی کرتی ہے' اپنے کو دولت کا محتاج تر پاتا ہے۔ کیونکہ افزائش دولت احتیاج کو ترقی دیتی ہے۔ اس کی بہت سی خواہشیں ہوتی ہیں اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ خواہشوں کے پورا ہونے میں راحت ہے۔ لیکن خواہشیں جب پوری ہو جاتی ہیں' تو بجائے راحت کے تکلیف مزید کا سبب ٹھہرتی ہیں۔ کیونکہ پورا ہونا خواہشوں کو بڑھا دیتا ہے۔ اس کی روح کچھ تلاش کرتی ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ مجھے کسی چیز کی تلاش ہے مگر نہیں جانتا کہ کس کی تلاش ہے۔ دراصل وہ راحت قلبی ہے' جس کے لئے روح بھٹکتی پھرتی ہے۔ لیکن اسے معلوم نہیں ہوتا۔ اس لیے اس مطلوبہ شے کو وہ تلاش کرتا ہے۔ لذیذ کھانوں' عمدہ کپڑوں' صبا رفتار سواریوں اور سر بفلک کشیدہ محلوں میں یہ سب چیزیں مل جاتی ہیں۔ مگر ان میں وہ شے جس کی تلاش تھی' نہیں ملتی۔ کیونکہ راحت قلبی زر و مال سے خریدی ہوئی غرور پرور تن آسانیوں میں نہیں ہے۔ وہ مجالس طرب اور مشاغل تعیش میں انبساط خاطر ڈھونڈتا ہے۔ لیکن پایان کار یہ اور زیادہ باعث اندوہ و تعب ہوتی ہے۔ وہ اس خیال سے شہرت و نام آوری کی تمنا کرتا ہے کہ شہرت سے بہت خوشی ہو گی۔ لیکن سخت جدو جہد کے بعد جب شہرت حاصل ہو جاتی ہے' تو یہ دنیا کی دوسری چیزوں سے بھی زیادہ ہیچ' ناکارہ محض ایک لفظی اور ہوائی ڈھانچہ اندر سے تہی ثابت ہوتی ہے۔ غرضیکہ نادان کو کسی شے کا اندازہ صحیح نہیں ہوتا۔ وہ واقعی چیزوں کی تمنا میں غیر واقعی چیزوں تک پہنچتا ہے۔ انہیں کو اختیار کرتا ہے۔ اس کے تمام اکتسابات و تصرفات تحصیل حاصل ہوتے ہیں۔

دانا خوب سمجھتا ہے کہ زندگی کی اصلی اور ناگزیر ضرورتیں زیادہ نہیں ہیں۔ پس وہ ان کی فطری تعداد کی صحت تحقیق کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں آسانی سے پورا کر سکتا ہے۔ دنیا کی وہ چند نعمتیں جن پر اسے قدرت حاصل ہوتی ہے۔ اس کی محدود ضروریات کے لئے کافی ہوتی ہیں اور اگر کافی نہیں ہوتیں' تو یہ ان کے لئے کافی ہوتا ہے۔ اس لئے ہمیشہ فارغ البال اور مستغنی رہتا ہے۔

نادان اپنی ضرورتوں کو مجہول اعمال سے بڑھا لیتا ہے۔ اپنی خیالی خواہشوں کو لاتعداد کر لیتا ہے۔ عمر گزر جاتی ہے' پر اس کی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے!

باقی رہ جاتی ہیں۔ اس میں ذرا شک نہیں کہ دنیا کی تمام نعمتیں بھی اگر اسے مل جائیں' تو بھی اس کی خیالی اور روز افزوں خواہشوں کے لئے ناکافی ثابت ہوں۔ اس لئے یہ محتاجی اور بے اطمینانی سے کبھی نجات نہیں پاتا۔

دانا بخوبی واقف ہوتا ہے کہ زندگی کے اصل غم قلیل ہیں اور نیز یہ کہ اصلی مسرتیں بھی ان سے قلیل تر ہیں۔ پس ان مسرتوں کو قلیل جان کر ان سے جیسا کہ چاہیے متمتع ہوتا ہے اور ساتھ ہی غموم و آلام کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے لئے بدل و جان آمادہ رہتا ہے۔ غموم کو اپنی ہستی کا ایسا ہی جزو لاینفک خیال کرتا ہے جیسا کہ مسرت کو۔ اس لیے

حوادث اس کی دل جمی اور سکون خاطر کو نقصان نہیں پہنچاتے۔

نادان زندگی کی اصلی مسرتوں کی تعداد قلیلہ کو تمتعات دنیوی کی مسرت نما اشکال کے ایوان بو قلمونی میں گم کر دیتا ہے۔ سچی اور جھوٹی مسرتوں میں کوئی شے مابہ الامتیاز باقی نہیں رہتی۔ اس لئے اصلی مسرتوں سے ہمیشہ محروم رہتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کی غلط فہمیاں اس کی فضول کاریوں سے مدد پا کر اس کی جان کے لئے ہزاروں خیالی غم پیدا کر دیتی ہیں جن کو بہت ہی بڑا خیال کرتا ہے۔ اس لئے ہر غم انتہا کا جاں گسل کرتا ہے۔ اور از بسکہ غم اٹھانے کے لئے بطیب خاطر کبھی مستعد و آمادہ نہیں ہوتا۔ اس لئے تھوڑا غم بھی ستاتا ہے۔ نادان کے غموم کی اگر محققانہ چھان بین کی جائے' تو شاید فیصد مشکل ایک غم ایسا ثابت ہوگا' جو اصلی اور ناگزیر غم ہو۔ ورنہ تمام غموم موعودات ذہنی اور مفروضات خیالی نکلیں گے' جو اس نے اپنے توہم سے خواہ مخواہ پیدا کر لئے۔

اصل یہ ہے کہ انسان کو اپنے ساتھ بہت محبت ہے اور اپنی ناچیز خوبیوں کو بزرگ اور اپنے بزرگ عیوب کو ناچیز سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری خوبیاں تکمیل کو کمتر پہنچتی ہیں۔ تاہم ہماری کمزوریاں بیشتر قوی اور شدید ہو جاتی ہیں۔ ادھر ہمارے خیال میں کسی نیکی کا قصد گزرا' ادھر اس خیالی قصد پر ہم نے اپنے تئیں نیک سمجھ لیا' وہ نیک خیالی عملی شکل میں کبھی روبکار نہ آئیگی۔ ہر شخص کو علی العموم اپنے حسن خیال پر حسن عمل کا خیال ہوتا ہے۔ انسان اپنی حالت پر اگر بصحت غور کرے' تو اپنی خوبیوں کو بہت ہی کم فخر کے قابل پائے۔ لیکن اگر وہ اپنی خوبیوں کا اندازہ دوسروں کے مقابل میں کرے' تو اسے فخر کے بہت مواقع مل جائیں گے۔ اگر خود اس کی ذاتی خوبیاں بجائے خود کثیر و کامل نہ ہوں تو دوسروں میں خوبیوں کو قلت اور عدم کمال کے مقابل کثیر و کامل معلوم ہوں گی۔ انہیں بنیادوں پر دانا اور نادان کے خیالات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اول الذکر یعنی دانا اپنے اوصاف حمیدہ کے کمال ذاتی کا متمنی ہوتا ہے۔ موخر الذکر یعنی نادان دوسروں پر اپنے اوصاف حمیدہ کے اظہار کو اپنا کمال سمجھتا ہے۔ دانا اپنے عیوب و نقائص کے مقابل اپنی خوبیوں کی قلیل پاتا ہے۔ نادان دوسروں کے مقابل میں اپنی خوبیوں کو کثیر تصور کرتا ہے۔ دانا کو اپنے جہل کا علم ہوتا ہے اور اس جہل کو کم کرنا چاہتا ہے۔ نادان اپنے جہل کو علم سمجھتا ہے اور اس کو بڑھانا چاہتا ہے۔ دانا اپنی خوبیوں کو قلت کے علم سے اپنے نقائص پر منفعل ہوتا ہے۔ نادان اپنے نقائص سے بے خبر رہ کر اپنے محاسن پر فخر کرتا ہے۔ دانا ان خوبیوں کی تحصیل کی فکر کرتا ہے' جو اس میں نہیں ہوتیں۔ نادان بس انہیں خوبیوں کو بہت سمجھتا ہے' جو اس میں ہوتی ہیں۔

دانا کو اپنے دل کی عزت و وقعت آپ حاصل کرنے کی آرزو ہوتی ہے اور نادان دوسروں کی نظر میں وقعت پیدا کرنے کی فکر میں رہتا ہے' کیونکہ یہ سہل اور وہ مشکل۔ یہ دروغ وہ راستی ہے۔

صلہ رحمی

امین اور مامون دونوں ہارون الرشید کے بیٹے تھے۔ امین ملکہ زبیدہ کے بطن سے تھا اور مامون ایک لونڈی کے بطن سے' جس کا نام مراجل تھا۔ ہارون الرشید کی وفات پر امین تخت پر بیٹھا' جو بڑا عیش پسند تھا' پھر اس نے اپنے دودھ پیتے

بیٹے کو ولی عہد بنانا چاہا۔ حالانکہ بموجب تحریر ہارون الرشید' اس کا ولی عہد مامون تھا۔ اس پر دونوں بھائیوں میں سخت لڑائی ہوئی' جس میں امین مقتول ہوا۔ اور مامون تخت خلافت پر بیٹھا' تو زبیدہ والدہ امین مقتول نے مامون کے نام یہ خط لکھا۔

خط:

"اے امیرالمومنین! ہر ایک قصور اگرچہ وہ بڑا ہی ہو' تیری بخشش کے سامنے چھوٹا ہے اور ہر ایک لغزش خواہ وہ کتنی ہی بڑی ہو' تیری درگذر کے مقابلے میں بالکل حقیر ہے۔ اور یہ ایسی باتیں ہیں' جن کا اللہ نے تجھے خوگر بنایا ہے۔ پس اللہ تیری عمر دراز کرے اور تیری نعمت عام کرے اور بھلائی کو تیرے ذریعے ہمیشہ رکھے اور برائی کو تجھ سے دور کرے۔ یہ اس غمگین کا رقعہ ہے' جو زندگی میں مصائب زمانہ کو دور کرنے کے لئے تیری امیدوار ہے۔ اور مرنے کے بعد تجھ سے اچھے ذکر کی امید رکھتی ہے۔ پس اگر میری ضعیفی' عاجزی اور قلت حیلہ پر رحم کرنا مناسب سمجھتے ہو اور اس بات کو اچھا خیال کرتے ہو' تو مجھ سے صلہ رحمی کرو۔ اور برضاء و رغبت اس چیز میں ثواب کی امید رکھو کہ جس کے لئے تمہیں اللہ نے بنایا ہے' تو کرو اور اس شخص کو یاد کرو' جو اگر زندہ ہوتا تو تجھ سے میری شفاعت کرتا۔"

جب مامون اس رقعہ پر مطلع ہوا' تو اپنے سوتیلے بھائی پر رویا اور اپنی سوتیلی والدہ زبیدہ کے لئے نہایت نرم ہوا اور اس کی طرف یہ خط لکھا۔

جواب:

رشتہ عمر آمد شاید بدست آور دہ است ہر کسے برمرگ دشمن شادمانی می کند

"اے والدہ! اللہ تیری نگہبانی کا متولی ہو' تیرا رقعہ ملا اور میں اس پر مطلع ہوا۔ اللہ شاہد ہے کہ وہ تمام باتیں جو تو نے اس میں لکھی ہیں' مجھے بھی بری معلوم ہوئی ہیں۔ مگر کیا کروں' تقدیریں نافذ ہوتی ہیں اور امور تصرف کرتے رہتے ہیں اور احکام جاری ہوتے ہیں اور تمام خلقت ان کے قبضے میں ہے اور کوئی ان کے دفع کرنے پر قادر نہیں' سب دنیا پراگندہ ہونے والی ہے اور ہر زندہ موت کی طرف جانے والا ہے۔ غدر و بغاوت انسان کی موت کا باعث ہیں اور شکر کا فائدہ شاکر کی طرف لوٹتا ہے۔ میں نے ان تمام چیزوں کے واپس کرنے کا حکم دیا ہے' جو تجھ سے لی گئی تھیں اور اب تو سوائے مرنے والے یعنی امین کی ذات کے اور کسی چیز کو کم نہیں پائے گی۔ یعنی اب امین تو ہاتھ نہیں آسکتا' مگر باقی تمام اشیاء جو اس وقت تیرے پاس تھیں' ویسی ہی مہیا ہو جائیں گی۔ اور میں بعد ازیں تیرے لئے ان چیزوں سے بھی زیادہ کا ذمہ دار ہوں' جو تو پسند کرے گی۔"

احوال ماضی و حال

پہلے عیب پوشی اور پردہ داری کو سرمایہ دین داری خیال کیا جاتا تھا۔ اب عیب نمائی اور پردہ دری کو رسم و آئین خیال کیا جاتا ہے۔ پہلے امور دین کو کارہائے دنیوی پر مقدم رکھا جاتا تھا۔ اب امور دنیا کو کارہائے دین پر فوقیت دی جاتی

ہے۔ پہلے خصائل پسندیدہ واعمال برگزیدہ حاصل کرنے کے لئے تحصیل علوم کی جاتی تھی۔ اب صرف منصب وجاہ و حصول دولت کے لئے۔ پہلے جان ومال آبرو پر نثار کئے جاتے تھے۔ اب مال کے لئے آبرو تصدق کی جاتی ہے۔ پہلے پاس خاطر اور دلداری کو استرضائے حق خیال کیا جاتا تھا۔ اب دل آزاری وایذا رسانی پر فخر کیا جاتا ہے۔ پہلے نیکی کی جاتی تھی اور احسان نہ رکھا جاتا تھا۔ اب نیکی تو کوئی نہیں کرتا۔ احسان البتہ رکھا جاتا ہے۔ پہلے اگر دو دل گرہ ملال یا غیظ وغضب سے غبار آلود اور مکدر ہو جاتے تھے' تو ان کی صلح وصفائی میں کوشش کی جاتی تھی اور نفاق کو وفاق سے بدل دیا جاتا تھا۔ اب اگر دو شخصوں کے درمیان اخلاق (جو کہ راستی کی مانند نایاب ہے) کا گمان کیا جاتا ہے' تو پوری کوشش کے ساتھ آتش کدورت ان میں بڑھائی جاتی ہے۔ ایام گذشتہ میں اہل دل خردمندوں کے محتاج تھے۔ زمانہ حال میں کمینوں اور ردول کے محتاج ہیں ؎

دانا محکوم حکم ناداں ستم است دوروز خسوف ماہ تاباں ستم است

اس سے پہلے حکام وامراء صحبت علماء وفقراء کی طرف میلان طبع رکھتے تھے۔ اس زمانے میں علماء وفقراء حکام وامرا کی صحبت کے متلاشی ہیں۔ پہلے زمانے میں بمقتضائے عقل دوربین وخیر اندیش دانشمند لوگ بے دانشوں پر رحم کرتے اور ہمدردی سے پیش آتے تھے۔ اس زمانے میں محققین وکاملین کا دور دورہ تھا۔ زمانہ موجودہ میں غیر مقلدوں اور جاہلوں کا زور۔ اس سے پہلے اہل عیوب کی عیب پوشی کی کوشش کی جاتی تھی۔ اس عہد میں عیبوں پر عیب لگا کر اس کے اظہار واشتہار پر زور دیا جاتا ہے۔ پہلے ہنرمند اپنے حسب پر اظہار کیا کرتے تھے۔ اب اہل عیوب بھی اپنے نسب پر فخر وناز کرتے ہیں۔ اس سے پہلے اہل بطلان سزا کو پہنچتے تھے۔ اس زمانے میں اہل ایمان مستحق عقوبت وگرفتار مصیبت ہیں۔ اس سے پہلے سوال وطمع کو عار خیال کیا جاتا تھا۔ اب حرف وکار سمجھا جاتا ہے۔ اس سے پہلے جو سزائیں گنہگاروں کے لئے لازم تھیں' اب وہ نصیب بے گناہاں ہیں۔ پہلے اللہ کا نام اللہ کے واسطے لیا جاتا تھا۔ اب محض مکرو ریا کے واسطے۔ پہلے اہل دولت قابل اشخاص کے جویا تھے۔ اب مسخروں کے طالب رہتے ہیں۔ پہلے لوگوں کو محبت درکار تھی۔ اب صرف دولت۔ اس سے پہلے جو عیب تھا' وہ اب ہنر ہے۔ بیگانگی پر تفوق۔ نیکی عالم سے گئی گزری۔ اخلاق پسندیدہ کا نام ونشان تک نہ رہا۔ دانش بے وقر وبے مقدار۔ دانش مند محتاج نان وخوار۔

اگر تو تمام دنیا کو بھی چھان ڈالے' بہت کم لوگوں کو قابل صحبت پائے گا۔ ورنہ عوام کالانعام کا یہ حال ہے کہ قائل اقوال' بیہودہ فاعل افعال گناہ آلودہ' مواعظ ونصائح میں سب لقمان زمان اور بدکرداری میں بے تکلف شیطان۔ چھوٹے بزرگوں کے ساتھ بجوش۔ ہمسایہ کے ساتھ ہمسایہ بخروش۔ تمام وضیع وشریف حق پوش اور ناحق کوش' اظہار حق سے خاموش' گلیم شقاوت بردوش' شیطان کا حلقہ بندگی بگوش۔ سب کو روز جزا فراموش بادہ مکرو فریب سے مدہوش' گندم نما جو فروش۔ نا قصان دہر اور ستم پیشہ' شاہد مراد سے ہم آغوش' فکر فردانہ ذکر دوش۔ حصول معاش وفکر نان سے آزاد' مصروف ناؤنوش' بخلاف ازین اہل علم وہنر وطبقہ نیکاں سینہ بریاں وچشم گریاں' ہمہ تن عریاں یا بوریا پوش' بے خانماں یا خانہ بدوش۔ فرزانہ وخردمند کو افلاس وپریشانی' بے خرد اور نالائقوں کو آسودگی و تن آسانی۔ بوڑھے بے انصاف' جوان بے حیا وبے باک اور چھوٹے گستاخ طبقہ نیکاں رنجور گروہ بداں مسرور' حق

شکست خوردہ و مقہور' باطل مظفر و منصور۔ بھیڑوں کے لباس میں بھیڑیے خونخواری کر رہے ہیں۔ ان کی یاری گویا بے کسی ہے اور ان کی ہمراہی بمنزلہ واپسی' دعا کی بجائے دغا' ان کا پیشہ' محبت ایک دوا ہے' جو طبلہ عطار روزگار میں نہیں پائی جاتی اور وفا ایک جوہر ہے جو زمانہ ناہنجار کے خزانے میں موجود نہیں۔ مروت مثل سیمرغ کے ہے کہ جس سے سوائے نام کے کچھ حاصل نہیں اور انصاف مانند کیمیا ہے۔ کہ جس کا کہیں نشان نہیں۔ ان کا اظہار اتحاد و لاف یگانگی مثل تقرب بادشاہاں حسن خوباں و لطف دیوانگاں' اعتقاد بے خرداں و طفلان خوش گلو کے ہے کہ ان میں سے ایک بھی سزاوار اعتماد اور شایان اعتبار و قابل یقین نہیں ہے اور معمولی باتوں پر ان کے ہاتھ سے نقصان پہنچتا رہتا ہے۔ قحط الرجال کا یہ عالم ہے' نہ کوئی آقائے مہربان ہی نظر آتا ہے' نہ کوئی جاں نثار کارگزار ہی سننے میں آتا ہے۔ بفرض محال اگر کوئی ہو بھی' تو نہ کار فرما کو کوئی کارگزار ہی ہاتھ آتا ہے اور نہ کارگزار کو کوئی کار فرما حاصل' آقا اپنے نائب کی بے جوہری سے بہ پیچ و تاب اور یہ اپنے آقا کی ناقدری اور بے گوہری سے مثل کباب۔ نہ وہ اس کے جوہر کا خریدار اور نہ یہ اس کی نعمت کا شکر گزار ؎

اس وقت در گوہر و خار ہے برابر سرگین گاؤ عنبر سارا ہے برابر
دست ستم ہو یا ید بیضا ہے برابر باد سموم یا دم عیسیٰ ہے برابر
مشتاق سب ہیں بدر سے افزوں ہلال کے دنیا میں قدرداں نہیں صاحب کمال کے

جب سب کو مطلب برآری اور حصول غرض منصور ہوتی ہے' تو ایک دوسرے سے ملنے کے لیے قدم اٹھایا جاتا ہے۔ اور اپنے آپ کو آشنائے بے ریا' دوست صادق اور محب راسخ الاعتقاد ظاہر کیا جاتا ہے اور حصول غرض کے دوران میں زبانی گفتگو اور مراسلات میں بندہ قدیمی اور مخلص صمیمی' فدوی و جاں نثار۔ بندہ خدمت گزار' یار وفادار' دائمی دعاگو و شکر گزار۔ محب بے ریا اور دیگر القاب گوناگوں سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ لیکن ان کی وہ تمام گفتار لاطائل' جھوٹے دلائل' پردہ غفلت ان کی آنکھوں کے آگے حائل اور ان کے دل بے وفائی کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

ورع و تقویٰ کی مانند راحت کی سخت قلت' شہوت پرست اور متابعت ہوا و ہوس بسان رنج' گنج در گنج۔ افعال تمام تر مخالف اقوال حسن ظن مثل جمعیت کلیتہ معدوم اور سوئے ظن مانند پریشانی بافراط تمام۔ اگر کوئی سرکہ کی بوتل بغل میں دبائے جا رہا ہو' تو کون ہے کہ گمان شراب نہ کرے۔ اگر کسی مرد و زن کو یک جا جمع دیکھا جائے' تو کون ہے کہ ان پر بدظنی نہ کرے۔ ایسا ہی دوسرے معاملات پر قیاس کر لیں۔ جتنا کہ بدی میں گمان کو کام میں لایا جاتا ہے اتنا نیکی میں یقین کو راہ نہیں دی جاتی۔ یہ تمام دلائل و اسباب دنیا کی انتہائی ابتری پر زبردست نشانات ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ بدی کو بدی خیال ہی نہیں کیا جاتا اور نیکی کی طرف مطلقاً کسی کو رغبت ہی نہیں۔ چنانچہ معاملات دنیوی میں اس قدر حضوری دل کے ساتھ متوجہ و منہمک ہوا جاتا ہے کہ غفلت کو اس میں بالکل گنجائش ہی نہیں رہتی۔ بخلاف اس کے اگر رسمی طور پر نماز کے لئے کھڑے ہوئے' تو دل کو دوسرے منصوبوں میں مشغول رکھ کر اللہ پر ہزاروں احسان رکھے جاتے ہیں۔ سوائے خود غرضی کے کوئی کام اللہ واسطے نہیں کیا جاتا۔

راستی پیشہ اور کم گو کا سادہ لوح اور نادان نام رکھا جاتا ہے۔ شیطان سیرت' ناپاک طینت' جس کی گفتار اس کے کردار سے بالکل ناآشنا اور مختلف' ظاہر موافقانہ' باطن منافقانہ' جس کے ہر کام کی بنیاد مکر و فریب پر ہو' اس کو قابل

وعاقل خیال کیا جاتا ہے۔ اس دروغ گو اور ایذا جو گروہ کا ہر قول و فعل اختلاف‘ اجتناب‘ ارتباط و احتراز ان کی اپنی مصلحت کے تحت ہوتا ہے۔ بغیر مطلب کبھی ایک دوسرے سے ملاقات نہیں کی جاتی‘ بلکہ بغیر مطلب و ضرورت دیکھنے کے بھی روادار نہیں۔ اگر بطور تفریح کسی سے ملاقات بھی کی‘ تو اس پر سینکڑوں احسان رکھے جاتے ہیں۔ اور ان کے کلام کا افتتاح جھوٹ سے ہوتا ہے۔ ایک نے کہا مشتاق تھا‘ دوسرے نے جواب دیا مشرف ہوا۔ نفس الامر نہ اس کو اشتیاق نہ اس کو مشرف۔ جب شروع کلام اور بنائے کار ہی جھوٹ پر قائم ہو‘ وہاں پر کیا خیر و برکت ہو سکتی ہے؟

حکایات مفید

حکایت:۔ شاہ اسمٰعیل ”ساسانی کے خصائل حمیدہ میں سے ایک یہ تھی کہ ایام برف و باراں میں باہر بیٹھے یا میدان میں کھڑے رہتے۔ اگر کسی کو کچھ حاجت ہوتی‘ تو اس کی حاجت روائی کرتے اور کوئی مظلوم ہوتا‘ تو اس کی دادرسی کرتے اور ضعیفوں کو صدقہ دیتے اور ان کی فارغ البالی کے لیے پوری کوشش کرتے اور بوقت مراجعت نماز شکرانہ ادا کرتے اور کہتے۔ ”الحمدللہ کہ آج کا دن بقدر وسعت و طاقت خدمت خلق میں صرف ہوا۔“ لوگوں نے کہا۔ ”اے امیرا برف و باراں کے دن امراء گھروں سے باہر نہیں نکلتے۔ ایسے تکلیف دہ ایام میں آپ گھر نہیں بیٹھتے اور رنج و تکلیف اٹھاتے ہیں‘ اس کا کیا باعث ہے؟“ فرمایا ”ایسے ایام میں غربا اور بے کس زیادہ تنگ دل ہوتے ہیں۔ اگر ایسی حالت میں ایک کی بھی توفیق خدمت گزاری مجھے حاصل ہو جائے‘ تو اس کی دعا اجابت سے نزدیک تر ہوتی ہے۔“

مکرم جنس ہے یا دستگیری نیم جانوں کی   خریدا کر‘ ملیں جتنی دعائیں ناتوانوں کی

حکایت:۔ امیرالمومنین مہدی نے ایک نیا محل تعمیر کروایا۔ خلیفہ نے فرمایا ”کسی شخص کو اس محل کے نظارے سے منع نہ کیا جائے۔ ناظرین یا تو دوست ہوں گے یا دشمن۔ اگر دوست ہیں تو خوش و خرم ہوں گے۔ اور ہمیں دوستوں کی خوش دلی مطلوب ہے۔ اور اگر دشمن ہیں‘ تو رنج اٹھائیں گے اور دل کوفتہ ہوں گے۔ اور ہر شخص کی یہی مراد ہوتی ہے کہ دشمن کو رنج پہنچے۔ نیز شاید وہ کوئی عیب ڈھونڈیں اور کوئی خلل کی بات بتائیں۔ اور اس سے وقوف پانے پر اس خلل کا تدارک کیا جا سکے اور نقص کو دور کر دیا جائے۔“ ایک فقیر نے کہا ”اس محل میں دو نقص ہیں۔ ایک یہ کہ آپ اس میں ہمیشہ نہ رہیں گے۔ دوسرا یہ کہ یہ محل ہمیشہ نہ رہے گا۔“ خلیفہ اس کلام سے اس قدر متاثر ہوا کہ وہ محل غرباء اور فقراء کے لیے وقف کر دیا۔

ہوئے قصر فنا سے قصر عالی بے نشاں لاکھوں   تری عبرت کو منعم ایک باقی قصر گردوں ہے

حکایت:۔ ابو منصور جو سلطان طغرل کا وزیر تھا۔ اللہ ترس اور مرد دانا تھا۔ ہر صبح نماز فرض پڑھتا اور سجادہ پر بیٹھ جاتا اور طلوع آفتاب تک ورد و وظیفہ پڑھتا رہتا۔ پھر خدمت سلطان میں حاضر ہوتا۔ ایک دفعہ بادشاہ کو ایک مہم درپیش آگئی۔ سلطان نے وزیر کو بہ تعجیل طلب کیا۔ آدمی بلانے آیا‘ تو وہ سجادہ پر بیٹھا تھا۔ اس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ حاسدوں کو بات ہاتھ آگئی اور شکایت کا موقع مل گیا۔ انھوں نے بادشاہ کو بہکایا کہ وزیر نے ایسے فرمان شاہی پر توجہ

نہیں کی اور معتبر نہ سمجھا۔ بادشاہ کے غصے کی آگ بھڑک اٹھی۔ جب وزیر اپنے معمول اور وظائف سے فارغ ہو گیا' تو بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان نے اس کو سختی سے پوچھا کہ اتنی دیر سے کیوں آیا؟ اس نے کہا "اے بادشاہ! میں اللہ کا بندہ ہوں اور تیرا چاکر' جب تک کہ اس کی بندگی سے فارغ نہ ہو جاؤں' تیری چاکری پر حاضر نہیں ہو سکتا۔" بادشاہ اس کے اس دلیرانہ سچے جواب سے آبدیدہ ہو گیا اور اس کی بہت تعریف کی اور کہا کہ بندگی کو میری چاکری پر مقدم رکھ کہ اس کی برکت سے ہمارے سب کام درست ہو جائیں گے۔

دوئی میں یک دلی کا رنگ پیدا ہو نہیں سکتا
شناسا غیر کا تیرا شناسا ہو نہیں سکتا

حکایت:۔ ایک شخص گھوڑے پر سوار کہیں جا رہا تھا۔ راستہ میں اسے ایک شخص ملا' جس نے دریافت کیا کہ بوریوں میں کیا بھرا ہے؟ سوار نے جواب دیا کہ "ایک بوری میں گیہوں ہیں اور دوسری طرف بوری میں وزن برابر کرنے کے لئے ریت بھری ہے۔" اس شخص نے کہا کہ "اگر گیہوں ہی کو دونوں طرف تقسیم کر کے ہم وزن لاد دیا جاتا' تو اس قدر زائد وزن سے گھوڑے کو اور اس قدر غیر ضروری محنت سے آپ کو نجات ملتی۔" سوار نے کہا "واقعی یہ تدبیر تو تم نے بہت اچھی بتائی۔ لیکن یہ تو فرمایئے کہ اس قدر عقل کی موجودگی میں آپ پیدل کیوں جا رہے ہیں؟" اس شخص نے کہا "یہ اپنی اپنی قسمت ہے۔" سوار نے کہا "ایسی عقل کو اپنے پاس ہی رکھیے' جو آپ کو پیدل چلا رہی ہے۔ کہیں اس کا سایہ مجھ پر نہ پڑ جائے۔ مجھ کو میری بیوقوفی مبارک' جس نے مجھے گھوڑے پر سوار کر رکھا ہے۔ نتیجہ یہ کہ خوش قسمتی کا عقل سے کوئی تعلق نہیں۔

اگر روزی موقوف ہو عقل پر
تو نادان ہوتے یہاں تنگ تر
ولے رزق پہنچے یوں ناداں کو
کہ دانا کی واں عقل حیران ہو

حکایت:۔ ایک مجذوب مادر زاد ننگے رہا کرتے تھے۔ دو چار دنیادار معتقد ہو گئے اور خدمت کرنے لگے۔ چند روز کے بعد ان سے کہا' میاں صاحب! برہنہ رہنا خلاف شرع ہے' لنگوٹی باندھ لو۔ خیر انہوں نے حسب درخواست لنگوٹی باندھ لی۔ اتفاقاً ایک دن لنگوٹی ناپاک ہو گئی' چوہوں نے لنگوٹی کتر ڈالی اور جسم کو زخمی کیا۔ صبح کو معتقدین آئے' میاں صاحب کا حال دیکھا' تو خیال آیا کہ بلی پالنی چاہیے تاکہ موذی چوہوں کو کھا جائے۔ غرض ایک بلی لائے' دو چار روز اس کے واسطے دودھ لاتے رہے۔ ایک روز عرض کیا کہ میاں صاحب! اس روز کے بکھیڑے سے تو بہتر ہے کہ ایک بکری لے آئیں۔ اس کے دودھ سے بلی پلتی رہے گی۔ غرض بکری بھی لا باندھی' چند روز بکری کے واسطے چارہ لاتے رہے' اب خدمت کون کرتا۔ دنیاداروں کا اعتقاد گھڑی میں موم گھڑی میں فولاد۔ قہر درویش بر جان درویش۔ اب میاں صاحب خود جاتے اور جنگل سے بکری کا چارہ لاتے۔ ایک روز درخت پر چڑھ گئے کہ پتے توڑیں۔ پاؤں جو پھسلا نیچے گرے اور بازو ٹوٹ گیا۔ گھر جا کر مرہم پٹی کی۔ مریدان سست اعتقاد بھی جمع ہو کر عیادت کو آئے اور حال دریافت کیا۔ مجذوب نے لنگوٹی اتار کر منہ پر ماری کہ لو سارا اسی کا فساد ہے۔ خبردار جو آئندہ میرے پاس آئے۔ نتیجہ یہ کہ دنیا سے جس قدر زیادہ تعلق ہو گا' اتنا ہی مبتلائے مصیبت ہو گے۔

کہہ رہا ہے باغ میں ہر گل زبان حال سے
مبتلائے خار غم رہتا ہے جو زردار ہے

حکایت:۔ سلیمان واہب" کے ایام وزارت میں جو حاکم زیادہ خراج دینے کا وعدہ کرتا' پہلے کو موقوف کر کے اس کی جگہ اس کو مقرر کر دیتا۔ ایک شخص جو اپنے لطف طبع کے باعث مشہور تھا' اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور کوئی ملازمت چاہی۔ وزیر نے اس کو ایک علاقے کا حاکم مقرر کر دیا۔ جس وقت کہ وزیر اس کو وداع کر رہا تھا' تو اس نے عرض کیا کہ میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں' لیکن پوشیدہ کہوں گا۔ فرمایا کہو۔ اس نے وزیر کے کان میں کہا "گھوڑا صرف جانے کے واسطے کرایہ کروں یا آنے کے واسطے بھی؟" وزیر بے ساختہ ہنس پڑا اور یہ کلمہ سننے کے بعد پھر کسی کو معزول نہ کیا۔

حکایت:۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز" جب تخت خلافت پر متمکن ہوئے تو خواجہ حسن بصری" کو ایک خط بھیجا۔ جس کا مضمون یہ تھا:۔

"میرے دوست! تو جانتا ہے کہ میں ایک بہت بڑے کام میں مبتلا ہوا ہوں' مجھ کو کچھ نصیحت کیجئے اور اپنے ہم نشینان اللہ دوست میں سے ایک کو میرے پاس بھیج دیجئے' تاکہ اس کی مصاحبت سے مجھے آسائش حاصل ہو۔"

جواب میں حضرت حسن بصری" نے لکھا۔ "امیرالمومنین کا نامہ مطالعے سے گزرا' اور جو اشارہ کہ اس میں کیا گیا تھا' وہ سمجھ لیا۔ آپ نے جو فرمایا کہ "اس کی مصاحبت سے آسائش حاصل کروں" تو سمجھ لے کہ جیسا شخص تجھ کو چاہیے وہ تیرے نزدیک نہ آئے گا اور تجھ سے فارغ ہو گا۔ اور جو شخص کہ تیرے پاس آئے گا' ایسے کی تجھے ضرورت نہیں ہے۔ اس کی مصاحبت سے تجھے کچھ آسائش و نفع حاصل نہ ہو گا۔ اور جو کہ نصیحت کے واسطے لکھا ہے' تو جان لے کہ جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے' تمام لوگ اس سے ڈرتے ہیں۔ اور جو کوئی اللہ سے شرم رکھتا ہے' لوگ بھی اس سے شرم رکھتے ہیں' اور جو کوئی اللہ کے حضور میں گناہوں پر دلیری کا اظہار کرتا ہے' تمام لوگ اس پر دلیر ہو جاتے ہیں۔ اور جو کوئی آج امین ہے۔ کل کو مخدوش ہو گا۔ اور جو آج مخدوش ہے' کل کو مامون۔ اور جو کوئی اپنے آپ پر مغرور ہو گا' وہ دنیا و آخرت میں معزول ہو گا۔ دنیا کی تمام نیکیوں کا نچوڑ صبر کرنا ہے اور صبر کا ثواب سب سے زیادہ۔ اپنے تمام کاموں میں اللہ عزوجل کی پناہ اور مدد طلب کر' تاکہ تجھ کو مدد ملے اور اس پر توکل رکھ' تاکہ تیرے کاموں میں تجھے کفایت کرے۔ جو کوئی آنکھ کو آزاد کرتا ہے کہ جو کچھ چاہے' سو دیکھے اس کا اندوہ دراز ہو جاتا ہے۔ اور جو کوئی زبان کو رہا کر دیتا ہے کہ جو کچھ چاہے سو کہے' وہ گویا اپنے آپ کو ہلاک کرتا ہے۔ غالباً یہ مختصر کلمات تیری رہنمائی اور عمل کرنے کے لئے کافی ہیں۔"

حکایت:۔ ایک امیر آدمی کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اسی وقت ایک بیچارہ غریب و شکستہ حال بھی اس امیر کے برابر آبیٹھا۔ وہ امیر اپنے کپڑے سمیٹ کر علیحدہ ہو گیا۔ بزرگ نے یہ تماشا دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ "حضرت موسیٰ ایک مکان میں بیٹھے تھے۔ اوپر سے کچھ قطرے حضرت" کے کپڑوں پر گرے۔ دیکھا تو چھپکلی تھی۔ جناب باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ اے اللہ! اس کو کیوں پیدا کیا؟ یہ کس مرض کی دوا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے موسیٰ! یہ چھپکلی بھی ہر روز یہ سوال کیا کرتی ہے کہ "اے اللہ! موسیٰ کو کیوں پیدا کیا ہے؟ اس سے غرض یہ کہ ہر ایک ذی روح کے دل میں اوروں کی نسبت ایسے ہی خیالات جاگزیں ہیں۔

حکایت:۔ ایک گورو مع اپنے چیلے کے شہر بیداد نگری میں پہنچے۔ وہاں تمام اشیائے خوردنی کا بھاؤ ٹکے سیر تھا۔ گورو

نے چیلے سے کہا کہ اس شہر سے جلد بھاگ چلو۔ کیوں کہ یہاں حفظ مراتب کا کچھ لحاظ نہیں۔ چیلا بولا حضور! یہاں تو سب چیزیں ارزاں ہیں۔ بڑے چین سے بسر ہو گی۔ گورو نے کہا۔ خیر تمہاری خوشی ہمارا کام تو رہنمائی ہے۔ چیلے کو جو ٹکے سیر حلوا اور پوری ملا۔ چند روز میں کھاپی کو خوب موٹا تازہ ہو گیا۔ اتفاقاً ایک چور زیور چرانے کے جرم میں عدالت کے سامنے پیش کیا گیا۔ چور نے کہا حضور! میں قصوروار نہیں۔ اگر صاحب زیور ایسی عمدہ چیز کو اپنے گھر میں نہ رکھتا' تو مجھے کیا پڑی تھی کہ میں دیوار میں نقب لگا کر اسے چرانے کی جراءت کرتا۔ چور بری ہو گیا۔ اور زیور والا مجرموں کی طرح عدالت میں پیش کیا گیا۔ اس نے عدالت کا یہ ترنگ اور چور کے بیانات کا نرالا ڈھنگ دیکھ کر عرض کیا کہ حضور اگر سنار ایسا اچھا زیور نہ بناتا' تو مجھے خریدنے کی زحمت ہی گوارا کیوں ہوتی؟ چنانچہ زیور والا بری کر دیا گیا اور سنار کو پھانسی کا حکم سنایا گیا۔ سنار نے بھی اس طرح کا استدلال پیش کر کے براءت حاصل کر لی۔ اسی طرح متعدد ملزموں کی پیشی کے بعد پھانسی کی سزا کا قرعہ فال ایک ایسے شخص کے نام پڑا' جو کوئی دلیل نہ دے سکتا تھا۔ اسے تختہ دار کے قریب لایا گیا' تو معلوم ہوا کہ وہ اتنا لاغر ہے کہ پھانسی کا پھندا اس کی گردن کو پکڑ نہیں سکتا۔ اس کی جگہ ایک موٹا تازہ سادھو پھانسی چڑھانے کے لئے لایا گیا۔ چیلے نے دہائی دی کہ صاحب میرا قصور کیا ہے؟ راجہ نے کہا' قصور تو کچھ نہیں لیکن تو خوب موٹا ہے۔ اس وقت گورو پہنچے اور آہستہ چیلے سے کہا کہ اور کھالے ٹکے سیر کا حلوا پوری۔ ابے تجھ سے نہ کہا تھا کہ یہ شہر بیدادنگری ہے' یہاں سے بھاگ' تو نے نہ مانا۔ اب اپنے کئے کا بھگت۔ چیلے نے عاجزی کی کہ بس اب میری توبہ ہے کہ کبھی خلاف مرضی مبارک نہ کروں گا۔ گورو نے فرمایا کہ خیر اب میں یہ کہوں گا کہ پہلے مجھ کو پھانسی دے دو' تو کہنا کہ پہلے مجھ کو دے دو' دونوں نے مشورہ کر کے راجہ کے روبرو اپنا اشتیاق پھانسی کے لئے ظاہر کیا۔ راجہ نے متعجب ہو کر پوچھا کہ لوگ تو پھانسی کے نام سے ڈرتے ہیں۔ یہ کیا بات ہے کہ تم دونوں اس کی تمنا ایک دوسرے سے زیادہ کرتے ہو؟ گوروجی نے کہا کہ خوش قسمتی سے آج وہ ساعت آئی ہے کہ اس میں جو کوئی پھانسی پائے گا' سیدھا بہشت کو چلا جائے گا۔ راجہ نے یہ سن کر کہا کہ یہ بات ہے تو پہلے ہم کو پھانسی دے دو' چنانچہ راجہ کو پھانسی لگی اور یہ دونوں بھاگ نکلے۔ نتیجہ یہ کہ حفظ مراتب کا چھوڑنا اور آزادی و بیدادی کے ترقموں سے خواہشوں کو تروتازہ رکھنا موجب ہلاکت ہے۔ پس ہمیشہ بزرگوں کی ہدایت و رہنمائی کے موافق کاربند ہونا چاہئے

نصیحت سن بزرگوں کی' کہ جاں سے دوست رکھتے ہیں جوانان سعادت مند بندے پیر دانا کو

حکایت:۔ سکندر کی عالمگیری اور فتح مندی سے متاثر ہو کر ایک بادشاہ نے ازراہ دوراندیشی یہ طریق کار اختیار کیا کہ باوجود سکندر سے بدرجہا زیادہ لشکر جرار رکھنے کے بغیر کسی جنگ کے صلح کے لئے پیش قدمی کی۔ سکندر نے اس کی بے شمار فوج کو دیکھ کر کہا کہ اگر تو صلح کے لئے آیا ہے' تو اس لشکر جرار اور فوج بے شمار کو ہمراہ لانے کا کیا مطلب؟ شاید یہ تیرے دل میں کچھ دغا ہے؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ دغا شیوہ عاجزوں کا ہے۔ صاحب مقدور کبھی دغا نہیں کرتے۔ یہ میرا جری لشکر ہے' جو دائیں بائیں میری رکاب میں رہتا ہے' تاکہ تو سمجھے کہ میں عاجزی سے تیری اطاعت نہیں کرتا۔ لیکن تیرا اقبال بلند ہے۔ جو کوئی دولت اللہ داد سے لڑے گا سو گرے گا۔ اسی سبب سے میں تیرا مطیع ہوا۔

سکندر نے کہا۔ بیشک تو لائق احسان ہے۔ میں نے تجھے امان دی۔ اس بادشاہ نے تمام لشکر کو نہایت پر تکلف کھانا کھلایا اور زردوزی خیمہ میں جہاں دیبائے منقش کا فرش بچھا ہوا تھا' سکندر کو بٹھایا اور ایک بڑے خوان زریں میں بیش بہا جواہرات' لعل یاقوت' موتی ہیرے زمرد بھر کر سکندر کے آگے رکھ دیا اور کہا کہ کھائیے! سکندر نے کہا۔ یہ جواہرات انسان کی غذا نہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ آپ کیا کھایا کرتے ہیں؟ کہا یہی روٹی جو عام خلقت کھاتی ہے۔ اس بادشاہ نے کہا سخت تعجب ہے۔ کیا یہ روٹی تجھے اپنے ملک میں نہ ملتی تھی؟ کس لئے ناحق اس قدر رنج و مصیبت برداشت کرتا ہے اور اپنے ساتھ بے شمار مخلوق الٰہی کو بھی مبتلائے مصیبت کر رکھا ہے' سکندر نے تب ایک آہ کھینچ کر کہا' اس سفر میں مجھے اتنی نصیحت کا فائدہ ہوا کہ سب رموز دنیا و آخرت اس سے علاقہ رکھتے ہیں ؎

گدار اکند دودرم سیم سیر   سکندر زنصف جہاں نیم سیر

حکایت:۔ ایک شخص نے گھر کے کاروبار اور مصارف سے تنگ ہو کر ارادہ کیا کہ ترک دنیا کرے۔ ایک بیوی تھی۔ اس بیچاری کو تنہا چھوڑ کر نکل گیا اور کسی فقیر کا چیلہ بنا' گلے میں کفنی ڈال ہاتھ میں کاسہ لے دربدر بھیک مانگنی اختیار کی ایک دن پھرتا پھرتا اسی بستی میں آنکلا' جہاں اس کی بیوی رہتی تھی۔ حسب عادت صدا کی۔ "بھلا ہو مائی کچھ بھیجو فقیر کو۔" مائی نے اس بے وفا کی آواز پہچان لی۔ جھانک کر دیکھا تو وہی ذات شریف ہیں۔ خیر ان کو چٹکی بھر آٹا دیا اور کہا کہ شاہ جی! گو ہمارا تمہارا میاں بیوی کا رشتہ تو قطع ہو گیا۔ لیکن لاؤ تمہاری روٹی تو پکا دیں۔" کہا اچھا مگر آٹا دال' نمک مرچ اور لوٹا' توا' چولہا' کچھ لکڑیاں سب ضروری اشیاء فقیر کی جھولی میں موجود ہیں۔ یہ سامان لو اور پکا دو' تب اس عورت نے زور سے ایک دوہتڑ ماری اور کہا کہ کم بخت سارا سامان دنیا تو اپنے بغل میں مارے پھرتا ہے' کیا جورو ہی دنیا ہوتی ہے کہ مجھ غریب کو چھوڑ کر تارک الدنیا بن گیا ؎

چیست دنیا از اللہ غافل بدن   نے قماش و نقرہ فرزند وزن

من نمی گویم کہ مجنوں باش و در صحرا نشین   شہر ہم بدنیست لیکن فارغ از دنیا نشین

حکایت:۔ خلیفہ عبدالرحمٰن کے دربار میں حاضر ہو کر ایک شخص نے عرض کیا کہ میں نے سرکاری زمین کا ایک ٹکڑا خریدا تھا۔ تعمیر مکان کے وقت اس کی کھدائی میں پچاس ہزار اشرفی برآمد ہوئی ہیں۔ چونکہ میں نے صرف زمین خریدی تھی' دفن شدہ مال نہیں خریدا۔ لہٰذا یہ دفینہ خزانہ سرکار میں داخل کیا جائے۔ خلیفہ نے ازراہ سیر چشمی و رعایا پروری اس کی دیانت داری کی تعریف کرنے کے بعد فرمایا۔ "جب ہم زمین فروخت کر چکے تو جو کچھ اس کے اندر سے نکلے' اس کے مستحق تم ہی ہو۔" لیکن وہ شخص باوجود اصرار خلیفہ اپنی بیان کردہ دلیل پر ہی قائم رہا۔ ناچار خلیفہ نے اس رقم خطیر کو خزانہ شاہی میں داخل کر لیا اور اس شخص کی دیانت کا تمام سلطنت میں شہرہ ہو گیا۔

چند سال گزرنے کے بعد وہی شخص پچاس روپے کی چوری کے الزام میں گرفتار ہو کر خلیفہ کے روبرو پیش کیا گیا۔ خلیفہ نے کہا "کیا وجہ ہے کہ تمہارے جیسا ایماندار شخص جس نے باوجود ہماری مخالفت و ممانعت کے اس قدر رقم کثیر خزانہ سرکاری میں داخل کر دی۔ اب اس رقم حقیر چرانے کے جرم کا مرتکب ہو گیا۔ اس شخص نے دست بستہ عرض کیا کہ "اس زمانے میں میں کافی مالدار تھا اور اس رقم خطیر کی ضرورت محسوس نہ کرتا تھا۔ لیکن اب چند سال

سے مسلسل و متواتر نقصانات نے مجھے نان شبینہ کا محتاج کر دیا۔ میرے اہل و عیال دو روز سے مبتلائے فاقہ کشی تھے۔ ایسے سخت حالات پیش آمدہ سے مجبور ہو کر میں اس جرم کا مرتکب ہوا ہوں۔ انسان کے ہر سانس میں نئی ہوا جاتی ہے۔ خیالات کی تبدیلی زیادہ عرصے کی محتاج نہیں ہوتی اور خیالات بھی حالات کے ماتحت ہوتے ہیں۔ جوں جوں حالات تبدیل ہوتے جاتے ہیں' ویسے ہی خیالات پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ سرشت انسانی حالات اسفل و اعلیٰ میں اپنی حاجات کے ماتحت ایسی ناگہانی تبدیلیوں کے لئے ہر وقت آمادہ رہتی ہے۔ میں اپنے جرم کا اعتراف کرتا ہوں اور اس کی سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔"

خلیفہ نے فرمایا کہ "ایسے ہی غیر متوقع اور ناگہانی خطرات و حوادث کا خیال رکھتے ہوئے بنظر احتیاط و پیش بینی ہم نے وہ تمام رقم تمہارے ہی نام سے بطور امانت خزانہ شاہی میں جمع کر رکھی ہے' جو اب تم کو واپس دی جاتی ہے' امید ہے کہ ایسے نامساعد حالات کی موجودگی میں اب تمہیں اس کے قبول کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔" چنانچہ وہ تمام رقم اس شخص کو دے دی گئی اور خلیفہ کے عدل و انصاف اور رحم دلی کی ہر شخص نے تعریف کی۔

حکایت:۔ ایک گیانی مہاتما چلتے چلتے کسی شہر میں آئے اور بیرون شہر ایک درخت کے نیچے دھونی ماری۔ چند دن رہنے پر ایک سیٹھ صاحب کو عقیدت ہو گئی۔ چونکہ سادھو صرف ایک لنگوٹی باندھے' ننگے جسم اور ننگے پاؤں رہتے تھے' اس لئے سیٹھ نے ایک خوشنما جوتا سادھو کی بھینٹ' کیا تاکہ زمین کی تپش اور کانٹوں سے پاؤں کا بچاؤ رہے۔ مہاتما مسکرا کر کہنے لگے کہ "سیٹھ جی! ہمیں جوتا لینے میں تو انکار نہیں۔ لیکن جوتا نہایت قیمتی خوشنما اور شاندار ہے۔" ننگے بدن کے ساتھ اس کی خوبصورتی میں دھبہ لگے گا۔ اس کے ساتھ تو اسی قسم کی بیش قیمت پوشاک بھی لازمی ہے۔ سیٹھ نے کہا "ہمیں تو اس بات کی خوشی ہے کہ آپ کوئی حکم دیں۔ اور یہ معمولی بات ہے پوشاک تیار ہو جائے گی۔"

مہاتما:۔ لیکن سیٹھ جی! اتنی قیمتی پوشاک اور خوشنما جوتے کے ساتھ ساتھ ہاتھ میں کوئی خوبصورت چھڑی نہ ہو' تو لطف نہیں آتا۔

سیٹھ:۔ مہاتما جی! یہ درست ہے' چھڑی بھی لیجئے۔

مہاتما:۔ یہ سب ٹھیک ہو گیا۔ لیکن اگر کچھ دور جانا پڑا' تو اتنی زرق برق پوشاک میں پیدل چلنا تو خلاف شان ہے۔

سیٹھ:۔ تو کیا بات ہے؟ ایک نہایت اچھا اور خوبصورت گھوڑا مع زین دے دیا جائے گا۔

مہاتما:۔ بہت خوب! لیکن ایک اور بات ضروری ہے کہ باہر دوسرے گاؤں جانے پر گھوڑے کی سیوا کون کرے گا؟

سیٹھ:۔ بے شک سوامی جی ایک نوکر ضرور چاہئے۔ میں اس کا بھی انتظام کر دوں گا۔

مہاتما:۔ لیکن نوکر کی تنخواہ' گھوڑے کا خرچ اور اس پوشاک کے پرانے ہو جانے کے بعد نئے کپڑوں کا انتظام اتنا خرچ کون برداشت کرے گا؟

سیٹھ:۔ سوامی جی! آپ کی کرپا سے میرے پاس پرماتما کا دیا بہت کچھ ہے۔ کچھ زمین آپ کے نام کر دوں گا' آپ بارام زندگی بسر کریں گے۔

مہاتما:۔ تو اس صورت میں شادی خانہ آبادی کی ضرورت بھی درپیش ہوگی؟

سیٹھ:۔ کیا پروا ہے' شادی بھی ہو جائے گی۔

مہاتما:۔ تو ضروری ہے کہ میرے بال بچوں کی پیدائش بھی ہو۔

سیٹھ:۔ ہاں اس میں کیا شک ہے؟

مہاتما:۔ لیکن یہ بتایئے کہ اگر کوئی بچہ مرجائے گا' تو روئے گا کون؟

سیٹھ:۔ سوامی جی! رونا تو آپ کو ہی پڑے گا۔

مہاتما:۔ (ہنس کر) تو بھائی اتنے بڑے جنجال میں پھنسانے والا جو تا واپس ہی لے جاؤ۔ نہ جو تا پاؤں میں پڑے' نتیجہ یہ کہ تعلقات دنیوی کی زیادتی افزائش آلام کا موجب ہوتی ہے

کار دنیا کے تمام نکرد — ہرچہ گیرید مختصر گیرید

حرص قانع نیست بیدل ورنہ اسباب جہاں — آنچہ مادر کار داریم اکثرش درکار نیست

حکایت:۔ موجد شطرنج کو بادشاہ وقت نے اپنے دربار میں طلب کر کے اظہار خوشنودی کے بعد فرمایا "تمہاری اس دلچسپ کھیل کے لئے میں منہ مانگا انعام دینے کے لئے تیار ہوں۔" موجد شطرنج نے ازراہ کسر نفسی عرض کیا۔ "حضور کی قدردانی و عزت افزائی اور خوشنودی ہی میرے لئے کافی انعام ہے۔ اس سے زیادہ مجھے کسی انعام کی ضرورت نہیں۔" بادشاہ کے اصرار پر آخر کار موجد نے کہا۔ "شطرنج کے چونسٹھ خانے ہیں اس کے پہلے خانے میں ایک چاول' دوسرے خانے میں گزشتہ خانے سے دگنے چاول' اور تیسرے خانے میں دوسرے سے دوگنے۔ غرضیکہ ہر آئندہ خانے میں گزشتہ خانے سے دگنے چاول۔ اسی طرح علیٰ ہذا الحساب چونسٹھ خانے چاولوں سے پر کردیئے جائیں۔ شطرنج کے تمام خانوں کے چاول میرا انعام ہوں گے۔ بادشاہ نے اس بظاہر حقیر سے مطالبے کو اپنی توہین و تذلیل خیال کرتے ہوئے رنج و غصے کا اظہار فرمایا کہ اس قدر قلیل مطالبہ شایان شان شاہانہ نہیں۔ تم کسی بڑے سے بڑے انعام کا مطالبہ کرو۔ موجد نے عرض کیا کہ جس مطالبہ انعام کو آپ حقیر و قلیل خیال فرماتے ہیں' اس کو تمام روئے زمین کے خزانے بھی ادا نہیں کرسکتے۔

بادشاہ نے کہا کہ ان چونسٹھ خانوں کے چاولوں کی مجموعی مقدار دو چار سیر چاولوں سے زیادہ نہ ہوگی۔ یا زیادہ سے زیادہ مبالغے کے ساتھ دس بیس سیر قیاس کی جاسکتی ہے۔ جس کو ایک غریب ترین آدمی بھی باسانی دے سکتا ہے۔ روئے زمین کے تمام خزانوں کے ساتھ اس کی کیا نسبت ہے؟ موجد نے عرض کیا کہ حضور ذرا حساب تو پھیلا کر دیکھیں۔ چنانچہ محاسبان شاہی نے جب حساب لگایا' تو چاولوں کا مجموعی وزن 75 کھرب من کے قریب نکلا۔ جو روپے دو سیر کے حساب سے پندرہ نیلم روپے کے ہوئے' جس کو واقعی تمام روئے زمین کے خزانے بھی نقد یا جنس کی صورت میں پورا نہیں کرسکتے۔ بادشاہ نے اس محیرالعقول حساب کا نتیجہ سننے کے بعد فرمایا کہ تمہارا حسن طلب تمہارے حسن ایجاد سے بھی زیادہ انعام کا مستحق ہے' جو کسی بڑے سے بڑا دانا کے بھی وہم و قیاس میں نہیں آسکتا۔ چنانچہ بادشاہ نے اپنی شان شاہانہ کے مطابق موجد کو زر کثیر انعام میں مرحمت فرمایا۔

کمترین مولف نے نہایت صحت کے ساتھ خود یہ حساب پھیلایا ہے۔ ناظرین میں سے کسی کو شبہ ہو' تو

تھوڑی سی محنت کے ساتھ اس کی تصدیق کر لے۔ میں نے رتی کا اندازہ چاولوں کے ساتھ تولا' تو پانچ سالم بڑے چاولوں کی ایک رتی بنتی ہے۔ ورنہ عام طور پر حساب میں آٹھ چاولوں کی ایک رتی لکھی ہوئی ہے۔ لہٰذا صحیح حساب پانچ چاول فی رتی کے وزن سے لگایا جائے۔ نیز واضح رہے کہ اسلام شطرنج یا اور کسی قسم کی لہو لعب کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی انسانیت اس کا تقاضا کرتی ہے کہ ایسے کھیل میں قیمتی وقت کو بے کار کھویا جائے۔ صرف حساب کا عجوبہ ظاہر کرنے کے لئے یہ حکایت لکھی ہے کہ جس کو دیکھ کر عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ اور کوئی بڑے سے بڑا مبصرو محاسب بھی چاولوں کی اس مقدار کثیر کا یقینی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ تاوقتیکہ حساب پھیلا کر اس کی صحت کو تسلیم نہ کر لیا جائے۔

حکایت:۔ ایک بادشاہ کسی فقیر کی خدمت میں شاہی کھانا لے کر حاضر ہوا اور کھانے کی درخواست کی۔ فقیر نے ایک آئینہ منگوایا اور شاہی مرغن کھانے میں سے ایک لقمہ لے کر اس پر مل دیا۔ تمام آئینہ دھندلا پڑ گیا۔ پھر اس پر اپنی جو کی روٹی مل دی تو آئینہ شفاف ہو گیا اور "کہا آپ کے کھانے آئینہ دل کو سیاہ کرتے ہیں۔ لیکن نان جویں اسے جلا دیتی ہے۔ مجھے اس سے معاف کیا جائے۔" پھر بادشاہ نے کہا "میرے لائق کوئی کار خدمت ہو تو فرمائیں۔" فقیر نے کہا "مکھیاں اور مچھر مجھے بہت دق کرتے ہیں' ان کو حکم دیجئے کہ مجھے نہ ستایا کریں۔" بادشاہ نے کہا کہ "میرے حکم سے تو منع نہیں ہو سکتے۔" فقیر نے کہا کہ "جب ایسے حقیر ترین جانور بھی آپ کی اطاعت سے منحرف ہیں اور آپ کو ان کے دفعیہ پر قدرت نہیں' تو میں اور کس چیز کے لئے آپ سے امداد طلب کروں۔" بادشاہ لاجواب و مایوس واپس آ گیا۔

حکایت:۔ ایک دکاندار کا اس قول پر اعتقاد تھا کہ "کریے تو ڈریے' نہ کریے تو بھی ڈریے۔" ایک بزاز جو اس کے قریب کی دکان میں تھا' وہ اس قول کے بالکل برخلاف تھا۔ اور اکثر ان دونوں کی اس بارے میں بحث ہوا کرتی تھی۔ ایک روز ایک شخص نہایت شاندار پوشاک پہنے' امیرانہ صورت بنائے اور اس کے ساتھ خدمت گار ایک بچے کو کندھے سے لگائے بزاز کی دکان پر آیا۔ بہت سا کپڑا خریدا اور بعد ازاں خدمت گار کو مع بچہ دکان پر چھوڑ کر روپیہ لینے گھر آیا اور تمام کپڑا ساتھ لیتا آیا' جو قریباً ایک ہزار روپے کا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد نوکر نے اس بچے کو جو کندھے سے لگا ہوا سوتا معلوم ہوتا تھا' بزاز کی دکان پر لٹا کر کپڑا اڑھا دیا۔ اور آپ پانی پینے کے بہانے سے کافور ہو گیا۔ جب بہت عرصہ گزرا اور شام ہو گئی۔ نہ بچہ سوتا اٹھا' نہ خدمت گار آیا اور نہ ہی آقا روپیہ لے کر پھرا۔ اس وقت بزاز کو فکر ہوئی۔ اس نے بچے کو اٹھایا تو مردہ پایا۔ بزاز کے ہوش اڑ گئے۔ اسی فکر میں جو اس باختہ بیٹھا تھا کہ اتنے میں وہ امیر اور خدمت گار آ گئے اور اس لڑکے کو مردہ دیکھ کر بہت گرمائے کہ تم نے لڑکے کو گلا گھونٹ کر مار دیا ہے۔ آخر بڑی منت سماجت کے بعد ایک ہزار روپیہ اور لے کر بصد مشکل ٹلے اور بزاز کو اس قول پر اعتقاد ہو گیا اور اللہ کا خوف دل پر چھا گیا اور ایسی ناگہانی آفات سے اس کی پناہ مانگنے لگا کہ "کریے تو ڈریے نہ کریے تو بھی ڈریے۔"

حکایت:۔ ایک شہزادہ اپنی رعایا میں سے ایک غریب لڑکی کے حسن و جمال پر ایسا فریفتہ ہوا کہ کھانا پینا چھوڑ کر ہر وقت اس کے ہجر میں آہ و زاری کرتا۔ بادشاہ کو پتہ لگا تو نہایت رنج ہوا۔ بایں خیال کہ عالم شہزادگی میں یہ کیفیت ہے' تو تخت نشین ہو کر بعالم خود مختاری اللہ جانے کیا کیا ظلم کرے گا؟ چنانچہ وزیر باتدبیر سے اس کی اصلاح کے لیے صلاح و مشورہ کیا کہ شاید پند و نصیحت سے شہزادہ راہ راست پر آ جائے۔ وزیر نے بادشاہ کو تسلی دے کر چند روز کی مہلت طلب کی۔

ایک دو روز کے بعد تمام حالات متعلقہ سے واقفیت حاصل کر کے وزیر نے اپنی حکمت عملی اور زور زر سے لڑکی کے تمام کنبے کو اپنی ملازمت محلات میں لے لیا۔ اور لڑکی کو اپنی بیگم کی کنیز خاص مقرر کیا۔ دو چار دن گزرنے کے بعد وزیر نے ایک حکیم سے مشورہ کر کے کنیز لڑکی کے کھانے میں کوئی سخت اسہال آور دوا ملا دی۔ جس کے نتیجہ میں لڑکی کو اس کثرت کے ساتھ اسہال آئے کہ تمام مادہ اندرونی خارج ہو کر مشت استخوان رہ گئی۔ حسب ہدایت وزیر اس کا تمام مادہ غلاظت ایک پاٹ میں جمع ہوتا رہا۔ وزیر نے شہزادے سے نہایت رازدارانہ طریقہ پر بطور ہمدردی کہا کہ میرے ساتھ چل کر اپنی محبوبہ سے ملاقات کر لیں۔ شہزادہ اس غیر متوقع کامیابی سے خوش ہو کر وزیر کے محلات میں گیا۔ وزیر نے بیمار لڑکی کو اس کے سامنے پیش کر دیا۔ شہزادہ نے رنجیدہ ہو کر کہا کہ آپ میرے ساتھ تمسخر کرتے ہیں جو ایسی مکروہ بدشکل بیمار اور کمزور لڑکی کو میری محبوبہ بتلاتے ہیں۔ وزیر نے حلفیہ کہا کہ یہ وہی لڑکی ہے' جس کے ہجر میں آپ اس قدر لاغر ہو رہے ہیں۔ شہزادے نے پوچھا تو وہ نہایت حسین و جمیل تھی۔ اس کا حسن و جمال کہاں گیا؟ وزیر نے غلاظت بھرے پاٹ کی طرف اشارہ کر کے اس کا حسن و جمال اس پاٹ میں بند کر رکھا ہے۔ شہزادے نے متعجب ہو کر پاٹ کو جو کھولا' تو اس کے تعفن سے غشی کی سی حالت طاری ہو گئی۔ ہوش آنے پر وزیر نے کہا' اس حسن کی اصلیت یہی ہے۔ جس پر کہ آپ اس قدر فریفتہ تھے۔ چنانچہ شہزادہ اس تمام واقعہ کی حقیقت سے باخبر ہو کر آئندہ اس قسم کی ناجائز حسن پرستی سے تائب ہو گیا۔ انسان کو چاہئے کہ ظاہر پر فریفتہ نہ ہو۔ کیونکہ اس کی اصل سراسر غلاظت کی پوٹ ہے۔

روغنی ہے ظرف انسانی بظاہر' دراصل　　　ہم کو ہے معلوم جو کچھ اس کی آب و گل میں ہے

اسی طرح ایک شہزادہ اپنے محلات کی کسی کنیز پر فریفتہ ہو گئے۔ شہزادہ کے زیادہ اصرار پر اس عصمت مجسم کنیز نے بظاہر رضامندی کے طور پر دریافت کیا کہ آپ کو میرے حسن میں سے سب سے زیادہ کون سی چیز پسند ہے؟ شہزادے نے کہا اگرچہ تم سرتاپا تصویر حسن ہو۔ لیکن تمام اعضائے جسمانی میں سے مجھے تمہاری آنکھیں سب سے زیادہ پسند ہیں۔ یہ سنتے ہی لونڈی اندر گئی اور چھری سے دونوں آنکھیں نکال ایک طشت میں رکھ کر باادب کنیزانہ شہزادے کے پیش کر دیں۔ اور آنکھوں جیسی نعمت بیش بہا سے ہمیشہ کے لئے محروم رہ کر اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔ شہزادہ پر اس غیر متوقع اور اس قدر جرات مندانہ اقدام کا ایسا زبردست اثر ہوا کہ آئندہ کے لئے وہ ایسے گناہ عظیم سے ہمیشہ کے لئے تائب ہو گیا۔

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ　　　ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

واضح رہے کہ جسم انسانی کے اجزائے ترکیبی یعنی چربی' فاسفورس' سوڈا' نشاستہ' شکر' پانی اور ہڈیوں وغیرہ کو فروخت کیا جائے' تو ان کی مجموعی قیمت روپیہ' سوا روپیہ سے زاید نہیں ہوتی۔ انہی اجزاء کا ظہور ترتیب زندگی اور انتشار موت ہے۔

زندگی کیا ہے؟ عناصر میں ظہور ترتیب　　　موت کیا ہے؟ انہی اجزاء کا پریشاں ہونا

حکایت:- خلیفہ حکم بن عبدالرحمن ثالث کو اپنا محل بنوانا تھا۔ اتفاق سے جو زمین پسند کی گئی' اس میں ایک غریب بیوہ کا جھونپڑا آتا تھا۔ اس بیوہ کو کہا گیا کہ یہ زمین قیمتاً دے دے۔ مگر اس نے انکار کیا۔ خلیفہ نے زبردستی اس زمین پر قبضہ

کر کے محل بنوالیا۔ اس بیوہ نے قاضی کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کی۔ قاضی نے اسے تسلی دے کر کہا کہ اس وقت تم جاؤ۔ میں کسی مناسب موقع پر تیرا انصاف کرنے کی کوشش کروں گا۔

خلیفہ الحکم جب پہلے پہل محل اور باغ ملاحظہ کرنے گیا۔ تو اسی وقت قاضی بھی وہاں خود ایک گدھا اور ایک خالی بوری لے کر گیا۔ اور خلیفہ سے وہاں سے مٹی لینے کی اجازت چاہی۔ اجازت دے دی گئی۔ قاضی نے اس بورے میں مٹی بھر کر عرض کی کہ مہربانی فرما کر اس بورے کے اٹھانے میں اس کی مدد کی جائے۔ خلیفہ نے اسے ایک مذاق سمجھا اور بورے کو ہاتھ لگا کر اٹھانے کو کوشش کی' چونکہ وزن زیادہ تھا۔ خلیفہ سے ذرا بھی نہ اٹھا۔ اس وقت قاضی نے کہا "اے خلیفہ! جب تو اتنا سا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں' تو قیامت کے دن جب ہم سب کا مالک انصاف کرنے کے لئے عرش پر جلوہ افروز ہو گا اور جس وقت وہ غریب بیوہ جس کی زمین تو نے بزور لے لی ہے' اپنے پروردگار سے انصاف کی خواہاں ہو گی' تو اس تمام زمین کے بوجھ کو کس طرح اٹھا سکے گا؟" خلیفہ اس تقریر سے بہت متاثر ہوا' اور فوراً اس محل کو مع تمام چیزوں کے اس ضعیفہ کو عطا کر دیا۔ شاہ سلیوکس کا قول ہے کہ جو شخص عصائے شاہی کے وزن کو جنتا ہے۔ اگر وہ اس کے سامنے بھی پڑا ہو' تو اس کے اٹھانے کے لئے نہ جھکے گا۔ جب ہم کو خود اپنی ذات پر حکومت کرنا دشوار ہے' تو پھر اوروں پر حکومت کرنی کیوں نہ مشکل ہو گی؟

حکایت:۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد خلافت میں اس کے لشکر کو مال غنیمت میں بہت سا مشک ہاتھ آیا اور خلیفہ کے سامنے تقسیم کیا جانے لگا۔ خلیفہ نے ناک پر ہاتھ رکھ کر راہ گزار مشام مسدود کر دیے۔ لوگوں نے کہا یا امیرالمومنین! اس کا کیا باعث ہے؟ فرمایا مسلمانوں کے مال میں میرا کوئی حق نہیں ہے اور بوئے مشک اس کے منافع سے ہے۔ جب اس کی بو میرے مشام میں پہنچے گی' تو گویا دوسروں کے مال میں سے ناحق منافع اٹھایا' جس کی جواب دہی قیامت کو مشکل ہو گی۔

کہتے ہیں کہ بیت المال کے میوہ جات میں سے ایک روز سیب تقسیم کئے جا رہے تھے۔ ناگاہ خلیفہ کے ولی عہد خردسال نے ہاتھ لمبا کر کے ایک سیب ان میں سے اٹھالیا اور کھانے لگا۔ امیرالمومنین نے وہ سیب اس کے منہ میں سے ایسے غصے کے ساتھ جھٹکا دے کر چھڑالیا' کہ اس کا منہ زخمی ہو گیا۔ بچہ روتا روتا اپنی ماں کے پاس آیا۔ ماں نے بازار سے سیب منگوا کر بچے کو دے دیا۔ جب عمرؒ بن عبدالعزیز حرم میں آئے' بچے کے ہاتھ میں سیب دیکھا اور کہا۔ "یہ کہاں سے آیا ہے؟ ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کے بیت المال سے لایا گیا ہو۔" اہلیہ نے اظہار رنج کیا کہ ایک ناچیز سیب کی خاطر بچے کا منہ زخمی کر دیا۔ فرمایا "تو سچ کہتی ہے لیکن میرے لیے یہ حرکت ناگوار تھی۔ میں نے روانہ سمجھا کہ ایک سیب کی خاطر ثواب عدل سے محروم ہو جاؤں اور میرا نام نیکو کاروں کی فہرست سے قلم زد کر دیا جائے۔"

حکایت:۔ ایک مولوی صاحب برسات کے زمانے میں اپنے وطن کو جا رہے تھے۔ راستے میں دریا پڑتا تھا۔ کشتی میں سوار ہوئے۔ جب کشتی چھوڑ دی گئی' تو مولوی صاحب نے ملاح سے کہا کہ بھائی ملاح! تو نے کچھ پڑھا بھی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ مولوی صاحب نے کہا' تو نے اپنی آدھی عمر برباد کی۔ تھوڑی دیر کے بعد کشتی گرداب دریا میں آ گئی۔ ملاح نے مولوی صاحب سے کہا کہ مولوی صاحب! کشتی ڈوبتی ہے' تم کو تیرنا بھی آتا ہے؟ مولوی صاحب نے انکار کیا۔

ملاح نے کہا مولوی صاحب! آپ نے پوری عمر برباد کی۔ غرض جوں توں کر کے کشتی پار ہوئی۔ ملاح نے کہا مولوی صاحب! ہر ایک آدمی کو اللہ کریم نے ایک ایسی چیز عطا فرمائی ہے' جو دوسرے کے پاس نہیں ہے۔ اپنے اپنے کام میں ہر شخص ولی اور مولوی ہے۔ پس جس طرح مولوی ملاح نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ملاح مولوی نہیں بن سکتا۔ ہر ایک شخص کو اللہ نے خاص کام کے لئے پیدا کیا ہے۔ اسی کی طرف اس کا میلان ہوتا ہے ؎

کوئی شے ایسی نہیں عالم میں جو بے کار ہے ۔۔۔ سنگ بھی موقع پہ اپنے گوہر شاہوار ہے

ہر کسے را بہر کارے ساختند ۔۔۔ میل آں اندر دلش انداختند

اندریں رہ جزو و کل محتاج یک دیگر شدند ۔۔۔ عنکبوتے می شود پیغمبرے ﷺ را پردہ دار

حکایت:۔ ایک فقیر رند مشرب حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں آیا۔ اور کہا مولوی بابا شراب پلاؤ۔ شاہ صاحب نے ایک روپیہ اس کی نذر کیا' اور فرمایا کہ جو چاہو سو کھاؤ پیو۔ تم کو اختیار ہے۔ وہ بولا کہ ہم نے آپ کا بڑا نام سنا تھا۔ لیکن آپ تو قید میں ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ کیا آپ قید میں نہیں ہیں؟ کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا اگر کسی روش کے مقید نہیں ہو' تو آج غسل کرو اور جبہ پہن اور عمامہ باندھ کر مسجد میں چلو اور نماز پڑھو۔ ورنہ جیسے تم رندی کی قید میں مبتلا ہو۔ اسی طرح ہم شریعت کی قید میں پابند ہیں۔ تمہاری آزادی ایک خیال خام ہے۔ یہ سن کر وہ چپ ہو گیا۔ اور شاہ صاحب کے قدم پکڑے کہ در حقیقت ہمارا خیال غلط تھا' جو آزادی کا دم بھرتے تھے اور آئندہ کے لئے مشرب رندانہ سے تائب ہو گیا۔ ؎

کہ کرد قطع تعلق کدام شد آزاد ۔۔۔ بریدہ زہمہ باللہ پیوست

حکایت:۔ حضرت جنید بغدادیؒ فنون سپہ گری میں یکتائے زمان تھے۔ خصوصاً پہلوانی میں بڑے نامی و گرامی۔ ایک بار ایک شخص آیا اور بادشاہ سے کہا "میں تمہارے پہلوان سے لڑوں گا۔ بادشاہ نے کہا۔ "ہمارا پہلوان بہت زبردست ہے۔ تم دبلے پتلے آدمی بھلا اس سے کیا لڑو گے؟" مگر اس شخص نے نہ مانا اور بہت اصرار کیا' آخر دنگل ہوا۔ جب حضرت جنیدؒ خم ٹھونک کر مقابل ہوئے اور دونوں کی پکڑ ہونے لگی' تو اس شخص نے چپکے سے ان کے کان میں کہا کہ میں سید ہوں' محتاج ہوں' آئندہ تم کو اختیار ہے۔ حضرت جنیدؒ لڑتے لڑتے گر پڑے۔ جب تو بڑا شور و غل ہوا۔ بادشاہ نے نہ مانا۔ دوبارہ کشتی کرائی' بچھڑ گئے۔ تیسری بار کشتی ہوئی' پھر چاروں شانے چت۔ آخر بادشاہ نے اسے انعام دیا اور حضرت جنیدؒ کو بلا کر پوچھا کہ سچ کہو یہ کیا بات تھی؟ آپ نے حال بیان کر دیا' بادشاہ بہت متعجب ہوا کہ مجمع عام میں اپنی ذلت اور سید کی عزت گوارا کی۔ فی الحقیقت یہ بڑی پہلوانی اور بہادری تھی۔ اسی شب رسول اللہ ﷺ کو حضرت جنیدؒ نے خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں "شاباش اے جنیدؒ! تو نے ہماری اولاد کے ساتھ سلوک کیا ہے' ہم بھی تیرے ساتھ سلوک کریں گے۔" دوسرے روز شاہی ملازمت ترک کی اور فقراء کی جستجو میں پھرنے لگے۔ آخر اپنے ماموں حضرت سری سقطیؒ سے بیعت ہوئے۔

حکایت:۔ ایک ہندو عورت آٹے کا ٹھاکر بنا کر پوجا کرتی تھی۔ کتا آیا اور ٹھاکر اٹھا کر بھاگ گیا۔ عورت چلا کر رہ گئی۔ آخر کہنے لگی' اے مہاراج! تم بڑے ہی دیاوان اور رحم دل ہو کہ کتے کو بھی نہ دھتکارا۔ غرضیکہ ہر شخص اپنے اپنے

اعتقاد میں خوش ہے۔ پیرما خس است۔ مارا ہمیں بس است

حقیت آج تک بت کی نہیں معلوم زاہد کو اللہ کی شان اس پر دعویٰ ایزد پرستی ہے

حکایت:۔ بخت نصر بادشاہ ابتداء میں نہایت نیک بخت و صالح تھا۔ حضرت زکریا و یحییٰؑ کی نہایت اطاعت کرتا تھا۔ اتفاقاً اس نے ایک عورت سے نکاح کیا' جس کے ہمراہ ایک لڑکی نہایت حسینہ و جمیلہ پہلے شوہر سے تھی۔ جب وہ لڑکی سن بلوغ کو پہنچی تو بادشاہ اس کی بہار حسن دیکھ کر فریفتہ و دیوانہ ہو گیا۔ اس کی ماں کو پیغام دیا' وہ بہت خوش ہوئی۔ مگر دل میں اندیشہ کیا کہ بادشاہ پیغمبروں کا مطیع فرمان ہے۔ اور نکاح پیغمبران اللہ کی شریعت کے خلاف ہے۔ وہ کاہے کو اس کام کی اجازت دیں گے۔ اس لئے بادشاہ سے کہا کہ تم اس کا مہر ادا نہ کر سکو گے۔ اس نے دریافت کیا کہ کتنا مہر ہے؟ جو کچھ کہو میں دوں گا۔ عورت نے کہا اس کا مہر تمہارے دونوں پیغمبروں کا سر ہے۔ اگر تم یہ مہر ادا کر سکو' تو لڑکی حاضر ہے۔ ورنہ اس کا نام مت لو۔ بادشاہ نے کہا' یہ بیچارے دو مسکین' اللہ کے دوست بیت المقدس کے مجاور ہیں۔ کسی کام میں دخل نہیں دیتے' بلکہ ہمارے خیر خواہ اور دعاگو ہیں۔ ان کو بے جرم و گناہ قتل کرنا ظلم عظیم ہے۔ اس کے سوا کچھ مانگو' جو مہر کہو' مجھے منظور ہے۔ اس نے کہا اس کے سوا کوئی مہر نہیں ہے۔ بادشاہ نے ہوائے نفسانی سے مغلوب ہو کر فوج کو حکم دیا کہ دونوں بے گناہوں کا سر کاٹ لاؤ۔ حکم کے بموجب سپاہیوں نے جا کر اول حضرت یحییٰؑ کو بیت المقدس میں قتل کیا۔ اور حضرت زکریاؑ یہ حال دیکھ کر جنگل کی طرف بھاگ نکلے۔ فوج پیچھے ہوئی اور شیطان نے ان کی رہنمائی کی' جب سپاہیوں نے آدبایا اور گھیر لیا تو حضرت زکریاؑ نے ایک درخت سے التجا کی کہ مجھ کو اس وقت پناہ دے۔ وہ درخت پھٹ گیا۔ یہ اس کے اندر سما گئے۔ وہ پھر بند ہو گیا۔ لیکن قدرے کپڑا باہر رہ گیا۔ فوج متحیر ہوئی کہ کہاں غائب ہو گئے؟ شیطان نے نشان دیا کہ اس درخت کے اندر ہیں اور یہ کپڑا ان کے موجود ہونے کی علامت ہے۔ پھر شیطان نے آرہ کی ترکیب بتلائی۔ درخت چیرا گیا۔ جب نوبت آرا کی سر تک پہنچی تو حضرت نے سسکی بھری۔ حکم الٰہی نازل ہوا۔ "اگر اف کرو گے تو پیغمبری سے خارج کر دیئے جاؤ گے۔ تم نے غیر سے کیوں پناہ مانگی؟ اگر ہم سے التجا کرتے' تو کیا ہم پناہ نہیں دے سکتے تھے؟ اب اس کا مزہ چکھو اور چپ سر پر آرہ چلنے دو۔" غرضیکہ سر سے پاؤں تک جسم چیرا گیا اور حضرت زکریاؑ نے دم نہ مارا' جب دونوں پیغمبر اس بیدردی سے قتل ہوئے' تو غضب الٰہی نازل ہوا۔ دن تاریک ہو گیا۔ ایک بادشاہ فوج خونخوار لے کر چڑھا اور اس شہر کے باشندوں کو گرفتار کر لیا۔ حضرت یحییٰؑ کا خون بند نہ ہوتا تھا۔ جب قبر میں رکھتے تھے' تو قبر خون سے لبریز ہو جاتی تھی۔ بادشاہ لشکر نے قسم کھائی کہ جب تک خون بند نہ ہو گا' میں قتل سے باز نہ رہوں گا۔ ہزار ہا آدمی تہ تیغ کر دیئے۔ لیکن خون بند نہ ہوا۔ اس وقت ایک شخص حضرت یحییٰؑ کی لاش پر آیا اور کہا کہ تم پیغمبر ہو' یا ظالم؟ ایک خون کے بدلے میں ہزار آدمی قتل ہو چکے۔ اب کیا سارے جہان کو قتل کراؤ گے؟ اتنا کہنا تھا کہ خون بند ہو گیا۔ جامع دمشق میں حضرت کی قبر ہے۔ غرض اس بیان سے یہ ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے کسی سے استعانت نہ چاہیے

ناخدائے ماخدا و کار ساز ماخدا است دیگراں را ناز بر خود ہست و ناز ما خدا ہست

حکایت:۔ حجاج نے ایک دن خطبہ بہت لمبا کر دیا۔ لوگوں میں سے ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا' اور کہنے لگا۔ اے حجاج!

نماز پڑھو کیونکہ وقت انتظار نہیں کرے گا۔ اور اللہ تجھے معذور نہیں رکھے گا۔ اس پر حجاج نے اسے قید کرنے کا حکم دیا۔ اس قیدی کی قوم کے لوگ حجاج کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ وہ دیوانہ ہے' اور درخواست کی کہ وہ اس قیدی کو چھوڑ دے۔ حجاج نے کہا کہ اگر وہ دیوانگی کا اقرار کرے گا' تو میں اسے چھوڑ دوں گا۔ پس اس قیدی سے اس بارے میں کہا گیا کہ کہہ دو "میں دیوانہ ہوں۔" اس نے کہا معاذ اللہ! میں تو ہرگز نہ کہوں گا کہ اللہ نے مجھے کسی مرض میں مبتلا کیا ہے۔ جبکہ اس نے مجھے تندرستی عطا کی ہے۔ آخر یہ بات حجاج کو پہنچی۔ اس نے اسے اس کی راستی کے باعث معاف کر دیا۔ غرض یہ کہ تجھے صدق لازم پکڑنا چاہئے۔ اگرچہ وہ تجھے وعید کی آگ سے جلا دے اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی طلب کر۔ کیونکہ سب لوگوں سے زیادہ بے وقوف وہ شخص ہے' جس نے اللہ کو خفا اور لوگوں کو راضی کیا۔

حکایت:۔ ایک بادشاہ نے اپنا ایلچی ایک دوسرے بادشاہ کے پاس اس غرض سے بھیجا' کہ وہ اس سلطنت کی ترقی کے اسباب و وسائل پر غور کر کے اپنے ملک میں بھی انہی قوانین کو ترویج دے۔ ایلچی نے بادشاہ کے پاس پہنچ کر اپنے آنے کی غرض و غایت بیان کی۔ ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں کہ چراغ میں تیل ختم ہو گیا۔ بادشاہ اپنے ہاتھ سے چراغ میں تیل ڈالنے لگ گیا۔ ایلچی نے کہا کہ غلام کو کیوں نہیں کہہ دیتے؟ بادشاہ نے کہا' اس کی آنکھ لگ گئی ہے۔ اور ابھی اس کی نیند کچی ہے' اس وقت جگانا مناسب نہیں۔ میری سلطنت کی ترقی کا راز رعایا کی اسی دل جوئی میں ہے۔ آپ کا بادشاہ بھی اسی فروتنی اور دل جوئی کو اختیار کرے' تو سلطنت خود بخود ترقی پذیر ہو سکتی ہے۔

شیخ کعبہ میں اللہ کو تو عبث ڈھونڈے ہے — طالب اس کا ہے' تو ہر ایک کی کر دل جوئی
عمارات جہاں کی پائداری پر تو اے منعم! — نظر سے مت گرا دینا کسی دل کے کونے کو

حکایت:۔ عظیم آباد میں ایک عورت بہت چھوٹی عمر میں بیوہ ہو گئی۔ اس نے ہمیشہ روزہ رکھنا اور ہر وقت شام کو سوکھی روٹی یا گیہوں کا چوکر کھانا اختیار کیا' اور شب و روز تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہتی۔ اسی حالت میں وہ بوڑھی ہو گئی۔ سینکڑوں عورتیں اس کی نفس کشی اور سچی پارسائی کو دیکھ کر مرید ہو گئیں۔ مرتے وقت اس نے سبھوں کو بلا کر پوچھا کہ میں نے کیسی پاک دامنی' پارسائی اور عزت و حرمت سے اپنی زندگی کاٹی۔ سبھوں نے کہا کہ ایسا ہونا بہت مشکل' بلکہ ناممکن ہے کہ کبھی کسی مرد کا منہ تک نہ دیکھا۔ ساری عمر روزہ رکھا' سوکھی روٹی کھائی یا چوکر پی کر گزارہ کیا اور شب و روز مصروف تلاوت و مشغول عبادت رہیں۔ وہ بولی اب میرے دل کا حال سنو کہ جوانی سے بڑھاپے تک رات کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت کبھی میرے کان میں چوکیدار کی آواز آتی' تو دل چاہتا کہ کسی طرح اس کے پاس چلی جاؤں۔ لیکن اللہ کے خوف اور دنیا کی شرم سے بچتی رہی' اب میرا آخری وقت ہے۔ میں تم سبھوں کو نصیحت کرتی ہوں کہ کبھی جوان عورت بیوہ کو بے نکاح نہ رکھنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کیسی ہی نیک بخت' پرہیزگار ہو' اور کیسا ہی روکھا سوکھا کھانا کھائے۔ لیکن بتقاضائے فطرت مرد کی خواہش اس کے دل میں ضرور ہوتی ہے۔ اسی طرح مرد کو بھی عورت کی حاجت ہے۔ حتیٰ کہ حیوانات' چرند و پرند بھی اس سے محفوظ نہیں

گھاس پھوس جو کھاوت ہیں' ان کو ستائے کام — میران جو کھاوت ہیں ان کی راکھے رام!

حکایت:۔ ایک نوجوان مصور نے اپنا کمال فن ظاہر کرنے کی غرض سے ایک تصویر نہایت محنت اور کوشش کے

ساتھ کافی عرصہ لگا کر تیار کی۔ اور ایک بارونق بازار کے چوک میں اس تصویر کو ایک تخت پر آویزاں کر دیا۔ جس کے نیچے یہ عبارت لکھی۔ "اس تصویر میں جہاں کہیں نقص ہو' وہاں پنسل سے نشان کر دیا جائے۔"

نوجوان کو اپنے کمال فن پر بہت ناز تھا۔ اور خیال تھا کہ تصویر پر ایک بھی پنسل کا نشان نہ ہو گا۔ لیکن نوجوان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی' جب اس نے شام کو جا کر دیکھا کہ تمام تصویر پنسل کے نشانوں کے نیچے اپنی موجودگی کو بھی مشتبہ بنا رہی ہے۔ نوجوان نہایت افسردہ خاطر اور مایوس ہوا۔ اس کے باپ نے افسردگی کا باعث پوچھا۔ اس نے سب ماجرا اپنی شکستہ دلی کا کہہ سنایا۔ باپ نے کہا کہ ایک تصویر اسی طرح کی اور تیار کرو۔ نوجوان نے پھر اسی طرح کافی محنت اور روقت خرچ کر کے تصویر تیار کی اور باپ کے روبرو پیش کی۔ باپ نے اس کے نیچے لکھ دیا:-

"اس تصویر میں جہاں کہیں نقص ہو درست کر دیا جائے۔"

اور اسی جگہ وہ تصویر لٹکا دی گئی۔ شام کو اس نوجوان نے تصویر پر ایک بھی پنسل کا نشان نہ دیکھا' تو بہت خوش ہوا' اور باپ کو بھی یہ واقعہ بتایا' باپ نے کہا:- "عیب نکالنا اور الزام دینا تو آسان ہے۔ مگر اس سے بہتر کر کے دکھانا مشکل ہے۔"

اوروں کی عیب جوئی ہم کو نہیں گوارا — اپنی ہی عیب جوئی یہ ہے ہنر ہمارا
امیر اہل حسد ہیں کب ہنر میں — عیوب اکثر ہنر میں ڈھونڈتے ہیں

حکایت:- حضرت بلھے شاہ قصوری نے بڑی کوششوں اور سخت تکالیف برداشت کرنے کے بعد بہت مشکل سے اپنے پیرو مرشد حضرت شاہ عنایتؒ کی ناراضگی رفع کر کے دوبارہ ان کی خوشنودی حاصل کی اور اس غیر متوقع خوشی کی تقریب میں انہوں نے اپنی منت اتارنے کے لئے اظہار خوشی کے طور پر کافی مقدار مٹھائی کی تقسیم کرنے کے لئے منگوائی اور حضرت شاہ عنایتؒ کے حکم سے اس کے تقسیم کرنے کے لئے اٹھے تو دریافت کیا۔ "یا پیرو مرشد الہیٰ! تقسیم عمل میں لائی جائے یا محمدی؟" شاہ عنایتؒ اس عجیب سوال کو سن کر جواب دینے میں کچھ متامل و متوقف ہوئے۔ آخر دانا بزرگ تھے۔ فرمایا۔ "تکریم و تقدیم تو ذات الہیٰ ہی کو ہے۔ لہٰذا الہیٰ تقسیم ہی عمل میں لانا بہتر ہے۔" مٹھائی لینے کے لئے بچے' بوڑھے اور جوان جمع ہو گئے۔ حضرت بلھے شاہ نے اس مجمع کثیر میں بغیر کسی امتیاز کے صرف چند ایک بچوں اور بوڑھوں کو وہ تمام مٹھائی تقسیم کر دی۔ اور باقی لوگوں کو رخصت ہونے کے لئے کہہ دیا۔ یہ شکایت حضرت شاہ عنایتؒ کے پاس پہنچی۔ آپ نے اس غلط اور نامکمل تقسیم کا باعث دریافت فرمایا' تو بلھے شاہ نے کہا کہ خود حضور ہی نے الہیٰ تقسیم کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ سو الہیٰ تقسیم تو اسی طرح کی ہے جیسا کہ میں نے کی۔ البتہ اگر آپ محمدیؐ تقسیم کی اجازت بخشتے' تو مساوات اسلامی کو مد نظر رکھتے ہوئے جو کہ اصول اسلام کا توحید و رسالت کے عقیدے کے بعد سب سے زیادہ قابل قدر زریں اصول ہے' سب کو بحصہ رسدی مساوی تقسیم کر دیتا۔" حضرت شاہ عنایتؒ نے فرمایا کہ ایک ناراضگی سے تم کو خلاصی کیے ہوئے ابھی دیر نہیں ہوئی۔ لیکن یہ بات کہہ کر تم نے دوسری ناراضگی کا سبب پیدا کر لیا۔ آئندہ کے لئے یاد رکھو کہ اگرچہ بظاہر دنیا کے تمام معاملات میں یہی تقسیم کار فرما نظر آ رہی ہے۔ لیکن مصلحت الہیٰ میں کسی کو چون و چرا کرنے اور دم مارنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ہماری فہم ناقص بحر حکمت و مصلحت کی گہرائیوں

تک پہنچنا تو درکنار، سطح تک پہنچنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی۔ آئندہ ایسے معاملات میں ہرگز لب کشائی نہ کیجیو۔

جهاندار داند جهاں داشتن · یکے رابریدن یکے کاشتن
نہ باآنست مهرنہ بااینست کیں · تو دانا تری اے جهاں آفریں

حکایت:۔ ایک شخص جنگل میں بھیڑوں کو اکیلے چرتا ہوا چھوڑ کر کسی کام کے واسطے شہر میں آیا گیا۔ جہاں اتفاق سے بڑا بھائی اس کو مل گیا۔ اس نے دریافت کیا کہ جنگل میں بھیڑوں کو کس کے حوالے کر کے آئے ہو؟ اس نے کہا توکل الٰہی چھوڑ آیا ہوں۔ بڑے بھائی نے کہا کہ تم نے یہ سخت غلطی کی۔ چھوٹے بھائی نے کہا کہ اللہ کے توکل پر بھیڑوں کے چھوڑ آنے کو غلطی بتلانا سخت بے ادبی ہے۔ ایسامت کہو۔ بڑے بھائی نے کہا کہ کم بخت اگر بھیڑیں اللہ کے توکل پر چھوڑ آیا ہے، تو بھیڑیے بھی تو اللہ کے توکل ہی پر پھر رہے ہیں۔ تم نے توکل کے مفہوم کو نہایت غلط طور پر استعمال کیا ہے۔ توکل اختیار کرتے وقت رسول اللہؐ کے فرمان کو پیش نظر رکھنا چاہیے، کہ اونٹ کو اکیلا چرنے کے لئے گھٹنا باندھ کر توکل پر چھوڑو اور ایسے موقعوں پر ممکن العمل تدابیر سے درگزر نہ کرو۔

گفت پیغمبر باواز بلند · باتوکل زانوے شتر ببند

حکایت:۔ سلطان محمود کے پاس ایک جام بیش بہا تھا۔ اراکین دولت کو حکم دیا کہ اس کو توڑ دو۔ سب نے عذر کیا کہ حضور ایسی نایاب چیز کو توڑنا مناسب نہیں۔ آخر ایاز کو اشارہ کیا۔ اس نے بے تامل چور چور کر دیا، اہل دربار نے اس کو ملامت کی کہ آہ ایسی جنس عزیز تو نے ضائع کر دی۔ ایاز نے جواب دیا۔ کہ تم نے پیالے کی نایابی کو مد نظر رکھا، اور میں فرمان شاہ کا بندہ ہوں۔ بادشاہ نے بھی مصنوعی ناراضگی سے اس سے پوچھا کہ تم نے کیوں پیالہ توڑا؟ جبکہ تمام اہل دربار اس کے توڑنے میں متامل تھے۔ ایاز نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور قصور ہو گیا۔ معاف فرمائیں۔ بادشاہ نے اہل دربار سے مخاطب ہو کر کہا اس قسم کی فرمانبرداری ہی نے اس کو دلداری کا رتبہ دیا ہے، جس کا کہ تم سب رشک و حسد کرتے ہو۔

گناہ گرچہ اختیار مانبود حافظ · تو در طریق ادب کوش و گوگناہ زمن است

حکایت:۔ روایت ہے کہ چین کا ایک بادشاہ عادل اتفاقاً بہرا ہو گیا۔ اس نے تمام ارکان دولت کو جمع کیا اور رویا کہ تمام حاضرین رونے لگے اور علاج کی تدبیریں سوچنے لگے۔ بادشاہ نے کہا میں اپنے بہرے ہونے پر نہیں روتا ہوں، بلکہ غم تو یہ ہے کہ میں مظلوم کی فریاد کیونکر سنوں گا اور اس کی دادرسی کیونکر کر سکوں گا۔ لہٰذا اس معاملہ میں میں نے سوچا ہے کہ یہ اعلان کرا دوں کہ کوئی مظلوم سوائے جامہ سرخ کے نہ پہنے۔

حکایت:۔ ایک بزرگ نے ایک حاکم سے اپنا حال کہا۔ التفات نہ فرمایا۔ دوسری بار کہا پھر بھی نہ سنا۔ تیسری بار عرض کیا تو کہا۔ کیوں درد سر دیتا ہے۔ بزرگ نے کہا سر تو تو ہی ہے، میں درد کہاں لے جاؤں؟ اس کو یہ بات پسند آئی اور اس کی حاجت روائی کی۔

حکایت:۔ سلطان سنجر کا ایک گاؤں سے گزر ہوا، سرراہ ایک خرقہ پوش کھڑا تھا۔ اس نے سلام کیا، بادشاہ کچھ پڑھ رہا تھا، سر ہلا دیا اور زبان سے جواب نہ دیا۔ فقیر نے کہا اے بادشاہ اسلام کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا فرض ہے۔

میں تو سنت بجالایا' تو نے فرض کو کیوں ترک کر دیا؟ بادشاہ نے جواباً کہا کہ اے درویش! میں شکر گزاری میں مشغول تھا اس وجہ سے تیرے سلام کا جواب دینا بھول گیا۔ فقیر نے کہا کہ کس کا شکر ادا کر رہے تھے۔ بادشاہ نے کہا اللہ منعم کا۔ فقیر نے کہا کہ کس طرح؟ کہا کلمہ الحمدللہ سے کیونکہ تمام نعمائے الٰہی کا شکر اسی ایک کلمہ سے ہے۔ فقیر نے کہا' اے سلطان! تم شکر کا طریقہ صحیح نہیں جانتے یہ شکر نہیں ہے کہ آپ نے بلبل نغمہ سرا کی طرح کلمہ الحمدللہ کو زبان سے چہچہا دیا۔ بادشاہ نے کہا کہ دوسرا صحیح طریقہ آپ فرمائیے۔ درویش نے کہا۔

۱۔ سلطنت کا شکر تمام خلائق کا انصاف کرنا ہے۔ ان کے ساتھ احسان کرنا اور ان کے املاک میں طمع نہ کرنا۔

۲۔ فرمانروائی کا شکر فرمانبرداروں کو خدمت پہنچانا۔

۳۔ بلندی مرتبہ کا شکریہ عاجزوں پر رحم کرنا۔

۴۔ صحت کا شکر بیماروں کی صحت یابی کا انتظام کرنا' اور آسائش مخلوق کو اپنے آرام پر مقدم رکھنا' بادشاہ نے ان کلمات کو آب زر سے لکھوا کر اپنا دستور العمل بنایا

نیا ساید اندر دیار توکس چو آسائش خویش خواہی وبس

کلید درگنج مقصود شکراست وربستہ آنکس کہ بکشود شکراست

حکایت:۔ نوشیرواں اپنی بادشاہت کے ابتدائی زمانے میں جب عدالت میں مشہور نہ تھا' نہایت عیش و عشرت میں مشغول تھا' اور رعیت کے کاموں میں بالکل لاپرواہ۔ اس کے پڑوس میں ایک امیر تھا' جو نہایت سخی' جوانمرد اور مہمان نواز تھا۔ ایک دن نوشیرواں سوداگروں کے بھیس میں بطور امتحان اس کے پاس گیا۔ وہ شخص حسب عادت نہایت تکلف و احترام کے ساتھ اندر لایا اور بہت خاطر مدارات کی۔ نوشیرواں نے دیکھا کہ اس کے باغیچہ میں نہایت عمدہ پکے ہوئے انگور لگے ہیں۔ اثنائے گفتگو نوشیرواں نے کہا۔ اگر آپ کی فرمائش ہو' تو میں کوئی تحفہ اپنے وطن سے بھیجوں' کیونکہ میں سوداگر ہوں۔ اس شخص نے کہا اگر ممکن ہو تو انگور بھیجئے گا۔ نوشیروان نے کہا' انگور تو تمہارے ہاں بکثرت اور بہترین قسم کے موجود ہیں۔ اس نے کہا ہمارا بادشاہ ظالم ہے۔ اور رعایا کی پرواہ نہیں رکھتا۔ ابھی کسی شخص کو مقرر نہیں کیا ہے کہ لوگوں سے محصول شاہی کے انگور وصول کرے۔ حالانکہ انگور پک گئے ہیں اور سب لوگ کھا رہے ہیں۔ مگر میں اس وجہ سے نہیں کھاتا کہ امانت میں خیانت ہے۔ جب تک کہ بادشاہ اپنا حق وصول نہ لے لے۔ نوشیرواں رو دیا اور کہا کہ وہ بادشاہ ظالم میں ہی ہوں۔ تیری اس دیانت نے مجھے خواب غفلت سے بیدار کر دیا۔ پس اس روز سے اس قدر طریقہ عدل اختیار کیا کہ اپنا سب عیش و آرام حرام کر دیا اور اس شخص کو معزز و معظم بنایا۔

حکایت:۔ حجاج دو آدمیوں کو سزا دے رہا تھا۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ اے حجاج! مجھ کو سزا نہ دے۔ میرا ایک حق تیرے اوپر ہے۔ حجاج نے دریافت کیا وہ کیا ہے؟ کہا ایک شخص تم کو گالیاں دے رہا تھا' میں نے اس کو روک دیا۔ کہا کوئی گواہ ہے؟ اس نے کہا میرا گواہ یہی اسیر ہے جو میرے برابر کھڑا ہے۔ اسیر نے کہا واقعی یہ ٹھیک کہتا ہے۔ حجاج نے اس گواہ سے پوچھا تو نے اس شخص کو گالی دینے سے کیوں منع نہ کیا؟ اس نے کہا چونکہ میں تجھ کو دشمن رکھتا ہوں۔ اس وجہ سے خاموش رہا۔ حجاج نے باوجود اس قدر سنگدل و ظالم ہونے کے ان کی سچائی پر ہر دو کو رہا کر دیا۔

حکایت:۔ مامون الرشید کے زمانہ میں کوئی شخص گناہ کر کے فرار ہو گیا۔ مجرم کے بھائی کو گرفتار کر کے خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ مامون نے حکم دیا کہ اپنے بھائی کو پیش کرے' ورنہ بھائی کے عوض میں اس کو قتل کر دیا جائے۔ اس شخص نے کہا۔ "اے بادشاہ! اگر تیرا عامل مجھ کو مارنا چاہے اور تیرا حکم پہنچے کہ اس کو چھوڑ دو' تو تیرا عامل اس کو چھوڑ دے گا کہ نہیں۔" ماموں نے کہا بے شک چھوڑ دے گا۔ اس نے کہا پس میں ایسے بادشاہ کا حکم لایا ہوں' جس کی عنایت سے تو بادشاہ ہے۔ ماموں نے کہا کیا نشان و ثبوت ہے؟ کہا نشان یہ ہے کہ اللہ کریم فرماتا ہے (ترجمہ آیت شریف) "یعنی کوئی شخص کسی کا گناہ نہیں اٹھاتا ہے' کسی دوسرے کے گناہ میں گرفتار نہ کرو۔" مامون نے اس سے متاثر ہو کر حکم دیا کہ اسے چھوڑ دیا جائے کہ حکم حاکم لایا ہے۔

حکایت:۔ ایک اللہ رسیدہ بزرگ کی بیوی ان سے شکایت کیا کرتی تھی کہ دنیا تو خیر ہم پر تنگ ہی تھی۔ لیکن بایں ہمہ زہد و ریاضت اور شبانہ روز ورد و عبادت کبھی کوئی بزرگانہ کشف و کرامت بھی آپ سے ظہور میں نہ آئی۔ حالانکہ بزرگان اللہ رسیدہ کے متعلق تو ہم نے یہاں تک سنا ہے کہ وہ فضائے آسمانی میں بھی اپنی قوت روحانی سے پرواز کر سکتے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ بزرگ جنگل کو گئے اور وہاں سے جو اڑان لگائی' تو اپنے ہی گھر سے کافی بلندی پر خاصی دیر تک پرواز کرتے رہے' تاکہ بیوی صاحبہ کو میرے کشف و کرامت کے متعلق بھی عین الیقین حاصل ہو کہ اس کی نظر میں میری کچھ وقعت ہو جائے۔ شام کو آپ جب فتح مندانہ جذبات کے ساتھ گھر پہنچے' تو ان کے آتے ہی بیوی نے کہا کہ پہلے تو ہم سنا ہی کرتے تھے' لیکن آج تو ہم نے اپنی آنکھوں سے ایک بزرگ کو فضائے آسمانی میں پرواز کرتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔ سبحان اللہ بزرگی ہو تو ایسی ہو۔ بزرگ نے حلفیہ بیان دیا کہ وہ ہوا میں اڑنے والا آپ کا خادم ہی تو تھا۔ بیوی صاحبہ نے بے ساختہ کہا "ہاں ہاں جبھی تو ٹیڑھے ٹیڑھے اڑ رہے تھے۔ بھلا ایسی کج پروازی بھی کوئی بزرگی کا نشان ہو سکتا ہے۔" نتیجہ یہ کہ خاوند خواہ کتنا ہی اللہ رسیدہ اور ہمہ صفت موصوف کیوں نہ ہو اور بیوی خواہ کتنی ہی فرمانبردار و خدمت گزار کیوں نہ ہو' لیکن اس کی نظر میں خاوند کی وہ وقعت و عقیدت اور عزت و عظمت نہیں ہوتی جتنی کہ دوسرے لوگوں میں ہوتی ہے۔ کیونکہ معاملہ ہی ایسا ہے کہ مرغوب کبھی مرغوب نہیں ہو سکتا۔ ہندی مثل ہے "گھر کا جوگی جوگ نہ۔ باہر کا جوگی سدھ۔" راغب خواہ شہنشاہ اور یوسف ثانی ہی کیوں نہ ہو؟ لیکن مرغوب کی نظروں میں بے قدر ہی رہتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ چاہت کے نام پر گدھی نے بھی کھیت چرنا چھوڑ دیا تھا۔

حکایت:۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ ایک مرتبہ جنگل میں تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک باغ پر گزر ہوا۔ وہاں ایک حبشی غلام باغ میں کام کر رہا تھا۔ اس کی روٹی آئی۔ اسی وقت ایک کتا بھی باغ میں چلا آیا اور اس غلام کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس غلام نے کام کرتے ایک روٹی اس کتے کے سامنے ڈال دی' کتے نے اس کو کھا لیا اور پھر کھڑا رہا۔ اس نے پھر دوسری اور تیسری روٹی بھی ڈال دی۔ کل تین ہی روٹیاں تھیں۔ وہ تینوں کتے کو کھلا دیں۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ غور سے کھڑے دیکھتے رہے۔ جب وہ تینوں روٹیاں ختم ہو گئیں' تو آپ نے اس غلام سے پوچھا کہ تمہاری کتنی روٹیاں روزانہ آتی ہیں۔ اس نے عرض کیا آپ نے ملاحظہ فرما لیا تین ہی آیا کرتی ہیں۔ حضرت نے فرمایا'

پھر تینوں کا ایثار کیوں کر دیا؟ غلام نے کہا کہ حضرت یہاں جنگل میں کتے رہتے نہیں ہیں۔ یہ غریب بھوکا کہیں دور سے مسافت طے کر کے آیا ہے۔ اس لئے مجھے اچھا نہ معلوم ہوا کہ اس کو ویسے ہی واپس کر دوں۔ حضرت نے فرمایا پھر آج تم کیا کھاؤ گے۔ غلام نے کہا ایک دن فاقہ کر لوں گا۔ یہ تو کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے۔ حضرت نے اپنے دل میں سوچا کہ ایثار کے مقابلے میں گویا لوگ مجھے ملامت کرتے ہیں کہ بہت سخاوت کرتا ہے۔ یہ غلام تو مجھ سے بہت زیادہ سخی ہے۔ یہ سوچ کر آپ نے شہر میں جا کر مالک باغ سے وہ باغ اور غلام خرید لیا اور جا کر غلام سے کہا' جا میں نے تجھے آزاد کیا اور یہ باغ بھی تجھے ہی بخش دیا۔ غلام نے انتہائی خودداری سے جواب دیا کہ میں آپ کا بے حد شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس شکریے کے اظہار میں یہ باغ آپ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کرتا ہوں۔ چونکہ اب آپ کے دل میں میری عزت و عظمت اور عقیدت ہو گئی ہے جو کہ میرے حق میں زہر قاتل ہے۔ لہٰذا اب میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا۔

حکایت:۔ ایک غازی کا زمانہ ماضیہ میں کسی مشرک سے مقابلہ ہوا۔ بڑی دیر تک جدال و قتال میں مصروف رہے' کوئی کسی پر غالب نہ ہو سکا۔ غازی نے کہا کہ اب مجھے تھوڑی دیر کے لئے مہلت دے' تاکہ نماز ادا کر لوں۔ اس نے مہلت دے دی۔ بعد از نماز پھر مشغول حرب و ضرب ہوئے۔ اتنے میں مشرک کی پوجا کا وقت ہو گیا۔ اس نے بھی مہلت چاہی اور اپنے دھندے میں لگا۔ مسلمان کو خیال آیا کہ اب وقت نصرت ہے۔ اس کا کام تمام کروں' ناگاہ غیب سے ندا آئی۔ "او بے وفا! کیا "اوفوا بالعقود" کے معنے یہی ہیں؟ اس معاملہ میں تجھ سے تو مشرک ہی افضل نکلا" یہ ندا سنتے ہی مسلمان رونے لگا اور گر پڑا۔ جب مشرک اپنی عبادت سے فارغ ہو کر غازی کے مقابلے میں آیا' تو اس کو زار و بے قرار پایا۔ حال پوچھا اس نے کیفیت سنائی کہ اس طرح تیرے سبب سے مجھ پر عتاب ہوا۔ مشرک کے دل پر اس بات نے تاثیر کی۔ اور سمجھا کہ بے شک ان کا دین سچا ہے کہ اللہ نے عہد شکنی کو جائز نہ رکھا۔ فوراً غازی سے کہا کہ مجھ کو ارکان اسلام کی تعلیم کر' اور مسلمان ہو گیا ایسے ہی آج کل کے مسلمان بھی بے وفائی میں یکتا ہیں۔ لیکن ہاتف غیب کی ندا ان کو سنائی نہیں دیتی اور قرآن شریف کو دیکھتے نہیں اور دیکھتے ہیں تو عمل نہیں۔

حکایت:۔ ایک طالب علم کسی مسجد میں بڑی بے قدری کے ساتھ رہتا۔ نہ لنگر کی روٹیوں میں سے اس کو حصہ ملتا' نہ دعوت میں اس کو کوئی ساتھ لے جاتا' نہ کسی جگہ کھانا اس کا مقرر تھا۔ ایک روز کوئی امیر آدمی مرا اور جنازہ نماز کے واسطے مسجد میں لائے۔ اس طالب علم نے دور سے دیکھ کر پہلے تو جانا کہ روٹیوں کا خوان آیا۔ حصہ لینے کی امید سے دوڑا۔ حوض کے پاس جا کر معلوم ہوا کہ جنازہ ہے۔ بیچارہ ناامید ہو کر پوچھنے لگا۔ "کیوں جی! کون مر گیا۔" لوگوں نے کہا کہ فلاں سوداگر مر گیا۔ طالب علم نے پوچھا۔ "کیا کچھ بیمار تھے؟" لوگوں نے کہا کل تک تو بھلے چنگے تھے۔ رات اسی مسجد میں عشاء کی نماز پڑھی۔ گھر پہنچتے پہنچتے تخمہ کیا۔ طالب علم نے پوچھا "تخمہ کیا ہوتا ہے؟" لوگوں نے کہا بد ہضمی جو بہت کھانا کھا جانے سے ہو جاتا ہے۔ طالب علم نے کہا۔ اللہ! یہ مرض مبارک ہم کو کبھی نہیں ہوتا۔ نتیجہ یہ کہ دنیا کہ تکلیفیں آدمی کو موت پر دلیر کرتی ہیں

نیست پروائے عدم دازدہ ہستی را از قفس مرغ بہر جا کہ رو بستان است
انتظار موت میں دن کاٹتا ہوں زیست کے زندگی مقصد میں میرے اب خلل انداز ہے
چین اب زیست میں ممکن نہیں اصلاً آئے موت آئے گی تو سمجھوں گا مسیحا آئے
زندگی بھر آنکھ سے دیکھا ہے نقشہ زیست کا موت کے منہ سے سنوں گا داستان زندگی

حکایت:۔ کہتے ہیں اردشیر بابک نے جو سلاطین نامدار اور ملوک کامگار میں سے ایک مشہور و نیک نام بادشاہ گزرا ہے۔ فرمایا کہ تین رقعے لکھے جائیں اور اپنے ایک خاص غلام کے سپرد کیا اور کہا کہ کسی معاملے میں حکم کرتے وقت اگر مزاج تغیر پذیر ہو جائے اور غصہ و غضب کا اثر میری آنکھوں اور چہرے سے ظاہر ہونے لگے۔ قبل اس کے میں حکم کروں' پہلا رقعہ مجھ کو دکھلایا جائے۔ پھر اگر دیکھو کہ آتش غضب سرد نہیں ہوئی' تو اس کے بعد دوسرا رقعہ دکھلاؤ اور اگر ضرورت پڑے' تو تیسرا رقعہ بھی نظر سے گزار دینا چاہیے۔

مضمون رقعہ اول:۔ تامل کر اور اپنے ارادے کی باگ کو نفس امارہ کے قبضہ و تصرف میں نہ دے۔ کیونکہ تو مخلوق عاجز اور خالق قوی تر ہے۔ جس نے تجھے نیست سے ہست کیا۔

مضمون رقعہ دوم:۔ زیر دستوں کے ساتھ جو کہ ودیعت پروردگار ہیں' شتاب زدگی سے معاملہ نہ کر۔ اور ان لوگوں پر جو کہ تیرے مغلوب ہیں' رحم کر' تاکہ وہ جو تجھ پر غالب ہے' اس کے عوض تجھ پر رحم کرے۔

مضمون رقعہ سوم:۔ اس شتاب کاری میں جو حکم کہ تو کرے' شرع سے تجاوز نہ کر۔ اور انصاف سے جو کہ دین داری کا جزو اعظم ہے' درگزر نہ کر۔

حکایت:۔ دو شخصوں نے ایک ساتھ سفر کیا' ایک سرائے میں اترے' ایک جگہ کھانا پکواتے' ایک دن چلتے چلتے ایک نے اشرفیوں کی تھیلی پڑی پائی۔ وہ تھیلی اٹھا کر اپنے ساتھی سے کہنے لگا۔ "دیکھو بھائی! میں نے یہ تھیلی پائی۔" دوسرا بولا۔ "یہ تم نے کیا کہا کہ میں نے پائی۔ یوں کہہ کہ ہم نے پائی۔ اس واسطے کہ ہم تم دونوں ساتھ ہیں۔ یہ ہم دونوں کا حق ہے۔" غرض تھیلی پر لڑتے جھگڑتے چلے جاتے تھے۔ اتنے میں پیچھے سے کچھ لوگوں کی آہٹ سی معلوم ہوئی۔ کان لگا کر سنا' تو وہ لوگ یہ کہتے ہوئے لپکے چلے آ رہے تھے۔ کہ "تھیلی کے چور وہ دونوں آگے جاتے ہیں۔" یہ سن کر وہ تھیلی پانے والا اپنے ساتھی سے کہنے لگا۔ کیوں بھائی کیا علاج؟ اب ہم مارے گئے۔ دوسرا بولا۔ "یہ تم نے کیا کہا کہ ہم مارے گئے۔ یوں کہو کہ میں مارا گیا۔ جب تم نے تھیلی پانے میں مجھ کو شریک نہیں کیا' تو اب آفت میں میں بھی تمہارا ساتھی نہیں ہوں۔" نتیجہ یہ کہ جو لوگ فائدے میں کسی کو شریک نہیں کرتے' مصیبت میں ان کا کوئی شریک نہیں۔

حکایت:۔ انگلستان کے بادشاہوں میں سے کینوٹ نامی نہایت رحم دل اور نیک مزاج بادشاہ گزرا ہے۔ اس کے امراء وزراء کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ خوشامد سے بادشاہ کو خوش رکھیں۔ ایک روز بادشاہ ساحل بحر پر امراء کے ساتھ ٹہل رہا تھا۔ امراء نے حسب دستور خوشامدانہ گفتگو شروع کی کہ آپ بڑے بھاری بادشاہ ہیں اور بحر و بر کے حاکم ہیں۔ کینوٹ نے کہا کیا سمندر پر میرا حکم چلتا ہے؟ امراء نے کہا جہاں پناہ سلامت کیوں نہیں۔ کینوٹ نے اپنے ایک نوکر کو حکم دیا کہ کرسی لا کر پانی کے کنارے کے پاس بچھا دو۔ خود اس کرسی پر چڑھ گیا۔ اور چلا کر حکم دیا "اے سمندر!

پیچھے ہٹ۔ خبردار میرے پاؤں تر نہ کیجیو۔ میرے امراء مجھ سے کہتے ہیں کہ میرا حکم تجھ پر بھی چلتا ہے۔ اس واسطے تجھے میرا حکم ماننا لازم ہے۔" مگر اس وقت جوار بھاٹا آ رہا تھا۔ لہریں کنارے کی طرف بڑھتی چلی آتی تھیں۔ تمام امراء چپکے کھڑے حیرت سے تماشہ دیکھ رہے تھے۔ سب کو خیال تھا کہ بادشاہ دیوانہ ہو گیا۔ حکم دینے سے یہ سمندر بھلا کہیں مانتا ہے؟ بادشاہ نے امراء کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ "تم نے کہا کہ سمندر میرا حکم مانے گا۔ مگر مجھے تمہاری بات کا اعتبار نہ تھا۔ میں بے شک بادشاہ ہوں۔ مگر بادشاہ بھی آخر انسان ہوتا ہے۔ اللہ ہی سمندر سے کہہ سکتا ہے کہ تو یہاں تک بڑھے گا' اور آگے نہیں۔" یہ کہہ کر کینوٹ نے اپنا تاج اتارا اور پھر کبھی نہ پہنا۔

حکایت:۔ کسی بادشاہ کا وزیر شاکر تقدیر تھا۔ اور ہر ایک برے بھلے واقعے پر یہ کہنے کا عادی تھا۔ "بہت اچھا ہوا۔" ایک دفعہ بادشاہ کی انگلی کٹ گئی۔ وزیر نے حسب عادت کہا "بہت اچھا ہوا۔" بادشاہ کو وزیر کے اس بے محل فقرے کے استعمال سے رنج ہوا۔ اور وزیر کو قید خانے بھجوانے کا حکم دیا۔ وزیر نے اس حکم کو سن کر بھی وہی فقرہ کہا "بہت اچھا ہوا۔" دوسرے روز بادشاہ شکار میں اپنے ہمراہیوں سے بچھڑ کر اکیلا جنگل میں دور نکل گیا۔ چونکہ راستہ معلوم نہ تھا۔ لاچار ایک درخت کے نیچے آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا۔ اتنے میں ایک شیر نمودار ہوا۔ بادشاہ پر حملہ آور ہوا۔ بادشاہ نے سانس کھینچ لیا اور مردہ ساہن کر پڑا رہا۔ شیر زخمی انگلی کو سونگھ کر بادشاہ کو اس خیال سے چھوڑ کر چلا گیا کہ یہ پہلے سے کسی جانور کا کھایا ہوا ہے۔ بقول ؎

نخورد شیر نیم خوردہ سگ در سختی بمیرد اندر غار

اتنے میں بادشاہ کے ہمراہی بھی تلاش کرتے وہاں آ گئے اور بادشاہ کو صحیح سلامت پا کر سجدہ شکر بجا لائے۔ اور اس واقعہ کو سن کر بادشاہ کی جان بچ جانے کو نہایت غنیمت اور اللہ کی خاص رحمت خیال کیا۔ واپس آ کر بادشاہ نے وزیر کو قید خانے سے طلب کر کے انعام سے مالا مال کر دیا اور کہا۔ "واقعی اگر کل میری انگلی نہ کٹتی' تو آج وہ شیر مجھے ہرگز نہ چھوڑتا اور انگلی کا کٹ جانا واقعی "بہت اچھا ہوا۔" وزیر سے کہا۔ "تم نے قید خانے کو جاتے وقت بھی "بہت اچھا ہوا۔" کہا تھا۔ اس میں کیا مصلحت خیال کر کے یہ فقرہ کہا گیا تھا؟ وزیر نے جواب دیا کہ لازمی طور پر میں آپ کا ہم رکاب رہتا' اور شیر آپ کو چھوڑ کر مجھے کھا جاتا۔ نتیجہ یہ کہ قدرت کا کوئی فعل خالی از حکمت نہیں ہوتا۔ خواہ بظاہر کتنا ہی برا کیوں نہ ہو؟ ؎

خیر و شر کو تو سمجھ ناداں کہ آب خاک کو نافع ہے آتش کو مضر

حکایت:۔ نوشیرواں کے عہد میں ایک ظالم نے ایک ضعیف کے طمانچہ مارا۔ نوشیرواں نے اس کی گردن اڑا دی۔ ایک ندیم نے کہا تھوڑی سی خطا پر ایسی سخت سزا۔ نوشیرواں نے کہا۔ "میں نے آدمی کو نہیں مارا' بلکہ ایک بھیڑیئے کو قتل کیا ہے' تاکہ بھیڑیں محفوظ رہیں ؎

ترحم برپلنگ تیز دنداں ستمگاری بود برگو سفنداں

حکایت:۔ طمفاج خاں کے سامنے ایک چور پیش کیا گیا' جو نہایت حسین اور خوبصورت تھا۔ حکم دیا گیا کہ اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ ارکان دولت نے سفارش کی۔ اس نے کہا کہ جوان کے حسن و جمال پر رحم نہ کرنا چاہئے' بلکہ

صاحب مال اور دل غمزدہ پر غور چاہئے۔ اور جب اللہ کا حکم ہی یہ ہے' تو میں مجبور ہوں۔

حکایت:۔ کرمان میں ایک بادشاہ تھا نہایت سخی و جوانمرد۔ ایک مرتبہ عضد الدولہ نے اس کے ملک پر لشکر کشی کی اور اس کا ملک فتح کرنا چاہا۔ وہ طاقت مقابلہ نہ رکھتا تھا۔ قلعہ بند کر لیا۔ عضد الدولہ جنگ کرتے کرتے قلعہ تک آ گیا۔ جب رات ہوتی تھی' بادشاہ کرمان اس قدر کھانا بھیجتا' جو عضد الدولہ کے تمام لشکر کو کافی ہوتا۔ عضد الدولہ نے کہلا بھیجا کہ دن کو جنگ کرنا اور رات کو کھانا بھیجنا کیا معنی رکھتا ہے؟ جواب بھیجا۔ "جنگ کرنا اظہار مردی ہے اور کھانا بھیجنا وظیفہ مردی۔ آپ کا لشکر اگرچہ دشمن ہے لیکن میرے شہر میں مسافر ہے۔ یہ مروت سے بعید ہے کہ آپ میرے مکان میں ہوں اور اپنا کھانا کھائیں۔" عضد الدولہ رو دیا اور کہا۔ "جو شخص ایسا صاحب مروت ہو' اس سے جنگ کرنا بے مروتی ہے۔ چنانچہ لشکر لوٹا لیا۔ پھر اس نے تعرض نہ کیا۔

حکایت:۔ ایک امیر کے پڑوس میں ایک فقیر رہتا تھا۔ ایک دن امیر کا لڑکا فقیر کے گھر میں گیا۔ دیکھا کہ فقیر مع بال بچوں کے کھانے میں مصروف ہے۔ امیر کے بچے کو خواہش پیدا ہوئی۔ مگر فقیر نے کچھ توجہ نہ کی۔ وہ روتا ہوا گھر آیا۔ ہر قسم کا کھانا دیا گیا۔ وہ کہتا تھا کہ میں تو اسی قسم کا کھانا کھاؤں گا' جیسا فقیر کھا رہا ہے۔ امیر مجبور ہو کر فقیر کے پاس آیا اور واقعہ بیان کیا۔ درویش نے کہا۔ "میں مجبور تھا۔ اس لئے کہ جو کھانا میں کھا رہا تھا' وہ مجھ پر حلال تھا اور تم پر حرام۔ کیونکہ تین دن کے بعد اکل حرام کی اجازت ہے۔" امیر اس بات سے بہت متاثر ہوا' اور جو کچھ اس کے پاس نقد خزانہ تھا' اس میں سے نصف فقیر کو دیا اور امیر رو دیا اور کہا۔ "اگر اللہ تعالیٰ نے قیامت کی دن مجھ سے باز پرس کی کہ تیری ہمسائیگی میں ایسی صورت تھی اور تو حال ہمسایہ سے بالکل بے خبر تھا' تو میں کیا جواب دوں گا؟؟"

حکایت:۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ صالح جو شاہان شام سے تھے۔ ایک غلام کے ساتھ رات کو باہر آتے تھے اور مساجد و مقابر و مزارات میں گھومتے تھے اور ہر شخص کی حالت معلوم کرتے تھے۔ ایک دن ایک مسجد میں دیکھا کہ ایک فقیر برہنہ سردی میں کانپ رہا ہے اور کہتا ہے "یا اللہ بادشاہ لوگ دنیا میں ہم سے غافل ہیں اور ہم تکلیف سے ہیں۔ قیامت کے دن اگر تو نے بادشاہوں کو بہشت میں بھیجا' تو میں بہشت میں ہرگز قدم نہ رکھوں گا۔ بادشاہ صالح یہ بات سن کر مسجد کو آئے۔ کپڑے اور روپوں کا توڑا فقیر کے آگے رکھ کر روئے اور کہا۔ "میں نے سنا ہے فقیر بہشت کے بادشاہ ہوں گے۔ آج میں بادشاہ ہوں اور تم سے صلح کرتا ہوں کہ مجھ کو فردائے قیامت میں بھول نہ جانا۔

حکایت:۔ سلیمان وراق سے نقل ہے کہ مامون رشید نے نگینہ ساز کو انگوٹھی تیار کرنے کے لئے ایک بیش قیمت نگینہ دیا۔ اتفاقاً نگینہ اس سے ٹوٹ گیا۔ اور چار ٹکڑے ہو گئے۔ دوسرے دن ترساں و لرزاں درگاہ میں حاضر ہوا اور واقعہ ناگہانی عرض کیا۔ بادشاہ نے از روئے حلم کہا۔ اچھا کوئی پرواہ نہیں۔ ان کی چار انگوٹھیاں بنا دے۔

حکایت:۔ بہرام گور زمان ولی عہدی میں ایک مرتبہ ایک ہرن کے تعاقب میں لشکر سے جدا ہو گیا۔ اس ہرن نے اک اعرابی کے خیمے میں جس کا نام قیصہ تھا' پناہ لی۔ شہزادہ گھبرایا ہوا دروازے پر پہنچا اور اپنے شکار کا مطالبہ کیا۔ اعرابی نے کہا "اے جوان! اس شکار نے میرے پاس پناہ لی۔ اس وجہ سے اسے نہیں دے سکتا۔ اس پر رحم کرو۔ اگر تو مجھ کو

مارے گا تو میرے قبیلہ والے تجھ سے بدلہ لے لیں گے۔ اگر تو چاہے تو میں اس شکار کے عوض اپنا عزیز از جان گھوڑا دے سکتا ہوں۔ بہرام کو بات پسند آئی اور اس کو کافی انعام دے کر مجیر الغزالاں کا لقب عطا فرمایا۔

حکایت:۔ ہرمز بن نوشیرواں نے اپنے عدل کو سیاست کے ساتھ ملا دیا تھا۔ ایک دن اس کے رکابدار نے کسی باغ میں سے انگور کا خوشہ بغیر اجازت توڑ لیا۔ مالک نے کہا "مجھے راضی کر دو' ورنہ بادشاہ کے پاس جاتا ہوں۔ رکابدار نے کچھ دیا' وہ راضی نہ ہوا۔ بالآخر ہزار دینار پر راضی ہوا۔ یہ ہرمز کی سیاست کا اثر تھا۔ کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک خلیفہ اسلام منبر پر آیا' تلوار کھینچے ہوئے اور قرآن مجید ہاتھ میں' اور کہا "اے مردمان نیک اتم کو یہ قرآن مجید کافی ہے اور اے مردمان بد! تم سوائے اس تلوار کے درست نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا رحم و عدل کے ساتھ سیاست بھی ضروری ہے۔

خسرو پرویز نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ طبیعت خلائق میں لائق سیاست کون ہے؟ اس نے کہا ایک وہ طبقہ ہے' جو خود بد ہو۔ مگر اس کی بدی کا اثر دوسرے کو نہ پہنچے۔ اس کو ذلیل رکھنا چاہئے۔ اور دوسرے وہ جو خود بد ہوں اور ان کی بدی کا اثر دوسرے تک پہنچے۔ اس کو قرار واقعی سزا دینی چاہیے' تاکہ لوگ اس سے عبرت حاصل کر کے بدی کی طرف راغب نہ ہو سکیں ؎

تحمل بایدت لیکن نہ چنداں　　　کہ گردد خیر گرگ تیز دنداں

حکایت:۔ بیان کرتے ہیں کہ سکندر نے جب ہفت اقلیم کو اپنے قبضے میں لانا چاہا' تو بہت متفکر تھا۔ ارسطو نے جو سکندر کا وزیر اعظم تھا' دریافت کیا کہ باوجود ہر قسم کا سامان آرائش مہیا ہونے کے پھر اس قدر پریشانی کا کیا سبب ہے؟ جواب دیا کہ تمام دنیا میری نظر میں بالکل حقیر ہے۔ مجھے شرم آتی ہے کہ اتنی سی دنیا کی تسخیر کے لئے میں گھوڑے پر سوار ہوں۔ اگر ایسے ہزار عالم بھی ہوں' تو میری حوصلگی کے لئے کم ہیں۔ ارسطو نے کہا بے شک یہ جہاں تمہاری ہمت بلند کے نزدیک حقیر ہے۔ مگر عدل سے مملکت ابدی کو اس میں شامل کر لو' تاکہ دونوں جہانوں پر قبضہ ہو جائے' اور اس پریشانی کی تلافی ہو جائے اور یہ مختصر جہان اس جہان کی تسخیر سے رونق پذیر ہو جائے ؎

ملک عقبیٰ خواہ' کاں خرسم بود　　　ذرہ زاں ملک صد عالم بود

حکایت:۔ ایک بادشاہ کا ارادہ ہوا کہ خانہ کعبہ کا حج کرے۔ ارکان دولت سے مشورہ کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ بادشاہ مثال جان کے ہے اور سلطنت جسم کے ہے۔ جس وقت بادشاہ کا سایہ ملک سے اٹھ جائے گا۔ بہت سی خرابیاں واقع ہوں گی۔ بادشاہ نے کہا' پھر یہ ثواب حج کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ کہ اس ولایت میں ایک درویش ہے' جو ساٹھ حج ادا کر چکا ہے' اور گوشہ تنہائی میں بیٹھا ہے۔ ممکن ہے کہ ایک حج کا ثواب آپ کے ہاتھ فروخت کر دے۔ بادشاہ فقیر کی خدمت میں گیا اور کہا۔ میرا ارادہ حج کا ہے' مگر ارکان دولت خرابی مملکت کے خیال سے منع کرتے ہیں۔ کیا ایک حج کا ثواب میرے ہاتھ فروخت کر سکتے ہو؟ فقیر نے کہا "میں سب حجوں کا ثواب فروخت کرتا ہوں۔" بادشاہ نے کہا۔ "ہر حج کی کیا قیمت لو گے؟" کہا۔ "ہر حج کے لئے جو قدم میں نے اٹھایا ہے' تمام دنیا کی قیمت کے برابر ہے۔" بادشاہ نے کہا۔ "میرے قبضے میں تو دنیا کا تھوڑا سا ملک ہے۔ اور آپ ایک قدم کی اتنی قیمت مانگتے ہیں' تو پھر کیسے معاملہ ہو سکتا ہے؟"

درویش نے کہا "اے بادشاہ! میرے تمام حجوں کی قیمت آپ کے نزدیک بہت آسان ہے۔" بادشاہ نے کہا "وہ کس طرح؟" فقیر نے کہا۔ "جس کسی مظلوم کی تم نے دادرسی کی ہے' اس گھڑی کے عدل کا ثواب تم مجھ کو دے دو میں تمہیں ساٹھ حجوں کا ثواب بخشے دیتا ہوں۔" پس معلوم ہوا کہ بادشاہ کے لئے عدل نفل عبادت سے برتر ہے۔

حکایت:۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سکندر نے کسی ندیم سے اپنا بھید کہہ دیا تھا۔ اور کسی کے پاس ظاہر نہ کرنے کی بے حد تاکید کر دی تھی۔ ناگاہ اس شخص نے یہ بھید کسی سے کہہ دیا۔ سکندر کو اس کی خبر ملی۔ اس نے حکیم بلیناس سے مشورہ لیا کہ ایسے شخص کی کیا سزا ہے؟ جو کسی کا راز فاش کرے۔ حکیم نے کہا' ذرا واضح فرمایئے۔ سکندر نے قصہ بیان کیا۔ حکیم نے کہا "اے بادشاہ! اس شخص سے رنجیدہ نہ ہو' اپنے راز کو تم نے خود افشا کیا ہے۔ تم خود تو اس کے متحمل نہ ہو سکے' دوسرا کیسے ہو سکتا ہے؟"

سر خود را ہم تو محرم شو کہ محرم یافت نیست ہمدم خود باش تو زیرا کہ ہمدم یافت نیست

حکایت:۔ کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ کی مجلس میں ایک بزرگ کی بہت تعریف کی گئی۔ بادشاہ کو اشتیاق ہوا اور فرمان بھیج کر بلایا۔ وہ بزرگ جب مجلس میں آئے' انہوں نے سلام کے بعد کہا۔ "بادشاہ کی ہزاروں سال کی عمر ہو جیو۔" بادشاہ نے کہا۔ "آپ نے پہلے کلام ہی میں حماقت ظاہر کی' جو آپ جیسے بزرگ کے شایان نہ تھی۔ اس نے جواب دیا کہ آدمی کی حیات بقائے بدن پر موقوف نہیں ہے۔ لیکن نیک نام کی زندگی وفات کے بعد دوسری حیات ہے۔ میری غرض یہ تھی کہ آپ کا نام صفحہ دہر پر ہزاروں سال تک قائم رہے۔"

فضیلت اسلام

ہے کسی مذہب کی منت کش اگر عقل سلیم ہے وہ مذہب مذہب اسلام باللہ العظیم

حضور سرور کائنات ﷺ کی تعلیم کے مجموعے کا نام اسلام ہے۔ اسلام کا مطالعہ ہی نبی کریم کی سیرت کا مطالعہ ہے۔ اسلام کیا ہے؟

(1) وہ سیدھا راستہ دین ہے' جس کی عام فہم تعلیم ہر ایک کی سمجھ میں باسانی آجاتی ہے۔

(2) وہ صحیح اور فطرت کے مطابق پاکیزہ دین ہے' جس کی تصدیق صحت جملہ علوم سے ہوتی ہے۔

(3) اسلام وہ دین ہے جو انسان کی سرشت کو بیان کرتا ہے۔ اور ایسے اصول بتاتا ہے جن میں تبدیلی ناممکن ہے۔

(4) اسلام اللہ تعالیٰ کا وہ آخری پیغام ہے' جو ترقی یافتہ دنیا کی طرف روانہ کیا گیا۔

(5) اسلام وہ دین ہے' جو چین' سیام' انام' برما' سیلون' ہند' پاکستان' خراسان' سیستان' چین' تاتار' ترکستان' ایران' سائبیریا' روس' ترکی' یمن' حجاز' حضرموت' نجد' شام' فلسطین' مصر' افریقہ' سوڈان' ناٹال' فری سٹیٹ' ہرزیگونیا' طرابلس الغرب' کریٹ' مالٹا' فرانس' سپین' مراکو' الجزائر' تیونس وغیرہ ممالک میں بغیر کسی جدوجہد جنگ وجدال کے از خود پہنچا اور دین فطرت ہونے کی وجہ سے ہر ایک ملک کے باشندوں کے موافق آیا۔ ہر ایک جنگ

کے تمدن پر اس نے غلبہ پایا۔ ہر ایک ملک کے علوم وفنون کی سرپرستی فرمائی۔

(6) اسلام وہ دین ہے' جو انسان کو تہذیب نفس بھی سکھاتا ہے اور تدبیر عمل کا بھی ماہر بناتا ہے۔ وہ سیاسیات مدن کا استاد ہے۔

(7) اسلام ہی وہ دین ہے' جس میں تعصب کا نشان نہیں۔ پرانے مسلمان اور نو مسلم سب برابر ہیں۔

(8) اسلام ہی وہ دین ہے' جس کے اصول عیسائیوں' یہودیوں' صابیوں' بت پرستوں' منکروں' ملحدوں' متشککوں وہم پرستوں کے اصولوں پر غالب آئے۔

(9) اسلام ہی وہ دین ہے' جس نے دنیا میں کسی قوم یا کسی بشر کو اچھوت نہیں بنایا۔

(10) اسلام ہی وہ دین ہے' جہاں حسب ونسب کا عالی ہونا کسی انسان کے عالی ہونے کا سبب نہیں اور جہاں ذات گوت کا کمتر ہونا کسی شخص کے کمتر قرار دیئے جانے کا ذریعہ نہیں۔

(11) اسلام ہی وہ دین ہے' جو کالی گوری' زرد اور گندمی رنگتوں کی تفریق سے بہت بلند ہے۔

(12) اسلام ہی وہ دین ہے' جس کی زبان' لہجہ' یا لغت کی تخصیص سے بہت عالی ہے۔

(13) اسلام ہی وہ دین ہے' جو انسان کو ساری کائنات کا سردار بناتا ہے۔

(14) اسلام ہی وہ دین ہے' جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں ایک ذلیل دعاجز بندہ بننے کی تعلیم دیتا اور لازماً پنجگانہ عبادت روزانہ کو اہم ترین فریضہ ٹھہراتا ہے۔ جس کی مثال اور کسی مذہب میں نہیں ہے۔

(15) اسلام ہی وہ دین ہے' جو کسی مذہب کے بزرگ کی توہین ومذمت کو جرم قبیح قرار دیتا ہے۔

(16) اسلام ہی وہ دین ہے' جس نے تسلیم کیا ہے کہ ہر ایک ملک اور ہر قوم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہادی اور رہنما آتے رہے ہیں۔

(17) اسلام ہی وہ دین ہے' جس کا مقصد یہ ہے کہ تمام قوموں اور ملکوں کی جدائی کو دور کر کے سب کو متحد متفق بنا کر ان میں مساوات قائم کرے۔

(18) اسلام کے سوا آج تک کسی مذہب نے ساری قوموں اور ملکوں کو متحد بنانے کا کام اپنے ہاتھ نہ لیا۔

(19) اسلام وہ دین ہے' جو اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کے ذریعہ سید الرسل خاتم المعصومین پر اتارا اور آپؐ کے جانثار صحابہؓ نے اس کو دنیا بھر میں عملی طور پر پھیلایا۔

(20) اسلام کے پانچ ارکان ہیں' ان پر غور و فکر کی نظر ڈالو۔ ان ارکان میں بندے کا تعلق اللہ سے اور بندے کا تعلق اپنے برادران جنس کے ساتھ مضبوط و مستحکم کر دیا گیا ہے۔

(ا) کلمہ شہادت وہ معاہدہ ہے' جو شرائط بندگی اور اطاعت کی تعلیم دیتا ہے۔

(ب) نماز وہ عمل ہے' جو پاکیزگی و طہارت اور پابندی اوقات کے ساتھ ساتھ اجتماع قومی کے فوائد سکھلاتا' اخوت و موانست کو مستحکم کرتا' علم و عقل سیکھنے اور سکھانے کے مواقع مہیا کرتا اور ان سب خوبیوں کے علاوہ اپنے پیدا کرنے والے کی تعظیم و تکریم کا طریقہ سکھلاتا ہے۔ پوری تنظیم اسے کہتے ہیں' جس کے اظہار میں دل' زبان' اور جملہ جوارح متفق ہوں۔ نماز میں یہ سب باتیں جمع ہیں۔

(ج) روزہ وہ عمل ہے' جو تقویٰ نفس کشی اور جفاکشی کی تعلیم دیتا ہے۔ نادیدہ معبود کو حاضر و ناظر سمجھنا'

خواہشات کو خالق و مالک کی خوشنودی پر قربان کر دینا۔ اپنی پیاری چیزوں کو حکم الٰہی کے سامنے چھوڑ دینا' شکم کی بے پناہ غلامی سے آزادی و حریت روحانی کی غلامی اختیار کرنا۔

(د) زکوۃ کیا ہے؟ صاحب زکوۃ ایک ایسا نیک دل' رحم و فیاض انسان ہے جس کے مال میں ہر ایک غریب و مفلس اور نادار کا بھی تھوڑا بہت اندوختہ جمع ہوتا ہے۔ صاحب زکوۃ اپنے لیے نہیں' بلکہ قوم کے لیے کماتا ہے۔ اور قوم کے کسی فرد کو تنگ دست یا دیوالیہ نہیں ہونے دیتا۔ طالبان علم' مسافروں' درماندوں' غلاموں اور ناداروں کی حفاظت و حمایت کرنا زکوۃ ہی کا نام ہے۔

(ہ) حج کل دنیائے اسلام کو مرکز واحد پر جمع کرنے والا ہے۔ اختلاف ملک و زبان کو دور کر کے سب کو ایک جگہ جمع کر کے اتفاق و اتحاد سے مربوط و منسلک کر دیتا ہے۔ حج بہت بڑا دربار' بہت بڑی تجارتی منڈی' بہت بڑا بیت العلوم' بہت بڑا کلب' بہت بڑے تاریخی واقعات کی یادگار' بہت بڑا تجربہ آموز' بہت بڑے اکتشافات ارضی کا سبق آموز ہے۔

(و) جہاد اپنی قومی زندگی اور عزت و آبرو کو برقرار رکھنے کا نہایت ضروری لازمہ اور انتہائی موثر ذریعہ ہے جس کے بغیر حفاظت دین اور ترقی اسلام ناممکن ہے۔

ساری دنیا ان ارکان اور ان مقاصد و فوائد پر ذرا غور تو کرے۔ کسی مذہب کی کوئی کتاب یا کسی سلطنت کے آئین و ضوابط نے ظاہری و باطنی اور مادی و روحانی فوائد و اوصاف کا نظم و نسق اس سے بہتر طریق پر کیا ہے؟ یہ دین مبارک ہم کو اللہ تعالیٰ سے ملا ہے اور حضرت محمدؐ کے ذریعے سے ہم پر نازل ہوا ہے۔ کتنا پاک سیرت ہے' وہ ہادی ﷺ جس نے اس پاک مذہب کو ایسے بہترین پانچ ارکان پر مبنی فرمایا ہے۔

قرآن حکیم

یہ وہ کتاب مبارک ہے جو ہمارے آقا سیدنا محمدؐ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی' اس متبرک کتاب میں حالات پیشین شامل ہیں اور آئندہ زمانے کی خبر دینا خاص اللہ پاک کے کلام کی خصوصیت ہے۔ قرآن مجید اس کا نام ہے۔ قرآن کے معنی ہیں' بہت پڑھی جانے والی کتاب۔ اب غور سے دیکھو' وہ کون سی کتاب ہے۔ جسے کروڑوں اشخاص بلاناغہ ضرور پڑھ لیتے ہیں۔ یہ صفت اس کی ہر زمانے میں ہر وقت رہی اور رہے گی۔ دنیا میں اور بھی آسمانی کتابیں اتریں' لیکن ان کے وجود پر شک و شبہ کا بے حد غبار پڑا ہوا ہے۔ تاریخ ان کی اصلیت ثابت کرنے سے قاصر ہے۔ دنیا میں یہی ایک کتاب ہے۔ جس کا ایک ایک حرف اب تک بغیر کسی شک و شبہ اپنی صحت پر متفقہ طور پر قائم ہے' اس کی کروڑوں جلدیں تحریر میں آ چکی ہیں۔ اربوں نسخے مختلف ملکوں اور متفرق مطابع میں طبع ہو چکے ہیں۔ لاکھوں سینے حافظ رہے' حافظ ہیں اور حافظ رہیں گے۔ جن میں صحت کے ساتھ یہ کتاب بغیر کسی نقطے یا زیر و زبر کے فرق کے علیٰ الفاظہ موجود و محفوظ ہے۔

حضور سرور کائنات ﷺ ناخواندہ تھے۔ حضورؐ کا لقب امی ہے۔ امی کا صاحب کتاب ہونا' اتنا عجیب ہے کہ

عقل سلیم اس کے لاثانی طرز تحریر اور خوبی مضامین دیکھ کر دریائے حیرت میں غرق ہو جاتی ہے۔ یہ کتاب زبور کی طرح مجموعہ مناجات بھی ہے اور انجیل کی طرح ذخیرہ امثال بھی' توریت کی طرح یہ گنجینہ شریعت بھی ہے اور کتب دانیال و یسعیاہ کی طرح خزینہ اخبار مستقبل بھی ہے؎ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مزید بر آں اس کتاب میں تزکیہ نفس' تصفیہ قلب اور تنویر روح' نیز اخلاق انسانی کے جو اسرار و اصول بیان کئے گئے ہیں' وہ کسی دوسری آسمانی کتاب میں موجود نہیں۔

قرآن کریم جابجا اپنی تعلیم کی تائید میں مظاہر قدرت کو پیش کرتا ہے اور مظاہر قدرت کی توثیق و تصدیق علوم و تجارب سے کی جاتی ہے۔ اس کتاب میں علوم مابعد الطبعیہ جس قدر بیان کئے گئے ہیں' وہ کسی کتاب میں موجود نہیں۔ اس کتاب نے ملکوں اور قوموں کو جہالت سے نکالنے اور علوم سے بہرہ ور کرنے' تمدن کو بلند تر کرنے اور امن عامہ کو مضبوط بنانے میں جو کمال دکھلایا ہے' وہ بالکل بے نظیر و لاثانی اور لافانی ہے۔ اس کتاب نے جن زبردست دلائل سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کو ثابت کیا۔ اللہ کی توحید و تفرید کا سبق سکھلایا۔ اللہ کی کبریائی و عظمت کو دلوں میں قائم کیا۔ اس کا عشر عشیر نمونہ بھی کوئی دوسری کتاب واضح نہ کر سکی اور نہ کوئی اس کی ادبی خوبیوں کے مطابق ایک فقرہ بھی آج تک اس کے مقابلے میں تحریر کر سکا۔ ہرچند کہ دنیا بھر کے کفار نے اس قول کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ ایسی خوبیوں کی ایک سطر بھی بنا کر پیش کرنے سے عاجز رہے۔ اور آئندہ تاقیام دنیا عاجز رہیں گے۔ یہ ہے سب سے بڑا اور زبردست ثبوت اس کے کلام الٰہی ہونے کا' جس کی تردید کسی صورت سے نہیں ہو سکتی۔ کتاب کا اسلوب بیان نہایت اعلیٰ' الفاظ لفظی و معنوی اور ادبی عیب سے بالکل پاک ہیں۔ معانی بالکل اچھوتے اور ہدایت انسانی کے لئے نہایت ضروری ہیں۔

قرآن کی بے عیب زبان:۔ نہایت متعصب مترجم قرآن جارج سیل لکھتا ہے کہ قرآن بلاشبہ عربی زبان کی سب سے بہترین اور مستند کتاب ہے' کسی انسان کا علم ایسی معجزانہ کتاب نہیں لکھ سکتا' اور یہ مردوں کو زندہ کرنے سے بڑھا ہوا معجزہ ہے۔ ایک امی ناخواندہ محض کیوں کر ایسی بے عیب اور لاثانی طرز عبارت تحریر کر سکتا ہے۔

عرب:۔ کا مشہور شاعر جو جماعت کفار سے تعلق رکھتا تھا' شہر کے شور و شر' متعفن آب و ہوا اور عام لوگوں کی ناخوشگوار صحبت سے بچنے کے لئے پہاڑ کے ایک غار میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گیا تھا۔ کیونکہ یہ باتیں اس کے دل و دماغ پر برا اثر ڈالتی اور یکسوئی میں خلل انداز ہوتی تھیں۔ اس کے بہت شاگرد تھے۔ جو اپنا اپنا کلام بغیر اصلاح اس غار کے اندر ڈال آتے اور دوسرے روز وقت مقرر پر غار کے باہر سے اٹھا لاتے۔ ایک روز ایک شاگرد نے قرآن شریف کی اس آیت کو اپنا کلام ظاہر کر کے اس کا چوتھا مصرع بنانے کی درخواست کی۔ انا اعطینک الکوثر۔ فصل لربک وانحر۔ ان شانئک ھوالابتر۔ دوسرے روز جب وہ اپنا پرچہ واپس لایا تو اس میں چوتھے مصرع کی جگہ یہ درج تھا۔ "لیس ھذا قول البشر۔" یعنی یہ انسان کا کلام نہیں ہے۔

قرآن کا معجزہ:۔ مشہور متعصب پادری ریورینڈ جی ایم ایڈولفؔ لکھتا ہے "قرآن کریم کی تعلیم نے بت پرستی مٹائی۔ جنات اور مادیت کا شرک مٹایا۔ اللہ کی عبادت قائم کی۔ بچوں کے قتل کی رسم نیست و نابود کی۔ ام الخبائث شراب کو حرام مطلق ٹھہرایا' چوری' جوا' زناکاری اور قتل وغیرہ کی ایسی سخت سزائیں مقرر کیں کہ کوئی شخص ارتکاب جرم کی

جراءت ہی نہ کر سکے۔"

اسلام کو عیسائیت پر کیوں فوقیت ہے؟:۔ ریورنڈ میکسوئیل کنگ اپنے لیکچر میں لکھتا ہے۔"قرآن الہامات کا مجموعہ ہے۔ اس میں اسلام کے قوانین' اصول اور اخلاق کی تعلیم اور روزمرہ کے کاروبار کی نسبت صاف ہدایات ہیں۔ اس لحاظ سے اسلام کو عیسائیت پر فوقیت ہے کہ اس کی مذہبی تعلیم اور قانون علیحدہ چیزیں نہیں ہیں۔"

قرآن میں ملکی اور تمدنی نظام:۔ موسیو اوجین کلاخل نامور فرانسیسی فاضل لکھتا ہے کہ قرآن مذہبی قواعد اور احکام ہی کا مجموعہ نہیں' بلکہ اس میں اجتماعی اور سوشل احکام بھی ہیں جو انسانی زندگی کے لئے ہر حالت میں مفید ہیں۔

قرآن کی سچائی:۔ پروفیسر کارلائل لکھتا ہے۔"میرے نزدیک قرآن میں خلوص اور سچائی کا وصف ہر پہلو سے موجود ہے۔ اور یہ بالکل سچ اور کھلی نصیحت ہے۔ اور خوبی پیدا ہو سکتی ہے' تو اسی سے ہو سکتی ہے۔"

قرآن بے مثل ہے:۔ نامور مورخ ڈاکٹر گبن لکھتا ہے۔"قرآن وحدانیت کا سب سے بڑا گواہ ہے۔ ایک موحد فلسفی اگر کوئی مذہب قبول کر سکتا ہے' تو وہ اسلام ہی ہے۔ غرض سارے جہان میں قرآن کی نظیر نہیں مل سکتی ہے۔"

قرآن دیکھ کر عقل حیرت زدہ ہے:۔ کونٹ ہنری دی کاسٹری اپنی کتاب "اسلام" میں لکھتا ہے' قرآن کو دیکھ کر عقل حیرت میں آتی ہے کہ اس کا بے عیب ولاثانی کلام اس شخص کی زبان سے کیونکر ادا ہوا' جو محض امی تھا۔

اللہ اور بندوں کے حقوق:۔ مسٹر مرماڈیوک پکتھال نو مسلم لکھتے ہیں "قرآن ہی کے قوانین نے حقوق اللہ اور حقوق العباد پورے بتائے ہیں جس کو یہودیوں اور عیسائیوں نے بھی مان لیا ہے۔"

قرآن امن کا ضامن:۔ موسیو کاسٹن کارسنے اخبار "شکارو" میں لکھا ہے۔"زمین سے اگر حکومت قرآن جاتی رہے' تو دنیا میں امن کبھی قائم نہ رہ سکے۔"

قرآن محافظ صحت ہے:۔ ایکمی بولف نامور جرمن فاضل لکھتا ہے۔"قرآن نے صفائی' طہارت اور پاکبازی کی ایسی تعلیم دی ہے کہ اگر ان پر عمل کیا جائے' تو جراثیم سب کے سب ہلاک ہو جائیں۔"

ہمارے جان ومال' ہمارے مادرو پدر' ہماری آل واولاد ایسے شفیق رسول کریم ﷺ پر قربان ہوں جن کے ذریعہ سے ایسی پاک ومظہر العجائب کتاب ہم کو ملی۔ ﷺ

بے نظیر قربانی

(قریباً ایک صدی پیشتر کا سچا اور حیرت انگیز واقعہ)

پنجاب کا مشہور خونریز وجفا پیشہ ڈاکو ملنگی اپنی غارت گری کی مہیب داستانوں کے ذریعے بہت کچھ روشناس خلق ہو چکا ہے۔ اس کے گروہ کے تاخت وتاراج کا رخ جس طرف ہو جاتا تھا' اس رقبے کے باشندوں کی آنکھوں میں نیند حرام ہو جایا کرتی تھی' کیونکہ وہ علاقہ سورج غروب ہو جانے کے بعد سے فرنگی کی بجائے ملنگی کے زیر حکومت سمجھا جاتا تھا۔ اس واقعیت میں شاعریت کو بالکل دخل نہیں کہ پنجاب بھر کی آواز خلق پنجابی زبان کے شعراء کی ہمنوا

رہی ہے۔ ونے راج فرنگی دا تے راتیں راج ملنگی دا

ملنگی کے لشکر کی یلغار امن پسندوں کے لئے قہر الٰہی کی سطوت حاصل کر چکی تھی۔ اس کے دست ظلم نے بہت سی سہاگنوں کے سہاگ اجاڑے' ہزاروں ننھے ننھے معصوم بچوں سے سایہ پدری کو چھین کر یتیمی کی گود میں ڈالا۔ سینکڑوں گھروں کو اپنی سفاکی سے بے چراغ کر دیا۔ مختصر یہ کہ کچھ دنوں تک درندگی' بیدردی و جفاکاری نے ملنگی کا روپ دھارن کر لیا تھا۔ ملنگی کی دل ہلا دینے والی بھیانک تصویر تو یہ تھی۔

آؤ تمہیں اس تصویر کا دوسرا رخ بھی دکھائیں۔ پنجاب کی جس جیل میں اسے کیفر کردار کو پہنچایا گیا' اس کے اعلیٰ افسر نے راقم الحروف سے اس کی عبرت آموز و دل سوز داستان کو سناتے ہوئے بیان کیا ہے کہ "ملنگی اور اس کے ساتھیوں کو جس صبح پھانسی دی جانے والی تھی' ہم نے اسے وقت مقررہ سے پہلے اطلاع دی کہ "ملنگی کٹھن منزل آگئی ہے' اپنے آپ کو اس سفر کے لئے تیار کر لو۔" مگر اس جاں گداز اطلاع کا جواب جس بے نظیر شجاعت سے اس نے دیا' اس سے معلوم ہوتا تھا کہ ملنگی موت کو دوسرا معمولی خراش سے زیادہ وقعت نہیں دیتا۔"

وہ اپنے ایک انجام شریک ساتھی کو قرآن مجید کی تلاوت کرتے دیکھ کر للکارتے ہوئے بولا "کمبخت اب بھی قرآن پڑھنے سے باز نہیں آتا۔ تیری اس قرآن خوانی نے تو یہ دن دکھائے کہ میدان جنگ میں بہادروں کی طرح جان دینے کی بجائے ہم مجرموں کی حیثیت سے پھانسی کے تختے پر زندگی ختم کر رہے ہیں۔ چھوڑ اتو اب اس قرآن خوانی کو اور بہادری سے موت کا خیر مقدم کرنے کے لئے تیار ہو جا۔"

راوی کا بیان ہے کہ "میں نے ملنگی کے منہ سے قرآن مجید کے متعلق یہ گستاخانہ اور بے ادبانہ فقرے سن کر اسے ملامت کی کہ کمبخت مسلمان ہو کر قرآن مجید کو توہین کرتا ہے' اور پھر ایسے نازک ترین وقت اور زہرہ گداز ساعت میں تو بڑے سے بڑا بے دین اور برے سے برا ظالم بھی اللہ کی یاد کرتا ہے اور تو خود تو در کنار' دوسرے کو بھی آخری نیکی سے روکتا ہے۔"

ملنگی نے جواب دیا۔ "جناب! میں قرآن مجید کی توہین نہیں کر سکتا۔ میں نے اپنے اس ساتھی کے ایک واقعے کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اور وہ واقعہ یہ تھا کہ ہم گرفتاری سے پہلے جنگل میں ایک محفوظ مقام پر بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارا یہ ساتھی جو اس وقت قرآن مجید پڑھ رہا ہے۔ اس وقت بھی قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف و مشغول تھا۔"

"اچانک ہی ہمارے جاسوس نے پولیس کے آنے کی اطلاع دی۔ ہم سب بھاگنے کو تیار ہو گئے۔ ہم اس وقت بھاگ کھڑے ہوتے' تو کبھی گرفتار نہ ہو سکتے۔ لیکن ہمارے اس ساتھی نے کہا کہ جب تک قرآن مجید کا یہ پارہ ختم نہ کر لوں' تلاوت نہیں چھوڑ سکتا۔ ہم نے اس ظالم سے ہرچند کہا کہ پولیس کی دوڑ آ رہی ہے۔ اور ابھی اس میں اور ہم میں بڑا فاصلہ ہے۔ آؤ بھاگ کر کسی محفوظ مقام پر چلے جائیں۔ پھر تمام عمر آرام سے تلاوت قرآن مجید کرتے رہنا۔ مگر یہ ساتھی پارہ ختم کرنے سے پہلے ساتھ چلنے پر کسی طرح رضامند نہ ہوا۔"

"ہم جان چکے تھے کہ پولیس کی جمعیت سے ہم کسی طرح عہدہ برآ نہ ہو سکیں گے۔ ہماری اور پولیس کی مڈبھیڑ ہو گئی' تو اس کی گولیوں کا نشانہ بنیں گے یا پھر پھانسی کے تختے پر موت سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

"یہ سب کچھ تھا۔ موت ہمیں پھانسی اور گولیوں کے بھیس میں گھور رہی تھی۔"

"ایک طرف اس ساتھی کے ساتھ موت اور دوسری جانب زندگی کے نئے فرار' ان دو صورتوں میں سے

ہمیں کسی ایک کو انتخاب کرنا تھا۔ چنانچہ ہم نے اس دوست کے ساتھ مرنا گوارا کر لیا کہ جو شخص قرآن دوستی کے مقابلے میں اپنی جان کی پروا نہیں کرتا' ایسے دوست پر اپنی جان بھی قربان کر دینی چاہئے۔ لہٰذا اسے تنہا چھوڑ کر زندہ رہنا' ہمیں کسی طرح منظور نہ ہوا۔ کیونکہ دوستوں کے ساتھ ہی مرنے اور جینے کا کچھ لطف ہے۔"

میں نے یہ ساری کہانی یا سچا واقعہ ملنگی کے آخری فقروں کے لئے بیان کیا ہے کہ یہ داستان ہماری دیہاتی معاشرت میں روزمرہ کے واقعات کی حیثیت رکھتی ہے۔

ملنگی ایک ڈاکو' سفاک' جفاپیشہ' اور ستمگر درندہ' رحم کے نام سے ناآشنا' جور و جفا کا خوگر تھا۔ سچ ہے کہ اس کے بدن خاکی میں بہت سی گھناؤنی برائیاں موجود تھیں۔ لیکن ایثار' دوستی کا جو درخشاں کارنامہ عہد وفا کی استواری کی شکل میں اس نے دکھایا' وہ دوست داری کی تاریخ میں ہمیشہ جگمگاتا رہے گا ؎

ہندو ہیں بت پرست' مسلمان خدا پرست ہم پوجتے ہیں اس کو جو ہو آشنا پرست

یہ ہے وہ کیرکٹر جس کی نشوونما عموماً مشرقی فضاؤں میں ہوتی ہے۔ دانستہ طور پر اور بھیانک نتیجہ سے باخبر ہوتے ہوئے بھی چاہ مرگ میں کود جانا' ایسی بے نظیر قربانی ہے' جس پر حضرت امیر خسروؒ کا یہ شعر بخوبی صادق آتا ہے ؎

چوں زن ہندو کسے درہمت مردانہ نیست سوختن بر شمع مردہ کار ہر پروانہ نیست

حصول و استعمال دولت

دولت کمانے خرچ کرنے کے لئے ہے۔ جو اس سے نفرت کرتے ہیں' وہ بیوقوف ہیں اور جو کما کر کام میں نہیں لاتے وہ لئیم ہیں' دولت کو جمع کر کے چھوڑ جانے والا دنیا سے حسرت کے ساتھ جاتا ہے اور عاقبت میں روسیاہ ہو جاتا ہے۔

دین و دنیا کے سب عقدے دولت سے حل ہو سکتے ہیں۔ جس طرح زمین کے سب گڑھے پانی سے بھر جاتے ہیں' اسی طرح دولت سے بھی انسان کے سب عیب ڈھکے' مقصد پورے اور سب عقدے حل ہو جاتے ہیں۔ النقود تحل العقود

؎ عالم میں خیر ہوتی ہے' پیسے کے زور سے جنت کی سیر ہوتی ہے' پیسے کے زور سے

اے زر تو خدا نہیں' لیکن بخدا ستار عیوبی و قاضی الحاجاتی

غریبوں کے پھٹے پرانے کپڑے ذرا سی برائی کو بھی چھپنے نہیں دیتے۔ دولت مندوں کے سمور و قاقم بڑے بڑے گناہوں کو بھی چھپا دیتے ہیں۔ اور سونے کے ڈلے ان پر ملمع کرتے ہیں۔

روپیہ دل ہے' روپیہ دماغ ہے' روپیہ جان ہے' روپیہ محافظ ایمان ہے۔ جب روپیہ نہیں رہتا' تو ان میں کچھ بھی نہیں رہتا۔ کاد الفقر ان یکون کفرا۔ الفقر سواد الوجہ فی الدارین۔ تنگ دستی کفر کے قریب اور دونوں جہاں میں روسیاہی ہے ؎

بے زری ہا باعث آشوب صاحب ہمت است کیسہ خالی دہان اژدہا باشد مرا

روپیہ پری کو شیشے میں اتار لاتا ہے۔ دیو کو پنجرے میں بند کر لیتا ہے۔ سرکش مغرور کا سر جھکا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ خونی کو سزا سے بچا دیتا ہے۔ غرضیکہ پیسہ پاس ہے' تو شیرنی کا دودھ بھی خریدا جا سکتا ہے ؎

پیسے کے آگے کیا ہیں یہ محبوب خوش جمال — پیسہ پری کو لائے پرستان سے نکال
خوشی' راحت' مزا' آرام ہے' سب زر کے ہونے سے — یہ وہ نعمت ہے جس کی مانگ ہے یاں کونے کونے سے
میں سچ کہتا ہوں کہ شیطان سجدے میں گر پڑتا — بناتے خاک کے بدلے اگر آدم کو سونے سے

جوش و حشت میں کوہ و بیابان طے کرنا' سودائے زلف میں گریباں تار تار کرنا' الفت سیم براں میں اشک بار رہنا' سب بے سود ہے۔ زور زر سے ماہرویاں غلام بادام اور آہوان رم دیدہ بھی رام ہو جاتے ہیں ؎

زور زر سے ہو گیا وہ یار شعلہ بار سرد — کس قدر تاثیر میں ہے شربت "دینار" سرد
حسینوں کے گلے سے لگتی ہے زنجیر سونے کی — نظر آتی ہے کیا' چمکی ہوئی تقدیر سونے کی
یہ زر وہ چیز ہے' جو ہر جگہ ہے باعث شوکت — سنی ہے عالم بالا میں بھی تعمیر سونے کی!

سونا ہر ایک چیز میں سے گزر سکتا ہے۔ چاندی کی ڈھال' سب بلا دیوے ٹال۔

دولت کے بغیر آدمی نہ صرف تنگ حال رہتا ہے' بلکہ اس میں خیانت' بددیانتی' بے وفائی' بے حمیتی' بے حیائی وغیرہ بہت سے کمینے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثل ہے کہ ایمان سب سے بڑی دولت ہے۔ اور دولت سب سے بڑا ایمان ہے۔ افلاس ہمدردی اور فیاضی کے وسائل دور کر دیتا ہے اور بدی کے ساتھ مقابلہ کرنے کی قابلیت نہیں رہنے دیتا۔ جس کے پاس نہیں پیسا۔ وہ بھلا مانس کیسا۔ اشرفی والا اشراف ہے۔ جہاں روپیہ بولتا ہے' وہاں سب خاموش ہو جاتے ہیں۔ دولت تیرے تین نام دولو' دولا' دولت رام ؎

زمانہ امیروں کا وصاف ہے — اگر اشرفی ہے تو اشراف ہے

زر آزادی ہے۔ افلاس غلامی ہے۔ مثل مشہور ہے کہ خالی تھیلا سیدھا کھڑا نہیں ہو سکتا۔

مفلس اگر مجلس میں بات کرے تو گستاخ' چپ رہے تو بے وقوف' سچ کہے تو مفسد اور اگر عاجزی کرے تو خوشامدی کہلاتا ہے۔ بالفاظ دیگر مفلس کے تمام ہنر' عیوب اور نیکیاں بدی سے خالی رہ جاتی ہیں۔

مفلس کے دماغ میں بہت سی دانائیوں کا گلا گھٹ جاتا ہے۔ انسان کی قدر علم سے ہے' اور علم کی قدر مال سے ؎

زر دار بے وقوف بھی دانا میں ہو شمار — بے زر ہو عقلمند بھی سمجھیں اسے حمار!

ایک شخص کا بیان ہے کہ زمانہ امارت میں میرے باد فاسد (گوز) خارج کرنے کے وقت بھی میرے خوشامدی ہم نشین الحمد للہ کہا کرتے تھے۔ لیکن اب زمانہ افلاس میں وہی ہم نشین چھینک آنے پر بھی "لعنت اللہ" باواز بلند میرے سامنے کہنے سے نہیں جھجکتے اور میرا تمسخر اڑاتے ہیں۔

روپے کی عمر بہت زیادہ نہیں ہوتی' مگر ہم نے اسے کسی کے ہاتھوں پر مرتے نہیں دیکھا۔

غریبوں کے امیر اور امیروں کے غریب ہونے کا یہی ایک راز ہے کہ بھوک انہیں دولت جمع کرنا سکھلاتی ہے اور امیری انہیں برباد کرنے کے طریقے بتلاتی ہے۔

انسان شجاعت میں ہر چند کہ خالد زماں ہو' مگر احتیاج میں وہ ذال عاجز ہے ؎

چہ خوش گفت آں تہی دست سلحشور — جوے زر بہتر از پنجاہ من زور

دولت کے بغیر سحبان جیسا فصیح البیان بھی باقل جیسا عاجز الکلام ہے اور باقل دولت کے ساتھ سحبان ہے۔

ارسطو کا قول ہے کہ غربت انقلاب اور جرم کی ماں ہے۔

حضرت سلیمان کا قول ہے کہ حکمت تونگری کے ساتھ بیدار ہے اور درویشی اور فقیری کے ساتھ حالت خواب میں ؎

جنت بہ ہمت و جہنم بہ یسار بابودن یک زر دوجہاں درکف تست

گرداب مصائب میں سے دولت کی کشتی میں ہی بیٹھ کر پار اترا جا سکتا ہے۔

حریص چاہتا ہے کہ فریب و ظلم سے تمام دنیا کی دولت بیٹے کے لئے سمیٹ کر چھوڑ جائے اور بیٹا منتظر ہے کہ کب باپ وفات پائے اور مال و دولت پر قبضہ جمائے۔

جس دولت و حشمت میں اطمینان خاطر نہیں' اس سے وہ فاقہ مستی ہزار درجہ بہتر ہے' جس میں کہ سکون قلب ہو۔

امیروں کا یہ خیال کہ غریب مسرت و شادمانی کی دولت سے مالا مال ہیں' اتنا ہی احمقانہ ہے جتنا غریبوں کا یہ یقین کہ امیر خوش ہیں۔

مفلس کو افلاس سے جو تکالیف پہنچتی ہیں' دولت مندوں کو دولت کی حرص اس سے زیادہ تکالیف پہنچاتی ہے۔

شریفانہ اخراجات کا معیار مناسب ضروریات زندگی ہے' نہ کہ خواہشات نفسانی کی تکمیل' جس کا لازمی نتیجہ تنگ دستی ہے اور تنگ دستی دیوانگی ہے ؎

تنگ دستی فی الحقیقت مایہ دیوانگی ست بیداز بے حاصلی درباغ مجنوں گشتہ است

دولت مند بیوہ کے آنسو بہت جلد خشک ہو جاتے ہیں اور اس کا نصف سہاگ قائم رہتا ہے۔

چاندی کی کیل لوہے کے دروازے میں سوراخ کرتی ہے ؎ زر اگر بر سر فولاد نہی نرم شود

دولت ہونے سے آدمی اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اور دولت نہ ہونے سے لوگ اس کو بھول جاتے ہیں۔

دولت مند مفلسوں کو کھاتے ہیں اور دولت مندوں کو شیطان کھاتے ہیں۔ اس طرح دونوں کھائے جاتے ہیں۔

دولت مندی قوت بازو پر منحصر ہے' کیونکہ زور میں زر 2/3 حصہ شامل ہے ؎

دولت بغیر جنگ کسی کو نہیں ملی دیکھو کہ لفظ جنگ بھی مقلوب گنج ہے

ایک فضول خرچ مفلس قلاش نے کسی دولت مند شخص سے ایک مرتبہ کہا کہ "جناب! اس دنیا میں روپیہ تو بہت ہے۔ اگر اسے سب آدمیوں میں برابر برابر بانٹ دیا جائے' تو بڑی اچھی بات ہے۔ اس سے سب آرام و آرائش کی زندگی بسر کر سکیں گے۔ اور کوئی تکلیف میں نہ رہے گا۔" دولت مند نے کہا۔ "تمہارا یہ کہنا درست ہے۔ لیکن اگر ہر شخص تمہاری طرح فضول خرچ ہوا' تو تمام روپیہ مہینے میں ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد تم کیا کرو گے؟" فضول خرچ مفلس نے کہا۔ "جناب! پھر پہلے کی طرح بانٹ لیں گے اور ہمیشہ اسی طرح رہیں گے۔" دولت مند نے کہا "تمہاری عقل میں فتور ہے' اس کا علاج کراؤ۔"

جب دولت محو گفتگو ہوتی ہے' تو کوئی قطع کلامی نہیں کرتا۔

ناداری آزادی کی قاتل ہے۔ بے زری بے سری ہے۔ جس کے پاس زر نہیں وہ ہمیشہ سرنگوں رہے گا۔ زر ہے تو زر

ہے ورنہ خر ہے ؎

بے زر جہاں میں خالدؔ دوستاں ہے مثل مور | اور زر جو پاس ہے' تو نہیں احتیاج زور
جو کہ شیروں کو کرے روباہ مزاج | جان لے اے جان من ہے احتیاج
حوصلہ دنیا میں زر کے ساتھ ہے | قوت پرواز پر کے ساتھ ہے

ایک عیب بہت سے ہنروں میں پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ مگر افلاس کا عیب ایسا ہے کہ الٹا بہت سے ہنروں کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ یک مفلسی وصد عیب ؎

خاک بن جا' خوک بن جا' یا سگ مردار بن | جو تیری مرضی ہے بن جا' پر ذرا زر دار بن

جس انسان کے پیٹ میں روٹی' تن پر کپڑا اور رہنے کو مکان نہیں۔ اس سے روحانی' دماغی اور علمی ترقی کی امید رکھنا زمین شور میں سبزہ زار اگانا ہے۔ کیونکہ پیٹ سر کو مغلوب کر لیتا ہے ؎

زر زر ہے' غنچہ چمن کائنات کا | زر ناخدا ہے' کشتی بحر حیات کا

حق تو یہ ہے کہ مفلس شخص پانچوں ارکان اسلام میں سے کسی ایک رکن پر بھی پورے طور سے عامل نہیں ہو سکتا۔

(1) نماز میں حضور قلب اور جمعیت خاطر ہونا لازمی ہے۔ مفلس کو یہ دونوں باتیں کہاں نصیب' لہٰذا نماز کا پورا ثواب حاصل کرنے سے محروم رہتا ہے۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔ ؎

خداوند روزی بحق مشتغل | پراگندہ روزی پراگندہ دل

مثل ہے بھوکے بھجن نہ ہو۔ بھرے آتما تو سوجھے پرماتما ؎

دل میں ہو فکر نان' تو ذکر کہاں | دو خنجر اک میان میں سمائیں بھلا کہاں
شب چو عقد نماز بربندم | چہ خورد باماداد فرزندم

(2) روزہ کے لئے اچھی غذا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ خشک غذا کھا کر چند روز کے بعد روزہ رکھنا تو درکنار' اٹھنے کے قابل بھی نہ رہے گا۔ اس رکن پر بھی وہ پورے طور سے عمل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ روزی نہ ہو تو روزہ کہاں

(3) فریضہ حج سے مفلس قطعاً محروم رہتا ہے۔ بلکہ وہ اپنے حاجت روا کو حج اکبر کے ثواب کی دعوت دیتا ہے۔

(4) ثواب زکوٰۃ کو مفلس مطلقاً حاصل نہیں کر سکتا' بلکہ خود مستحق زکوٰۃ ہو جاتا ہے۔

(5) جہاد میں شامل ہونے کے لئے بھی اہل و عیال کے لئے سال چھ مہینے کا گزارے کے لائق چھوڑ جانا ضروری ہے۔ مفلس اس سے بھی محروم رہتا ہے۔

گویا پانچ ارکان اسلام میں سے آخری تین تو اس کے حصے میں بالکل ہی نہیں آتے۔ پہلے دو ارکان پر بھی برائے نام عمل کر سکتا ہے۔ جس کی تشریح کر دی گئی ہے۔ غرضیکہ لا رجال الا بالمال۔

بالفاظ دیگر دولت دنیا نہ ہونے کی وجہ سے' مفلس دولت دین بھی حاصل نہیں کر سکتا ؎

دنیا نہ ہو تو دین کی رونق کہاں سے ہو | اعلائے شان قادر مطلق کہاں سے ہو
خالی شکم سے نعرہ ہو حق کہاں سے ہو | مصدر ہی جب نہ ہووے تو مشتق کہاں سے ہو
مفلس کہ جس غریب کی دنیا نہیں درست | مشکل کہ اس کے ہاتھ سے ہو کار دیں درست

انسان کی کل خوشیوں کا خون کرنے والی ایک مفلسی ہے۔ یہ کمبخت اسے کسی کار خیر میں حصہ لینے کے قابل نہیں چھوڑتی۔ بلکہ بتیرے جرموں کے ارتکاب پر مجبور کرتی ہے اور پانچوں ارکان اسلام پر عمل پیرا ہونے کی بجائے پانچوں شرعی عیب پیدا کرتی ہے ؎

عہد بد' جھوٹ' دغابازی' فریب اور چوری پانچوں عیب اس میں ہیں اے اہل فراست! سمجھو

ناجائز ذریعے سے کمائی ہوئی کوڑی' محنت اور دیانت سے کمائی ہوئی اشرفی کو لے ڈوبتی ہے۔

دانا اسی چیز سے دولت حاصل کرلیتا ہے' جسے نادان بے پروائی سے نظرانداز کرجاتا ہے' شہد کی مکھی انہیں پھولوں سے شہد حاصل کرلیتی ہے' جن سے مکڑی زہر۔

جس شخص نے امانت میں خیانت کی ہو یا قرض سے سبکدوشی نہ پائی ہو' اس کی خیرات ثواب حاصل نہیں کرسکتی۔

مال و دولت کے بغیر' عقل و رائے ایک خیال و فسوں ہے۔ مال و دولت بغیر عقل و رائی کے جہالت و جنوں۔

ایک امیر شخص کا قول ہے کہ مجھے کروڑوں ڈالر کمانے میں اتنی تکلیف تمام عمر میں نہیں ہوئی' جتنی پہلا ہزار ڈالر کمانے میں ہوئی۔ اس کے بعد روپے کو روپیہ کھینچتا رہا۔

بے ہنر روپیہ حاصل نہیں کرسکتا۔ بدانتظام کے پاس نہیں رہ سکتا۔ روپیہ کمانے کی نسبت اس کے بچانے کا فن بہت مشکل ہے۔

؎ براحوال آنکس بباید گریست کہ آمد بود نوزدہ' خرچ بیست

مال کا جمع کرنا گویا کسی بہت بڑے پتھر کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جانا اور خرچ کرنا ایسا ہے گویا اس پتھر کو لڑھکا دیں ؎

بیس آمد پہ اگر ایک بھی بچت کر لو اس گئے گزرے زمانے میں غنیمت سمجھو
بیس مدخل ہو اگر بیس ہی خرچ بھی ہو خود کو اک روز گرفتار مصیبت سمجھو
بین آمد پر اگر خرچ میں پائی بھی بڑھی پھر مقام اپنا یہاں قعر مذلت سمجھو

جو شخص کماتا ہے' مگر بچانا نہیں جانتا' وہ بیل ہے جس کی کمائی سے غیر فائدہ اٹھاتے ہیں۔

انتظام اور سلیقہ سے روپے کا خرچ کرنا بڑی بھاری نفس کشی ہے۔

بدسلیقہ امیر اور منتظم غریب میں یہی فرق ہے کہ وہ دولت کو کہتا ہے "جا" اور یہ کہتا ہے "آ"

جو شخص روپے کو خواہشات نفسانی پورا کرنے میں صرف کرتا ہے' وہ نفس پرست ہے۔ جو شہرت و ناموری میں خرچ کرتا ہے' وہ دنیا پرست ہے۔ جو اپنی یا غیروں کی بھلائی میں لگاتا ہے۔ وہ اللہ پرست ہے۔ آپ کے کفن میں کوئی جیب نہ ہوگی ؎

وہ انساں ہے اوروں کو لے جو سمیٹ کہ کتا بھی اپنا تو بھرتا ہے پیٹ

دولت انسان کو تباہ نہیں کرتی' بلکہ دولت کا برا استعمال تباہ کردیتا ہے۔

عزت کو بیچ کر دولت کمانا انتہائی ذلت ہے' کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

لت خوردن از تمنائے دولت برائے چہ خواری کشیدن از پے راحت برائے چہ
مطلب اگر گزشتن عمراست درخوشی بگذرد مطلب ایں ہمہ زحمت برائے چہ

دولت و علم فیض رسانئ خلائق کے لئے ہے' نہ کہ رکھ چھوڑنے یا کسی کو برباد کرنے کے لئے۔

مفلس ناداری کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اس لئے انہیں کوئی تکلیف معلوم نہیں ہوتی۔ مگر دولت مند ذرا سامان تعیش کے نہ ہونے سے چلا اٹھتے ہیں۔ ع کھائیں تو گھی سے ورنہ جائیں جی سے۔

غریب امیروں کی نعمتوں سے محروم ہیں' تو رات دن کے جھگڑوں اور پریشانیوں سے بھی تو محفوظ ہیں' اگر انہیں وہ مسالے دار' خوش ذائقہ' مرغن و مجرب کھانے میسر نہیں ہوتے' تو طرح طرح کی نت نئی بیماریاں بھی انہیں نہیں ستاتیں۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ دنیا میں دولت مند ہی زیادہ حاجت مند اور شاکی پائے جاتے ہیں۔ اور ہوش زر سے انہیں کبھی آرام چین نہیں ملتا ؎

گدا گر میسر شود نان شام | چناں خوش بخسپد چو سلطان شام
گدارا کند دود رہم سیم سیر | سکندر بہ نصف جہاں نیم سیر
آں کہ غنی تراند محتاج تراند | کوٹھے والا روئے' چھپر والا سوئے

جو انسان بے زری کے باعث اپنی ضروریات زندگی کے حصول سے قاصر ہے' ایک مردہ سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ مردے کو کسی چیز کی حاجت نہیں اور زندہ کے لئے کچھ چاہئے۔

غریب و امیر' زندگی تو سب کی بسر ہو جاتی ہے۔ لیکن ہر دو کی بسر اوقات میں دن اور رات بلکہ زمین و آسمان کا فرق ہے کیونکہ دنیا میں کسی خوبی کی بھی دولت سے زیادہ قدر نہیں ہوتی ؎

یہ فرق زر دار و بے زر کا مقام غور ہے | شیر قالین اور ہے' شیر نیستاں اور ہے
ڈرتا رہ افلاس سے گر مرد حق آگاہ ہے | کفر کی منزل کو گویا فقر سیدھی راہ ہے

نیکوں کی کمائی کنبے کی پرورش اور قومی مصالح میں صرف ہوتی ہے۔ اور بدوں کی کمائی عیاشی اور ملک کی بربادی میں۔ سچ ہے ؎

جس کے ہاتھ آیا خزانہ' قصد رکھتا ہے یہی | مثل فوارہ جہاں میں سر اٹھایا چاہیے
نشہ دولت کا بد اطوار کو جس آن چڑھا | سر پہ شیطان کے اک اور بھی شیطان چڑھا

غیر ضروری چیزوں کا خریدار ایک نہ ایک دن گھر کا ضروری سامان بھی بیچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

دنیا کے سفر میں اصلی ضروریات اور نفسانی خواہشات میں تمیز کر کے قدم رکھو۔

بچایا ہوا روپیہ خواہ کتنا ہی تھوڑا کیوں نہ ہو' کئی تر آنکھوں کو پونچھتا ہے۔ ہوت کی جوت ہے۔

امیر دکھائی دینے کی خواہش امیر بننے کی سد راہ ہے۔

مانچسٹر کی پیل پارک میں ایک لوح مزار پر یہ عبارت کندہ ہے "میری امیری' جائداد و مقبوضات کی کثرت سے نہ تھی بلکہ ضروریات کے قلیل اور محدود ہونے سے ہے۔"

ہماری زندگی کی نصف سے زیادہ تکالیف و مصائب اس خیال کی وجہ سے ہیں کہ "ہمیں لوگ کیا کہیں گے۔"

جو شخص آمدنی کی تہائی سے زیادہ خرچ نہیں کرتا' وہ خوش نصیب ہے۔ اور جو نصف خرچ کرتا ہے' وہ کفایت شعار

ہے۔ مگر نصف سے زیادہ خرچ کرنے والا فضول خرچ اور بے نصیب ہے۔

زر دو سفید (سونا و چاندی) سیاہ روز کے لئے ہے۔

امیری دولت کو سمیٹنے سے حاصل نہیں ہو سکتی 'بلکہ ضروریات کو گھٹانے اور کفایت شعاری کو مد نظر رکھنے سے ؎

گر ضرورت ہو کوئی گھر میں تو بازار کو جا   جا کے بازار میں کر لے نہ ضرورت پیدا

جس شخص کو مالدار بننا مقصود ہو 'اسے چاہیے کہ پہلے اپنی بیوی سے پوچھ لے۔

باورچی خانے کی فضول خرچی مفلسی کی دعوت اور مفلسی بد معاشی کا آغاز ہے۔

حساب کرو کوڑی تک کا 'بخش دو چاہے لاکھ ٹکا ؎

ایک مسرف نے یہ ممسک سے کہا   کب تک اے ناداں یہ حب مال و زر

تو جو یوں رکھتا ہے دولت کو جوڑ جوڑ   ہے سدا دنیا ہی میں رہنا مگر؟

ہنس کے ممسک نے کہا اے سادہ لوح!   زر لٹانا رائگاں اور اس قدر

آج ہی گویا نصیب دشمناں   آپ کا دنیا سے ہے عزم سفر

انسان کا حوصلہ پست کرنے والی کمر توڑنے والی دنیا میں کوئی چیز افلاس سے بڑھ کر نہیں۔ عزم کا استحکام اور ارادے کی استواری کھوئی جاتی ہے۔ دماغی شگفتگی آشفتگی کی نذر ہو جاتی ہے۔ پیٹ دل و دماغ کو مغلوب کر لیتا ہے۔ غرض "الفقر سواد الوجه فی الدارین" تنگ دستی ہر دو جہاں میں باعث روسیاہی ہے۔ لہٰذا اے عزیز! کوشش کر تا رہ کہ گرفتار افلاس نہ ہو۔ بے زر اگر اولاد رسول ہے 'تو بھی جہاں میں نامقبول ہے۔

کفایت شعاری انسان کا طبعی وصف نہیں ہے 'بلکہ اکتسابی ہے جو علم 'عقل 'دور اندیشی اور چال چلن کی درستی سے حاصل ہوتا ہے ؎

کفایت غریبوں کی ٹکسال ہے   جو مسرف ہے آخر وہ کنگال ہے

سموئیل کہتا ہے کفایت شعاری کے لئے کوئی بڑی دلیری یا غیر معمولی طاقت درکار نہیں۔ بلکہ یہ نفس پر تھوڑا سا قابو پانے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ تونگری ہو یا کم از کم افلاس کی لعنت سے بچا رہے گا۔

امیر ہو کر مغرور نہ ہونا آسان ہے۔ لیکن غریب ہو کر واویلا نہ کرنا مشکل ہے۔

دولت کی دیوی بہادر کے پاس اس واسطے نہیں آتی کہ اسے ہر وقت بیوہ ہونے کا خطرہ لگا رہتا ہے۔ فضول خرچ کے پاس اس لئے نہیں آتی ہے کہ وہ اس کی قدر نہیں کرتا۔ بخیل کے پاس اس لئے نہیں آتی کہ وہ اسے ہوا نہیں لگنے دیتا۔ پس ان سب کو چھوڑ کر کفایت شعار کے پاس رہتی ہے۔ جہاں ہر طرح سے اس کی عزت ہوتی ہے۔

فضول خرچ کی جوانی کا زمانہ عیاشی اور اوباشی میں گزرتا ہے۔ خانہ داری کا زمانہ پریشانی اور تنگ دستی میں اور بڑھاپا ماتم اور مایوسی میں ؎

عشرت و عیش و کامرانی کب تک   عشرت بھی ہوئی تو نوجوانی کب تک

ہو یہ اگر قیام دولت ہے محال   دولت بھی ہوئی تو زندگانی کب تک

دولت ہمیں اللہ کے روبرو سرخ رو کرتی ہے۔ اگر ہم اسے ایسے کاموں میں لگائیں، جن سے اللہ کی مخلوق کا بھلا ہو۔

کیجئے غور دولت بھی پیمبر ہے امیر | کہ کریموں کو اللہ سے یہ ملا دیتی ہے

روپیہ انسان کا بہترین خادم اور بدترین آقا ہے۔ بدترین آقا اس صورت میں ہے، جب کہ قرض دار ہو۔

قرض ایک قفس ہے، جس میں داخل ہونا، تو آسان ہے لیکن اس سے باہر نکلنا مشکل ہے۔

قرض لے کر کشتی کے ذریعے پار اترنا دریا میں ڈوب مرنے سے بھی بدتر ہے۔ بھوک نعمت، قرض قیامت۔

فضول خرچی کا لازمی نتیجہ قرض ہے اور قرض وہ بلا ہے جس کے ذریعے دولت مند قرض داروں کو غلامی کی زنجیروں میں اس طرح جکڑ لیتا ہے کہ اسے کے نیچے سے رہائی پانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ مقروض انسان سے وہ تمام صفات حمیدہ مفقود ہو جاتی ہیں، جو انسان کا طرہ امتیاز ہیں۔ نہ اس میں خودداری باقی رہتی ہے، اور نہ ترقی کرنے کے لئے افراد کے دل ابھر سکتے ہیں۔ صداقت اور ایفائے عہد کے پاک اوصاف اس سے چھن جاتے ہیں۔

سوائے گناہ کے اور کوئی شے کسی نوجوان کی ترقی میں اتنی سنگ راہ نہیں ہوتی، جتنا قرض۔

دولت کی ہیں دولتاں، تلسی، نشچہ، کین | آوت تو اندھا کرے جاوت کرے مست ہین

مطلب:۔ دولت کی دو عادتیں ہیں۔ تلسی یقین جان لے کہ جب آتی ہے تو آدمی کو اندھا کر دیتی ہے اور جب جاتی ہے، تو بیوقوف بنا دیتی ہے۔ دولت اور عقل کبھی ہم سفر نہیں ہوتے۔

ایک پائی کا ضائع ہونا کچھ نہیں سمجھا جاتا۔ مگر یاد رہے کہ اس چھوٹے سے تانبے کے ٹکڑے کی دیا سلائیاں انسان کے گھر کو مہینہ بھر روشن کر سکتی ہیں۔

بچت کرنے والے جانتے ہیں کہ آشیانے میں ایک تنکا اور بڑھانے سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔

پائی روپے کا بیج ہے اور روپیہ خزانے کا۔ خزانے سے انسان آرام، آزادی، سلطنت بلکہ اللہ کو حاصل کر سکتا ہے۔

ہر گل زبان برگ سے کہتا ہے باغ میں | انسان کیا نبات کو زر کی احتیاج
جیسا پیسا گانٹھ کا ویسا میت نہ کوئے | جس جا گٹھڑی کھولیے سب کوئی اپنا ہوئے

پیسوں کو احتیاط سے خرچ کرو، روپے اپنا خیال آپ رکھیں گے۔ باندھ کیسہ کھا ہریسہ۔

بخیل دولت کی پرستش کرتا ہے۔ مگر کفایت شعار اس سے اپنی پرستش کرواتا ہے۔

کفایت شعاری کو بخل سے کچھ تعلق نہیں۔ وہ دور اندیشی کی بیٹی۔ پرہیزگاری کی بہن اور آزادی کی ماں ہے اور بخل آسودہ حالی کا دشمن اور رذلت و رسوائی کا دوست ہے۔

دولت ضرورتوں کے رفع کرنے کی چیز ہے۔ پس جو دولت مند یہ دیکھتے ہوئے کہ لاکھوں غریب ایک ایک ٹکڑے کے محتاج ہیں۔ روپے کو اندر دبا کر رکھتے ہیں۔ وہ گنہگار اور اللہ کے نافرمان بندے ہیں۔

دولت وہی ہے جس سے کہ ہو فیض خاص و عام | کس کام کے جو بحر میں گوہر بہت سے ہیں
ہمدرد بن کے درد نہ بانٹا تو کیا جیئے | کچھ درد دل بھی چاہیے انسان کے لئے
مرنا بھلا ہے اس کا جو اپنے لئے جیئے | جیتا ہے وہ جو مرچکا ہو غیر کے لئے

دولت کے نقصانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جوں جوں آپ بوڑھے ہوتے جائیں گے' زیادہ سے زیادہ لوگ آپ کی زندگی سے زیادہ آپ کی موت کی خواہش کریں گے۔

دولت بہت سے لوگوں کی بچائی ہوئی پونجی ایک شخص کے ہاتھ لگ جانے کو کہتے ہیں۔

لوگوں میں قدرتی غیر ہمواری سے دولت کا مخصوص جگہوں پر جمع ہو جانا ناگزیر ہے۔

اگر قدرت کے نزدیک دولت قابل قدر چیز ہوتی' تو یہ ایسے بد معاشوں کو ہرگز نہ ملتی۔

دولت سے بڑھ کر کوئی چیز ایسی نہیں' جو انسان کو آزادانہ' شریفانہ طور پر زندگی بسر کرنے سے روک سکتی ہو۔

کوئی شخص ان چیزوں کے تناسب سے دولت مند ہوتا ہے' جنہیں وہ چھوڑ سکتا یا جن کے بغیر وہ گزارہ کر سکتا ہے۔

"میدان دولت" کے ہیرے تسبیح کے دانوں کی مانند ہیں' ایک لڑھکتا ہے' تو دوسرے بھی اس کا تعاقب کرتے ہیں۔

تمام دنیا میں گھوم کر دیکھ لو۔ مفلس کے لئے کوئی دروازہ بھی کھلا نہیں ہے۔

دولت حرام و حلال کا چھرا ہے' اس کو سمجھ کر استعمال کرو۔

سونے کی کنجی تمام اقسام کے قفل کھولنے پر قادر ہے۔

دولت چھٹی حس ہے' جس کے بغیر تمام حواس خمسہ کمزور ہیں۔

روپیہ بڑے سے بڑے حاکم کے سفارشی خط سے زیادہ کام کرتا ہے۔ زر کار کند۔ مرد لاف زند ~

ناتا کے میرا پوت سپوتا بہن کے میرا بھیا   نار کہے میرے سر کا سائیں سب سے بھلا روپیہ

طبقہ امراء اس وجہ سے قابل مذمت و لائق نفرت ہے کہ وہ حصول دولت میں تو ہر قسم کے مظالم و ناجائز ذرائع سے دریغ نہیں کرتے۔ لیکن استعمال دولت میں فرض زکوۃ تک ادا نہیں ہو سکتا۔ خیرات تو در کنار مفلس و محتاج سے بات تک نہیں کرتے ~

نقد جاں کیسہ قالب سے جو نکلے نکلے   دیکھ ممسک کہیں تھیلی سے نہ ہو زر باہر

کفایت شعاری عیب نہیں۔ لیکن یہ بخل کے درجے تک نہ پہنچ جائے۔ روپے کا مناسب استعمال برا نہیں۔ لیکن یہ فضول خرچی کی حد میں نہ آ جائے۔

تیشہ نہ بنو' جو سب کچھ اپنے آگے ڈالتے جاؤ۔ رندہ بھی نہ بنو' جو سب کچھ باہر نکالتے چلو' بلکہ آرہ بنو۔ کچھ آگے ڈالو اور کچھ باہر نکالو۔ یعنی خود بھی کھاؤ پیو اور محتاجوں اور غریبوں کو بھی فائدہ پہنچاؤ۔ دوہا

کھایا جائے سو کھائے لے' سود یہہ   ان دونوں سے جو بچے اس کو جانو کیمہ

معمولی معمولی فضولی خرچیوں سے بچتے رہو۔ چھوٹا سا سوراخ بڑے سے بڑے جہاز کو ڈبو دیتا ہے۔

کفایت شعاری بخل اور اسراف کے بین بین چلنے کا نام ہے۔ موقع پر صرف نہ کرنا بخل اور بے ضرورت صرف کرنا اسراف ہے۔

بنک کے مختصر سے حساب سے بڑھ کر کوئی چیز آرام دہ نہیں۔ طویل حساب خطرے کا موجب ہوتا ہے۔

کفایت شعاری رحمت الہی اور فضول خرچی قہر ایزدی ہے۔ بخیل خود غرضی اور فضول خرچ نفس پرستی کا مجرم ہے۔

بخیل اور مسرف ہیں محروم دونوں کہ دولت کو کرتے ہیں معدوم دونوں

روپیہ سے بے انتہا محبت رکھنی اور اس کی پرستش کرنا تمام برائیوں سے زیادہ خطرناک ہے۔ روپیہ ضروریات زندگی کے رفع کرنے کی چیز ہے' نہ کہ اس کی پرستش کی جائے۔ اس شخص سے بڑھ کر دنیا میں کوئی بدنصیب نہ ہوگا' جو روپیہ کما کر اس سے خدمت نہ لے۔ روپیہ گاڑیا داب رکھنے کی چیز نہیں۔ اگر وہ صرف اس لئے ہوتا' تو اینٹ پتھر سے زیادہ اس کی وقعت نہ ہوتی۔ روپیہ خانگی ضروریات رفع کرنے کے علاوہ بنی نوع انسان کے دائرہ مسرت کو بھی وسیع کرتا ہے۔ اور اس کے لئے رحمت و برکت اور خیرات کا موجب ہے۔ بشرطیکہ اس کا جائز استعمال کیا جائے۔ حضرت علیؓ کے ہاتھ میں درم ہوتا' تو فرماتے۔ افسوس کہ میرے پاس سے جائے بغیر تو مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

بچپن میں' میں یہ سوچا کرتا تھا کہ دولت زندگی میں بے حد اہمیت رکھتی ہے۔ اب میں بوڑھا ہوں اور میرا خیال یقین میں بدل گیا ہے۔ (آسکر وائلڈ) شکم پرست اپنی قبر اپنے دانتوں سے کھودتا ہے۔

نمائشی فضول خرچ انسان مور کی مانند ہے کہ دم بڑھاتا اور بازو گھٹاتا ہے۔

جس خاندان میں پیدائش سے زیادہ موت اور جس گھر میں آمدنی سے زیادہ خرچ ہو' سمجھو کہ اس کا خاتمہ ہوچکا ہے

جو تھوڑا ملا ہے' تو سارا نہ چکھ کہ تھوڑا سا کھا اور تھوڑا سا رکھ

مفلس کی خوشی بھی آلائشوں سے خالی نہیں ہوتی ہے ماتم زدہ را عید بود ماتم دیگر

دولت محنت سے حاصل ہوتی' کفایت شعاری سے قائم رہتی اور کوشش و استقلال سے بڑھتی ہے

نابردہ رنج گنج میسر نمی شود مزد آں گرفت جان بر اور اکہ کار کرد

اس بات کا فیصلہ کہ آیا تم امیر بنو گے یا غریب۔ یہ بات نہیں کر سکتی کہ تم کتنا کماتے ہو' بلکہ یہ کہ تم کتنا خرچ کرتے ہو۔

دیار دولت میں تمام لوگ ہم مذہب ہیں۔

دو خواتین ایک امیر آدمی کے پاس خیرات کے کام کے لئے چندہ مانگنے گئیں۔ وہ اس وقت دو موم بتیوں کی روشنی میں لکھ رہا تھا۔ جونہی وہ کمرے میں داخل ہوئیں۔ اس نے ایک موم بتی بجھادی۔ خواتین نے اس کی یہ حرکت دیکھی' تو وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگیں کہ ایسے آدمی سے انہیں کچھ وصول نہ ہوگا' مگر جب انہوں نے اپیل کی تو اس نے بیس اشرفیاں بطور چندہ کے دیں۔ ایک خاتون نے اس سے کہا "میں آپ سے چندہ لے کر خوش بھی ہوئی ہوں اور حیران بھی۔ کیونکہ مجھے آپ سے ایک کوڑی بھی ملنے کی توقع نہ تھی۔" امیر نے پوچھا کیوں؟ انہوں نے کہا۔ "آپ نے ہماری آمد پر جو بتی بجھادی' تو ہم نے خیال کیا کہ یہاں سے ہمیں کچھ وصول نہ ہوگا" اس نے کہا "یہی سبب ہے کہ میں آپ کو اتنی رقم خیرات کے طور پر دینے کے قابل ہوگیا ہوں۔ میں کفایت شعاری پر عمل پیرا ہونے سے روپیہ بچاتا ہوں' تاکہ نیک کاموں میں صرف کرسکوں۔ باتیں کرنے کے لئے ایک ہی موم بتی کی روشنی کافی ہے۔"

قرض و افلاس کی ترشی فضول خرچ کے سارے نشے اتار دیتی ہے۔ المقروض مذبوح ہے

یہ ضرب المثل عالم اک کہہ گیا ہے لیا مول غم' قرض جس نے لیا ہے

پیسہ دو پیسہ کو معمولی خیال نہ کرو ہے

قطرہ قطرہ ہے پانی دریا میں دانہ دانہ ہے غلہ خرمن میں

روپے کی خواہش میں عمر گزارنے والا ایک شرابی سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ وہ نشے کی حالت میں تو سرور حاصل کر لیتا ہے اور اسے کسی وقت بھی آرام نہیں ملتا ؎

ممکن نہیں بغیر قناعت فراغ دل ہر چند تودہ تودہ تجھے سیم و زر ملے

غریبو! عیاشی اور خود غرضی میں پھنسے ہوئے امیروں سے تم کیوں اپنے تئیں چھوٹا خیال کرتے ہو؟ مانا کہ تم محتاج ہو۔ لیکن شکر کرو کہ ان کی طرح گنہگار تو نہیں ہو۔

وہ پہاڑ کھودا جاتا ہے' جس کے اندر زر ہو۔ وہ انسان تباہ کیا جاتا ہے' جس کے پاس دفینہ ہو۔

بہت کم لوگ ہیں' جو معاملات دولت میں ٹھیک اترتے ہیں۔ اور بہت کم لوگ ہیں جو دولت مل جانے پر اعتدال کو قائم رکھ سکتے ہیں ؎

کسوٹی نے زر ہی کو پہچان کی مگر زر کسوٹی ہے انسان کی

دولت میں راحت نہیں' جاہ و حشمت میں راحت نہیں' بلکہ سچی راحت اس میں ہے کہ انسان ناداری اور بے سروسامانی کی حالت میں انتشار و پریشانی کو دل میں راہ نہ دے ؎

جب چشم آز پھوٹ گئی' سب خلش مٹی اب سنگریزہ ہاتھ لگے یا گہر ملے

انسانی زندگی باوجود مقدرت کے اگر محتاجوں کے اٹھانے میں صرف نہیں ہوتی تو کس کام کی ؎

شخصے کہ ازو فائدہ دنیاو نے دین است بگریز ازو گرچہ شہہ روئے زمین است

تم درخت نہیں ہو کہ اپنا پھل اپنے ہی پاؤں میں گراؤ۔ اینٹ پتھر کھا کر کسی کو دو۔ تمہاری کمائی سے بغیر مانگے محتاجوں کو فیض ہونا چاہیے ؎

دوردستاں را باحسان یاد کردن ہمت است ورنہ ہر نخلے بپائے خودثمری افگند

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ "جس دوست سے تمہیں کوئی مالی یا جسمانی' اخلاقی یا روحانی فائدہ نہیں پہنچتا' وہ عملاً اور عقلاً دشمن کے قریب قریب ہے۔

ایک شخص کے کسی دوست نے جا کر سو روپے کی ضرورت ظاہر کی۔ یہ سن کر وہ دوست رونے لگ گیا۔ اس کی بیوی نے کہا۔ "بڑے شرم کی بات ہے کہ تم اپنے دوست کی ادنیٰ سے ضرورت بھی پوری نہیں کر سکتے اور رونے لگ گئے۔ حالانکہ تمہارے پاس کافی مال ہے۔" اس نے کہا۔ "میں تو اس لئے روتا ہوں کہ اپنے دوست کی صورت حال اور ضروریات مبلغت کا خود ہی اندازہ کیوں نہ لگا لیا کہ اسے اظہار احتیاج کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ چنانچہ اس نے اپنے دوست کو کافی روپیہ دے کر معذرت بھی چاہی کہ میں اپنے فرائض دوستی سے غافل و بے خبر رہا۔

ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا' اگرچہ بہترین فرض انسانیت ہے۔ مگر اس فرض کو قرض لے کر اور اپنے تئیں محتاج بنا کر پورا کرنا' خود کو مصائب و آفات کے بھنور میں ڈالنا ہے۔ لہٰذا روپے کو ہاتھ سے مت چھوڑو' ورنہ روپیہ تمہیں چھوڑ جائے گا۔

ایک سخی کے ملازم نے کہا کہ مہاجن کھڑا ہے اور اپنے قرض کے چار سو روپے مانگتا ہے اور آپ کا ایک مفلس آشنا بھی کھڑا ہے۔ وہ بھی اتنے ہی روپے مانگتا ہے۔ اس سخی نے بے تامل مفلس آشنا کو روپے دے دیئے اور مہاجن کو یہ سمجھ کر ٹال دیا کہ ایک احسان کا متوقع ہے اور ایک قرض کا۔ لہٰذا اس نے احسان کو قرض کی ادائیگی پر ترجیح دی۔

ایک پادری اپنے بخل کی وجہ سے بہت بدنام تھا اور لوگ اس سے نفرت کرتے تھے۔ اس نے اپنا تمام جمع کردہ روپیہ رفاہ عام کے لئے نہر بنانے کو دے دیا اور اپنے بخل کی یہ وجہ بیان کی کہ اگر وہ عام فقیروں اور محتاجوں کو روزانہ تھوڑی تھوڑی خیرات دیتا' تو یہ عظیم الشان خیر جاریہ اور رفاہ عام کا ثواب کس طرح حاصل کر سکتا۔ غیر مستحقوں کو خیر دینا سانپوں کو دودھ پلا پلا کر موٹا کرنا ہے ۔

شریروں کو دے گا جو تو مال و دولت گنہگار ہوں گے وہ تیری بدولت

دولت مند کے سب خادم ہوتے ہیں۔ غریب آدمی ڈوب بھی رہا ہو' تو سب کنارہ کش ہو جاتے ہیں کسی نے کیا خوب کہا ہے

بھرے ہی کو بھرتی ہے دنیا مدام سمندر کو جاتے ہیں دریا تمام
دھونتی کے کانٹا لگا دوڑے غیر ہزار نردھن گرا پہاڑ سے کوئی نہ آیا یار

مرض الموت کے سوا دولت تمام دکھوں کے لئے چارہ کار اور سب کو مطیع کرنے کے لئے پوری مددگار ہے ۔

خواہی کہ دل دلبر تو گرم شود وز پردہ بروں آید و بے شرم شود
زاری مکن و زردر مکن زر بفرست زر بر سر فولاد نہی نرم شود
تائید حق زمانے میں زر کے سوا نہیں گر کف میں زر نہیں ہے' تو رحم اللہ نہیں
نہ دنیا کے ہوں کام دھن کے بغیر نہ مردہ بھی اٹھے کفن کے بغیر
کیا ڈھونڈتا ہے تو عمل بغض و محبت چلتا ہوا تعویذ سمجھ نقش درم کو

شراب پی کر مدہوش نہ ہونا ممکن ہے۔ لیکن کمینہ شخص دولت کی مستی سے بے ہوش ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور مخلوق الٰہی کو طرح طرح کے آزار پہنچاتا ہے۔ عربی ضرب المثل ہے کہ "دولت الارذال افت الرجال" ۔

بادہ نوشیدن وہشیار رشتن سہل است گر بدولت برسی مست نہ گردی مردی

کمینہ شخص کو جب دولت مل جاتی ہے' تو وہ کمینے طریقوں ہی سے اس کو خرچ بھی کرتا ہے۔ اللہ کا خوف یا بندوں کی شرم کوئی چیز بھی اس کو اپنی بدراہ روی سے نہیں روک سکتی۔ کیونکہ مندرجہ ذیل پانچ کیلیں اس کے جسم میں گڑ جاتی ہیں۔ ایک کیل تو اس کی گردن میں گڑتا ہے جس سے وہ ہمیشہ اکڑتا اور گردن فرازی کرتا ہے۔ دو کیل اس کے آنکھوں میں گڑ جاتے ہیں' جن کی وجہ سے وہ بھلائی اور برائی کو نہیں دیکھ سکتا۔ دو کیل اس کے کانوں میں گڑ جاتے ہیں' جن کے باعث وہ کسی کی بھی نہیں سنتا اور اندھا دھند جو جی میں آئے کر گزرتا ہے۔ آخر میں ایک کیل قدرت کی جانب سے اس کی "جائے نشست" میں ٹھونکا جاتا ہے۔ جس کی سختی سے یہ پانچوں کیل فوراً باہر گر جاتے ہیں۔ پھر اس کی گردن بھی جھک جاتی ہے۔ آنکھوں کی بھی صحیح طور پر استعمال کر کے راہ راست پر چلتا ہے اور اس کے کان بھی نصیحت پذیر ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ بعد از وقت ہوتا ہے ۔

آنچہ دانا کند کند ناداں لیک بعد از خرابیِ بسیار

حضرت علیؓ کا قول ہے "دولت کی مستی سے اللہ کی پناہ مانگو۔ کیونکہ یہ وہ لمبی مستی ہے کہ جس کے نشے کو سوائے موت کے کوئی دوسری چیز نہیں اتار سکتی۔"

جو شخص دو درہموں کا بھی مالک ہو' اس کے ہونٹ طرح طرح کی باتیں سیکھ جاتے ہیں۔ تم اسے لوگوں میں اتراتا اور تکبر کرتا ہوا دیکھو گے۔ اس کی آواز میں روپے کی جھنکار شامل ہوتی ہے۔ اگر یہ درہم اس کے پاس نہ ہوتے' تو تم اسے لوگوں میں نہایت کم گو اور بد حال پاتے۔ بلاشبہ روپیہ تمام جگہ لوگوں کو ہیبت اور جمال کا لباس پہنا دیتا ہے۔ جو شخص فصاحت و خوش بیانی کا ارادہ کرے' تو درہم اس کی زبان میں تاثیر پیدا کر دیتے ہیں۔ اور جو شخص لڑنے کا ارادہ کرے' اس کے لئے ہتھیار بن جاتے ہیں۔

لیکن اس غلط فہمی میں مبتلا نہ رہو کہ دولت تمہاری تمام ضروریات پوری کر سکتی ہے۔ کیونکہ

دولت سے ہم عینک تو خرید سکتے ہیں۔ مگر نظر نہیں خرید سکتے۔

دولت سے ہم نرم اور گدگدے بستر خرید سکتے ہیں' مگر میٹھی نیند نہیں خرید سکتے۔

دولت سے ہم کتابیں خرید سکتے ہیں' مگر علم نہیں خرید سکتے۔

دولت سے ہم خوشامد خرید سکتے ہیں' مگر محبت نہیں خرید سکتے۔

دولت سے ہم زیورات خرید سکتے ہیں' مگر حسن نہیں خرید سکتے۔

دولت سے ہم جسمانی راحت خرید سکتے ہیں' مگر روحانی مسرت نہیں خرید سکتے۔

دولت سے ہم سخاوت کر سکتے ہیں' مگر عبادت نہیں خرید سکتے۔

دولت سے ہم ادویات خرید سکتے ہیں' مگر صحت نہیں خرید سکتے۔

دولت کے پر ہوتے ہیں مگر افلاس دروازے کے قریب ہی رینگتا رہتا ہے۔ جو ایک دفعہ گھر میں داخل ہو جائے' تو نکلنے کا نام نہیں لیتا۔ لہٰذا دولت کو قابو میں رکھنے اور افلاس کو نکالنے کے لئے سخت محنت کی ضرورت ہے ؎

منحصر قوت بازو پہ ہے دولت مندی دیکھ لو زور میں موجود ہے زر 2/3

دماغ سے عقلمند انسانوں کی طرح تدابیر سوچو اور جسم کو بارکش حیوانات کی طرح مشقت کا عادی بناؤ۔ تب کہیں روپیہ حاصل ہوتا ہے۔ صرف دماغ یا اکیلا جسم حصول مقصد کے لئے کافی نہیں مثل ہے ؎

سر گاڑی ' پیر پہیہ ' تب ملے روپیہ

دنیا میں دولت سے زیادہ انسان کا کوئی مددگار نہیں' کار آر اور وفادار خدمت گزار نہیں۔ مثل مشہور ہے۔ باپ بھلا نہ میا۔ بہن بھلی نہ بھیا۔ سب سے بھلا روپیا ؎

انسان کی نیت میں اگر شر نہ ہو موجود زر ہاتھ میں اس کے ہے کلید در مقصود
کوشش کبھی زردار کی جاتی نہیں بے سود رہتا ہے سدا سایۂ فگن طالع مسعود
ہر رنگ میں تازگی قلب و جگر ہے ہے صلح میں شمشیر لڑائی میں سپر ہے

علم و اخلاق

لو جان بیچ کر بھی جو علم و ہنر ملے جس سے ملے' جہاں سے ملے' جس قدر ملے

علم طاقت ہے' ایک عالم میں ایک لاکھ جاہلوں کے برابر طاقت ہوتی ہے۔

علم ایک ایسا پودا ہے' جسے دل و دماغ کی سرزمین میں لگانے سے عقل کے پھل لگتے ہیں۔

اگر تم نے اپنی اولاد کے لئے فقط دولت چھوڑی ہے' تو مانو کہ انہیں گمراہی اور سستی کی قید میں پھنسا دیا۔ لیکن اگر خالی علم و نیک چلنی سکھا دی ہے' تو گویا ان کو تمام قیدوں سے آزاد کر دیا۔

ہر ایک خیرات کردہ چیز کا اثر اس کی موجودگی تک رہتا ہے۔ لیکن علم کا فیض ابدالاباد ایک کے بعد دوسرے کو پہنچتا ہے۔ قصص الاولین مواعظ الاخرین۔ زیادہ باتونی شخص پڑھنے کی طرف کم توجہ کرتا ہے۔ (ارسطو)

ہر ایک سودے میں نفع یا نقصان کا ہونا قسمت پر منحصر ہے' مگر علم کا پھل بدبختی اور ادبار کی دسترس سے باہر ہے۔

تعلیم ایک دیوی ہے' جس کا سایہ پڑتے ہی انسان آدمی بن جاتا ہے۔

عالم کا ورثہ ہر ملک و ہر شہر میں ہے۔ العلم افضل النسب واشرف اللقب۔

گنج علم اور گنج زر میں یہی تو فرق ہے کہ یہ دولت لازوال ہے اور مصیبت و پیری میں یار غمگسار' تفریح طبع کا مشغلہ لیکن گنج زر کو ہر وقت خطرہ ہے اور وا اخر ایام میں اپنی جدائی کا داغ دینے والا اور پشیمانی بخشنے والا ہے۔

حکمت کا بول جسے تم نے سنا اور یاد کر لیا۔ پھر اپنے مسلمان بھائی سے ملے اور اسے بھی سکھا دیا۔ ایسا ایک عمل سال بھر کی عبادت کے برابر ہے (الحدیث)

حضور رسول کرم کا فرمان ہے کہ ایک عالم شخص شیطان پر ہزار عابد سے سخت تر ہے۔ اور عالم کو عابد پر ایسی فضیلت ہے' جیسے چودھویں رات کے چاند کو تمام تاروں پر۔ کیونکہ عالم وارث انبیاء ہیں۔ اور انبیاء کی میراث نہ دینار تھا' نہ درہم بلکہ ان کی میراث علم تھی۔ پس جس نے وہ حاصل کیا' اس نے بہت حصہ حاصل کیا۔

نوم العالم افضل من عبادۃ الجاھل (ترجمہ) عالم کا سونا جاہل کی عبادت سے بہتر ہے۔

علم بڑی دولت ہے۔ علم سے نجات ہوتی ہے۔ علم کے آگے مال و دولت کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ ایک محتاج آدمی جو دولت علم سے بہرہ ور ہے۔ وہ بے علم بادشاہ سے بہتر ہے۔ ایک آدمی کا علم اور ہزار آدمیوں کی عبادت برابر نہیں ہو سکتی۔ عالم کا ایک دن جاہل کی تمام عمر سے زیادہ ہے۔

جس گھر میں ایک آدمی بیمار رہتا ہے۔ گھر والے سبھی دکھی ہو جاتے ہیں۔ پس جس ملک کے پچانوے بلکہ ننانوے فیصد باشندے جہالت کے مہلک مرض میں مبتلا ہوں' وہ کیسے خوشحال رہ سکتا ہے۔

جس آدمی میں علم نہیں' وہ آدمی نہیں جانور ہے اور جس گھر میں کوئی علم والا نہیں' وہ گھر نہیں جانوروں کا ڈربا ہے اور جس ملک میں علم کا رواج نہیں' وہ ملک نہیں حیوانات کا جنگل ہے۔

علم کی عزت مال و دولت کی عزت سے کہیں سوا ہے۔ امیر آدمی کی عزت یا کپڑے لتے سے ہے یا مسند تکیے سے یا نوکروں چاکروں سے یا ہاتھی گھوڑوں سے۔ یہ سب کچھ جہاں ان سے الگ ہوا' پھر جہاں اور اللہ کی مخلوق ہے' ایک وہ بھی ہے۔ لیکن علم والا جس حال میں رہے گا اور جہاں جائے گا اور جس سے ملے گا' اس کی عزت ویسی ہی رہے گی۔

لارڈ میکالے کا قول ہے کہ اگر روئے زمین کی بادشاہت مجھے دے دی جائے اور میرا کتب خانہ مجھ سے لے لیا جائے تو میں اس پر ہرگز رضامند نہ ہو سکوں گا۔

کمترین مولف کو بہتر سال کی عمر میں جنوری 1953ء میں اپنی بائیں آنکھ کا موتیا بند کا آپریشن کروانا پڑا۔ آپریشن کے بعد ڈاکٹر نے خاص طور پر ترک مطالعہ کی ہدایت کرتے ہوئے کہا "اگر تم مطالعہ ترک کر دو گے' تو تمہاری موجودہ بینائی دس سال تک علیٰ حالہ قائم رہ سکتی ہے۔ ورنہ اگر تم مثل سابق کثرت مطالعہ جاری رکھو گے' تو ایک سال کے وقفہ قلیل میں تمہاری بینائی کلیتہ زائل ہو جائے گی۔" جواباً میں نے ڈاکٹر صاحب سے عرض کیا کہ میں دس سال کی بے مطالعہ زندگی پر ایک سال کی بامطالعہ زندگی کو ترجیح دیتا ہوں۔ چنانچہ اب تک (1961ء) وہی کثرت مطالعہ پہلے سے بھی زیادہ جاری ہے۔ اور بینائی میں بھی کوئی نمایاں کمی واقع نہیں ہوئی۔ الحمدللہ۔

ہمیں زندہ رہتے ہوئے حصول علم کے لئے کوشاں رہنا چاہیے۔ لیکن جس وقت ہم تحصیل علم سے فارغ ہوتے ہیں' آفتاب زندگی ڈوب رہا ہوتا ہے۔ (ولسن)

جو شخص علم حاصل کرنے کا خواہاں ہو' وہ پہلے یہ طے کر لے کہ تحصیل علم سے اس کا مقصد کیا ہے؟ اگر صرف فخر و مباہات اور نمائش کے لئے پڑھتا ہے' تو یاد رہے کہ وہ اپنا دشمن ہے۔ اور اگر علم سے جہالت کا دور کرنا اور دوسروں کو فائدہ پہنچانا اور اللہ برتر کی رضاجوئی مقصود ہے اور ظاہری نمائش منظور نہیں' تو سبحان اللہ (امام غزالیؒ)

ہو علم اگر نصیب' تعلیم بھی کر دولت جو ملے' تو اس کو تقسیم بھی کر
اللہ عطا کرے' جو عظمت تجھ کو جو اہل ہیں اس کے' ان کی تعظیم بھی کر

خالد بن احمد حاکم بخارا نے حضرت امام بخاریؒ سے کہا کہ میرے بیٹوں کو میرے گھر پر آکر علم حدیث و تاریخ پڑھایا کرو۔ آپ نے فرمایا۔ "انہیں مدرسہ میں بھیج دیا کرو۔ میں گھر میں آکر پڑھانے سے علم کی تحقیر نہیں کرنا چاہتا۔" اس پر حاکم نے کہا۔ "اچھا جس وقت میرے بیٹے سبق پڑھیں' اس وقت اور کوئی طالب علم مدرسہ میں نہ ہو۔ میں پیشہ ور عوام کے ساتھ اپنے لڑکوں کو بٹھا کر اپنی تحقیر نہیں کرنا چاہتا۔" امام صاحب نے فرمایا۔ "علم اور خاص کر علم حدیث میراث رسول کریمؐ ہے۔ اس کی اشاعت میں کوئی تخصیص کرنا نہیں چاہتا۔" حاکم نے ناراض ہو کر زور حکومت سے حصول فتویٰ کے بعد آپ کو شہر بدر کر دیا۔ سبحان اللہ! یہ خودداری اور عزت علم۔

مطالعہ ایک مسرت بے مضرت ہے۔

تھوڑا علم خطرے کا موجب ہے۔ اس چشمے کا پانی یا تو سیر ہو کر پیو۔ ورنہ اس کے قریب مت جاؤ۔ اس کے ایک دو گھونٹ پینے سے انسان مدہوش ہو جاتا ہے۔ لیکن جی بھر کر پیے تو دل و دماغ روشن ہو جاتا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا فرمان ہے کہ علم کی قیمت ہے۔ اس لئے قیمت لیے بغیر علم کسی کو نہ دیا کرو۔ اس پر لوگوں نے

سوال کیا کہ بھلا علم کی قیمت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا' اس کا ایسے شخص کے پاس رکھنا' جو خوبی کے ساتھ اس کا بار اٹھائے اور با حفاظت رکھے اور اس کو ضائع نہ کرے۔

ہر زمانے میں موسم بہار موجود رہتا ہے۔ یعنی انسان ہر وقت اور ہر عمر میں علم و ہنر حاصل کر سکتا ہے (سقراط)

انسان علم کا بہت زیادہ بوجھ اٹھانے کے باوجود خود کو پھول کی طرح ہلکا محسوس کرتا ہے (ٹینی سن)

مخبر صادق ؐ کا فرمان ہے۔ "دنیا میں تمہارے تین باپ ہیں۔ ایک جو تمہاری پیدائش کا سبب' دوسرا وہ جس نے اپنی لڑکی تمہارے نکاح میں دی۔ تیسرا وہ جس سے تم نے دولت علم حاصل کی اور ان میں بہترین باپ تمہارا استاد ہے۔

حضرت علیؓ کا قول ہے۔ "جس نے مجھے ایک حرف کی بھی تعلیم دی ہے۔ اس نے مجھے اپنا غلام بنا لیا۔"

عبدالرحمٰنؒ بن قاسم فرماتے ہیں "میں نے بیس سال تک امام مالکؒ کی خدمت کی۔ ان میں اٹھارہ سال آداب و اخلاق کی تعلیم میں خرچ ہوئے اور صرف دو سال علم کی تحصیل میں۔

جو شخص محض دنیا کے لئے علم سیکھتا ہے۔ علم اس کے دل میں جگہ نہیں پکڑتا۔

علم خواہ کتنا بھی زیادہ حاصل ہو جائے۔ لیکن ہمیشہ اس کو تھوڑا خیال کرو۔ ہمہ دانی کا دعویٰ چھوڑ دو اور ہیچمدانی کی عاجزی اختیار کرو۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

(1) آنکس کہ نداندو نداند کہ نداند در جہل مرکب ابد الدہر بماند

جو شخص کہ نہیں جانتا اور نہیں سمجھتا ہے کہ وہ نہیں جانتا ہے۔ وہ جہل مرکب میں ہمیشہ کے لئے مبتلا رہے گا

(2) آنکس کہ بد اندوبداند کہ بد اند آں ہم خرک لنگ منزل برساند

جو شخص کہ جانتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ جانتا ہے وہ بھی اپنے لنگڑے گدھے کو منزل پر پہنچا لیتا ہے

(3) آنکس کہ بد اندوبداند کہ بد اند اسپ طرب خویش بافلاک رساند

جو شخص کہ جانتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ نہیں جانتا وہ اپنے اسپ شادمانی کو آسمان تک پہنچا لیتا ہے۔

ستارے آسمان کا زیور ہیں اور تعلیم یافتہ انسان زمین کی زینت

طلب علم صلوٰۃ نوافل سے افضل ہے (امام شافعیؒ) شجر علم کو اشک ہائے چشم سے سیراب کرو۔

شیخ سعدیؒ کا قول ہے

پئے علم چوں شمع باید گداخت کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

جہاں سورج چڑھتا ہے وہاں رات بھی ہوتی ہے۔ مگر جہاں علم کی روشنی ہو' وہاں جہالت کا اندھیرا کبھی نہیں آتا۔

مجھے ایک بستر اور اچھی کتاب دے دیجئے' میں ہر طرح خوش ہوں۔ (پرسل ممتم)

زندگی ایک کتاب ہے' جو مرتے دم تک انسان کے ساتھ ہے۔ مگر اس کے دقیق مضامین کے سمجھنے کے لئے علم صادق اور عقل سالم درکار ہے۔

چراغ جس طرح جلائے بغیر روشنی نہیں دیتا۔ علم بھی بغیر عمل کے فائدہ نہیں پہنچاتا۔

عالم بے عمل گدھ کی مانند ہے' جو آسمان پر اڑتا ہے۔ مگر زمین پر مردار کھاتا ہے۔

گندے مضامین کی کتابیں لکھنے سے باز آؤ۔ قوم کے بچوں پر رحم کرو' انہیں گڑ میں زہر ملا کر مت دو۔ کیونکہ بچے ہر ایک رنگ کو فوراً قبول کر لیتے ہیں۔ لوح سادہ برائے ہر نقش آمادہ۔

بری تصنیف کے برابر کوئی گناہ نہیں' برا معلم صرف ایک مدرسہ کو بگاڑتا' مگر بری تصنیف ایک عالم کو تباہ کر دیتی ہے۔

عالم کی فضیلت عابد پر ویسی ہے' جیسے میری فضیلت امت پر (حدیث)

برا مضمون عمدہ عبارت میں ایسا ہے' جیسا کہ درخت بے ثمر گنجان اور خوشنما پتوں میں۔ یا بدکار عورت زریں لباس میں۔ برخلاف اس کے مفید مضمون خواہ معمولی الفاظ و سادہ عبارت میں ادا کیا جائے' وہ اخلاقی اصلاح کے ایک مستند دستور العمل کا کام دیتا ہے۔

جو شخص فحش کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے' اس سے وہ اچھا ہے' جس کو مطالعے کا شوق ہی نہیں۔

جو شخص تفریح طبع کے لئے کتابیں پڑھتا ہے' وہ تعلیم یافتہ دماغی عیاش ہے' جو اپنی دولت علمی اور گرانبہا وقت کے موتی دل خوش کن مزے میں لٹا رہا ہے۔

طرح طرح کی عام کتابوں کے پڑھنے سے معلومات تو بے شک بڑھ جاتی ہیں۔ مگر مزاج بگڑ جاتا ہے۔ خیالات پراگندہ ہو جاتے ہیں۔ حق بات پر دل نہیں جمتا۔ عمل کی طاقت گھٹ جاتی ہے۔ ایسی ہی بے سروپا واقفیت کی نسبت کہا گیا ہے کہ العلم حجاب الاکبر۔

کوئی کتاب جب پڑھو تو آخر میں چند نتیجے اخذ کر لو۔ ورنہ سرسری طور سے پڑھ جانا ایسا ہے' جیسا کہ غذا کو بغیر چبائے ہوئے نگل جانا۔ لہٰذا پڑھو ورنہ چمچے کی طرح کیا فائدہ کہ رہے تو رنگ رنگ کے کھانوں میں' مگر کھٹے میٹھے' لونے سلونے ذائقے کی اسے کچھ خبر نہ ہو

بہ ہیچ کار کتب خوانیت نمی آید　　زجمع خاطر خود نسخہ فراہم کن

کئی لوگ مرتے تک ان خراب خیالات کے لئے نوحہ گر رہتے ہیں' جو فحش کتابوں سے ان کے دلوں پر جم گئے۔ اگر وہ رنگ ہوتا' تو آخری وقت وہ ان خیالات کو اپنے خون سے دھو ڈالنے میں بھی دریغ نہ کرتے۔

اگر کوئی شخص ملک شام کے آخر سے چل کر یمن کے آخر تک محض اس لئے جائے کہ حکمت کا ایک بول سن لے' تو میرے نزدیک اس کا سفر ضائع نہیں (امام شعبیؒ)

چند اوراق کا مجموعہ جسے کتاب کہا جاتا ہے' کیا چیز ہے؟ شبانہ روز کی محنت شاقہ' دیدہ ریزی اور جگر کاری سے یہ چند اوراق لکھے گئے ہیں' ان کے مصنفین نے کس قدر خون جگر پیا ہوگا؟ کتنی میٹھی نیندیں حرام کی ہوں گی؟ دماغ اور آنکھوں کا کس قدر تیل نکالا ہوگا؟ محض اس واسطے کہ تم پڑھو اور مستفید ہو' ان کی اس قدر محنتوں اور مشقتوں کو رائیگاں کرنا اور علم کے اس خزانے کو جو ان کتابوں میں بند ہے' بے پروائی کے ساتھ نظر انداز کر دینا' اگر ان نیک روحوں اور عالی دماغ شخصوں پر' جنہوں نے ان کتابوں کے لکھنے کی تکلیف تمہارے واسطے گوارا کی' ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ بلکہ حقیقتاً اپنی جان پر بھی ظلم کرنا ہے۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ پتھروں اور دھاتوں کو ہم بڑی احتیاط سے

صندوقوں اور الماریوں میں بند رکھیں۔ اور ان سچے موتیوں اور جواہرات کے خزانوں کو بے تکلف جہاں چاہیں' اٹھا کر پھینک دیں' جہاں وہ کچھ عرصہ میں دیمک کی خوراک بن جائیں۔ جن کے اوراق بعد میں ردی کی طرح ذلیل کاموں میں صرف کئے جائیں۔ کیا ہمارے دل سے ان بڑے بڑے بزرگوں' فاضلوں اور محققوں کی عزت کا خیال بالکل جاتا رہا کہ ہم ان کے دماغی اور روحانی ورثے کی بالکل پروا نہیں کرتے۔ کتنے نامور اور متبحر عالم گزر چکے ہیں' جن کی تصانیف تک ہم کو خوش قسمتی سے دسترس حاصل ہے۔ مگر اپنی بد طالعی' بے پروائی کی وجہ سے ہم کبھی ان کتابوں کو کھولنے اور اس لازوال دولت سے مستفید ہونے کی کوشش نہیں کرتے اور ان کے تمام عمر کے ذخیرہ علم کو ادنیٰ سی قیمت پر خرید نہیں سکتے' جو وہ ہمارے لئے چھوڑ گئے ہیں۔

کیا یہ شرم کی بات نہیں کہ ایک معمولی امیر آدمی یا حاکم سے جو ہم سے ملنا بھی نہیں چاہتے' ایک منٹ کے لئے ملاقات کرنا' تو ہم اپنا فخر سمجھیں اور ان ذہانت و علم کے شہنشاہوں سے جو بڑے شوق سے خود ہمیں اپنے پاس بلاتے ہیں اور گھنٹوں تک ہم سے مفید گفتگو کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم ان کی بات بھی نہ پوچھیں' معمولی درباروں میں جہاں اکثر جاہل اور مغرور آدمیوں کا مجمع ہوتا ہے' کرسی نشین ہونا کتنی بڑی عزت خیال کی جاتی ہے۔ لیکن کتب خانہ جو ایک ایسا دربار ہے' جہاں تمام دنیا کے علماء و فضلاء نیک سے نیک بندگان الٰہی بڑے بڑے بادشاہ' بڑے بڑے شاعر' نامور ہیرو اور مشاہیر زمانہ سب کے سب جمع ہیں۔ کسی میں غرور اور خود غرضی نام کو نہیں' ان کا دربار عام ہے' ٹکٹ کی ضرورت نہیں۔ جس وقت چاہو' جاؤ جس وقت چاہو' باتیں کرو۔ جب گھبراؤ اٹھ کر چلے آؤ۔ کسی قسم کی روک ٹوک نہیں۔ کیا افسوس کی بات نہیں ہے کہ ہم ایسے درباروں کے لئے کچھ وقت نہ نکال سکیں۔ یہ ایسے دوست ہیں' جو کبھی تم کو رنجیدہ نہیں کرتے۔ کبھی تم سے کچھ طلب نہیں کرتے۔ کبھی تم سے ملنے میں انکار نہیں کرتے۔ کوئی عذر پیش نہیں کرتے۔ ان دوستوں کی رائے ہمیشہ صائب' نیک اور سراسر بے غرضی پر مبنی ہے۔ ان دوستوں کی قدر کرو اور ان سے فائدہ اٹھاؤ۔ ان کے آفتاب علم سے روشنی کا اکتساب کرو۔

کتب خانہ وہ فلک ہفت متیں ہے' جہاں دنیا کے کاملین و عارفین کی روحیں بقائے دوام و حیات جاوید حاصل کرنے کے بعد مجتمع ہیں۔ یہ منور مندر ہے' جہاں علم کے دیوی دیوتا اپنے پرستاروں کے ساتھ خاموشی ہی خاموشی میں گفتگو کر کے استفادہ روحانی پہنچاتے ہیں اور تم کو بھی بقائے دوام حاصل کرنے کی تحریص و ترغیب دلاتے ہیں۔ کتب خانہ وہ مرکز ہے' جہاں آفتاب علم کی پرنور شعاعیں اور خوبصورت کرنیں ہمیشہ کے لئے انسان دماغوں کو روشن کرنے کے لیے مجتمع ہیں۔ اس روشنی سے اپنا دل و دماغ منور کرو۔ کتابیں چراغ ہدایت ہیں۔ ان کی موجودگی میں بھی اگر کوئی تاریکی میں رہے' تو وہ خود ذمہ دار ہے۔

جب میں کسی جاہل کو عمدہ لباس میں ملبوس دیکھتا ہوں' تو مجھے اس لباس کی قسمت پر رونا آتا ہے۔ (ملٹن)

کتابیں ایسے بزرگوں کے مدفن ہیں' جو مرنے کے بعد بھی نہیں مرتے۔

سکندر نے اپنے کتب خانے کا نام معالج روحانی رکھا تھا۔

من سرمہ رازی را از دیدہ فروشستم اسرار جہاں دیدم پنہاں بہ کتاب اندر

جو کتابیں اصول عامہ پر لکھی جاتی ہیں اور ان میں حقائق عامہ کا بیان ہوتا ہے' ان کی نسبت امید ہے کہ وہ مدتوں تک پڑھی جائیں۔ کیونکہ وہ ہر زمانہ اور ہر ملک میں ایک ہی اثر رکھتی ہیں۔

ایک بادشاہ نے حکیم اقلیدس سے کہا کہ اس کو مختصر طور پر علم ہندسہ سکھلا دے' تو اقلیدس نے جواب دیا کہ حضور علم ہندسہ کے لئے کوئی خاص شاہی راستہ نہیں ہے۔ جو مختصر طریق سے طے کیا جا سکے۔ دوسری چیزیں حکومت و دولت سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ لیکن علم محنت' مکمل مطالعہ اور تنہا نشینی سے حاصل ہوتا ہے۔

جب تک آپ حصول علم میں کوشاں رہتے ہیں۔ بڑھاپا آپ کے نزدیک نہیں آتا۔ انسان بڑھاپے کی وادی میں اس وقت قدم رکھتا ہے' جب وہ علم حاصل کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

ارسطو نے چند اہم اسباق جو خاص سکندر کے لیے تیار کئے تھے' عام طور پر شائع کر دیئے' تو سکندر نے ارسطو سے شکایت کی کہ "ان مضامین کو عام طور پر شائع کر دینے کے بعد اب میرے لیے کونسا فخر باقی رہ گیا۔ میں بہ نسبت فتح عالم کے علم میں زیادہ سربلندی چاہتا ہوں۔"

انسان کے لئے کوئی یادگار کتاب سے زیادہ دیرپا نہیں ہو سکتی۔ عمارات' بت اور تصاویر وغیرہ ایک خاص میعاد کے بعد فنا ہو جاتی ہیں۔ اور وہ ایک ہی جگہ مقید ہوتی ہیں۔ لیکن کتاب ہر جگہ پہنچ سکتی ہے۔ اس کے فیض جاریہ سے تمام لوگ بہرہ مند ہوتے ہیں۔

ایک مصنف پر لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ تم برسوں اپنی تصنیف پر سینکڑوں دفعہ نظر کرتے ہو۔ اور پھر اس کے بعد ایک چھوٹی سی کتاب نکالتے ہو۔ اس نے یہ مختصر جواب دیا کہ "میں ایک ایسی تصویر بناتا ہوں جو ہمیشہ قائم رہے۔"

بعض کتابیں صرف چکھ لینے کے قابل ہوتی ہیں۔ بعض نگل جانے کے لائق اور بہت تھوڑی ایسی ہوتی ہیں' جن کو چبانے اور ہضم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے' تاکہ خون صالح پیدا ہو سکے۔ یعنی ان سے اچھے نتائج حاصل ہوں۔

دس اچھی کتابیں پڑھ کر تب کہیں آپ ایک سیڑھی اوپر چڑھیں گے۔ اس کے برعکس صرف ایک گندی کتاب پڑھ کر آپ دس سیڑھیاں نیچے گر جائیں گے۔

یاد رکھو کہ جو کتاب کئی بار پڑھنے کے لائق نہیں' وہ پڑھنے ہی کے لائق نہیں۔

واضح ہو کہ ہم غیر آدمیوں کے علم سے عالم تو بن سکتے ہیں' مگر اوروں کی عقل سے عاقل نہیں بن سکتے' لہٰذا جو شخص اپنی عقل سے اپنی ذات کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا' وہ عاقل نہیں' بلکہ جاہل ہے اور اس کی عقل حقارت کے قابل ہے۔

بعض لوگوں میں مبالغہ آمیزی کی عادت اس قدر راسخ ہوتی ہے کہ وہ جھوٹ کی آمیزش کے بغیر سچ بول نہیں سکتے۔

علم بے عمل عقیم' عمل بے علم سویم اور از دواج علم و عمل منتج بہ نتائج عظیم ہے۔ علم وہ ہے' جو عالم' عاقل اور نیک کردار بنائے۔ علم بلا عمل کحمل علی جمل یعنی علم بغیر عمل کے گویا بوجھ ہے اونٹ پر۔

علم کی دولت ہوتے ہوئے بھی مادی محرومیوں کا احساس' علم کی ناپختگی پر دلالت کرتا ہے۔

جو شخص وسعت آبادِ علم سے دولت آبادِ علم میں آ گیا' وہی دنیا میں سب پر سبقت لے جاتا ہے۔ تعلیم کا مقصد عظیم یہ ہے کہ انسان خلعت مردانگی پہن کر میدانِ فرزانگی میں آئے۔ خردمند کارشناس اور موقع فہم بنے۔ خواہشات فضول و غضب نامقبول سے گریز اور عادات نامعقول سے پرہیز کرے۔

العلم لا۔یضبط الاابالدرس (ترجمہ) علم قابو میں نہیں رہتا' جب تک متواتر پڑھنا جاری نہ رکھا جائے۔

جب کسی برتن میں کوئی چیز ڈالی جائے تو وہ بھر کر تنگ ہو جاتا ہے اور اس میں مزید گنجائش نہیں رہتی' سوائے علم کے برتن یعنی انسانی سینہ کے کہ اس میں جس قدر زیادہ ڈالتے جاؤ' وہ اتنا ہی پھیلتا جاتا ہے (حضرت علیؓ)

تم برٹش میوزیم کی تمام کتابیں پڑھ لینے کے بعد جاہل مطلق اور ناخواندہ رہ سکتے ہو۔ لیکن اگر تم ایک اچھی کتاب کے دس صفحے بھی حقیقی درستی اور قوت جاذبہ کے تحت پڑھتے' تو تم ہمیشہ کے لیے کچھ حد تک پڑھے لکھے آدمی ہو

علم را برتن زنی مارے بود علم را بردل زنی یارے بود

دنیا میں تمام چیزوں کی ایک حد' ایک مقدار اور ایک شمار ہے' سوائے علم کے کہ یہ بے حد' بے مقدار' بے شمار اور غیر مختتم ہے۔

دارالعلوم علم سے معمور ہیں۔ نئے لوگ اس میں اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ جانے والے اپنے ساتھ نہیں لے جاتے۔ اس طرح علم میں مستقل طور پر اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

یہ ایک اچھی تجویز ہے کہ بعض کتابیں غور اور گہرے مطالعہ کے لیے کچھ دوسری صرف مطالعہ کے لیے چنی جائیں۔

حیوانات اپنے آپ تک محدود ہوتے ہیں۔ ان کی نظر اپنی حالت سے آگے نہیں بڑھتی۔ مگر انسان زبان دانی کے باعث گردوپیش کا جائزہ لے کر شرف انسانیت سے فیض یاب ہو سکتے ہیں۔

سینکا کا قول ہے کہ تم مطالعہ اس لیے کرو کہ دل و دماغ کو عمدہ خیالات سے معمور کرو' نہ اس طمع سے کہ تھیلیوں کو روپوں سے بھرپور کرو۔

کسی ملک کی تہذیب کا صحیح معیار نہ تو مردم شماری کے اعداد ہیں' نہ بڑے بڑے شہروں کا وجود' نہ غلے کی افراط اور نہ دولت کی کثرت۔ بلکہ اس کا صحیح معیار صرف یہ ہے کہ وہ ملک کس قسم کے انسان پیدا کرتا ہے (ایمرسن)

حدیث پاک میں ہے کہ کسی باپ نے اپنی اولاد کو عمدہ ادب سے بہتر کوئی عطیہ نہیں دیا۔

ابن المبارکؒ کا قول: آدمی کسی قسم کے علم سے باعظمت نہیں ہو سکتا' جب تک کہ اپنے عمل کو ادب سے مزین نہ کرے۔

مخلد بن الحسینؒ نے فرمایا کہ ہم بہت ساری حدیثوں کے سننے اور پڑھنے سے زیادہ محتاج ادب سیکھنے کے ہیں۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ نے بعض طلبائے حدیث کی کچھ خفیف حرکتیں دیکھیں تو فرمایا۔ "اے وارثان انبیاء کیا تم ایسے ہی رہو گے؟ تم پر وقار لازم ہے۔"

مولانا حافظ محمد یعقوبؒ صاحب صدر مدرس دیوبند پرانے زمانے کے طریق مکاتب کے مطابق اپنے ایک شاگرد کو مار رہے تھے۔ اس نے کہا اللہ کے واسطے مجھے نہ ماریں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اللہ ہی کے لئے تو مار رہا ہوں۔"

ایک عالم و فاضل شخص گردش روزگار سے مجبور ہو کر تلاش معاش میں شہر بہ شہر' دربدر خاک بسر مارا مارا پھرتا تھا۔ اثنائے سفر میں ایک روز اسے ایسے شہر میں پہنچنے کا اتفاق ہوا' جس کے تمام دروازے بند تھے۔ اس نے باہر والے اشخاص میں سے ایک پیر معمر سے دروازوں کے بند ہونے کی وجہ پوچھی' تو اسے بتلایا گیا کہ بادشاہ کا باز اڑ گیا ہے۔ اس وجہ سے اس نے تمام دروازوں کو بند رکھنے کا حکم دیا ہے' تاوقتیکہ باز نہ مل جائے۔ عالم نے کہا باز آسمانی پرندہ ہے' اس کو دروازوں کی بندش کیا سد راہ ہو سکتی ہے؟ آخر کار عالم حیرانی میں عالم نے پیر معمر سے کہا کہ حکمت الٰہی میں کس کو دخل ہے کہ ایسے بے وقوف کو بادشاہت دے کر لاکھوں انسانوں کو مبتلائے عذاب کر رکھا ہے اور یہاں باایں ہمہ علم و ہنر تلاش رزق میں مارے مارے پھر رہے ہیں' وہ رزق لیکن میسر نہیں آیا' جو جسم و جان کا تعلق قائم رکھ سکے۔ اس دانا نے جواب دیا کہ کیا تو اس بات پر رضامند ہو سکتا ہے کہ اس کا دماغ تیرے دماغ میں بھر دیا جائے اور پھر یہی بادشاہت تجھ کو دے دی جائے۔ عالم نے بے تامل و بلا توقف فوراً جواب دیا کہ یہ تو ہرگز منظور نہیں کیا جا سکتا۔ ایسی بے وقوفی اور حالت جہالت میں بادشاہت کا کیا فائدہ؟ علم کی روشنی چھوڑ کر میں تاریکی و جہالت کے گڑھے میں گرنا پسند کر سکتا ہوں۔ اس دانا نے کہا' شکر کرو کہ تم اس دولت علم سے مالا مال ہو' جس کے مقابلے میں دنیاوی دولت بلکہ بادشاہت ہیچ ہے۔ اللہ ہر شخص کو وہی دولت بخشتا ہے' جس کی اس کو تمنا ہو۔ تمہیں دولت علم کی خواہش تھی' اس لئے تم نے تحصیل علم میں کوشش کی' وہ تم کو بقدر تمہاری محنت و کوشش کے حاصل ہو گئی۔ دولت علم اور دولت دنیا اور کمال و اقبال بہت کم ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ دنیا میں سب سے بڑی بدبختی جہالت اور علم سے محرومی ہے۔

حضرت رسول کریم کا فرمان مبارک ہے۔ کہ علم تو نور الٰہی ہے' جو گنہگاروں اور بدبختوں کو نہیں دیا جا سکتا۔

حضرت ربیعتہ الرائے" وہ بزرگ تھے جن کے شاگرد حضرت امام مالک" اور حضرت امام حسن بصری" تھے۔ آپ کے والد فوج میں ملازم تھے اور گھر خرچ بھیجتے رہتے تھے۔ پورے ستائیس برس بعد واپس آئے' تو دیکھا کہ مسجد میں ایک خوبصورت شخص درس دے رہا ہے۔ دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ کاش یہ میرا بیٹا ہوتا۔ گھر آئے تو بیوی سے پوچھا' وہ تیس ہزار اشرفیاں کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ سنبھال کر رکھی ہوئی ہیں۔ اتنے میں ان کے صاحبزادے حضرت ربیعتہ الرائے تشریف لے آئے۔ بیوی نے فوراً کہا کہ وہ تمہاری تیس ہزار اشرفیاں آگئی ہیں' جو میں نے سب ان کی تعلیم پر صرف کر دی ہیں۔ باپ یہ سن کر بے حد مسرور ہوا' اور بیوی کی اس حصول علم کی کوشش پر اسے مبارک باد کہی۔

حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا کہ علم بہتر چیز ہے یا دولت۔ آپ نے فرمایا علم بہتر ہے۔ اس لئے کہ دولت قارون و فرعون کو ملتی ہے اور علم پیغمبروں کو ملتا ہے۔ انسان کو دولت کی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ مگر علم انسان کی حفاظت کرتا ہے۔ دولت والے آدمی کے دشمن بہت ہیں۔ مگر علم والے آدمی کے دوست' دولت خرچ کرنے سے گھٹتی ہے' اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ دولت مند بخیل اور علم والا سخی ہوتا ہے۔ دولت کو چور چرا سکتے ہیں' علم کو نہیں چرا سکتے۔ دولت غرور سکھاتی ہے اور علم حلم سکھاتا ہے۔ دولت کی آخر حد ہوتی ہے' لیکن علم کی کوئی حد نہیں ہوتی۔

ایک بار عبداللہ بن المبارک" سفر کر رہے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا بصرہ جا رہا ہوں۔ لوگوں

نے کہا' اب وہاں کون رہ گیا ہے؟ جس سے آپ حدیث نہ سن چکے ہوں۔ فرمایا ابن عونؒ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ ہے۔ ان سے اخلاق و آداب سیکھوں گا۔

عبدالرحمٰنؒ بن مہدی فرماتے ہیں کہ ہم بعض علماء کی خدمت میں علم حاصل کرنے نہیں جاتے تھے۔ بلکہ صرف اس مقصد سے حاضری دیتے تھے کہ ان کی نیک روش' ان کا ادب و اخلاق اور ان کا طرز و انداز سیکھیں گے۔ ان کی رفتار و گفتار' حرکات اور نشست و برخاست سے استفادہ ادب کریں گے۔

ہشامؒ کہتے ہیں کہ میرے والد کی کتابیں یوم حرہ میں جل گئی تھیں۔ بعد میں برابر فرمایا کرتے تھے "کاش اہل و عیال اور مال و دولت کی جگہ کتابیں میرے پاس رہ گئی ہوتیں۔

سلیمان بن عبدالملک امیرالمومنین جب حج کو گئے' تو اپنے دونوں بیٹوں کو ساتھ لے کر حضرت عطا بن ابی رباحؒ کی خدمت میں مسائل حج پوچھنے کے لیے حاضر ہوئے' حضرت عطاؒ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ سلیمان بیٹھے انتظار کرتے رہے۔ جب عطاؒ فارغ ہوئے تو انہوں نے سلیمان کی طرف رخ بھی نہیں کیا۔ سلیمان اسی طرح مناسک حج پوچھتے رہے۔ جب پوچھ چکے' تو اپنے بیٹوں سے کہا۔ اٹھو چلو' پھر کہا۔ بیٹو! علم حاصل کرنے میں سستی نہ کرو۔ میں اس حبشی غلام کے سامنے اپنے ذلیل ہونے کو مدت العمر فراموش نہیں کر سکتا۔

حاکم خراسان عبداللہ بن طاہر کے صاحبزادے طاہر اپنے باپ کی زندگی میں حج کو آئے' تو اسحٰق بن ابراہیمؒ نے اپنے گھر پر علمائے مکہ کو مدعو کیا' تاکہ طاہر ان سے مل لے اور ان سے کچھ پڑھے۔ اس دعوت کو اور سب علماء نے قبول کر لیا اور ہر قسم کے اہل علم شریک مجلس ہوئے' مگر ابو عبیدہؒ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ علم کے پاس خود آنا چاہیے۔ اسحٰق اس جواب پر خفا ہو گیا۔ اور عبداللہ بن طاہر کی طرف سے ابو عبیدہؒ کو جو دو ہزار درہم ماہانہ وظیفہ ملتا تھا' اس کو بند کر دیا اور ابو عبیدہ کے جواب کی اطلاع ابن طاہر کے پاس بھیج دی۔ ابن طاہر کو جب یہ اطلاع پہنچی' تو اس نے اسحٰق کو خط لکھ بھیجا کہ ابو عبیدہ نے بالکل سچی بات کہی ہے۔ اور آج سے میں ان کا وظیفہ دوچند کرتا ہوں۔ تم اس پر عمل کرو اور ان کا بقایا ادا کرو۔

حضرت ابن عباسؓ نے باوجود اپنی زندگی و مرتبہ کے (کہ خاندان نبوت سے تھے اور رسول اللہؐ کے چچازاد بھائی) حضرت زید بن ثابتؓ انصاری کی رکاب اپنے ہاتھ میں تھامی اور فرمایا کہ ہم کو اپنے علماء کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرنے کا حکم ملا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ "میں حضرت استاد کے سامنے ورق بھی بہت آہستہ الٹتا تھا کہ اس کی آواز ان کو سنائی نہ دے۔" امام ربیعؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کی نظر کے سامنے مجھ کو کبھی پانی پینے کی جرات نہ ہوئی۔

خلیفہ مہدی کا کوئی لڑکا قاضی شریک کے پاس آیا اور دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے ایک حدیث پوچھی۔ شریک نے کوئی توجہ نہیں کی۔ اس نے پھر پوچھا۔ انہوں نے پھر توجہ نہیں کی۔ تب اس نے کہا کہ آپ خلفا کی اولاد (یعنی شہزادوں) کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ شریک نے فرمایا۔ "ہاں! مگر علم اللہ کے نزدیک اس سے کہیں برتر ہے کہ میں اس کو برباد کروں۔"

ابن عیینہؒ سے کسی نے کہا یہ طالب علم لوگ اتنی دور دور سے آپ کے پاس آتے ہیں۔ اور آپ ان پر خفا ہوتے

ہیں۔ کہیں وہ آپ کو چھوڑ کر چل نہ دیں۔ ابن عینیہؒ نے کہا۔ "وہ تمہارے ہی جیسے احمق ہوں گے' اگر میری بد خلقی کی وجہ سے اپنے نفع کی چیز کو چھوڑ دیں۔"

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا "انسان پر عالم کی مدارات واجب ہے۔ یعنی اس کی تندی و سختی وغیرہ کو اپنی نرمی سے دفع کرنا۔ استاد کوئی اچھی بات بتائے یا کسی بری بات پر تنبیہ کرے' تو اس کی شکر گزاری ضروری ہے۔ اور جب وہ کوئی نکتہ بتائے' تو تمہیں اگر وہ پہلے سے معلوم ہے' جب بھی یہ ظاہر نہ کرو کہ یہ تو مجھ کو پہلے ہی سے معلوم ہے۔"

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ استاد کے پہلو میں نہ بیٹھو۔ وہ کہے تب بھی نہ بیٹھو۔ مگر جب جانو کہ نہ بیٹھنے سے اس کو صدمہ ہو گا۔ تب مضائقہ نہیں۔ الامر فوق الادب۔

استاد کے ساتھ بڑے ادب سے گفتگو کرو۔ اس سے لم (یعنی کیوں؟) نہ کہے۔ اس طرح لانسلم (ہم نہیں مانتے) یا "اس کو کس نے نقل کیا ہے" یا "یہ کہاں لکھا ہے۔" یہ الفاظ نہ بولے۔

حضرت عطاؒ کی مجلس میں ایک شخص نے حدیث بیان کرنی شروع کی۔ ایک دوسرا شخص بیچ میں دخل دینے لگا۔ تو آپ نے فرمایا "ماھذا الاخلاق۔" فرمایا۔ "میں تو بعض آدمیوں کی زبانی ایک حدیث سنتا ہوں اور اس کو بیان کرنے والے سے زیادہ اس کی پیدائش سے پہلے کا جانتا ہوں' پھر بھی اس طرح سنتا ہوں' جیسے مجھے کچھ معلوم نہیں۔"

ایک حکیم نے اپنے لڑکے کو نصیحت کی کہ حسن کلام کی طرح حسن استماع بھی سیکھنے کی ضرورت ہے اور حسن استماع یہ ہے کہ متکلم کو اپنی بات پوری کرنے کی مہلت دو۔ اور اپنا منہ اور اپنی نگاہ اس کی طرف متوجہ رکھو اور کوئی بات تمہیں معلوم بھی ہو' تو دخل مت دو اور خاموشی سے سنو۔

ابن بطہ فرماتے ہیں کہ میں ابو عمر زاہد کی مجلس میں تھا۔ کسی نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا۔ میں نے پیش قدمی کر کے جواب دے دیا۔ تو ابو عمر نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ "آپ فضولیات کے ماہر معلوم ہوتے ہیں۔" یہ سن کر میں بہت شرمندہ ہوا۔

استاد کا مرتبہ:۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے۔ "جس نے مجھے ایک حرف بھی بتایا' میں اس کا غلام ہوں۔ وہ چاہے مجھے بیچے یا آزاد کرے یا غلام بنائے رکھے۔"

شرح الطریقہ محمدیہ میں مذکور ہے کہ استاد کا حق ادا کرنے کو ماں باپ کا حکم ادا کرنے پر مقدم جانے' اس کے بعد یہ واقعہ لکھا ہے کہ جس وقت امام حلوائیؒ بخارا چھوڑ کر دوسری جگہ چلے گئے' تو امام زنجریؒ کے علاوہ ان کے سب شاگرد سفر کر کے ان کی زیارت کو گئے۔ امام زنجری ماں کی خدمت میں مشغول رہنے کی وجہ سے نہ جا سکے' مدت کے بعد جب ملاقات ہوئی' تو انہوں نے غیر حاضری پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے یہی معقول معذرت پیش کی۔ امام حلوائیؒ نے فرمایا کہ تم کو عمر تو ضرور نصیب ہو گی' مگر درس نصیب نہ ہو گا۔ یعنی درس میں برکت اور بکثرت لوگوں کا ان کے درس سے فائدہ اٹھانا نصیب نہ ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور ان کا حلقہ درس کبھی نہ جما۔

شرح الطریقہ محمدیہ میں منقول ہے کہ جو آدمی علم و فضل میں بڑا ہو' اس سے یہ کہنا بھی۔ بے ادبی ہے کہ نماز کا وقت

آگیا ہے یا یہ کہ چلئے نماز پڑھ لیں۔ نیز یہ کہ شاگرد کو استاد کی کوئی رائے یا تحقیق غلط معلوم ہوتی ہو' تب بھی اس کی پیروی کرے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰؑ و خضرؑ کے قصے سے ثابت ہے۔

تعلیم المتعلم میں ہے کہ استاد کی تعظیم میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کی اولاد اور متعلقین کی بھی توقیر کرے۔ نیز یہ کہ علم کے زوال کا سبب معلم کے حقوق کی رعایت نہ کرنا بھی ہے۔

کسی اور عالم کا قول ہے کہ جو شاگرد اپنے استاد کو نامشروع امر کا ارتکاب کرتے دیکھ کر اگر اعتراض و بے ادبی سے "کیوں؟" کہہ دے گا' وہ فلاح نہ پائے گا۔ مناسب ہے کہ ایسے موقع پر کسی دوسرے سے تنبیہہ کرائے یا خود ادب و احترام کے ساتھ استفسار کی صورت میں کہے یا اس طرح کہے کہ نصیحت نہ معلوم ہو۔

ابوداؤد میں مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا' بوڑھے مسلمان اور عالم و حافظ قرآن' بادشاہ عادل اور استاد کی عزت کرنا تعظیم الٰہی میں داخل ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ہارون رشید نے میرے پاس آدمی بھیج کر سماع حدیث کی خواہش ظاہر کی' میں نے کہلا بھیجا کہ علم کے پاس لوگ آتے ہیں اور وہ لوگوں کے پاس نہیں جایا کرتا۔ ہارون یہ جواب پاکر خود آیا۔ آکر میرے پاس اس دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ میں نے کہا یا امیر المومنین! اللہ کی تعظیم میں یہ بھی داخل ہے کہ بوڑھے مسلمان کا احترام کیا جائے۔ ہارون کھڑے ہو گئے۔ پھر میرے سامنے شاگردانہ انداز میں بیٹھے احادیث سنتے رہے۔

ایک دفعہ امام احمدؒ کسی مرض کی وجہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اثنائے گفتگو ابراہیمؒ بن طہمان کا ذکر آیا۔ ان کا نام سنتے ہی امام احمدؒ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ یہ نازیبا بات ہو گی کہ نیک لوگوں کا ذکر ہو اور ہم ٹیک لگائے رہیں۔

ثابت بنانیؒ حضرت انسؓ کے شاگرد اور تابعی ہیں۔ یہ جب حضرت انسؓ کی خدمت میں جاتے' تو ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے۔ اس لئے حضرت انسؓ اپنی لونڈی سے کہا کرتے تھے کہ ذرا میرے ہاتھوں کو خوشبو لگادے' وہ آئے گا تو بے چومے نہ مانے گا۔

حمادؒ بن سلیمان کی ہمشیرہ عاتکہ کہتی ہیں کہ "امام ابو حنیفہؒ ہمارے گھر کی روئی دھنتے تھے۔ ہمارا دودھ اور ترکاری خریدتے تھے اور اسی طرح کے بہت سے کام کرتے تھے۔ طالب علمی میں اسلاف اس طرح خدمت گزاری کرتے تھے اور اسی سے انہوں نے علم کی برکت حاصل کی۔

ابو عبیدہؒ فرماتے ہیں کہ میں کبھی کسی محدث کے دروازے پر حاضر ہوا' تو اطلاع بھجوا کر داخلے کی اجازت نہیں منگوائی بلکہ بیٹھا انتظار کرتا رہتا۔ تاآنکہ وہ خود برآمد ہوتے۔ میں نے ہمیشہ قرآن پاک کی اس آیت سے جو ادب مستفاد ہوتا ہے اس پر نظر رکھی۔   ترجمہ آیت:۔ یعنی کاش وہ لوگ صبر کرتے' تاآنکہ آپؐ باہر نکلتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ بخارا کے ایک بہت بڑے امام اپنے حلقہ میں درس دے رہے تھے۔ اثنائے درس کبھی کبھی کھڑے ہو جاتے۔ جب اس کا سبب دریافت کیا گیا' تو فرمایا کہ میرے استاد کا لڑکا گلی میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ کھیلتے کھیلتے وہ کبھی مسجد کے دروازے کے پاس بھی آجاتا رہا' تو میں اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہوتا۔

قاضی فخرالدین ارسابندی' مرو میں رئیس الائمہ تھے۔ بادشاہ بھی ان کا احترام کرتا تھا۔ وہ فرماتے تھے۔ کہ میں نے یہ منصب صرف استاد کی خدمت کے طفیل پایا ہے۔ علاوہ اور خدمات کے تیس برس تک میں اپنے استاد ابو زید دبوسی کا کھانا پکایا کرتا تھا اور بخیال ادب کبھی اس میں سے نہ کھاتا تھا ؎

علم علم ہست گرچہ سگ بانی است ہم ازیں مرتبہ بگیر قیاس
ہر کہ رانکتہ بیا موزی سگ بود گر ندارداز تو سپاس

خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے لڑکے ماموں کو علم وادب کی تعلیم کے لئے امام اصمعیؒ کے سپرد کردیا تھا۔ ایک دن اتفاقاً ہارون الرشید وہاں جا پہنچا' دیکھا کہ اصمعیؒ اپنے پاؤں دھو رہے ہیں اور شہزادہ پاؤں پر پانی ڈال رہا ہے۔ ہارون نے بڑے برہمی سے فرمایا کہ میں نے تو اس کو آپ کے پاس اس لئے بھیجا تھا کہ آپ اس کو ادب سکھائیں گے۔ آپ نے شہزادے کو یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ ایک ہاتھ سے پانی گرائے اور دوسرے ہاتھ سے آپ کے پاؤں دھوئے۔

ایک مرتبہ خلیفہ موصوف نے ایک نابینا عالم ابو معاویہ ضریر کی دعوت کی اور خود ان کے ہاتھ دھلانے لگا۔ اس دوران ابو معاویہ سے پوچھا۔ "آپ کو معلوم ہے کہ کون آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا ہے؟" ابو معاویہ نے نفی میں جواب دیا' اس پر ہارون رشید نے کہا کہ میں نے خود یہ خدمت انجام دی ہے۔ اس پر ابو معاویہ نے کسی ممنونیت کا اظہار نہیں کیا' بلکہ یہ جواب دیا کہ ہاں آپ نے علم کی عزت کے لئے ایسا کیا۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ نے علم حدیث کی سند حضرت حاجی محمد افضلؒ سے حاصل کی تھی۔ مرزا صاحب کا بیان ہے کہ تحصیل علم سے فراغت پانے کے بعد حضرت حاجی صاحب نے اپنی کلاہ جو پندرہ برس تک آپ کے عمامے کے نیچے رہ چکی تھی' مجھے عنایت فرمائی۔ میں نے رات کے وقت گرم پانی میں ٹوپی بھگو دی۔ صبح کے وقت وہ پانی املتاس کے شربت سے بھی زیادہ سیاہ ہو گیا تھا۔ میں اس پانی کو پی گیا۔ اس پانی کی برکت سے میرا دماغ ایسا روشن اور ذہن ایسا رسا ہو گیا کہ کوئی مشکل کتاب مشکل نہ رہی۔

یاد رکھو! علم وادب کے سیکھنے والے لفظی بحث میں اور ریاضی دان عددی بحث میں اپنے بیش قیمت وقت اور دماغ کو تباہ کرتے ہیں۔ تعلیم جو انسانیت بخشتی ہے۔ بہت کم لوگ اس کی حقیقت سے باخبر ہیں۔ ہر شخص کچھ نہ کچھ عقل و فراست ضرور رکھتا ہے۔ لیکن ہر شخص اس سے کام لینا نہیں جانتا۔

جو شخص سب کچھ جاننے کی کوشش کرتا ہے' وہ کچھ بھی نہیں جان سکتا۔ کیونکہ غیر ضروری موشگافیوں کی چاٹ اسے مفید اور کار آمد علوم کی واقفیت سے بھی محروم رکھتی ہے۔

جاہل کی نسبت عالم کی زندگی میں کم از کم یہ فرق تو ہونا چاہئے کہ اس کے دن تو اطمینان سے گزریں۔ مگر یہاں دیکھا جاتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ تنگ دلی' پست ہمتی اور خود غرضی کا شکار ہو رہے ہیں۔

سکندر سے کسی نے پوچھا کہ آپ استاد کو باپ پر کیوں ترجیح دیتے ہیں؟ جواب دیا۔ "اس لئے کہ باپ تو مجھے آسمان سے زمین پر لایا اور میرا استاد ارسطو مجھے زمین سے آسمان پر لے گیا۔ نیز باپ سبب حیات فانی اور استاد موجب حیات جاودانی ہے۔ باپ میرے جسم کی پرورش کرتا ہے اور استاد میری جان کی۔

فی الواقع استاد کا کام نہایت عزت اور قدر کے قابل ہے۔ بشرطیکہ اس کی ذات اس عزت کو کم کر دینے والی نہ ہو۔

درس گاہ جنت کا باغیچہ ہے۔

یاد رکھو! جو استاد شاگرد کے حالات و مزاج سے واقفیت پیدا کئے بغیر اسے تعلیم دیتا ہے' وہ ابھی خود تعلیم کا محتاج ہے۔

جو معلومات تم کو حاصل ہوں' ان کے دہرانے میں سستی نہ کرو۔ ان کا اعادہ کرنا اور دوسروں تک پہنچانا ضروری خیال کرو۔ کیونکہ بھول جانا علم کے لیے آفت ہے۔

معلم کے اوضاع واطوار ایسے ہونے چاہئیں کہ وہ نیکی اور پرہیزگاری کا مکمل مجسمہ ہو' اور اس کی زیارت ہی سے تعلیم کے مقدس فیض کا عکس متعلم کے دل میں کھنچ جائے۔

جس چھڑی کو سیدھی کرنا چاہیں۔ اس کو مخاطب کی جانب موڑ دیں' جس سے وہ سیدھی ہو جائیگی۔ مگر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ مخاطب جانب غلط نہ ہو' ورنہ چھڑی ٹوٹ جائے گی۔ اس طرح بچوں کے طبائع کو درست کیا جا سکتا ہے۔

تنبیہ ذریعہ تادیب نہیں ہے۔ سخت کلمات کی نسبت نرم کلمات زیادہ موثر ہوتے ہیں۔ کیسی بے ہودہ بات ہے۔ کہ جس برتن میں کچھ ڈالنا چاہیں' پہلے ہی اس میں چھید کر لیں۔

پروفیسر آرنلڈ (علی گڑھ کالج) ایک دفعہ اپنے کسی شاگرد کی غلطی پر خفا ہوئے۔ اس نے کہا۔ جناب آپ اتنے ناراض کیوں ہوتے ہیں؟ میں اپنی طرف سے کوشش میں کوئی کسر نہیں رکھتا۔ اس پر اس سچے استاد کی زبان سے نکلا۔ "آہ! آج تک میں اپنی زندگی میں ایسا شرمندہ کبھی نہیں ہوا ہوں۔"

خوف دلانے یا دباؤ ڈالنے سے اگرچہ کام جاری ہو سکتا ہے' مگر کامیابی عارضی ہوتی ہے۔ اصلی کامیابی سچی مہربانی اور محبت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ محبت کا راستہ اگرچہ لمبا ہے' لیکن تھکانے والا نہیں ہے۔ اگر نان گندمی نیست' زبان گندمی را چہ شد۔

جو استاد اخلاقی برائیوں کو اخلاق ہی کے ذریعے رفع کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا' وہ استاد کہلانے کا مستحق نہیں۔

چھوٹے بچے کے دل میں رعب اور خوف کا سمانا ایسا برا ہے' جیسا کہ نرم و نازک پودے پر باد صرصر کا تند جھونکا یا پھولوں پر لو کا چلنا۔

مدرس کا کام ذہن کو ترقی دینا اور نیک عادات کا پیدا کرنا ہے' نہ کہ بے جا دباؤ کے شکنجے میں جکڑ کر الٹا بچوں کی قدرتی ترقی کو روکنا اور فطری نشوونما کو بند کرنا۔

سست اور کند ذہن طلبا کی غلطیوں پر ناراض ہونا فی الحقیقت اخلاقی اور مکتسبہ برائیوں کی جگہ خواص طبعی کو سزا دینا ہے جو ایک طرح سے اللہ کے کام میں نکتہ چینی کرنا اور دل کا بخار چھانٹنا ہے۔

غصے اور طیش میں آکر بچوں کو کبھی سزا مت دو۔ کیونکہ کوئی غصے میں بھرا ہوا حکیم مریض کے مرض کا استیصال نہیں کر سکتا۔

کی نصیحت بری طرح ناصح اور اک بس ملا دیا بس میں

جب تم سخت گیری کے عادی ہو' ظاہر ہے کہ تمہارا دل بس میں نہیں۔ جو آپ اپنے بس میں نہیں' وہ اوروں کو کیسے

بس میں لا سکتا ہے؟

جو چراغ اپنے نزدیک روشنی نہیں کر سکتا' وہ دور تک روشنی کیسے پہنچا سکتا ہے

بہ نرمی سخت گیروں میں تو رہ رطب اللساں ہو کر ‏ ‏ بسر کر عمر بھر بتیس دانتوں میں زباں ہو کر

علم کے سمندر میں تیرنے والے بچوں کو کشتی مت بناؤ' کہ وہ تمہارے دھکیلنے ہی سے چلیں۔ بلکہ انہیں اپنی ہی ذاتی طاقت سے تیرنا سکھاؤ۔

تعلیم سے زیادہ تادیب کا خیال رکھو۔ خام بنیاد پر عمارت کھڑی نہیں ہو سکتی۔

جو لڑکا خود نہیں سیکھنا چاہتا' اسے کوئی نہیں سکھا سکتا۔

اگر تم روزانہ ایک نئی بات بھی سیکھنا اپنا فرض سمجھ لو' تو صرف ایک سال میں ۳۶۵ مسئلوں کے مالک بن جاؤ گے۔

یاد رکھو' ہر روز کی تھوڑی تھوڑی واقفیت کے مجموعے کا نام علم ہے۔

محفل میں منہ بند کر کے نہ بیٹھے رہو۔ اہل مجلس کو یہ معیوب ہوتا ہے۔ بلکہ موقع و محل دیکھ کر مناسب حال گفتگو کر کے دوسروں کو خوش کرنے کی کوشش کرو' تمہیں کچھ نہ کچھ کہنے کو مل جائے گا' خاموش رہنا آداب محفل کے خلاف ہے' اگر تم معمولی بات بھی خوش گوار طریقہ سے کہہ دو گے' تو وہی بات خاموش رہنے سے ہزار درجہ بہتر ہو گی۔

دو چیز تیرہ عقل است' لب فروبستن ‏ ‏ بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی

تمثیل ذیل سے بخوبی واضح ہو جائے گا کہ کسی چیز کا مداومت کے ساتھ تھوڑا تھوڑا جمع کرتے رہنا' کچھ عرصہ کے بعد کس قدر حیرت انگیز نتائج پیدا کرتا ہے اور یہ کہ وقت کیا قیمت رکھتا ہے۔

تمثیل :- ایک غریب بڑھیا کسی دکاندار سے ہمیشہ سودا سلف خریدا کرتی تھی۔ ایک روز بڑھیا نے سوال کیا کہ کچھ عرصہ ہوا' تم نہایت تنگ دستی میں گزارہ کرتے تھے' مگر اب تمہاری دکان میں اس کثرت کے ساتھ مال جمع ہے کہ تم بڑے امیر معلوم ہوتے ہو۔ کیا کسی کی دولت تمہارے ہاتھ آ گئی ہے یا کوئی اور وجہ ہے' دکاندار نے کہا اے مادر مہربان! مجھ کو تجارت ہی میں نفع ہوا ہے۔ بڑھیا نے پوچھا کہ تجارت میں کس حساب سے فائدہ ہوتا ہے؟ دکاندار نے کہا کہ جو روپیہ تجارت میں لگایا جائے' اگر اس میں سے کچھ بھی خرچ نہ کیا جائے' تو ہر ششماہی کے بعد وہ اصل رقم سے دگنا ہو جاتی ہے۔ بڑھیا نے ایک آنہ دکان دار کے حوالے کیا کہ اس کا جو منافع ہو' وہ مجھے دے دینا۔ دکاندار نے ایک آنہ بھی کھاتہ میں جمع کر لیا۔ بارہ سال کے بعد بڑھیا نے دکاندار سے منافع کا مطالبہ کیا' تو بارہ سال کی چوبیس ششماہیوں کا ہر ششماہی کی رقم کا دگنا کرنے کے بعد تقریباً ساڑھے دس لاکھ روپیہ نکلا۔ کیا کوئی شخص خیال کر سکتا ہے کہ بارہ سال کے بعد ایک آنہ کی تجارت اس قدر تعجب خیز منافع پیدا کر سکتی ہے۔

مت اتراؤ کہ تم بڑے آدمی کے بیٹے ہو۔ کیا خبر کہ کل کیا ہو جائے' ہر کمالے را زوالے' ہر اتصالے را انفصالے

گردش گردون گرداں را ہمیں باشد مثال ‏ ‏ ہر کمالے را زوالے و ہر زوالے را کمال

نیرنگی زمانہ سے خاطر جمع نہ رکھ ‏ ‏ سو رنگ بدلے جاتے ہیں' یاں ایک آن میں

نہیں رہی ہے ہمیشہ کسی کی بات بڑی ‏ ‏ کبھی کے دن ہیں بڑے' کبھی کی رات بڑی

اصلی بڑائی وہی ہے' جو تمہاری اپنی ذات میں ہو۔ بڑے اپنی بڑائی ساتھ ہی لے جایا کرتے ہیں۔
نیکی اپنا معاوضہ آپ ہے۔
وہ شخص ہمیشہ بے فیض رہتا ہے' جو اپنے استاد کی عظمت و بزرگی کا خیال نہیں رکھتا' جس سے ایک نکتہ بھی سیکھو' اس کی دل سے عزت کرو۔
یاد رکھو کہ مریض اخلاق کا سب سے اچھا علاج نیک صحبت کی آب و ہوا میں رہنا ہے۔
زاہد ظاہر پرست کا وجود ایک خوشنما رنگین مقبرہ ہے' جس میں ایک گنہگار روح جیتے جی دفن کی ہوئی ہو۔
نیک دل لوگ گائے کی مانند ہیں' جو گھاس کھا کر دودھ دیتی ہے اور گنہگار سانپ کی مانند جو دودھ پلانے پر بھی ڈنگ مارتا ہے

یارب درست گر نہ رہوں' تیرے عہد پر   بندے سے پر نہ ہو' کبھی کوئی شکستہ دل

انسان کے لئے سب سے ضروری چیز نیک چال چلن اور تعلیم ہے' اس سے اتر کر صحت' باقی مال و دولت جاہ و حشمت' لیاقت اور شہرت سب اس کے آگے ہیچ ہیں۔
نالائق بیٹا چھٹی انگلی کی مانند ہوتا ہے۔ اگر اسے کاٹا جائے' تو درد ہو اور اگر رکھا جائے' تو عیب دار ہو۔
شک و شبہ اور تذبذب کی گنجائش جہالت کی تاریکی میں ہوا کرتی ہے اور جہاں علم کی روشنی نمودار ہوتی ہے' وہاں جو چیز جیسی ہو' ویسی نظر آ جاتی ہے۔
تھوڑا علم بھی غنیمت ہے۔ کئی باتوں سے واقف ہو جانا' اس سے بہتر ہے کہ انسان بالکل ہی جاہل مطلق رہے

لوجان بیچ کر بھی جو علم و ہنر ملے   جس سے کہ ملے' جب بھی جس قدر ملے

تحصیل علم میں شرم مانع نہ ہونی چاہیے خواہ وہ کہیں سے بھی حاصل ہو۔ ہندی مقولہ ہے

کنچن ہووے کیچ میں بس میں امرت ہو   ودیا ناری نیچ کے چاروں ہی لے لو
سونا ہووے کیچڑ میں زہر میں آبحیات ہو   علم عورت ذلیل چاروں ہی لے لو

علم کا شوق اپنا راستہ خود نکالتا جاتا ہے اور بعد میں کسی رہبر و استاد کی ضرورت نہیں رہتی

شوق در ہر دل کہ باشد رہبرے در کار نیست   سیل بے رہبر بدریائی رساند خویش را

علم عالم کی وہ آنکھ ہے' جس سے وہ برائی اور بھلائی میں تمیز کر سکتا ہے۔
طفولیت علم و ہنر کے لئے موضوع ہوئی ہے اور جوانی عمل کے لئے۔ پیری میں بجز گوشہ گزینی اور کچھ نہیں ہو سکتا۔
گھر اگرچہ ننھے بچوں کی بازی گاہ ہے۔ مگر فی الحقیقت دنیا میں ایسا کوئی کالج نہیں' جس میں انسانیت کی تعلیم اس سے بڑھ کر ہوتی ہو۔ آدمی میں آدمیت گھر ہی پیدا کرتا ہے۔
یادداشت کا تمام بوجھ کتاب و کاغذ اور صندوقچہ میں بند نہ رکھو' بلکہ آہستہ آہستہ حافظہ پر بھی ڈالو' تاکہ دماغ روشن بیکاری میں ضعیف و ناکارہ نہ ہو جائے۔ علم در سینہ نہ کہ در سفینہ۔
علم وہی دیرپا اور مستقل کہلاتا ہے' جو اپنی کوشش اور تجربہ سے حاصل ہو۔
مطلب رسی' مدعاشناسی اور معاملہ فہمی کی لیاقت کتاب سے حاصل نہیں ہوتی مگر اپنے غور و فکر اور ذکاوت ذہن سے

حلوہ حلوہ اگر بگوئی صد سال　　در گفتن حلوا نشوی شیریں کام

مطرب کا کام ہر قسم کے ساز کو درست کر کے سر تال پر لانا ہے۔ اور تعلیم یافتہ کا فرض ہر حالت کے لائق بن جانا ہے۔

یار رہے کہ النفس حریص فی مامنع یعنی انسان کا نفس اسی چیز کی زیادہ رغبت کرتا ہے' جس سے اس کو منع کیا جائے۔ بری باتوں کی تلقین تو درکنار' ان کی تردید و نفرت بھی اکثر تحریص و ترغیب کا موجب ہوا کرتی ہے۔ جو بچے شراب کا نام تک نہیں جانتے۔ انہیں شراب کی برائیوں کی تعلیم دینا' ناواقفوں کو واقفیت دلانا اور "دیوانہ راہوائے بس است" کا مصداق بنانا ہے۔ لوح سادہ برائے ہر نقش آمادہ۔

علم حاصل کرو' بادشاہ یا امیر ہوئے' تو اور اونچے ہو جاؤ گے۔ عام آدمی ہوئے' تو زندہ رہ سکو گے۔

سامعین کو ناصحین کے اقوال پر نظر ثانی کرنا چاہیے' نہ کہ ان کے افعال پر۔ یہ نہ دیکھو کہ کس نے کہا ہے؟ بلکہ یہ دیکھو کہ کیا کہا؟ لارڈ بیکن کی رائے کی تو سب قدر کرتے ہیں۔ مگر اس کے چلن کی پیروی کا ایک بھی قائل نہیں۔

علم دو دھاری تلوار ہے۔ اس کا مناسب استعمال برکت اور نامناسب ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔

دنیا میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں' جو ہر حال میں انسان کے لئے مناسب ہو۔ مگر یہ خاصیت صرف کتابوں ہی میں ہے' جو بچپن' جوانی' بڑھاپے اور رنج و خوشی میں یکساں فیض رساں ہیں۔

اک فلاسفر کا قول ہے کہ اگر اللہ اپنے دائیں ہاتھ میں علم اور بائیں میں تلاش علم لے کر مجھے آزادی دے کہ میں ان دونوں میں سے جسے چاہوں' پسند کر لوں۔ تو میں بغیر کسی جھجک یا رکاوٹ کے فوراً تلاش علم کے لئے ملتمس ہوں گا۔

نیت نیک ہو' تو طالب علم سے افضل کوئی نہیں　(سفیان ثوریؒ)

علم جتنا زیادہ کامل ہوتا جائے گا۔ اتنا ہی زیادہ انسان اپنے آپ کو ناقص خیال کرے گا۔ علم اور نیکی کا میدان ایسا وسیع ہے کہ جس کی حد و پایاں نہیں۔ جو شخص اس میں اپنی عقل کے گھوڑے دوڑاتا ہے۔ وہ ہر ایک ساعت میں زیادہ عاقل اور پہلے سے بہتر ہوتا جاتا ہے۔

دنیا کے بہت بڑے مشہور شاعر نے مرتے وقت یہ کہا کہ یہ حسرت میں اپنے ساتھ لیے جاتا ہوں کہ میں نے ہزار اپنی جان ماری' مگر کبھی ایک شعر کامل نہ کیا گیا۔ اسی طرح ایک مصور نے بھی جو اپنی نظیر نہ رکھتا تھا۔ مرتے وقت کہا۔ "افسوس کہ میں ساری عمر میں ایک دائرہ بھی کامل نہ کھینچ سکا۔"

جہاں انسان نے یہ خیال کیا کہ میں کامل ہو گیا۔ وہیں اس کا زوال شروع ہو گیا۔ قدر مرد بعلم است و قدر علم بکمال

بعالم علم شبہ علم و کمال　　کہ مال است بے سود بہر مال

جو شخص تلاش علم میں ہے' وہ عالم ہے' جس نے سمجھا کہ میں نے حاصل کر لیا' وہ جاہل ہے۔ خواہ وہ کیسا ہی عالم ہو۔

لارڈ میکالے کی دعا تھی کہ میں مروں تو کتب خانہ میں مروں ۔

ز دانایاں بود ایں نکتہ مشہور　　کہ دانش در کتب داناست در گور

اچھی کتاب سے بہتر کوئی ہم نشین و رفیق نہیں ہے ۔

ہم نشینی بہ از کتاب مخواہ　　کہ مصاحب بود گاہ و بے گاہ

علم روح کو غنی کرتا ہے اور مال جسم کو۔ جس نے علم حاصل نہیں کیا' اس نے روح کو مفلس بنا دیا۔
شاگرد پر استاد کی مناسب سختی جس سے اس کی خودداری کو ضعف نہ پہنچے' قابل تعریف خیال کی گئی ہے ؎

جور استاد به ز مهر پدر

تھوڑا علم زیادہ عمل کرنے سے بہت ہو سکتا ہے۔ مگر زیادہ علم بغیر عمل کے ناکارہ اور نکما ہو جاتا ہے۔
تعلیم کا اصلی معیار یہ ہے کہ ہم اندر سے کس قدر علم باہر نکال سکتے ہیں۔ یہ نہیں کہ باہر سے کس قدر اندر ڈال چکے ہیں
؎ بچنا فضول گوئی سے ہے مقصد سکوت معقول بات ذہن میں آئے' تو چپ نہ رہ
علم پڑھنا اور اس کا بڑھنا بے فائدہ ہے۔ جب تک کہ اطاعت رسول اور خوف الٰہی بھی ساتھ نہ بڑھیں۔
صرف تعلیم سے شرافت انسانی کا حاصل کرنا ایسا ہی مہمل و موہوم خیال ہے۔ جیسا کہ علم کیمیا کے ذریعے سے تانبے کا سونا بنانا۔
یہ علم کا نقص ہے کہ اس میں اضافے کا خیال نہ ہو۔ مزید علم کی خواہش نہ ہونا' اس بات کی دلیل ہے کہ آدمی اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھا رہا ہے
علم سے حلم اور شکل سے عقل بالاتر ہوتی ہے۔
خلق اللہ کے ساتھ بھلائی کرنا انسان کا سب سے اعلیٰ فرض ہے۔ مگر یہ تعلیم و تربیت کے بغیر پورا نہیں ہوتا۔
دو حریص ایسے ہیں' جن کی حرص کبھی ختم نہیں ہوتی۔ علم کا حریص اور دنیا کا حریص (عباسؓ)
آدمی اسی وقت تک عالم ہے' جب تک وہ طالب علم ہے اور اس وقت سے جاہل ہے' جب طلب علم کو خیرباد کہہ دے۔
نیک دل انسان دشمنوں کے ساتھ بھی نیکی کرنے سے نہیں چوکتے۔ صندل اس کلہاڑے کا منہ بھی خوشبودار کر دیتا ہے' جو اسے کاٹتا ہے۔
بچے کی تعلیم کا سب سے پہلا سبق یہ ہے کہ اسے ضدی اور خودغرض نہ بننے دیں۔ اس کی بے جا ضد کو کبھی پورا نہ کریں۔ اس کی خوشنودی مزاج کا ہرگز لحاظ نہ رکھیں۔ اس میں فرمانبرداری کی عادت پیدا کریں۔ تو سمجھو کہ تم نے اسے آفات زمانہ سے بچا لیا۔
علم حاصل کرنے سے اگر کردنی و ناکردنی کی تمیز پیدا نہ ہو' تو وہ لاحاصل ہے۔
علم انسان کا مشیر با تدبیر ضرور ہے۔ مگر زندگی کے جہاز کا چلانا کسی اور ناخدا کے ہاتھ میں ہے' جس کا نام تمیز ہے۔
حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ میرے بھائی عیسیٰ بن مریمؑ نے بنی اسرائیل سے کہا تھا "لوگوں انا اہلوں کو حکمت نہ دو کہ یہ حکمت پر ظلم ہے۔ اور اہلوں سے حکمت کو باز نہ رکھو کہ یہ ان پر ظلم ہے۔"
انسان بچے کا باپ نہیں' بلکہ در حقیقت بچہ انسان کا باپ ہے۔ کیونکہ جو عادات و اطوار بچپن میں استوار ہو جاتی ہیں' وہ عمر بھر پائدار رہتی ہیں۔
اگر خودرو پودوں کی طرح بچوں کو بغیر تربیت کے بڑھنے دیا جائے گا' تو ان میں باقاعدہ نشوونما پانے اور اس باغیچہ میں داخل ہونے کی طاقت معدوم ہو جائے گی۔ جس سے انسان و حیوان کے حالات و اسباب کی تمیز و تفریق کی جاتی ہے۔

تعلیم خودداری کا سبق پڑھاتی ہے۔ اور خودداری بیداری کی حالت پیدا کرتی ہے۔

انسانیت کی بنیاد اخلاق پر قائم ہے اور اخلاق کی بنیاد رحم دلی اور رحم دلی کی بنیاد تعلیم پر۔

ضخیم کتابوں کو نوک زبان کرنے سے وہ مرتبہ نہیں ملتا' جو فقط ایک جملے کو غور و فکر کی آنکھوں میں جگہ دینے سے آتا ہے

؎ صاحب الفاظ کو دفتر سے بھی سیری نہیں صاحب معنی کو صرف اک لفظ کافی ہو گیا

بساط ہند پر سلطنت مغلیہ کے آخری مہرے اور برائے نام بادشاہ ظفر بہادر شاہ کے عہد میں مفتی صدر الدین آزردہ قاضی القضاۃ کے عہدے پر مامور تھے۔ ایام جنگ آزادی میں باغیوں نے تمام علمائے وقت سے فتویٰ جہاد پر دستخط کروا لیے۔ جو ذرا بھی انکار کرتا' اسے موت کے گھاٹ اتار دیتے۔ فتویٰ کو مکمل کرنے کے لیے سب سے آخر میں آپ کے سامنے بھی فتویٰ جہاد برائے دستخط پیش کیا گیا۔ جس پر تمام علماء نے "فتویٰ بالخیر" کے الفاظ لکھ کر اپنے اپنے دستخط کیے ہوئے تھے۔ خوف جان سے آپ کو بھی مجبوراً یہی الفاظ یعنی فتویٰ بالخیر لکھ کر دستخط کرنے پڑے۔ غدر فرو ہونے کے بعد عدالت فوجی نے دوسرے مجرموں کی طرح آپ سے بھی دریافت کیا کہ یہ دستخط آپ ہی کے ہیں؟ آپ نے کہا کہ دستخط تو ضرور میرے ہی ہیں لیکن الفاظ نوشتہ کو بغور ملاحظہ فرمایا جائے۔ چنانچہ بغور جانچنے پر معلوم ہوا کہ بالخیر کی خ کا نقطہ نہ تھا' جس سے وہ الفاظ فتویٰ بالخیر کی بجائے "فتویٰ بالجبر" بن گئے۔ اور ایک نقطہ کی کمی نے ان کی جان بچا دی۔

مکتب کے چند طالب علم برلب دریا سبق یاد کر رہے تھے۔ وہیں ایک ماہی گیر مچھلیاں پکڑ رہا تھا۔ لفظ مخنث پر بحث ہو رہی تھی۔ ان کی اس علمی بحث کا یہ حصہ ماہی گیر کے کان میں پڑ گیا کہ مخنث اس کو کہتے ہیں' جس میں مذکر و مونث کی کوئی علامت نہ ہو۔ اتفاقاً ماہی گیر کے جال میں ایک روز ایسی خوبصورت مچھلی آئی کہ جس کو حصول انعام کے لئے اس نے بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ بادشاہ مچھلی کی خوبصورتی دیکھ کر نہایت متاثر و متعجب ہوا۔ اور بجائے انعام دینے کے اس نے اس مچھلی کے جوڑے کی فرمائش کر دی۔ اس تاکیدی شرط کے ساتھ کہ اگر جوڑا بہم نہ پہنچا' تو تم کو ہلاک کر دیا جائے گا' ماہی گیر کو بجائے معقول انعام حاصل کرنے کے اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ کیونکہ ایسی مچھلی کا دستیاب ہونا ایک اتفاقیہ امر تھا' نہ کہ کسی محنت کا نتیجہ۔ خوش قسمتی سے اس کو مخنث والی بحث یاد آ گئی۔ فوراً بادشاہ سے عرض کیا کہ یہ مچھلی نہ مذکر ہے نہ مونث بلکہ مخنث ہے۔ لہٰذا اس کا جوڑا ملنا ناممکن ہے۔ بادشاہ یہ معقول جواب سن کر اپنے ارادے سے درگزرا۔ اور ماہی گیر کو معقول انعام دے کر رخصت کیا۔ نتیجہ یہ کہ علم کے ایک لفظ نے ماہی گیر کی جان بچا دی۔

حضرت امام غزالیؒ کسی جنگل سے گزرے جہاں ان کو ڈاکو مل گئے۔ ڈاکوؤں کو جب آپ سے کچھ نہ مل سکا۔ تو آپ کی کتابوں کا بستہ ہی چھین لیا۔ امام صاحب کو بہت افسوس ہوا کہ کوئی بات کتاب میں دیکھنے کی ضرورت ہوئی' تو کیا کروں گا۔ آخر کار نہایت عاجزی سے التجا کی کہ میرا بستہ مجھے دے دو۔ آپ کو اس سے کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ لیکن میرے بڑے کام کی چیز ہے۔ ان کتابوں کے بغیر میرا کام نہیں چل سکتا۔ ڈاکو آپ کی عاجزی سے متاثر ہو گئے اور یہ کہہ کر بستہ واپس دے دیا کہ ایسے علم سے کیا فائدہ؟ کہ جب کتابیں جاتی رہیں' تو آدمی کو کچھ بھی یاد نہ رہے۔ امام صاحب پر اس

بات کا اتنا اثر ہوا کہ آئندہ آپ تمام کتابوں کی ضروری باتیں حفظ کر لیتے۔ آپ کی نسبت ایک انگریز فلاسفر کا مقولہ ہے کہ میں بمقابلہ دیگر مذاہب کے دین اسلام کو اس لیے زیادہ حق بجانب سمجھتا ہوں کہ امام غزالیؒ جیسا عالم بے بدل اور ایشیائی فلاسفر اس کا پیرو ہے۔

کسی بادشاہ نے ایک تیلی سے دریافت کیا کہ ایک من تلوں سے کتنا تیل نکلتا ہے؟ تیلی نے کہا۔ دس سیر' پھر پوچھا دس سیر میں سے؟ تیلی نے کہا اڑھائی سیر۔ بادشاہ نے پوچھا' اڑھائی سیر میں سے؟ تیلی نے کہا اڑھائی پاؤ۔ سلسلہ سوالات کے آخر میں بادشاہ نے پوچھا' ایک تل میں سے کتنا تیل نکل سکتا ہے؟ تیلی نے جواب دیا کہ جس سے ناخن کا سرا تر ہو سکے۔ کاروبار دنیوی میں تیلی کی اس ہوشیاری سے بادشاہ بہت خوش ہوا اور کہا کہ علم دین سے بھی کچھ واقفیت ہے؟ تیلی نے کہا نہیں۔ بادشاہ نے ناراض ہو کر کہا کہ دنیاوی کاروبار میں اس قدر ہوشیار اور علم دین سے بالکل بے خبری۔ اس کو قید خانہ میں لے جاؤ۔ جب تیلی کو قید خانے میں لے جانے لگے' تو تیلی کا لڑکا خدمت میں عرض کرنے لگا کہ "میرے باپ کے جرم سے مجھے مطلع فرمائیں' تو کرم شاہانہ سے بعید نہ ہو گا۔" بادشاہ نے کہا۔ "تیرا باپ اپنے کاروبار میں تو اس قدر ہوشیار ہے۔ لیکن علم دین سے بالکل بے بہرہ ہے۔ اس لئے۔ اس غفلت کی سزا میں اس کو قید خانے بھیجا جاتا ہے۔" تیلی کے لڑکے نے دست بستہ عرض کی "حضور! یہ قصور اس کے باپ کا ہے' جس نے اس کو تعلیم سے بے بہرہ رکھا' نہ کہ میرے باپ کا؟ میرے باپ کا قصور اس حالت میں قابل مواخذہ ہوتا' اگر وہ مجھے تعلیم نہ دلاتا۔ لیکن میرا باپ مجھے تعلیم دلا رہا ہے۔ آئندہ حضور کا اختیار ہے۔" بادشاہ لڑکے کے اس جواب سے بہت خوش ہوا۔ اور کہا "تمہاری تھوڑی سی تعلیم نے نہ صرف اپنے باپ کو مصیبت قید سے چھڑا لیا' بلکہ تم کو بھی مستحق انعام ٹھہرایا۔" چنانچہ بادشاہ نے تیلی کو رہا کر دیا اور اس کے لڑکے کو معقول انعام دے کر رخصت کیا۔

ایک گریجویٹ نے ایک بوڑھے وکیل سے پوچھا کہ تحصیل علم کے بعد اب مجھے کون سا پیشہ اختیار کرنا چاہیے؟ کیا آپ کے پیشے میں ابھی کچھ گنجائش قانون دانوں کی ہے؟ معمر وکیل نے جواب دیا۔ "ہاں اس پیشہ کی نچلی منزل تو بالکل پر ہے۔ لیکن اوپر کی منزل میں ہنوز گنجائش باقی ہے۔" یعنی معمولی وکیلوں کی تو ضرورت نہیں۔ البتہ لائق قانون دان کے لئے کچھ ترقی کی جگہ باقی ہے۔ قابل شخص ہر ایک کام میں بالائی منزل حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن "وکلاء" کی سپاہ اس قدر کثیر ہو گئی ہے کہ ان کو اپنے ہتھیار چلانے کے لئے جگہ نہیں ملتی۔"

حضرت امام شافعیؒ نے بے نظیر ذہانت خداداد کی بدولت چودہ سال ہی کی عمر میں تمام علوم دینی سے فارغ التحصیل ہو کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ کے درس میں علاوہ مقامی طلباء علم کے دور دور سے معمر علمائے کرام بھی آپ کی قابلیت علمی سے فائدہ اٹھانے کے لئے شامل درس ہوتے تھے۔ ایک روز اثنائے درس میں دو چڑیاں لڑتی آپ کے سامنے گریں۔ آپ نے جھٹ اپنا عمامہ اتار کر ان پر پھینک دیا' آپ کی اس طفلانہ حرکت سے متاثر ہو کر بعض معمر اور ثقہ بزرگ اور علمائے کرام کچھ چیں بہ جبیں ہو گئے۔ آپ نے ان کے چہرے پا آثار ملال دیکھتے ہوئے یہ کہہ کر سب کو مسکت کر دیا الصبی صبی ولو کان ابن نبی۔ یعنی لڑکا لڑکا ہی ہے۔ خواہ نبی ہی کا لڑکا کیوں

نہ ہو؟ لہٰذا والدین کا فرض ہے کہ بچوں کو علاوہ تعلیم کے باوقات مناسبت کھیلنے کودنے سے بالکل منع نہ کریں۔ کیونکہ بچپن میں وہ فطرتاً کھیل کود کی طرف زیادہ راغب ہوتے ہیں۔ نہ صرف انسان بلکہ حیوانات کے بچے بھی اس خاصہ فطرت سے مبرا نہیں۔

ایک بوڑھا شخص اپنے مکان میں مصروف نوشت و خواند تھا۔ محلے کے لڑکے کھیلتے اور شور مچاتے تھے۔ بوڑھے نے شوروغل سے تنگ آ کر کہا۔ لڑکو! تم کیا کر رہے ہو؟ ایک حاضر جواب لڑکے نے کہا۔ حضرت ہم وہی کچھ کر رہے ہیں۔ جو آپ اس عمر میں کیا کرتے تھے۔"

یاد رہے کہ ہر ایک بچہ اپنے اندر ایک خاص قسم کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور اگر بچے کو اس کے فطری رجحان طبع کے مطابق اسی کام میں اس کو داخل نہیں کیا جاتا' تو یہ اس کی مخصوص ذہنیت پر ظلم عظیم ہو گا۔ ممکن ہے کہ زندگی میں وہ بری بھلی روٹی تو کما کھائے' لیکن وہ شاندار اور کامیاب زندگی ہرگز بسر نہ کر سکے گا۔ جب تک انسان اپنی اصلی جگہ تلاش نہیں کر لیتا' وہ پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکتا ۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند		میل او اندر دلش انداختند

دخانی انجن اپنی لائن پر پورا کام دے سکتا ہے۔ لیکن دوسرے راستوں پر کمزور ہو جاتا ہے۔ اکثر لڑکے جن کو سست' بے وقوف' متلون مزاج وغیرہ نام دے کر جور و جفا کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ وہ درحقیقت اپنی مناسب اور موزوں جگہ پر نہیں ہوتے۔ یعنی ان بچوں کو باوجود چوکور ہونے کے گول سوراخوں میں ٹھونسنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور جب وہ وہاں ٹھیک نہیں بیٹھتے اور مناسبت طبع نہ ہونے کے باعث انہیں قدرتی طور پر اس سے دلچسپی نہیں ہوتی' تو انہیں تنگ کیا اور مارا پیٹا جاتا ہے۔

والدین اکثر اپنی تنگ دلی اور غلطی سے بچوں کو بالکل اپنے جیسا بنانا چاہتے ہیں۔ جیکب السٹر کا باپ جو ایک قصاب تھا اسے اپنے موروثی پیشہ قصابی میں ڈالنا چاہتا تھا۔ لیکن آئندہ ہونے والے ملک التجار میں زبردست تجارتی رجحان تھا۔ اور قصائی کے بے رحم پیشے سے اس کی روح کانپتی تھی۔ اس لئے ایمرسن نے اس کے باپ کو بلا کر سمجھایا کہ تم اپنے لڑکے کو اپنی طرح کا دوسرا کیوں بنانا چاہتے ہو؟ تم اکیلے ہی کافی ہو' قدرت کبھی بھی ایک طرح کے دو انسان پیدا نہیں کرتی۔ وہ ہر ایک انسان کے پیدا ہوتے ہی اس کا سانچہ چور چور کر دیتی ہے۔ اور اس مقناطیسی مسالے کو' جس سے اسے بناتی ہے' وہ دوبارہ استعمال نہیں کرتی' اختلاف اشکال و طبائع اس کے زبردست شاہد ہیں۔

آرک رائٹ کے نادان والدین نے اس کو حجام کا شاگرد بننے پر مجبور کیا۔ لیکن قدرت نے اس کے دماغ میں وہ عجیب ایجاد بھر رکھی تھی' جس کی بدولت بنی نوع انسان کو بہت فائدہ اور برکت حاصل ہوئی۔ اور انگلستان کے لاکھوں مفلسوں کو مزدوری سے نجات ملی۔ اس نے اپنے والدین کی ایک نہ سنی۔

وہ نوجوان نہایت خوش قسمت ہے' جسے اپنی رغبت کے موافق جگہ مل جائے۔ اگر اسے وہ جگہ نہ ملتی' تو وہ کوئی جگہ بھی ایسی خوبی سے پر نہیں کر سکتا۔ جس سے اسے خود بھی اطمینان ہو اور دوسروں کو بھی مطمئن کر سکے۔ پتھر کی بھاری گاڑی کھینچنے والے بڑے گھوڑے کو گھوڑ دوڑ کی بازی کے لیے کھڑا کر دیا جائے' تو یہ سخت مضحکہ خیز نظارہ اور انتہائی

حماقت کا ثبوت ہو گا۔ غرضیکہ دنیا ایسے آدمیوں سے بھری پڑی ہے' جو اپنی جگہ پر بالکل ناموزوں ہیں اور اس وجہ سے مفلس' بے اعتبار اور نظام دنیوی میں خلل عظیم کا موجب ہیں۔

ناموزوں' غیر' ناسب اور خلاف طبع کام کی مثال ایسی ہے' جیسے کوئی مچھلی کنارہ دریا پر پڑی ہوئی تڑپتی ہے' لیکن جب دریا کی ایک لہر اسے اپنی آغوش میں لے لیتی ہے' تو وہ اپنے بازوؤں کو آگے پیچھے مارتی اور دم کو لہراتی ہوئی تیر کی مانند وہاں سے چل دیتی ہے۔ یہی بازو اور دم پہلے بھی اس کے موجود تھے۔ لیکن پانی نہ ہونے کے باعث ناکارہ تھے اور اب مناسب جگہ مل جانے پر اس کی خوشگوار زندگی کا موجب بن گئے۔

مولیئر نے محسوس کیا کہ وہ وکالت کے قابل نہیں۔ اس نے اس پیشے کو چھوڑ دیا۔ اور علم وادب میں لازوال شہرت حاصل کر گیا۔ رابرٹ کلایو اپنے سکول میں احمق اور کند ذہن خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن اس نے اپنی فوجی مناسبت طبع سے بتیس سال کی عمر میں تین ہزار آدمیوں سے پلاسی کے میدان میں پچاس ہزار فوج کو شکست دے کر ہند میں سلطنت برطانیہ کی غیر متزلزل بنیاد جمادی۔ گولڈ سمتھ کا نام بوجہ نالائق ہونے کے طبابت کی جماعت سے خارج کر دیا گیا اور اسے مجبوراً علم وادب میں داخل ہونا پڑا۔ بعد میں دنیا کو معلوم ہوا کہ وہ طبابت کے لیے قطعی ناموزوں اور اس کا اہل نہ تھا۔ پھر وہ آسمان ادب پر ایک ایسا آفتاب بن کر چمکا' جس کی مثال نہیں۔ سر والٹر سکاٹ کو بھی اس کے استاد بدھو کہا کرتے تھے۔ نوجوان لنائیس کو بھی اس کے استاد احمق اور نالائق کہا کرتے تھے۔ پادری کے فرائض کی سرانجام دہی کے ناقابل دیکھ کر اس کے والدین نے اسے تعلیم طبابت کے لیے کالج میں بھیج دیا۔ لیکن اندرونی خاموش استاد جو سب سے عقلمند اور فہیم ہے' اسے کشاں کشاں کھیتوں میں لے گیا اور بیماری' بدقسمتی اور مفلسی کوئی اسے علم نباتات کے مطالعے سے باز نہ رکھ سکی۔ یہی اس کا دل پسند اور مناسب طبع مشغلہ تھا۔ اور اسی میں آخر وہ اپنے زمانے کا سب سے بڑا ماہر تسلیم کیا گیا۔

دانشمند بننا ہے' تو ادب واخلاق کی پرانی اور سائنس کی نئی کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

ایک بشپ نے ایک نوجوان پادری سے کہا تھا۔ "میں تم کو وعظ کرنے سے منع نہ کروں گا۔ مگر قدرت منع کرتی ہے۔" ایک مشہور انگریزی شاعرہ جین انگیا کہتی ہے۔ "میں یہ خیال کر کے نہایت خوش ہوں کہ اللہ نے مجھے اس بات پر مجبور نہیں کیا کہ میں تمام دنیا کا کارخانہ چلاؤں۔ اور میرا فرض صرف یہی قرار دیا ہے کہ میں اپنا کام معلوم کر کے دلی مسرت واطمینان سے وہ کام کرتی چلوں' جو میرے لیے مقرر کیا گیا ہے۔"

ایک شخص جو اکثر اوقات تنہائی میں مطالعہ کتب میں مصروف رہتا تھا' اس کے ایک واقف نے کہا "کیا اس قدر تنہا نشینی آپ کے لیے موجب وحشت تو نہیں ہوتی۔" اس نے کہا۔ تنہا نیستم بلکہ با "تن ہا" ستم "تن ہا" یعنی مصنفین کتب میرے ہم نشین ہوتے ہیں۔

سر ٹامس براؤن کا قول ہے۔ کہ "میں اپنے دماغ کو علم کی قبر نہیں' بلکہ علم کا خزانہ بنانا چاہتا ہوں۔ میں علم کا ٹھیکہ لینے کا خواہاں نہیں بلکہ اس کی عمومیت کا مشتاق ہوں۔ میں مطالعہ صرف اپنی ذات کے لیے پسند نہیں کرتا' بلکہ ان

لوگوں کے فائدے کے لیے مطالعہ کرتا ہوں' جو خود مطالعہ نہیں کرتے۔

علم دولت سے لاکھوں درجہ بہتر ہے۔ انسان کے دل کا یہ قدیم ترین خیال ہے کہ یہ خیال بڑا گہرا' متبرک اور صحیح ہے۔ جذبات انسانی کی اس موج عظیم کو جو مدت مدید سے بہ رہی ہے' قوموں کی ترقی اور تنزل کے اسباب پر غور و فکر کرنا۔ شعر کی دنیا کی سیر کرنا اور اس کی فصاعت سے گرم جوش ہونا' تمام چیزوں کی علت غائی تک رسائی کرنا اور اس امر کا معلوم کرنا کہ باوجود دنیا کی بے ترتیبی' ظلم اور تعدی کے 'ایک شے ہے' جو کبھی نہ بدلے گی۔ کبھی فنا نہ ہو گی اور ابد تک رہے گی۔ ان باتوں کو جاننے کے لئے ضروری ہے کہ ہم بے خواب راتیں گزار دیں۔ دن کو سخت محنت کریں۔ موجودہ خوشیوں کو نظر انداز کر دیں۔ ہمیشہ ستانے والی غریبی کو برداشت کریں۔ حوصلہ شکن حالات سے نہ گھبرائیں' تو بے شک تم اپنی زندگی کے مقصد حقیقی کو پالو گے۔ گویا تمہارے قوائے عقلی و ذہنی نے اس کام کو انجام دے لیا ہے۔ جس کی خاطر وہ تمہیں عطا کئے گئے تھے۔ تم نے ان کو فضول لذات نفسانی پر خرچ نہیں کیا بلکہ ایسی محنت پر لگایا ہے' جو ان کی فطرت و خلقت کے عین مطابق ہے۔ علم کی زندگی تکلیف اور گناہ کی زندگی نہیں ہوتی۔ علم کا عاشق کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ کسی کی خوشی میں دخل نہیں دیتا۔ اس کی آرزو کسی کو برباد نہیں کرتی۔ وہ کسی کو فریب نہیں دیتا۔ بلکہ اپنی کامیابی سے ہر ایک کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ وہ ایک ایسی خوشی حاصل کرتا ہے' جس کے ساتھ کوئی ملامت وابستہ نہیں۔ اسے ایسی خوشیوں سے بلاشبہ نفرت ہوتی ہے۔ جن کا حصول خلاف ہدایت ضمیر عمل کرنے پر مجبور کرے۔ اس کی سب خوشیاں سستی' معزز اور بے لوث ہوتی ہیں اور جہاں تک انسان اس تغیر و تبدل کے دور میں ہمیشگی کی امید کر سکتا ہے' وہ اس قسم کی ہوتی ہیں کہ قسمت بھی انہیں زائل نہیں کر سکتی۔ وہ اس کے ساتھ زندگی بھر لگی رہتی ہیں۔ اس کی نیکیوں کو بڑھاتی اور برائیوں کو کم کرتی ہیں۔

اس لیے علم کو تا دم مرگ عزیز رکھو۔ جس سے مراد یہ ہے کہ عزیز رکھو معصومیت کو' عزیز رکھو چال چلن کی درستی کو' عزیز رکھو اس شے کو جو دولت مند ہونے کی صورت میں تمہاری دولت کو لوگوں کی نظروں میں عزیز اور غریب ہونے کی صورت میں تمہاری غریبی کو بھی معزز بنا دے اور ان لوگوں کو تم پر ہنسنے سے روکے' جن کے سینے نخوت و تکبر سے معمور ہیں۔ عزیز رکھو اس شے کو جو تمہیں تسلی دے گی اور پختگی بخشے گی' جو تکالیف و مشکلات اور مصائب و معائب' حاضر و غائب میں سپر ہو گی۔ جو تمہارے لیے تخیل کا دروازہ کھول کر مجالس دنیوی و محافل امراء سے مستغنی کر دے گی۔ جس میں تم بڑے بڑے مورخوں' بڑے بڑے مصنفوں' بڑے بڑے علماء اور فلاسفروں سے ہم کلام ہو سکو گے۔ اور ممکن ہے کہ کسی دن خود بھی ویسے ہی بن سکو گے اور اس دنیا کی مستلزم الوقوع تکلیفوں' کلفتوں' بے انصافیوں اور ظلم و تعدی کو بھول سکو گے اور تم ظلمت جہالت سے نکل کر نور علم کی حقیقی روشنی میں آجاؤ گے۔

سعادت' سیادت' عبادت ہے علم	بصیرت ہے' دولت ہے' طاقت ہے علم
بے شبہ وہ علم کی دولت سے ہے خالی	کہنے کو بشر ہے' بشریت سے ہے خالی
لازم ہے کہ ہو علم کے ساتھ عمل بھی	سرسبز جو اشجار ہیں' وہ رکھتے ہیں پھل بھی
حالی کا یہ نکتہ ہے ہمیں یاد برابر	ہیں علم و عمل دونوں کے اعداد برابر

حضرت رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے "علم حاصل کرو۔ کیونکہ بوجہ اللہ علم کی تعلیم خشیت ہے۔ علم کی طلب عبادت ہے' علم کا مذاکرہ تسبیح اور اس کی تلاش جہاد ہے۔ بے علموں کو علم سکھانا صدقہ ہے۔ مستحقوں میں علم خرچ کرنا تقرب ہے۔ علم حلال و حرام کا نشان ہے۔ دنیا و عاقبت میں روشنی کا ستون ہے۔ تنہائی میں مونس اور پردیس میں رفیق ہے۔ خلوت میں ندیم ہے۔ راحت میں مصیبت کو بتانے والا ہے۔ دشمن کے مقابلے میں ہتھیار اور دوستوں میں زینت ہے۔ آخر میں فرمایا' مجھ سے علم سیکھو۔ مجھ سے علم سیکھو۔" لطیفہ:۔ شیطان نے اپنی ذریات سے ہر ایک کی روزمرہ کارگزاری دریافت کی۔ کسی نے قتل' کسی نے زنا' کسی نے چوری اور کسی نے شراب خوری وغیرہ اور دیگر متفرق گناہوں کے کارنامے بیان کیے۔ ایک ان میں سے خاموش رہا۔ شیطان نے کہا "تو بھی کچھ بیان کر۔" اس نے جواب دیا کہ ان سب کے مقابلے میں مجھے اپنی حقیر کارگزاری بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ شیطان نے کہا کچھ بھی ہو' بیان تو کر۔ اس نے کہا میں نے ایک لڑکے کو مدرسے جانے سے روکا ہے۔ شیطان نے اٹھ کر اس کو گلے سے لگایا اور کہا کہ جس کارگزاری کو تو حقیر سمجھتا ہے۔ وہ فی الحقیقت دوسروں کی بیان کردہ ہنگامی کارگزاریوں سے بدرجہا بہتر کارگزاری ہے۔ کیونکہ دوسروں کے ہنگاموں کے مقابلے میں یہ گناہ جاری ہے۔ اب وہ لڑکا آج کی چاٹ سے اکثر غیر حاضریاں کرتا رہے گا' اور اس میں بڑھتے بڑھتے پڑھنے سے محروم رہ جائے گا اور اپنی بے علمی کے نتیجے میں ایسے بے شمار گناہوں میں بغیر تمہاری ترغیب کے از خود مرتکب ہوتا رہے گا۔ لہٰذا تیری کارگزاری قابل ستائش کامیابی ہے

از مدرسہ ہر شخص پذیرفتہ عمارت ۔۔۔ غارت شدہ گر گشتہ ہم از مدرسہ غارت

حصول اخلاق:۔ خالق کی خوشنودی اور مخلوق میں ہر دلعزیزی حاصل کرنے کے لئے اخلاق سب سے بڑا' سب سے بہتر' سب سے زیادہ آسان ذریعہ ہے۔ انسان ہزار عالم و فاضل اور عابد و زاہد ہو' اگر وہ اوصاف اخلاق سے محروم ہے' تو اس کا علم و فضیلت اور عبادت و زہد سب ہیچ ہیں۔ اعتقادی طور پر انسان خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ لیکن ہر ایک انسان میں حقیقی جوہر انسانیت ہونا ضروری ہے

بہر مذہب کہ باشی باش' خوش اخلاق و بخشندہ ۔۔۔ کہ کفر و نیک خوئی بہ ز اسلام و بداخلاقی

شارع اسلام حضرت نبی کریم ﷺ نے اخلاق کی تعلیم پر جس قدر زور دیا ہے' اس کے مطالعہ کے بعد یہ دعویٰ کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ مذہب اسلام کی تمام تر تعلیم کا لب لباب اگر ایک لفظ میں بیان کیا جائے تو وہ صرف "اخلاق" ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ سے ایک شخص نے تین مرتبہ یہی سوال کیا۔ "دین کیا ہے؟" آنحضرت ﷺ نے تینوں مرتبہ یہی جواب فرمایا "اخلاق"۔ اور اگر ایک فقرے میں بیان کیا جائے' تو آپ ﷺ کے اس فرمان مبارک سے ظاہر ہے الاسلام تعظیم لامر اللہ والشفقت علی خلق اللہ۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ خوئے بد عبادت کو اس طرح تباہ و زائل کر دیتی ہے' جیسے سرکہ شہد کو۔ نیز فرمایا کہ مخلوق بمنزلہ اولاد خالق کے ہے۔ جو کوئی اس کی اولاد سے پیار کرے گا' اللہ اسے پیار کرے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ تعظیم لامر اللہ یعنی ادائیگی فرائض الٰہی بھی شفقت علیٰ خلق اللہ کے بغیر بے نتیجہ محض ہے جس کا ثبوت آپ ﷺ کی عملی زندگی اور اسوہ حسنہ ہے' جس کے لیے ملاحظہ ہو ارشادات و خصائل نبوی ﷺ

انسان بالطبع مظہر ضدین و مستجمع النقیضین ہے۔ یہ نورانی بھی ہے، ظلمانی بھی۔ زمینی بھی، آسمانی بھی۔ ملکوتی بھی ہے ناسوتی بھی۔ رحمانی بھی ہے، شیطانی بھی۔ عالم بھی ہے، جاہل بھی۔ ظالم بھی ہے، عادل بھی، عاقل بھی ہے، غافل بھی۔ سعید بھی ہے، شقی بھی۔ فاسق بھی ہے، متقی بھی۔ ضار بھی ہے، نافع بھی، حریص بھی ہے، قانع بھی۔ ظلوم و جہول بھی ہے، علوم و حمول بھی۔ صبور و شکور بھی ہے، شرور و کفور بھی، رؤف و کریم بھی ہے، غرضیکہ تمام صفات کریمہ و ذمیمہ و محاسن و معائب اس کی سرشت میں موجود ہیں۔ اور یہ اس کے اختیار میں ہے کہ ان میں سے وہ کسی پر بھی عمل پیرا ہو۔

گو بظاہر خاک کے پتلے ہیں یکساں سب مگر — کوئی ہے اکسیر ان میں اور کوئی خاک ہے

بنیان تست مستعد نقش علو و سفل — خواہ آسمان، خواہ زمین شو تخیری

انسان کا اشرف المخلوقات ہونا اس کا علو و امتیاز محض اس وجہ سے ہے کہ سائر موجودات، جملہ مخلوقات اور جمیع کائنات مجبور و محدود ہیں۔ اور یہ مختار و لاحد ہے۔ منازل انحطاط و ارتقا، مدارج اعلیٰ علیین اور اسفل السافلین طے کرنا خود اس کے اختیار میں ہے۔ روزمرہ کے مشاہدات دینوی اس کے شاہد عادل ہیں۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ، فضیل بن عیاضؒ، پولوس حواری اور نصوح وغیرہ اس امر کے تاریخی شواہد ہیں کہ کس طرح سے یہ لوگ حیوانیت سے نکل کر اعلیٰ درجات انسانیت تک پہنچ گئے۔ برخلاف اس کے حضرت آدمؑ کا بیٹا قابیل، حضرت نوحؑ کا بیٹا کنعان، حضرت یعقوبؑ کے بیٹے یعنی برادران یوسفؑ باوجود پیغمبر زادگان ہونے کے اپنے افعال قبیحہ و اخلاق ذمیمہ کے نتیجے میں کس طرح قعر مذلت میں گر گئے۔ بلعم باعور باوجود اس قدر زہد و عبادت، ہاروت و ماروت باوجود مخلوق ملکوتی، یہودائے اخریوطی باوجود حضرت عیسےؑ کے حواری اور حضرت لوطؑ کی بیوی باوجود پیغمبر کی بیوی ہونے کے آن واحد میں مردود و ملعون اور مقہور و مغضوب ہو گئے۔

کسی شہر میں ایک عالم دین دار رہتا تھا۔ ایک ملحد و بے دین نے اس کو دعوت مناظرہ دی۔ چنانچہ صبح سے شام تک برابر مناظرہ جاری رہا۔ لیکن مجمع عام میں فریقین میں سے کسی نے بھی اپنی شکست کو تسلیم نہ کیا۔ چند روز بعد عام لوگوں نے نہایت حیرانی کے ساتھ اس بات کو سنا کہ ملحد بے دین تو اسی روز سے نماز باجماعت ادا کرتا ہے اور اس عالم دین دار نے اپنا تمام کتب خانہ جلا کر ملحدانہ و رندانہ زندگی اختیار کر لی۔

علم کو اپنے دامن کی وسعت پر فخر ہوتا ہے، لیکن عقل کو اپنی تنگ دامانی کا احساس ہوتا ہے۔ لہٰذا تو عجز و انکسار کا دامن تھام۔

حصول اخلاق کے لئے کسی زیادہ جدوجہد کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ وہ تمام افعال و الفاظ جن کو انسان کسی دوسرے انسان کے حق میں استعمال کرنا چاہتا ہے۔ اس کے متعلق عمل پیرا یا گویا ہونے سے پہلے صرف اتنا سوچ لے کہ اگر یہی الفاظ کوئی دوسرا شخص مجھ کو کہے یا یہی سلوک کوئی دوسرا میرے ساتھ کرے، تو کیا میں اس کے ان الفاظ یا افعال سے رنجیدہ خاطر تو نہ ہوں گا۔ بالفاظ مختصر تمام مجموعہ اخلاق اس ایک فقرے میں بند ہے۔ "ہرچہ خود پسندی برائے دیگراں پسند۔" یہ زریں مقولہ جاہل سے جاہل انسان کے لئے بھی کسی دوسرے معلم اخلاق کی ضرورت نہیں چھوڑتا۔ اور وہ از خود تمام اخلاق فاضلہ کا عامل بن جائے گا۔ اور جو انسان خود اس آسان طریق سے فائدہ نہ اٹھائے اور اپنی اصلاح و تربیت کی کوشش نہ کرے، تو دوسروں کی کوشش اس پر بہت کم اثر پذیر ہوگی۔

ہر کہ خود را تربیت نہ کند' حیوان است آدم آنست کہ اورا پدر و مادر نیست

دل تمہاری سواری کا گھوڑا ہے۔ اگر تم اسے اس کی خواہشات پوری کر کے منہ زور اور سرکش بنادو گے' تو نہ معلوم وہ تمہیں گمنامی کے کون سے غار میں لے جاکر پھینک دے اور اگر بالکل مار ڈالو گے' تو دنیا کی جائز سیر سے محروم رہ جاؤ گے۔ تجربہ کار شہسوار کی طرح اسے بس میں رکھو اور سیدھے راستے پر چلاؤ ؎

عیش دنیا پھر عمر بھر کیجئے خواہشوں کو مختصر کر دیجئے

مثل مشہور ہے کہ "گڑ نہ دے تو گڑ سی بات کرے۔" اگر تم کسی کو فائدہ نہ پہنچا سکو' تو کم از کم شیریں کلامی سے پیش آؤ۔ اگر شیریں کلامی سے بھی محروم ہو' تو دل آزار کلمات ہی سے باز رہو۔ اے زنبور گر عسل نہ دہی' نیش مزن

؎ اچھا برا نہ کہہ دو' تم مذہبی بنا پر اخلاق اس کے دیکھو' اصلی تو یہ ہے جو ہر

دوسروں کو یا بیگانوں کو اپنا بنانے کے لئے سب سے بہتر اور آسان عمل خوش اخلاقی ہے ؎

تلسی میٹھے بچن سے سکھ اپجت چہوں اور وشی کرن یہ منتر ہے تجئے بچن کٹھور

ترجمہ:۔ شیریں کلامی سے آرام پیدا ہو چھ اطراف میں کسی کو بس کرنے کا یہ جادو ہے چھوڑیئے تلخ کلام

کاگا کاہ کو دھن ہرے کویل کاہ کو دے میٹھے بچن کے کارنے سب کا من موہ لے

ترجمہ:۔ کوا کس کی دولت چھینے ہے' کوئل کسی کو کیا دیتی ہے' صرف شیریں کلامی کے باعث سب کا دل موہ لیتی ہے۔

شجر علم کا ثمر اولین' حلم و حسن اخلاق ہے۔ اگر تم یہ نعمت حاصل نہ کر سکے' تو تمام علم بے کار ہے ؎

نخل چوں آرد شگوفہ زودی بند و ثمر چہرہ خنداں شگوں' بہر حصول مطلب است

بحد جہاں میں خاطر نازک ضرور ہے بچ کر چلا کرے' مرے کشتی حباب سے

اگر علم سیکھا ہے دکھلاؤ حلم نہیں حلم گر تو ہے تلوار علم

اگر ایک جاہل سے لڑنے لگو تو ثابت یہ ہو گا کہ جاہل ہیں دو

غیر مہذب و جاہل اقوام کے برے کاموں میں تشدد ضرور ہوتا ہے۔ لیکن اتنا نہیں جتنا کہ مہذب و شائستہ اقوال میں۔

انسانی زندگی کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اسے خوشی یا غم میں ختم کر دیا جائے' بلکہ انسان کا فرض یہ ہے کہ ہر روز اپنے تئیں پہلے سے بہتر بنانے کی کوشش کرے۔

جو نیکی یا بدی ہم نے کی' وہ ضرور پھل لائے گی گو کہ اس کا ثمرہ ہمیں اس جہاں میں ملے یا اگلے جہان میں ؎

کار بد اے غافلاں! انجام بدکاری بدی ست ثمر ہر کارے بہ ہر کارے مہیا کردہ اند

تو جو بدی کرے نہ سمجھنا کہ وہ بدی گردوں کرے معاف' زمانہ رہا کرے

افعال بد ہیں قرض' ترے روزگار پر جس وقت جس زمانے میں چاہے' ادا کرے

انسان وہ ہے جو عقلی' اخلاقی' جسمانی' روحانی اور علمی تمام برکتوں سے بہرہ یاب ہو' اور جو شخص ان میں سے کسی ایک صفت میں بھی ادھورا ہو' اسے درجہ انسانیت سے گرا ہوا سمجھنا چاہیے۔

خدم و حشم سے ایک آدمی آقا تو بن سکتا ہے' لیکن شریف انسان نہیں بن سکتا۔

شریف انسان کی سب سے پہلی اور سب سے آخری نشانی یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کو بھی عزت کرتا ہے۔ جن سے اسے کسی قسم کے فائدے یا امداد کی توقع نہیں ہوتی۔

ہزاروں بڑے بڑے حکام اور عہدے دار ایسی بدکاریوں میں مبتلا ہیں کہ آنکھیں دیکھنے اور کان سننے کی تاب نہیں لا سکتے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ انسان بننے سے پہلے اپنے عہدوں پر پہنچے ہوئے ہیں ؎

کفر و اسلام کی کچھ قید نہیں اے آتش — شیخ ہو یا کہ برہمن ہو پر انساں ہووے

سینیکا کا قول ہے "اگر اللہ برائی کا دیکھنے والا اور اس کی سزا دینے والا نہ بھی ہوتا' تو بھی شریف و معزز انسان برائی کو کمینہ پن سمجھ کر ہرگز افعال رذیلہ کا مرتکب نہ ہوتا۔"

نفس کو کسی چیز میں مشغول رکھو۔ ورنہ نفس تم کو ایسے کاموں میں مشغول کردے گا' جو کرنے کے قابل نہیں ؎

ہے نفس میری فکر میں' میں فکر نفس میں — میں راہزن کو تاکتا ہوں' راہزن مجھے

زبان سے برا نہ کہہ' کان سے برا نہ سن' آنکھ سے برا نہ دیکھ' پاؤں سے بری جگہ نہ جا اور ہاتھ سے برا کام نہ کر ؎

پیو آپ اوروں کو پینے بھی دو — جیو آپ اوروں کو جینے بھی دو

کم بولنا بیل کا کام ہے' بہت چلانا کتے کی عادت۔ انسان نہ بیل ہے نہ کتا۔ پس وہ اپنا فرض آپ سمجھ لے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ع سخن درست و دراست ہر کہ دریافت' دو ریافت

ذکاوت کا استعمال مثل تلوار چاہیے کہ صرف اپنی حفاظت کے واسطے میان سے باہر نکلے۔

ہر شخص اپنی نیکی یا بدی سے دنیا کی تعداد گھٹا بڑھا رہا ہے۔

خیال رکھو کہ دولت تمہیں ست اور عیاش نہ بنادے' اور تنگی و افلاس حوصلہ نہ گرادے۔

انسان اپنے آپ کو خراب صحبتوں اور گندی مجلسوں میں خواہ کتنا ہی خراب کرلے' مگر نیکی کی فضیلت اس کے ذہن میں ہمیشہ قائم رہتی ہے۔

ترقی علم' جسمانی خوبیاں اور مال و دولت' بغیر اخلاق فاضلہ کے کمالات انسانی میں محسوب نہیں ہوسکتے۔

انسان شہرت و شادمانی کے لیے پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ وہ فرض کا قرض ادا کرنے کے لئے دنیا میں آیا ہے۔ کسی فرض کی بجاآوری کے وقت اسے ان چیزوں کی خواہش نہیں رکھنی چاہیے۔

جو شخص سب سے بڑا معزز' سب سے بڑا حاکم اور سب سے بڑھ کر دولت مند ہے' وہ اس مفلس و گمنام آدمی کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں' جس نے سب سے زیادہ فرض ہمدردی خلائق ادا کیا۔

متکبروں کے پاس جا کر اپنی انسانیت کا خون نہ کرنا۔ فرض کے ادا کرنے میں ناکامی بھی کامیابی سے کم نہیں۔

تمیز اور نرمی سے گفتگو کرنا لاکھ فصاحت و بلاغت سے بہتر ہے۔

خواہ تمہیں کسی پر کتنا ہی غصہ کیوں نہ آئے' لیکن گالی دے کر اپنی زبان کو غلاظت کی آماجگاہ نہ بناؤ ؎

زباں اپنی حد میں ہے' بے شک زباں — بڑھے ایک نقطہ تو پھر ہے زیاں

بہ بد گفتن زبان خود مگرداں — زبان خود وزیان خود مگرداں

زیاں بازباناں بگفتن بود زیاں نازباناں بگفتن بود

یعنی حیوانات اپنی بے زبانی کے باعث تکلیف اٹھاتے ہیں۔ لیکن انسان اپنی زبان کے بے جا استعمال سے مبتلائے مصائب ہوتا ہے۔ اسی لیے حضرت رسول کریمؐ نے زبان کو جسم کا بہترین حصہ قرار دیا ہے اور زبان ہی کو جسم کا بدترین عضو فرمایا ہے۔ یہ دونوں متضاد القاب اس کے اچھے اور برے استعمال پر منحصر ہیں ~

دہن خویش بہ دشنام میالا صائب کایں زر قلب بہ ہر کس کہ دہی باز دہد
آوت گالی ایک ہے الٹت ہوا نیک کہے کبیر نہ الٹنے رہے ایک کی ایک

اس دنیا میں نیک چلنی کے فرض کا راستہ' دوسری دنیا میں نجات کی سڑک ہے۔

جس کا دل پاک ہے' اسے کوئی بیرونی مخالفت زیر نہیں کر سکتی۔ آفات سماوی وارضی محض ایک بہانہ ہے ~

راہرورا رہنما افتادگی بائی شود ہر کجا پائے بلرزد راہ پیائی شود

جو شخص لوگوں پر قابو پانا چاہتا ہے' اسے چاہیے کہ اپنے دل کو قابو کرے۔

تم اپنے مالک بن جاؤ۔ تمام جہان تمہارا ہو جائے گا۔ ایک درد بھرے دل کے ماتحت ایک سلطنت ہے۔

ہماری روح کے اندر اللہ کی ایک آواز ہے' جو ہمیں نیک کام کرنے کی ہدایت کرتی ہے اور بدی سے روکتی ہے۔ مگر سگ نفس کی عف عف میں کان اس سچے ہادی کی آواز کو نہیں سن سکتے' بلکہ اس کتے کو اپنا محافظ اور خیر خواہ سمجھ کر اسی کے ہو رہتے ہیں۔

ترازو کے خالی پلڑوں میں جس پلڑے پر ذرا سا وزن رکھو' اس طرف جھک جاتا ہے۔ اسی طرح جاہلوں کے خالی دل میں جس اعتقاد کا وزن رکھو' اسی طرف کو جھک جاتا ہے۔ دوسرا اور کوئی وزن ہی نہیں ہوتا' جو اس کو جھکنے نہ دے۔

نیک انسانوں کی زندگی کا طرز عمل ہی نیک چلنی کے مضمون پر ایک نہایت فصیح وبلیغ اور موثر لیکچر ہوتا ہے اور بدباطنی کے مضمون کی بڑی بھاری تردید۔

اگر کسی کے گھر میں ناہنجار بیٹا' نافرمان عورت اور نافرمان نوکر ہو' وہ گھر نہیں' بلکہ سانپوں کی بانبی ہے یا موت کا پیش خیمہ۔ بدکار اولاد سے لاولد ہزار درجہ اچھا ہے ~

خدا دیوے پسر تو قابل تحسین دے ورنہ پدر ہو مورد نفرین جو ناہنجار ہو پیدا

ایک شخص کا نہایت مہذب مجلس میں تعارف کرایا گیا۔ تمام اہل محفل اس کی گفتگو سے محظوظ ومسرور ہوتے۔ مگر اس میں ایک نقص تھا کہ وہ ہر روز محفل میں سب سے پیچھے اٹھتا۔ آخر کار ایک شخص سے نہ رہا گیا۔ اس نے ایک دن اس سے پوچھا۔ "کیا وجہ ہے کہ تم سب سے پیچھے بیٹھے رہتے ہو؟" اس نے نہایت سادگی سے جواب دیا "میرا تجربہ ہے کہ جب کوئی شخص محفل سے اٹھ جاتا ہے' تو سب اس کی غیبت شروع کر دیتے ہیں۔ اس لئے میں یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ اس وقت تک محفل سے باہر قدم نہ رکھوں' جب تک کہ سب احباب محفل سے رخصت نہ ہو جائیں تاکہ کوئی غیبت کرنے والا باقی نہ رہے۔

تمہارا سب سے سچا اصلاح کار تمہارا ضمیر ہے۔ اس سے مشورہ لو اور دارین میں سرخروئی حاصل کرو ~

کرتا ہوں مضمون یہ شریعت سے نقل بولتا ہے علم اور سنتی ہے عقل

جب تم بڑوں میں بیٹھو' تو ان سے کچھ سیکھو۔ اور جب تم چھوٹوں میں بیٹھو' تو ان کو کچھ سکھلاؤ۔

ضمیر کی بڑی زبردست طاقت ہے۔ اگر انسان اس نکتے کو سمجھ لے' تو دنیا کی کوئی طاقت اس کے آگے دم نہ مار سکے۔

ناگزیر کے ساتھ بحث کرنے میں کوئی فائدہ نہیں' سرد ہوا کے ساتھ بہترین استدلال یہی ہے کہ آپ اپنا کوٹ پہن لیں۔

سچی اخلاق جرات یہ ہے کہ جو بات انسان کو ٹھیک اور درست معلوم ہو اور اس کا ضمیر اسے سچ جانے۔ پھر سخت مخالفت بھی اسے اپنے ارادے سے نہ ٹال سکے۔

شیطان پہلے چھوٹی چھوٹی بری ترغیبات سے انسان کو اپنی راہ پر لاتا ہے۔ پھر بڑی بڑی بری ترغیبوں کے لیے انسان کا راستہ کھول دیتا ہے۔

انسان جب کوئی ارادہ کرتا ہے' تو غیب سے فی الفور تمیز اور نفس' دو صلاح کار اس کے سامنے آموجود ہوتے ہیں۔ تمیز تو تمام نیکی بدی کا نقشہ اس کے سامنے کھینچ دیتی ہے۔ اور نفس خواہشات و جذبات کے لہلہاتے ہوئے سبز باغ دکھاتا ہے۔ اب انسان اگر سمجھ دار ہے' تو تمیز کی طرف جھک جاتا ہے۔ ورنہ انسانیت اپنا تخت حکومت چھوڑ کر بھاگ نکلتی ہے۔ اور اسے بالکل اندھیرے میں چھوڑ جاتی ہے۔

وہ شخص جو اپنے خالق یا اس کی کسی چیز کا ذکر گستاخانہ لہجے میں کرتا ہے' اس سے تمہیں ہرگز یہ توقع نہ رکھنی چاہیے کہ وہ تمہارا ذکر خیر کرے گا۔

اگر تم عقل کو اپنا ہادی اور پرہیزگاری کو وزیر' نفس کشی کو مشیر اور یاد آخرت کو اپنا جلیس بنا لو۔ تو ممکن نہیں کہ دونوں جہاں میں کامیاب نہ ہو۔

اعتدال ایک ڈور ہے' جس میں تمام نیکیاں پروئی ہوئی ہیں۔

زبان اپنی رنگت سے آلات انہضام کی حالت کو جانچنے کا آلہ ہے۔ اور گفتگو ہے اخلاق و شرافت کا سچا ترجمان ؎

وقت بشناس کہ در بزم خجالت نہ کشی شمع راز زندگی روز کم از مردن نیست

زبان میں کوئی ہڈی نہیں۔ لیکن اس پر بھی یہ کچل ڈالتی ہے۔

جو شخص ضمیر کی پرواہ نہیں کرتا' وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ اس پر کبھی بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔

سچ اپنے سہارے پر آپ کھڑا رہتا ہے۔ مگر جھوٹ کو قائم رکھنے کے لیے بہت سے جھوٹ اور تراشنے پڑتے ہیں' مثل مشہور ہے کہ جھوٹ کی پیٹھ پر شیطان کی سواری ؎

ہر شخص نوائے راستی افراخت شد بلند الاشین جملہ حروف است ازیں الف

شریر اگر پاؤں میں آگرے' تو بھی کانٹے کی طرح خلش ضرور پیدا کرے گا۔

وہ آدمی ہرگز شریف کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا' جس کی زبان گندے اور ناپاک الفاظ سے ملوث و آلودہ ہو۔ اگر تم کسی شخص کو گندے الفاظ دہراتے ہوئے سنو' تو فوراً نتیجہ نکال لو کہ یہ گناہ ان بے شمار گناہوں میں سے ایک ہے' جو اس کے سینے میں چھپے ہوئے ہیں۔ اور جلدی یا بدیر ان کا بھی اظہار ہو جائے گا ؎

صحبت سفلہ چو انگشت نماید نقصاں گرم سوز و بدن و سرد کند جامہ سیاہ

جھوٹ اور فریب سے جو فائدہ یا آرام ملتا ہے' وہ تو جلد ہو چکتا ہے۔ مگر اس کا نقصان ہمیشہ اٹھانا پڑتا ہے

شگفتہ پایا طبیعت کو بعد کار ثواب دلیر دل کو نہ پایا کبھی گناہ کے بعد

موہوم نفع کی امید پر کسی کی مذمت سے منہ کالا نہ کرو۔ یاد رکھو جھوٹ اور بے ایمانی کی بنیاد پر خوشحالی کا محل کھڑا نہیں ہو سکتا۔

اخلاق کے کھوٹے سکوں کو پرکھنے کے لیے غیروں کی زبان سے بڑھ کر کوئی کسوٹی نہیں

اخلاق ایک حسن الہی کا تاج ہے ہے جس کے سر پہ اس کا زمانے میں راج ہے

ناجائز وسائل سے ترقی حاصل کرنے کا قصد ہرگز نہ کرو۔ دیکھو پہاڑ پر چڑھنا اور اترنا دونوں خطرناک ہیں

آرام کی تلاش نے' رکھا ہے بے قرار ہر خواہش سکوں' سبب اضطراب ہے

جاہ و جلال اور عروج و اقبال کے عالم میں جو عقل کے دشمن لوگوں پر جبر کرتے ہیں' وہ آخر میں انہیں کے ہاتھ سے پامال ہو جاتے ہیں۔ اللہ کسی کو اختیارات دے' تو مال اندیشی بھی عطا کرے

گاواں و خران باربردار بہ از آدمیان مردم آزار

جب وقت آجاتا ہے' تو ایک چھوٹا سا مچھر بھی نمرود کی تمام نخوت کو خاک میں ملا دیتا ہے۔

جو شخص اپنے دوستوں کے ساتھ پیار کرتا ہے' وہ اس کتے سے بڑھ کر نہیں ہے' جو اپنے ٹکڑا ڈالنے والے کے سامنے دم ہلاتا ہے۔ انسان کا پیار اپنے دشمنوں کے ساتھ ہونا چاہیے۔

گھوڑا خواہ ہزار سرکش ہو' مگر وہ گدھا نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح شریف خواہ کتنا ہی شوخ و شنگ ہو' اس کی جبلت میں شرافت ضرور رہوتی ہے۔

نیک آدمی برے افعال کا مرتکب ہو کر کبھی اپنی نظروں میں ذلیل ہونا گوارہ نہیں کرتا۔

کسی لڑکے سے ایک لڑکے نے کہا کہ واہ جی واہ کیا اچھی نارنگیاں ہیں' دو ایک توڑ لو' کوئی دیکھتا تو نہیں ہے' اس شریف لڑکے نے جواب دیا کہ جناب! سب سے بڑا دیکھنے والا میں خود ہوں۔

بدی کرنے والا اپنے کیے پر پشیمان نہیں ہوتا' تو اسے یاد رہے کہ وہ بدی کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا

بیخ ہائے خوئے بد محکم شدہ قوت برکندن آں کم شدہ

اپنے ذاتی اوصاف' اپنے خاندانی حالات اور اپنے کارناموں کے متعلق جتنی کم بات چیت کرو گے' اتنا ہی تمہارے لیے بہتر ہوگا کیونکہ جو کچھ بھی تم اپنے متعلق کہو گے' اس کے صرف دو ہی مقصد ہو سکتے ہیں۔ یا تم دوسروں کی تحسین کے خواہاں ہو' اور اپنے تفوق و برتری کو ان پر ثابت کرنا چاہتے ہو' یا تم ان سے رحم کی التجا کرنا چاہتے ہو اور یہ دونوں باتیں تمہاری خودداری و شرافت کے منافی ہیں۔

کوئی شخص کسی دوسرے کے حق میں نیک و بد نہیں ہو سکتا' جب تک وہ پہلے اپنے حق میں نیک و بد نہ ہو لے

باخامشی ہستی از نیکان عالم بے سخن چوں کشودی لب بہ گفتن نیک یا بدمی شوی

گنہگار خالق و مخلوق دونوں کا بلکہ اپنا بھی دشمن ہے۔
گناہ کی ابتداء میں ایسی شیرینی نہیں ہوتی' جیسی اس کی انتہا میں تلخی ہے۔
حظ نفسانی کے لئے جو گناہ ہم کرتے ہیں' یہی گناہ ایک دن ہمارے مارنے کے لیئے قدرت کا ہتھیار بن جاتے ہیں۔
قانون قدرت کی خلاف ورزی کے بارے میں ناواقفیت کا عذر اللہ کی درگاہ میں ایسا ہی ناقابل سماعت ہے' جیسا کہ حکام مجازی کے ہاں۔
قانون قدرت ایسا اٹل قانون ہے' جو دواؤں' گھات یا مکرو فریب سے ٹل نہیں سکتا۔ منت' خوشامد' شفاعت یہاں کارگر نہیں ہو سکتی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ "ہر شخص اپنے فعل کا فرزند ہے۔"
داناؤں کا قول ہے کہ دنیا میں دانش تو بہت ہے' لیکن پراگندہ طور پر ہر ایک کے پاس جمع ہے۔ کسی کے پاس زیادہ کسی کے پاس کم۔ دوہا ؎

جتنی جس کی عقل ہے' اتنی کہہ سنائے زیادہ اس کے پاس نہیں' لین کہاں سے جائے

مغز سر میں ڈھونڈو نہ کہ پگڑی میں۔ انسانیت انسان میں ہوتی ہے' نہ کہ کوٹ پتلون یا جبہ و دستار میں۔
اگر تم متکبروں سے نفرت کرو گے' تو اول خود انسانیت سے نہ گرو گے۔ دوسرے ان کو بھی انسان بنا دو گے۔ ممکن ہے کہ وہ نادم ہو کر اپنی اس عادت بد کو چھوڑنے کی کوشش کریں۔
انسان کا لباس اور سوسائٹی اس کے اخلاق اور چال چلن کا پہلا سرٹیفکیٹ ہے ؎

بامخالف مشرباں یک جاشتن خوب نیست این غلط مجموعہ راشیرازہ بستن خوب نیست

یہ تمہاری غلطی ہے جو تم غیروں کو اپنی تکلیف کا موجب سمجھتے ہو۔ غور کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ خود تمہارے افعال تمہاری بربادی کا باعث ہیں ؎

جب میں کہتا ہوں کہ یااللہ! میرا حال دیکھ حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامہ اعمال دیکھ!

نیکی اور بدی اپنے نتائج نیک و بد کو ہاتھوں پر لیے کھڑی ہیں۔ حیرانی ہے کہ بدی کے خوفناک نتائج سے بے پرواہ ہو کر انسان پھر بھی بدی ہی کی طرف راغب ہوتا ہے ؎

کسانیکہ بدرا پسندیدہ ماند ندانم زنیکی چہ بد دیدہ اند

گناہ کے چہرے پر اگر کوئی نقاب نہ پڑا ہوا اور کوئی روغن یا ملمع نہ کیا ہو' تو وہ ایسا ڈراؤنا اور گھناؤنا نظر آئے کہ اس کی طرف رغبت کرنا ناممکن ہو' بلکہ ایسی نفرت ہو کہ کسی طرح اس کے پاس جانے کو دل نہ چاہے گا۔
جو گناہ میں گرفتار ہو' وہ انسان ہے۔ جو اس سے نادم و غمزدہ ہو' وہ بندہ رحمٰن ہے۔ جو اس کی شیخی مارے وہ شیطان ہے
جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بدوں کے ساتھ نیکی کرنا ہر حالت میں مستحسن ہے' وہ دنیا میں بدی پھیلانے کے ایسے ہی مجرم ہیں جیسا کہ وہ بدی کرنے والے سیاہ کار' خونی کو بخش دینا ایسا ہی گناہ ہے' جیسا کہ بے قصور کو پھانسی دینا ؎

نہ سگ دامن کاروانی درید کہ دہقان ناداں کہ سگ پرورید

نیک انسانوں کے دلوں میں بھی برے خیالات آتے ہیں۔ مگر وہ یوں ہی چلے جاتے ہیں۔ کوئی دھبہ اور داغ دل پر

نہیں لگا جاتے۔
کبھی نرمی سے وہ خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں' جو سختی کی صورت میں دور ہو سکتی تھیں۔
طوفانوں اور زلزلوں سے اتنے مکان و شہر برباد نہیں ہوتے' جتنے انسانوں کے اپنے ہاتھوں سے ؎

کروئی خود پیش می آید فلک را تہمت است ہرچہ اندازی میان آسیا آید بروں!

جس طرح درخت کو اپنے پھل بھاری نہیں لگتے۔ انسان کو بھی اپنی برائیاں وزن دار معلوم نہیں ہوتیں۔
نیکو کار مفلس' بدکار رئیس سے بدرجہا بہتر ہے۔
گنہگار آدمی خواہ کتنا ہی زبردست اور طاقتور کیوں نہ ہو گناہ کی پھٹکار اس کے دل کو ایسا بزدل بنا دیتی ہے کہ وہ ایماندار بے گناہ کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتا ؎

سرو در فصل خزاں ماند بحال راستی را نبود بیم زوال

جس تعلیم یافتہ انسان کی زندگی میں شرافت اور پاکیزگی نہیں' وہ جہلاء سے بدتر اور گمراہ ہے۔
ایک دفعہ اہل دربار نے شہنشاہ جولیس کے بہت تعریف کی کہ حضور بڑے عادل ہیں۔ اس نے کہا میں تمہاری تعریف کا جب اعتبار کروں کہ اگر میں کوئی ظلم کا کام کروں' تو تم کہو کہ تو بڑا ظالم ہے۔
عالم تیز ذہن اگر نیک چال چلن نہیں ہے' تو کینہ پرور ٹھگ ہے۔ اسی واسطے کہا ہے کہ دانا سے مشورہ بے شک لے لو۔ مگر چلو نیک چلن کی رائے۔
نفس پرست تعلیم یافتہ سے نفس کش جاہل اچھا۔ کیونکہ اگر وہ کچھ سنوارتا نہیں' تو بگاڑتا بھی نہیں۔
لذیذ کھانوں کے ساتھ بدہضمی' عیاشی کے ساتھ کمزوری اور کاہلی کے ساتھ مفلسی لازم و ملزوم ہے۔
اگر ہم عالم نہیں' دولت مند نہیں' طاقتور نہیں' تو کچھ نقصان نہیں۔ نقصان تو یہ ہے کہ ہم انسان نہیں ؎

خبر دے دو تو میرا غنچہ خاطر بھی کھل جائے اگر مردم شماری میں کوئی انسان مل جائے

ایک بے علم نیک چلن کئی انسانیت سے گرے ہوئے عالم اور فاضلوں سے بدرجہا بہتر ہے ؎

زشت روئی نہ حسن صورت شرط آدمی کو ہے آدمیت شرط

دولت یا منصب سے آدمی کبھی قابل اعتبار نہیں ہوتا' صرف ایک چال چلن ہی ہے' جو آدمی کو قابل اعتبار بناتا ہے۔
سخاوت دشمنوں کے دلوں میں محبت پیدا کرتی اور بخل خود اپنی اولاد کو دشمن بنا دیتا ہے۔
انسان بوقت دسترس مبتلائے گناہ اور بوقت مفلسی مبتلائے آہ ہوتا ہے۔
سچی محبت سخت سے سخت دل کو جیت سکتی ہے ؎

دل و مسجد ہیں دونوں گھر اللہ کے' فرق پر یہ ہے وہ تعمیر اس کے ہاتھوں کی' یہ تعمیر اپنے ہاتھوں کی
اقلیم دل بزور مسخر نمی شود ایں فتح بے شکست میسر نمی شود
انوکھی ہر اک پیت کی ریت ہے یہاں دل کو ہار اور یہی جیت ہے

نیک کام کرتے وقت مذہب و ملت کا خیال نہ کرو۔ فضل و کمال کی قدر اہل فضل و کمال ہی جانتے ہیں۔

جاہل دولت وحشمت اور جاہ ثروت سے آدمی کی بڑائی کا اندازہ لگاتے ہیں۔ مگر دانا نیک چلنی سے۔
بد صورت کی متانت و سنجیدگی قبول صورت کی شوخی و نزاکت سے لاکھوں درجہ اچھی ہے۔
جو شخص گھر میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ اچھا ہے' وہ حقیقت میں اچھا ہے۔ کوئی ریاکاری و مکاری اس میں نہیں۔
جس کام کو اوروں سے چھپا کر کرنے کی ضرورت ہے' اس میں ضرور گناہ کی میل اور سزا کا خوف ہے۔
نیک فعل جو شیریں زبانی سے نہیں کیا جاتا' وہ اپنی نقد قیمت کھو دیتا ہے

خفا وقت خیرات ہونا نہ تم — کہ بھونے ہوئے بیج بونا نہ تم

افسوس بہت سے پاک طینت اور نیک لوگ صرف ایک سخت زبانی کے سلوک سے مذموم خلائق ہو رہے ہیں

گر ترا حق آفریدہ زشت خو — تو مشو ہم زشت رو ہم زشت فعو
کسی کو یہ تلخی گوارہ ہو کب — جو پڑ جائے ترشی پھٹے دودھ سے

شریف کی پہلی شرافت شریفانہ گفتگو ہے۔ بات چیت میں سختی یا بد زبانی سے کام لینا ہرگز ہرگز شرافت نہیں۔ آئی صورت سے راضی رہ۔ منہ سے اللہ کہہ نہ کہہ

اخلاق سب سے رکھنا' تسخیر ہے تو یہ ہے — خاک آپ کو سمجھنا' اکسیر ہے تو یہ ہے
غصہ بھی آجائے تو بے جانہ سخن سرزد ہو — جس کے کہنے میں ہے گویا وہ زباں ہاتھ میں ہے
ہر جا تواضع ہست دلیل نجابت است — تیغ اصیل را بہ خمیدہ تواں شناخت

فی الحقیقت کوئی کسی کے حق میں بھلا برا نہیں ہے۔ نفرت نفرت کو' چاہت چاہت کو خود اپنی طرف کھینچ لاتی ہیں۔ ہم جیسا لوگوں کے ساتھ سلوک کریں گے' ویسا ہی وہ ہمارے ساتھ برتاؤ کریں گے

برے کو سب برا' اچھے کو سب اچھا ہے دنیا میں — اس آئینہ میں جو جیسا ہے ویسا عکس اترتا ہے
محبت سے جی خود بخود جائیں مل — کہ انساں کے دل کا ہے آئینہ دل!
رتبہ بڑھے ہے خلق سے اپنی ہی شان کا — صاحب کہے سے کچھ بھی نہ گھٹے ہے زبان کا

حکایت:۔ ایک بادشاہ نے اپنے وزراء سے ایک روز کہا کہ نیرنگی زمانہ انقلاب دہر اور دنیا کے ہر ساعۃ تغیر تبدل کو دیکھتے ہوئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنی اولاد کو کوئی ایسا ہنر سکھاؤں کہ ان قوانین قدرت کے ماتحت اگر سلطنت زوال پذیر بھی ہو جائے' تو وہ کسی ہنر و پیشہ سے اپنی زندگی قائم رکھنے کے لئے شکم پری کر سکیں اور حصول معاش کے لیے وہ کسی کے دست نگر اور محتاج نہ ہوں۔ بالآخر تمام وزراء کے اتفاق رائے سے قرار پایا کہ ولی عہد کو تو علم سکھلایا جائے' جو تمام ہنروں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ دوسرے شہزادوں کو نجاری' زرگری' کفش دوزی اور آہن گری وغیرہ کا پیشہ سکھلایا جائے۔ پھر ایک مقررہ میعاد کے بعد ان سب کا امتحان لیا جائے کہ ان سب میں کون سا پیشہ و ہنر روپیہ کمانے کے لئے فوقیت و فضیلت رکھتا ہے؟ چنانچہ انقضائے میعاد مقررہ پر ان سب کو بادشاہ کے روبرو برائے امتحان پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے ان سب شہزادوں کو حکم دیا کہ ایک روپیہ پیدا کر کے لاؤ۔ چنانچہ بعد سننے اس حکم کے سب شہزادے ایک ایک روپیہ پیدا کرنے کی فکر میں ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد سب اپنے اپنے

پیشوں کے ذریعے سے ایک ایک روپیہ حاصل کر کے لے آئے۔ سوائے ولی عہد کے' جس نے کہ علم حاصل کیا تھا۔ وہ بیچارہ صبح سے شام تک بازاروں میں یہ کہتا پھرا "جو کوئی مجھے روپیہ دے گا' میں اس کو ایسے علمی مسائل بتلاؤں گا' جو دین و دنیا میں اس کے لئے بہت مفید و کار آمد ہوں گے۔" جو کوئی اس کے اس فقرے کو سنتا' وہ ہنس دیتا یا اس کو دیوانہ قرار دیتا۔ آخر کار صبح سے شام تک اپنی پوری کوشش صرف کرنے کے بعد ناکام خدمت شاہ میں حاضر ہوا اور نہایت مایوسی کے عالم میں بادشاہ سے شکایت کی کہ آپ نے میرے متعلق علم حاصل کرنے کی غلط رائے قائم کی۔ جس کی قدر و قیمت اتنی بھی نہیں کہ میں اپنی روزی کا کچھ حصہ بھی کما سکوں۔ سوائے اس کے کہ خلق مجھ پر خندہ زن ہو۔ بادشاہ نے اس کو ایک بیش قیمت جواہر دیا کہ تم اس کو فروخت کر کے کل کو روپیہ حاصل کر کے لانا۔ چنانچہ وہ بے چارہ دوسرے روز صبح سے شام تک پھرتا رہا۔ لیکن لوگوں نے کہا کہ کل ایک روپیہ میں اس بیش قیمت جواہر کو فروخت کرتے پھر رہے تھے۔ آج ایک کوڑی کے کانچ کو ایک روپیہ میں فروخت کرتے پھر رہے ہو۔ "شاید کہ دیوانے ہو۔" ولی عہد نہایت غمگین و مایوس ہوا۔ اور روتا ہوا بادشاہ کے پاس آیا کہ اس لاکھوں روپے کے جواہر کا کوئی پیسہ بھی نہیں دیتا۔ بادشاہ نے کہا "جان پدر! مایوس مت ہو' جس طرح اس جواہر کی قدر و قیمت کسی نے نہیں پہچانی۔ اسی طرح تیرے علم کی قدر بھی سوائے تیرے کوئی قدردان ہی کر سکے گا۔ تیرا کمال علم خود تیری اور دوسروں کی روحانی اصلاح کرنے میں تو کامیاب ہو سکے گا۔ لیکن حصول دولت دنیوی کے لئے علم سے کوئی اور رواتب کی توقع رکھنا فضول ہے۔

کمال اور اقبال ایک جگہ جمع نہیں ہوتے ؎

دنیا میں چوب سوختنی وعود ایک ہے | ہم رتبہ خلیل اور نمرود ایک ہے
ان لوگوں کو جو ساز سے دنیا کے مست ہیں | آواز خرس و نغمہ داؤد ایک ہے

تمثیل:۔ ایک کمہار اپنے گدھے پر لکڑیاں لاد کر بغرض فروخت شہر کو جا رہا تھا۔ اثنائے راہ میں اس کو ایک گراں قدر لعل پڑا ہوا مل گیا۔ جس کو اس نے معمولی لال منکا خیال کر کے گدھے کے گلے میں لٹکا دیا۔ شہر کے بازاروں میں سے گزرتے ہوئے ایک جوہری کی نگاہ اس لعل پر پڑ گئی۔ جوہری نے کمہار کو بلا کر پوچھا کہ یہ "منکا سا" کتنے پیسے میں فروخت کرو گے۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ کمہار نے اپنی طرف سے بھاؤ بن کر بے پروائی کے انداز میں کہا "ایک روپے سے کم نہ لوں گا۔" جوہری نے کہا "میں آٹھ آنے سے زیادہ نہیں دے سکتا۔" یہ سنتے ہے لعل پھٹ کر گر پڑا۔ جوہری نے کہا "گدھے کے گلے میں تو تمہیں ذلت محسوس نہ ہوئی' جواب انسان کے ہاتھ میں آتے ہوئے پھٹ گئے۔ لعل نے کہا۔ کمہار اور گدھا میری قدر و قیمت سے ناواقف تھے۔ لیکن تم نے باوجود جوہر شناسی کے اس قدر کم قیمت دینا بھی گوارا نہ کیا ؎

وائے بہ جان گہر آنکہ بہ درے آرزو

حکایت:۔ ایک پنڈت مدت دراز تک کاشی جی میں اقامت پذیر ہو کر کافی محنت' سخت مصیبت نہایت جان کاہی اور دماغ سوزی کے بعد سنسکرت اور دیگر علوم مذہبی میں سند فضیلت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کا خیال تھا کہ مذہبی فضیلت اور علمی قابلیت دنیاوی ترقی اور حصول مقاصد میں اس کے لئے بہترین ذریعہ ثابت ہو گی۔ لیکن کافی

تجربہ کے بعد اس کو محسوس ہوا کہ اس کا خیال بالکل غلط تھا۔ ضروریات دنیوی سے لاچار ہو کر زندگی قائم رکھنے کے لیے بغرض حصول معاش اس نے اپنے وطن کو خیرباد کہا۔ کچھ عرصہ بعد دور دراز علاقہ کے ایک گاؤں میں وارد ہوا' اور وہاں کے لوگوں سے درخواست کی کہ یہ دھرمی ہندوؤں کا گاؤں ہے' مجھے رامائن کی کتھا سنانے کی اجازت دی جائے اور میری پیٹ پوجا کا بھی کچھ انتظام ہو جائے۔ سب کی لاٹھی ایک کا بوجھ۔ مجھ غریب کا کام بن جائے گا۔ اور آپ لوگوں پر بھی کچھ بوجھ نہ پڑے گا۔ لوگوں نے پوچھا کتھا کتنے عرصہ میں ختم ہوگی۔ پنڈت نے کہا کم از کم تین چار ماہ میں۔ ان میں سے ایک زمیندار بولا' پنڈتوں کے یہ سب کھانے پینے کے ڈھنگ ہیں۔ ورنہ کتھا تو صرف اتنی ہے۔ "ایک تھے رام جی' ایک تھا راون' اس نے اس کی جورو چھینی اس نے جلایا گاؤں' نرا۔"

نتیجہ یہ کہ انسان اس قدر خود غرض واقع ہوا ہے کہ مالی یا جسمانی قربانی تو درکنار بغیر مطلب اور بلا ضرورت کسی کی بات سننی بھی گوارہ نہیں کرتا۔ پنڈت جی کو چونکہ اپنی ضرورت پوری کرنی اور مطلب نکالنا تھا۔ انہوں نے چند روز کے چند ماہ بتلائے۔ گاؤں والوں کو چونکہ اس میں بظاہر تضیع اوقات کے سوا کچھ حاصل ہوتا نظر نہ آیا۔ انہوں نے چند ماہ کی کتھا کو چند حروف میں ختم کر دیا۔ نیز یہ کہ علم کو صرف حصول معاش ہی کا ذریعہ نہ بناؤ۔

فراست:۔ زندگی میں کامیاب ہونے کے لئے ذہانت کی نسبت فراست کی زیادہ ضرورت ہے۔ جب تک حالات موجودہ کی ضرورت کو پہچاننے کا شعور نہ ہو۔ جب تک ان اشخاص کے جن سے کام پڑتا ہے' خیالات اور میلان خاطر کا پتہ لگانے کا سلیقہ نہ آئے۔ اور جب تک اس کے ساتھ برتاؤ اور سلوک کرنے کا طریقہ نہ سیکھا جائے۔ اس وقت تک زندگی کی کش مکش میں کامیاب ہونا ناممکن ہے۔ دنیا ہماری لیاقت' شرافت اور اخلاق کا اندازہ صرف ہمارے طرز عمل سے لگاتی ہے۔ کیونکہ نہ تو دنیا کے پاس اتنا وقت ہے اور نہ اسے ضرورت ہے کہ وہ ہماری نیتوں اور ہمارے اخلاق کا مطالعہ کرے۔ اس لیے قدرتی طور پر وہ صرف ہمارے ظاہری طرز عمل اور برتاؤں کو دیکھتی ہے اور اسی کے مطابق ہمارے متعلق رائے قائم کر لیتی ہے۔ بعض نوجوان یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں دنیا کی رائے کی کیا پرواہ ہے کہ وہ ہمارے متعلق جو مرضی ہے کہے سنے۔ جو کچھ ہم ہیں وہ تو ہیں ہی۔

اس میں شک نہیں کہ ہمیں غلامانہ طور پر دنیا کی رائے سے خواہ مخواہ خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے مگر یہ تو عقلمندی سے بعید ہے کہ ہم دنیا کو اس قسم کا موقع دیتے رہیں کہ وہ ہمارے متعلق غلط رائے قائم کرے۔ فراست و شعور زیادہ تر فطرت کی طرف سے انسان میں ودیعت ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی کئی طریقوں پر عمل کر کے ہم دوسروں کے ساتھ نہایت عمدہ طور سے نباہ سکتے ہیں۔ جب کبھی موقع ملے' دوسروں کو خوش کرنے کی کوشش کرو۔ اگر تمہیں کسی وجہ سے خوشی نصیب نہیں ہو سکتی تو کم از کم دوسروں کو خوشی پہنچا سکتے ہو۔ سب کے ساتھ اخلاق سے پیش آؤ۔ خوش اخلاق ہونے میں خرچ تو کچھ نہیں آتا۔ مگر اس سے خریدا بہت کچھ جا سکتا ہے۔ واقعی اس سے ہم وہ کچھ خرید سکتے ہیں' جو چاندی سونے سے بھی نہیں خریدا جا سکتا۔ اس لئے سب کے دلوں کو تسخیر کرنے کی کوشش کرو۔ ایک دانا نے بادشاہ کو نصیحت کی کہ تم لوگوں کے دلوں کو تسخیر کر لو۔ پھر ان کے دل اور ان کا مال بھی تمہارا ہو جائے گا۔

فراست وہاں بھی کامیاب ہو جاتی ہے۔ جہاں زور ناکام رہتا ہے۔ نیکی بدی پر فتح پاتی ہے' نہ کہ جور و جفا۔

جب سورج اور آندھی کا مقابلہ ہوا' تو آندھی باوجود اپنی ساری قوت لگانے کے بھی اس مسافر کا کوٹ اتارنے میں ناکام رہی۔ مگر جب سورج آہستہ آہستہ اپنی تمازت سے اس مسافر کو گرمی پہنچانے لگا' تو بیچارے نے نہ صرف کوٹ بلکہ قمیض بھی اتار دی۔

یاد رکھو کہ انسان کو کسی راستے پر رہنمائی کر کے لے جانا آسان ہے۔ مگر اس کا راستے پر بزور دھکیل کر لے جانا بہت مشکل ہے۔ تلوار کی نسبت تبسم سے مجبور کرنا اچھا ہے۔ جن کے ساتھ تمہیں معاملہ پڑے' ان پر دیانت داری سے اپنا اعتبار جمانے کی کوشش کرو۔ اکثر اشخاص لیاقت سے نہیں' بلکہ محض اخلاق کے زور پر قوت اور اثر پیدا کر لیتے ہیں۔ دوسروں کی جائز خواہشات کو جہاں تک عقل مندی اور راست بازی اجازت دے' پورا کرنے کی کوشش کرو۔ مگر جب ضروری سمجھو' تو اس وقت انکار کرنے سے بھی ہرگز پس و پیش نہ کرو۔ ہر ایک شخص "ہاں" کہہ سکتا ہے۔ گو بہت کم ایسے آدمی ملیں گے' جو خوش اخلاقی سے "ہاں" کہہ سکیں گے۔ مگر "نہیں" کہنا' تو اس سے بھی بدرجہا مشکل ہے۔ بے شمار اشخاص صرف اس وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے ہیں کہ وہ اس لفظ کو کہنے کی جرات نہیں رکھتے تھے۔ پلوٹارک کہتا ہے کہ ایشیائے کوچک کے باشندے صرف اس لیے غلام بنا لیے گئے تھے کہ وہ ایک سادہ لفظ یعنی "نہیں" نہ کہہ سکے۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر زندگی میں "نہیں" کہنا ضروری ہے' تو یہ بھی اتنا ہی ضروری ہے کہ اس کو خوش اخلاقی سے ادا کیا جائے' ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ جس شخص کو ہمارے ساتھ کوئی معاملہ پڑے' وہ محسوس کرے کہ اس کو اس میں خوشی حاصل ہوئی ہے۔ اور آئندہ بھی ہمارے ساتھ مل کر کام کرنے کے لیے مستعد نظر آئے۔ دنیا کے معاملات میں جذبات کو بہت بڑا دخل ہے۔ ہر ایک چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ مہربانی' اخلاق اور مروت سے پیش آیا جائے۔

ہر شخص اگر چاہے تو اپنے آپ کو خوش اخلاق بنا سکتا ہے۔ لارڈ چسٹر فیلڈ کہتا ہے کہ دوسروں کے خوش کرنے کی محض خواہش کرنا ہی ان کو کم از کم آدھا خوش کرنے کے برابر ہے۔ اس کے برعکس وہ آدمی جس میں یہ خواہش ہی نہیں' وہ دوسروں کو کس طرح خوش کر سکتا ہے۔ یہ صفت جوانی ہی میں حاصل کر لینی چاہیے۔ بعد ازاں اس کا حاصل کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ تمہیں بہت سے اشخاص ایسے ملیں گے۔ جن کی لیاقت بہت کم ہے۔ مگر وہ محض خوش اخلاقی کی وجہ سے کامیاب ہو گئے ہیں۔ اس کے برعکس بہت سے اشخاص ایسے بھی ملیں گے' جو نہایت ذہین اور صاف دل ہیں۔ مگر انہوں نے اپنی کج روی' ترش روی اور اکھڑپن سے ایک عالم کو اپنا دشمن بنا لیا ہے۔ قطع نظر اس سے دوسروں کو خوش کرنا بھی ایک طرح کی خوشی ہے۔ اسی بات کی کوشش کرو۔ تم ہرگز مایوس نہ ہو گے

رفتہ رفتہ آبرو را بر طرف ساز و غضب   آب راچندانکہ جوشانند کمتری شود
روئے کہ ازوے دل نہ کشاید تدیدنی ست   حرفے کی نیست معزور و ناشنیدنی ست

ہر معاملے میں تحمل اور احتیاط ملحوظ رکھو۔ تحمل بھی اتنا ہی ضروری ہے' جتنی گرم جوشی۔ کاروبار میں تحمل اور ثابت قدمی نہایت کار آمد ثابت ہوتی ہے۔ یہ انسان کو مشکلات اور خطرات میں کامیابی دلاتی ہے۔ اگر تمہیں ایسے اشخاص سے کام پڑے' جو تمہاری نسبت کم لیاقت رکھتے ہیں' تو ان کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھو۔ اگر کسی کو دولت میں ریاست ملے یا لیاقت' تو اس سے اس کو یہ حق کہاں پہنچتا ہے کہ وہ غرور اور تکبر سے دوسروں کو ٹھکرائے۔ دونوں حالتوں میں قابل تعریف وہ آدمی ہے' جو ان کا صحیح طور پر استعمال کرے۔ اس کے علاوہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ بعض

اشخاص میں قابلیت تو بہت ہوتی ہے' مگر وہ اس کا اظہار نہیں کرتے اس لیے اگر تم ان کے ساتھ نخوت برتو گے' تو اس میں تمہارا ہی سراسر نقصان ہے۔

دل صاف رار صحبت خلقت و بال نیست وزوست گہر آئینہ کافر نمی شود

کتاب کے مطالعے سے انسان کا مطالعہ مشکل تر ہے۔ دوسروں کے کیرکٹر کا مطالعہ کرنے میں آنکھیں بہت ممد ہوتی ہیں۔ ایمرسن کا قول ہے کہ جب آنکھیں کچھ کہتی ہوں اور زبان کچھ اور تو تجربہ کار شخص آنکھوں کی زبان کو معتبر سمجھے گا۔ جب دوسرے اپنی دوستی' محبت اور اخلاق کا زبان سے اظہار کریں' تو اس پر زیادہ اعتبار نہ کرو۔ جب کوئی اجنبی تمہارے ساتھ بہت سے وعدے کرے' تو اس کے قول پر کلی طور پر بھروسہ نہ کرو۔ کیونکہ اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ سراسر غلط وعدے نہیں کرتا' پھر بھی یہ ہو سکتا ہے کہ وہ مبالغہ کر رہا ہو اور تم سے کوئی کام لینا چاہتا ہو۔ ہر شخص کو محض اس لیے دوست نہ سمجھو کہ وہ زبان سے کہتا ہے کہ وہ تمہارا دوست ہے۔ نہ یونہی ہر شخص کو اپنا دشمن خیال کرنا شروع کر دو۔

ہمیں فخر ہے کہ ہم معقول ہیں۔ لیکن یہ سمجھنا غلطی ہے کہ انسان ہمیشہ عقل سے اپنی رہنمائی کرتا ہے۔ ہم عجیب طور پر متضاد واقع ہوئے ہیں۔ اور اکثر اپنے افعال میں تعصب یا غصہ سے کام لیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کو اپنا ہم خیال اور ہمدرد بنانے کے لیے دلائل کی نسبت جذبات کا ابھارنا زیادہ مفید ہوتا ہے۔ جب انفرادی حیثیت سے گزر کر ہم انسان کو اجتماعی حالت میں دیکھتے ہیں تو یہ اور بھی زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔

بحث و مباحثہ ہمیشہ خطرناک ہوتا ہے۔ اس سے اکثر سرد مہری اور غلط فہمی بڑھتی ہے۔ ممکن ہے کہ تم اپنے دوست سے بحث میں جیت جاؤ۔ مگر ساتھ ہی تم اپنے دوست کو بھی کھو دو گے۔ اور عقل مند شخص جانتا ہے کہ یہ سودا خسارے کا ہے۔ سو دوستوں کے مقابلے میں دشمن ایک بھی زیادہ ہے۔ جب بحث نہایت ہی ضروری ہو جائے' تو جہاں تک ہو سکے' دوسرے کے خیالات اور بات سمجھنے کی کوشش کرو اور اس کے دلائل کو جہاں تک کہ درست ہیں ان کو سنو۔ اور اگر تمہیں کسی امر میں اختلاف ہے' تو ظاہر کرنے کی کوشش کرو کہ تمہارے مدمقابل نے چند نکات یا دلائل کو نظرانداز کر دیا ہے۔ بہت تھوڑے آدمی ایسے ملیں گے' جو بحث کے دوران میں ہار مان جائیں۔ اور ان کو یہ محسوس ہو جائے کہ وہ واقعی ہار گئے ہیں' تو وہ اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ اگر یہ جان بھی لیں کہ ان کو شکست ہوئی ہے' تو بھی یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ دل سے تمہارے قائل ہو گئے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ بحث و مباحثہ میں دوسروں کو قائل کرنا قریباً ناممکن ہے' تو اس میں مبالغہ نہ ہو گا۔ جیسا کہ تمثیل ذیل سے ظاہر ہے۔

تمثیل:۔ ایک برہمن نے اپنی دھرم پتنی (بیوی) سے کہا۔ "میں نے ایک بہت بڑے عالم و فاضل پنڈت سے اس شرط پر شاسترارتھ یعنی مناظرہ مقرر کر لیا ہے کہ ہم میں جو ہار جائے' جیتنے والا اس کی تمام جائداد اور زر و زیور اور تمام سامان حتیٰ کہ بیوی بچوں تک کا بھی مالک ہو جائے گا۔" بیوی اس قسم کی ناقابل قبول شرط کو سن کر نہایت گھبرائی اور کہا "اگر تم ہار گئے' تو پھر دنیا میں میرا اور بال بچوں کی مصیبت کا کیا ٹھکانا؟" برہمن نے کہا "گھبراؤ نہیں' میں ہرگز نہیں ہار سکتا۔" بیوی نے کہا "اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم نہیں ہارو گے؟" برہمن نے اطمینان دلاتے ہوئے کہا کہ "جب میں اپنی شکست کو تسلیم ہی نہ کروں گا' تو ہار جانے کا کیا خوف و خطرہ ہے۔"

غرض یہ کہ تم اپنے دلائل کو نہایت وضاحت اور اختصار سے بیان کرو۔ اگر اس کو اپنی رائے کے متعلق ذرا بھی شک ہو جائے' تو سمجھو کہ تم نے اس کو قائل ہی کر لیا۔

بات چیت کرنے کا سلیقہ بھی ایک بہت بڑا فن ہے۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ اشخاص جو سب سے زیادہ باتونی ہوتے ہیں' وہی سب سے اچھی گفتگو کرنے والے ہوتے ہیں۔ دوسروں کی بات کو تحمل اور صبر سے سننا بھی اتنا ہی مشکل ہے' جتنا اعلیٰ گفتگو کرنا۔ جب اور لوگ گفتگو کر رہے ہوں' تو اس وقت تم یہ خیال نہ کر لو کہ تم ان کی گفتگو پر محاکمہ یا تنقید کرنے کے لیے بیٹھے ہو۔ بلکہ متکلم کی گفتگو کا اصل مدعا سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر تمہارا رویہ ہمدردانہ ہو گا' تو لوگ خود بخود تم سے مشورہ لیں گے اور تمہیں اس امر کی تسلی ہو گی کہ تم نے رنج والم کے وقت دوسروں کی مدد کی ہے' اور ان کو تسلی دی ہے۔

بیوقوف کو بیوقوفانہ طرز میں جواب نہ دو۔ ایسا نہ ہو کہ تم بھی اسی طرح بن جاؤ۔ یاد رکھو نرمی سے جواب دینا غصے کو فرو کرتا ہے۔ مگر طیش میں جواب دینا بھی اتنا ہی احمقانہ فعل ہے' جتنا حقارت آمیز لہجے میں جواب دینا۔ یاد رہے کہ الفاظ کی نسبت لہجہ زیادہ اثر پذیر ہوتا ہے۔ ایسے آدمی بہت کم ملیں گے' جو تمسخر اور مضحکہ خیز الفاظ برداشت کریں۔ انسان شاید تمام باتوں کو بھول جائے۔ مگر یہ ممکن نہیں کہ وہ حقارت اور تمسخر کو بھولے۔ بعض اشخاص موہوم باتوں پر دوسروں سے رنجیدہ ہو جاتے ہیں' اور سرد مہری کا رویہ اختیار کر لیتے ہیں اور پھر اپنے آپ کو افسردہ بنا لیتے ہیں۔ کسی قسم کے ہتک آمیز الفاظ تمہیں ذلیل نہیں بنا سکتے۔ ہاں تم اپنے رویے سے خود اپنے آپ کو ذلیل کر سکتے ہو۔

صاف دل رہنا چاہیے مگر ساتھ ہی کم گو ہونا بھی ضروری ہے۔ اپنی ذات کی نسبت زیادہ بات چیت نہ کرو۔ دوسروں کو اپنے متعلق گفتگو کرنے دو۔ لیکن تم نہ اپنی تعریف کرو' نہ اپنی بڑائی۔ اگر دوسرے اپنی ذات کے متعلق گفتگو کرتے ہیں' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس موضوع پر گفتگو کرنا ان کو بہت محبوب ہے۔ اس لیے اگر تم ان کی بات سنو گے' تو وہ تم پر بہت خوش ہوں گے کسی آدمی پر یہ ثابت کرنے کی کوشش نہ کرو کہ وہ جاہل مطلق ہے۔ ہاں اگر تمہارا یہ فرض ہو' تو کوئی مضائقہ نہیں' لیکن بہرحال یہ یاد رکھو کہ اس آدمی کو تمہارے خلاف ضرور شکایت پیدا ہو جائے گی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے متعلق تمہاری یہ رائے ہی سراسر غلط ہو' کم از کم اس شخص کو تو یقین ہو گا کہ تمہاری رائے بے انصافی پر مبنی ہے۔ اس لیے وہ بھی تمہیں بے وقوف سمجھے گا۔ انسان اذیت کو بھول جائے تو بھول جائے۔ لیکن ہتک آمیز الفاظ ہمیشہ اس کے دل میں کھٹکتے ہیں۔ نیز تم اپنے مقصد میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

کسی آدمی کی نجابت و شرافت اور علم و عقل کا اندازہ اس کے غصے کی حالت سے لگاؤ۔ جس قدر وہ غصے میں بڑھا ہو گا۔ اتنا ہی تم اسے عقل و انسانیت سے گرا ہوا خیال کرو۔ لہٰذا ہر معاملے میں صبر و تحمل سے کام لو۔ اگر کوئی کام آرام و آسانی سے نکل سکے' تو پھر سختی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ گڑ دینے سے کام بن جائے' تو زہر کی کیا ضرورت ہے؟ خصوصاً جب کوئی دوسرا بات کر رہا ہو' تو ہرگز قطع کلام نہ کرو۔ اکثر آدمی یہ پسند کرتے ہیں کہ تم ان کی بات سنو۔ خواہ تم ان کی حاجت روائی بھی نہ کرو۔

دو چیز تیرہ عقل است لب فرو بستن بوقت گفتن' و گفتن بوقت خاموشی

طبیعت کو ہمیشہ قابو میں رکھو۔ اگر غصہ آ ہی جائے' تو بھی زبان سے اس کا اظہار نہ کرو۔ اور رنج دہ الفاظ اپنی زبان سے نہ نکالو۔ اس جگہ کبھی نہ جاؤ' جہاں تمہاری قدر و منزلت نہ ہو۔ تمہاری حالت اس مکھی کی طرح نہ ہو' جو

ناخواندہ مہمان کی طرح کسی بادشاہ کے چہرے پر بیٹھی ہے۔ مکھی کی ضد مشہور ہے' بار بار مکھی اڑانے کے بعد آخر بادشاہ نے صرف یہ کہا۔ "کیا میری تین وسیع سلطنتیں تمہارے لیے کافی نہیں تھیں کہ تم ان کو چھوڑ کر سیدھی میری آنکھ کے گوشہ میں گھسنا پسند کرتی ہو"

دل خلق از خلق خوش رام کن جہاں درجہاں اسپ و آرام کن

سائنس کی کوئی شاخ اتنی مفید نہیں' جتنا انسانی فطرت کا علم۔ اس سے صحیح فیصلے پر پہنچنے کا ڈھنگ آ جاتا ہے۔ اس سے ہم نہ صرف یہ سیکھ لیتے ہیں کہ کن اشخاص پر بھروسہ کرنا چاہیے اور کن اشخاص کے نزدیک تک نہ جانا چاہیے۔ بلکہ یہ بھی سیکھ لیتے ہیں کہ دوسروں پر کہاں تک اور کن امور میں بھروسہ کرنا چاہیے؟ اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ بڑا آسان کام ہے۔ یہ بڑا ضروری امر ہے کہ تم ان اشخاص کا اچھی طرح سے انتخاب کر سکو' جنہوں نے تمہارے ساتھ یا تمہارے ماتحت کام کرنا ہے۔ تاکہ تم ہر ایک آدمی کو اپنی اپنی جگہ ان کی لیاقت کے مطابق لگا سکو۔ اگر کسی شخص کے متعلق کسی قسم کے شکوک و شبہات ہیں' تو اس کو اپنے ساتھ یا اپنے ماتحت نہ لگاؤ اور جب کافی جانچ پڑتال کے بعد اس کو اپنے ماتحت لگا لیتے ہو' تو ان کے متعلق کوئی شک و شبہ نہ رکھو۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ شک کرنے والوں کی نسبت بھروسہ کرنے والے راستی پر ہوتے ہیں۔

جب کسی پر بھروسہ کرو تو کامل طور سے کرو۔ ہاں یہ بھروسہ اندھا دھند نہ ہونا چاہیے۔ بعض عقل مند بھی اندھا دھند دوسروں پر اعتبار کر لیتے ہیں۔ اور اپنی عزت و ناموس' بلکہ بعض دفعہ اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ ہمیشہ احتیاط اور دانش مندی سے کام لو۔ اپنا راز دل ہی میں پوشیدہ رکھو۔ کیونکہ جو کچھ وہ جانتا یا سوچتا ہے۔ جھٹ زبان سے نکال دیتا ہے

اگر کس بداند کہ راز تو چیست برین عقل دانش بباید گریست

اپنے دماغ کو استعمال کرو۔ عقل سے مشورہ لو۔ یہ درست ہے کہ عقل ہمیشہ سہو سے بری نہیں ہوتی' لیکن پھر بھی اگر تم اس کو استعمال کرو گے' تو غلطی کا بہت کم احتمال رہے گا۔ گفتار روپہلی ہے اور خاموشی سنہری۔ بہت سے اشخاص صرف اس لئے ہی باتیں نہیں کرتے کہ انہیں کوئی ضروری بات کہنی ہوتی ہے بلکہ وہ محض باتیں کرنے کی خاطر باتیں کرتے جاتے ہیں۔ گفتگو میں زبان کی نسبت دماغ سے زیادہ کام لینا چاہیے۔ باتونی ہونا ترقی کے لیے بڑی بھاری رکاوٹ ہے۔ کیونکہ بعض اوقات باتوں کے جوش میں منہ سے کچھ نہ کچھ نکل جاتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ طیش میں عیش' اور جوش میں ہوش کہاں۔ بعد ازاں انسان اس سے پچھتاتا ہے۔ زبان سے نہایت بدتہذیب الفاظ نکل جاتے ہیں۔ حالانکہ بولنے والے کا مقصد ان الفاظ سے سوائے زبان درازی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ حاصل یہ کہ اس طرح کی زبان درازی سے سوائے جھگڑے' برائی اور تکلیف کے کچھ نتیجہ نہیں نکلتا۔

ایک شخص سے پوچھا گیا کہ تم مجلس میں زبان کو بند کیوں رکھتے ہو؟ کیا اس لئے کہ تم بیوقوف ہو اور تمہارے پاس بولنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ "یہ تو بتاؤ کہ بے وقوف اپنی زبان کو کس طرح قابو میں رکھ سکتا ہے؟" کسی بزرگ کا قول ہے "کہ جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ اس کی زبان قینچی کی طرح کترتی جاتی ہے۔ اور وہ بے سوچے سمجھے منہ سے الفاظ نکالے جاتا ہے' تو جان لو کہ ایک بیوقوف کی بہتری کی تو امید ہو سکتی ہے مگر اس کی حالت قابل رحم ولاعلاج ہے۔

دوسروں پر اپنا تفوق جتانے کی کبھی کوشش نہ کرو۔ اس سے بڑھ کر لوگوں کے لیے دق کرنے والی اور نفرت دلانے والی کوئی شے نہیں کہ ان کو محسوس کرایا جائے کہ وہ بہت حقیر ہیں۔

جب کسی محفل میں جاؤ' تو ان اشخاص کے طرز عمل اور اخلاق کو جو بہتر ہوں۔ ملاحظہ کرو۔ مثل مشہور ہے کہ انسان اخلاق ہی سے بنتا ہے اور عمدہ سیرت سب سے بڑی سفارش ہوتی ہے۔ خوش اخلاقی سب آدمیوں کے لئے ضروری ہے۔ اور بعض ایسے ہیں' جن کے لیے خوش اخلاقی ہی سب کچھ ہوتی ہے۔ لیاقت اور علم سے دلوں پر قبضہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں جب خوش اخلاقی سے دلوں پر قبضہ کر لیا جائے' تو دونوں اس قبضے کو ہمیشہ کے لیے بحال رکھتے ہیں۔ اپنی اپنی رفتار و گفتار' نشست و برخاست' حرکات و سکنات اور ظاہری شکل و شباہت سے دوسروں کی آنکھ کو اور اپنی آواز' طرز گفتگو اور لب و لہجہ سے دوسروں کے کانوں کو گرویدہ کرو۔ پھر دل خود بخود گرویدہ ہو جائے گا ؎

کسے راکہ طرز بیانش خوش است   دہد گرچہ دشنام ہم دلکش است

ہر ایک شخص آنکھیں اور کان تو ضرور رکھتا ہے۔ مگر بہت تھوڑے ایسے ہیں' جن کی قوت فیصلہ بھی درست ہوتی ہے۔ دنیا ایک تماشا گاہ ہے اور ہم سب تماشا کرنے والے ہیں۔ اس لیے ہماری کامیابی اس بات پر منحصر ہے کہ ہم اپنے پارٹ کو کس طرح ادا کرتے ہیں۔

حقوق نفس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جو لوگ بے جا نفس کشی اور فاقہ کشی ہی کو ذریعہ عبادت گردانتے ہیں۔ وہ زندگی کے لفظ کے صحیح معنی نہیں جانتے۔ خود انسانی اعضاء اس امر کا ثبوت ہیں کہ وہ اللہ اور خلق الہی دونوں کی عبادت و خدمت کے لیے بنے ہیں۔ حیرت ہے کہ اللہ کریم خود ہی ہمیں یہ اعضاء و جوارح بخشے' اور خود ہی انہیں نکما کر دینے کو اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ خیال کریں۔

اصلی عزت وہی ہے' جو اپنی ہمت و کوشش کے طفیل حاصل ہو۔ ورنہ ورثے میں ملی ہوئی عزت مردے کے لیے گور کا کتبہ ہے۔

جو صرف اپنی ذات کو فائدہ پہنچانے کے لئے زندہ ہے۔ جب مرتا ہے تو دنیا کو بے حد فائدہ پہنچاتا ہے ؎

آں راکہ ندانی نسب و نسبت خاکش   آں رانہ بود ہیچ گواہے چو فعالش

اختلاف طبائع قدرت کا ایک راز ہے۔ جس سے ہر ایک بات پر بحث و مباحثہ ہو کر منزل مقصود پر پہنچنے کے لیے راستہ صاف ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ اختلاف در حقیقت اتفاق کا معاون ہونا چاہیے' نہ کہ ہر ایک کا نصب العین ہی جداگانہ ہو۔ بلکہ چاہیے یہ کہ تمام افراد قوم اپنی ذہانت و فطانت سے آسان سے آسان اور نزدیک سے نزدیک راہ ترقی استخراج کریں۔ ایسے ہی اختلاف کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اگر ترقی کا محل اتفاق کی بنیاد پر قائم ہے' تو اس پر چڑھنے کے لیے اختلاف کا زینہ درکار ہے۔

تنہا دولت و حشمت کا انجام فتنہ و فساد' لڑائی' جھگڑا' بے چینی و بے قراری اور خالص زہد و توکل کا نتیجہ احتیاج و افلاس ہے' لیکن ان دونوں کی کیمیائی آمیزش قوی اکسیر ہے۔ یورپ کو کیوں اس عروج و کمال پر امن و اطمینان نصیب نہیں اور ہمارا ملک باوجود اللہ پرستی و زہد و توکل کے کیوں نان شبینہ کے لیے محتاج ہے۔ بات یہ ہے کہ دونوں اس کیمیائی آمیزش کی اکسیر بنانے سے محروم ہیں ؎

اے کہ گوئی کہ دریں کار چہ تدبیر بود   دین و دنیا بہم آمیز کہ اکسیر بود

کار دنیا و اندیشہ عقبیٰ مگذار تابہ عقبیٰ نہ رسی دامن دنیا مگذار

تہذیب و شائستگی بے شک دنیاوی ترقی کا معیار ہے۔ مگر جرائم کا دفعیہ بہت کچھ مذہب اور اللہ پرستی پر موقوف ہے۔ ترک مذہب ہی کی وجہ سے انگلینڈ جیسے شائستہ و تعلیم یافتہ ملک میں ہمارے ملک کی نسبت جرائم کی تعداد کئی گناہ زیادہ ہے۔

دنیا کے مکتب میں انسان کے لیے انسان ہی سہل الحصول اور سب سے بڑھ کر مفید کتاب ہے۔ جس کے مطالعے سے وہ ہر وقت کچھ نہ کچھ سبق سیکھتا ہے۔ پس جو لوگ اپنے ناپاک اخلاق کا برا نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وہ نہ صرف انسانی زندگی کو تباہ کر رہے ہیں۔ بلکہ نظام قدرت میں بد نظمی پھیلانے کے بھی مجرم ہیں۔

محنت واستقلال

ہے قوت بازو میں تری' راز سعادت تو ڈھونڈتا پھرتا ہے اسے بال ہما میں

اپنی ہستی کو قائم رکھنے کے لیے جدوجہد کرنا قدرت کا ایک اٹل قانون ہے۔ جو لوگ سعی و کوشش سے گریز کرتے ہیں۔ ان کی ہستی بالکل مٹ جاتی ہے۔

دنیا کی دوڑ دھوپ میں وہی شخص آگے نکل سکتا ہے' جو محنت و استقلال کے گھوڑے پر سوار ہے اور عقل سالم کا کوڑا ہاتھ میں رکھتا ہو ۔

سانس کی طرح چلے منزل ہستی میں بشر مدعا یہ ہے کہ دم بھر کو بھی بیکار نہ ہو

خاموشی اور استقلال سے کیے جانے والے کام کا اثر ہوتا ہے' اور ضرور ہوتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ محنت اور صبر کچھ عجیب سر چڑھ کر بولنے والا جادو ہے۔

مانا کہ محنت سے بھی آدمی تھک جاتا ہے اور کاہلی سے بھی۔ مگر محنت کا نتیجہ صحت و دولت ہے اور کاہلی کا بیماری و افلاس۔ کیوں کہ آب رواں چمکتا ہے اور آب استادہ سڑتا ہے۔

کچھ نہ کرنے کی نسبت کام کر کے ناکام رہنا بدرجہا بہتر ہے۔

ہاتھ کی محنت کو اپنی شان کے شایان نہ سمجھنا' مہلک غلطی ہے۔

انسانی وجود ایک چکی کی مانند ہے' کہ جس میں گیہوں پیسا جائے' تو آٹا اور خالی چلائی جائے' تو خود اس کا نقصان ہو۔

سیڑھی کے زینے اس لئے نہیں بنائے گئے کہ ان پر ٹھہر کر آرام کیا جائے' بلکہ ہر ایک زینے کا مقصد ایک پاؤں کو اس لئے سہارا دینا ہے کہ دوسرا قدم اوپر جا سکے۔

تم اپنے ہل کی خبر لو' ہل تمہاری خبر لے گا۔ کیونکہ کوئی قوم اس وقت تک خوشحال نہیں ہو سکتی۔ جب تک وہ یہ نہ جانے کہ ہل چلانے میں بھی اتنی عزت ہے' جتنی کہ لکھنے پڑھنے میں۔ (واشنگٹن)

میں جس قدر کام کر سکتا ہوں' اس سے قدرے کم کرتا ہوں' تاکہ کام جاری رہے۔

کوئلوں کو سیاہی اس وقت چھوڑتی ہے' جب وہ آگ میں داخل ہوتے ہیں۔ جب تک دھواں ہے آگ کچی ہے۔

تانبا شد گل دراول غنچہ آخر شگفتند کلفت امروز بہر عشرت فردا خوش است

پیشہ انسان کو ذلیل نہیں کرتا' بلکہ انسان پیشے کو ذلیل کرتا ہے۔

محنت لاریب خوش قسمتی کی جڑ ہے اور سستی کی ابتدا صبح کاذب ہے' انتہا شام غم۔

مفلس وہ شخص نہیں' جس کے پاس کچھ نہیں۔ بلکہ دراصل مفلس وہ ہے' جو کام نہیں کرتا یا کر نہیں سکتا۔

محنت ہی پہ موقوف ہے آسائش گیتی کھوئی مری راحت' مری راحت طلبی نے

محنت میں گنج ہائے اللہ داد ہیں نہاں اکسیر کی تلاش کر کیمیا نہ مانگ!

ایک ممبر پارلیمنٹ ایک دفعہ سڑک پر جھاڑو دے کر آگ تاپنے کے لیے کوئلے اکٹھے کر رہا تھا۔ ایک شخص نے کہا۔ "جناب یہ کام آپ کی شان کے شایان نہیں۔" فرمایا کہ جسے کوئلے اٹھانے میں شرم آتی ہو' اسے آگ تاپنے میں بھی شرم آنی چاہیے۔ بھونکنے والا کتا سو رہنے والے شیر سے لاکھ درجے اچھا ہے۔

چو راہب بہ بت خانہ بیدار بودن ازاں بہ کہ درکعبہ خوابیدہ باشی

بیٹھنے اور لیٹنے سے نفرت کرو۔ چلنے پھرنے اور کام کرنے کی عادت پیدا کرو۔ تمہارا دوڑنا' بھاگنا' بیٹھے رہنے سے زیادہ ہونا چاہیے۔ حتیٰ کہ کچھ نہ کرنے کی نسبت کھیلنا ہی بہتر ہے۔

ہے آدم سے اس واسطے چھوٹی جنت تھا بے کار رہنا خلاف جبلت

اگر تمہارے پاس اس قدر بے شمار دولت یا مستقل ذرائع آمدن ہوں' جو تمہاری پشت ہا پشت بلکہ قیامت تک کے لئے کافی ہوں' تو بھی تمہیں کم از کم آٹھ گھنٹے روزانہ کام کرنا چاہیے۔ اپنے لیے نہیں بلکہ نظام دنیا قائم رکھنے کے لئے۔ کیونکہ کارخانہ قدرت کی اس عظیم الشان مشینری میں تمہارا وجود بھی ایک پرزے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر یہ پرزہ مشین سے خارج ہو جائے' تو لازماً اس کا اخراج دوسرے پرزوں پر بوجھ ڈالے گا۔ اور ان کی رفتار پر اثر انداز ہو گا۔ نظام فلکی بھی اپنی باقاعدہ کارکردگی ہی سے اپنی صحیح رفتار پر تاقیامت قائم رہے گا۔ نظام ارضی کی اسی بے کاری اور بے قاعدگی نے تمام عالم کو زیر و زبر اور تہ و بالا کر رکھا ہے۔

دامن دولت باسانی ہاتھ نہیں آتا۔ اس ہما کے لیے بیضہ فولاد توڑنا ضروری ہے۔

اصل محنت وہ ہے' جس میں جسمانی قویٰ روحانی طاقتوں کے ماتحت کام کریں۔

جس طرح بند پانی میں کیڑے مکوڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح آدمی کے جسم میں مختلف امراض اور دماغ میں قبیح و مذموم خیالات گھر کر لیتے ہیں۔

استخوان فروشی کو ذریعہ امارت نہ بناؤ۔ بلکہ اپنے گوشت و پوست کی قربانی سے یہ اعزاز حاصل کرو۔

آناں کہ فخر خویش باجداد مے کنند چوں سگ باستخواں دل خود شاد مے کنند

بیکاری تمام شرارتوں کی دایہ اور کل بربادیوں کی ماں ہے۔

دماغ ایک بے کار انسان کا بس اک کارخانہ ہے شیطان کا

تم گاڑی نہیں ہو کہ اوروں کے چلائے سے چلو۔ تمہیں آگے بڑھنے کے لئے خود کوشش کرنی چاہیے

موت کہتے ہیں جسے وہ کیا ہے بس صبر و سکوں زندگی کا راز پنہاں شورش پیہم میں ہے

انسان اپنی محنت سے کچھ بن سکتا ہے۔ بیرونی امداد ہمت کو پست کر دیتی ہے۔

ایک بوڑھے کی گاڑی ایک گڑھے میں دھنس گئی۔ دو نوجوان پاس کھڑے تھے۔ انہوں نے از راہ ہمدردی گاڑی کو نکالنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن باایں ہمہ طاقت و جوانی وہ دونوں نوجوان گاڑی کو نہ نکال سکے۔ آخر بوڑھا اکیلا ہی کوشش کر کے گاڑی نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ چونکہ بوڑھے کو اپنے کام کا ورد تھا' لہٰذا اس کی ذاتی کوشش و ہمت دونوں جوانوں کی طاقت پر غالب آگئی۔ دوسروں سے کام کرانا عام حالات میں ایسے ہی نتائج پیدا کرتا ہے۔

روپیہ ہاتھ آنے کے لیے چچا کی موت کے منتظر نہ رہو۔ بلکہ کمر ہمت چست باندھ کر محنت کے ساتھ زندہ انسانوں کی جیب سے روپیہ نکالنے کا کام شروع کر دو۔

اگر سرپرستوں کی امداد ہی ترقی کا ذریعہ ہوتی' تو کبھی کسی امیر کا بیٹا نالائق نہ ہو اور غریب کا بیٹا لائق نہ ہو۔ حالانکہ زمانے میں اکثر اس کے خلاف دیکھنے میں آیا ہے۔

ترقی خود محنت کرنے ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ بیرونی امداد یعنی ہدایت' تربیت' نصیحت' کتاب' عالمانہ مباحثے ممکن ہے راستے کے نشانوں کی طرح تمہیں راہ راست سے بھٹکنے نہ دیں۔ مگر خود وہ تم کو اٹھا کر ایک قدم آگے نہیں لے جا سکتے۔ منزل کو طے کرنا تمہاری اپنی ہی ٹانگوں کا کام ہے۔

ان مختصر ترین دو الفاظ میں محنت کا تمام تر فلسفہ بند ہے۔ "Do Or Die" یعنی کر و یا مرو

شہنشاہ بزم خیال نہ ہو تو بن شیر نر شیر قال نہ ہو

ابرو باد ومہ و خورشید ہمہ در کار اند تا تو نانے بہ کف آری و بہ غفلت نہ خوری

ایں ہمہ بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ بری

اگر تم کام کرنا نہیں چاہتے' تو کھانے کو کیوں مانگتے ہو۔ محنت اگر تساہل سے کام لے' تو پھل پھول نہیں سکتی۔

خوش قسمتی کیا ہے؟ محنت کی اولاد (فرینکلن) اپنی تعمیر آپ کرنے والا' اپنے خالق کی پرستش کرتا ہے۔

جب تم اپنا کام آپ نہیں کر سکتے' تو غیروں کی مدد کی امید کیسے رکھ سکتے ہو؟ کیا ان کی دو جانیں ہیں کہ وہ اپنا کام بھگتا کر تمہاری مدد کے لئے بھی آموجود ہوں گے۔

محنت لائق بننے کا ایک شرطیہ ذریعہ ہے اور قسمت دل کو تسلی دینے کا ایک موہوم خیال

سونا کیا حرام' تو قسمت جگائی ہے جب خاک ہو گئے تو یہ اکسیر پائی ہے

قسمت انسان کو خوش حالی کے وعدوں میں رکھتی ہے۔ مگر محنت اسے آسودہ حال کر دکھاتی ہے۔ لیس للانسان الا ماسعی یعنی تمہاری قسمت میں وہی ہے' جس کے لئے تم کوشش کرو گے۔

بد قسمتی ایک بہتان ہے' جو جاہلوں کی طرف سے اللہ پر لگایا جاتا ہے۔ کیونکہ تقدیر تدبیر ہی کا دوسرا نام ہے۔

محنت ہمارے ہاتھ میں ہے اور نصیب اللہ کے ہاتھ میں۔ ہمیں اسی سے کام لینا چاہیے' جو ہمارے ہاتھ میں ہے۔

محنت سے کسی آدمی کی ہتک نہیں ہوتی۔ بد قسمتی سے لوگ بعض اوقات محنت کی ہتک کرتے ہیں۔

مرغی نے اپنے چوزوں سے کہا کہ اگر کیڑے مکوڑے کمیاب ہوں' تو ہمیں زیادہ سختی کے ساتھ کریدنا چاہیے۔

اگر تم میں خوردونوش کی لت ہے تو حیوان ہو۔ اگر بناؤ سنگار کی وحشت ہے تو عورت ہو۔ اگر لہو ولعب کا شوق ہے تو بچے ہو۔ اگر پڑے رہنے کی عادت ہے تو بے جان ہو۔ اگر محنت کی عادت ہے تو حقیقی انسان ہو۔

کامیابی بہت سی خطرناک غلطیوں میں گھری ہوئی ہے۔ (برنارڈ شا)

محنت وقت کو بڑھا دیتی ہے اور سستی کافی وقت کو بھی گھٹا دیتی ہے۔

کمزور دل مایوس بد قسمتوں کا ساتھ چھوڑ دو' ورنہ یہ تمہیں اور بھی بد قسمت بنا دیں گے۔

تقدیر اور تدبیر دو پہیے ہیں' جو زندگی کی گاڑی کو چلا رہے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی نکما ہے' تو گاڑی نہیں چل سکتی۔ مثل مشہور ہے کہ محنت تقدیر کا دایاں ہاتھ ہے اور مصیبت اس سے بھاگتی ہے۔

جو شخص اپنے روزمرہ کے کاروبار میں محنتی ہے' جلد دیکھو گے کہ وہ امیروں کے داہنے ہاتھ کھڑا ہے۔

کامیابی کا زینہ بہت سی ناکامیوں کی سیڑھیوں سے بنا ہوا ہے۔

زندگی کے ہر لمحے میں کچھ بکھیرتے جاؤ۔ تاکہ کسی دن ایک باغ لگا ہوا پاؤ۔

ترقی کی معراج پر وہی پہنچ سکتا ہے۔ جو آئندہ بہتری کے لیے موجود عارضی عیش کو چھوڑنے کے لیے ہر وقت تیار رہو۔

یہ عزم تیرا سعی سے دمساز ہو کیونکر اسباب نہ ہوں جمع' تو آغاز ہو کیونکر
نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا سو بار جب عقیق کٹا' تب نگیں ہوا

اگر چاہتے ہو کہ افلاس' ذلت' بدصورتی اور بے ایمانی تمہارے گھر نہ آنے پائے' تو بے کاری کو پاس نہ آنے دو۔ اور ہمیشہ اس مقولے پر کاربند رہو۔ نرم در گفتگو۔ گرم در جستجو۔

افسردگی روح کے لیے سب سے بڑی بیماری ہے۔ اگر انسان اس بیماری سے بچنا چاہتا ہے' تو اسے چاہیے کہ کسی نہ کسی شغل میں لگا رہے۔

اللہ رزاق پرندے کو خوراک دیتا ہے' لیکن ان کے گھونسلے میں نہیں پھینکتا۔

جس شخص میں خود اعتمادی کا مادہ نہیں' وہ دنیا میں کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔

انسان پیدا ہی اس لئے کیا گیا ہے کہ دنیا کی خدمت کرے۔ پس بہتر ہے کہ وہ خود بخود کوئی مناسب کام اپنے لیے تجویز کرے۔ ورنہ ناگوار خدمت کا جوا زبردستی اس کی گردن پر رکھ دیا جائے گا۔ جس کے اٹھانے کی وہ تاب نہ لا سکے گا

ہمت بلند دار کہ نزد قضا و قدر باشد بقدر ہمت تو' اعتبار تو

ہر ایک بڑا کام متواتر عرق فشاں کوششوں اور دل خراش ناکامیوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔

دنیا میں تین قسم کے آدمی ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو سوچتے ہی رہتے ہیں اور کرتے کچھ نہیں' ان سے کچھ بن نہیں آتا۔ دوسرے وہ جو بلا سوچے سمجھے اناپ شناپ ہر ایک طرف ہاتھ پھیلاتے ہیں' اور ہر طرف سے منہ کی کھاتے ہیں۔ تیسرے وہ جو سوچتے بھی ہیں اور کرتے بھی جاتے ہیں۔ یہی خوش قسمت آخر مٹی کو سونا بنا لیتے ہیں

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد اگر خارے بود گلدستہ گردد

جب تم کوئی نیک کام کرنا چاہو' تو باتیں ہی نہ بناتے رہو۔ سوچو اور سوچ کر شروع کردو۔ ضرور غیب سے کچھ نہ کچھ امداد ملے گی۔ مثل ہے کہ آغاز و انجام آپس میں مصافحہ کرتے ہیں ؎

ہمت بلند دار کہ مردان روزگار باہمت بلند بجائے رسیدہ اند

کامیابی کی دیوی پہلے تمہارے بازوؤں پر آکھڑی ہوتی ہے۔ جب دیکھتی ہے کہ وہ اس کے بوجھ سے نہیں لچکتے' تو وہ تمہاری مدد کرکے راستہ صاف کردیتی ہے اور تمہیں منزل مقصود پر پہنچادیتی ہے۔

کام کرنے والے کو صرف ایک شیطان ستاتا ہے' مگر کاہل کو ہزاروں ؎

سختی راہ کھینچیے منزل کے شوق میں آرام کی تلاش میں ایذا اٹھایئے

قوت ارادی میں تمام ترقیوں کا راز ہے اور انسانیت کا سب سے پہلا مقدس وصف ہے۔ جس شخص میں یہ وصف نہیں' وہ انسانی جامہ میں حیوان ہے ؎

استقامت ہے عجب شے' نہیں جس میں لغزش نخل کا پاؤں زمیں پر نہ پھسلتے دیکھا

کامیابی کے لیے لیاقت و قابلیت کی اتنی ضرورت نہیں' جتنی محنت و استقلال کی ؎

تھکیں جو پاؤں تو چل سر کے بل نہ ٹھہر آتش گل مراد ہے منزل میں' خار راہ میں ہے

بے زحمت برو دہقاں کہ در ریزمیں تخمے بریز و بیخ دیابد شاخ و گیرد برگ و آرد بر

جب دل کی مرضی ہوتی ہے' تو کام کے لیے آپ سے آپ راہیں نکل آتی ہیں۔ جس کام میں پوری طاقت' پورا شوق' پورا استقلال اور پوری توجہ دی جائے' ممکن نہیں کہ اس میں کامیابی نہ ہو۔ وہی کام ادھورے رہتے ہیں' جن میں یکسوئی نہیں ہوتی۔ ہوشیار' دیانت دار' سمجھ دار اور محنتی شخص اگر اپنے کاروبار میں کامیاب نہ ہوں' تو جان لو کہ ان کے طریق کار میں ضرور کوئی نقص ہے' جس کے رفع کرنے کی کوشش کرنی چاہیے ؎

وہی قانون فطرت ہے جسے تقدیر کہتے ہیں جسے قسمت سمجھتے ہیں' وہ تدبیروں کا حاصل ہے

چھوٹی چھوٹی باتوں میں لاپرواہی کرنا' وہ چٹان ہے' جس سے بہت سے نوجوان ٹکر کھاکر ہمیشہ کے لیے چکنا چور ہوگئے ؎

موئے سرکروم سفید و ہیچ کارم سرنشد دست و پائے می زنم اکنوں کہ آب از سر گزشت

تساہل مٹا دے گا بے کار کو کہ زنگار کھا جائے تلوار کو

ہر ایک معاملہ میں یہ کہہ دینا کہ "چلو دیکھا جائے گا۔" بظاہر تو آسان ہے مگر یاد رہے کہ اسی "دیکھا جائے گا۔" کے دو لفظوں نے عالم کو تباہی میں ڈال رکھا ہے۔

بس یہی کافی ہے' کہ مقولہ نہایت ہی ناکافی اور تباہی لانے والا ہے۔ اسی ایک مقولہ سے لاکھوں زندگیاں تباہ ہوگئیں۔ چال چلن بگڑ گئے۔ فوجیں شکست کھا گئیں۔ شہر جل کر راکھ ہوگئے۔ سلطنتیں ہاتھ سے جاتی رہیں۔ اور ہزاروں تجویزیں خاک میں مل گئیں۔

پیشہ یا کام خواہ کیسا ہی خوفناک یا مضر صحت ہو' مگر اس میں بھی کاہلی سے زیادہ خوشی اور تندرستی ہوتی ہے۔

عقلمند آدمی یہ نہیں سوچتا کہ وہ کون ساکام کرے اور کون ساکام نہ کرے۔ بلکہ وہ ہروقت کوئی کام کرتا ہی رہتا ہے "

صرف بیکاری مگرداں روزگار خویش را　　　پردہ روئے توکل ساز کار خویش را

ایک یونانی شعر کا مطلب ہے کہ "دیوتا ہمارے ہاتھ خوشی بیچتے ہیں۔ جس کی قیمت میں رنج و محنت نہ ہو' خوشی مول ہی نہیں لی جاسکتی" ۔

نہ گردد رفعت دنیائے بے کش مکش حاصل　　　بہ گردون خیمہ راچندیں طناب افتد کہ برخیزد

اجرام فلکی ہمیشہ گردش میں رہتے ہیں۔ اہل زمین کے لیے قدرت کی طرف سے یہ ایک انتباہ ہے کہ تم بھی ہمیشہ گردش و حرکت میں رہو ۔

ابروباد ومہ و خورشید ہمہ درکار تو اندا

کوک کا مقولہ ہے کہ بہت سے کام نہیں' بلکہ ایک ہی کام بہت سا کرنا چاہیئے۔ ایمرسن کہتا ہے کہ زندگی بھر میں عقلمندی کا ایک کام یکجائیت ہے۔ اور ہزار خرابی ہرجائیت۔ اس دنیا میں جس قدر بڑے شخص ہو گزرے ہیں۔ انہوں نے اپنی طاقت کو یکسو کیا ہے۔ انہوں نے ایک مرکز پر اس وقت تک اپنے ہتھوڑے سے متواتر چوٹیں لگائی ہیں' جب تک کہ ان کا مقصد پورا نہیں ہو گیا۔ زمانے میں صرف وہی لوگ کامیاب ہوئے ہیں۔ جنہوں نے صرف ایک خیال کو مدنظر رکھ کر اس کے لیے کوشش کی ہے۔ انتشار کامیابی اور کاروباری زندگی کے لیے بدترین لعنت ہے۔
اگر تم ایسے محنتی شخص سے اس کی زندگی کا مقصد دریافت کرو' تو وہ جواب دے کہ مجھے تو ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوا کہ میں کیا کر رہا ہوں؟ لیکن مجھے اپنی جفاکشی اور مستقل مشقت پر پورا بھروسہ ہے۔ اور میں نے مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ عمر بھر دیر سویر کھودتا ہی رہوں گا۔ کبھی نہ کبھی سونا' چاندی یا اگر اور کچھ نہیں تو' لوہا ہی ہاتھ لگ جائے گا۔ لیکن وہ شخص جو ہمیشہ ادھر ادھر کچھ پانے کے لیے دیکھتا رہتا ہے۔ وہ کبھی کچھ نہیں پاتا۔ اگر ہم کسی خاص چیز کی تلاش نہیں کرتے' تو ہمیں اس سے نفی کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ دیکھو صرف شہد کی مکھی ہی ایسا کیڑا نہیں ہے' جو پھولوں پر پھرتا ہے۔ اور کیڑے بھی پھرتے ہیں۔ لیکن شہد صرف وہی لے جاتی ہے۔ باقی کیڑوں کے ساتھ کبھی شہد نہیں آتا۔ اسی طرح اگر ہم نے اپنی جوانی کی محنتوں اور مطالعہ سے کچھ مسالہ جمع کیا' لیکن اپنے آئندہ کام کے متعلق ہم کوئی خاص خیال اپنے دماغ میں نہیں رکھتے' تو یاد رہے کہ واقعات کا کوئی انجماد اس مسالے کو شاندار شکل عطا نہیں کر سکے گا ۔

در دہر کسے بہ گلزارے نرسید　　　تابہ ولش از زمانہ خارے نرسید
در شانہ نگر کہ تابصد شاخ نہ شد　　　دستش بسر زلف نگارے نرسید

کامیاب اور ناکامیاب اشخاص کا بڑا فرق ان کے کام کی مقدار میں نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کام پر صرف شدہ فہم و فراست میں ہوتا ہے۔ بہت سے شخص جو نہایت شرمناک طور پر ناکامیاب ہوتے ہیں' اسی محنت سے کام کرتے ہیں' جو اعلیٰ کامیابی حاصل کرنے کے لیے کافی کہی جاسکے۔ لیکن ان کا طریق کار اور ان کی محنت سب اٹکل پچو ہوتی ہے۔ وہ ایک ہاتھ سے بناتے اور دوسرے ہاتھ سے بگاڑ دیتے ہیں۔ وہ موقعوں کو قابو میں لا کر ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے' انہیں باعزت شکستوں کو شاندار فتح کی صورت میں تبدیل کرنے کا ہنر نہیں آتا۔ ان کے پاس کامیابی کا تانا بانا یعنی کافی قابلیت

اور وقت کی کثرت دونوں موجود ہیں۔ لیکن وہ ہمیشہ خالی نالی پھینکتے رہتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی زندگی کا کپڑا کبھی تیار نہیں ہوتا۔

چارلس ڈکنسن سے ایک موقع پر کامیابی کا راز دریافت کیا گیا' تو اس نے جواب دیا۔ "میں نے کبھی ایسے کام کو ہاتھ نہیں لگایا' جس میں اپنی تمام طاقتوں کو صرف نہ کر سکا۔"

چارلس کنگسلے نے کہا تھا۔ "میں جو کام کرتا ہوں' اس میں ایسا مصروف ہوتا ہوں۔ گویا اس وقت دنیا میں اس کام کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں رہا۔" محنتی انسانوں کی کامیابی کا راز یہی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ کالرج کی دماغی طاقتیں حیرت انگیز تھیں۔ لیکن اس کے سامنے کوئی خاص مقصد نہ تھا۔ وہ ہمیشہ دماغی انتشار کی حالت میں رہتا تھا۔ اس لئے اس کی زندگی نہایت ناکامیاب رہی۔ کیونکہ انجام کی خرابی ابتداء کی برائی سے ہوتی ہے۔

ماہرین کیمیا بتاتے ہیں' کہ گھاس کی ایک ایکڑ زمین میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ اگر ہم اسے ایک سٹیم انجن کے پسٹن راڈ میں جمع کر سکیں تو وہ دنیا بھر کی تمام چکیوں' کارخانوں اور دخانی گاڑیوں کو چلا سکتی ہے۔ لیکن یہ منتشر ہے اس لئے تقریباً فضول ہے۔

فوبل مسٹن کا قول ہے کہ "جس قدر میری عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اسی قدر مجھے اس امر کا زیادہ یقین ہوتا جاتا ہے کہ وہ بات جو کمزور کو طاقتور سے اور ادنیٰ کو اعلیٰ سے متمیز کراتی ہے' وہ صرف اٹل ارادہ ہے۔ جو ایک دفعہ قائم ہو کر موت حاصل کرتا ہے' یا فتح پاتا ہے ؎

سرور عالمؐ سے یہ منقول ہے　　اہل ہمت بندہ مقبول ہے

کارلائل کہتا ہے کہ یک سوطبیعت سے کام شروع کر کے کمزور' سے کمزور انسان بھی کچھ کر کے دکھلا سکتا ہے۔ مگر منتشر طبع شخص مضبوط اور طاقتور ہونے کے باوجود بھی بہت سی اطراف میں اپنا دھیان بٹانے کی وجہ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ پانی کا ایک قطرہ کسی جگہ لگاتار ٹپکتا رہے' تو آخر کار وہ ایک مضبوط چٹان میں بھی سوراخ کر دیتا ہے۔ لیکن جلد باز لہریں زور شور سے آتی ہیں اور چٹان سے گزر جاتی ہیں اور ان کا نشان تک پیچھے نہیں ہوتا۔

لنڈن میں ایک شخص تھا۔ وہ لوگوں کا سامان ڈھویا کرتا تھا۔ پیغام رسانی کرتا۔ یہودیوں کی زبان کی ترجمانی کرتا اور مضمون پر نظم بھی لکھ دیا کرتا۔ مگر اسے ان سب میں سے کسی میں بھی کامیابی نہ تھی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے "زاہد خام سے پختہ کار اچھا۔"

دنیا میں ہر ایک بات کا نتیجہ اشتباہ پذیر ہے۔ سوائے محنت کے کہ یہ یقیناً اپنا پھل لاتی ہے۔ یہ خوب ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ جس شخص نے محنت یا تکلیف سے ذرا بھی جی چرایا' یا کسی غیر متوقع کے نمودار ہونے سے استقلال کو ہاتھ سے جانے دیا' وہ کبھی کامیاب نہ ہو سکے گا۔ اگر غور سے دیکھا جائے' تو انہی مشکلات کا مقابلہ کرنے کا نام زندگی اور ان پر غالب آجانے کا نام کامیابی ہے ؎

اہل غفلت را بدنیا نیک و بد معلوم نیست　　خواب شب تعبیر خواہد یافت چوں فردا شود
میا را بزم بر ساحل کہ آنجا　　نوائے زندگانی نرم خیز است

بدریا غلط وبا موجش در آویز حیات جاودانی در ست تراست
موجیم کہ آسودگی ما عدم ماست ما زندہ کہیم کہ آرام نہ کروم

جب اللہ نے عزت کو پیدا کیا' تو ساتھ ہی تکلیف و مشقت کو پیدا کیا۔ اور جب ذلت کو پیدا کیا' تو اس کے ساتھ آرام و آسائش کو پیدا کیا۔ لٰہذا یہ دونوں چیزیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔

آرام کی طلب میں بے آرام ہونا' لازمی امر ہے' ورنہ نتیجہ معلوم۔

ہر ایک کام کے آغاز میں مشکلات سے سابقہ پڑتا ہے۔ اور کام جتنا زیادہ اچھا ہوتا ہے' اتنا ہی زیادہ دقتیں اس کی تکمیل میں اٹھانی پڑتی ہیں۔ در حقیقت مشکل کاموں ہی کی انجام دہی میں کچھ لطف حاصل ہوتا ہے۔ ورنہ آسان کام تو ہر شخص کر سکتا ہے۔ اور ان کا کرنا مشکل ہی کیا ہے؟ لٰہذا مشکل کام کے انجام دینے کے لیے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ استقلال سے کام لیا جائے ؎

وادیم تراگنج مقصود نشان گرما نرسیدیم تو شاید برسی

انسان جو کچھ بننا چاہے' بن سکتا ہے۔ لٰہذا اپنی بہبودی اور ترقی کے معمار آپ بنو۔ تمہارے جیسی عمارت دوسرا تمہارے لیے ہرگز نہ بنا سکے گا۔ تمہاری مدد کے لیے تمہارے دونوں ہاتھ کافی ہیں۔ جسمانی قوت سے روحانی طاقت کے ماتحت کام لو۔ آفات آسمانی بھی رحمت یزدانی بن جائیں گی۔

دنیا جدو جہد کا ایک وسیع میدان ہے' جس میں ترقی کے لاانتہا راستے ہر طرف کھلے ہیں۔ یہ تمہارے اختیار میں ہے کہ محنت اور کوشش سے ان راستوں کو طے کر کے منزل مقصود پر پہنچ جاؤ۔

بیکار انسان مردے سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ مردہ کم جگہ روکتا ہے ؎

ہے دیانت زندگی کی سعی انسان تابہ گور خود بخود بے موت مرجانا خیانت ہے ضرور
موت کیا چیز ہے' بیکاری اعضا و حواس زندگی کیا ہے یہی کاوش انجام عمل!

محنت وہ سنہری سکہ ہے' جس کے ذریعے سے ہم کو ہر شے جو ہمارے لیے ضروری ہے' حاصل ہو سکتی ہے۔

ذہانت بغیر محنت کے' پیٹ کے بخارات میں پڑی سڑتی ہے۔

بدی کا علاج ہو سکتا ہے۔ سستی کا نہیں۔ کاہل آدمی کو ہر ایک کام شیر معلوم ہوتا ہے' جو اس کی جان لینے کے لئے موجود ہے ؎

بے کوشش و بے جہد ثمر کس کو ملا ہے بے غوطہ زنی گنج گہر کس کو ملا ہے
بے خون پیئے لقمہ تر کس کو ملا ہے بے جور کشی تاج ظفر کس کو ملا ہے
بے خاک کے چھانے ہوئے زر کس کو ملا ہے بے کاوش جاں علم و ہنر کس کو ملا ہے

جو مرتبہ والا کے سزا وار ہوئے ہیں
وہ پہلے مصیبت کے طلب گار ہوئے ہیں

دنیا کا وسیع میدان زبان حال سے دعوت دے رہا ہے' کہ اے فخر کائنات! میں تمہاری جست و خیز کے لیے بنا ہوں۔

پاؤں گھوڑے کی سواری کے لیے حاضر ہیں۔ مشعل چشم رہبری کرتی ہے۔ ہاتھ ہر قسم کی خدمت کے لیے حاضر ہیں۔ پس اے مردِ خدا!! اب تو اور کس امداد کا منتظر ہے ؎

جب قدم راہ طلب میں نہ بڑھے اے اکبر — بیٹھ کر پاؤں چلانے کا نتیجہ کیا ہے
اس راہ میں مقام بے محل ہے — پوشیدہ قرار میں اجل ہے

کنج تنہائی کا وعظ کہنے والے مجلسی زندگی کے سوا قدرت کی خلاف ورزی کے بھی مجرم ہیں۔ انسان پتھر نہیں ہے کہ بے حس و حرکت پڑا رہے۔ درخت نہیں ہے' جو ایک جگہ گڑا رہے۔ دیوار نہیں ہے کہ ہمیشہ کھڑا رہے' مٹی کا روڑا نہیں ہے' جو کہیں اڑا رہے۔ نگینہ نہیں کہ جڑا رہے۔ وہ انسان ہے۔ اس کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ پھلے پھولے اور محنت کرکے اپنی زندگی کو بھی قائم رکھے اور خلق الٰہی کو بھی فائدہ پہنچائے۔

تنہائی بالعموم غموم اور رنج و ملال کا موجب ہوتی ہے۔ انسان جب مغموم ہونے کا عادی ہو جاتا ہے' تو اس کے جذبات مردہ ہو جاتے ہیں اور اس کی خود پیدا کردہ مصائب انگیز زندگی نیا پہلو بدلنے کی کوشش نہیں کرتی۔ کیونکہ غم کا سب سے بڑا علاج مصروفیت ہے اور رنج و غم ایک بدترین لعنت ہے' جس کو بد نصیب لوگ خود خریدتے ہیں ؎

جہاں میں جنہیں کام سے کام ہے — انہیں کام میں لطف و آرام ہے

بہت سے لوگ صرف اتنی بات سے بڑے بڑے مصنف ہو گئے' کہ وہ ایک پنسل اور نوٹ بک جیب میں رکھتے تھے۔ اور جو کوئی اچھا خیال سوجھتا' تو نوٹ کر لیتے تھے۔

کسی کام کو جو آج ہو سکتا ہو' کبھی دوسرے دن پر مت ڈالو' بلکہ آج کرنے کی بجائے ابھی کر ڈالو ؎

غنیمت ہے دم' کچھ کرو کام کاج — ہوا چل رہی ہے اڑالو اناج!

وقت کے چھوٹے چھوٹے لمحے سونے کے قیمتی ذرے ہیں۔ انہیں بیکاری کے کھنڈرات میں بکھیر کر ضائع مت کرو کیونکہ وقت اللہ کی امانت ہے' جس کا ایک لمحہ بھی ضائع کرنا مجرمانہ خیانت ہے ؎

نہ کر عمر کی اک بھی ضائع گھڑی — کہ ٹوٹی لڑی جب کہ چھوٹی کڑی

تم اپنے جسم و جان کو ہر وقت علم و عقل کی سان پر رگڑتے رہو۔ ورنہ بیکاری اور کاہلی کا زنگار اسے لوہے کی طرح ایسا لگ جائے گا' کہ پھر آرے سے نہ اتر سکے گا ؎

جو پھولوں کی سیجوں پہ لیٹا کرے — بڑا ہو کر کانٹے سمیٹا کرے!

اگر تم چند مشکلات کے باعث کسی کام کو کل پر رکھنا چاہتے ہو' تو یاد رکھو کہ اس التوا سے وہ مشکلات کم نہ ہوں گی' بلکہ بہت بڑھ جائیں گی۔

جو شخص کام کو وقت پر کرنے کا عادی نہیں' فی الحقیقت وہ اپنا مالک آپ نہیں۔ ضرور اسے دوسرے کا غلام ہونا پڑے گا۔

کامیابی کی پہلی منزلیں کم ہمت اور پست فطرت لوگوں سے ضرور بھر جاتی ہیں۔ لیکن اولوالعزم شہسوار اسپ ہمت کی باگیں اٹھائے آگے نکل جاتے ہیں۔ تھوڑی دور چل کر وہ دیکھتے ہیں کہ تمام میدان ان کی جدوجہد اور تگ و تاز کے لیے خالی پڑا ہے ؎

نہ شاخ گل ہی اونچی ہے' نہ دیوار چمن بلبل — تری ہمت کی کوتاہی' تری قسمت کی پستی ہے

مذمت سوال

بھیک مانگنے کی جس قدر مذمت اسلام میں کی گئی ہے' شاید ہی کسی مذہب میں کی گئی ہو۔ کچھ کم ڈیڑھ سو روایتیں سوال کی مذمت میں حدیث کی مختلف کتابوں سے نقل کی گئی ہیں۔ سوال کے انسداد کو رسول اللہ ﷺ اس قدر مہتم بالشان تصور فرماتے تھے' جس طرح آپ توحید اور نماز پنج گانہ کی تعلیم کو ضروری سمجھتے تھے۔ اسی طرح لوگوں کو سوال سے باز رکھنے میں ہمت عالی مصروف رکھتے تھے۔ چنانچہ عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے روایت ہے کہ ہم آٹھ یا سات آدمی آنحضرت کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپؐ نے ہم سے فرمایا۔ "کیا تم اللہ کے رسولؐ سے بیعت نہیں کرتے۔" ہم نے فوراً ہاتھ بڑھایا۔ مگر چونکہ ہم چند ہی روز پہلے بیعت کر چکے تھے ہم نے عرض کیا۔ "یارسول اللہ! ہم تو ابھی بیعت کر چکے ہیں۔ اب آپؐ ہم سے کس بات پر بیعت لیتے ہیں؟" آپؐ نے فرمایا۔ "اس بات کی کہ اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو احکام الٰہی بجالاؤ" اور پھر آہستہ سے ارشاد فرمایا۔ "ولاتسئلوالناس بشی۔" سے کچھ نہ مانگو۔

اس روایت کے بعد عبدالرحمٰنؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس کے بعد لوگوں میں سے جنہوں نے بیعت کی تھی' یعنی لوگوں کو دیکھا کہ اگر ان کے ہاتھ سے سواری کی حالت میں کوڑا گر جاتا تھا' تو اس خیال سے کہ یہ کہیں سوال میں داخل نہ ہو' کسی راہ چلتے سے اپنا کوڑا نہ مانگتا تھا۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بیعت مذکورہ کا اصل مقصد خاص کر سوال کرنے کی برائی ان کو ذہن نشین کرانی تھی اور جن باتوں کی تصریح پہلی بیعت میں فرما چکے تھے' ان کی تکرار اس موقع پر صرف بطور یاددہانی کے تھی' نہ کہ اصل مقصود۔ نیز بیعت کرنے والوں کا بعد بیعت کے سوال سے اس قدر بچنا بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بیعت کا اصل مقصد صرف سوال کرنے کی ممانعت تھی اور بس۔

بیشمار روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ سائل سے نہایت نفرت کرتے۔ اور جو شخص بغیر اضطراری حالت کے سوال کے ذریعے سے کچھ وصول کرتا تھا۔ اس کو اس کے حق میں حرام سمجھتے تھے اور جو شخص ایک وقت کی خوراک موجود ہونے پر سوال کرتا' اس کی نسبت فرماتے تھے کہ وہ اپنے لیے کثرت سے آتش دوزخ طلب کرتا ہے۔ اور بار بار آپؐ نے فرمایا' کہ تم میں سے جو شخص اپنی رسی لے کر پہاڑ پر جائے اور وہاں سے لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پشت پر لائے اور فروخت کرے' تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو رفع کر دے' یہ اس کے حق میں بہت بہتر ہے' بہ نسبت اس کے کہ وہ لوگوں سے بھیک مانگے۔ پھر وہ اس کو کچھ دیں یا دھتکار دیں۔

آنحضرت ﷺ ایک روز مع اصحابؓ مکان کے باہر تشریف فرما تھے۔ کہ ایک شخص کا گزر وہاں سے ہوا۔ لوگوں نے کہا "یا حضرتؐ! یہ شخص شبانہ روز مصروف عبادت رہتا ہے۔" حضرتؐ نے فرمایا۔ "پھر اس کے کھانے پینے کا

گزارہ کس طرح چلتا ہے؟" لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا بھائی اس کے خورد ونوش کا کفیل ہے۔" آنحضرت ؐ نے فرمایا۔ "اس کے بھائی کا درجہ ثواب اس کی عبادت سے بہت زیادہ ہے' جو کہ اس کو کھلا پلا کر عبادت کے قابل بناتا ہے۔" نتیجہ یہ کہ عبادت کے ساتھ کسب حلال بھی اول ترین لازمہ عبادت ہے۔ ورنہ دوسروں پر اپنا بوجھ ڈال کر عبادت کرنا سود مند نہیں۔ "الکاسب حبیب اللہ۔"

درویش ہے وہی جو ریاضت میں چست ہے ۔۔۔ تارک نہیں فقیر بھی' راحت پرست ہے
تختی اٹھا کے جامہ ہستی اتار ڈال ۔۔۔ زنہار دوش خلق پہ اپنا نہ بار ڈال

عائز بن عمر سے روایت ہے کہ آپ ؐ نے فرمایا۔ "اگر تم لوگ جانو کہ سوال کرنے کے کیا نتائج ہیں؟ تو کوئی بھی شخص سوال کرنے کے لیے دوسرے شخص کی طرف رخ نہ کرے۔"

اس کے سوا متعدد روایتوں کے فحوائے کلام سے پایا جاتا ہے کہ آپ غیر مستحق سائلوں کا سوال پورا کرنے سے خوش نہ ہوتے تھے۔ چنانچہ ابو سعید ؓ سے روایت ہے کہ آپ ؐ نے فرمایا۔ "قسم ہے اللہ کی' جو سائل میرے پاس سے اپنا مطلب حاصل کر کے لے جاتا ہے' وہ مطلب نہیں ہے' اس کے حق میں مگر ایک آگ۔" یہ سن کر حضرت عمر ؓ نے عرض کیا۔ "پھر آپ کیوں اس کا مطلب پورا کرتے ہیں؟" آپ ؐ نے فرمایا۔ "کیا کیا جائے؟ لوگ تو مانتے نہیں اور اللہ تعالیٰ رد سوال کو مجھ سے پسند نہیں کرتا۔"

انصار میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں کچھ مانگنے کو حاضر ہوا۔ آپ ؐ نے فرمایا۔ "کیا تیرے گھر کچھ نہیں ہے؟" اس نے عرض کیا۔ "کیوں نہیں' ایک موٹی سے کملی ہے' اسے کچھ اوڑھتا ہوں کچھ بچھاتا ہوں۔ اور ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتا ہوں۔" آپ ؐ نے فرمایا دونوں میرے پاس لے آؤ۔ وہ دونوں چیزیں لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے ان کو ہاتھ میں لے کر لوگوں سے فرمایا۔ ان کو کوئی خریدتا ہے؟" ایک شخص بولا۔ میں ایک درہم کو خریدتا ہوں۔ پھر آپ ؐ نے دو یا تین بار فرمایا۔ "کوئی ایک درہم سے زیادہ دے سکتا ہے۔" ایک شخص نے کہا' میں دو درہم دیتا ہوں۔ آپ ؐ نے کملی اور پیالہ اس کو دے کر اس سے دو درہم لے لیے' اور اس انصاری کو فرمایا۔" ایک درہم کا تو کھانا لے کر اپنے گھر پہنچا دے اور دوسرے درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ۔ وہ کلہاڑی خرید لایا۔ آپ ؐ نے دست مبارک سے ایک لکڑی کا دستہ اس میں ٹھونک دیا اور فرمایا۔ "جا لکڑیاں کاٹ اور بیچ۔ اب میں پندرہ دن تک تجھ کو نہ دیکھوں۔" وہ شخص چلا گیا۔ اور لکڑیاں کاٹ کاٹ کر بیچنے لگا۔ پھر جب آنحضرت ؐ کی خدمت میں حاضر ہوا' تو اس کے پاس دس درہم جمع ہو گئے تھے۔ اس نے کچھ تو ان سے کپڑا خریدا اور کچھ کھانے کا سامان مول لیا۔ آپ ؐ نے فرمایا۔ "یہ تیرے لیے بہتر ہے کہ جب تو قیامت کے دن آئے' تو تیرے چہرے پر بھیک مانگنے کا داغ نہ ہو۔ دیکھ سوال کرنا صرف اس شخص کو حلال ہے' جو سخت محتاج اور معذور ہو۔ یا جس کے ذمے بھاری تاوان ہو یا جس کی گردن پر خون بہا ہو۔"

روایت ہے کہ حضرت عمر ؓ نے ایک سائل کی آواز سنی اور یہ سمجھ کر کہ بھوکا ہے' اس کو کھانا کھلانے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر میں اس کی آواز پھر سنائی دی۔ معلوم ہوا کہ یہ وہی سائل ہے اور کھانا کھانے کے بعد اب پھر مانگتا ہے۔

آپ نے اس کو بلوایا اور دیکھا کہ اس کی جھولی روٹیوں سے بھری ہوئی ہے۔ آپ نے جھولی کا ایک سرا پکڑ کر اس کو اونٹوں کے آگے جھاڑ دیا۔ اور فرمایا۔ "تو سائل نہیں ہے' بلکہ تاجر ہے۔"

قبیصہ بن مخارق سے روایت ہے کہ میں کسی شخص کا ضامن ہو گیا تھا۔ میں نے رسول اللہ سے درخواست کی کہ میری ضمانت ادا کرنے کا انتظام کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ "ذرا توقف کرو۔ ہمارے پاس زکوۃ کا مال آجائے' تو تم کو اس میں سے دے دیں گے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ "اے قبیصہ اسوال ان تین شخصوں کے سوا کسی کے لیے حلال نہیں ہے۔

اول :۔ وہ شخص جو سخت آفت میں مبتلا ہو' اس کا مال ضائع ہو گیا ہو۔ اس کو بقدر ضرورت سوال کرنا حلال ہے۔

دوم :۔ جو شخص کسی کا ضامن ہو' اس کو بقدر ادائے ضمانت سوال حلال ہے۔ اس کے بعد سوال سے باز رہنا چاہیے۔

سوم :۔ وہ شخص جس کو فاقہ' ضرورت شدید درپیش ہو اور اس کی قوم کے تین عقلمند آدمی اس کی ضرورت کی تصدیق کریں۔

اے قبیصہ ! ان تینوں صورتوں کے سوا جو کوئی سوال کرے' وہ حرام کھاتا ہے" اس کے بعد فرمایا۔ "جو شخص ہاتھ پھیلا کر سوال کرے۔ یعنی گدائی پیشہ ہو' اس کی گواہی رد کی جاتی ہے۔"

جعفر صادقؒ نے فرمایا: کہ جو شخص بغیر شدید احتیاج کے سوال کرے' وہ گویا شراب پیتا ہے۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے ہلکی چیز دنیا میں کون سی ہے؟ فرمایا کہ "مانگ کر کھانے والی جماعت" کہا کہ پھر اسے ہوا کیوں نہیں اڑا لے جاتی؟ فرمایا "ڈرتی ہے کہ مجھ سے بھی کچھ مانگ نہ لے۔"

علم الاقتصاد کے علماء کا اتفاق ہے کہ جس قدر بھیک مانگنے والوں کی تعداد کسی قوم میں زیادہ ہوتی ہے' اسی قدر زیادہ خرابیاں اس میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جن میں سے بعض یہ ہیں :۔

(1) قوم کی دولت روز بروز گھٹتی ہے۔ (2) دولت کے ساتھ قوت بھی زائل ہوتی ہے۔ (3) سعی و محنت کی عادت روز بروز زوال پذیر ہوتی ہے۔ (4) کاہل اور فاقہ مست لوگوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ (5) بے حیائی اور بے حمیتی کو ترقی ہوتی ہے۔ (6) مفت خوری کی وجہ سے قوم میں آوارگی اور بداطوارگی کو ترقی ہوتی ہے۔

ان کے سوا اور بہت سی خرابیوں کی طرف توجہ دلائی' اس قسم کی جامعیت یعنی کم سے کم الفاظ میں زیادہ مطلب ادا کرنا آنحضرتؐ کے کلام بلاغت کی اہم ترین خصوصیت ہے' جو کسی فلسفی یا حکیم کے کلام میں نہیں۔

حدیث مذکورہ کے روحانی پہلو پر غور کیا جائے' تو اس کے الفاظ کی جامعیت اور بھی حیرت انگیز ہے۔ تمدنی خرابیوں سے قطع نظر دیکھا جائے' تو سوال کی عادت رفتہ رفتہ طرح طرح کی روحانی امراض میں مبتلا کر دیتی ہے۔ مثلاً

1۔ اللہ پر توکل نہیں رہتا۔ وہ اللہ کو گویا بھیک مانگنے کا آلہ قرار دیتا ہے۔ ایسے ہی شخص کی نسبت آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ "ملعون ہے وہ شخص جو اللہ کا نام لے کر سوال کرے۔"

2۔ رسول اللہ کی وقعت بھی اس کے دل میں نہیں رہتی۔ وہ جانتا ہے کہ بھیک مانگنے میں اللہ کے رسولؐ کا واسطہ دینے سے خواہ مخواہ مسلمان آدمی کو کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑے گا۔

3۔ قیامت کے دن کا اعتقاد بھی برائے نام رہ جاتا ہے۔ حلال ذریعہ سے روزی کمانا اور محنت و مشقت کرنا ہر شخص کا فرض ہے اور اس کے خلاف عمل کرنا یقیناً گناہ اور قابل مواخذہ۔ مگر عادی سائل کے دل میں یہ خیال سما جاتا ہے کہ محنت کرنا ہمارا کام نہیں ہے۔ اس کے لیے دوسرے لوگ بنائے گئے ہیں اور دوسروں کی کمائی پر گذارہ کرنا ہمارے لیئے حلال ہے اور یہ بات عقلاً و شرعاً باطل ہے

گر توکل می کنی باکار کن! کسب کن پس تکیہ برجبار کن

4۔ ایسا شخص کفران نعمت کا بھی مجرم ہوتا ہے۔ کیونکہ جو کچھ مانگ کر جمع کرتا ہے' اس کا چھپانا اور باوجود استطاعت کے مفلسی کا اظہار کرنا ضروری سمجھتا ہے۔

5۔ بالآخر کذب و ریاکاری کا جو سخت گناہ ہیں' مرتکب ہوتا ہے اور ان باتوں کو اپنی کامیابی کا بہترین ذریعہ قرار دیتا ہے۔

6۔ سائل ذلیل و خوار ہوتا ہے' مسئول کے نزدیک بلکہ جو کوئی اس پر مطلع ہوتا ہے' وہ بھی اسے ذلیل سمجھتا ہے۔ عزت کا جانا' نظروں سے گرنا' آبروریزی۔ ناملائم باتوں کا برداشت کرنا۔ مجالس میں اس کی طرف اعتنانہ ہونا اور اس کی بات پر کان نہ دھرنا اور اس کے وعظ و پند کا تاثیر نہ کرنا' یہ سب کچھ سوال کی بدولت ہوتا ہے۔ اور شرع و عقل و عرف میں روا نہیں ہے کہ انسان اپنے تئیں ذلیل کرے۔ اگر فقیر دربدر بھٹکتا پھرتا ہے' تو اس میں اور کتے میں فرق ہی کیا ہے؟ فقیر وہ ہے' جو سوال سے مستغنی ہے۔

جناب رسول اللہؐ نے فرمایا۔ "ہاتھ تین ہیں۔ اول دست الٰہی جو کہ سب سے بالا ہے۔ دوسرے دست دہندہ یعنی دینے والے کا ہاتھ' جو کہ دست الٰہی کے پیچھے ہے۔ تیسرا دست گیرندہ یعنی لینے والے کا ہاتھ جو کہ پست ترین ہے۔"

نیز فرمایا۔ "سوال بدترین ذلت ہے' خواہ باپ ہی سے کیوں نہ ہو۔"

جناب جعفر صادقؒ نے فرمایا۔ اللہ رحمت کرے اس بندے پر کہ جو پارسا ہو' اور لوگوں سے سوال نہ کرے۔"

حضرت حسن بصریؒ سے کسی نے سوال کیا کہ "جو شخص کسب کا محتاج ہو۔ اگر وہ جماعت کے ساتھ نماز کو جائے' تو اسے اس دن سوال کی ضرورت ہوگی۔" آپ نے فرمایا۔ "وہ مزدوری کرے اور نماز تنہا پڑھ لے۔"

اے درویش اگو دڑی کے سینے سے پہلے اگر تو لب سوال کو سیئے' تو بہتر ہے۔

مفضل بن قیسؒ نے فرمایا۔ "میں ڈراتا ہوں تم کو اس بات سے کہ لوگوں کو اپنا سب حال نہ بتاؤ کہ ان کے نزدیک ذلیل و خوار ہو گے اور مومن کا شرف اس میں ہے کہ بوقت شب عبادت میں کھڑا رہے۔ اور اس کی عزت لوگوں سے مستغنی رہنے میں ہے۔"

حضرت علیؓ کا قول ہے۔ "اے بنی آدم! تیرا چہرہ آب منجمد ہے کہ سوال اس کو ٹپکاتا ہے۔ پس دیکھ کہ اس کو کس کے پاس ٹپکاتا ہے۔"

جناب باقرؒ نے فرمایا کہ "لوگوں سے اپنے حوائج طلب کرنا' اپنی عزت کھونا ہے اور حیا سے ہاتھ اٹھانا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے' اس سے ناامید ہونے میں عزت مومن ہے اور ان کی طرف طمع کرنا فقیری ہے اور جو کوئی اپنی پریشانی

لوگوں پر ظاہر کرے۔ اس نے اپنے تئیں رسوا کیا۔ اور بڑی دولت مندی یہ ہے کہ انسان ترک سوال کرے۔ اور بد ترین فقر تذلل ہے۔

بڑے آدمیوں کی بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ بدلہ دیئے بغیر کسی سے کوئی چیز لینا گوارا نہیں کرتے۔

جو شخص مانگنے کی عادت ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے (حدیث)

نیز فرمایا کہ دانتوں کا اکھاڑ ڈالنا' تنگی زندان' عذاب جان کندنی۔ یوم گزشتہ کا واپس ہونا۔ آگ سے جل جانا' گھر کو فروخت کر دینا۔ چند فلس کو بندر کھینچتے پھرنا' قتل عمد' خون کا پینا' غم کا اٹھانا' اور زندہ در گور ہو جانا۔ یہ جملہ امور آسان تر ہیں' اس بات سے کہ کھڑے ہوں' اس گھر کے دروازے پر' جس کے دربان تیرے ساتھ ترش روئی سے ملیں۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں "البتہ تیرے دل میں افتقار جمع ہونا چاہیے۔ لیکن لوگوں سے تجھ کو استغنا ہو۔ تیرا افتقار ان کی طرف ہو۔ نرم بات کہنے میں اور خندہ پیشانی میں یعنی صحبت مکالمہ اور ملاقات میں ایسا نرم اور خنداں ہو' جیسے کوئی حاجت مند ہوتا ہے اور تملق کرتا ہے اور بایں ہمہ کوئی خواہش و حاجت طلب نہ کر کہ اس میں غرض باقی اور عزت محفوظ رہے گی۔ مثل مشہور ہے۔ رب سے مانگ سب سے نہ مانگ۔

جناب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا۔ "اے بیٹا! میں نے صبر کو چکھا اور پوست درخت کو کھایا۔ پس مجھے کوئی چیز تلخ تر فقر سے معلوم نہیں ہوئی۔ اے بیٹا! خدانخواستہ اگر تو کبھی اس میں مبتلا ہو جائے' تو لوگوں کو اس پر مطلع نہ کرنا کہ تجھے خوار کریں گے۔ اور کچھ نفع ان سے نہ پہنچے گا۔ پس تو رجوع کر' اس کی طرف جس نے تجھے ان میں مبتلا کیا ہے۔ پس وہی توانا تر ہے' اس کی کشادگی پر۔ کون ہے کہ جس نے اس سے چاہا اور نہ ملا ہو یا اس پر تکیہ کیا ہو' اور نجات نہ پائی ہو۔

جناب جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مومن کی طرف اس کے جمیع کاموں کو تفویض کیا ہے اور تفویض نہیں کیا اس کو کہ وہ ذلیل رہے۔ آیا تو نے نہیں سنا ہے کہ پروردگار عالم فرماتا ہے "وللہ العزۃ وللرسول وللمومنین۔" پس مومن عزیز ہے اور ذلیل نہیں ہوتا ہے۔

امیرالمومنین حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ کسب چھوڑ کر مسجد میں جا بیٹھنا اور یہ دعا مانگو اے اللہ! مجھے رزق دے۔ کیونکہ یہ خلاف سنت ہے۔ تمہیں معلوم ہی ہے کہ آسمان سونا چاندی نہیں برساتا۔

جناب جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ "کس قدر قبیح ہے مومن کے لئے کہ اس کو ایسی رغبت و طمع دامنگیر ہو' جو اس کو ذلیل و خوار کرے"

دست طلب کہ پیش کسے کردہ دراز   پل بستہ کہ بگذری ز آبروی خویش

داؤد طائیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن اپنے آقا جناب جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت کے پاس ایک جماعت تھی۔ آپ نے فرمایا۔ "اے داؤد! جو کوئی اپنے برادر مومن کے روبرو محض طلب دنیا کے لئے فروتنی کرے۔ پس ضرور اس نے عزت کو کھول دیا ہے' جو اس کے اوپر پروردگار عالم کے مابین گرہ لگی ہوئی تھی۔" میں نے کہا یا حضرت! آپ کے دوست اس حال میں ہلاک ہوئے۔" فرمایا۔ "اے داؤد! مگر صاحبان اضطرار' کیونکہ یہ

صاحب اختیار کے برعکس ہیں۔ اگر کوئی میرا دوست مرجائے' ایسے دن کہ مانگنے سے مستغنی ہو' میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ کل دنیا اس کے لیے ہو ؎

چو کارساز حاجات آگہی دارد برائے چیست وعاوچہ سود حرف سوال

سوال کی برائیوں میں سے ایک یہ ہے کہ سائل کی دعا اس کے حق میں مستجاب نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ اجابت دعا کے لیے یہ لازمی بات ہے کہ مخلوق سے ناامید اور ہنگام ورود شدائد اور نزول بلا وغیرہ میں مخلوق سے متوسل ہونا نازیبا ہے۔ ؎

ہیچ دانی کہ سگ راچیست غوغا باگدا منع می سازد کہ جزحق برور دیگر میا

جناب جعفر صادقؒ کا قول ہے کہ اگر کوئی تم میں سے چاہے کہ اللہ تعالیٰ میرا کوئی سوال رد نہ کرے۔ پس اس کو لازم ہے کہ تمام مخلوق سے مایوس رہے اور خالق عالم پر امید واثق رکھے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے قلب کا یہی حال دیکھا' تو پھر اس کی کوئی حاجت نہ ہوگی' جو پوری نہ ہو جائے ؎

برائے یک لب ناں دربدر چہ مے گردی تو راہ درگہ حق رامگر نمی دانی!

مفاسد سوال میں یہ بھی ہے کہ یتیموں' بیواؤں' گوشہ نشینوں اور حقیقی معذور اشخاص کے احسان و خیرات کا راستہ مسدود ہو جاتا ہے' جو بے چارے صدمات فقر و مسکنت پر راضی رہے ہیں' اور کسی کا بار منت لینا پسند نہیں کرتے۔ اور پیشہ ور گداگر اور اہل سوال طرح طرح کے حیلوں سے مسئول کو گھیرتے ہیں اور جو مال و زر مستحقین کو دینا چاہیے ان سالم الحواس اور صحیح الاعضا حرام خوروں کے شکم میں جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ جو کوئی اپنے نفس پر باب سوال کھولتا ہے' اللہ تعالیٰ اس پر باب فقر کھولتا ہے اور تمام مخلوق اس کو مسدود نہیں کر سکتی۔

مجھے وہ چند اشعار آب دار حضرت علیؓ کے یاد آ گئے' جو مذمت سوال میں ہیں اور اس قابل ہیں کہ آب زر سے لکھے جائیں۔ اللہ جانے اس فلاسفر ربانی نے ان چند الفاظ میں کیا جادو بھر دیا ہے کہ ذلت سوال کی مجسم تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ ملا جامیؒ نے ان عربی اشعار کا ترجمہ ایک قطعے میں یوں کیا ہے ؎

خردمندان عالم را یکے پند ازیں بیچارہ می باید شنیدن
بدناں رخنہ در فولاد کردن بناخن واہ در خار ابریدن
بہ فرق سر گرفتن صد شتر بار زمشرق جانب مغرب دویدن
آتش داں فرو رفتن نگوں سر بہ پلک دیدہ آتش پارہ کشیدن
بسے بر جائی آساں تر نماید کہ بہ جو سنت دو ناں کشیدن

ایک آدمی کا ذکر حضرت رسول ﷺ کے پاس کیا گیا اور حضرو سفر میں اس کی بے حد عبادت کی تعریف کی۔ آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا "اس کو کھلاتا پلاتا کون تھا اور اس کے جانوروں کے گھاس چارہ اور دیگر کاروبار سے اس کو کس نے مستغنی کر رکھا ہے؟" انہوں نے عرض کیا' ہم لوگوں نے آپ ﷺ نے فرمایا۔ "تم تمام اس سے بہتر ہو۔"

لطیفہ:۔ ایک بڑھیا نے سر راہ چارپائی بچھا کر اس پر بھیک کے ٹکڑے سوکھنے کے لئے ڈال رکھے تھے۔ ایک اونٹ نے

چلتے چلتے گردن بڑھا کر دو چار ٹکڑے اس میں سے کھا لیے۔ بڑھیا نے اونٹ والے کو کوسنا شروع کیا۔ لوگ جمع ہوئے اور اونٹ والے کو سخت سست کہا۔ وہ رونے لگ گیا۔ لوگوں نے اس ستم ظریفانہ گریہ کا باعث پوچھا' تو اس نے کہا کہ "اس بڑھیا کے دو چار ٹکڑے ہی ضائع گئے۔ لیکن میرا اونٹ ہمیشہ کے لئے بے کار ہو گیا۔ کیونکہ بھیک کے ٹکڑے اس کے منہ کو لگ گئے ہیں۔ اب یہ کام نہ دے گا۔

تمثیل:۔ ایک عورت بد چلن تھی۔ نرم مزاج خاوند نے منت سماجت سے بہت سمجھایا۔ لیکن وہ باز نہ آئی۔ روزانہ پند و نصائح سے تنگ آ کر ایک روز عورت نے کہا۔ "میری ایک فرمائش پوری کر دو' تو میں بد چلنی چھوڑ دوں گی۔" خاوند نے بخوشی قبول کر لیا اور فرمائش دریافت کی' عورت نے کہا۔ "سات روز بھیک کے ٹکڑے مانگ کر کھا۔" خاوند نے اسی روز سے بھیک مانگنا شروع کر دیا۔ سات روز گزر جانے پر عورت نے اسے بھیک مانگنے سے منع کیا اور کہا میں آئندہ نیک چلن ہوں گی۔ خاوند کے منہ کو چونکہ رنگ برنگ کھانے لگ چکے تھے اور مشقت بھی کم پڑتی تھی۔ اس نے کہا۔ "اے نیک بخت! تو نیک چلن رہ یا بد چلن' اب میں تو اس کام کو نہیں چھوڑ سکتا۔" چنانچہ اس بے خطا تدبیر سے فائدہ اٹھا کر عورت آزادانہ طور پر بد چلنی کرتی رہی اور خاوند نے مستقل طور پر گداگری کا پیشہ اختیار کر لیا۔

تمثیل:۔ کسی بادشاہ نے ایک حسین گداگر لڑکی سے مغلوب ہو کر داخل حرم شاہی کر لیا۔ ایک دن بادشاہ ناگہانی طور پر محل میں آیا' تو کیا دیکھتا ہے کہ سات طاقوں میں سوکھے ٹکڑے اور طرح طرح کے کھانے رکھے ہیں۔ وہ لڑکی ہر ایک طاق کے سامنے فقیرانہ صدا کے بعد اس میں سے تھوڑا تھوڑا جھولی میں ڈالتی جاتی ہے۔ بادشاہ نے اس کا باعث دریافت کیا' تو لڑکی نے درخواست جان بخشی کے بعد عرض کیا۔ "یہ سوکھے ٹکڑے اور طرح طرح کے کھانے میرے رگ و ریشہ اور گوشت و پوشت میں اس قدر سرایت کر چکے ہیں کہ یہ عادت اب طبیعت ثانی بن چکی ہے۔ اس طریقہ کے بغیر دستر خوان پر مجھے بہتر سے بہتر کھانا مرغوب خاطر نہیں ہوتا۔ بادشاہ اپنے کیے پر نہایت نادم و پشیمان ہوا۔ اور اس سے علیحدگی اختیار کی۔

روایت ہے کہ حضرت داؤدؑ کی عادت تھی کہ لباس بدل کر راتوں کو اکیلے پھرا کرتے۔ کوئی ملتا' تو اس سے پوچھتے کہ داؤدؑ کی کیا خصلت ہے۔ نیک یا بد؟ ایک دن جبریلؑ انسانی صورت میں آپ سے ملے۔ حضرتؑ نے پوچھا داؤد کے حق میں تو کیا کہتا ہے؟ جبریلؑ نے کہا۔ داؤد پیغمبر ہے۔ صاحب کتاب ہے اور بادشاہ بھی ہے۔ مگر ایک خصلت نہ ہوتی' تو بہت اچھا تھا۔ یعنی اگر روزی اپنے کسب سے پیدا کرتا اور بیت المال سے نہ کھاتا' تو اسکے خصائل حمیدہ میں بہت بڑا اضافہ ہوتا۔ حضرت داؤدؑ یہ سن کر پھرے اور جناب الہی میں رو کر دعا کی' کہ الٰہ العالمین! مجھے کوئی کسب نہیں آتا۔ ایک حرفہ سکھلا' جس سے میری روزی چلے۔ حق تعالیٰ نے زرہ بنانا انہیں تعلیم دی۔ پس پیغمبروں نے کسب حلال سے روزی پیدا کی' تو سب کو لازم ہے کہ کسب حلال سے اپنی روزی پیدا کریں۔

حاصل مضمون:۔ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ غیر مستحق سائلوں کی داد و دہش سے یک قلم ہاتھ روک لیا جائے۔ اور جہاں تک ہو سکے مستحقین کی امداد کی جائے۔ جو باوجود استحقاق کے کسی حالت میں سوال نہیں کرتے یا جو

سخت مجبوری یا ناداری کی حالت میں سوال کرتے ہیں۔ کیونکہ غیر مستحق سائلوں کے ساتھ کوئی سلوک اور کوئی بھلائی اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی کہ ان کو اس بے غیرتی و بے شرمی کے پیشے سے باز رکھا جائے۔ اور ملک و قوم کے حق میں اس سے زیادہ کوئی احسان نہیں ہو سکتا' کہ بھیک مانگنے کا بد ترین پیشہ جو مرض متعدی کے طرح افراد و قوم میں سرایت کرتا جاتا ہے اور جس سے روز بروز گداگروں کی تعداد ملک میں زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ اس کی بیخ کنی کی جائے کیونکہ جس قدر بھیک مانگنے کا ناپسندیدہ ممنوع طریقہ زیادہ رواج پاتا جاتا ہے۔ اسی قدر قوم میں کام کے آدمیوں کی کمی ہوتی جارہی ہے ؎

کیا سخاوت یہ ہے لاکھوں پیرجی پیدا کریں — محنتوں سے ہم کمائیں' منتوں سے ان کو دیں
منتوں کے پیڑے وہ چکھیں' تھپیڑے ہم سہیں — محنتی غم کھائیں اور حلوا گدھے کھایا کریں

بات یہ ہے قوم کے دن پھرنے میں کچھ دیر ہے
اس لیے دیکھو کدھر چھایا ہوا اندھیر ہے

افسوس اور نہایت افسوس کہ اس زمانے میں ہر جگہ جس قدر مسلمان بھیک مانگتے نظر آتے ہیں' اس قدر کسی اور قوم کے آدمی نظر نہیں آتے۔ پس سب سے پہلے مسلمانوں کا فرض ہے کہ اپنے اپنے حدود و اختیار میں جہاں تک ان کی دسترس ہو' اس نالائق کمینہ اور روز افزوں رسم کا تدارک و انسداد کریں' جو ہزاروں برائیوں کی ایک برائی ہے۔

؎ دست سوال لاکھوں ہی عیبوں کا عیب ہے — جس ہاتھ میں یہ عیب نہ ہو دست غیب ہے

واضح رہے کہ وقتیکہ ہر فرد بشر بقدر اپنی طاقت کے انسداد گداگری کے کام میں حصہ نہ لے' قوم کے پنپنے کی کوئی امید نہیں ہو سکتی۔

اشعار متعلقہ مذمت سوال

بخشش پہ دو جہاں کی آئی تھی ہمت دہر — لیکن نہ یاں زباں تک حرف سوال آیا
سب کے خالق نے بنائے منہ سر واژگوں — آدمی اس پر بھی پیش آدمی سائل ہوا
اللہ سے مانگ اے دل شرم کر بندوں کی منت سے — جو حاجتمند ہے ہر دم' وہ کیا حاجت روا ہوگا
مجھ کو لباس فقر سے ہے عار اس لیے — ناخن نہ تابنے کے صورت سوال کی
جز اللہ جھکتے نہیں ہم بادشاہ کے سامنے — ہاتھ پھیلائے تو نگر کیا گدا کے سامنے
شرم آتی ہے کروں کیا اہل دولت سے سوال — لفظ "حاجت" کی ہوئی ہے تا بہ لب مشکل پہنچ
آگے کسی کے کیا کریں دست طمع دراز — وہ ہاتھ سو گیا ہے سرہانے دھرے دھرے
رزق قدرت میں ہر جا دیکھتے ہیں اہتمام — کیوں گنوائیں حرمت اپنی ہاتھ پھیلائے ہوئے
کسی کے سامنے پھیلاؤں میں کیا دست سوال — یہ ہاتھ تو کبھی اٹھے نہیں دعا کے لیے
تجھ سے مانگوں میں تجھی کو کہ سبھی کچھ مل جائے — سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے

غربت کے رنج، فاقہ کشی کے ملال کھینچ
اے داغ پر زمانے سے دست سوال کھینچ
وہ پیاسا ہوں کہ مرجاؤں نہ مانگوں خضر سے پانی
گئی جب آبرو پھر خاک آب زندگانی ہے
بھیک سے بدتر دعا بھی مانگنا انساں کو ہے
ہاتھ آئے بے طلب نان جویں گر خشک ہو
سوال سے ہے یہ نفرت نہ ہاتھ اٹھاؤں امیر
پڑھوں جو فاتحہ میں تربت تو نگر پر
مانگن مرن سمان ہے مت کوئی مانگے بھیک
مانگن سے مرنا بھلا یہ سیت گور کی سیکھ
بھوکے گھر میں سو رہو دس فاقے ہو جائیں
تلسی بھیا مانگنے بھول کبھی نہ جائیں
یہ کتا در در پھرے در در در در ہوئے
اک ہی در کا ہو رہے جو در در کرے نہ کوئی

ظرافت لطیف

المزاح فی الکتاب کالملح فی "الکتاب"

کسی دعوت کی مجلس میں رسول ﷺ مع دیگر صحابہ کرامؓ چھوہارے کھا رہے تھے۔ اور گٹھلیاں حضرت علیؓ کے سامنے پھینکتے جاتے تھے۔ کھا چکنے کے بعد آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ "اف! آپ نے اتنے چھوہارے کھائے کہ گٹھلیوں کا انبار لگا پڑا ہے۔" حضرت علیؓ نے کہا۔ "جی ہاں! مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "آپ چھوہارے مع گٹھلیوں کے کھا گئے۔"

ایک دن حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور علیؓ تینوں کہیں جا رہے تھے۔ حضرت علیؓ بیچ میں تھے۔ ان کا قد دونوں سے چھوٹا تھا۔ اس پر انہوں نے چھاؤں دیکھ کر کہا "علیؓ! تم ہم میں ویسے ہی ہو جیسے لفظ "لنا" میں نون ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "ہاں! لیکن اگر میں درمیان نہ ہوں تو تم "لا" ہو جاؤ۔"

حضرت معاویہؓ کی خدمت میں عرب کے ایک رئیس نے درخواست کی کہ مجھے بصرہ میں مکان بنوانا ہے۔ مجھے سالم کھجور کے بیس ہزار درخت تعمیر مکان کے سلسلہ میں درکار ہیں۔ ان کی بہم رسانی میں میری امداد فرمائی جائے۔ آپ نے درخواست کی پشت پر لکھوایا "کیا تم بصرہ میں گھر بنانا چاہتے ہو 'یا بصرہ کو اپنے گھر میں بسانا چاہتے ہو؟"

ایک صاحب بہادر سائیس پر خفا ہوئے کہ اس نے گھوڑا اچھا نہیں کسا تھا۔ اس پر ان کے سررشتہ دار نے اور جڑی تو سائیس بولا "میاں مسل نہیں ہے کہ جو چڑچڑ پڑھ دی جائے۔ سائیسی علم "دریاؤ" ہے۔ کہیں کا نکتہ کہیں جا لگتا ہے۔"

ایک صاحب بہادر نے ایک سیٹھ جی کو اپنی قیمتی بندوق دکھلا کر پوچھا "بھلا یہ کس قیمت کا ہوگا؟" سیٹھ جی نے کہا "لکڑی کی تو کچھ قیمت نہیں اور لوہا روپے کا چار سیر بہت آتا ہے۔"

ایک صاحب بہادر اپنے سررشتہ دار سے بگڑ کر فرمانے لگے "ویل منشی! ہم چاہے تو ابھی تم کو جہنم میں بھیج دے۔" منشی جی نے ہاتھ باندھ کر کہا "بیشک حضور "مالک" ہیں۔ (مالک جہنم کے موکل کا بھی نام ہے۔)

خاوند۔ اس کتے پر کیوں مغز کھپاتی ہو' یہ کبھی کچھ نہ سیکھ سکے گا۔

بیوی۔ ذرا صبر کی ضرورت ہے۔ پہلے تمہارے بارے میں بھی مجھے ایسی ہی مشکل پیش آئی تھی۔

شیخ فیضی نے ایک کتا پالا تھا۔ جس کو وہ پیار سے بیٹا کہا کرتا تھا۔ اک دن عرفی نے خوش طبعی سے پوچھا "صاحبزادے کا نام کیا رکھا ہے؟" اس نے کہا عرفی۔ یعنی عرف عام میں "کتا" جو بولا جاتا ہے۔ عرفی نے کہا "مبارک باشد۔" (مبارک فیضی کے باپ کا نام ہے۔)

ایک دولتمند نے اپنے واسطے مقبرہ بنوایا۔ جب وہ تیار ہو گیا تو معمار سے پوچھا "اب اس میں کیا چاہیے؟" اس نے کہا آپ کا وجود شریف۔

ایک شخص کی بھینس مر گئی تھی۔ اس کو روتا دیکھ کر ایک فقیر نے کہا کہ "بھائی! مت رو، ہمیں تمہیں کالے دھن سے کہنا نہیں ہی۔ میری بھی ایک ہانڈی پھوٹ گئی ہے۔

ایک فقیر نے قاضی کے دروازے پر کھانے کا سوال کیا۔ قاضی نے کہا "یہاں جو آتا ہے قسم کھاتا ہے۔ تیرا جی چاہے، تو تو بھی سچ جھوٹ قسم کھا جا۔

ایک بادشاہ نے منجم سے اپنی باقی عمر پوچھی جواب دیا "دس برس۔" بادشاہ نہایت فکر مند ہوا۔ وزیر نے وجہ فکر پوچھی۔ بادشاہ نے کل حال سنایا۔ وزیر نے منجم کو بادشاہ کے روبرو منجم کی باقی عمر پوچھی، اس نے کہا "بیس برس۔" وزیر نے تلوار کھینچ کر منجم کو قتل کر ڈالا، بادشاہ سے کہا "اس جھوٹے کی بات کا کیا تھا؟"

ایک کم عقل شخص نے ڈیڑھ سیر گوشت پکانے کے لیے اپنی بیوی کو لا کر دیا۔ ان کی ذرا سی غفلت سے گوشت پراسرار طور پر غائب ہو گیا۔ کافی تلاش کے باوجود گوشت کا کہیں نام و نشاں تک نہ ملا۔ تو بیوی نے پاس ہی لیٹی ہوئی بلی کی طرف اشارہ کر کے کہا "اس نے کھا لیا ہو گا۔" خاوند کے ذہن میں یہ بات نہ جچی۔ اس نے بیوی سے کہا "نہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ اتنی سی بلی اور ڈیڑھ سیر گوشت چٹ کر جائے۔" بیوی نے اصرار کے ساتھ کہا کہ "چلو بلی کو تول کر دیکھ لیں۔" خاوند کو یہ تجویز کچھ معقول معلوم ہوئی۔ بلی تولی گئی جو پوری ڈیڑھ سیر نکلی۔ خاوند نے بے ساختہ کہا "چلو گوشت تو پورا مل گیا، مگر اب بتاؤ کہ وہ بلی کہاں گئی۔

نواب آصف الدولہ ایک روز اپنے ملازم دولت نامی پر خفا ہوئے اور حکم دیا کہ اس کو نکال دو۔ نوکر اس وقت تو چلا گیا۔ دوسرے روز آکر نواب کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ دولت در دولت پر حاضر رہے یا جائے، نواب کو مجبوراً کہنا پڑا کہ رہے۔ (اگر جائے کہہ دیتے تو منحوس کلمہ تھا کہ دولت جائے۔)

ایک شخص نے سفر کو جاتے وقت اپنی بیوی سے پوچھا "تمہارے لیے کتنے دن کے کھانے کا سامان کر جاؤں؟" عورت نے جواب دیا کہ "جتنے دن کی میری زندگی ہو۔" مرد بولا "زندگی میرے ہاتھ نہیں ہے۔" عورت نے جواب دیا "کہ روزی بھی تمہارے ہاتھ میں نہیں۔"

کچھ لوگ مع اطفال مکتب مینہ کی دعا مانگنے نکلے۔ کسی نے پوچھا "لڑکوں کو کہاں لیے جاتے ہو؟" کہا، لڑکوں کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔" اس نے کہا "اگر لڑکوں کی دعا قبول ہوتی، تو ایک معلم بھی زندہ نہ رہتا۔"

ایک بخیل کے گھر مطرب گیا' صاحب خانہ بہ بہانہ پاخانہ گھر میں جا کر کھانا کھا کر باہر آ گیا۔ اتفاقاً ایک چاول اس کی مونچھوں میں لگا رہا۔ مطرب کہنے لگا "حضور! آپ کی مونچھوں میں پاخانہ لگا ہے۔"

ایک شاعر ایک امیر کے قریب ایک ہاتھ کے فرق سے مسند پر جا بیٹھا۔ امیر نے خفا ہو کر کہا کہ "اے تجھ میں اور گدھے میں کیا فرق ہے؟" شاعر نے جواب دیا "ایک ہاتھ کا۔"

ایک بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ اس کے سب دانت گر گئے ہیں۔ صبح ایک معبر سے تعبیر پوچھی۔ اس نے کہا کہ آپ کے لڑکے بالے اور ازواج سب آپ کے سامنے مریں گے۔ بادشاہ ناخوش ہوا اور اسے قید کر دیا۔ پھر دوسرے شخص سے تعبیر پوچھی۔ اس نے کہا' آپ کی عمر سب اولاد و ازواج سے زیادہ ہو گی۔ بادشاہ خوش ہوا اور انعام دیا۔ اور کہا مطلب دونوں کا ایک ہے۔ مگر تہذیب میں فرق ہے۔ پوچھا تو نے یہ دانش کہاں سے سیکھی۔ وہ بولا پہلے معبر سے۔

ایک غلام اپنے آقا کا پانی بھر رہا تھا۔ کسی نے پوچھا' کیا حال ہے؟ کہا آفت ہے رات دن پانی بھرتا ہوں' اس کنوئیں سے کہ کبھی خشک نہیں ہوتا۔ چند پیاسوں کے لیے' جو کبھی سیر نہیں ہوتے۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ کے پاس ایک آدمی نے عرض کی کہ حضور فلاں شخص نے مجھے دھوکا دیا ہے' لہٰذا میری حق رسی فرمائیں۔ آپؓ نے فرمایا۔ "جا بھاگ جا۔" حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ چھوٹے قد کے آدمی کسی سے دھوکا نہیں کھاتے۔ چونکہ تو بھی چھوٹے قد کا ہے۔ اس لیے تو ہرگز کسی سے دھوکا نہیں کھا سکتا۔ اس آدمی نے دست بستہ عرض کی۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان سر آنکھوں پر اور حضور کا ارشاد بجا' لیکن حضور جس شخص نے مجھے دھوکا دیا ہے' وہ مجھ سے بھی چھوٹے قد کا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ مسکرائے اور جانبین کے درمیان مناسب فیصلہ کیا۔

کوئی صاحب ڈاک خانہ گئے اور ایک منشی سے بولے کہ "ہمارے نام کا کوئی خط ہو' تو ہمیں دے دیجئے۔" ڈاک بابو نے نام و نشان دریافت کیا' تو فرمایا "واہ! آپ مجھ سے کیا پوچھتے ہیں' کیا لفافے پر لکھا نہ ہو گا؟ اسے پڑھ لیجئے۔"

ایک بزرگ نماز پڑھانے کو کھڑے ہوئے۔ پہلی رکعت میں تو غیر معمولی دیر لگ گئی۔ لیکن بعد میں مقتدیوں کو جلدی کے مارے رکوع و سجود بھی دشوار ہو گیا۔ نماز ختم ہونے پر جب نمازی نکلے' تو ایک صاحب فرمانے لگے کہ "امام صاحب نے پہلی رکعت میں تو بہت پڑھا تھا۔ لیکن بعد میں تین رکعتوں میں صرف ایضاً ہی پر اکتفا کیا۔"

کوئی شخص بازار میں کلھیا میں تیل خریدے ہوئے چلے آتے تھے۔ اتنے میں اذان ہوئی اور مسجد بھی نظر آئی۔ انہوں نے تیل کی کلھیا فصیل پر رکھ دی اور پھر جماعت میں شریک نماز ہو گئے۔ لیکن خیال کلھیا کی طرف تھا کہ کتا' بلی یا کوئی اور نہ لے جائے۔ امام نے بڑی بڑی سورتیں پڑھنی شروع کر دیں۔ آخر تنگ آ کر انہوں نے نیت توڑ کر کلھیا فصیل سے اٹھائی اور منہ کے سامنے رکھ کر دوبارہ شریک نماز ہو گئے۔ اور جھلا کر امام صاحب سے مخاطب ہو کر کہنے لگے "اب تجھے بھی قسم ہے' جو آج ہی سارا قرآن شریف ختم نہ کر دے۔ ہم نے بھی کلھیا سامنے رکھ لی ہے۔"

ایک شخص کسی نامی قزاق کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے نوکر رکھ لو۔ قزاق نے پوچھا "پہلے کہاں کہاں نوکری کی ہے؟" اس نے کہا "دو برس ایک وکیل کے پاس اور ایک برس پولیس میں رہا ہوں۔" قزاق نے اسے نوکر رکھ لیا اور کہا "یہ

دونوں نوکریاں تو نے ایسی کی ہیں کہ گویا اتنی مدت تو ہمارے ہی گروہ میں رہا ہے۔"

مس ایڈتھ:۔ میرے پیارے! اب والد صاحب آ گئے ہیں۔ جلدی بھاگو۔

مسٹر جونز:۔ لیکن دروازے پر تو وہ کھڑے ہیں۔

مس ایڈتھ:۔ تم کھڑکی میں سے کود جاؤ۔

مسٹر جونز:۔ لیکن ہم تو تیرھویں منزل پر ہیں۔

مس ایڈتھ:۔ بڑا غضب ہے۔

مسٹر جونز:۔ تم ایسے نازک موقع پر بھی تیرہ کی نحوست کے وہم میں پھنسے ہوئے ہو۔ (انگریزوں میں تیرہ کا عدد منحوس خیال کیا جاتا ہے۔)

اک غریب آدمی کی برادری میں کسی نے انتقال کیا۔ اس کی عورت نے تعزیت میں جانے کا سوال کیا۔ مرد نے کہا کہ بچوں کے واسطے کھانا تیار کر دے' پھر چلی جانا۔ عورت نے کہا گھر میں کچھ بھی نہیں ہے' جو کھانا پکاؤں۔ مرد نے کہا' ہمارا فاقہ خود قابل تعزیت ہے۔ ایسی حالت میں کسی کی تعزیت کے لیے جانا بے سود ہے۔

بیرا:۔ جناب! آپ کھانے سے پہلے دام ادا کریں۔

مسافر:۔ کیوں؟

بیرا:۔ اس لیے کہ کل ایک مسافر کھاتے ہی مر گیا' اور مالک نے دام مجھ سے لیے۔

ایک مریض کو حکیم نے نسخہ لکھ دیا اور کہا "اسے پینا' آرام ہو جائے گا۔" مریض نے گھر جا کر نسخہ پانی میں گھولا اور پی گیا۔ دوسرے روز پھر حکیم کے پاس گیا حکیم نے نسخہ مانگا۔ کہا وہ تو کل ہی پی لیا تھا۔

مسافر:۔ (بیرے سے) مچھلی کے اس ٹکڑے پر یہ انگوٹھے کا نشان کیوں ہے؟

بیرا:۔ جناب! اگر میں اس پر انگوٹھا نہ رکھتا تو یہ دوبارہ گر جاتی۔

ایک برہمن چوکا لگائے روٹی کھا رہا تھا۔ ایک گنوار بھینس پر سوار روٹی کھاتا ہوا ادھر سے گزرا۔ برہمن نے اعتراض کیا کہ چوکے میں بیٹھ کر کھانا چاہیے۔ اس نے کہا "میں خود اس پر سوار ہوں جس کے گوبر سے چوکا دیا جاتا ہے۔

ایک آدمی گوبر سے گھڑا بھر کر اور اس کے اوپر مربہ رکھ کر قاضی کے پاس لے گیا اور اپنا مطلب بیان کیا۔ قاضی نے اس کے مدعا کے موافق پروانہ کر دیا۔ جب قاضی کھانا کھانے لگا اور گھڑے کا مربہ منگوایا گوبر نکلا۔ قاضی بہت ناراض ہوا ایک دن وہی آدمی قاضی کو راستے میں ملا۔ قاضی نے اسے کہا کہ پروانہ میں کچھ بھول ہو گئی ہے' اگر لے آؤ تو درست کر دیں۔ اس نے کہا' پروانہ میں تو بھول نہیں' البتہ گھڑے میں کچھ چوک ہو گئی۔"

ایک گنوار کے سر پر عدالت میں قرآن رکھ کر اظہار لیا گیا' جو چاہا سو کہہ دیا۔ گاؤں میں جا کر لوگوں سے کہا کہ "میں پہلے بہت ڈرتا تھا کہ حلف اٹھانا پڑے گا۔ اللہ جانے اٹھے یا نہ اٹھے۔ مگر اب معلوم ہوا کہ ایسے تو سو حلف اٹھا سکتا ہوں۔"

ایک ستر برس کے جاٹ نے اسلام قبول کیا۔ لیکن دیرینہ عادت سے مجبور ہونے کی وجہ سے صبح کو رام رام کرتا تھا۔

مسلمانوں نے کہا یہ کیا حرکت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ساٹھ ستر برس کا رام جی ایک دن کے اللہ سے بے دخل نہیں ہو سکتا۔ قبضی کی میعاد کا تو خیال کرو۔

بیگم صاحبہ:۔ میں نے ننھے کے ہاتھ تین سیر سیب منگوائے تھے۔ لیکن وزن کرنے پر وہ اڑھائی سیر نکلے۔

میوہ فروش:۔ جناب باٹ تو سرکاری طور پر چیک ہوتے ہیں اور میں نے بھی پورا تولا تھا۔ آپ ننھے کا وزن کر لیجئے۔

ایک گریجویٹ اپنی عینک گھر بھول آئے۔ بازار میں ایک نوٹس چسپاں دیکھ کر ایک پاس کھڑے ہوئے آدمی سے دریافت کیا "جناب! اس نوٹس میں کیا لکھا ہے؟ ذرا پڑھ دیجئے۔ وہ بولا "حضرت افسوس! پڑھ نہیں سکتا' بد قسمتی سے میں بھی آپ کی طرح جاہل ہوں۔"

آقا (ملازم سے) تم بے تحاشا غسل خانہ میں کیوں گھس آئے؟ کیا تمہیں معلوم نہ تھا کہ ہم نہا رہے تھے؟

ملازم (سادگی سے) حضور غلطی ہوئی' میں سمجھا تھا' بیگم صاحبہ نہا رہی ہیں۔

رضی کے ابا نے اس کی خالہ اور خالو کو کھانے پر مدعو کیا۔ رضی اپنی خالہ سے بولا "کیا آج کھانے کے بعد آپ خالو جان کو نچائیں گی؟" خالو جان جو ایک ندوی عالم تھے' اس پر بہت جھلائے۔ رضی کے ابا نے کہا چپ نالائق! تجھ سے یہ کس نے کہا تھا کہ یہ ناچتے ہیں؟" رضی نے کہا "آپ ہی نے تو اس روز کہا تھا کہ نعیمہ (خالہ) فہیم (خالو) کو انگلیوں پر نچاتی ہے۔"

شریف آدمی تم ایسے برے کپڑے دھوتے ہو کہ پھاڑ کر ایک کے دو کر لاتے ہو۔

دھوبی:۔ جناب! میری شرافت بھی تو دیکھو' آپ سے صرف ایک کپڑے کی مزدوری وصول کرتا ہوں۔

ماں:۔ دیکھو بیٹا! شریر لڑکوں سے الگ رہا کرو۔

لڑکا:۔ ہاں! اسی وجہ سے تو میں سکول نہیں جاتا۔

مالکہ:۔ (خادمہ سے) تم بیکار بیٹھے تھک نہیں جاتیں۔

خادمہ:۔ مگر میں آپ کی خاطر اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتی۔

پادری:۔ آج مجھے گدھوں کو وعظ سنانا پڑا۔

ظریف:۔ جبھی آپ ان کو "پیارے بھائیو" کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔

پوتا:۔ دادا جان! کیا آپ کے منہ میں دانت ہیں؟

دادا:۔ نہیں بیٹا! کیوں' کیا کرو گے؟

پوتا:۔ ذرا میرے اخروٹ رکھ لیجئے۔

باغبان:۔ تم سیب کو ہاتھ میں لئے کیا کر رہے ہو؟

لڑکا:۔ کچھ نہیں۔ درخت پر چڑھنے کی کوشش کر رہا ہوں' تا کہ یہ سیب نیچے گر پڑا ہے' اسی جگہ لٹکا دوں۔

پولیس مین:۔ اس تالاب میں نہانے کی اجازت نہیں ہے' مس صاحبہ!

مس:۔ لیکن تم نے اس وقت کیوں نہ منع کیا' جب میں کپڑے اتار رہی تھی۔

پولیس مین:۔ کپڑے اتارنے کی کوئی ممانعت نہیں، مس صاحبہ!

ایک ظریف نے اخبار میں اپنے کھیت بیچنے کا اشتہار دیا۔ جس میں اس نے موقع کی خوبصورتی، زمین کی زرخیزی اور آب و ہوا کی عمدگی کے بعد سب سے بڑی تعریف یہ لکھی کہ "اس زمین کے قریب پندرہ پندرہ میل تک کوئی وکیل یا مختار نہیں ہے۔"

ایک مفلس و بے اولاد شخص جس کی والدہ اندھی تھی، کسی مستجاب الدعوات بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب دعا ہوا۔ بزرگ نے فرمایا "تو کیا چاہتا ہے؟" اس نے کہا "صرف اتنی دعا کر دیجئے کہ میری اندھی ماں اپنے پوتوں کو سونے کے کٹوروں میں دودھ پیتے دیکھے۔" بزرگ نے اس قلیل الالفاظ اور کثیر المطالب دعا کو سن کر اسکی ذہانت کی داد دی کہ مختصر سے فقرے میں دودھ، پوت، دولت اور ماں کی بینائی سب کچھ آ گئے۔

ریل گاڑی میں ایک کم سن بچہ اپنی والدہ کے ہمراہ سفر کر رہا تھا کہ ایک فربہ اندام لیڈی ڈبہ میں آئی اور بچے کے سامنے بیٹھ گئی۔ بچے نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا، اور اپنی والدہ سے پوچھا "کیا یہ ساری ایک ہی لیڈی ہے؟

جج:۔ کیا جنون طلاق کا سبب ہو سکتا ہے؟

شوہر:۔ جی نہیں، طلاق کا سبب تو نہیں، لیکن شادی کا سبب ہو سکتا ہے۔

زبردست بیوی۔ میں نے کتنی دفعہ کہا ہے جب میں بولتی ہوں، تو اپنی زبان بند رکھا کرو۔

کمزور خاوند۔ تو گویا تمہارے سو جانے کے بعد میں بولا کروں۔ (یعنی جاگتے وقت تو تم بولتی ہی رہتی ہو)

مہمان۔ (ایک تقریب کے موقع پر) وہ بدصورت ڈائن کون ہے؟

میزبان۔ (غمناک لہجہ میں) وہ میری بیوی ہے۔

مہمان۔ میں اپنی حماقت پر نادم ہوں۔

میزبان۔ لیکن یہ تو میری حماقت ہے۔

ڈاکٹر۔ ابھی ابھی میں ایک ہفتہ کی چھٹی منا کر آیا ہوں۔

دوست ہاں، مجھے مقامی اخبار کے مطالعہ سے معلوم ہوا تھا کہ اب ہفتہ پیوستہ سے اموات کی تعداد بہت کم ہے۔

سپاہی۔ تم نے اس کو پستول سے کیوں مار ڈالا؟

آدمی۔ میرے پاس پستول کا لائسنس، ویسے ہی نہیں مار دیا۔

استاد۔ ٹیکہ کس نے ایجاد کیا؟

لڑکا۔ مچھر نے جناب۔

آقا (خانساماں سے) آج تم نے بہت دیر کر دی۔

خانساماں۔ حضور میں کوٹھے پر سے گر پڑا تھا۔

آقا۔ مگر کوٹھے سے گرنے میں اتنی دیر نہیں لگ سکتی۔

خاتون وکیل۔ آپ کی عمر؟

خاتون گواہ۔ وہی جو آپ کی ہے۔

ہارون الرشید نے اپنے قاضی القضاۃ امام ابو یوسفؒ سے کہا کہ آپ فالودہ پسند کریں گے یا لوزینہ۔ قاضی صاحب نے کہا جب تک حاضر نہ ہوں، میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔

چچا۔ جب میں تمہاری عمر کا تھا، تو کبھی جھوٹ نہ بولتا تھا۔

بچہ۔ (بھولے پن سے) تو پھر آپ نے کب جھوٹ بولنا شروع کیا۔

ایک وکیل سیر کو جا رہے تھے۔ راستہ میں ان کا گزر ایک گاؤں میں ہوا۔ ایک زمیندار جاٹ نے آپ کو سلام کیا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ وکیل صاحب بولے۔ "میں وکیل ہوں۔" جاٹ بولا "نہیں حضور آپ غلط کہتے ہیں۔ آپ تو مجھے بھلے مانس معلوم ہوتے ہیں۔

ایک پادری صاحب نے دوران وعظ سامعین سے کہا "بتاؤ دنیاوی خوشی کی کیا قیمت ہے؟" ایک سوداگر جسے نیند آ گئی، چونک کر بولا "چار آنے فی درجن۔"

مریض لڑکا۔ (ڈاکٹر سے) جناب میرے والد نے کہا ہے کہ وہ شکایت جس کے لیے آپ کونین دیتے تھے، رفع ہو گئی ہے۔ لیکن وہ جس کے لیے چوزے کا شوربا دیا کرتے تھے، ابھی تک باقی ہے۔

ڈاکٹر۔ معلوم ہوتا ہے تمہیں میرے مشورہ سے بہت فائدہ حاصل ہوا ہے۔

مریض۔ مگر اتنا نہیں جتنا آپ کو مجھ سے ہوا ہے۔

استاد۔ لڑکو! کیا تم بتا سکتے ہو کہ حضرت یونس کو مچھلی نے نگل کر پھر کیوں اگل دیا۔

لڑکا۔ جناب! مچھلی کو یہ خیال ہوا کہ اب تک تو مجھے اپنی ہی خوراک کی فکر رہتی تھی، اب دو کی فکر کرنی پڑے گی۔

استاد۔ جہاز کیوں تیرتا ہے اور سوئی کیوں ڈوب جاتی ہے؟

لڑکا۔ جناب جہاز تیرنا جانتا ہے اور سوئی تیرنا نہیں جانتی ہے؟

ایک لڑکا رئیس کے ہاں نوکر ہوا۔ رئیس نے اس سے کہا دیکھو! اگر تم نے کوئی چیز توڑی، تو نکال دیے جاؤ گے، اتفاق سے اسی روز دعوت تھی۔ لڑکا بہت سے چینی کے برتن لیے ہوئے بالا خانے سے اتر رہا تھا۔ برتن ہاتھ سے پھسل کر چکنا چور ہو گئے۔ لڑکا فوراً صاحب خانہ کے پاس دوڑا گیا۔ اور کمرے کی کھڑکی میں منہ ڈال کر پکارا، حضور برتن سب ٹوٹ گئے ہیں اور میں اب نکل جاتا ہوں۔"

افضل۔ ایک بار میں نے اور میرے ایک دوست نے اس بات کا ارادہ کر لیا کہ ایک دوسرے کو اس کے عیوب سے آگاہ کرتا رہے گا۔

ناصر۔ پھر اس کا نتیجہ؟

افضل۔ نو سال سے ہماری بول چال بند ہے۔

باپ۔(فضول خرچ بیٹے سے)"ادھر آؤ۔میں تمہارے قرض کا حساب کرنا چاہتا ہوں۔"
بیٹا۔تو ذرا ٹھہر جائیے' میں دوات میں سیاہی بھر لوں۔
ڈاکٹر۔ہاں ایک بات رہی جاتی ہے۔ذرا اپنی بیوی صاحبہ کو سمجھا دیجئے کہ آج تمام دن گفتگو نہ کرے۔
شوہر۔عنایت فرما کر آپ ہی سمجھا دیجئے۔اگر میں منع کروں گا' تو ابھی سے بکواس شروع کر دے گی اور پھر شام تک بس نہ ہو گی۔
مالک(نوکر سے)حبیب وقت تو دیکھ کر آؤ' مجھے بارہ بجے والی گاڑی سے جانا ہے۔
حبیب۔(وقت دیکھ کر آتے ہوئے)صاحب ابھی ایک ہی بجا ہے۔بارہ بجنے میں ابھی گیارہ گھنٹے باقی ہیں۔
آقا۔آئندہ اگر تم اسی طرح سستی سے کام کرو گے' تو مجبوراً مجھے دوسرا ملازم رکھنا پڑے گا۔
ملازم۔اللہ حضور کو سلامت رکھے' کام بھی دو آدمیوں کا ہے۔
فوجی افسر۔تم نے بیس کارتوس خراب کر دیئے۔تمہاری گولی کیوں ادھر ادھر ہو جاتی ہے؟
رنگروٹ۔حضور امیں کیا کہہ سکتا ہوں' یہاں سے تو ٹھیک جاتی ہے۔
کمانڈر۔اپنے سروں کو اونچا کرو اور یہی فرض کرتے رہو کہ دشمن ہمیں دیکھ رہا ہے۔
ایک سپاہی۔اور ہم یہ بھی فرض کر سکتے ہیں کہ ہمارے سامنے ایک بلند چٹان کھڑی ہے۔
استاد۔کل دنیا کی کتنی آبادی ہے؟
ایک لڑکا۔پونے دو ارب۔
دوسرا لڑکا۔لیکن جناب کل ہمارے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا ہے' اسے بھی شمار کر لیجئے۔
استاد۔ہنری ہشتم کی کتنی بیویاں تھیں؟
شاگرد۔جناب چھ۔
استاد۔اچھا' شمار کر کے بتاؤ(یعنی نام دار)
شاگرد۔ایک' دو' تین' چار' پانچ' چھ۔
باپ۔افضل! کیا وجہ ہے کہ تم اتنے بردبار اور بھلے مانس نہیں ہو' جتنا حمید ہے۔
افضل۔جناب احمید ایسے محلے میں رہتا ہے' جہاں سب لڑکے عمر میں اس سے بڑے ہیں۔
بچہ۔دادی جان! آپ عینک کیوں لگایا کرتی ہیں؟
دادی۔بیٹا اس سے ہر ایک چیز بڑی نظر آتی ہے۔
بچہ۔تو مجھے حلوا دیتے وقت آپ عینک اتار لیا کریں۔
الف۔یہ کیا بات ہے کہ بیوہ عورتوں کی بہت جلد دوسری شادی ہو جاتی ہے۔
ب۔اس لیے کہ مردے شکایت نہیں کر سکتے۔

ایک نئی بیوہ نے بیمہ کمپنی کے دفتر میں جاکر کہا "مینجر صاحب! میرے شوہر کے نیچے کا روپیہ دلوایئے۔" مینجر نے کہا "میم صاحبہ! اس حادثے کا حال سن کر ہم کو سخت رنج ہوا ہے۔" میم نے کہا "جی ہاں! مردوں کا سب جگہ یہی حال ہے کہ جب عورت کو چار پیسے ملنے کا موقع آتا ہے' تو انہیں بہت صدمہ ہوتا ہے۔

حامد۔ تم جو چھتری کل مجھ سے مانگ کر لے گئے تھے' لائے ہو؟

محمود۔ نہیں اس کو میرا ایک دوست مانگ کر لے گیا ہے۔ کل واپس کر دوں گا۔

حامد۔ یہ بہت برا ہوا۔ جس شخص نے وہ چھتری میرے دوست سوہن کو مستعار دی تھی' وہ سوہن سے کہتا تھا کہ چھتری کا اصلی مالک سخت تقاضا کر رہا ہے۔ (گویا چھتری چھٹی جگہ پہنچ گئی)۔

مالک۔ (نوکر سے) تم میرا چمچہ چرا کر لے گئے۔ اب کہتے ہو غلطی ہوگئی۔

نوکر۔ حضور میں اسے غلطی سے چاندی کا سمجھا تھا۔

جج۔ قبل اس کے سزا کا حکم سنایا جائے' کیا تم عدالت کے سامنے کچھ پیش کرنا چاہتے ہو (یعنی کچھ عذر کرنا چاہتے ہو؟)

ملزم۔ نہیں حضور! جو کچھ میرے پاس تھا' سب وکیل کی نذر کر چکا۔ اب عدالت کے سامنے کیا پیش کروں۔

کسی امیر نے کاہلوں کا مجمع دیکھا تو کہا "میرے پاس آکر سب اپنی اپنی کاہلی کا ذکر سناؤ۔ جو سب سے زیادہ کاہل ثابت ہو گا' اسے ایک روپیہ دوں گا۔ سب آئے اور اپنا اپنا کمال بیان کیا۔ مگر ایک شخص نہ آیا' امیر نے اسی کو روپیہ دیا۔

مسافر۔ تم کہتے تھے کہ ہوٹل صرف پانچ منٹ کے فاصلے پر واقع ہے۔ مگر میں تمہاری بات پر اعتبار کر کے بھولا ہوں۔

ہوٹل والا۔ علی ہذا القیاس میں بھی۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ تم تیز چلنے والے ہو۔

مصنف۔ (خادمہ سے) یہ کون سے کاغذ جلا رہی ہو۔

خادمہ۔ وہی لکھے ہوئے۔ صاف کاغذوں کو تو میں نے چھوا بھی نہیں۔

بیوی۔ اگر خدانخواستہ گھر میں چور آجائیں' تو تم کیا کرو گے؟

میاں۔ جو وہ کہیں گے' وہی کروں گا۔ کیونکہ اب تک مجھے اس گھر میں اپنی مرضی سے تو کچھ کرنا نصیب نہیں ہوا۔

ایک امیر کا نام فخرالدین اور نوکر کا نام لدھا تھا۔ امیر کو تمسخر کی عادت تھی۔ ایک روز نوکر کو کہا' اگر لدھا کے نام پر دو کشش لگا دیں تو کیا نام بنے گا؟ نوکر بھی بڑا حاضر جواب تھا بولا' جو فخر کی ف اڑانے سے بنتا ہے۔ امیر شرمندہ ہو گیا۔

عدالت۔ (ملزم سے) شہادت اور ثبوت ناکافی ہونے کی وجہ سے تم کو گھڑی چوری کے الزام سے بری کیا جاتا ہے۔

ملزم۔ (سادگی سے) تو حضور! گھڑی میں اب اپنے پاس رکھوں یا مالک کو دے دوں؟

مجسٹریٹ۔ (گھڑی کے چور سے) کیا تمہارا کوئی وکیل ہے؟

ملزم۔ نہیں جناب! گھڑی کی قیمت وکیل کی فیس سے بہت کم تھی۔

میلے میں ایک دیہاتی کی جیب کٹ گئی۔ گاؤں میں آیا' تو لوگوں نے میلے کا حال پوچھا۔ اس نے کہا میلا کیسا' لوگوں نے میری جیب کاٹنے کے لئے ایک پاکھنڈ رچا رکھا ہے۔

مس اتھل۔ یادداشت کچھ ایسی خراب ہو گئی ہے کہ جو چیز یہاں رکھتی ہوں' بھول جاتی ہوں۔
مس ایڈتھ۔ تو یادداشت کے لیے آپ پاکٹ بک کیوں نہیں رکھتی۔
مس اتھل۔ میں اسے بھی کہیں رکھ کر بھول جاتی ہوں۔

والدہ۔ دیکھو رشید! تم نے کیچڑ میں پھسل کر اپنا تمام کوٹ خراب کر لیا ہے۔
رشید۔ مگر اماں جان! مجھے تو اس کے اتارنے کی مہلت ہی نہیں ملی۔

کسی پیر صاحب نے اپنے ایک تنگدست مرید کے ہاں کئی دن قیام رکھا۔ آخر تنگ آ کر مرید نے ایک روز عرض کیا "یا حضرت! آج آپ کا کوچ ہے یا مقام؟" کہا "مقام" مرید بولا "تو پھر ہمارا کوچ ہے۔"

مسافر۔ (ملاح سے) کشتی ڈگمگا رہی ہے۔ میرے اوسان خطا ہوئے جاتے ہیں۔ تم بتاؤ کچھ خطرہ تو نہیں ہے؟
ملاح۔ (متانت سے) خطرے کی کوئی بات نہیں۔ میری کشتی بیمہ شدہ ہے۔

ایک نہایت فربہ اندام لیڈی نے ایک لڑکے سے پوچھا "کیا میں اس دروازے سے دریا پر جا سکتی ہوں۔" لڑکے نے جواب دیا "ممکن تو ہے' کیونکہ ابھی ایک بڑا چھکڑا اس دروازے سے گزر چکا ہے۔"

ایک دکاندار اپنے بیوقوف لڑکے کو دکان پر بٹھلا کر کسی کام کو گیا۔ ایک آدمی کٹورے میں پیسے کا تیل لینے آیا لڑکے نے اسے کٹورا بھر دیا۔ اتنے میں اس کا باپ بھی آ پہنچا اور لڑکے پر خفا ہونے لگا۔ "گاہک کو تو کچھ نہیں کہتا' جو اتنا بڑا کٹورا لے آیا۔"

کتے والا۔ میم صاحب! یہ کتا تین سو روپے میں بہت سستا ہے۔
میم صاحبہ۔ مجھے پسند تو ضرور ہے' لیکن میرا شوہر معترض ہو گا۔
کتے والا۔ آپ اپنے شوہر سے نہ ڈریے۔ آپ کو دوسرا شوہر جلد مل جائے گا' لیکن ایسا کتا پھر ہاتھ نہ آئے گا۔

باپ۔ پیاری جولیا! تمہاری شادی کی تاریخ 16 جون قرار پائی ہے۔
جولیا۔ لیکن ابا جان! میں تو والدہ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔
باپ۔ تم اس کو بھی ہمراہ لیتی جاؤ۔

ایک امیر نے غصے میں آ کر اپنے لشکر کو مخاطب ہو کر کہا۔ "او کتو!" ان میں سے ایک نے کہا "ایسا نہ فرمائیے آپ ہمارے امیر ہیں۔"

ایک مولوی صاحب نے مسجد میں وعظ کہتے ہوئے یہ بیان کیا کہ "جو شخص آج کے روز جتنی مرتبہ اپنی پگڑی کھول کر باندھے گا' اسے اتنے ہی نفل پڑھنے کا ثواب ہو گا۔" ایک کنجڑے کا لڑکا بھی موجود تھا۔ یہ سن کر فوراً اپنی پگڑی کھول کر باندھنے لگا۔ اس کے باپ نے خفا ہو کر کہا "کم بخت یہ کیا کرتا ہے؟ پگڑی پھٹ جائے گی' تو کیا نفل سر پر باندھے گا؟"

کسی جرنیل نے مہم فتح کر لینے کے بعد ایک سپاہی سے پوچھا۔ "تو نے اس فتح میں کیا بہادری دکھائی؟" اس نے جواب دیا "میں نے حریف کے سپاہی کا ایک پاؤں کاٹ ڈالا۔" جرنیل نے کہا "پاؤں کاٹنے سے کیا حاصل' سر کیوں نہ

کاٹا؟" سپاہی بے تحاشا بول اٹھا "سر تو پہلے ہی کٹا ہوا تھا۔"

ایک دولت مند کا اثنائے سفر ایک چھوٹے سے قصبہ میں شام کے وقت گزر ہوا' ارادہ کیا کہ آج رات یہیں بسر کروں۔ وہاں ایک چھوٹی سی سرائے تھی۔ امیر نے دروازے پر جا کر دستک دی۔ اندر سے بھٹیاری نے جو سرائے کی مالکہ تھی' پوچھا "تم کون ہوں؟" امیر کو اپنی حفظ عزت کا بہت خیال تھا۔ بولا "ابو البشر حافظ قاضی تمیز الدین احمد خاں علوی چشتی قادری۔" بھٹیاری نے قطع کلام کر کے کہا "اس قدر مسافروں کے لیے ہمارے ہاں گنجائش نہیں ہے۔"

استاد۔ (شاگردسے) منفی کرنے کے لیے ضروری ہے کہ جنس یکساں ہو۔ مثلاً ہم چار آدمیوں میں سے تین بینگن یا نو کتوں میں سے چھ آدمی نہیں نکال سکتے۔

شاگرد۔ لیکن جناب دو بھینسوں میں سے چھ سیر دودھ تو نکال سکتے ہیں۔

رشید کی والدہ۔ جا بیٹا' بالاخانے میں جا کر اپنے ابا سے کہو کہ کھانا تیار ہے۔ رشید اوپر گیا' تو ابا کو دیکھا کہ برش سے دانت رگڑ رہے ہیں۔ نیچے آیا تو والدہ نے دریافت کیا "کیا تمہارا ابا کھانا کھانے کو تیار ہے؟"

رشید۔ تیار تو نہیں' البتہ تیار ہو رہا ہے۔ ابھی دانت تیز کر رہا ہے۔

ایک شخص سیدنا معاویہ ؓ کے دربان کے پاس آیا اور کہا "امیر کو پیغام دو کہ دروازے پر تمہارا حقیقی بھائی آیا ہے۔ آپ ؓ نے فرمایا "میں اسے نہیں جانتا۔ اچھا اسے اجازت دے دو۔" جب وہ اندر آیا' تو آپ نے پوچھا "تو میرا کون سا بھائی ہے؟" اس نے کہا "آدمؑ و حواؑ کا بیٹا۔" آپ نے غلام سے فرمایا "اسے ایک درہم دے دو۔" اس نے کہا "آپ اپنے برادر حقیقی کو ایک درہم دیتے ہیں؟" سیدنا معاویہ ؓ نے فرمایا "چپکے سے درہم لے کر چلے جاؤ۔ ورنہ دوسرے بھائیوں کو اگر خبر ہو گئی' تو تمہیں یہ درہم بھی حصے میں نہ آئے گا۔"

محرر چونگی۔ (ٹوکرے کو ٹھوکر لگا کر) اس میں کیا ہے؟

چوڑی فروش۔ پہلے تو چوڑیاں تھیں مگر اب کچھ نہیں۔

مسافر۔ (قلی سے) بستر بچا کر رکھنا' گاڑی کی چھت سے پانی ٹپک رہا ہے۔

قلی۔ جی آپ گھبرائیے نہیں' یہ تو مٹی کا تیل ہے۔

رشید۔ دیکھیے میرا ذکر پھر اخبار میں آیا ہے۔

بشیر۔ ذرا پڑھیے تو۔

رشید۔ اس میں لکھا ہے کہ ہند کی کل آبادی چالیس کروڑ ہے۔ اور ان میں ایک میں بھی ہوں۔

جارج برنارڈ شا ایک ریستوران میں کھانا کھا رہے تھے۔ بینڈ کی شوریدہ سروں سے عاجز آ کر انہوں نے ویٹر کو بلایا اور پوچھا کیا یہ بینڈ والے کوئی فرمائشی چیز بھی بجا سکتے ہیں۔ اس نے جواب دیا' جی ہاں ضرور ضرور۔ برنارڈ شا نے کہا' اچھا تو میری طرف سے انہیں عرض کر دیجئے کہ وہ صرف بغلیں بجائیں۔

باپ۔ بیٹا آج تم مکتب نہیں گئے؟

بیٹا۔ آپ ہی نے کہا تھا کہ بغیر سبق یاد کیئے مکتب جانا بیکار ہے۔

ماں۔ اصغر! رات کو میں نے اس الماری میں دو بسکٹ رکھے تھے' ایک کیسے رہ گیا؟"

اصغر۔ اماں! رات کو اندھیرا تھا' دوسرا بسکٹ مجھے نظر نہ آیا۔

شوہر۔ تم سے رشید ملازم کی بیوی زیادہ دلکش اور حسین ہے۔

بیوی۔ اور کیا رشید آپ سے زیادہ دلکش اور حسین نہیں؟

ڈاکٹر۔ تمہارا مرض خطرناک ہے۔ تم کو فوراً بحری سفر اختیار کرنا چاہیے۔

مریض۔ مگر میں تو جہاز کا کپتان ہوں اور کل ہی جہاز سے اترا ہوں۔

پولیس انسپکٹر۔ (سپاہی سے) تم نے چور کو کیوں نہیں پکڑا؟

پولیس مین۔ جناب وہ ایسے کمرے میں گھس گیا' جس کے دروازے پر لکھا تھا "بغیر اجازت اندر آنا منع ہے۔"

پولیس مین۔ تم اس دکان کے تالے کے ساتھ کیا کر رہے ہو؟

مشتبہ شخص۔ جناب مجھ کو یہ کنجی ایک جگہ سے پڑی ہوئی ملی ہے۔ اب میں اس کو تمام دکانوں کو لگا کر دیکھتا ہوں' تاکہ جس کسی کی ملکیت ہو' اسے دے دی جائے۔

استاد۔ اگر تمہارا والد تمہاری والدہ کو دس روپے دے اور پانچ واپس لے لے' تو باقی کیا رہ جائے گا؟

بچہ۔ پانچ روپے اور لڑائی۔

ایک لڑکے نے اپنے باپ کو خط لکھا کہ میں اب اردو میں بہت "کابل" ہو گیا ہوں۔

باپ نے جواب میں لکھا "بیٹا کابل سے واپسی کے بعد مجھے دوسرا خط لکھ دینا۔"

مریض۔ آپ کی توجہ سے میں تندرست ہو ہی گیا۔

ڈاکٹر۔ (کسر نفسی کرتے ہوئے) بچانے والا تو وہی حکیم مطلق ہے' میری کیا ہستی ہے؟

مریض۔ لیکن اس قدر تسلیم کر لینے کے باوجود بھی آپ مجھ سے معاوضہ کے طالب ہیں۔

بیوی۔ کیا وجہ ہے کہ جب کبھی میں گانے لگتی ہوں' آپ باہر جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔

خاوند۔ تاکہ لوگ یہ خیال نہ کریں کہ میں تمہیں مار رہا ہوں۔

ایک بخیل رئیس کا خانساماں ماہواری حساب آقا کے سامنے لایا۔ جس میں چار آنے بلی کے راتب کی بابت درج تھے۔ بخیل نے کہا "اگر گھر میں چوہے موجود ہیں' تو راتب کی ضرورت نہیں اور اگر چوہے نہیں تو بلی کا فائدہ؟"

باپ۔ رشید! بلی کی دم مت کھینچو۔

رشید۔ میں نے تو دم صرف پکڑی ہے' کھینچ تو وہ خود رہی ہے۔

ایک عورت۔ (سہیلی سے) میں نے سنا ہے کہ تمہارے خاوند نے تمباکو یک دم ترک کر دی ہے۔ اس کے لیے تو انہیں بڑی مضبوط قوت ارادی سے کام لینا ہو گا۔

سہیلی۔ اور وہ بڑی مضبوط قوت ارادی میں ہوں۔

ایک شخص نے قبرستان میں ایک قبر پر کتبہ دیکھا "ایک وکیل دیانتدار آدمی۔" اس نے سر کو کھجایا اور مکرر' سہ کرر اس کتبے کو پڑھا اور بول اٹھا "تعجب ہے کہ کس طرح دو شخص ایک قبر میں دفن کر دیئے گئے۔" (یعنی وکیل دیانتدار نہیں ہو سکتا۔)

تعلیم یافتہ دوست آکیا آپ تشریف لے چلے ہیں؟

ناخواندہ۔ (گھبرا کر) نہیں صاحب! میں نے یہاں سے کچھ بھی نہیں لیا۔

حکیم۔ کل تو تم نے کھانا شوق سے کھایا ہو گا؟

ناخواندہ مریض۔ نہیں جناب صرف چٹنی سے روٹی کھائی تھی۔

ماں۔ بیٹا! اچھے بچوں کی طرح کھا ماتو اور سانس روک کر دوا پی لو' ورنہ ہم خفا ہو جائیں گے' بتاؤ تمہیں کیا منظور ہے؟

بیٹا۔ (سوچ کر) اچھا تو آپ خفا ہی ہو جایئے۔

باپ۔ ننھے! اس طرح کتاب کیوں پھاڑ رہا ہے؟

بیٹا۔ ابا جان اور کیسے پھاڑوں؟

دوست۔ مجھے بہت افسوس ہے کہ میں تمہاری شادی میں شریک نہ ہو سکا۔

امیر دوست۔ (جس کی چوتھی شادی ہوئی ہے) کچھ مضائقہ نہیں آئندہ سہی۔

ڈاکٹر۔ (معمار سے) رحیم! تم چونا بہت لگا رہے ہو۔ چونے کا بھلا ہو' جو تمہارے عیب چھپائے جاتا ہے۔

معمار۔ جس طرح قبر بہت سے ڈاکٹروں کے عیب چھپا لیتی ہے۔

مجسٹریٹ۔ (جیب کترے سے) تم نے آدمی کی جیب سے بٹوا کس طرح نکال لیا کہ اسے پتہ نہ لگا۔

ملزم۔ (غرور سے سر اٹھا کر) حضور اس علم کے سکھانے کی فیس پانچ سو روپے ہے۔

شوہر۔ تم نے لڑکی سے تو کہہ دیا ہو گا کہ اگر وہ ہماری بلا مرضی شادی کرے گی' تو اسے ایک پیسہ بھی نہ دیا جائے گا۔

بیوی۔ لڑکی سے کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ میں نے اس لڑکے سے کہہ دیا تھا اور اس دن سے وہ پھر نہیں آیا۔

مسز سمتھ۔ اچھا اگر مہمان مجھ سے گانے کی فرمائش کریں' تو کیا کروں؟

مسٹر سمتھ۔ کرنا کیا ہے' تم گانا سنا دینا' اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں۔ انہیں خود اپنی غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

مجسٹریٹ۔ غالباً یہ بیسویں دفعہ ہو گی کہ تم میرے سامنے پیش ہوئے ہو۔

ملزم۔ حضور! اس میں میرا کیا قصور؟ کہ آپ کی تبدیلی نہیں ہوتی۔

رفاہ عام کے ایک جلسہ کے اختتام پر صدر جلسہ نے اپنی ٹوپی ایک خاتون کو دی' تاکہ حاضرین سے چندہ جمع کرے' خاتون ٹوپی لے کر مجمع میں کافی دیر گھوم پھر کر واپس آئیں۔ اور خالی ٹوپی صدر جلسہ کو واپس کر دی۔ صدر جلسہ نے خالی ٹوپی دیکھ کر دونوں ہاتھ اٹھائے' اور مائیکرو فون پر یوں شکریہ ادا کیا۔ یا اللہ! تیرا شکر ہے کہ میری ٹوپی صحیح

سلامت میرے پاس واپس آ گئی۔

استاد۔ رشید! تم بتلاؤ اس نقشہ میں امریکہ کہاں ہے؟

رشید۔ (انگلی رکھ کر) یہ ہے جناب۔

استاد۔ اچھا حمید! تم بتلاؤ امریکہ کو کس نے دریافت کیا؟

حمید۔ رشید نے جناب۔

ایک امیر کے احاطہ دولت میں ایک گدھے نے آ کر چلانا شروع کیا۔ امیر نے حکم دیا' اس کو فوراً نکال دو۔ ایک ہمنشین ظریف نے بے ساختہ کہا "دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجند۔"

جج۔ لیکن اس بات کا ثبوت کہ یہ واقعہ 15 تاریخ ہی کو گزرا۔

گواہ۔ سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس سے ایک روز قبل 14 تاریخ تھی اور ایک روز بعد 16۔

ڈاکٹر۔ یہ دوا پی کر تم بچے کی طرح سو جاؤ گے۔

مریض۔ آپ کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں اس بچے کی طرح سو جاؤں گا' جو رات کو دس دس دفعہ اٹھ کر روتا ہے۔

بیٹا۔ میں حیران ہوں کہ دانتوں کا ڈاکٹر بنوں یا کانوں کا؟

باپ۔ میرے خیال میں دانتوں کا ڈاکٹر بہتر ہے۔ کیونکہ ہر شخص کے دانت بتیس ہوتے ہیں اور کان صرف دو۔

وکیل۔ مگر جرح میں تم مطلق نہیں گھبرائے' تجربہ کار معلوم ہوتے ہو۔

مؤکل۔ تجربہ کار؟ اللہ کے فضل سے چھ بچوں کا باپ ہوں۔

استاد۔ افضل تمہارا جواب مضمون بہت اچھا ہے' مگر لفظ بلفظ ارشد کے جواب مضمون سے ملتا جلتا ہے' اس سے میں کیا نتیجہ نکالوں؟

افضل۔ یہی کہ ارشد کا جواب مضمون بھی بہت اچھا ہے۔

کالے خان۔ تو میاں شبراتی کا انتقال ہو گیا' اور ہاں کیا انہوں نے کوئی جائیداد بھی چھوڑی ہے؟

بھورے خاں۔ میرے خیال میں تو کوئی جائیداد نہیں چھوڑی' ان کے لڑکے آپس میں بے حد متحد نظر آتے ہیں۔

الف۔ میں ایک جادوگر کو جانتا ہوں' جو دیکھتے دیکھتے ہاتھوں میں سے روپیہ غائب کر دیتا ہے۔

ب۔ اس چابک دستی کے لئے جادوگر ہونا ضروری نہیں' میری بیوی یہی کام نہایت عمدگی سے کرتی ہے۔ حالانکہ وہ جادوگر نہیں ہے۔

مسافر۔ میرا بل تیرہ شلنگ کا ہونا چاہئے' چودہ شلنگ کیسے؟

ملازم ہوٹل۔ حضور تیرہ کا عدد منحوس خیال کیا جاتا ہے آپ کے ڈر کے مارے میں نے ایک کا اضافہ کر دیا۔

گاؤں کی پنچایت میں قبرستان کے گرد چار دیواری بنائے جانے کا مسئلہ پیش تھا' کئی آدمیوں نے تعمیر کی تائید میں تقریریں کیں آخر میں ایک شخص نے کہا "صاحبو! باہر والا کوئی آدمی قبرستان کے اندر نہیں جاتا' اندر کے مردے باہر

نہیں آسکتے۔ لہٰذا یہ سراسر اسراف ہے۔"

پادری۔ تمہاری امی جان نے یہ جو آٹھ سیب بھیجے ہیں' میں ان کا شکریہ ادا کرنے کے لیے تمہارے گھر آؤں گا۔

لڑکا۔ آپ کی تشریف آوری باعث برکت ہو گئی' لیکن شکریہ بارہ سیبوں کا ادا کیجئے گا۔

آفیسر۔ تم روز روز مجھے تنگ کرتے ہو۔ ابھی کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔ جاؤ دس سال کے بعد آنا۔ شاید کوئی جگہ خالی ہو جائے۔

امیدوار۔ حضور! وقت کی بھی تشریح فرمادیں' صبح کو آؤں یا شام کو۔

میزبان۔ (مہمان لڑکے سے) ہاں ہاں کچھ سموسے اور کھاؤ۔

مہمان لڑکا۔ جناب! اب تو شکم پر ہو گیا ہے۔

میزبان۔ تو کچھ جیب میں ڈال لو۔ راستے میں کھا لینا۔

مہمان لڑکا۔ جیبیں بھی پر ہیں جناب۔

سیاح خاوند۔ میں تمہارے لیے افریقہ سے ایک بندر لایا تھا' مگر وہ راستے میں ہی چھوٹ کر بھاگ گیا۔

بیوی۔ چلو وہ نہ سہی' تم تو آگئے۔

مجسٹریٹ۔ تمہارا وکیل کہاں ہے؟

ملزم۔ حضور جب وکیلوں کو معلوم ہوا کہ میں نے کوئی چیز نہیں چرائی' تو کوئی وکیل میری پیروی کے لیے تیار نہ ہوا۔

ایک مفت خورے نے اپنے کسی واقف کو کچھ کھاتے دیکھا۔ پوچھا "کیا کھا رہے ہو؟" اس نے آزردگی سے جواب دیا "زہر"۔ مفت خورے نے فوراً اپنا ہاتھ طشت میں ڈال دیا اور یہ کہہ کر کھانے لگ گیا کہ تمہارے بعد ہمیں بھی جینا حرام ہے۔

استاد۔ تمہارا نام کیا ہے؟

نیا طالب علم۔ ہنری سمتھ۔

استاد۔ بچے تمہیں استاد سے بات کرنے سے پہلے سر یا جناب کہنا چاہئے۔ اب بتاؤ تمہارا کیا نام ہے؟

نیا طالب علم۔ "سر" ہنری سمتھ۔

ماں۔ بیٹا آگے مت جاؤ' وہاں پانی زیادہ گہرا ہے۔

بچہ۔ اماں! میں وہاں جانا چاہتا ہوں' جہاں ابا تیر رہے ہیں۔

ماں۔ نہیں بیٹا! ان کی زندگی کا تو بیمہ ہو چکا ہے۔

چھوٹی لڑکی گرجا گھر میں چلا چلا کر دعا مانگنے لگی۔ "اے اللہ! مجھے اچھی سی گڑیا دلا دے' مجھے ایک بائیسکل دلا دے۔

بڑی بہن نے ڈانٹا "آہستہ بولو اللہ بہرہ نہیں ہے۔" لڑکی نے کہا "مگر ابا جان تو بہرے ہیں۔"

بیوی۔ (ازراہ محبت) اگر میں کتاب ہوتی' تو ہر وقت تمہاری نظروں میں رہتی۔

خاوند۔ (مطالعہ پسند۔) کاش! تم جنتری ہوتی' تاکہ میں ہر سال بدلا کرتا۔

استاد۔ تم نے آج بالوں میں کنگھی کیوں نہیں کی؟
لڑکا۔ میری کنگھی کھو گئی۔
استاد۔ اپنے والد کی کنگھی لے لی ہوتی۔
لڑکا۔ ان کے سر پر بال ہی نہیں۔

آفیسر۔ (امیدوار سے) انٹرویو کرتے وقت) کیا تمہارے کوئی غریب رشتہ دار ہیں؟
امیدوار۔ جی ہوں گے' لیکن میں ان کو نہیں جانتا۔
آفیسر۔ کیا کوئی امیر رشتہ دار؟
امیدوار۔ جی ہوں گے۔ لیکن وہ مجھے نہیں جانتے۔

مینیجر۔ آج خزانچی کہاں ہے؟
کلرک۔ گھوڑدوڑ میں گئے ہیں۔
مینیجر۔ (حیرت سے) دفتر کے وقت میں؟
کلرک۔ جی ہاں! آج حساب پورا کرنے کے لیے آخری موقع ہے۔

مجسٹریٹ۔ کیا تم جانتے ہو کہ اگر تم جھوٹ بولے' تو اس جھوٹے حلف پر اللہ تمہیں کیا سزا دے گا؟
گنوار۔ ہاں سرکار دوزخ میں جھونکا جاؤں گا۔
مجسٹریٹ۔ اور اگر تم سچ بولے۔
گنوار۔ تو مقدمہ ہار جاؤں گا۔

استاد۔ پاجامہ واحد' یا جمع؟
شاگرد۔ اوپر سے واحد' نیچے سے جمع۔

بڑا بھائی۔ اللہ جانے آج استرے کو کیا ہو گیا ہے۔ بالکل نہیں چلتا۔
چھوٹا بھائی۔ تو کیا آپ کے بال پنسل سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ پنسل تو بڑے مزے سے بن گئی تھی۔

ایک گداگر کسی (امیرزادی) کی محبت میں دن رات آوارہ و سرگرداں پھرتا رہتا۔ لوگوں نے اس کو کہا کہ کیوں ایک' ناممکن الحصول معاملہ کے لیے اپنی عمر عزیز برباد کر رہا ہے۔ اس نے کہا "نصف معاملہ تو طے پا چکا ہے۔ باقی نصف بھی طے ہو جائے گا۔ یعنی میں رضامند ہوں اور وہ رضامند نہیں۔

استاد۔ کل تم حاضری لگوا کر سکول سے کیوں بھاگ گئے تھے؟
چھوٹا لڑکا۔ جناب! یہ الزام "غلط ہے۔ میں ہرگز نہیں بھاگا' بلکہ آہستہ آہستہ جا رہا تھا۔

لڑکا۔ (والدہ سے) اماں جان! کیا مجھے کوئی ایسا کام کرنا چاہیے کہ جس کے نتیجے میں مجھے مارا پیٹا جائے۔
والدہ۔ بیٹا! تمہیں ہرگز ہرگز ایسا کام نہ کرنا چاہیے۔

لڑکا۔ میں آج سے سکول نہ جایا کروں گا۔ وہاں مجھے ہر روز مار پڑتی ہے۔

ایک رئیس نے نوکر رکھا اور کام کی تفصیل اس طرح پیش کی۔ "تم کو گھوڑا ملنا' دانہ دلنا۔ دانہ کھلانا' تھان صاف کرنا۔ گھاس کھود کر لانا۔ کمرے صاف کرنا۔ گھوڑا کسنا۔ سواری کے ساتھ چلنا۔ دو وقت کھانا پکانا تین وقت چائے تیار کرنا۔ بستر بچھانا' رات کو پاؤں دبانا۔ بازار سے سودے خرید کر لانا' جنگل سے لکڑیاں لانا' برتن وغیرہ دھونا۔ ان کے علاوہ حسب ضرورت سب کام کرنے ہوں گے۔ سائیس نے پوچھا "حضور کے یہاں قریب کوئی میدان بھی ہے۔" رئیس نے کہا "وہ کیوں؟" سائیس نے کہا "اس لیے کہ فرصت کافی ہو گی' فالتو وقت میں اینٹیں بھی بنایا کروں گا۔"

چچی۔ کیوں ننھے! تم نے حروف تہجی یاد کر لیے؟

ننھا۔ جی ہاں۔

چچی۔ بھلا بتاؤ تو الف کے بعد کونسا حرف آتا ہے؟

ننھا۔ باقی سب حروف الف کے بعد ہی آتے ہیں۔

باپ۔ کیوں بیٹا تم نے جمع کا قاعدہ سیکھ لیا ہے؟ بھلا بتاؤ تو بیس میں اور کتنے ملائیں کہ پچیس ہو جائیں۔

بیٹا۔ ابا جان! بس اتنے ہی ملانے چاہئیں' جتنے ملانے سے پچیس ہو جائیں۔

مریض۔ ڈاکٹر صاحب! مجھے یہ گولیاں کس وقت کھانی چاہئیں۔

ڈاکٹر۔ بس حسب معمول دو دفعہ۔ سونے کے بعد اور جاگنے سے پہلے۔

وکیل۔ میں تمہارا مقدمہ لینے کو تیار ہوں' لیکن یہ تو بتاؤ کہ تمہارے پاس کچھ رقم بھی ہے؟

مئوکل۔ جناب نقد تو میرے پاس کچھ نہیں۔ البتہ قیمتی سنہری گھڑی اور بہت بڑھیا فونٹین پین ہے۔

وکیل۔ چلو خیر اسی سے کام چل جائے گا۔ اب یہ بتاؤ کہ تمہارے اوپر کیا الزام ہے؟

موکل۔ بس جناب! "صرف" اسی گھڑی اور پین کی چوری کا۔

افضل کو کسی شرارت پر اس کے ابا نے خوب پیٹا۔ بے چارہ رو دھو کر اپنی ماں کے پاس جا بیٹھا اور کہنے لگا۔ اماں جان! کیا یہ سچ ہے کہ حضرت آدمؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے؟

ماں۔ ہاں بیٹا اللہ نے ان کو اپنی قدرت کاملہ سے بغیر باپ کے پیدا کیا تھا۔ مگر کیوں تم کس لیے پوچھتے ہو؟

افضل۔ میں سوچتا تھا کہ وہ بڑے خوش قسمت تھے' جو باپ کی مار سے بچ گئے۔

ماں۔ تمہیں کس نے مارا ہے؟

لڑکا۔ ابا جان نے۔

آقا۔ (نوکر کے سیڑھیوں پر گرنے کی آواز سن کر) اے جمن! کہاں گر پڑا! کیا چیز توڑ دی؟

نوکر۔ (کراہتے ہوئے) جی حضور! میں سیڑھیوں پر سے گر پڑا' ہائے میری ٹانگ ٹوٹ گئی۔

آقا۔ خیر جو کچھ بھی تم نے توڑا ہے' تمہاری تنخواہ سے وضع کیا جائے گا۔

کسی مطلوب مفرور آدمی کے ایک مکان میں شب باش ہونے کی اطلاع پر پولیس پہنچی۔ افسر تفتیش نے مطلوبہ مکان پر پہنچ کر دستک دی۔ مالک مکان باہر نکلا۔

پولیس آفیسر۔ کل رات اس مکان میں کون کون اشخاص سوئے تھے؟

مالک مکان۔ حضور کل رات ہمارے گھر میں ایک آدمی بھی نہیں سویا۔ میری بیوی تو درد قولنج کے مارے رات بھر تڑپتی رہی۔ میرے لڑکے کو پرسوں کھیلتے ہوئے پاؤں پر سخت چوٹ آئی تھی' تمام رات درد سے کراہتا رہا۔ لڑکی کی آنکھیں دکھتی تھی' ساری رات آنکھوں میں بسر کی۔ میرے خسر عابد شب بیدار ہیں' تمام رات عبادت میں گزار دی۔ اور مجھے تو ہمیشہ سے بے خوابی کی شکایت ہے' کروٹیں بدلتے بدلتے صبح ہو جاتی ہے۔

سیاح۔ (ملاح سے) میں دریا میں نہانا چاہتا ہوں' کیا اس میں بڑی مچھلیاں تو نہیں؟

ملاح۔ آپ اطمینان سے نہائیے' بڑی چھوٹی تمام مچھلیوں کو مگرمچھ ختم کر چکے ہیں۔

مریض۔ ڈاکٹر صاحب! میرے ساتھ کچھ رعایت کیجئے۔ میں بہت غریب آدمی ہوں۔ ممکن ہے کبھی میں بھی آپ کی کوئی خدمت کر سکوں۔

ڈاکٹر۔ تم کیا کام کرتے ہو؟

مریض۔ میں گورکن ہوں۔

ماں۔ (چھوٹی بچی سے' جو پہلے دن ہی سکول گئی تھی) بیٹی حمیدہ! تم نے سکول میں کچھ سیکھا؟

حمیدہ۔ نہیں اماں! آج تو کچھ نہیں سیکھا' کل شاید پھر جانا پڑے۔

مینجر ہوٹل۔ ذرا باہر تشریف لا کر قوس قزح کا دلفریب نظارہ دیکھیے۔

مسافر۔ اس کے لیے تو زائد رقم طلب نہیں کیجئے گا؟

بچہ۔ (ٹیلفون پر) آج میرا لڑکا بیمار ہے۔ وہ مدرسے نہیں آ سکتا۔

ماسٹر۔ (آواز پہچان کر) اور یہ ٹیلفون پر کون بول رہا ہے؟

بچہ۔ (گھبرا کر) ماسٹر صاحب! ٹیلفون پر میرے ابو بول رہے ہیں۔

ایک وکیل نے اپنے بچے کو جھوٹ بولنے کے جرم میں سزا دی۔ بچہ دیر تک روتا رہا۔ جب رو چکا' تو اس نے اپنے باپ سے پوچھا' ابا جان! یہ تو بتاؤ کہ یہ جھوٹ بولنے پر مجھے کب تک سزا ملا کرے گی۔ اور میں اس قابل کس دن ہوں گا کہ آپ کی طرح جھوٹ بولنے پر مجھے روپیہ ملے۔

باپ۔ بیٹا رشید! کمرے میں جا کر دیکھنا' کلاک چل رہا ہے یا نہیں۔

رشید۔ ابا جان! کلاک چل تو نہیں رہا۔ کھڑا دم ہلا رہا ہے۔

ایک شخص کا گدھا مسجد میں چلا آیا۔ مالک بھی تلاش کرتا ہوا وہاں آ پہنچا۔ دیکھا تو ملا صاحب گدھے کو مار رہے ہیں' بولا "کیوں مارتے ہو؟ گدھا تھا چلا آیا' کبھی ہم بھی تمہاری مسجد میں آئے ہیں۔"

فقیر۔ باؤجی! مجھے ایک روپیہ دیجئے۔ میں آنکھوں سے اندھا ہوں۔
باؤ۔ لیکن ایک آنکھ تو تمھاری بالکل ٹھیک ہے۔
فقیر۔ پھر آپ آٹھ آنے ہی دے دیں۔

ایک نئے تعلیم یافتہ جنہوں نے تھوڑی بہت سائنس سے واقفیت حاصل کی تھی اور اپنے کو بڑا سائنس دان خیال کرتے تھے، چلے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک دیوار پر گوبر کے چھوٹے چھوٹے اپلے لگے ہوئے تھے۔ آپ وہاں کھڑے ہو کر سوچنے لگے۔ اتنے میں ان کا ایک دوست بھی آنکلا اور پوچھنے لگا "فلاسفر صاحب کیا سوچتے ہو؟" فلاسفر بولا "میں یہ سوچتا ہوں کہ اس دیوار پر بھینس نے کس طرح چڑھ کر گوبر کیا ہوگا؟" دوست بہت ہنسا اور سلام کر کے چل دیا۔

اظہر۔ (پردادا سے) دادا صاحب! کیا آپ حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں بیٹھے تھے؟
پردادا۔ نہیں بیٹا۔
اظہر۔ تو پھر آپ کیسے بچ گئے؟

ایک نئی دلہن کے سسرال میں بچہ پیدا ہونے کی مدت کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی، دلہن جو چند روز کی شادی شدہ تھی، بولی، ہمارے ہاں تو چھ ماہ کے بعد بچہ پیدا ہوتا ہے۔ ساس نے کہا، ساری دنیا میں تو نو ماہ کے بعد پیدا ہوتا ہے، دلہن نے کہا اب کی دفعہ تو میں اپنے ہی خاندان کی رسم ادا کروں گی، دوسری دفعہ دیکھی جائے گی۔

استاد۔ لڑکو! تم جانتے ہو، بے موقع بارش کسے کہتے ہیں؟
ایک لڑکا۔ جو سنیچر کی شام کو ہو۔

ایک سانڈنی سوار جا رہا تھا۔ راستہ میں سانڈنی کی مہار ٹوٹ گئی اور وہ بے تحاشا بھاگی۔ اس بدحواسی میں سوار کے ایک دوست نے پوچھا "بھائی ایسی جلدی، کہاں کا ارادہ ہے؟ سوار بولا جہاں سانڈنی کی مرضی۔

ایک فلسفی شجاعت کی تعریف کر رہا تھا۔ ایک سپاہی اسے سن کر ہنس پڑا۔ دوسرا شخص جب اس کی ہنسی پر خفا ہوا، تو سپاہی نے کہا "یہ بیان شجاعت میں نے ابابیل کی زبانی سنا ہے، اگر باز سے سنتا تو ہرگز نہ ہنستا۔

اشرف۔ کیا آپ نے مقدمہ کے متعلق دونوں وکیلوں کی رائے لی۔ کیا دونوں کی رائے ایک ہی تھی؟
رشید۔ ہاں جناب! دونوں نے فیس کے پچاس پچاس روپے ہی طلب کیے۔

تار بابو کی بیوی بکواس سے تھکے ہوئے شوہر کا دماغ پریشان کر رہی تھی۔ شوہر خاموش تھا۔ بیوی نے جھلا کر پوچھا۔ آخر تم بولتے کیوں نہیں؟ میاں نے سر کھجا کر جواب دیا "میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اگر تم اپنے میکے سے مجھے اتنے لفظوں کا تار دیتیں، تو تمہارے باپ کو 275 روپے 12 آنے صرف کرنے پڑتے۔"

مالک مکان۔ تمام مزدور تو بارہ بارہ اینٹیں لاتے ہیں، لیکن تم صرف چھ اینٹیں لاتے ہو؟
مزدور۔ جی یہ تمام کے تمام کام چور اور حرام خور ہیں۔ دوسرا پھیرا لانے سے جی چراتے ہیں۔
الف۔ تمہارے منہ پر بال اگ آئے ہیں۔ ایسے نوجوان ہو کر پھر بھی ایک چور سے تم ڈر گئے۔

ب۔ جناب! میرے منہ پر بال اگے ہیں' پستول نہیں اگے کہ میں چور کا مقابلہ کر سکتا۔

شریف آدمی۔ تم نے قمیض تو گم کر دی اور دھلائی کی اجرت بھی طلب کرتے ہو۔

دھوبی۔ جناب وہ استری کرنے کے بعد گم ہوئی تھی۔

ایک مقروض نے سنا کہ "وقت روپیہ ہے۔" وہ اپنے قرضخواہ کے پاس' جس کا اس نے ایک ہزار روپیہ دینا تھا' گیا اور پوچھنے لگا "جناب کتنے سال جمع کیے جائیں' تو ایک ہزار روپیہ بنتا ہے؟"

آقا۔ (نئے سائیس سے) نہیں اس طرح نہیں ہونے کا۔ کیا مجھے بیوقوف سمجھتے ہو؟

سائیس۔ میں اس امر میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیوں کہ کل ہی یہاں آیا ہوں۔

ارشد۔ آپ سحری تو ہر روز باقاعدہ کھاتے ہیں لیکن روزہ کبھی نہیں رکھتے۔

دوست۔ سبحان اللہ۔ ایک تو میں روزہ نہیں رکھتا' دوسرے اگر سحری بھی نہ کھاؤں تو بالکل کافر ہو جاؤں۔

ترجمہ از ادب ہندی

مالی آتا دیکھ کلیاں کریں پکار
کھلے کھلے چن لیے کل ہماری بار

مت ستائے غریب کو بری غریب کی آہ
موئے بکرے کی کھال سے لوہا بھسم ہو جا

مت ستائے غریب کو بری غریب کی آہ
بکرے کی کھال سے لوہا گل جاتا ہے

سفید دھولے سب اچھے' سفید اچھے نہ بال
بیوی ڈرے نہ دشمن مرے' نہ قدر کرے حکومت

گوڑھی لالی دیکھ کے پھول کا گمان ہووے
کتنے جہاں میں لگ لگ کر سوکھ گئے

گہری سرخی دیکھ کے پھول مغرور ہوئے
کتنے جہان میں لگ لگ سوکھ گئے

پینا چاہے جام محبت خدا' رکھنا چاہے تکبر
ایک میان میں دو تلوار دیکھا' سنا نہ کان

دین گنوایا دنیا میتی' دنیا چلی نہ ساتھ
پیر کلہاڑا ماریو غافل اپنے ہاتھ

نزدیک ہے لیکن نظر نہیں آتا' لعنت ایسی زندگی
تلسی اس جہان کو بھیا ہوا موتیا بند

سر رکھنے سے سر جاتا ہے' سر کٹانے سے فتح ہوتی ہے
جیسے بتی چراغ کی کٹنے سے زیادہ روشنی ہوتی ہے

آج کل کے بیچ میں جنگل ہوئے گا باس
اوپر اوپر ہل پھریں ڈھور چریں گے گھاس

آج کل کے بیچ میں جنگل میں ہو گا قیام
اوپر ہل پھریں حیوانات چریں گے گھاس

ہڈیاں جلیں جیسے لکڑی' بال جلیں جیسے گھاس
سب دنیا جلتی دیکھ کر ہوئے کبیر اداس

گناہ غیر کا دیکھ کے چلے ہنس ہنس کر
اپنا یاد نہ آتا جس کا حد نہ شمار نہ آخر

تنکا کبھوں نہ نندیئے جو پاویں تلے ہو
کبھی اڑا آنکھوں پڑے پیڑ گھنیری ہو

تنکے کی کبھی برائی نہ کیجئے جو پاؤں کے نیچے ہو
کبھور اڑ آنکھوں پڑے درد بہت ہو

سچ بغیر یاد اللہ نہیں' خوف بغیر عبادت نہ ہو
پتھر جو سونا بناتا ہے' سونا کس طرح سے ہو

ایسی بات بولیے' جو من کی خودی کھوئے
جہاں کرم وہاں ایمان' جہاں لالچ وہاں گناہ ہے
جیسے آنکھوں میں پتلی' ویسے اللہ دل میں ہے
جیسے تیل تل میں ہے' جیسے چقماق میں آگ
سچ بولنا' صبر کرنا' غیر عورت کو ماں سمجھنا
شہوت' غضب' محبت' لالچ کی جب تک من میں کان ہے
نصیحت اس کو دینی چاہیے جو نصیحت کا اہل ہو
پڑھ پڑھ کے سب جگ موا' پنڈت بھیا نہ کوئے
تعلیم حاصل کر کے سب جہاں مرا عالم ہوا نہ کوئی
جیتے جی مٹی بنے رہو' اللہ راضی ہو گا
من میلا' تن اجلا' بگلا سا بھیس
جس نے ڈھونڈا اسنے پایا' محبوب حقیقی دل میں ہے
مالا پھیرت جگ بھیا پھرا نہ من کا پھیر
تسبیح پھیرتے مدت ہوئی' پھرا نہ دل کا پھیر
تسبیح تو ہاتھ میں پھرے' زبان پھرے منہ میں
پانی کے بلبلے کی مانند اس انسان کی اصلیت ہے
کبیرا انت مرجائیں گے' کوئی نہ لے گا نام
کبیر آخر مرجائیں گے کوئی نہ لے گا نام
سوکن سے سولی بھلی' جو ترت کالے جی
سوکن سے پھانسی اچھی' جو فوراً نکال لے جان
آج کہے میں کل عبادت کروں گا' کل پھر کل
کال کرے سو آج کر' آج کرے سو اب
کل کرے سو آج کر' آج کرے سو اب
آسن مارے کیا ہوا' مری نہ من کی آس
معتکف ہوئے سے کیا ہوا' مری نہ دل کی خواہشات
بڑی ہوا تو ہوا جیسے بڑی کھجور
پتا ٹوٹا ڈال سے' لے گئی پون اڑائے
پتا ٹوٹا ڈال سے' لے گئی ہوا اڑائے
لینے کو اللہ کا نام ہے' دینے کو خیرات
خواہشات کے بس میں دل رہے' دل کے بس ہے عقل

اوروں کو ٹھنڈا کرے اور خود ٹھنڈا سیتل ہوئے
جہاں غصہ وہاں موت' جہاں خاکساری وہاں آپ ہے
بیوقوف لوگ نہیں جانتے' ہیں ڈھونڈتے
تیرا محبوب تجھ میں بسے' جاگ سکے تو جاگ
تس پر بھی نہ اللہ ملے' تو تلسی داس ضامن ہے
تلسی! عالم اور بیوقوف دونوں ایک جیسے ہیں
نصیحت نہ دیجئے بندر کو جو بئے کا گھر اجاڑ دے
ڈھائی اکھر پریم کا پڑھے سو پنڈت ہوئے
ڈھائی حروف ، محبت کے جو پڑھے وہ عالم ہو جائے
دادو پہلے مر رہو پیچھے مرے سب کوئی
تجھ سے کوا اچھا جو باہر اور اندر ایک سا ہے
یہ جہاں سودائی ہے' جو ادھر ادھر ڈھونڈنے جاتے ہیں
کرکا منکا ڈال کر تو من کا منکا پھیر
ہاتھ کا منکا ڈال کر تو دل کا منکا پھیر
نفس تو چاروں طرف پھرے' یہ تو یاد اللہ نہ ہوئی
دیکھتے ہی چھپ جائے گے جیسے ستارا صبح کا
اجڑ جا بسائیں گے چوڑ ستا گام
اجاڑ جا بسائیں گے' چھوڑ ستا آباد گاؤں
سولی سے سوکن بری جو آدھ بٹائے پی
پھانسی سے سوکن بری جو آدھا لے شوہر
آج کل ہی کرتا ہوا بھول جائے گا چال
پل میں پر کے ہوئے سی پھیر کرے گا کب
پل میں قیامت ہوئے سی پھیر کرے گا کب
تیلی کارے بیل جیوں' گھر ہی کوس پچاس
تیلی کارے بیل جیسے گھر ہی کوس پچاس
پنچھی کو چھایا نہیں پھل لاگے اتی دور
اب کے بچھڑے نہ ملیں' دور پڑیں گے جائے
اب کے جدا ہوئے' نہ ملیں دور پڑیں گے جائے
تیرنے کے لیے خیرات' ڈوبنے کو تکبر
عقل کو یاد خدا کیسے بھلے ہو سکے جہاں ایسے اسباب فساد ہوں

ات سے کوئی نہ آیا جاسے پوچھو دہائے
ادھر سے کوئی نہ آیا' جس سے پوچھوں جا کر
جس کے لیے جہاں ڈھونڈا' سو وہ تو دل ہی میں ہے
نایاب انسانی زندگی ہے' دیانہ جائے کاربار
بہت پیارا مت کرو' کر تھوڑے کی آس
اونچے پانی نہ ٹکے نیچے میں ٹھہرائے
نفس کے مارے جنگل گئے' جنگل کو ترک کر کے بستی میں گئے
خالص سونا ترک کرنا آسان ہے' آسان ہے عورت کی محبت
مایا تجی تو کیا ہوا' مان تجا نہیں جائے
دولت ترک کی تو کیا ہوا' تکبر ترک نہ ہو سکے
چھوڑے نہ اپنی سیس سر جائے تو جائے
چلنا ہے' رہنا نہیں' چلنا بسوئے سونی صد
برا جو دیکھن میں چلا' برا نہ دیکھا کوئے
محبت دنیا سخت تکلیف وہ ہے
کبیر دل مردہ ہوا' نا طاقت ہوا جسم
دھیاں خبوائی لے گئے' بھوواں لے گئے پوت
بیٹیاں داماد لے گئے بھوواں لے گئیں پوت
موتی اچھے سیپ سمندر مانھ
موتی پیدا ہو سیپ میں اور سیپ سمندر میں
آپ سے ملے دودھ برابر مانگ ملے سو پانی
کبیر مر مر بچ رہا' کوئی نہ بوجھے سار
کبیر مر مر بچ رہا' کوئی نہ سمجھے حقیقت
میں شوہر پرست کی' کبھو نہ ہوا برا کام
پانی جیسے پیارا ہے ماچھی کو' لالچی کو پیارا ہے روپیہ
کبیر کیوں غرور کرتا ہے' موت پکڑے ہاتھ اور سر
پھانسی کے اوپر گھر کیا' زہر کا بنایا کھانا
یہ دنیا کوٹھی آگ کے چھوتے ہی آگ لگ جاتی ہے
شوہر پرست کو آرام بہت ہے' جس کا شوہر ایک ہے
شوہر پرست اور بدکار کا ایک ہی مندر میں قیام ہے
پرائی عورت خفیہ چھری ہے' نہ پیدا کرے کوئی تعلق

ات سے ست کوئی جات ہے بھار لدے لدائے
ادھر سے ست کوئی جات ہے' بھار لدے لدائے
پرہ ڈال بھرم اس لیے سوجھے نہ
درخت سے پتا جھڑے پھر نہیں لگیا ڈالی سے
بہت پیارا جن کیا' وہ بھی گئے اداس
نیچا ہو سو بھر پئے' اونچ پیاسا جئے
کہیں کبیر کیا سمجھئے یہ دل مجھے نہیں
تکبر برائی' لالچ نایاب ہے ترک کرنا یہ
مان ورگلے بڑے منی مان سبھی کو کھائے
تکبر نے ورغلائے بڑے بزرگ' تکبر سب کو کھائے
بات گئی تو سب گیا پھر کیا کرے اپائے تدبیر
سچ تھوڑے سے سہاگ پر کیا گندھاوے سیس
جو دل کھوجا اپنا' مجھ سے برا نہ کوئے
محبت دنیا کی ترک کر دے' ہوگا سبکدوش
پیچھے لگے ہری پھیرں کہیں کبیر کبیر
تریا جو بن لے گئی' رہے اوت کے اوت
عورت حسن لے گئی' رہ گئے بیوقوف کے بیوقوف
ہر میوا کوئی کاڑھنے درجا کو کم ناتھ
جانبازی کوئی نکالے دوسرے کا کام نہیں
کہے نانک خون برابر جس میں کھینچا تانی
وہ لو ہری کا داس ہے' موت رہی تھک ہار
وہ تو اللہ کا بندہ ہے' موت رہی تھک ہار
شوہر پرست ننگی رہے' تو وہی خاوند کی شرم
ماں کو پیارا لڑکا عبادت پیاری ہے اللہ کو
نہ جانے کہاں مارے گی گھر میں یا پردیس میں
موت بچاری کیا کرے' آٹھ پہر ہوشیار رہ
اندر رہے تو جل مرے' سادھو پرے تو بھاگ
من میلی بدکار' جس جا کے شوہر بہت ہیں
یہ تو سرخرو خاوند سے' وہ گھر گھر پھرے اداس
دس سروں والا راون' مرگیا پرائی عورت کے ساتھ

نیک انسان سے ملتے ہی عیب دار بھی ہنر مند ہوئے
جس سے کچھ پایئے کریئے تاہ اس کی امید
یاد اللہ سے دل لگایئے' جیسے چراغ سے پروانہ
جسم کو تکلیف دیں بیوقوف' سانپ یعنی نفس نہ مارا جائے
فریدا اللہ حلق میں' خلق لبے رب اندر
تلسی اپنے اللہ کو یاد کرو' شوق سے یا تنگ ہو کر
آنکھ ناک منہ ڈھانپ کے نام اللہ لے
سر منڈائے کیا ہوتا ہے' جو چارا برو کا صفایا کیا
مرنے پیچھے مت ملو کہے کبیر اے خدا
خدا کا نام لینے والے کوڑھی اچھے جن کے ٹپکے چمڑے پیپ
تلسی میدان جنگ میں لڑنا' ایک ساعت کا کام ہے
جیسا کرنا اللہ کو منظور ہو' ویسی ہی عقل ہو جاتی ہے
سدا نہ پھولیں توریاں اور سدا نہ ساون ہوئے
ہمیشہ نہ پھولیں توریاں اور سدا نہ ساون ہوئے
ندی ناؤ کا بیٹھنا پلک ایک کی پریت
دریا میں کشتی پر ایک ساعت کی محنت ہے
دوجیوں میں گانٹھ بندھے' جب ہو من کا میل
رام نام کی لوٹ ہے' لوٹی جائے سو لوٹ
ہم دیکھتے ہیں دنیا جاتی ہے' دنیا دیکھے گی ہم جائیں گے
راجہ جنک کی بیٹی جسرتھ کی بہو' راجہ چندر نے بیاہی
لاکھ سہیلی ہر قسم کی تدبیر کر دیکھو سب کوئی
بھیکا بھوکا کوئی نہیں' ہر گٹھڑی میں لال
بھیکا بھوکا کوئی نہیں ہر گٹھڑی میں لال
پیدائش موت کی تکلیف یاد کر' جھوٹے کام ترک کر
نفس کے کہنے نہ چلئے نفس کی خواہشات بیشمار
گرو چیلا لالچی دونوں کھیلیں داؤں
گوری سووے سیج پر مکھ پر ڈالے کیس
چل خسرو گھر اپنے سانجھ بھئی پردیس
جہاں کام تہاں نام نہیں' جہاں نام نہیں کام
جہاں شہوت وہاں یاد اللہ نہیں' جہاں یاد خدا ہو نہیں شہوت

بادل ساتھ کھارا سمندر ملے برسنے پر میٹھا ہوئے
خشک تالاب پر گئے کیسے بجھت ہے پیاس
جان دے دے پل ایک میں جلتے وقت نہ موڑے جسم
احمق بانبی نہ ڈسے' سرپ سانپ سب کو کھائے
برا کس کو کہا جائے' جب تجھ بغیر کوئی نہیں
زمین میں پڑے سب اگ آئیں گے الٹے سیدھے بیج
اندر کے دروازے جب کھلیں' جب باہر کے بند ہوں
نفس کو تو مونڈا نہیں جس کا سارا فساد ہے
لوہا مٹی ہو گیا پھر پارس کس کام
نثار کروں سنہری جسم کو جس منہ میں نہیں یاد اللہ
ہر روز اٹھ نفس سے جنگ کرنا' بغیر تلوار جہاد و جنگ ہے
ہونے والی دل میں بس جاتی ہے' بھول جاتی ہے ہوش
سدا نہ جوبن تھر رہے اور سدا نہ جیوے کوئے
ہمیشہ نہ حسن قائم رہے اور ہمیشہ نہ زندہ رہے کوئی
پل میں جات ہیں یہی جگت کی ریت
پل میں جدا ہو جاتے ہیں یہی دنیا کا طریقہ ہے
یا تو کھیلو انت تک' یا مت کھیلو یہ کھیل
آخر موت آئے گی' جان نکل جائے گی
ہم خود بر سر راہ بیٹھے ہیں کس کس کا افسوس کریں
رسو مشادی. ششٹ نے کیں مگر کوئی صاحب باطن تقدیر
باشدنی شدنی نہیں ہونی ہو سو ہوئی
گرہ کھول پر کھونا ہیں اس بدھ بھئے کنگال
گرہ کھول کر جانچو نہیں اس وجہ سے ہوئے مفلس
جن جن راستوں پر چلنا ہے' وہی راستہ درست کر
جو نفس پر سوار ہیں سو' سادھو کوئی ایک
گرو خدمت مانگتا' چیلا مانگے آزادی
بوقت نزع حضرت امیر خسرو نے فراق
محبوب میں یہ دوہا کہا۔
دونوں کبھی ناہیں ملیں ربی رجنی اک ٹھام
دونوں کبھی نہیں ملتے سورج رات ایک جگہ

چھوٹی موٹی عورت سب ہی زہر کی بیل — دشمن مارے داؤ سے' یہ مارے ہنس کھیل
جا کو راکھے سائیاں' مار نہ سکے کوئے — بال نہ بانکل کر سکے' جو جگ بیری ہوئے
جو کو رکھے اللہ' اس کو مار نہ سکے کوئی — بال نہ ٹیڑھا کر سکے' خواہ تمام زمانہ دشمن ہو جائے

مشہور سخی اور ہندی شاعر عبدالرحیم خانخاناں جس وقت محتاجوں کو مال تقسیم کیا کرتا تھا' تو اپنی آنکھیں نیچی رکھتا تھا تاکہ محتاج شرمندگی محسوس نہ کریں اور خود اظہار شرمندگی کرتا۔ لوگوں نے اس کا باعث پوچھا۔ دوہا

کس سے سیکھے خان جی' ایسی انوکھی دین — دام گرہ سے دیوت ہو پھر نیچے راکھو نین

تو اس نے جواب میں یہ دوہا کہا۔

دینے والا دیوت ہے دیوت دن رین — لوگ بھرم مجھ پر کیں یاہ سے نیچے نین

(ترجمہ):۔ دن رات دینے والا منعم حقیقی تو اللہ ہے۔ میری کیا حقیقت ہے' جو کچھ دے سکوں۔ اس لیے میں لوگوں کے گمان بے جا سے شرمندہ ہوں۔

ایشور چار آدمیوں سے زیادہ پیار کرتے ہیں اور چار پر زیادہ غصہ۔

جن چار آدمیوں سے زیادہ پیار کرتے ہیں:۔

1۔ دان' یعنی خیرات کرنے والے کو پریم کرتے ہیں۔ لیکن جو کنگال ہوتے ہوئے بھی دان کرتا ہے' اس پر زیادہ پریم کرتے ہیں۔

2۔ سوربیر یعنی سچے بہادر پر پریم کرتے ہیں۔ لیکن جو سوربیر چار دان ہو' اس پر زیادہ پریم کرتے ہیں۔

3۔ دین یعنی خاکسار پر پریم کرتے ہیں۔ لیکن جو دھنی یعنی مالدار ہو کر بھی خاکسار ہے' اس پر زیادہ پریم کرتے ہیں۔

4۔ بھگت یعنی عابد سے پریم کرتے ہیں۔ لیکن جو دھنی یعنی مالدار ہو کر بھی بھگتی کرتا ہے۔ اس پر زیادہ پریم کرتے ہیں۔

جن چار پر زیادہ غصہ اور کرودھ کرتے ہیں:۔

1۔ لوبھی یعنی حریص' طامع پر کرودھ کرتے ہیں۔ لیکن جو دھنی ہو کر لوبھ یعنی طمع کرتا ہے۔ اس پر زیادہ کرودھ کرتے ہیں۔

2۔ پاپ یعنی گناہ کرنے والے پر کرودھ کرتے ہیں۔ لیکن جو بڑھاپے میں پاپ کرتے ہیں۔ اس پر زیادہ کرودھ کرتے ہیں۔

3۔ ہنکاری یعنی متکبر پر کرودھ کرتے ہیں' لیکن جو بھگت ہو کر ہنکار کرتا ہے' اس پر زیادہ کرودھ کرتے ہیں۔

4۔ دراچاری یعنی بد چلن پر کرودھ کرتے ہیں۔ لیکن جو دوان یعنی عالم ہو کر دراچاری کرتے' اس پر زیادہ کرودھ کرتے ہیں۔

پرم ایشور کو ادنیٰ سی ناراضگی کے پانچ درجے ہیں۔

(1) انسان کو سفر در پیش آتا ہے۔ (2) وہ سفر پیدل طے کرنا پڑتا ہے۔ (3) کچھ بوجھ بھی اٹھانا

پڑتا ہے۔ (4) وہ سفر جیٹھ اساڑھ کی گرمیوں میں آتا ہے۔ (5) سفر سے ناکام واپس آتا ہے۔

چھ سکھ :۔ اول سکھ روگی کایا۔ دوسرا سکھ گھر میں مایا۔ تیسرا سکھ حکم کی ناری۔ چوتھا سکھ پتر ادھکاری۔ پانچواں سکھ راج میں پاسا۔ چھٹا سکھ شہر میں باسا۔

ویاس جی کا نوجوان شاگرد تھا' جو عورتوں میں بیٹھ کر بھاگوت کی کتھا سنایا کرتا تھا۔ ایک دن ویاس جی نے کہا' تم اس بے حیا حرکت سے باز آجاؤ۔ اس نے کہا۔ میں نفس پرست نہیں ہوں' مجھ کو دل پر پورا پورا قبضہ حاصل ہے۔ ویاس جی چپ رہے۔ ایک دن برسات کے موسم میں پانی چھم چھم برس رہا تھا۔ نوجوان فقیر اپنے پھونس کے جھونپڑے میں بیٹھا کچھ پڑھ رہا تھا۔ ایک عورت آئی اور جھونپڑے کے کنارے بیٹھ گئی۔ فقیر بولا۔ چل پرے ہٹ' یہاں کیوں آئی ہے؟ اس نے جواب دیا۔ اللہ آپ کا بھلا کرے۔ پانی برس رہا ہے۔ ہوا تیزی کے ساتھ چل رہی ہے۔ سردی سے سخت بدحال ہوں' ذرا پانی تھم جاتا ہے' تو میں چلی جاؤں گی۔ فقیر چپ ہو گیا اور کتاب پڑھنے لگا۔ عورت اور آگے کی طرف کھسکی۔ اس نے پھر ڈانٹ پلائی۔ وہ بولی "بابا! باہر کی ٹھنڈی ہوا بہت ستا رہی ہے۔ آپ فکر نہ کریں' میں پانی تھمنے پر چلی جاؤں گی۔" فقیر خاموش پھر پڑھنے لگا' مگر دل میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہونے لگے۔ وہ عورت کھسکتے کھسکتے اس کے پاس جا پہنچی۔ اس نے ہاتھ بڑھایا۔ عورت نے منہ پر زور سے طمانچہ مارا اور کہا "مردود! کہتا تھا میں دل پر غالب ہوں! وہ دل تیرا اب کہاں گیا؟" نوجوان نے دیکھا کہ طمانچہ مارنے والی عورت کی شکل میں خود ویدویاس جی ہیں۔ سخت شرمندہ ہوا۔ غور فرمایئے کس طرح ویاس جی نے اپنے شاگرد کو دل پر قابو پانے کا سبق سکھایا اور کام وبو کے چنگل سے چھڑایا۔

ایک راجہ بڑا بے رحم اور ظالم تھا۔ اپنی رعایا پر بہت ظلم اور تعدی روا رکھتا تھا۔ رعایا تنگ آ کر ہمیشہ دست بدعا تھی کہ کسی طرح ان کو ایسے ظالم کے ظلم سے پناہ دے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ راجہ شکار کو گیا۔ جب واپس آیا' تو اپنی بادشاہت میں سب جگہ منادی کرادی کہ آج تک جو ظلم و ستم میں اپنی رعایا پر کر چکا ہوں' اس کی تلافی کرنا محال ہے' لیکن آئندہ میری طرف سے سب لوگ اطمینان رکھیں کہ ان کی کبھی کوئی حق تلفی نہ ہوگی اور نہ ان پر کبھی ظلم و ستم ہونے پائے گا۔ مجھے کئی واقعات سے کافی عبرت مل گئی ہے۔ اب میں ظلم نہ کروں گا' اپنی رعایا کے حقوق کا خیال رکھوں گا۔ ان پر کسی طرح آنچ نہ آنے دوں گا اور اپنے کاموں سے ان کے دلوں کو اپنانے کی کوشش کروں گا۔ راجہ کی اس غیر معمولی منادی سے لوگوں میں ہلچل مچ گئی۔ لوگ راجہ کی عادتوں سے بخوبی واقف تھے۔ انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ ایک دن میں راجہ کی زندگی ایسا پلٹا کھا جائے گی کہ وہ ظلم سے دستبردار ہو کر رعایا کا بھی خیر خواہ بن جائے؟ مگر راجہ اپنے قول و اقرار پر قائم رہا۔ اس دن سے ملک کی بہبودی میں مصروف ہوا کہ سب لوگ امن و آرام سے زندگی بسر کرنے لگے۔ رعایا بھی اسے دل سے چاہنے لگی اور اس کی درازی عمر اور سلطنت کے قیام کے لئے دعائیں مانگنے لگی۔ وزیر و مشیر حیران تھے کہ راجہ میں یک لخت ایسی تبدیلی ہونے کی کیا وجہ ہے؟ ایک دن وزیر نے عرض کی کہ جہاں پناہ! اگر جاں بخشی ہو تو ایک سوال کروں؟ راجہ نے بڑی خوشی سے اجازت دی۔ وزیر نے عرض کی "عالی جاہ! ہم حیران ہیں کہ منادی کے دن سے آپ کیونکر ہر

ایک برائی سے ہاتھ اٹھا کر لوگوں کو بھلائی میں ہمہ تن کوشاں رہنے لگے۔ یہ اسرار ہمارے لئے معمہ ہے' جو سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر آپ سمجھادیں' تو نوازش شاہانہ سے بعید نہ ہو گا۔" راجہ نے فرمایا "اے وزیر! جس دن کا تم ذکر کرتے ہو میں جنگل میں شکار کھیلنے کے لئے گیا تھا۔ وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کتا لومڑی کے پیچھے دوڑا چلا جاتا ہے' آخر کتے نے لومڑی کی ٹانگ پکڑلی۔ وہ غریب لومڑی ٹانگ کتے کے منہ میں چھوڑ کر جان بچا کر بھاگی۔ یہ تماشا دیکھ کر میں چند ہی قدم آگے بڑھا ہوں گا کہ ایک شخص نے دل لگی میں' ایک پتھر اس طرح گھما کر مارا کہ کتے کا سر پھٹ گیا۔ ایک گھوڑا سرپٹ دوڑتا ہوا آتا تھا' پتھر مارنے والا اس کے جھپٹ میں آکر گرا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ گھوڑا بھی بہت دور نہ گیا تھا کہ خود اس کی ٹانگ' ایک سوراخ میں پھنس کر ٹوٹ گئی۔ یہ ماجرا دیکھ کر میرے دل میں سخت چوٹ لگی اور میری آنکھوں کے سامنے فوراً اپنی برائیوں اور بے رحمیوں کا نقشہ کھنچ گیا۔ میں نے سمجھ لیا کہ اس دنیا میں برے کام کا نتیجہ جلد ہی مل جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بدی کا انجام بدی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں اس دن سے دل پر چوٹ کھا کر برائی سے بچتا اور اپنی رعایا کی بہبودی کی فکر میں رہتا ہوں۔" مثل مشہور ہے کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی ؎

ڈر ظلم سے کہ اس کی جزا بس شتاب ہے ۔۔۔ آیا عمل میں یاں کہ مکافات ہو گئی

ہندوستان قدیم میں ہستناپور بہت بڑا راجدھانی تھا۔ اس خاندان میں ایک راجکمار (ولی عہد) بھیشم نامی تھا۔ جو اپنے والدین کا نہایت فرمانبردار تھا۔ اس کے باپ کا نام مہاراجہ شن تنو تھا۔ اس کے بعد راج گدی کا واحد و جائز وارث بھیشم تھا۔ مگر شن تنو کو بڑھاپے میں شادی کا شوق ہوا' اور چاہتا تھا کہ ایک خوبصورت راجکماری سے شادی کرے۔ ستیہ وتی کے باپ نے کہا' میں اپنی بیٹی کی شادی تمہارے ساتھ کردوں گا' مگر یہ عہد کرو کہ اس کے بطن سے جو بیٹا پیدا ہو' وہ تمہارے بعد راج سنگھاسن پر بیٹھے لیکن اس سے بھیشم اپنے جائز حق سے محروم رہتا تھا' اس لئے راجہ شن تنو نے انکار کردیا۔ بھیشم کو جب یہ حال معلوم ہوا' تو وہ ستیہ وتی کے باپ کے پاس گیا اور کہا تم لڑکی کی شادی میرے باپ سے کردو اور میں ہمیشہ مدت العمر شادی نہ کرنے' عہد باندھتا ہوں اور تمہاری بیٹی ستیہ وتی کی اولاد راج کرے گی۔ غرض اس پختہ قول و اقرار کے بعد ستیہ وتی مہاراجہ شن تنو کی ہو گئی۔ بھیشم اپنے اقرار پر قائم رہا۔ جب راجہ شن تنو مر گیا' تو بھیشم گدی پر نہیں بیٹھا اور ستیہ وتی کے بڑے بیٹے کو جو ابھی چھوٹی ہی عمر کا تھا' گدی پر بٹھا دیا اور آپ ہر طرح سے اس کی اور سلطنت کی خبر گیری کرتا رہا۔ پھر اس کا یہ چھوٹا بھائی دو چھوٹے چھوٹے بیٹے دھرت راشٹر' و پانڈو چھوڑ کر مر گیا۔ بھیشم انہیں اپنے بیٹوں کی طرح سمجھتا تھا اور خود تمام عمر شادی نہ کرنے کے عہد پر قائم رہا۔

ایک راجہ کے دربار میں ایک دن پانچ عالم برہمن آئے' جو سنسکرت ودیا کی خاص خاص شاخوں کے پنڈت تھے اور دنیا میں ان کے علم کا ڈنکا بجتا تھا۔ ایک ان میں دیا کرنی (قواعد دان) تھا۔ دوسرا نیایک (منطقی) تھا۔ تیسرا گندھرب ودیا (موسیقی) میں طاق تھا۔ چوتھا جوتشی تھا اور پانچواں وید (حکیم) تھا۔ راجہ ان کی تحقیقات اور ان کی باتوں کو سن کر بڑا خوش ہوا اور بہت کچھ انعام میں دیا مگر جب اس نے اپنے وزیر سے ان کی لیاقت کی تعریف کی' تو وزیر نے کہا میں ان احمقوں کی عزت نہیں کرتا۔ یہ دنیا کے کام کے نہیں ہیں۔ ایک خاص خیال کی ادھیڑ بن میں رہتے ہیں۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔ راجہ نے پوچھا اس کا امتحان کیونکر ہو؟ اس نے کہا ان کو ایک مکان میں جگہ دیجئے اور کھیئے اپنا

کھانا اپنے ہاتھ سے تیار کریں۔

ایسا ہی کیا گیا اور راجا جی نے ایک ہوشیار نوکر کو مقرر کیا' تاکہ ان کی حرکات کی نگرانی کرے۔

نیایک (منطقی) بازار میں گھی خریدنے گیا اور گھر آ کر سوچنے لگا گھی برتن کے آدھار (سہارے) پر ہے یا برتن گھی کے آدھار پر ہے۔ اس نے بڑی بڑی دلیلیں سوچیں۔ آخر جب برتن کو الٹا' گھی گر پڑا اور تب اس کی سمجھ آیا کہ گھی برتن کے آدھار پر ہے۔

دیا کرنی (قواعدوان) دہی مول لینے گیا۔ دہی بیچنے والی عورت نے کہا' دہی اچھی ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں دہی مذکر ہے' مونث نہیں ہے۔ تم کو اچھی نہیں بلکہ اچھا کہنا چاہئے۔ عورت گنوار تھی' بولی "مذکر مونث اپنے گھر رکھ چھوڑ' کہیں مجھ کو گالی تو نہیں دیتا' میں تجھ کو دہی نہیں دوں گی۔" دیا کرنی نے کہا۔ "اشبدہ شبد و بولنا پاپ ہے' تو پاپنی ہے۔ اشدھ کتھانہ کیا کر۔" عورت نے پاپ کا لفظ سن کر اس کو دو ہتڑ لگایا اور وہ اداس ہو کر بغیر دہی کے گھر چلا آیا۔

گانے والا جب چاول پکانے بیٹھا' ہانڈی کھد کھد کرتی ہوئی ابلنے لگی اور یہ اپنے سر تال کے موافق کھٹ کھٹ کرنے لگا۔ سورت' ادات' انودات پر وچار کرنے لگا۔ مگر ہانڈی کو سر تال کی کیا پروا تھی۔ اس نے کئی دفعہ چاہا کہ وہ باقاعدہ آواز دے' مگر ناکامیابی ہوئی آخر اس نے ہانڈی کو توڑ دیا۔

جوتشی کو پتل بنانے کا کام دیا گیا اس نے برگد کے پتے توڑے' درخت پر گرگٹ کو رنگ بدلتے دیکھا' سمجھا بدشگونی ہوئی۔ درخت سے اتر آیا اور پتل تیار نہ ہو سکی۔

ویدجی ترکاری خریدنے گئے تھے۔ جو ترکاریاں دیکھنے میں آئیں سب بادی' کچھ پت کا خیال کرنے لگے۔ کسی میں صفراء کا مادہ زیادہ تھا کسی میں سودا' اور کسی میں بلغم کا۔ مجبوراً واپس آئے۔

دوپہر کا وقت ہو گیا۔ کھانا نہیں تیار ہو سکا۔ دن بھر دکھی رہے۔

اپاجی کے نوکر نے سارا حال اس کو سنایا۔ اس نے راجہ سے کہا' دیکھا ان عالم احمقوں کی کرتوت کو۔ یہ پڑھے لکھے گدھے ہیں۔ دنیا کا کام دھندا ان کو نہیں آتا۔ آدمی کو تعلیم ایسی ملنی چاہیے جو لوک و پرلوگ (دین و دنیا) دونوں کی سدھارک (مصلح) ہو۔ یہ بے وقوف دھوبی کے کتے کی طرح نہ گھر کے نہ گھاٹ کے ہیں۔ آپ ہمیشہ ان سے بچ کر رہئے گا۔ ورنہ یہ آپ کو برباد کر کے تب چین لیں گے۔ راجہ نے کہا سچ ہے' جو علم کہ دین و دنیا کی باتوں سے بے خبر رکھتا ہے۔ وہ ناکارہ ہے۔

یہ پڑھے لکھے مورکھ دراصل لفظوں کے گورکھ دھندوں میں پھنسے رہتے ہیں۔ نہ ان کو کرم کی سمجھ ہے نہ گیان کی۔ جہاں اڑ گئے سواڑ گئے۔ اصلیت کو نہیں جانتے' مگر غرور اتنا کرتے ہیں کہ ہچو من دیگرے نیست یعنی میرے جیسا کوئی دوسرا نہیں ہے' لہٰذا انسان عالم باعمل ہونا چاہئے۔

جوگی راجہ

تواریخ میں مذکور ہے کہ سکھدیو جی نے اپنے باپ بید بیاس جی سے کہا' میں چاہتا ہوں کہ مجھ کو گیان حاصل ہو جائے

اور جیون مکت تھا مرتبہ میسر ہو۔ باپ نے ہدایت کی کہ تم راجہ جنک کے پاس جاؤ' چونکہ طالب صادق تھا' منازل طے کر کے راجہ کے دروازے پر پہنچ گیا' اور دربانوں سے کہا کہ راجہ جی کو میرے آنے کی اطلاع دے دو کہ سکھدیو جی' بید بیاس جی کا پتر آیا ہے۔ راجہ نے کہا' اچھا کھڑا رہنے دو۔ تین روز کے بعد پھر اطلاع کی' تو کہا اچھا دوسرے دروازے پہ لاؤ۔ وہاں بھی تین روز کھڑا رہا۔ تیسری بار اطلاع کی' تو کہا آنے دو۔ سکھدیو اندر گیا' تو دیکھا کہ تمام ٹھاٹھ دنیاداری کا موجود ہے۔ دل میں خیال کیا کہ یہ تو خود جگت بیوپاری ہے۔ مجھ کو کیا تعلیم کرے گا؟ راجہ کو یہ وسوسہ منکشف ہو گیا۔ اس کو ٹھہرایا اور دوسرے دن شہر کے تمام اطراف اور گلی کوچوں میں ناچ رنگ اور جابجا تماشا کرایا گیا۔ پھر سکھدیو جی کو طلب کیا اور ایک کٹورا دودھ سے لبریز اس کے ہاتھ پر رکھا اور کہا کہ جاؤ شہر جنک کی پوری کی پوری سیر کرو' مگر خبردار دودھ نہ گرنے پائے' اور دو سپاہی شمشیر برہنہ اس کے ہمراہ کئے کہ اگر ایک قطرہ بھی اس سے گرے' تو سکھدیو کے پرزے اڑا دو۔ اسی طور سے جیسا اس کو حکم ہوا تھا' وہ دونوں سپاہی سکھدیو جی کو شہر میں پھرا کر لے آئے۔ راجہ نے پوچھا۔ "دودھ تو نہیں گرا۔" سپاہیوں نے عرض کیا کہ حضور اگر ایسا ہوتا' تو یہ آپ کے پاس سلامت کیسے پہنچتے؟ قتل نہ کر دیئے جاتے۔ پھر راجہ سکھدیو جی کی جانب متوجہ ہوا اور دریافت کیا کہ آج تم نے تماشا تو خیر دیکھا ہوگا' جابجا ناچ تماشے کی دھوم دھام تھی۔ اس نے جواب دیا کہ مہاراج! مجھ کو اس کٹورے کی حفاظت بلائے جان ہو رہی تھی۔ ہر دم یہی خوف تھا کہ اگر دودھ کا قطرہ بھی گرا' تو فوراً مارا جاؤں گا۔ بھلا اس حالت میں تماشا کیا دیکھتا؟ مجھ کو بجز دودھ کے اور کوئی شے نظر نہیں آئی۔

اس وقت راجہ نے فرمایا کہ جس طرح تم پر یہ ایک دن گزرا' ہمارا ہر وقت یہی حال رہتا ہے۔ اس دولت وحشت کا طمطراق اور مال و جاہ کی کروفر ہماری نظر میں سب ہیچ ہے۔ ہماری توجہ کسی کی طرف نہیں۔ تم نے ظاہری سلطنت و حکومت اور دولت و ثروت دیکھ کر ہماری حالت کو قیاس کیا۔ اے سکھدیو! اسی واقعہ سے جو تم پر گزرا' سمجھ لو کہ سپاہی ملک الموت ہے۔ تن کٹورہ من دودھ اور راگ رنگ جو راہ میں ہو رہا تھا' دنیائے فانی کا سیر و تماشا ہے۔ اسی طرح ہم نے بھی دنیا کے دھندے میں دل نہیں لگایا کہ ایسا نہ ہو' دودھ گر جائے اور دل یاد الٰہی سے چوکے اور مارا جائے۔ اس کے بعد راجہ جنک نے سکھدیو جی کو اس کے حوصلے کے موافق تعلیم دے کر رخصت کیا۔

دکھیا سنسار

مہاراجہ گول چند سے اس کے وزیر نے ایک روز عرض کیا کہ ہندو عقیدہ تناسخ کے مطابق سینکڑوں جونیں' کتا' بلی' بیل' چیل' کوا' کیڑے مکوڑے وغیرہ کی بھگتنے کے بعد نہایت مشکل سے عرصہ ہائے دراز کے بعد انسانی جامہ نصیب ہوتا ہے۔ آپ اس انسانی جون سے جو کہ اشرف المخلوقات ہے' کچھ تو لذات دنیوی بھی اٹھائیں اور اعتدال کے ساتھ حقوق نفس بھی ادا کریں' پرمیشور کی بھگتی بھی کریں اور دنیا بھی بھوگیں' کیونکہ پرمیشور نے دنیا کو بے فائدہ ہی پیدا نہیں کیا ہے۔

دنیا میں ہے جو کچھ کہ وہ انساں کے لئے ہے　　آراستہ یہ گھر اسی مہماں کے لئے ہے

اس کے جواب میں راجہ گوپی چند نے جو کچھ کہا' اسے ہر ایک انسان کو ہر وقت پیش نظر رکھنا واجب ہے۔ "اے نادان خیر خواہ وزیر! دنیا و عیش دو متضاد باتیں ہیں۔ زمانہ کے ہر ایک پل کے اندر ہزار ہا آفات ناگہانی پوشیدہ ہیں۔ حوادث غیر متوقع اور مصائب دنیوی کی بے شمار بلائیں ہر ذی حیات کی ہستی کو نگل جانے کے لئے ہر چہار طرف منہ کھولے ہوئے کھڑی رہتی ہیں' جس سے کسی انسان کو کسی صورت مفر نہیں اور اس چند روزہ دنیا میں ہر متنفس کو کم و بیش پس و پیش ان سے مختلف صورتوں میں دوچار ہونا پڑتا ہے۔ سب سے زیادہ یہ کہ موت کا کالا اونٹ ہر شخص کے دروازے پر ہر وقت بندھا ہوا ہے۔ حیرت ہے کہ اس کو ہر وقت دروازے پر بندھا ہوا دیکھ کر اور چلاتا ہوا سن کر ہم کس طرح پر امن اور مطمئن زندگی بسر کر سکتے ہیں؟ یا یہ سمجھو کہ ہر ایک انسان کو پھانسی کا حکم مل چکا ہے لیکن لٹکائے جانے کی تاریخ کسی کو سنائی نہیں گئی۔ نہ معلوم کہ کس کو کس وقت تختہ دار پر لٹکا دیا جائے؟ تعجب ہے کہ اس قدر سخت مخدوش حالت میں ہم کس طرح چند ساعت' چند روزہ' یا چند سالہ دنیاوی عارضی لذات سے بہرہ ور ہونے کی جرات کر سکتے ہیں؟ دنیا تو در کنار آرام و اطمینان تو مرنے کے بعد بھی نہیں مل سکتا۔"

کیا جانے گھڑی کون تھی منحوس وہ ناکام　　جس وقت ملا جان سے یہ جسم بدانجام
جب تک رہے دنیا میں رہا غم سے سدا کام　　جاتے ہیں عدم کو تو وہاں بھی نہیں آرام
واں حشر کی دہشت سے فراغت نہیں ملتی　　تن چھوڑ کے بھی روح کو راحت نہیں ملتی
تیرے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا　　یہاں مرنے کی پابندی وہاں جینے کی پابندی

جے پور میں سیٹھ ساگر چند مشہور سخی گزرے ہیں' ایک سادھو نے التجا کی کہ میں ایک لاکھ روپیہ دیکھنا چاہتا ہوں' سیٹھ نے فوراً ایک لاکھ روپوں کا ایک چبوترہ بنا دیا۔ سادھو نے اشیرباد اور دعائے خیر کی اور چلنے لگا۔ سیٹھ نے کہا' مہاراج یہ روپیہ اب آپ ہی لے جایئے۔ سادھو نے شکر گزاری کے ساتھ انکار کیا۔ سیٹھ نے پھر اصرار کیا کہ لے جایئے' ایسے دانی (سخی) کہیں نہیں ملیں گے۔ سادھو نے نہایت انکسار کے ساتھ کہا' تو ایسے تیاگی بھی کہیں نہیں ملیں گے' چنانچہ وہ تمام روپیہ سیٹھ نے محتاجوں میں سادھو کے کھڑے کھڑے تقسیم کر دیا۔ سادھو نے کہا' اب میری آتما کو شانتی ہو گئی۔ تو سچا دانی اور میں سچا تیاگی ہوں۔

عادل راجہ

کریال نامی ایک راجہ بڑا عادل تھا۔ ایک روز ہاتھی پر سوار ہو کر شہر کی حالت دیکھنے نکلا۔ ہر طرف دیکھتا بھالتا پھرتا تھا کہ ایک حسین عورت پر اس کی نظر پڑی۔ دیکھتے ہی فریفتہ ہو گیا۔ ہاتھی کو اسی طرف لے جانا چاہتا تھا کہ اپنی خواہش کو پورا کرے' لیکن پاسبان عقل نے منع کیا۔ آخر وہاں سے پھر کر محل میں داخل ہوا' اور دوسرے روز سارے اہلکار اور برہمن جمع کر کے راجہ نے کہا' میں چاہتا ہوں کہ جیتے جی اپنے تئیں آگ میں گرا کر جلا ڈالوں' سب نے وجہ دریافت کی۔ راجہ نے کہا کل مجھ سے ایسی حرکت ظہور میں آئی کہ پرائی استری پر میرا دل بگڑا۔ یہ سن کر

برہمنوں نے کہا۔ "تم راجہ ہو کر ایسی پاپ کی کھوٹی نگاہ رکھو تو ہمیں بھی تمہارا جینا نہیں بھاتا۔ اب یہی بہتر ہے کہ ایسی بے دھرم زندگی سے اپنے تئیں پھونک کر راکھ بناؤ۔ آخر کار چتا چنی گئی اور آگ بھڑک اٹھی۔ تب راجہ نے ارادہ کیا کہ اس میں کود پڑے۔ برہمنوں نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا' تدارک ہو چکا کیونکہ بدن کی کچھ تقصیر نہ تھی۔ یہ سب آتما (ضمیر) کا گناہ تھا۔ سو اس کو کافی سزا مل گئی۔ جو اتنی دیر اس کو کوفت رہی۔ تب راجہ نے جان کے عوض بہت سا دھن خیرات کیا۔

کلجگ (بابا سیاہ پوش)

میرے کھلونے رنگ رنگیلے — ہنسے جوانی' بچپن کھیلے
رام اور سیتا چھ پیسے میں — کرشن اور رادھا چھ پیسے میں
میں نے پکارا راون دے دو — بولا تین آنے میں لے لو
لچھمن سستا شوبی سستا — راون کیوں ہے اتنا منگا؟
بولا یہ ہیں چھوٹے چھوٹے — بنتے ہیں تھوڑی مٹی سے
اف! اور یہ راون کالا — اونچا موٹا دس سر والا
جب بھی میں ہوں اسے بناتا — مال مسالہ ہے لگ جاتا
اس کو مہنگا گر نہ بیچوں — کنبہ اپنا کیسے پالوں؟
پوچھا اسے بناتے کیوں ہو؟ — اتنا مال لگاتے کیوں ہو؟
سیتا بیچو' رام کو بیچو — رادھا بیچو' شام کو بیچو
بولا اس کی مانگ بڑی ہے — گھر گھر مورت یہی پڑی ہے
چلا گیا جب مورت والا — تنہائی میں میں نے سوچا
سیتا رام کا گیا زمانہ — سچ کو دنیا نے نہ مانا
راون کا ہے راج جگت میں — ہر ایک ہے محتاج جگت میں
پاپ کی نیا تیر رہی ہے — سانچ کی کشتی ڈوب رہی ہے
سیتا رام کے گئے پجاری — اب ہے راون کی مختاری
انسانوں کے انساں دشمن — رام گئے اور رہ گئے راون
پھینکے بم اور چاقو مارے — راون کے ہیں وارے نیارے

وقت اجل

اذجاء اجلھم لایستاخرون ساعتہ ولا یستقدمون۔

جب کہ وقت اجل آجاتا ہے' نہ ہی ایک ساعت پیچھے ہوتا ہے' نہ ہی ایک ساعت آگے۔ خواہ کوئی دولت میں قارون' تکبر میں فرعون' ظلم میں ضحاک' تمرد میں نمرود' بزدلی میں رستم' روئیں تنی میں اسفندیار' خوبصورتی میں یوسفؑ' صبر میں ایوبؑ' درازی عمر میں نوحؑ' بسالت میں موسیٰؑ' مصوری میں مانی' عشق میں مجنوں' عدل و سیاست میں عمرؓ' ملک گیری میں معاویہؓ' دبدبہ میں ابوبکرؓ' عیاشی میں محمد شاہ' اقبال میں اکبر' فصاحت میں سحبان' انصاف میں عثمانؓ' حکمت میں لقمان' دانش میں ارسطو' سخاوت میں عبدالرحمٰنؓ بن عوف' طوالت قامت میں عوج بن عنق' موسیقی میں تان سین' شاعری میں انوری' فردوسی و سوری' مردانگی میں محمد فاتح' خاموشی میں زکریاؑ' گریہ میں یعقوبؑ' رضا جوئی میں ابراہیمؑ' غزا میں محمود' جہالت میں ابوجہل' حیاداری میں عثمانؓ' غربت میں یحییٰؑ' ذہانت میں فیضی' شقاوت میں پلید' تصوف میں بایزیدؒ' حکومت میں سلیمانؑ' نازک دماغی میں تاناشاہ' شجاعت میں علیؓ' خونریزی میں چنگیز' فلسفہ میں امام غزالیؒ' رفاہ عام میں شیر شاہ سوری' محسن کشی میں روہیلہ' فقہ میں امام اعظمؒ' قادر اندازی میں بہرام گور' کسب حلال میں سلطان ناصر الدین' صدق میں ابوبکرؓ' خوش الحانی میں داؤدؑ' کثیر الازدواجی میں واجد علی شاہ' جہاد میں سلطان صلاح الدین' سیاحت میں ابن بطوطہ' پختگی ارادہ میں علاؤالدین خلجی' رتبہ شہادت میں عثمانؓ اور دنیائے دوری میں عبداللہ بہلویؒ ہی کیوں نہ ہو لیکن موت سے کسی کو رستگار نہیں۔

نادریں گلہ گو سنندے ہست	نہ شنید اجل ز قصابی' انتہا یہ کہ
بدنیا گر کسے پایندہ بودے	ابوالقاسم محمدؐ زندہ بودے

انسان خواہ کیسا ہی احمق اور کتنا ہی بیوقوف کیوں نہ ہو' لیکن موت کا یقین اس سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ موت کا سیاہ بادل جو اس پر آنے والا ہے۔ اس کے فاصلے کے حساب اور میعاد نزول میں خواہ وہ غلطی کرے' مگر اس کو یہ یقین کامل ہے' کہ وہ میرے سر پر ضرور آئے گی۔ خواہ وہ کیسا ہی زبردست و قوی اور جوان عمر ہو' مگر موت کے پنجے میں ضرور گرفتار ہو گا۔ قضا و قدر نے جو موت کا فتوی دے دیا ہے' وہ کسی طرح نہیں ٹل سکتا۔ کوئی چیز دنیا میں ایسی نہیں ہے جس کو وہ کہہ سکے کہ یہ میری ہے' مگر موت اور وہ زمین جو کہ اس کی ہڈیوں کو چھپائے گی۔ کوئی امر موت کے آنے سے زیادہ تحقیق اور موت کے آنے کے وقت سے زیادہ لاتحقیق نہیں۔ اس واسطے انسان کو چاہئے کہ وہ موت کے لئے ہمیشہ آمادہ رہے۔ خواہ ظاہری حالات اس کی زندگی کی کیسی ہی تائید کریں' کیونکہ زندگی میں آنے کا صرف ایک راستہ ہے اور جانے کے ہزاروں راستے ہیں۔ دنیا کی زندگی موت پر موقوف ہے۔ دنیا جب تک ہی دنیا ہے کہ ایک مخلوق مرتی ہے اور دوسری اس کی جگہ پیدا ہوتی ہے۔ اگر ہم موت سے غافل ہو جائیں' تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ موت ہمیں بھول گئی۔

رہ مرگ سے کیوں ڈراتے ہیں لوگ   بہت اس طرف کو تو جاتے ہیں لوگ

لوگ موت کی یہ شکایت ناحق کرتے ہیں کہ وہ ناگہانی اچانک اور دفعتہ ہمارے پاس آ جاتی ہے' حالانکہ موت سب جگہ موجود ہے۔ وہ ہم کو سب جگہ ملتی ہے۔ ہر مقام پر بہانہ موت موجود ہے۔ وہ تو ہمیشہ اپنے آنے کی خبر دیتی رہتی ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ میں مروں گا اور مرنے کا کوئی وقت معین نہیں' اگر یہ دونوں باتیں معلوم نہ ہوتیں' تو بے شک شکایت بجا ہوتی۔ ہم روزانہ بلکہ ہر وقت اپنی آنکھوں سے امیر و غریب' بچے' بوڑھے' تندرست اور بیماروں کو مرتے دیکھتے ہیں' لیکن پھر بھی غفلت اس قدر اور اعمال ایسے ہیں کہ گویا ہم اس کو بالکل بھول بیٹھے ہیں۔ قدیم مشرقی بادشاہوں کا مقرر کردہ ایک افسر ہوا کرتا تھا' جو ہر صبح کو کسی خاص وقت ان کو موت کی یاد دلایا کرتا تھا۔ موت کے اکثر یاد رکھنے کا نتیجہ یہ ضرور ہوتا ہے کہ انسان دنیا کے کاموں کی بے جا ہوس نہیں کرتا اور کسی پر ظلم و تعدی اور جور و ستم کرنے سے باز رہتا ہے۔ جن بادشاہوں نے ساری دنیا کو فتح کرنے کی آرزو کی' یا جن عالموں نے دنیا کے کل علوم میں کمال چاہا' وہ اگر موت کو یاد رکھتے تو یہ آرزوئے بے جا نہ کرتے۔

فکر منزل ہو گئی' انکا گزرنا دیکھ کر   زندہ دل میں ہو گیا' اوروں کا مرنا دیکھ کر

حکایت:۔ ایک بیوہ عورت کا اکلوتا لڑکا مر گیا' لیکن فرط محبت سے وہ بیچاری ماما کی ماری اس کو زندہ خیال کر کے اس کے علاج کی کوشش میں دربدر ماری پھرتی تھی' ہرچند حکما اس کو سمجھاتے کہ تمہارا لڑکا مر چکا ہے' لیکن جوش محبت میں اندھی ہونے کے باعث اس کو یقین نہ آتا تھا۔ آخر کار لوگ اس کو مہاتما بدھ کے پاس لے گئے کہ شاید وہ اپنے تدبر و دانائی سے اس عورت کو سمجھا سکیں۔ مہاتما بدھ نے اس سے کہا کہ فی الحقیقت تمہارا لڑکا مر گیا ہے' لیکن میں اس کو زندہ ضرور کر سکتا ہوں' بشرطیکہ تو مجھے ایسے گھر سے پانی کا ایک کٹورا لا کر دے' جس گھر میں کبھی کوئی آدمی مرا نہ ہو' تاکہ میں اس پانی پر تیرے بیٹے کو زندہ کرنے کا منتر پھونکوں۔ اس عورت نے پانی حاصل کرنے کے لئے تمام شہر چھان مارا' لیکن کوئی گھر ایسا نہ ملا' جس میں کوئی نہ مرا ہو' بلکہ بہت سے گھروں میں سے تو جو جواب ملا وہ یہ کہ مرے زیادہ ہیں اور زندہ کم ہیں۔ آخر کار لاچار اور مایوس ہو کر وہ مہاتما بدھ کے پاس واپس آئی اور اپنی اس کوشش میں ناکام رہنے کا ماجرا بیان کیا۔ مہاتما نے اس سے کہا کہ جب تمام شہر میں تجھے ایک گھر بھی ایسا نہیں ملا' جس میں کوئی مرا نہ ہو۔ تو تو اپنے مرے ہوئے لڑکے کے زندہ ہونے کی کیا امید کر سکتی ہے؟ اس بات سے اس عورت کو صبر اور اپنے لڑکے کے مر جانے کا یقین آ گیا' اور اس کی تجہیز و تکفین پر رضامند ہو گئی۔

نہ رنج رفتگاں کر رفتہ رفتہ   پہنچ جائے گا تو بھی کارواں تک

زر کسیز شاہ ایران اپنی بے شمار فوج کو دیکھ رہا تھا' جبکہ وہ یونانیوں سے لڑنے کے لئے دریائے ہلی پانٹ عبور کر رہی تھی۔ خوشی سے چہرہ ہشاش بشاش تھا کہ میں لاکھوں آدمیوں پر حکمران ہوں' مگر دفعتہ چہرہ بدل گیا اور بے اختیار اشکبار ہو گیا۔ اس خیال سے کہ چالیس پچاس سال کے اندر اندر ان آدمیوں میں سے کوئی بھی نہ رہے گا۔

ایک سادھو کی منڈلی میں کسی نے کہا کہ والئی جے پور مہاراجہ امر سنگھ تو مر مر کے بچے ہیں۔ سادھو نے کہا' بچے بچ بچ کے مرے گا' آخر کب تک بچے گا۔

موت مطلق چوں مال زندگی ست مرگ موش و مرگ اسکندری یکی ست

استاد۔ لڑکو! اس کہانی سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر بکرا اپنی ماں کا کہنا مانتا اور جنگل کی طرف نہ جاتا' تو شیر اس کو کس طرح سے کھا سکتا تھا۔

ایک لڑکا۔ "جناب اگر وہ شیر سے بچ جاتا' تو انسان اس کو کھا جاتے۔" صحیح نتیجہ تو یہ ہے۔ زندگی ایک مسلسل سفر ہے جس کی آخری منزل موت ہے۔ ع چہ بر تخت مردن و چہ بر تختہ

اسی مفہوم کا ہندی مقولہ ہے۔ جب آیا اس ویہہ کا انت جیسے گدھا ویسے سنت ۔

قبر پر کر اک تعمق کی نظر بحر ہستی کی یہیں پر تھاہ ہے

ایک شخص نے اپنی اکلوتی بیٹی کے جہیز میں ضروریات زندگی کی تمام اشیاء بہم پہنچائیں۔ قضائے الہی سے وہ لڑکی شادی کے چند روز بعد ہی فوت ہو گئی۔ الم رسیدہ باپ نے یہ شعر فرط غم میں موزوں کیا۔

یہ آیا یاد اے آرام جاں اس نامرادی میں کفن دینا تمہیں بھولے تھے ہم سامان شادی میں
اس گلستان میں بہت کلیاں مجھے تڑپا گئیں کیوں لگی تھیں شاخ میں کیوں بن کھلے مرجھا گئیں

ایک منصف (سب جج) کا جنازہ جا رہا تھا۔ کسی شاعر نے فی البدیہہ شعر پڑھا۔

آج دنیا کی کچہری سے سدھارے منصف ملک الموت کی ڈگری ہوئی ہارے منصف

حکایت:۔ ایک سوداگر نے اپنے دوست سے جو ایک جہاز کا ناخدا تھا' پوچھا' تمہارے والد بزرگوار نے کیونکر وفات پائی؟ ناخدا نے کہا آپ میرے والد کی نسبت خاص کر کے کیا پوچھتے ہیں؟ میرے آباؤ اجداد سب ڈوب کر مرتے ہیں۔ اس واسطے کہ صدہا پشت سے جہاز رانی کا پیشہ ہمارے خاندان میں ہے۔ سوداگر نے کہا' کیا تم کو ڈر نہیں لگتا کہ تم بھی ایک دن باپ دادا کی طرح ڈوب کر ہی مرو گے؟ ناخدا نے کہا' بے شک ڈوبنے کا خوف تو ہے' لیکن موت سے گریز کہاں ہو سکتا ہے۔ بھلا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے آباؤ اجداد کیونکر مرے؟ سوداگر نے جواب دیا "گھر میں مرے اور کہاں مرے۔" ناخدا نے کہا' آپ نہیں ڈرتے کہ اس گھر میں آپ کو بھی مرنا ہو گا۔

قوی شدیم چہ شد ناتواں شدیم چہ شد چنیں شدیم چہ شد یا چناں شدیم چہ شد
ہیچ گونہ دریں گلستان قرارے نیست تو بہار شدی چہ شد' ما خزاں شدیم چہ شد

نتیجہ یہ کہ آدمی خشکی میں رہے' یا دریا میں' موت سے کسی جگہ نجات نہیں۔

پیام مرگ سے اے دل اترا کیوں دم نکلتا ہے مسافر روز جاتے ہیں' یہ رستہ خوب چلتا ہے
مصروف طاہران چمن ہیں کلیل میں صیاد تانت باندھ رہا ہے غلیل میں

حکایت:۔ ایک دن حضرت سلیمانؑ کے پاس ملک الموت آدمی کی شکل میں ملاقات کے لئے آئے۔ اس وقت حضرت سلیمانؑ کا وزیر بھی بیٹھا ہوا تھا۔ ملک الموت نے اس وزیر کی طرف کئی مرتبہ غور کے ساتھ دیکھا۔ جب ملک الموت چلے گئے' تو وزیر نے حضرت سلیمانؑ سے پوچھا' حضرت! یہ شخص کون تھا؟ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا' عزرائیل۔ وزیر نے کہا مجھ کو کئی بار عزرائیل نے گھورا۔ اس سے مجھ کو بڑا خوف پیدا ہوا۔ آپ ہوا کو حکم دیں کہ مجھ

کو بوماس کے جزیرے میں پہنچا دے۔ حضرت سلیمانؑ نے ہوا کو حکم دیا اور بات کی بات میں وزیر ہوا کے گھوڑے پر سوار کئی ہزار کوس جزیرہ بوماس میں جا داخل ہوا۔ جونہی ٹاپو میں قدم رکھا' حضرت عزرائیل آ موجود ہوئے' اور وزیر کی روح قبض کی۔ کئی روز بعد پھر عزرائیل حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں گئے اور حضرت سلیمانؑ نے اپنے وزیر کا قصہ بیان کیا۔ عزرائیل نے عرض کیا۔ اس روز جو میں اس شخص کی طرف بار بار دیکھتا تھا' اس کی یہی وجہ تھی' میں حیران تھا کہ اس کی مدت حیات پوری ہو چکی ہے اور دو گھڑی بعد جزیرہ بوماس میں مجھ کو اس کی روح قبض کرنے کا حکم ہے۔ یہ یہاں کیوں بیٹھا ہے؟ نتیجہ یہ کہ انسان کا خمیر جہاں کا ہے' وہیں اس کو مرنا ہے۔

دو چیز آدم راست بزور — یکے آب و دانہ دگر خاک گور
سیٹھ جی کو فکر اک کو دس دس کیجئے — آیا ملک الموت بولا جان واپس کیجئے

حکایت:۔ ایک ہرن کی آنکھ کسی صدمے کی وجہ سے جاتی رہی۔ بے چارہ شکاریوں کے ڈر سے دریا کے کنارے چرا کرتا اور جو آنکھ ضائع ہو چکی تھی دریا کی طرف سے کچھ خطرہ نہ سمجھ کر' اس آنکھ کا رخ دریا کی طرف رکھتا۔ اتفاقاً کوئی شکاری کشتی میں سوار چلا جاتا تھا۔ جونہی وہ ہرن کے برابر آیا' گولی ماری اور ہرن کا کام تمام کیا۔ یاد رکھو زندگی کو ہر طرف سے آفت ہے۔ کسی حالت میں مطمئن نہیں رہنا چاہئے۔

نہ پوچھو میری انتہا موت ہے — وہ مجرم ہوں جس کی سزا موت ہے
قیام زندگی بحر فنا میں غیر ممکن ہے — یہ کشتی تیر کی صورت چلی جاتی ہے طوفاں میں
یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے — زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے

ملکہ الزبتھ اول نے مرتے وقت کہا کہ اگر کوئی ڈاکٹر اب مجھے زندہ رکھے' تو میں ایک منٹ کی قیمت ایک لاکھ دینے کو تیار ہوں۔

شتربان صحرا گزیں گر میرد — شہنشاہ مسند نشین ہم نماند
اگر مرد ناداں بوحشت بمیرد — خرد مند باریک بین ہم نماند
تخت آراء تھا جو کل' وہ آج زیر خاک ہے — عالم فانی کا منظر کیسا عبرت ناک ہے

حضرت حسن بصریؒ جواہرات کی تجارت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ روم تشریف لے گئے۔ وہاں وزیر کے ملاقات ہوئی۔ وزیر نے کہا آج ہم ایک جگہ جا رہے ہیں۔ اگر آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں' تو اچھا ہے۔ آپ بھی راضی ہو گئے اور ان کے ہمراہ جنگل تشریف لے گئے۔ جنگل میں دیکھا کہ اطلس کا ایک قیمتی خیمہ ایستادہ ہے۔ وزیر کے پہنچتے ہی سب سے پہلے ایک لشکر جرار نے خیمے کا طواف کیا۔ پھر حکیموں اور فلاسفروں نے اس خیمے کا طواف کیا۔ اس کے بعد بے شمار حسین عورتیں زرق برق پوشاک پہنے اور زر و جواہرات کے طشت بھرے لے کر اس خیمے کے گرد طواف کر کے لوٹ آئیں۔ اس کے بعد بادشاہ اور وزیر اس خیمہ کے اندر گئے' اور کچھ دیر بعد باہر آ گئے۔

یہ نظارہ دیکھ کر آپ بہت دیر تک سوچتے رہے' جب کچھ سمجھ میں نہ آیا' تو وزیر سے اس امر کے متعلق دریافت کیا۔ وزیر نے کہا کہ قیصر روم کا ایک حسین و جمیل نوجوان' اکلوتا فرزند فوت ہو گیا۔ اس خیمہ کے اندر اس کی قبر ہے۔ ہم لوگ سال بھر کے بعد اسی طرح خیمہ کی زیارت کو آتے ہیں اور اس قسم کا مظاہرہ کرتے ہوئے صاحب قبر کو

یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ اگر تجھ کو زندہ کرنے میں ہمارا ذرہ بھر امکان ہوتا' تو ہم تمام فوج' حکیم' ڈاکٹر' فلاسفر' بزرگ' مال و دولت' غرضیکہ ہر طرح کوشش کر کے سب کچھ تجھ پر نثار کر دیتے مگر تیرا معاملہ تو ایسی ذات کے ساتھ ہے' جس کے مقابلہ میں تیرا باپ تو کیا ساری کائنات کی طاقت بالکل ہیچ ہے۔

عام است حکم میر اجل برجہانیاں　　　　ایں حکم من وتو بہ تنہا نمی کند

یہ بات سن کر آپ پر اس قدر اثر ہوا کہ اپنا کاروبار چھوڑ کر بصرہ واپس آگئے اور تمام بیش قیمت جواہرات فی سبیل اللہ غرباء میں تقسیم کر دیئے اور ترک دنیا کی قسم کھا کر گوشہ نشین ہو گئے اور ستر سال تک ایسی عبادت کی کہ اپنے زمانے کے تمام بزرگوں پر سبقت لے گئے۔

جان لیتا جو شبستان فنا کا انجام　　　　صورت شمع ہر اک بزم میں گریاں ہوتا

ایک شاعر نے اپنے آخری وقت میں حاضرین کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھا' جو اس نے اسی وقت اپنے حسب حال کہا۔

السلام اے بعد ما آئندگان رفتنی　　　　برشما خوش باد ناخوش ہائے دنیائے فانی

(ترجمہ): سلامتی ہو تم پر اے ہمارے بعد آنے جانے والو! دنیائے دنی کی ناخوشیاں تمہارے لئے مبارک ہوں۔

اہل ہستی کو عدم کا مرحلہ درپیش ہے　　　　موت کو نزدیک جو سمجھے' وہ دور اندیش ہے

انسان کا کسی وقت بھی موت سے غافل ہو جانا' محاصرہ میں اپنی جگہ پر سو جانا ہے لیکن بڑھاپے میں اس سے غفلت کرنا حملہ کے وقت سونا ہے۔

بنی آدم کا قدم کسی ایسی جگہ نہیں پڑتا' جہاں کسی مردہ کی ہڈیاں اس کے پاؤں کے نیچے نہ آئیں' وہ شاہ کی ہو یا گدا کی۔

گر کسے خاک مردہ باز کند　　　　نشناسد تونگر از درویش

قدرت نے افزائش عمر کی ایک حد مقرر کر دی ہے' مگر کمی کی کوئی حد نہیں۔

باغ دنیا میں ہیں مرجھاتے یہ پھول　　　　کچھ کھلے ادھ کھلے کچھ بن کھلے

عزرائیل نے ایک دن حضرت نوح کی خدمت میں عرض کیا' آپ کی عمر سب پیغمبروں سے زیادہ ہوئی۔ کیسا پایا؟ فرمایا "ایسا معلوم ہوا کہ ایک مکان کے دو دروازے ہیں۔ ایک میں سے داخل ہوا' دوسرے میں سے باہر نکل آیا۔

جہاں چیست ہم چوں سرائے دودر　　　　ازیں سو بیا و ازاں سوگزر
دنیا خواب است و زندگانی دروے　　　　خواب است کہ درخواب ببینی آں را
ہر کرا پرورد گیتی عاقبت خونش بریخت　　　　حال آں فرزند چوں باشد کہ خصمش مادر است

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

دنیا پلے ست رہگزر دار عاقبت　　　　صاحب تمیز خانہ نگیرند بر پلے

یعنی عاقبت کی رہگذر میں دنیا ایک پل کی مانند ہے۔ کوئی عقلمند پل پر اپنا گھر نہیں بناتا۔

پہنچا قبرستان میں اک بادشاہ　　　　دیکھا اک درویش اس جا بیٹھا تھا
پوچھا آبادی میں کیوں آتے نہیں　　　　بولا سب آبادی آتی ہے یہیں

ایک نیک دل بادشاہ نے اپنے محل خاص میں ایک تابوت اس خیال سے رکھ چھوڑا کہ اس کو دیکھ دیکھ کر موت کی یاد

تازہ رہ سکے۔ ایک روز آئینے میں ایک سفید بال اپنی داڑھی میں نظر آیا' حکم دیا کہ اب تابوت اٹھا دیا جائے' موت کی یاد کو اب اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب کہ نشان مرگ یعنی سفید بال ہر وقت میرے سامنے موجود ہے۔

حضرت معاویہؓ کے پاس ایک شخص نجران سے آیا' جس کی عمر دو سو برس تھی۔ آپ نے اس سے دنیا کی حالت پوچھی۔ اس نے کہا' کچھ برس مصیبت میں کٹے اور کچھ آرام میں۔ دن رات یونہی غیر محسوس رفتار سے گزرتے ہیں۔

؎ عمر کی رفتار ہو محسوس یہ دشوار ہے — یہ زمین چلتی ہے تیزی سے مگر ہلتی نہیں
رفتار عمر قطع رہ اضطراب ہے — اس سال کے دونوں کو برق آفتاب ہے
زندگی کا ساز بھی کیا ساز ہے — بج رہا ہے اور بے آواز ہے
لحظہ بیش نبود آنچہ زعمر تو گزشت — وآنچہ باقی ست بیک لحظہ دیگر گزرد
این ہمہ شوکت ناموس شہاں آخر کار — چند سطریست کہ بر صفحہ دفتر گزرد

پیدا ہونے والے پیدا ہوتے ہیں۔ مرنے والے مرتے جاتے ہیں۔ اگر بچے پیدا نہ ہوں' تو مخلوق تباہ ہو جائے اور اگر موت نہ ہو' تو دنیا میں آبادی کی گنجائش نہ رہے۔ غرضیکہ یہ سلسلہ اسی غیر معین رفتار اور بے انداز مقدار پر جاری ہے۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ جو تیرا دل چاہتا ہے مانگ' اس نے کہا۔ "کیا میری عمر گزشتہ آپ دے سکتے ہیں؟ یا موت' جو آنے والی ہے' اس کو آپ روک سکتے ہیں؟" آپ نے فرمایا "یہ دونوں باتیں نہیں ہو سکتیں۔" اس نے عرض کیا "تو پھر مجھ کو آپ سے کچھ حاجت نہیں۔" ؎

کسی کی مرگ پر اے دل انہ کیجئے چشم تر ہر گز — بہت سا رو یئے ان پر جو اس جینے پہ مرتے ہیں

بائیبل میں لکھا ہے کہ شہر بابل زمانہ قدیم سے لے کر آج تک آبادی و بربادی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ ؎

فنا کا دور جاری ہے' مگر مرتے ہیں جینے پر — طلسم زندگانی بھی عجب اک راز فطرت ہے
کس سے پوچھتا میں گل و بلبل کی سرگزشت — دو چار برگ خشک تو دو چار تر ملے
دنیا جسے کہتے ہیں بالا خانہ ہے — پامال ہے جو عاقل و فرزانہ ہے
مابین زمین و آسماں یوں ہیں ہم — جیسے دو آسیا میں اک دانہ ہے

حضرت عثمانؓ کسی قبر پر جاتے' تو اتنا روتے کہ ریش مبارک بھیگ جاتی۔ کسی نے کہا کہ آپ جنت و دوزخ کے بیان پر اتنا نہیں روتے' جتنا آپ قبروں پر روتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے منزل اول ہے۔ اگر اس سے مردہ بچ گیا' تو اور منزلیں بھی اس پر آسان ہو جاتی ہیں' اگر اس منزل سے نجات نہ پائی' تو دوسری منزلیں بھی کڑی ہو جاتی ہیں۔ ؎

کہا احباب نے یہ دفن کے وقت — کہ ہم کیونکر وہاں کا حال جانیں
لحد تک آپ کی تعظیم کر دی — اب آگے آپ کے اعمال جانیں

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اپنی موت سے پہلے سخت ریاضت شروع کر دی' تو لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اپنے نفس پر کچھ نرمی کریں۔ آپ نے فرمایا کہ گھوڑ دوڑ میں جب گھوڑے جھٹ کر حد کے قریب پہنچتے ہیں' تو اپنا پورا زور لگا دیتے ہیں۔

عطا خراسانیؒ کہتے ہیں کہ ایک روز آنحضرتؐ ایسے لوگوں کی طرف سے گزرے' جو بہت زور زور سے قہقہے لگا کر ہنس رہے تھے۔ فرمایا کہ ان لوگوں میں لذات کو تلخ کرنے والی کا ذکر بھی شامل کر دو۔ پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا کہ موت۔

آنحضرتؐ کے سامنے لوگوں نے کسی آدمی کی بہت تعریف کی۔ فرمایا۔ "وہ شخص موت کی یاد میں کیسا تھا؟" عرض کیا کہ موت کو یاد کرتے تو ہم نے اس کو سنا نہیں۔ فرمایا۔ "تو وہ اس درجے کا نہیں' جس پر تم اس کو سمجھتے ہو۔" اگر حیوانات اپنی موت کو ایسا جانیں' جیسا کہ تم جانتے ہو' تو کوئی جانور بھی تم کو موٹا نہ نظر آئے۔ فرمایا۔ موت سے اپنی لذتوں کو کڑوا کرو' تاکہ تمہاری خواہش ان کی طرف سے جاتی رہے اور اللہ کی طرف رجوع ہو سکو۔"

ہر کام کو ہے' ہر وقت نے گھیرا — پر نہیں اے موت! وقت مقرر تیرا
طے ہو رہی ہے منزل' چونکہ وقت کم ہے — ملک فنا کی جانب ہر سانس اک قدم ہے

نوشیرواں کو ایک شخص نے مبارک باد دی کہ تمہارے ایک جانی دشمن کو اللہ نے اٹھا لیا۔ نوشیرواںؒ نے کہا کیا تم نے یہ نہ سنا کہ اللہ مجھے چھوڑ دے گا۔

جو شخص کل کو اپنی زندگی کا دن تصور کرتا ہے' وہ موت کی ناگہانی آمد اور غیر متوقع گرفت ہی سے غافل نہیں' بلکہ مستلزم الحیات وجود مرگ کا بھی قائل نہیں۔

غافل نہ کھائیو فریب ہستی — ہر چند کہیں کہ ہے' نہیں ہے

اے اہل دنیا! جان لو کہ تم کو بھی ایک دن مرنا' موت کے بعد اٹھنا اور اپنے نیک و بد اعمال کی جزا اور سزا کو پہنچنا ہے۔ پس دنیا کے چند روز جینے پر مت پھولو اور موت کو کبھی نہ بھولو۔ دنیا مصیبت کا گھر ہے۔ فنا ہونا اس کا مشہور اور دھوکا دینا اس کا شعار ہے۔ اس کی ہر ایک چیز کا انجام زوال ہے اور اس کا ہمیشہ کسی کے پاس رہنا محال ہے۔ جب آدمی کو اس میں تھوڑا آرام ملتا ہے' تو اس کے عوض برسوں کا رنج سامنے آ جاتا ہے۔ موت ہر ایک کے سر پر قائم ہے اور اس کا ذائقہ چکھنا سب کو لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بندو! آج تمہارا دنیا میں ایسا حال ہے' جیسا تم سے پہلے لوگوں کا تھا۔ جو تم سے عمر میں زیادہ' طاقت میں قوی' آبادی میں کثیر اور مکانات میں اعلیٰ تھے' مگر زمانہ کے انقلاب سے آج ان کی آواز بھی نہیں نکلتی۔ ان کے جسم قبروں میں سڑ گئے۔ شہر اجڑ گئے اور مکانات گر گئے یا وہ محلات عالیشان' گاؤ تکیے اور مخملی فرش تھے۔ یا اب پتھر اور اینٹیں' خاک گور اور گوشہ لحد ہے۔ کیا تمہیں کچھ شبہ ہے کہ جیسا ان کا حال ہوا' وہی تمہارا حال نہ ہو گا؟ وہی تنہائی نہ ہو گی اور وہیں خاک میں یہ جسم کیڑوں کی خوراک نہ ہو گا؟

سنورتے تھے کہ اک عالم کی آنکھیں ہم کو دیکھیں گی — خبر کیا تھی ہماری مجلس ماتم کو دیکھیں گی
ستم ہے جامہ ہستی کا اس تن سے جدا ہونا — لباس تنگ ہے اترے گا آخر دھجیاں ہو کر
جتنی بڑھتی ہے اتنی گھٹتی ہے — زندگی آپ ہی آپ کٹتی ہے
رفتن و نا آمدن بایدز آب آموختن — خانہ ویرانی بہ عالم از حباب آموختن
نظر غور سے جو دنیا کی حالت دیکھی — ہم نے برپا ہیں ہر روز قیامت دیکھی

اے عزیز! جان لے کہ یہ تھوڑی ہے اور تھوڑی میں سے بھی تھوڑی رہی ہے اور اس کا بھی شبہ ہے کہ تھوڑی بھی ہے یا

نہیں۔ تو اس قلیل المیعاد اور کثیر الالام دنیا میں کس طرح مطمئن بیٹھا ہے۔ اپنے آپ کو باقی اور باقی سب دنیا کو فانی سمجھتا ہے۔

اسٹیشن فنا کی بھی کیا خوب ریل ہے — اس راہ میں ہر ایک پسنجر کا میل ہے
جو کوئی دن کو چلے شب کو ٹھہر جاتا ہے — قاصد عمر رواں آٹھ پہر جاتا ہے
منزلیں ملک عدم کی صرف نسیاں ہو گئیں — موت ہی آئے گی اب رستہ بتانے کے لئے
اے دل! یہ کہا کس نے جہاں میں قرار کر — اور جان نازنیں کو. اسیر حصار کر
تو دیکھ جب سے آیا ہے' کتنے ہیں چل بسے — ان رفتگاں میں خود کو بھی اک شمار کر

بادشاہوں کی عیش و عشرت' خدم و حشم اور تجمل و شوکت کو نہ دیکھنا چاہئے' بلکہ دیکھنا چاہئے کہ جیسے جھٹ پٹ چلے جاتے ہیں اور نزع کے وقت جب یہ لوگ دنیا اور دولت دنیا سے بجبر علیحدہ کئے جاتے ہیں۔ اس وقت ان کو کس قدر صدمہ و رنج پہنچتا ہے۔ برخلاف اس کے غریب لوگ موت کو راحت خیال کرتے ہیں' کیونکہ دنیا سے جاتے وقت ان کو کسی چیز کی علیحدگی کا رنج و صدمہ نہیں ہوتا۔

موت سے کوئی نہ گھبرائے اگر یہ سمجھے — کہ یہ دنیا کے بکھیڑوں سے چھڑا دیتی ہے
نیست پروائے عدم و ہستی را — از قفس مرغ بہر جا کہ رود بستان است
بیٹھے نہیں زمیں میں خزانوں کو گاڑ کے — جب موت آئی چل دیئے دامن کو جھاڑ کے
موت کیا آ کے فقیروں سے تجھے لینا ہے — مرنے سے آگے ہی یہ لوگ تو مر جاتے ہیں
اگر موت آئے' نہ رنجور ہو — جو چھٹی ہو' مزدور مسرور ہو
بدل جائے جینے کا دکھ چین سے — جو مر جائے سو جائے سکھ چین سے
ملا مرنے والوں کو آرام وہ — کہ اٹھنے کا لیتے نہیں نام وہ

بنی اسرائیل میں سے کسی نے بہت سا مال جمع کیا تھا' جب مرنے لگا' تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا' میرا سب قسم کا مال مجھے دکھلاؤ۔ سب قسم کی قیمتی چیزیں اور زر و جواہرات اسکے سامنے لائے گئے' جب اس نے ان چیزوں کو دیکھا' تو بہت رویا۔ ملک الموت نے جو اس کو روتے دیکھا تو کہا' روتا کیوں ہے؟ قسم ہے رب العزت کی کہ میں تیرے جسم سے تیری جان کو نکالے بغیر نہ نکلوں گا۔ اس نے کہا مجھے اتنی مہلت تو دے کہ میں ان چیزوں کو اللہ کی راہ میں صدقہ دے دوں۔ ملک الموت نے کہا' یہ نہیں ہو گا۔ اب مہلت کا وقت گیا۔ اس وقت سے پیشتر جو اتنی مہلت دراز تجھے حاصل تھی' اس میں کیوں نہ دے دیا۔ یہ کہہ کر اس کی روح قبض کر لی۔

آسودگی بگوشہ. ہستی نہ دیدہ ایم — جاں دادہ ایم و کنج مزارے خریدہ ایم

حضرت نوح کے زمانے تک لوگ نہایت طویل العمر اور قلیل الامراض ہوتے تھے' لیکن طوالت عمر و قلت امراض کے غرور میں موت کو بھول کر وہ حد سے زیادہ گناہ کرنے لگ گئے' جس کے عذاب میں ان پر طوفان بھیج کر سب کو ہلاک کر دیا گیا۔ اللہ نے حضرت نوحؑ سے وعدہ فرمایا کہ آئندہ دنیا کو طوفان سے نابود نہ کروں گا۔ اس لئے اس نے آدمیوں کی عمریں کم کر دیں اور امراض بڑھا دیئے کہ نہ زیادہ عمریں ہوں گی اور نہ گناہوں کا طوفان برپا ہو گا' جس کے

سبب مجھے پھر ان کو طوفان میں غرق کرنا پڑے۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کا معمول تھا کہ روزانہ رات کو علماء کا مجمع بلاتے' جو موت' قیامت اور آخرت کا ذکر کرتے اور ایسا روتے جیسا کہ جنازہ سامنے رکھا ہو۔

ایک حکیم کا قول ہے کہ دنیا ایک اجڑا ہوا مکان ہے اور اس سے زیادہ تر وہ دل اجاڑ ہے' جو دنیا کا پھیلاؤ چاہے۔ ؎

میں نے پوچھا جو زندگی کیا ہے
ہاتھ سے گر کر جام ٹوٹ گیا

؎ ترے انداز پر عمر رواں کچھ شک گزرتا ہے
لئے جاتی ہے مجھ کو کدھر آہستہ آہستہ

؎ تم ہو کیا چیز بھلا خاک نشین مور ضعیف
کر دیا موت نے اورنگ سلیماں خالی

؎ ہنستی ہے گور' اہل تکبر کی شان پر
پتلا تو خاک کا ہے دماغ آسمان پر

؎ دے لے کسی کو قابو جہاں تک ترا چلے
پاؤں کے بدلے ہاتھوں سے راہ اللہ چلے

؎ اے بے خرد حیات کا کیا اعتبار ہے
ہر وقت موت سر پہ بشر کے سوار ہے

دنیا طلبی میں تیرا اس قدر انہماک اس بات کی روشن دلیل ہے کہ تو موت کو مشتبہ اور زندگی کو یقینی خیال کرتا ہے۔ مکانات کی مضبوط بنیادیں تیری زندگی کی بنیاد کو مضبوط نہیں کر سکتیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

ہمارا دل ہے عمارت کے ولولوں کے لئے
زمانہ کہتا ہے یہ سب ہیں زلزلوں کے لئے

یا قصہ حیات کو اتنا نہ طول دے
یا اعتبار ہستی ناپائیدار کر

بادہ حیات کے سرشار! موت بہت جلد تیرے سرور زندگی کو مبدل بہ خمار کرنے والی ہے' تیار رہ۔ ؎

عبث طور اہل یہ ہے چنیں ہو گا
نہیں ہے دور وہ ساعت کو تو زیر زمیں ہو گا

؎ نزع میں پیش نظر ہیں عمر بھر کے واقعات
ساری دنیا کا مرقع آخری منظر میں ہے

؎ اے دل چو آگہی کہ فنا در پے بقاست
ایں آرزوی درو دوراز ازپے چراست

؎ ایک پل میں موت کی ترشی سے ہوش آجائے گا
کس نشے میں مست ہے مست شراب زندگی

؎ ہر ذی حیات موج دریائے نیستی ست
نقش وجود خویش بریں آب بست و رفت

؎ عمر عزیز طے شدہ و غافل نشستہ
برخاست شور محشر و کاہل نشستہ

؎ کر دیا نزع نے واقف کہ یہ ہستی کیا تھی
ہوش آیا تو کھلا حال کہ مستی کیا تھی

کوئی بزرگ دنیاوی صحبتوں سے بچنے کے لئے ہمیشہ سفر میں رہا کرتے تھے' اثنائے سفر آپ کا گزر ایک شہر کے پاس سے ہوا۔ جہاں کے لوگ ایک جلوس کی شکل میں خوشیاں منا رہے تھے۔ ؎

آدمی کو موت کے آنے کی ہے لازم خوشی
عید ہے جس روز چھٹکارا ہوا محبوس کا

؎ زندگی ہی میں بتدریج ہیں مرتے جاتے
وقت کے ساتھ ہی ہم بھی ہیں گزرتے جاتے

؎ دیکھو تو ثبات عمر فانی کیا ہے
یاد کر وقت پیری و جوانی کیا ہے

؎ اے شاہا! چہ گوئی چپیادہ تو
جائے کہ بتری ونہ ترسنداز تو

موت اس شخص پر اتنی ہی زیادہ بھاری ہو گی' جتنا کہ وہ تعلقات دنیوی میں زیادہ الجھا ہوا ہو گا۔ اس لیے جدائی

وقت آنے سے پہلے ہی مخلوق سے جدا ہو جا' آسانی رہے گی۔

قتل ہو کے ہم بچے آزار سے — عمر دن کٹ گئے تلوار سے

دنیا نیرزد آنکہ پریشاں کنی دے — زنہار بد مکن کہ نکرداست عاقلے

دنیا مثال بحر عمیق است ویر نہنگ — آسودہ عارفاں کہ گرفتند ساحلے

جا برابر دل مادر میں ہر فرزند کی — رتبہ زیر خاک یکساں ہے گدا و شاہ کا

حضرت اعمش فرماتے ہیں کہ ہم جنازہ کے ساتھ جاتے' تو یہ معلوم نہ ہو تا تھا کہ ماتم پرسی کس شخص سے کریں' اس لیے کہ سب کو غم یکساں ہوتا تھا۔

درمجلس وعظ رفتنت ہوس است — مرگ ہمسایہ واعظ تو بس است

حصول عبرت اور حقیقت شناسی کے لیے قبرستان سے بہتر کوئی جگہ نہیں۔

بڑھاؤ میل گورستاں نشینی — ہے گورستاں نشینی پیش بینی

حضرت رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ میں نے دونوں آنکھیں کبھی اس طرح نہیں کھولیں' جس میں یہ خیال نہ کیا ہو کہ پلکیں بند کرنے سے پہلے میری روح عزرائیل قبض کرے گا۔ اور کوئی نگاہ میں نے اوپر کو ایسی نہیں اٹھائی۔ جس میں یہ خیال نہ کیا ہو کہ نیچے کو نگاہ کرنے تک جیتا رہوں گا۔ اور کوئی لقمہ ایسا نہیں کھایا' جس میں یہ خیال نہ کیا ہو کہ میں موت سے پہلے اس کو نگل جاؤں گا۔ اگر تم عاقل ہو' تو اپنی جانوں کو مردوں میں شمار کرو۔

آنحضرت ﷺ نے تین لکڑیوں میں سے ایک کو اپنے سامنے گاڑا اور دوسری کو اس کے پاس اور تیسری کو دور گاڑا اور فرمایا۔ "پاس پاس کی دو لکڑیوں میں سے ایک انسان ہے اور دوسری لکڑی موت اور دور کی لکڑی انسان کی امید ہے کہ آدمی اس سے معاملہ رکھتا ہے اور موت اس تک پہنچنے نہیں دیتی۔

تجھے اے امید فردا دل و جاں سے پیار کرتے — مگر اپنی زندگی کا ہم اعتبار کرتے

ہیں انتھک کوشش جاری حیات جاودانی کی — ذرا دیکھے کوئی نادانیاں انسان فانی کی

ایک بزرگ کا قول ہے کہ اگر بندوں کو اپنی موت معلوم ہوتی' تو بڑے بڑے اونچے گنبدوں والے محل نہ بنتے' نہ کبھی بازار لگتا' نہ کبھی خرید و فروخت ہوتی' نہ باہمی عداوت ہوتی' نہ کوئی کوتوال اور پاسبان ہوتا۔ کھلے دروازے سب آرام سے سوتے اور ریاوالی کرتے۔ یہ سب جھمیلے موت کے بھولنے سے ہوئے۔

غم دستاری خوردم مبادا بر زمیں افتد — ندانستم کہ ایں سرنیز زیر خاک خواہد شد

اے خوف مرگ دل میں جو انس کے تو رہے — پھر کچھ ہوش رہے نہ کوئی آرزو رہے

حضرت یحییٰ بن ابی کثیر جب کسی جنازے کے ساتھ جاتے' تو واپسی پر لوگ انھیں چارپائی پر لاتے۔ ان کو چلنے یا سواری کی طاقت نہ رہتی۔ اسی حالت میں کئی دن شدت خوف کی وجہ سے کام تو در کنار' کلام بھی نہ کر سکتے۔

روایت ہے کہ "ابتداء میں اللہ نے انسانوں کو اس لئے ہزار سال کی عمر بخشی تھی کہ وہ اسے عبادت میں صرف کریں گے' لیکن بڑے بے پرواہ نکلے۔ انہوں نے خیال کیا کہ جب اتنی لمبی عمر ہے' تو پھر کیوں نہ زندگی کا لطف اٹھایا

جائے۔ اس لیے کافی عرصہ عیش و عشرت کریں' جب بڑھاپا آئے گا' تو اللہ کو یاد کر لیں گے۔ اس پر انسانی زندگی کی میعاد گھٹا کر ایک سو سال کر دی۔ تاکہ وہ اس حیات چند روزہ کو تو ضرور ذکر و عبادات اور فکر عاقبت میں گزاریں' لیکن اس کے بر عکس انسانوں نے کھاؤ پیو اور موج اڑاؤ کل تو فنا ہونا ہی ہے۔" کے مقولے پر عمل کیا۔

اگر ایک پردہ غفلت نہ بنودے زبیم مرگ ہر دم مرگ بودے

اے وہ شخص! کہ اپنی زیادہ تندرستی سے دھوکے میں ہے۔ کیا تو نے بیماری کے بغیر کسی کو مرتے نہیں دیکھا؟ یا بیماری آنے میں کچھ دیر لگی ہے؟ موت سے پہلے اپنے حال پر رحم کھا۔

گھڑے کو کمہار ایک جب گھڑ چکا تو اس دم گھڑے سے یہ آئی صدا
نہ جانوں کہ سنگ سپہر قضا ترا پہلے توڑے یا میرا گلا

میں جانتا ہوں بلبل جو ہے تیری حقیقت اک مشت استخواں میں دو پر جڑے ہوئے ہیں
معلوم ہے حسینو اس حسن کی حقیقت ظاہر میں رنگ و بو ہے' باطن سڑے ہوئے ہیں

اے غافل! ہنستا کیوں ہے؟ شاید کہ تیرا کفن بزاز کی دکان پر آ چکا ہو۔ یہ دنیا رہنے کی جگہ نہیں۔ ان کے گھر ایسے ہیں کہ اس پر فنا لکھ دی ہے اور ان میں رہنے والوں پر وہاں سے چلا جانا' جو اس وقت آباد نظر آتے ہیں' وہ چند روز میں اجڑ جاتے ہیں۔ سوچو! اس خیال میں نہ رہو کہ جوانی میں موت کا آنا بعید ہے' بہت کم لوگ بڑھاپے تک پہنچتے ہیں' کیونکہ بہتوں کو جوانی اور لڑکپن ہی میں موت آ جاتی ہے۔ موت کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں۔ نہ صبح و شام' نہ شب و روز' نہ گرمی و سردی۔ وقت جب آ جاتا ہے' ذرا سی دیر کا بھی پس و پیش نہیں ہوتا۔

گشت چوں رشتہ عمرم کو تاہ معنی گرہ فہمیدم

ہر گردش فلک بر سر انتقام ہے ہر شام عیش صبح الم کا پیام ہے
فانی ہر ایک چیز یہاں لا کلام ہے کہتے ہیں جس کو باقی وہ اللہ کا نام ہے

بسل مات ارسطالیس و افلاطون بافالج ولقمان بسر سام و جالینوس مبطونا

(ترجمہ): مرض سل سے ارسطالیس مرا اور افلاطون فالج سے۔ لقمان سرسام سے اور جالینوس اسہال سے مرا۔ حالانکہ انہی امراض میں ان حکما کو ید طولیٰ اور رتبہ کمال حاصل تھا۔ دھنتر وید کو سانپ پکڑنے میں انتہائی مہارت تھی۔ اس کو سانپ نے کاٹا اور مر گیا۔ غرض یہ کہ جو بنا ہے سو فنا ہے۔ "ٹوٹی کی کوئی بوٹی نہیں۔" پنجابی مثل ہے۔ بلائے آپ' چڑھائے تاپ۔ امراض ذریعہ موت ہیں۔

دنیا یہ سدا عبرت و اندیشہ کی جا ہے یاں کیسا مقام آٹھ پہر کوچ لگا ہے
جاتے ہیں چلے' مرگ کا دروازہ کھلا ہے رہ جائے نہ کوئی یہی آواز درا ہے
تن میں ہوا جو کوئی دم بندھی ہوئی گٹھڑی ہے غافلو! یہ بھرم کی بندھی ہوئی

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ موت کا معاملہ۔ نہایت خطرناک ہے اور لوگ اس سے بہت غافل ہیں۔ اول تو اپنے مشاغل کی وجہ سے اس کا ذکر ہی نہیں کرتے اور اگر کرتے بھی ہیں' تب بھی چونکہ دل دوسری طرف مشغول

ہوتا ہے۔ اس لئے محض زبانی تذکرہ مفید نہیں ہے۔ بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ دل کو سب طرف سے بالکل فارغ کر کے اس کو اس طرح سوچے کہ گویا موت سامنے ہی کھڑی ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ اپنے عزیز و اقارب اور جاننے والے احباب کا حال سوچے کہ کیونکر ان کو چارپائی پر لے جا کر مٹی کے نیچے داب دیا۔ ان کی صورتوں کا ان کے اعلیٰ منصوبوں کا خیال کرے اور یہ غور کرے کہ اب مٹی نے کس طرح ان اچھی صورتوں کو چٹ دیا ہوگا۔ ان کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے الگ الگ ہو گئے ہوں گے۔ کس طرح بچوں کو یتیم' بیوی کو بیوہ اور عزیز و اقارب کو روتا چھوڑ کر چل دیئے۔ ان کے سامان' ان کے مال' ان کے کپڑے پڑے رہ گئے' یہی حشر ایک دن میرا بھی ہوگا۔ کس طرح وہ مجلسوں میں بیٹھ کر قہقہے لگاتے تھے۔ آج خاموش پڑے ہیں۔ جس طرح دنیا کی لذتوں میں مشغول تھے' آج مٹی میں پڑے ہیں۔ کیسا موت کو بھلا رکھا تھا' آج اس کے شکار ہو گئے۔ کس طرح جوانی کے نشے میں مست و مدہوش تھے۔ آج کوئی پوچھنے والا بھی نہیں ہے۔ کیسے دنیا کے دھندوں میں ہر وقت مشغول رہتے تھے۔ آج ہاتھ اور پاؤں الگ الگ پڑے ہوں گے۔ کیسی کیسی تدبیریں سوچتے' حالانکہ موت سر پر تھی' مرنے کا دن قریب تھا مگر انہیں معلوم نہیں تھا کہ آج رات کو میں نہیں رہوں گا۔ یہی حال میرا ہے' آج میں اتنے انتظامات کر رہا ہوں' کل کی خبر نہیں کیا ہوگا؟"

اشعار متعلقہ "وقت اجل"

قطعہ

کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے
کیا ہی ملک روم ہے' کیا سرزمین طوس ہے

گر میسر ہو تو کس عشرت سے کیجئے زندگی
اس طرف آواز طبل و نے صدائے کوس ہے

صبح سے تا شام چلتا ہو مے گلگلوں کا دور
شب ہوئی تو ماہرویوں سے کنار و بوس ہے

سنتے ہی عبرت یہ بولی اک تماشا میں تجھے
چل دکھاؤں تو جو حرص و آز کا محبوس ہے

لے گئی یک بارگی گور غریباں کی طرف
جس جگہ جان تمنا ہر طرح مایوس ہے

مرقدیں دو تین دکھلا کے لگی کہنے مجھے
یہ سکندر اور یہ دارا اور یہ کیکاؤس ہے

پوچھ تو ان سے کہ مال و حشمت دنیا سے آج
کچھ بھی ان کے ساتھ غیر از حسرت و افسوس ہے

قطعہ

شب کو جا نکلا تھا اک دن مزار یار پر
اس وجہ سے مثل ابر آنکھیں میری خونبار ہیں

قبر پر الحمد پڑھ کر دوست سے میں نے کہا
ہم گریباں چاک ماتم میں ترے اے یار ہیں

شاد ہے کچھ تو بھی زیر خاک اے نازک بدن
شمع روشن ہے گلوں کے قبر پر انبار ہیں

کیا ہوا مرنے کے بعد اے راہی ملک عدم
لوگ کیسے ہیں وہاں کے اور کیا اطوار ہیں؟

منزلیں نزدیک ہیں یا دور ہیں کیا حال ہے؟
راہ میں کچھ بستیاں ہیں شہر یا بازار ہیں؟

جس محل میں جا کے تو اترا ہے اے رنگیں ادا
کس طرح کا قصر ہے' کیسے در و دیوار ہیں؟

چھت منقش کار ہے یا سادی یا رنگین ہے
تخت ہیں کیسے مطلا یا مرصع کار ہیں؟

پھول ہیں کس رنگ کے پتے ہیں کس انداز کے
مرغ زریں بال ہیں یا عنبریں منقار ہیں؟

اہل صحبت کون ہیں کیا گفتگو کا طرز ہے؟
خوش بیاں یا خوش فہم ہیں یا کہ بدگفتار ہیں؟

بات کرنے کی صدا اصلاً کبھی آئی نہیں
کس طرح کے لوگ ہیں سوتے ہیں یا بیدار ہیں؟

قبر سے آئی صدا اے دوست! بس خاموش رہ
ہم اکیلے ہیں یہاں احباب نہ اغیار ہیں؟

وہ ہمارا پیکر نازک جو تجھ کو یاد ہو
آج خاک قبر پر اس کے منوں کے بار ہیں

اب زیادہ بات کر سکتے نہیں تو گھر کو جا
دل میں آزردہ نہ ہونا کیا کریں لاچار ہیں

دم بہ دم کیا ہی مری عمر کٹی جاتی ہے
دم نہ سمجھو اسے شمشیر دو دم ہی سمجھو

ہمارا ہر نفس اک بادباں ہے
روانہ کشتی عمر رواں ہے

رفتار عمر قطع را اضطراب ہے
اس سال کے حساب کو برق آفتاب ہے

یہ صدا آتی ہے رفتار سمند عمر سے
وہ بھی گھوڑا ہے کوئی جس کو کہ کوڑا چاہئے

اڑتا ہے شوق راحت منزل سے اسپ عمر
مہمیز کس کو کہتے ہیں اور ہے تازیانہ کیا

کیے ہی جاتے ہیں راہ فنا کو طے ہر دم
سمجھتی کچھ نہیں عمر رواں نشیب و فراز

پنج روزہ عمر کر لے عاشقی یا زاہدی
چلتا نہیں اس تھوڑی سی مدت سے یاں

احوال کس سے پوچھیے یاران رفتہ کا
وہ بھی نہ پھر کے آئے جو گیا دوبارہ نہیں آتا

ہستی سے عدم تک نفس چند کی ہے راہ
دنیا سے گزرنا سفر ایسا ہے کہاں کا

ہستی سے تا سلک عدم ایک جست تھی
جھپکی نہ آنکھ بھی کہ ادھر سے ادھر گیا

غافل نہ کھائیو فریب ہستی
ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے

گر نکالا آسماں نے دنیا سے تو ہے بجا
آن کر مہمان بن بیٹھے تھے صاحب خانہ ہم

خانہ ہستی خردوں کی روش اٹھ اٹھ گئے
کیسے کیسے نوجواں دنیا کی چوسر چھوڑ کر

گلشن دنیا نہیں جائے قیام اے غافلو!
غنچہ ساماں تم دوش پر رخت سفر باندھے ہو

قیام جسم خاکی ہے نفس پر
ہوا پر ہے بنا اپنے مکاں کی

ہم ہوئے جس دن سے پیدا، موت پر ایمان ہے
زندگی گویا فنا ہونے کا اک سامان ہے

کھل گیا خالی ہوا بندی سے راز زندگی
یعنی اک تار نفس ہے نغمہ ساز زندگی

کون سا جھونکا وے گا کسے معلوم ہے
زندگی اک شمع روشن ہے ہوا کے سامنے

جستجو سے یہ ملا آخر نشان زندگی
چند قبریں نقش پائے رہروان زندگی

زندگی موج آب ہے گویا
دم کا آنا حباب ہے گویا

پوچھو گے جو فلک سے، تم سے یہی کہے گا
نہ رہ گیا وہ جو تھا، جو ہے وہ کیوں رہے گا

موت کو سمجھیں ہیں غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی، صبح دوام زندگی

روح کرتی ہے سفریوں، جسم انسان چھوڑ کر
نکہت گل جیسے جاتی ہے، گلستاں چھوڑ کر

روح کو خاک ہو، اس جسم کی تعمیر پسند — کوئی قیدی نہ کرے، خانہ زنجیر پسند
بہ محشر گفت با یزداں برہمن — فروغ زندگی تاب شرر بود
و لیکن با تو گویم گر نہ رنجی — صنم از آدمی پابندہ تر بود
اجل آئی تو جسم و جاں کی آویزشیں چھوٹیں — اسی ثالث سے یہ مدت کا جھگڑا پاک ہونا تھا
جو ہوا دنیا میں پیدا، فی الحقیقت مر گیا — آدمی کو جامہ ہستی کفن سے کم نہیں
جب نہایا میں تو آیا غسل میت کا خیال — قطع جب ہونے لگے کپڑے، کفن یاد آ گیا
قضا آتی ہے ہر انسان کی وقت معین پر — مقاموں پر ٹھکانے ہیں بندھے کشتی کے لنگر کے
کفن خلعت میں ہے دولہا جنازہ تخت دامادی — براتی نوحہ گر ہمراہ ہیں شہنا نوازی کو
قضا لگائے ہوئے گھات ہر کسی پر ہے — بہ ہوش باش کہ عالم روا روی پر ہے
تنہا تو اپنی گور میں رہنے پہ بعد مرگ — مت اضطراب کر تو، کہ عالم ہے زیر خاک
جسم خاکی ہو گیا داخل گڑھے میں گور کے — کھچ گئی آخر یہ کشتی جذبہ گرداب سے
آئینہ ہے پیش نظر، عبرت سے دیکھ اے بے خبر — بزم خموشاں بھی ادھر ہے، عیش کی محفل کے پاس
جب کوئی کہتا ہے ہستی کو، کہ ہستی خوب ہے — اس کی غفلت پر فنا اس وقت ہنستی خوب ہے
کون ایسا ہے نہیں، ہے موت کی جس کو خبر — پھر جو غفلت ہے، تو یہ دنیا کا اک دستور ہے
تن خاکی میں دیکھا روح کو تو اک مسافر ہے — گمان صاحب خانہ تھا جس پر مہماں نکلا
بظاہر بے کسی گور غریباں پر برستی ہے — ولے زیر زمیں جا کر جو دیکھا خوب بستی ہے
از بہر قطع کردن نخل حیات من — چوں ارہ دو منفس اور کشاکش است
درپیش سب کو واسطے منزل عجیب ہے — غافل بہوش باش اجل عنقریب ہے

اسمائے مبارک	تاریخ و سن وفات
حضرت محمد رسول اللہ ﷺ	12 ربیع الاول 11ھ عمر 63 سال
حضرت امیر حمزہ ؓ	30 ذیقعدہ 2ھ عمر 59 سال
حضرت فاطمہ ؓ خاتون جنت	3 رمضان 11ھ عمر 27 سال
حضرت ابوبکر صدیق ؓ	22 جمادی الثانی 13ھ عمر 63 سال
حضرت عمر فاروق ؓ	29 ذی الحجہ 23ھ عمر 57 سال
حضرت عباس ؓ عم رسول اللہ	17 رجب 32ھ عمر 57 سال
حضرت ابوذر غفاری ؓ	8 ذی الحجہ 32ھ
حضرت سلمان فارسی ؓ	10 رجب 33ھ
حضرت عثمان بن عفان ؓ	17 ذوالحجہ 35ھ

حضرت خواجہ اویس قرنی ؒ	7	شوال	39ھ
حضرت علی رضی اللہ عنہ	21	رمضان	40ھ عمر 63 سال
حضرت حسن ؓ	28	صفر	50ھ عمر 46 سال
حضرت حسین ؓ	10	محرم	60ھ عمر 56 سال
حضرت زین العابدین ؒ	28	محرم	95ھ
حضرت خواجہ حسن بصری ؒ	11	رجب	110ھ
حضرت محمد باقر ؒ	7	ذوالحجہ	114ھ
حضرت جعفر صادق ؒ	15	رجب	149ھ
حضرت امام ابو حنیفہ ؒ	15	رجب	150ھ عمر 80 سال
حضرت سفیان ثوری ؒ	15	محرم	160ھ
حضرت خواجہ معین الدین چشتی ؒ	6	رجب	633ھ عمر 71 سال
حضرت فرید الدین گنج شکر ؒ	5	محرم	664ھ
حضرت مخدوم علی احمد صابر ؒ	13	ربیع الثانی	690ھ
حضرت شیخ مصلح الدین سعدی ؒ	5	شوال	691ھ
حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ؒ		ربیع الاول	633ھ
حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی ؒ	30	محرم	662ھ
حضرت داؤد طائی ؒ	10	صفر	165ھ
حضرت امام مالک ؒ	7	ربیع الثانی	179ھ
حضرت امام ابویوسف ؒ	27	رجب	182ھ
حضرت کاظم ؒ	18	ربیع الاول	183ھ
حضرت فضیل بن عیاض ؒ	3	ربیع الاول	188ھ
حضرت خواجہ معروف کرخی ؒ	20	محرم	200ھ
حضرت علی موسیٰ رضا ؒ	9	صفر	203ھ
حضرت امام شافعی	30	رجب	204ھ
حضرت حسین بن منصور حلاج	20	محرم	216ھ
حضرت ذوالنون مصری ؒ	10	صفر	224ھ
حضرت بایزید بسطامی ؒ	11	شعبان	230ھ
حضرت خواجہ سری سقطی ؒ	30	رجب	253ھ
حضرت ممشاد دینوری ؒ	14	محرم	298ھ
حضرت شیخ شبلی ؒ	10	محرم	418ھ

حضرت سلطان محمود غزنوی ؒ	23 ربیع الثانی 420 ھ
حضرت مخدوم علی بن عثمان ہجویری ؒ	19 صفر 465 ھ
حضرت امام غزالی ؒ	14 جمادی الثانی 505 ھ
حضرت سید عبدالقادر جیلانی ؒ	11 ربیع الثانی 562 ھ
حضرت خواجہ فرید الدین ؒ عطار	10 جمادی الثانی 626 ھ
حضرت بہاؤ الدین زکریا ؒ	7 صفر 667 ھ
حضرت بوعلی شاہ قلندر ؒ	9 رمضان 724 ھ
حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی ؒ	3 ربیع الاول 791 ھ
حضرت شاہ نعمت اللہ ولی ؒ	25 رجب 832 ھ
حضرت شاہ بدیع الدین ؒ	16 جمادی الثانی 838 ھ
حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی ؒ	28 صفر 1035 ھ

خلق ورفق

روئے کہ از فے وانہ کشاید ندیدنی ست　　سخنے کہ نیست مغرور ناشنیدنی ست

خلق سے مراد خوش خوئی اور رفق سے مراد نرمی اور دل جوئی ہے۔ ایک حاصل ہوتی ہے 'نرمی سے اور ایک حاصل ہوتی ہے 'تواضع وانکساری سے۔ خلق عمدہ ترین نعمت اور زیباترین خصلت ہے۔ جب حق تعالیٰ سبحانہ نے ایمان کو پیدا کیا 'تو ایمان نے عرض کیا کہ اے اللہ! مجھ کو قوی بنا۔ اللہ قدوس نے اس کو نیک خوئی اور سخاوت سے قوت بخشی اور جب کفر کو پیدا کیا 'تو اس نے بھی کہا کہ اے اللہ! مجھ کو قوی بنا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو تند خوئی اور بخل سے قوت بخشی۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بخیل اور بد خو بہشت میں نہ جائیں گے۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے ایک دفعہ لوگوں سے فرمایا۔ "میں آپ لوگوں کو عبادت کرتے تو دیکھتا ہوں مگر اس کی حلاوت کسی میں کم پاتا ہوں۔" لوگوں نے پوچھا "حلاوت کس طرح حاصل ہوتی ہے؟ فرمایا "انکساری اور فروتنی سے۔"

من ندانم درجہان جستجو　　ہیچ اہلیت بہ از خلق نکو

ایک روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام چلے جاتے تھے کہ ایک احمق آپ سے ملا۔ اس نے آپ سے کوئی بات دریافت کی۔ آپ نے اس کا جواب دیا۔ احمق نے حضرت کے جواب کو تسلیم نہ کیا۔ بلکہ آپ سے جھگڑنا شروع کیا 'لیکن جس قدر وہ حضرت کی برائی کرتا جاتا تھا 'آپ اس کی تعریف کرتے جاتے تھے۔ وہ جس قدر لڑنے پر آمادہ ہوتا جاتا تھا 'حضرت اس سے رعایت اور مروت کرتے جاتے تھے۔ اس اثنا میں حضرت کا ایک دوست آگیا۔ اس نے کہا 'حضرت یہ آپ سے کیوں آمادہ فساد ہے؟ حالانکہ وہ غصہ ہوتا ہے اور آپ مہربانی فرماتے ہیں۔ وہ سختی کرتا ہے اور آپ نرمی برتتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ ؑ نے بتایا کہ اے عزیز! کل اناء۔ یترشح بمافیہ (یعنی از کوزہ ہماں تراود کہ در وست) اس سے وہ

بات پیدا ہوتی ہے' مجھ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے' میں اس وجہ سے غصہ نہیں کرتا کہ وہ مجھے مودب ہوتا ہے' لیکن میں اس کی باب سے جاہل نہیں ہوتا۔ وہ میری عادت و خلق سے عاقل بنتا ہے۔

اقلیمے بزور مسخر نمی شود　　　　ایں فتح بے شکست میسر نمی شود

حکماء کہتے ہیں کہ دس چیزیں خوش خوئی کی علامت ہیں۔ اول لوگوں کے اچھے کام کی مخالفت نہ کرنا۔ دوم عدل کرنا۔ سوم کسی کی عیب جوئی نہ کرنا۔ چہارم کوئی مذمت کرے' اس کی نیک تاویل کرنا۔ پنجم گنہگار کی معذرت پر اس کو معاف کر دینا۔ ششم محتاجوں کی حاجت روائی کرنا۔ ہفتم اپنے عیب پر نظر رکھنا۔ ہشتم لوگوں کا غم کھانا۔ نہم لوگوں کے ساتھ تازہ روئی سے پیش آنا۔ دہم اچھی باتیں کرنا۔

خوش است عالم آزادگی و خوش خوئی　　　　بدیں مقام دراگر بہشت می جوئی

نیوٹن شام کا کھانا کھا کر واپس آیا' تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کے کتے نے جلتی بتی میز پر الٹا کر اس کی سالہا سال کی محنت کو جلا کر راکھ کر دیا ہے۔ تو وہ غصے میں آ کر آپے سے باہر نہیں ہوا۔ بلکہ کہا تو صرف یہ کہا "موتی! موتی! تم یہ نہیں جانتے کہ تم نے کس قدر نقصان کیا ہے؟" یہ کہہ کر وہ اس طرح اپنے کام میں لگ گیا کہ گویا کچھ بھی نہیں ہوا۔

سخت کلامی باعث افتراق اور نرمی و ملائمت موجب اتحاد و اتفاق ہے۔ اردشیر بابک نے جس کا تخت سلطنت زیور حکمت سے آراستہ و پیراستہ تھا' اپنے بیٹے کو دیکھا کہ نہایت زرق برق اور قیمتی لباس پہنے ہے کہا کہ "اے فرزند! بادشاہوں کو ایسی پوشاک پہننی چاہیے' کہ جو کسی خزانے میں موجود نہ ہو اور مثل اس کے کوئی اور نہ پہن سکے۔ نہ مثل تیرے کہ ایسا ہر شخص پہن سکتا ہے۔" بیٹے نے دریافت کیا کہ وہ لباس کس چیز سے تیار ہوتا ہے؟ بادشاہ نے کہا "نیک خوئی اور نکوکاری کے تار اور تحمل و سازگاری کے پودے سے۔"

فریدوں سے پوچھا گیا کہ آپ اپنے ملازمین کی نگہداشت کس چیز سے کرتے ہیں؟ جواب دیا' نرمی اور بردباری سے پوچھا گیا کہ مشکلات کس چیز سے حل کرتے ہیں؟ فرمایا۔ "میل اور مہربانی سے۔"

حسن خلق یہ ہے کہ تم پر جفائے خلق کا اثر نہ ہو۔ (غوث الاعظم)

حکایت:۔ ایک دفعہ فریدوں نے اپنے باورچی کو حکم دیا کہ میرے واسطے فلاں قسم کا کھانا تیار کرنا اور نہایت تکلف سے تیار کرنا۔ باورچی نے بادشاہ کی فرمائش کے مطابق کھانا تیار کر کے دوسرے کھانوں کے ساتھ بادشاہ کے روبرو پیش کیا۔ بادشاہ نے جب اپنے فرمائشی کھانے کی طرف نظر کی' تو اس میں ایک مکھی پڑی ہوئی دیکھی' اس کو نکال کر پھینک دیا۔ جب لقمہ اٹھایا' تو پھر ایک مکھی نظر آئی۔ اس لقمہ کو چھوڑ کر دوسرا لقمہ اٹھایا' اس میں بھی ایک مکھی ملی' تو اس نے اس کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور دوسرے کھانوں کو تناول کر کے دستر خوان اٹھوا دیا۔ بعد ازاں باورچی کو طلب کیا اور فرمایا "کھانا تو بہت ہی لذیز تھا۔ کل پھر ایسا ہی پکانا' مگر اس میں مکھی زیادہ نہ ہو۔" حاضرین نے جو یہ حالت دیکھی' تو سخت متعجب ہوئے کہ بادشاہ نے بجائے سزا دینے کے نادم کرنے پر اکتفا کیا۔

چو در مقابلہ جرم لطف بیند کس　　　　شود تجل زدہ وایں خجالت اور ابس

خلق بد سے نہ تو خلق ہی خوش رہ سکتی ہے نہ ہی خالق۔

گر ترا حق آفریدہ زشت رو   تو مشو ہمزشت رو ہمزشت خو

بہت سے سر زبان سے کٹے ہوئے ہیں۔

مخبر صادق کا فرمان ہے 'دین حسن خلق ہی کا نام ہے۔ بد خو اور بد خلق کی جگہ دوزخ ہے۔ اگر چہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے۔

عبادتے بجز بجاں بہ زخاکساری نیست   بہ از وضوئے عزیزاں بود تیمم ما

ایک بادشاہ کی آنکھ پر مکھی بار بار بیٹھتی تھی۔ مکھی کی ضد مشہور ہے 'جب بادشاہ مکھی کے پیہم حملوں سے دق آگیا اور اس کو اڑاتے اڑاتے تھک گیا' تو کہا۔ "کیا میری تین سلطنتوں کی وسعت تیرے لئے ناکافی تھی کہ میرے ہی گوشہ چشم پر چشم التفات مبذول فرمائی۔"

میزان عمل میں سب سے زیادہ بھاری عمل حسن خلق ہے۔ (حدیث)

خوش خلق جنت میں اعلیٰ مراتب پائے گا' اگر چہ عبادت کم رکھتا ہوں۔ (حدیث)

خوئے بد عبادت کو اس طرح تباہ کر دیتی ہے 'جیسے سر کہ شہد کو۔

عالم بد خو کی دوستی سے فاسق خوش خو کی دوستی مجھے زیادہ پسند ہے۔ (حضرت جنیدؒ)

حکایت:۔ قاضی یحییٰ ایک دن خلیفہ مامون رشید کے ہاں بطور مہمان مقیم تھا۔ خلیفہ اور قاضی دونوں ایک کمرے میں سو رہے تھے۔ آدھی رات کے بعد قاضی صاحب کی آنکھ کھل گئی اور پیاس لگی۔ چاہتے تھے کہ اٹھ کر پانی پئیں۔ خلیفہ مامون یہ دیکھ کر خود پلنگ سے اٹھا' دوسرے کمرے میں گیا اور پانی کی صراحی اٹھا کر لے آیا۔ قاضی صاحب نے کہا۔ "آپ نے یہ کیا غضب کر دیا؟ غلام کو ارشاد کیا ہوتا۔ خلیفہ نے کہا' سب سو رہے ہیں۔ قاضی صاحب نے کہا' میں خود پانی لے آتا۔ آپ نے تکلف کیوں کیا؟ مامون نے کہا۔ "مہمان کو تکلیف دینا کس نے بتائی ہے؟" آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ "سید القوم خادمھم' قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے۔"

پاس دل گر میتوانی داشت سلطاں می شوی   ایں نگیں را گر بدست آری سلیماں می شوی
کر دیں جو بے کسوں سے ذرا یہ غرور کم   جب بھی نہیں مریں گے کسی سے حضور کم

حکایت:۔ ایک حکیم کے ہاں اس کا دوست آیا۔ اس نے اپنے دوست کے سامنے کھانا لا کر رکھا۔ حکیم کی زوجہ بہت بد مزاج تھی۔ کھانا اس کے سامنے سے اٹھا لیا اور اپنے شوہر کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ وہ مہمان غصے ہو کر اٹھ گیا۔ حکیم اس کے پیچھے گیا اور کہا کہ تم کو یاد ہے کہ ایک بار ہم تمہارے گھر کھانا کھاتے تھے' اتنے میں ایک مرغی آئی اور دستر خوان کی تمام چیزوں کو خراب کر ڈالا۔ اس وقت ہم میں سے کوئی غصے ہوا تھا؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ حکیم نے کہا' تو اب بھی ایسا ہی خیال کر لو۔ وہ شخص ہنس پڑا اور ساری خفگی جاتی رہی۔

وہی ہے خوب روجو نیک خو ہو   وہی ہے پھول جس میں رنگ و بو ہو

حکایت:۔ ایک شخص نے کسی بزرگ کے پاؤں پر ایسی چوٹ ماری کہ وہ بے قرار ہو گیا۔ مگر غصہ نہ ہوا۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ غصے کیوں نہ ہوئے۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ میں نے یہ سمجھ لیا کہ میرا پاؤں پتھر پر سے پھسل گیا اور چوٹ لگ گئی۔ اس سبب سے غصہ نہیں کیا۔

کبھی ہم نے برا مانا نہ ایذا دینے والوں کا — زیادہ سے زیادہ اپنی قسمت کا لکھا سمجھا
بہر مذہب کہ باشی باش نیکو کار بخشندہ — کہ کفر و نیک خوئی بہ زاسلام و بد اخلاقی

تمہارا اخلاق مخصوص نہ ہونا چاہیے' بلکہ ہر ایک نیک و بد' مومن و مشرک' خورد و کلاں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آنا چاہیے۔

یہ کیا کہ بچنا خار سے اور گل کو دیکھنا — جب صلح کل ہی ٹھہرے تو پھر کل کو دیکھنا

کسی کی دل شکنی کے بعد دلجوئی کے ہزار طریقے اختیار کیے جائیں' لیکن اس کا اثر زائل کرنا محال ہے۔

من موتی اور دودھ کے تن کا یہ سبھاؤ — ٹوٹے پھوٹے نہ ملیں چاہے لاکھ کرواپاؤ
دل کہ رنجد از کسے خورسند کردن مشکل است — شیشہ بشکستہ راپیوند کردن مشکل است
گر صد ہزار لعل و گہر میدہی چہ سود — دل را شکستہ نہ کہ گوہر شکستہ

حکایت:۔ ملک شاہ بلخ ایک روز شکار کھیلنے گیا کہ اثنائے شکار ایک تیر اتفاقیہ ایک دیہاتی لڑکے کو جا لگا' جو کھیت میں کام کر رہا تھا۔ شاہ بہ نفس نفیس جائے واردات پر پہنچا' اور اس دردناک نظارے سے متاثر ہو کر بے اختیار رو پڑا۔ حکم دیا کہ اس کے وارث کو بلاؤ۔ اس لڑکے کا غریب باپ نہایت خستہ حالت میں خدمت شاہ میں حاضر ہوا۔ شاہ نے ایک مشت اشرفیوں کا بھرا ہوا اس پر تلوار رکھ کر اس کے آگے رکھوا دیا اور فرمایا "اگرچہ یہ حادثہ اتفاقیہ طور پر وقوع پذیر ہوا ہے' لیکن یہ شمشیر اور میرا سر اور طشت مع زر موجود ہے۔ ان دونوں میں سے جسے تیرا دل چاہے' اختیار کر' غریب دیہاتی نے شاہ کی جوان مردی اور انتہائے اخلاق و انصاف کو دیکھ کر زمین کو بوسہ دیا اور کہا "یہ لڑکا تو کیا' میرا سر اور یہ زر فرق مبارک پر نثار ہے' عمر و دولت شہنشاہ کی بڑھے۔ میں اپنی داد پا چکا۔" آخر شاہ نے وہ زر اسے دلوا دیا' اور اس گاؤں کی ملکی کی سند اسی کو مرحمت فرمائی۔

حکایت:۔ امیر منصور کے پاس حمزہ نام ایک خدمت گار زمانہ ولی عہدی میں تھا۔ جو کہ نہایت سست ہونے کے علاوہ بہت بے وقوف بھی تھا۔ امیر کو اس غفلت و حماقت کی وجہ سے اکثر رنج اٹھانا پڑتا۔ ناچار دق ہو کر امیر نے اس کو اپنی ملازمت سے علیحدہ کر دیا اور الطاف شاہانہ سے بطور مروت اس کو چار ہزار دینار مرحمت فرمائے' تاکہ وہ شکستہ خاطر نہ ہو۔ کچھ مدت کے بعد حمزہ پھر خدمت شاہ میں حاضر ہوا' اور اپنی تنگ دستی کا احوال بیان کیا۔ امیر منصور نے اس کا بیان سن کر چار ہزار دینار پھر اسے دلوائے اور کہا کہ اس رقم سے تجارت کر کے اپنی گزران کر اور اب آئندہ میرے پاس مت آنا' کیونکہ مجھے تم سے شرم آتی ہے وہ زر لے کر چلا گیا۔ جس وقت منصور مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ حمزہ مبارک باد دینے آیا۔ منصور نے پوچھا' اب تو کیوں آیا ہے؟ کیا میں نے تجھ کو منع نہ کیا تھا کہ میرے پاس کبھی مت آنا۔ حمزہ نے کہا میں تہنیت عرض کرنے آیا ہوں۔ منصور نے اس کو چار ہزار دینار پھر دلوائے اور کہا "اس دفعہ تو تو آ گیا' سو آ گیا لیکن آئندہ آ کر مجھے کبھی مت ستانا۔ ایک سال کے بعد حمزہ پھر امیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پوچھا اب کس واسطے آیا ہے؟ کہا ان دنوں سفر حجاز میں ایک شخص نے جو دعائے مستجاب آپ کو بتلائی تھی' میں نے چاہا کہ امیر کو جا کر یاد دلا دوں' تاکہ اس کے پڑھنے سے استحکام سلطنت نصیب ہو۔ امیر نے کہا' اے حمزہ! کل رات وہ دعا میں نے پڑھی

تھی کہ اللہ کریم آئندہ تیری صورت مجھے نہ دکھائے۔ اللہ نے وہ دعا قبول نہ فرمائی اور تو نے خواہ مخواہ مجھے آ کر زحمت دی۔ تیری خدمت کا حق میرے دل سے فراموش نہیں ہوتا' اور میں تجھ سے بہت شرمندہ ہوں۔ چار ہزار اور لے' لیکن عہد کر کہ پھر میرے لئے یہ تکلیف روانہ رکھے اور مجھے زیادہ شرمندہ نہ کرے۔ آخر اس نے قسم اٹھائی کہ آئندہ کبھی ادھر کا رخ نہ کروں گا۔ سچ ہے کہ نیک مرد تنکا اتارنے کا احسان بھی کبھی فراموش نہیں کرتے۔

شرف مرد بہ جودست و کرامت بسجود ہر کہ ایں ہر دو ندارد عدمش بہ زوجود

حکایت:۔ پرویز شاہ والی ایران ایک مرتبہ کسی درباری پر ناخوش ہوا۔ اس کے قصور کی سزا میں چند روز قید کر کے چھوڑ دیا۔ دربار میں اس کا آنا جانا موقوف ہوا۔ بے کاری کے باعث روٹی تک کا محتاج ہو گیا۔ ایک روز اس نے خبر پائی کہ آج بادشاہ فلاں مکان میں جشن کئے خوشی سے بیٹھا ہے۔ یہ اپنے دوستوں سے گھوڑا اور اعلیٰ درجہ کا جوڑا عاریتہ لے کر وہاں گیا۔ دربان اور چوبداروں نے خیال کیا کہ شاید اس جشن کی خوشی میں اس کی تقصیر معاف ہو گئی ہو گی۔ کوئی نہ سمجھا کہ بغیر پروانگی آیا ہے۔ یہ جاتے ہی مصروف انتظام ہو گیا۔ بادشاہ نے اسے دیکھا' ہرچند ناخوش تھا' لیکن ایسی خوشی کے موقعہ پر اس کو کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا۔ دیدہ و دانستہ طرح دے گیا۔ اس عرصہ میں اس نے جو موقع پایا' تو پانچ سیر وزن کا سونے کا ایک طباق قبا کے دامن میں چھپا لیا اور وہاں سے نکل کر اپنے گھر چلا آیا اور اس کو فروخت کر کے مزے سے گزران کرنے لگا۔ دوسرے دن خدمت گار گمشدہ طباق زریں کی جستجو کرنے لگے۔ کئی ایک اشخاص پر شبہ تھا کہ انہیں مار پیٹ کر قبول کرائیں۔ شاہ نے کہا۔ "تم کیوں جھگڑتے ہو؟" غلام نے کہا طباق زریں جاتا رہا۔ ہم اس کا سراغ لگاتے ہیں۔ فرمایا ان غریبوں کو چھوڑ دو' جو لے گیا ہے' وہ نہ دے گا اور جس نے لے جاتے دیکھا ہے' وہ بھی نہ بتلائے گا۔ ایک سال کے بعد پھر بادشاہ نے اسی جگہ جشن کرایا۔ اس درباری نے بھی خبر پا کر خود کو وہیں پہنچایا۔ شاہ نے اسے نزدیک بلا کر کان میں کہا' شاید کہ پہلا طباق خرچ ہو چکا ہو گا۔ اس نے آداب بجالا کر کہا۔ "حضور کے عتاب کے باعث جان سے تنگ آیا' تو دانستہ یہ حرکت کی' کہ سزاوار قتل ہو کر زندگی کے وبال سے چھوٹ جاؤں۔ شاہ کو اس بات پر رحم آیا اور اس کی تقصیر معاف کر کے بدستور خدمت سابقہ پر بحال کیا۔

حکایت:۔ شہنشاہ جہانگیر نے ایک مرتبہ دوران شکار میں ایک گاؤں کے قریب ڈیرہ ڈالا' اور خدمت گار گاؤں میں انڈے خریدنے گیا' تو ایک دیہاتی نے یہ معلوم کر کے کہ یہ انڈے بادشاہ کے لئے خریدے جا رہے ہیں' پانچ اشرفی فی انڈا قیمت طلب کی۔ خدمت گار نے اس کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کر کے کہا کہ یہ شخص باوجود اس بات کے جاننے کے کہ انڈے شہنشاہ عالم کے لئے مطلوب ہیں' اس قدر گراں قیمت طلب کرتا ہے۔ بادشاہ نے نہایت خوش اخلاقی سے دریافت کیا کہ کیا اس گاؤں میں انڈے کم ملتے ہیں؟ دیہاتی نے کہا۔ حضور انڈے تو بہت ملتے ہیں' لیکن ایسے شہنشاہ کم ملتے ہیں' بادشاہ اس کے اس مدلل اور برجستہ جواب سے بہت خوش ہوا' اور انڈوں کی منہ مانگی قیمت دینے کے علاوہ اس کو معقول انعام دے کر رخصت کیا۔

واشنگٹن جب کہ بستر مرگ پر پڑا تھا' اس کے خادم نے پوچھا' کیا آپ کے لئے چائے لاؤں؟ اس نے کہا۔ "اگر آپ

کی مہربانی ہو سکے۔"

شاہ فلپ کے دربار میں جو سفیر گئے تھے' انہوں نے واپس آ کر ڈیمو سیتھنز کو بتایا کہ بادشاہ بہت خوبصورت ہے' بڑا فصیح و بلیغ ہے۔ شراب خوب پیتا ہے۔ تو اس دانشمند نے کہا کہ ان تعریفوں میں سے ایک تو عورت کی ہے۔ دوسری تعریف سفیر یا وکیل کی اور تیسری تعریف اسفنج سے مشابہ ہے۔ بادشاہ میں جو اوصاف ہونے چاہئیں' ان میں سے کوئی ایک بھی نہیں ہے۔ بادشاہ وہ ہے' جو میدان جنگ میں دشمن کو مغلوب کر کے اس پر رحم کرے اور رعایا کے ساتھ خلق و رفق سے پیش آئے اور اسے خوشحال رکھے۔

حکایت:۔ بیان کیا جاتا ہے کہ خوارزم میں ایک نہایت عادل بادشاہ تھا۔ اس کے عہد سلطنت میں کسی کی طاقت نہ تھی کہ کوئی برا کام اعلانیہ کر سکے۔ ایک شخص جو اس کی درگاہ میں حقوق قدیمی رکھتا تھا' اور جملہ امرائے دربار میں سے اس کے اختیارات زیادہ تھے' بظاہر نہایت نیک تھا' لیکن پوشیدہ بد سرشت اور مبتلائے فسق و فجور تھا اور کسی کی طاقت نہ تھی کہ اس کی برائیوں کے متعلق بادشاہ سے عرض کرے۔ سلطان نے اس بات سے واقف ہو کر یہ تو نہ چاہا کہ ظاہر اس معاملے میں اسے کچھ نصیحت کرے' کیونکہ ہیبت میں فرق آئیگا۔ لہٰذا بادشاہ نے اسے بلا کر کہا کہ مجھے ایک ایسے مرغ کی ضرورت ہے' جس کی چونچ سرخ' سر کے بال سیاہ اور باقی سب سفید ہو۔ چونکہ تو سارے شہر اور اس کے حالات سے واقف ہے۔ سوائے تیرے کوئی اس کام کو انجام نہیں دے سکتا۔ اس نے اس کام کے لئے ہفتہ بھر کی مہلت مانگی۔ بالآخر کافی جدوجہد کے بعد عرض کیا کہ میں مجبور ہوں کہ مجھ کو ایسا جانور نہیں مل سکا۔ بادشاہ نے کہا' جاؤ فلاں محلہ اور فلاں مکان میں مطلوبہ قسم کے چار مرغ ہیں اور اس قسم کا پنجرہ ہے' چنانچہ جب دیکھا گیا تو واقعی ایسا تھا۔ وہ شخص متعجب ہوا' اور ڈرا کہ جب بادشاہ کو شہر کے مکانوں اور مکانوں کے اندرونی حالات کا اس قدر علم ہے' تو میری بدکاریوں سے وہ کیسے بے خبر رہ سکتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے افعال بد سے فی الفور تائب ہو گیا۔ حسن تنبیہ کی یہ بہترین مثال ہے۔

اے دوست دل میں گرد کدورت نہ چاہئے — اچھے تو کیا بروں سے بھی نفرت نہ چاہئے
کہتا ہے کون' کہ پھول سے رغبت نہ چاہئے — کانٹے سے بھی مگر تجھے وحشت نہ چاہئے
کانٹے کی رگ میں بھی ہے لہو سبزہ زار کا — پالا ہوا ہے وہ بھی نسیم بہار کا

قدر و قیمت وقت

اے شیخ آ کیا ڈھونڈے ہے شب قدر کا نشان — ہر شب ہے شب قدر اگر تو ہے قدردان

صوفیائے کرام فرماتے ہیں۔ "الوقت سیف قاطع۔" حکماء کا قول ہے کہ زمانہ سیال ہے۔ اسے کسی آن سکون نہیں۔ اللہ ڈراتا ہے کہ تم کہیں رہو' موت تمہیں نہیں چھوڑے گی۔ وہ یہ بھی فرماتا ہے کہ ہر ایک کام کا وقت ہے مگر انسان موت کا وقت نہیں جانتا۔ انبیاء کرام بھی نصیحت کرتے ہیں کہ وقت سے ہوشیار رہو۔ وقت کی خبر رکھو۔ وقت کو برباد نہ کرو۔ وقت کو غیر مفید باتوں میں صرف نہ کرو۔ گھڑی گھڑی لحظہ لحظہ کا تمہیں حساب دینا پڑے گا۔ حکماء و علماء

اور دانشمند بھی نصیحت کرتے ہیں کہ وقت کی قدر کرو۔ اسے ضائع نہ ہونے دو۔ تاریخ بھی ہم کو یہی سبق دیتی ہے۔ صدیوں کا تجربہ بھی ہم کو یہی سکھاتا ہے کہ دنیا میں جس قدر کامران و کامیاب ہستیاں گزر چکی ہیں۔ ان کی کامیابی و ناموری کا راز صرف وقت کی قدر اور اس کا صحیح استعمال تھا۔

وقت گزرتے ہوئے واقعات کا ایک دریا ہے۔ اس کا بہاؤ تیز اور زبردست ہے۔ جونہی کوئی چیز اس کی زد میں آتی ہے' اس کی لہریں اسے اپنے ساتھ بہالے جاتی ہیں۔ پھر اور کوئی شے اس کی جگہ لے لیتی ہے' لیکن وہ بھی اسی طرح بہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے صدیاں ریت کے ذروں کی طرح گرتی ہیں۔

نگہدار فرصت کہ عالم دمے است   دمے پیش عالم بہ ازعالمے است

یہ ایک مشہور مثال ہے کہ "الوقت من ذھب" یعنی وقت بھی ایک سونا ہے اور یہ تو صرف ان لوگوں کے لئے صحیح ہے' جو موجودات کی قدر و قیمت محض قیاس و تصور کے ذریعے ہی کر سکتے ہیں لیکن جو لوگ پاکیزہ خیالات و نظریات اور اچھے افکار کے حامل ہوتے ہیں' ان کے ہاں تو وقت کی قیمت بہت گراں ہے۔ ان کے نزدیک "وقت" کا مقام بہت بلند اور ارفع ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "الوقت ھوالحیات" یعنی وقت ہی زندگی ہے۔ اے انسان! ذرا سوچ تو سہی کہ اس دنیا میں تیری زندگی کیا ہے؟ کیا تجھے معلوم نہیں کہ تیری زندگی اس دنیا میں تو صرف پیدائش اور موت کے درمیان کا تھوڑا سا غیر یقینی اور بے اندازہ وقفہ ہے۔ اے انسان! تیری عقل اس بارے میں تیری کچھ بھی رہنمائی نہیں کرتی کہ تو "وقت" اور "سونے" کی حقیقت اور ان کے امتیازی فرق کو پہچان سکے۔ سونا تو آنے جانے والی چیز ہے۔ وہ تیرے ہاتھ سے نکل بھی جاتا ہے' اسے تو کھو بھی بیٹھتا ہے۔ یہ دوبارہ بھی حاصل ہو سکتا ہے اور پہلے سے کئی گنا زیادہ بھی ہو سکتا ہے' لیکن جو وقت کہ گزر چکا ہے اور جو زمانہ بھی کہ چلا گیا ہے' وہ کسی صورت اور کسی قیمت پر بھی واپس نہیں آسکتا۔ تو ذرا انصاف سے سوچ کہ کیا وقت سونے سے زیادہ مہنگا نہیں؟ کیا وقت الماس سے زیادہ مہنگا نہیں؟ کیا یہ ہر چیز سے زیادہ گراں نہیں؟ یاد رکھ کہ دنیا کے تمام اعراض و جواہر وقت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ وقت کے مقابلے میں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں' کیونکہ وقت تو سونا اور جواہر نہیں' بلکہ ایک انمول زندگی ہے۔

نہ کر عمر کی اک بھی ضائع گھڑی   کہ ٹوٹی لڑی جب کہ چھوٹی کڑی
گنوائے گا عاقل نہ بے کار دن   کہ انسان کی ہے زندگی چار دن

کامیابی کسی تھوڑے سے وقت یا پے درپے کام کرنے پر ہی موقوف نہیں ہے۔ بلکہ وقت کی مناسب تقسیم پر ہی منحصر ہے۔ ہر کام اپنے وقت پر پورا ہو۔ کام میں بے جا تقدیم و تاخیر بھی غفلت کے مترادف ہے۔ اس لئے اہل عقل کے نزدیک قبل از وقت کوئی کام کرنا' یا بے جا تاخیر کرنا محذور و متروک ہے۔ ہر عمل اپنے وقت مقررہ اور مناسب انداز کے مطابق ہونا چاہئے۔ "واللہ یقدرالیل والنھار" دن اور رات کا وقت اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے۔ اس لئے غافلین کو اللہ تعالیٰ نے زبردست زجر و توبیخ فرمائی ہے' اور ان کی عاقبت بد اور خسارے کو پر زور الفاظ میں ادا کیا ہے۔ ترجمہ آیت پاک "ہم نے اس قسم کے بہت سے انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں۔ جن کے دل ایسے ہیں' جن سے وہ نہیں سمجھتے۔ ان کی آنکھیں ایسی ہیں' جو نہیں دیکھ سکتیں اور ان کے کان ایسے ہیں' جن سے وہ سن نہیں سکتے۔ وہ

لوگ چوپایوں کی طرح ہیں' بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں اور وہ لوگ غافل ہیں۔"
حضرت فاروق اعظمؓ دعا فرماتے تھے۔ "یا اللہ! اوقات زندگی میں برکت دے اور انہیں صحیح مصرف پر لگانے کی توفیق عطا فرما۔"
حضرت رسول کریم کی حدیث مبارک کا ترجمہ "کوئی دن ایسا نہیں' جب وہ طلوع ہوتا ہے مگر یہ کہ وہ پکار پکار کر کہتا ہے کہ اے انسان! میں ایک نوپید مخلوق ہوں۔ میں تیرے عمل پر شاہد ہوں۔ مجھ سے کچھ حاصل کرنا ہے تو کر لے۔ میں تو اب قیامت تک لوٹ کر نہیں آؤں گا۔" نیز آنحضور سرور کائنات کا فرمان ہے۔ "مومن کے لئے دو خوف ہیں' ایک "عاجل" جو گزر چکا ہے۔ معلوم نہیں اللہ اس کا کیا کرے گا اور ایک "آجل" جو ابھی باقی ہے۔ معلوم نہیں اللہ اس میں کیا فیصلہ صادر فرمائے؟ تو انسان کو لازم ہے کہ اپنی طاقت سے اپنے نفس کے لئے اور دنیا سے آخرت کے لئے' جوانی سے بڑھاپے کے لئے اور زندگی سے قبل موت کے لئے کچھ نفع حاصل کر لے۔

وقت کی رفتار ہو محسوس' یہ دشوار ہے　　　یہ زمیں چلتی ہے تیزی سے' مگر ہلتی نہیں

پس اے عزیز! وقت کی قدر کر اور عمر کو غنیمت شمار کر' خواب غفلت سے بیدار ہو اور ہوشیاری سے میدان عمل میں کود جا' عمل کر اور بے عمل نہ بن۔ بے عملی قوتوں کو موت کے نیند سلا دیتی ہے۔ وقت کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔

نگہ دار فرصت کہ عالم دے ست　　　دمے پیش عالم بہ ازعالمے ست
در زندگی بکوش ہمیں دم غنیمت است　　　زیرا کہ روز مرگ بکس آشکار نیست

وقت کو رائیگاں کھونے والے کہہ دیا کرتے ہیں۔

ذکر اللہ و کار جہاں' یاد رفتگاں　　　دو دن کے اس قیام میں کیا کرے کوئی

لیکن انہیں یاد رہے کہ وقت سے کام لینے والے اس تھوڑی سی زندگی میں موجد بن گئے۔ فلاسفر بن گئے' بزرگان دین اور اولیاء بن گئے۔ دین و دنیا کے مالک بن گئے۔ برخلاف اس کے جتنے ننگے' بھوکے اور فاقہ کش تم دنیا میں دیکھ رہے ہو' یہ سب وہی لوگ ہیں جنہوں نے بچپن میں اپنے وقت کو رائیگاں کھویا ہے۔ اس کی ایک بنیادی ٹیڑھی اینٹ نے ان کی تمام زندگی کی عمارت کو ٹیڑھا کر دیا۔ بیکار کھویا ہوا ایک لمحہ عمر بھر کے ننھے سے پودے کی کئی شاخوں کو کاٹ ڈالتا ہے۔

موت کیا ہے؟ جسم کا بے حس و حرکت اور ٹھنڈا ہو جانا' جو لوگ ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ کر' بے کار بیٹھ کر سو سو کر وقت گزارتے ہیں' ان مردوں اور مردوں میں فرق ہی کیا ہے۔

ایک وقت میں ایک ہی کام مکمل طور پر کرنا کئی نامکمل کاموں کا خون کر دینے سے بہتر ہے۔

وقت ہمارے پاس اسی طرح آتا ہے' جیسے کوئی دوست بھیس بدل کر آتا ہے اور چپ چاپ بیش قیمت تحفہ جات اپنے ساتھ لاتا ہے' لیکن اگر ہم ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے' تو وہ چپکے سے مع اپنے تحائف کے واپس چلا جاتا ہے اور پھر کبھی واپس نہیں آتا۔ ہر صبح کو ہمارے لئے نئی نئی نعمتیں آتی ہیں' لیکن اگر ہم کل اور پرسوں کی چیزیں منظور نہیں کر سکتے' تو ہم ان سے فائدہ اٹھانے کے روز بروز نا قابل ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی خوبیوں کو سمجھنے اور ان کو کام

میں لانے کی طاقت جو ہم میں ہے' رفتہ رفتہ زائل ہو جاتی ہے۔ کھوئی ہوئی دولت محنت اور کفایت شعاری سے پھر حاصل ہو سکتی ہے' لیکن کھویا ہوا وقت لاکھ کوشش کرنے پر بھی دوبارہ حاصل نہیں ہو سکتا' اور ہمیشہ کے لئے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ بعد میں انسان کو یہ پرانا سبق حاصل ہوتا ہے۔ "پن چکی" اس پانی سے نہیں چل سکتی' جو بہہ گیا ہو۔

من نمی گویم زیاں کن یا بفکر سود باش
اے ز فرصت بے خبر در ہر چہ باشی زود باش

فضول کاموں سے ایک گھنٹہ روزانہ بچاکر معمولی آدمی بھی کسی سائنس کو پوری طرح اپنے قابو میں کر سکتا ہے۔ دن میں ایک گھنٹہ ہر روز خرچ کر کے جاہل سے جاہل انسان بھی دس سال میں ایک درجے کا باخبر اور عالم و فاضل بن سکتا ہے۔ ایک گھنٹے میں معمولی لڑکا خوب اچھی طرح سمجھ کر ایک کتاب کے بڑے بیس صفحے اور اس حساب سے سال بھر میں سات ہزار صفحے پڑھ سکتا ہے۔ غرض ایک گھنٹہ روزانہ کی بدولت ایک حیوانی زندگی کار آمد اور مسرت بھری انسانی زندگی میں تبدیل ہو سکتی ہے اور ایک گھنٹہ روزانہ کام کر کے ایک گمنام شخص ایک مشہور آدمی اور ایک ناکارہ آدمی قوم کا محسن بن سکتا ہے۔

در دست فقیر نیست نقدے جز وقت
آں نیز گراز دست دہدوائے برد

ایک اور دھوکا ہے جو انسان کو وقت کے ضائع کرنے کی شرم اور افسوس سے بچاتا رہتا ہے اور وہ لفظ "کل" ہے۔ جس کے لئے کہا گیا ہے کہ انسان کی زبان میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو "کل" کے لفظ کی طرح اتنے گناہوں' اتنی حماقتوں' اتنی وعدہ خلافیوں' اتنی خشک امیدوں' اتنی غفلتوں' اتنی بے پروائیوں اور اتنی برباد ہونے والی زندگیوں کے لئے جواب دہ ہو' کیونکہ اس کی آنے والے "کل" یعنی فردا نہیں آتی اور وہ فردائے قیامت یا گزری ہوئی "کل" یعنی بروز بن جاتی ہے اور پچھلی کل کو ہم کبھی واپس نہیں کر سکتے۔ وقت جب ایک دفعہ مر گیا' تو اس کو پڑا رہنے دو۔ اب اس کے ساتھ اور کچھ نہیں کرنا ہے' سوائے اس کے کہ اس کی قبر پر آنسو بہاؤ اور آج کی طرف لوٹ آؤ' مگر لوگ اس کی طرف نہیں لوٹتے اور عملاً فردا کو کبھی امروز نہیں ہونے دیتے۔

ہر شبے گویم کہ فردا ترک ایں سودا کنم
باز چوں فردا شود امروز را فردا کنم

ایک ہندی شاعر کا بے نظیر مقولہ ہے۔

کل کرے سو آج کر' آج کرے سو اب
پل میں پر لے ہوئے گی' پھر کرے گا کب

وقت گزر جانے پر افسوس بے نتیجہ ہے۔ پھر پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد۔ موت پر اتنا افسوس نہیں ہوتا' جتنا کہ وقت کے فوت پر۔ دوزخی یہی کہیں گے "اے اللہ! تو ہمیں ایک بار پھر دنیا میں بھیج دے۔"

کیا تم کو زندگی سے محبت ہے؟ اگر ہے تو وقت کو برباد نہ کرو' کیونکہ اسی کا نام زندگی ہے' اور ایک ساعت کی بربادی سے جو نقصان ہوتا ہے' بقائے دوام بھی اس کی تلافی نہیں کر سکتی اور یہ کمی کبھی پوری نہیں ہوتی۔ سچ یہ ہے کہ وقت کو ضائع کرنا ایک طرح کی خودکشی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ خودکشی ہمیشہ کے لئے زندگی سے محروم کر دیتی ہے اور تضیع اوقات ایک محدود زمانے تک زندہ کو مردہ بنا دیتی ہے۔ یہی منٹ' گھنٹے اور دن جو غفلت اور بے کاری میں گزر

جاتے ہیں۔ اگر انسان حساب کرے' تو ان کی عمومی تعداد مہینوں بلکہ برسوں تک پہنچتی ہے' اگر کسی سے کہا جائے کہ تیری عمر سے دس پانچ سال کم کر دیئے گئے' تو یقیناً اس کو سخت صدمہ ہو گا' لیکن وہ معطل بیٹھا ہوا' خود اپنی عمر عزیز کو برباد کر رہا ہے مگر اس کے زوال و فنا پر کچھ افسوس نہیں کرتا اور دائمی سوز و گداز میں مبتلا رہتا ہے۔

عمر عزیز قابل سوز و گداز نیست — ایں رشتہ رامسوز کہ چندیں دراز نیست
آنکہ مصرف میکند پیدا برائے سیم و زر — کاش نقد وقت راہم مصرفے پیدا کند

اگرچہ وقت کا بیکار کھونا' عمر کا کم کرنا ہے' لیکن اگر یہی ایک نقصان ہوتا' تو چنداں غم نہ تھا' کیونکہ دنیا میں سب کو عمر طویل نصیب نہیں ہوتی' لیکن بہت بڑا نقصان وہ خسارا جو بیکاری اور تضیع اوقات سے ہوتا ہے۔ وہ ہے کہ بے کار آدمی کے خیالات ناپاک اور زبوں ہو جاتے ہیں اور طرح طرح کے عوارض جسمانی و روحانی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حرص و طمع' ظلم و ستم' قمار بازی' حق تلفی و نافرمانی' زناکاری و شراب خوری عموماً وہی اشخاص کرتے ہیں' جو معطل و بے کار رہتے ہیں۔ انسان کچھ نہ کچھ کرنے کے واسطے بنایا گیا ہے۔

ع ہر کسے را بہر کارے ساختند۔ جب تک ان کی طبیعت اور دل و دماغ نیک اور مفید کام میں مشغول نہ ہو گا' اس کا میلان ضرور بدی اور معصیت کی طرف رہے گا۔ پس اگر انسان بننا چاہتا ہے اور زندگی کو بارام بسر کرنے کی خواہش رکھتا ہے' تو سب کاموں سے مقدم کام اس کے واسطے یہ ہے کہ وہ اپنے وقت پر نگران رہے۔ ایک لمحہ بھر بھی فضول نہ کھوئے اور ہر کام کے لئے ایک وقت اور ہر وقت کے لئے ایک کام مقرر کر دے۔ ورنہ جو شخص وقت کو برباد کرے گا' وقت اس کو برباد کر دے گا۔

اگر آپ غور کریں گے' تو نوے فیصد لوگ صحیح طور پر یہ نہیں جانتے کہ وہ اپنے وقت کا زیادہ حصہ کہاں اور کیوں صرف کرتے ہیں۔

فرینکلن نہایت محنتی' ان تھک کام کرنے والا' ازحد پابند اوقات اور ایک منٹ بھی ضائع نہ کرنے والا تھا۔ اپنے کھانے اور سونے کے لئے کم سے کم وقت جو دیا جا سکتا تھا' دیتا تھا' جب وہ بچہ ہی تھا' تو ایک مرتبہ اپنے والد کے زیادہ دیر تک کھانا کھانے کے میز پر بیٹھے رہنے پر ہر ایک پیالے پر اللہ سے برکت مانگنے پر گھبرا کر اپنے والد سے یہ پوچھا۔ "کیا آپ تمام پیپے ہی پر ایک دم ہمیشہ کے لئے برکت نہیں مانگ سکتے؟ اس طرح بہت سا وقت بچ جائے گا۔" اس نے اپنی سب سے اچھی تصانیف جہاز میں سفر کرتے ہوئے لکھی ہیں۔

موجودہ وقت خام مسالے کی مانند ہے' جس سے آپ جو کچھ چاہیں بنا سکتے ہیں۔ گزشتہ زمانے کے متعلق افسوس مت کرو۔ یہ بے سود ہے۔ آئندہ زمانے کے خواب بھی مت دیکھو کہ یہ موہوم ہیں۔ وقت کو پیچھے سے مت پکڑو' ہاتھ نہ آئے گا' بلکہ آگے سے روک کر اس کو قابو میں لاؤ اور گزرے ہوئے سے تجربہ حاصل کرو اور سبق سیکھو۔ اس کے متعلق ایک مشہور انگریز شاعر کے خیالات کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

زیر و بالا دیکھنا ہرگز تجھے شایاں نہیں — فکر ماضی اور مستقبل کا دے دل سے نکال
تجھ کو کیا لینا ہے ماضی اور استقبال سے — کام تو حال سے ہے' کام کی ہے چیز حال

حال ہی خوشحال کر سکتا ہے گر ہے حال بد
حال رکھ دل میں آسانی و وقت کا خیال
حال استقبال کا پہلا قدم ہے یاد رکھ
حال استقبال کو دم بھر میں لیتا ہے سنبھال
گزشتہ خواب و آئندہ خیالست
ہماں دم را غنیمت داں کی حالت

وقت دولت ہے ہمیں اس کے متعلق اسلاف کا سلوک کرنا واجب نہیں' جس طرح ہم کوئی روپیہ یا اشرفی فضول نہیں پھینکتے۔ اسی طرح ہمیں وقت کا کوئی حصہ بھی بے سود نہ خرچ کرنا چاہئے' کیونکہ وقت کی بربادی نہ صرف دولت ہی کی' بلکہ طاقت کی بھی بربادی ہے۔ سستی نسوں کو اس طرح کھاجاتی ہے جس طرح لوہے کو زنگ' زندہ آدمی کے لئے بے کاری زندہ درگور ہونا ہے۔ ہمیشہ اپنے آپ کو کسی نہ کسی کام میں مصروف رکھو' ورنہ تمہارا ضمیر آزاد ہو کر کسی ایسی خرابی کے گڑھے میں گرائے گا' جس سے تمہیں سنبھلنا دشوار ہو جائے گا' اور تم نے کبھی اس گراوٹ کی خرابی کا اندازہ بھی نہ کیا ہو گا' کیونکہ مشغولیت ہی انسانی زندگی کی محافظ اور بیکاری برائی کے مترادف ہے' کیونکہ بدی بڑی آسانی سے اس روح میں اتر آتی ہے' جو شغل سے خالی ہو۔

نہ ہو کام کچھ اور دن ہو تمام
تو ڈوبا وہ دن اور اجڑی وہ شام
نہ تو کل کے افسوس میں آج رو
کہ کل رونے بیٹھے گا پھر آج کو

داناؤں کے رجسٹروں میں "کل" کا لفظ کہیں نہیں ملتا۔ البتہ بیوقوفوں کی جنتریوں میں یہ بکثرت مل سکتا ہے۔ عقل مندی اس لفظ کو قبول نہیں کرتی' اور نہ سوسائٹی اس کو منظور کرتی ہے۔ یہ تو محض بچوں کا بہلاوا ہے کہ فلاں کھلونا تم کو کل لے دیا جائے گا۔ یہ ایسے لوگوں کے استعمال میں آنے والی چیز ہے' جو صبح سے شام تک خیالی پلاؤ پکاتے ہیں اور شام سے صبح تک خواب دیکھتے ہیں۔ کامیابی کی شاہراہ پر بے شمار اپاہج سسکتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ ہم نے تمام عمر "کل" کے تعاقب کرتے ہوئے کھودی اور اپنی قبر اپنے ہاتھوں سے کھودی۔ ہم اسی دھوکے میں ہاتھ دھوئے بیٹھے رہے کہ "کل" ہمارے لئے اچھی اچھی نعمتیں اور فائدہ مند اشیاء لائے گی' لیکن یہ محض دھوکے کی ٹٹی نکلی۔

وہ آدمی جو دونوں ہاتھ اپنی جیبوں میں ڈال کر محض وقت ضائع کرتا ہے' جب کہ دوسرے کام کر رہے ہوں' تو وہ بہت جلد اپنے ہاتھ دوسروں کی جیب میں ڈالے گا۔

"کل" شیطان کا مقولہ ہے تواریخ کے تمام اوراق "کل" کے لفظ سے پورے نہ ہونے دیں۔ "کل" کا لفظ سست الوجود نالائقوں اور بدبختوں کی جائے پناہ ہے۔ لندن افریقین ایسوسی ایشن نے سیاح لیڈ یارڈ کو افریقہ بھیجنے کی تجویز کی۔ اس سے دریافت کیا گیا کہ تم کب تک جہاز پر شامل ہو سکتے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ "ابھی" چنانچہ اسی کو بھیجا گیا۔ جو بعد میں ارل سینٹ وینسنٹ بن گیا اور ریڈ یارڈ "کل" کی وجہ سے محروم رہ گیا۔

ماندم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ راہم دور شد

آج کرنے کے لائق فرض کو کل تک ملتوی کرنے میں جو طاقت برباد ہوتی ہے' اسی طاقت سے اکثر وہ کام کیا بھی جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اس کام کو جو ملتوی ہوتا آیا ہے۔ سرانجام دینا مشکل اور ناخوشگوار ہو جاتا ہے۔ جو کام وقت پر آسانی سے کیا جا سکتا ہے وہ ہفتوں اور مہینوں تک پڑا رہنے کے باعث وبال جان معلوم ہونے لگتا ہے۔ اس کا وزن ہر

روز بڑھتا جاتا ہے اور غفلت ہر روز نا طاقتی بڑھاتی ہے۔ مثل ہے کہ وقت پر کا ایک ٹانکا سو ٹانکوں سے بچا لیتا ہے۔ خطوط کا جواب جس آسانی سے ان کے آتے ہی دیا جا سکتا ہے' ویسا کبھی نہیں دیا جا سکتا۔ ملتوی کرنے کے معنی اکثر ترک کرنے کے ہوتے ہیں اور "کرنے کو ہوں" کا مطلب نہ کرنا ہوتا ہے اگر کوئی سیارہ اپنی گردش میں ایک سیکنڈ کی بھی دیر کر دے تو بس قیامت آ جائے۔ تمام نظام شمسی' اجرام فلکی اور دنیا کا کارخانہ اسی پابندی اور باقاعدگی پر قائم ہے۔ زمین اپنے پچاس کروڑ میل کے دور دراز سفر کو کس باقاعدگی کے ساتھ پورا کرتی ہے اور اس میں مقررہ وقت سے ایک سیکنڈ کے لاکھویں حصے کی بھی کمی بیشی نہیں ہوتی اور ہزار ہا سال سے یہ اسی باقاعدگی سے اپنا کام کرتی چلی آئی ہے۔

آپ مسرور رہوں یا مغموم تکلیف اور تردد سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ آپ کو کبھی فارغ نہیں ہونا چاہئے۔

وقت کے پاؤں کی آہٹ سنی نہیں جا سکتی۔

وقت اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ جس کا ایک لمحہ بھی ضائع کرنا مجرمانہ خیانت ہے۔

نپولین اعظم اس اعلیٰ موقع پر جو ہر لڑائی میں رونما ہوتا ہے' بہت زور دیا کرتا تھا' اور اس سے فائدہ اٹھا کر میدان مار لیا کرتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اہل آسٹریا کو میں نے اسی طرح فتح کیا ہے کہ انہیں پانچ منٹ کی قدر و قیمت معلوم نہ تھی' جن چھوٹی چھوٹی باتوں سے خود نپولین کو واٹرلو کے میدان میں شکست ہوئی' ان میں سب سے نمایاں وجہ یہ تھی کہ اس مہلک صبح کو نپولین اعظم اور اس کے جرنیل گروگی نے چند بیش قیمت لمحات ضائع کر دیئے تھے۔ بلوشر میدان جنگ میں وقت پر پہنچ گیا' اور گروگی وقت سے چند منٹ پیچھے پہنچا۔ یہی چند لمحات کی دیر نپولین کو سینٹ ہیلنا میں بھیجنے والی اور کروڑہا انسانوں کی قسمت میں دن رات کی تبدیلی پیدا کرنے والی ثابت ہوئی۔

واشنگٹن کے سیکرٹری نے ایک مرتبہ چند منٹ دیر سے آنے کا یہ عذر پیش کیا کہ اس کی گھڑی پیچھے تھی۔ واشنگٹن نے اس سے کہا۔ "یا تم گھڑی بدل لو' ورنہ مجھے اپنا سیکرٹری بدلنا پڑے گا۔"

مارکس کیٹو نے اپنے نوکروں کو حکم دے رکھا تھا کہ یا کچھ کام کرتے رہا کریں یا سو جایا کریں۔ وہ جاگنے والے بے کاروں پر سونے والوں کا ترجیح دیتا تھا۔

ایک مرتبہ ایک بے گناہ شخص صرف اس وجہ سے پھانسی پا گیا کہ وہ قاصد جو اس کا معافی نامہ لے کر جا رہا تھا' پانچ منٹ دیر سے پہنچا۔

سر والٹر سکاٹ سے ایک شخص نے نصیحت چاہی۔ اس نے کہا۔ "ہوشیار رہو۔ اپنے دل میں کوئی ایسی رغبت پیدا نہ ہونے دو' جو تمہیں وقت رائیگاں کرنے والا بنا دے۔ جو کرنا ہو' اسے فوراً کر ڈالو۔ کام کے بعد آرام کی خواہش دل میں نہ آنے دو۔

ریلوے لائن عبور کرنے میں ایک لمحہ کا ضیاع آپ کی باقی ماندہ زندگی کو نہیں بچا سکتا ہے۔

اے وقت بگاڑ کا ہے سب کو چارا ، پر تجھ سے بگڑنے کا نہیں ہے یارا
ہو جائے گر ایک تو ہمارا ساتھی ، پھر غم نہیں پھر جائے زمانہ سارا

الغرض وقت وہ قیمتی سرمایہ ہے' جو ہر شخص کو قدرت کی طرف سے یکساں عطا ہوا ہے۔ جو لوگ اس سرمایہ

کو معقول طور سے اور مناسب موقع پر کام میں لاتے ہیں۔ وہی جسمانی راحت اور روحانی مسرت حاصل کرتے ہیں۔ اسی دولت کے صحیح استعمال سے ایک وحشی مہذب بن جاتا ہے اور ایک مہذب فرشتہ سیرت' اسی کی برکت سے جاہل عالم' مفلس تونگر' نادان دانا و تجربہ کار بنتے ہیں۔ گویا وقت ہی ایک ایسی دولت ہے' جو شاہ و گدا' امیر و غریب' طاقت ور اور کمزور سب کو یکساں ملتی ہے۔

تم کہتے ہو وقت گزر جاتا ہے' یہ خیال خام ہے۔ وقت ٹھہرا رہتا ہے' ہم گزر جاتے ہیں۔

وقت زندگی کا تانا بانا ہے۔ اگر بچپن کی بھاگ دوڑ میں اسے توڑ ڈالو گے' تو پھر عمر بھر نہ جوڑ سکو گے۔ جتنے ننگے بھوکے' مفلس تم دنیا میں دیکھ رہے ہو' یہ سب وہی لوگ ہیں جنہوں نے بچپن میں اپنے وقت کو ضائع کیا ہے' لہٰذا کامیابی چاہتے ہو' تو وقت کی ہر ایک منزل کو ہمت و ہوشیاری سے طے کرو۔

وقت ضائع کرتے وقت یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وقت بھی آپ کو ضائع کر رہا ہے۔

بگیر امروز را محکم کہ فردا   ہنوز اندر ضمیر روزگار است

وقت روئی کی گالوں کے مانند ہے۔ عقل و حکمت کے چرخے میں کات کر اس کے قیمتی پارچات بنالو۔ ورنہ جہالت کی آندھیاں اسے اڑا کر کہیں کا کہیں پھینک دیں گی۔

جو کام جتنی محنت اور وقت لیتا ہے' اتنا ہی عمدہ' مفید اور دیرپا ہوتا ہے۔ وقت پا کر شہتوت کی پتیاں ریشم بن جاتی ہیں۔

فیثا غورث سے پوچھا گیا کہ وقت کیا ہے' تو اس نے جواب دیا کہ اس دنیا کی روح ہے۔

زندگی کی قدر کرنے والے ایک فلاسفر کا مقولہ ہے کہ مجھے فطرت کی اس کاروائی پر رہ رہ کر افسوس آتا ہے کہ اس نے کووں' سانپوں اور گدھوں جیسی مخلوق کو اتنی لمبی لمبی عمریں دیں اور انسان جیسی مفید مخترع' ہستی کو نہایت محدود اور وہ بھی غیر معین وقت بخشا۔ پھر بھی وقت سے کام لینے والے اس تھوڑی زندگی میں موجد و فلاسفر بن گئے۔

وقت ایک ایسی زمین ہے' جس میں محنت کے بغیر کچھ پیدا ہی نہیں ہوتا۔ سعی کامل کی جائے' تو یہ ضرور پھل دیتی ہے۔ بے کار چھوڑ دی جائے' تو خار دار جھاڑیاں اگاتی ہے۔

واضح رہے کہ تفریح یا ورزش تضیع اوقات نہیں' بلکہ ممد حیات ہے۔ لہٰذا وقت کا صحیح استعمال کرتے ہوئے' اپنی صحت کا بھی پورا خیال رکھو۔ کیونکہ روح ایک سوار ہے اور بدن اس کا گھوڑا۔ سوار خواہ کیسا ہی شہسوار ہو' بیمار گھوڑے سے کیا کام لے سکتا ہے؟ لہٰذا جو لوگ جسمانی قوت میں پیچھے ہیں' وہ دماغی و روحانی طاقت میں بھی آگے نہیں ہو سکتے۔

کل آج کا دن ہاتھ نہ آئے گا ہمارے
ہر لمحہ غنیمت ہے ہر اک پل ہمیں نعمت
آسائش دارین کا لیتے نہیں کیوں کام
بے فائدہ گزرے نہ کوئی ساعت ہماری
فرصت کی جو ساعت ہو غنیمت اسے سمجھو

مل سکتی ہے ہر گم شدہ شے ہم کو مگر وقت
ہم مفلسوں کے ہاتھ میں ہے سلک گہر وقت
ہر وقت ہے باندھے ہوئے خدمت کو کمر وقت
اک ساتھ یہی دے گی پڑا ہم پر اگر وقت
کل آج سے لائے گا بری شام و سحر وقت

دنیا کی تمام اشیا ضائع ہو جانے کے بعد پھر دستیاب ہو سکتی ہیں۔ لیکن ضائع شدہ وقت یعنی زندگی واپس نہیں آسکتی۔

غافل زاحتیاط نفس یک نفس مباش شاید ہمیں نفس نفس واپسیں بود

مذمت شراب

اول تو شر بشر میں ہے' پھر شر شراب میں ممکن نہیں شراب پئیں اور شر نہ ہو

انسان کی زندگی میں بہت سارے ایسے چھوٹے چھوٹے واقعات اس کو پیش آتے ہیں' جو ظاہرا تو بالکل بے حقیقت ہوتے ہیں۔ مگر بعض اوقات اس کی طبیعت پر ان کا اثر ایسا گہرا پڑتا ہے' کہ شقی کو سعید اور سعید کو شقی بنا دیتا ہے۔ مجھے بھی ایسے واقعات پیش آئے ہیں۔ جن سے مجھے اپنے اخلاق کی درستگی میں بہت بڑی مدد ملی ہے۔ انہیں واقعات میں سے ایک واقعہ یہاں بیان کرنا چاہتا ہوں اور کیا عجب ہے کہ جس واقعے کا جو اثر مجھ پر ہوا تھا' ویسا ہی اثر یہ بیان پڑھ کر کسی کے اثر پذیر دل پر بھی ہو۔ اور وہ بھی اس سے مستفیض ہو سکے۔

اس زمانے میں جب کہ میں سکول پڑھتا تھا۔ اور جس وقت میری عمر کے وہ دن تھے کہ طبیعت غیر مطمئن تھی اور کسی شے کو قبول نہیں کرتی تھی۔ تاوقتیکہ اس کا تسکین بخش ثبوت نہ مل جائے۔ میرے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ شارع اسلام نے شراب کیوں منع کی ہے؟ اگر خمر ام الخبائث ہے' تو اس حالت میں کہ کثرت سے استعمال کی جائے۔ اگر ایک شخص جادہ اعتدال سے قدم باہر نہ رکھے' تو کیا مضائقہ ہے؟ شاید شارع اسلام نے قطعی ممانعت کر دی ہو' کہ لوگ اعتدال کے پردے میں حد سے نہ گزرنے لگیں۔ یہی خیالات تھے جو میرے دماغ میں گزر رہے تھے۔ میں نے چاہا کہ اپنے کسی بزرگ سے بحث کر کے اس بات کا تصفیہ کرا لوں۔ غرض دوسرے روز میں نے یہی کیا اور ایک واجب التعظیم بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا۔ "حضرت مجھے یہ سمجھا دیجئے کہ شارع اسلام نے شراب کیوں حرام کی؟" میری زبان سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ شامت آگئی۔ حضرت تھے بڑے تند مزاج۔ فوراً اچھلا اٹھے اور بڑی سخت وست سناتے رہے۔ فرمانے لگے۔ "تجھے شرم نہیں آتی کہ احکام شرع میں بھی چون وچرا کرتا ہے۔ اسی لئے تو ہم کہا کرتے تھے کہ انگریزی نہیں پڑھنی چاہیے۔" خیر میں اپنا سا منہ لے کر کھسک گیا۔ مگر میری تشفی نہ ہوئی تھی' اس لئے ایک اور بزرگ سے یہی سوال کیا۔ وہ تھے زمانہ شناس۔ انہوں نے جواب دیا۔ "تمہارا سوال اصول سے تعلق رکھتا ہے اور چونکہ فی زمانہ ہم لوگوں نے اصول کا پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ اور فروعات ہی پر جھگڑتے رہتے ہیں' اس لئے تمہارا جواب ذرا مشکل سے ملے گا' لیکن تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہماری شرع میں ایک بھی حکم ایسا نہیں ہے' جس کی کچھ حقیقت یا کچھ اصل نہ ہو' جس کی کوئی معقول وجہ نہ ہو' اگر تمہیں کوئی جواب نہ دے سکے' تو تمہیں ایک لحہ کے لئے بھی یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ شرع ناقص ہے' بلکہ ہمارا علم ناقص ہے۔" ان کی اس فہمائش سے یک گونہ تسکین تو ہوئی' مگر اطمینان نہ ہوا۔

اب ایک روز کا ذکر سنئے' میں نے اخبار میں پڑھا کہ آج فلاں ڈاکٹر صاحب ٹمپرنس پر لیکچر دینے والے ہیں۔ میں تو اسی تلاش میں تھا۔ فوراً وہاں پہنچا۔ ڈاکٹر صاحب نے شراب کی برائی میں نہایت مدلل تقریر کی اور نقشہ جات

کے ذریعے سے ثابت کر دیا کہ شراب پینے والے بہ نسبت نہ پینے والوں کے زیادہ مرتے ہیں اور عمر بھی کم پاتے ہیں۔ قوت بھی جو دودھ' دہی' گوشت' روٹی وغیرہ غذاؤں سے حاصل ہوتی ہے' وہ شراب سے حاصل نہیں ہوتی' بلکہ نشہ اتر جانے کے بعد جو تکلیف اور سستی پیدا ہو جاتی ہے' وہ شراب سے حاصل کی عارضی قوت کو زائل کر دیتی ہے اور نشہ کی قوت اور خمار کی سستی کا موازنہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم خسارے میں رہتے ہیں۔ غرض اس قسم کی بہت سے دلیلیں وہ بیان کرتے رہے' لیکن وہ دلیلیں جواب تک مجھے یاد ہیں' وہ یہ تھیں کہ شراب پینے والے کے دل پر چربی بڑھ جاتی ہے' اور رفتہ رفتہ اس چربی کے خول کا حجم بڑھ جاتا ہے' یہاں تک کہ دل انقباض کی وجہ سے اپنا کام چھوڑ دیتا ہے' جس کا نتیجہ ہلاکت ہے۔ انہوں نے اس دلیل کو عملی طور پر اس طرح ثابت کیا کہ لیکچر سے تین دن بعد ایک گوشت کے تازے ٹکڑے کو لے کر دو ٹکڑے کیا۔ ایک ٹکڑا ایسی شیشی میں رکھ دیا۔ جس میں خالص پانی بھرا ہوا تھا اور دوسرا ٹکڑا شراب کی شیشی میں ڈال دیا۔ تین دن بعد جب انہوں نے دونوں شیشیاں ہمیں دکھائیں' تو وہ گوشت کا ٹکڑا جو پانی میں پڑا ہوا تھا' اپنی اصلی حالت میں تھا' مگر شراب والے ٹکڑے کا رنگ بھی متغیر ہو گیا تھا اور اس پر ایک قسم کی سفیدی اور غبار بھی چھایا ہوا تھا۔

مے میان شیشہ ساقی نگر　　آتشے گویا بہ آب آلودہ اند

دوسری دلیل دیتے ہوئے انہوں نے پہلے ہمیں سمجھایا کہ خون کی بناوٹ کس طرح پر ہے۔ خون ایک شفاف بے رنگ سیال ہے۔ جس میں سرخ رنگ کے خوردبینی کرے تیرتے ہیں' جن کی وجہ سے خون کا رنگ سرخ نظر آتا ہے۔ یہ کرے خوردبین کی مدد سے ایسے نظر آتے ہیں' جیسے سڈول تازہ مٹر کے دانے جن کے رنگ میں بھی ایک قسم کا بلغمی پن پایا جاتا ہے' جس کے دیکھنے سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ جس وقت شراب کا نام سنتا ہوں یا کسی کو پیتے دیکھتا ہوں' تو فوراً ان دو شیشیوں میں دونوں قسم کے خون کے کروں کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اور شراب پینے پر دل تو در کنار اور نفرت پیدا ہوتی ہے۔

افسوس ہے کہ ہمارے پاک مذہب کے اصول تو ایسی سائنٹفک باتوں پر مبنی ہو' لیکن ہمارے رہنما اور ہم ان اصولوں کو نہ سمجھو' سمجھا سکیں۔

ہر آن مردے کہ گرد بادہ گردد　　اگر رستم بود کوں دادہ گردد
نمی دانند اہل غفلت انجام شراب آخر　　باتش می روند ایں غافلاں از راہ آب آخر

کسی فلاسفر کا مقولہ ہے اور نہایت سچا مقولہ ہے کہ دنیا میں نصف سے زیادہ گناہ شراب کی بدولت ہوتے ہیں۔ اس کی عارضی مسرت بمقابلہ اس کے خمار کی دیرپا مضرت ہے' اس کی بے حد تلخی' ناقابل برداشت بدبو' بدذائقہ اور کڑواہٹ کہ کچھ حقیقت نہیں رکھتی اور یہ چند ساعت سرور نہایت خطرناک صورت میں انجام پذیر ہوتا ہے یعنی دردسر۔ طبیعت کا متلانا اور ہر طرح کی اعضا شکنی ہوتی ہے' کہ کوئی عقلمند شخص دوبارہ اس کے پینے کی جرات نہیں کر سکتا۔

بدبو مرے گھر نہ اے شرابی پھیلا　　ہے تیرا دہن نجاستوں کا تھیلا
ہر لحظہ طلب شراب کی ہے تجھ کو　　ہر دم ترے منہ سے ہے نکلتا' نے لا
نشہ صہبا نمی ارزد بہ تشویش خمار　　در گزر از آب امروزہ کہ فردا آتش است

لیکن اس عادت میں تو وہی بدبخت لوگ مبتلا کیے جاتے ہیں' جن پر اللہ کریم کا قہر ہو۔ ورنہ ایسی کھلی خرابیوں اور بدیہی نقصانات کو دیکھتے ہوئے دانستہ کون شخص اس آتش سیال میں گرنا پسند کرتا ہے۔ الخمرام الخبائث۔

شہنشاہ اکبر نے باوجود ناخواندہ ہونے کے اپنی تمام عمر میں صرف ایک مختصر قطعہ موزون کیا۔ جو شراب کی برائیاں ظاہر کرنے اور اپنی خوبیوں کے لحاظ سے خاص طور پر قابل قدر ہے۔

دو شبنہ بکوئے مے فروشاں ۔۔۔ پیمانہ مے بہ زر خریدم
اکنوں زخمار سر گرانم ۔۔۔ زر دادم و درد سر خریدم

قدرت کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ اس ناصح شہنشاہ کے ہرسہ فرزندان' جہانگیر' مراد اور دانیال شراب خانہ خراب ہی کی عادت بد کا شکار ہو کر ہمکنار اجل ہو گئے۔ جہانگیر تو چند سال بادشاہی کے زور سے کاٹ گیا۔ باقی دونوں جوانی کے آغاز ہی میں مر گئے۔

وہ محتاج فقیر جس کو نان شام بھی میسر نہ ہو' اس سلطان شام سے بدرجہا بہتر ہے' جو اس عادت بد میں مبتلا ہے۔

گلاسوں میں جو ڈوبے پھر نہ ابھرے زندگانی میں ۔۔۔ ہزاروں بہ گئے ان بوتلوں کے بند پانی میں
نہ کر برباد اپنی زندگی بوتل کے دیوانے ۔۔۔ وہ کاٹے گا بڑھاپے میں جو بوتا ہے جوانی میں
یہ دارو کا پیالہ موت کا کڑوا پیالہ ہے ۔۔۔ ملا ہے زہر شربت میں چھپی ہے' آگ پانی میں
یہی سیال آتش جسم کو بے کار کر دے گی ۔۔۔ چلے گی کیا گھڑی دم ہی نہ ہو گا' جب کمانی میں

موجودات عالم میں کوئی چیز شراب سے زیادہ بدبودار' بدذائقہ' تلخ و تند اور کڑوی نہیں ہے۔ یہ چشم دید واقعہ ہے کہ ایک شخص کی چارپائی کے نیچے شراب کی بوتل رکھی تھی۔ اس کے قریب ہی ایک بوتل مٹی کے تیل کی پڑی تھی۔ عالم نشہ میں اس نے شراب کی بجائے مٹی کا تیل گلاس میں ڈال لیا اور پی گیا' جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ دوسرا واقعہ ایک سنار کا ہے' جس کے ہاں تیزاب زیوروں کے صاف کرنے کے لئے استعمال میں آتا تھا' چنانچہ اس نوجوان سنار نے غلطی سے شراب کی بجائے تیزاب پی لیا' اور فی الفور مر گیا۔ یہ واقعات ثابت کرتے ہیں کہ جس چیز میں ظاہری طور پر اس قدر خرابیاں ہوں' اس کی اندرونی خرابیوں سے کون انکار کر سکتا ہے۔

دام از گرہ دہند و شراب تلخ خریدند ۔۔۔ مستاں دریں معاملہ گویا ہمہ خراند
انگور میں یہ مے تھی پانی کے چند قطرے ۔۔۔ جب سے یہ کھنچ گئی ہے' تلوار ہو گئی ہے

بڑے بڑے ڈاکٹر اور سائنس دان اب اس نتیجے پر پہنچ گئے ہیں کہ شراب خوراک نہیں' بلکہ زہر ہے۔ یہ نہ ہی مضر مادہ کو ضائع کرتی ہے اور نہ ہی جسم کو طاقت بخشتی ہے' بلکہ ہاضمہ کو خراب کرتی ہے۔ قبض پیدا کرتی ہے۔ بھوک کم کرتی ہے۔ قوت مردی کو ضائع کرتی ہے اور نفس کو بے قابو کرتی ہے۔ اس کو باسانی پٹرول کی طرح آگ لگ جاتی ہے۔ یعنی دیا سلائی لگانے سے مشتعل ہو جاتی ہے۔ اندازہ لگا لو کہ اندرونی نازک ترحصہ جسم پر یہ کیا اثر کرتی ہو گی؟ تازہ انڈا توڑ کر شراب میں ڈالا جائے' تو سنہرا رنگ اختیار کر لے گا' اور فوراً ہی ابلے انڈے کی طرح سخت ہو جائے گا۔ جس سے اس کی خشکی اور گرمی ظاہر ہے۔ جسم بھی تقریباً انہی اجزائی ساخت ہے' جو انڈے میں ہوتے ہیں' درد سر اور

کثرت تشنگی اس کی ناقابل بیان ہے۔ اس کا اثر چابک کی طرح ہے' جو کہ تھکے ہوئے گھوڑے پر پڑے۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ یہ طاقت پیدا کرتی ہے۔ مگر سراسر غلط خیال ہے' چابک تھکے ہوئے گھوڑے میں طاقت پیدا نہیں کرتا' بلکہ اس کو تیز چلاتا ہے لیکن یہ اثر عارضی ہے اور نتیجہ تھکاوٹ کی زیادتی ہے اور جلد ہی گھوڑا تھک کر چور ہو جاتا ہے۔

واقعہ:۔1861ء میں مسٹر البرٹ ایک انگریز نے جہاز کے کپتان سے کہا کہ اگر تمہیں اثنائے سفر اپنے سٹیمر کو دوسرے سٹیمر سے آگے نکال کرلے جانے کا خبط نہ ہو' تو میں اس سٹیمر پر سوار ہو سکتا ہوں۔ کپتان نے کہا' آپ ہر طرح مطمئن رہئے' ایسا کبھی نہیں ہو سکتا' ہمیں کسی سٹیمر سے آگے نکالنے میں کچھ ہاتھ تھوڑا ہی آتا ہے' جو ہم ایسا کریں۔

البرٹ نے مطمئن ہو کر ایک کمرہ کرائے پرلے کر اس میں اپنا سامان لا کر رکھا اور جہاز میں سوار ہو گیا' لیکن دوسرے ہی دن اس نے جہاز کے کپتان کو جو کہ شرابی تھا' فائرمینوں سے یہ کہتے سنا کہ جو کچھ کوئلہ لکڑی' ایندھن اور تیل جہاز میں موجود ہے' سب ایک دم بائلر میں جھونک دو' کیونکہ میں نے قسم کھائی ہے کہ یا تو اس سٹیمر سے جو ہمارے سٹیمر کے برابر آپہنچا ہے' آگے نکل جائیں گے یا آج سے جہاز چلانا چھوڑ دیں گے۔ خواہ اس کوشش میں ہمارا بائلر ہی کیوں نہ پھٹ جائے اور کیسا ہی نقصان کیوں نہ ہو جائے؟ چنانچہ یہ دونوں باتیں ظہور میں آئیں' یعنی گو ہمارا سٹیمر آگے نکل گیا مگر ساتھ ہی اس کا بائلر بھی پھٹ کر بے کار ہو گیا' بعینہ یہی حال ان لوگوں کا ہے' جو شراب سے طاقت حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں۔ وہ گویا جسمانی بائلر کے دشمن ہیں' بالاخر ایک دن اس شرابی کپتان کی طرح اسے ناکارہ کرکے رہیں گے۔

اگر شراب نہ ہوتی' تو دنیا کے نصف گناہ اور بیماریاں ہمیں معلوم نہ ہوتیں۔ (ڈاکٹر پارس اٹلی)

ماہرین تاثیر زہر تصدیق بالتحقیق کرتے ہیں کہ الکحل جو شراب کا جزو اعظم ہے' تمام زہروں سے خطرناک ہے۔

بس ذکر ہی میں بادہ گلگوں کے ہے مزا ‏ ‏ چکھنا نہ ہم نشین اسے' واللہ زہر ہے

اے اللہ! لوگوں کی عقل کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی دشمن انسانیت اور بدترین غلاظت کو منہ میں پناہ دیتے ہیں۔

بہت سے مریض ایسے دیکھے گئے' جو شراب چھوڑنے سے ٹھیک ہو گئے اگر شراب نہ چھوڑتے' تو زندہ نہ رہتے۔

چور مال حاصل کرنے کے لئے چوری کرتا ہے' بشرطیکہ گرفتار نہ ہو سکے۔ لیکن شراب خور مال اور عقل کھو دینے کے لئے شراب پیتا ہے' خواہ گرفتار بھی ہو جائے۔

اللہ کریم نے اپنی قدرت کاملہ سے انسان کو عقل بخشی' لیکن شراب اس عطیہ الٰہی یعنی عقل کو سلب کرتی ہے۔

مے انہوں نے پی اب ان کے پاس کیونکر دل لگے ‏ ‏ جانور اک رہ گیا' انسان رخصت ہو گیا

شراب ایک ایسا زہر ہے' جس سے پہلے اخلاقی اور جلد ہی جسمانی موت واقع ہوتی ہے۔

بنائے دولت خویش آں کسے خراب کند ‏ ‏ کہ شام مے خورد و صبح گاہ خواب کند

شراب پینا چھوڑ دے' اگر تو جواں مرد اور عقلمند ہے' کیونکہ یہ کوشش نہیں کرتا کہ میں دیوانہ ہو جاؤں۔ چلو میں الو بنانا اس کا کرشمہ اولین ہے۔ ‏ ‏ در ہوش چہ خطا دیدی کہ بیہوش شدی

وہ کون شخص ہے جسے ملازم رکھنے میں کوئی سبقت نہیں کرتا۔ یہ کون شخص ہے' جو صرف اپنی خواہش کے لئے

خاندان کی تباہی و بربادی کا موجب ہوتا ہے۔وہ شرابی ہے۔

جو کاروباری لوگ شراب کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں۔وہ سینکڑوں نفع کے ایسے موقعے کھو بیٹھے ہیں' جو پھر نصیب نہ ہوں گے۔ بلکہ الٹے نقصان کے موقعے پیدا کر لیئے۔ کب؟ جب وہ اپنے دوستوں کے پاس بیٹھے ہوئے شراب اڑا رہے تھے۔ شراب خانہ خراب کے زیر سایہ کتنے احمقانہ سودے ہو چکے ہیں' جبکہ شراب نے اپنے پینے والے کو عارضی طور پر دولت مند بنا رکھا' کس قدر ضروری موقعے صبح اور صبح کے بعد ہمیشہ کے لئے ملتوی کئے گئے۔ محض اس وجہ سے کہ شراب کے پیالے نے پینے والے کے جسم کو دائمی کاہلی میں ڈال کر اس کے کاروبار میں کامیابی حاصل کرنے والے قویٰ کو ہمیشہ کے لئے معطل کر دیا تھا۔

اکثر لوگ اس وقت تک شراب پیتے ہیں' جب تک کہ معدہ خوراک کے لئے اور بدن کپڑوں کے لئے نہیں ترستا۔

لطیفہ:۔ نواب آصف الدولہ ایک مرتبہ ہاتھی پر سوار گزر رہے تھے۔ راستے میں ایک سیاہ مست بلانوش شرابی لوٹ رہا تھا۔ تو عالم کیف میں اسے ہاتھی کا سودا کرنے کی سوجھی اور چلا کر کہا۔ ابے او دولے! یہ کٹیا (پاڑھا) کتنے کو فروخت کرو گے؟ اس کو گرفتار کر کے حسب الحکم دوسرے روز نواب کے حضور پیش کیا گیا۔ نیک نواب نے نرمی سے پوچھا۔ "کیا آج وہ کٹیا خریدو گے؟" شرابی نے کہا۔ "حضور! وہ خریدار تو کل ہی چلے گئے تھے۔" نواب اس برجستہ و برمحل جواب باصواب سے بہت خوش ہوئے اور اپنی مشہور زمانہ سخاوت سے اس کو معقول انعام دے کر یہ تاکید کر دی' کہ آئندہ شراب ہرگز نہ پینا۔ دیکھیئے' اس کیفیت میں نواب آصف الدولہ "دولا" اور ہاتھی "کٹیا" بن جاتا ہے۔ اور پھر ایسے سودے بھی ہو جاتے ہیں کہ جس میں سر کٹنے کی بھی پروا نہیں ہوتی۔ کوئی اور بادشاہ ہوتا' تو فوراً گردن کٹوا دیتا۔

غرض مے نوشی ایک زبردست گناہ ہے۔ مذہب میں اس کی مذمت ہے' فلسفہ سے اس کی برائی ثابت ہے۔ عقل سلیم اس کی مخالف ہے۔ روز مرہ کے مشاہدات اس کا خطرناک ہونا ثابت کرتے ہیں۔ بے شمار جرائم سرزد ہوتے ہیں۔ لاکھوں کی کمائی غارت ہوتی ہے۔ ہزاروں گھرانے تباہ ہو جاتے ہیں۔ حکماء اسے زہر آتشیں بتلاتے ہیں۔

آج کل میخانہ میں تقسیم ہوتے ہیں جگر زہر کے ساغر شراب زندگی کے نام سے
خون بط شراب کماز خون خوک نیست ای بے خبر حذر زنشکار پلید کن

لطیفہ:۔ آفیسر: مسٹر رشید اگر تم شراب نوشی کی عادت بد میں مبتلا نہ ہوتے تو آج تم سپرنٹنڈنٹ ہوتے۔

رشید کلرک: جناب سپرنٹنڈنٹی کی کیا حقیقت ہے۔ میں شراب پی کر اپنے آپ کو ڈائریکٹر تصور کرتا ہوں۔

لطیفہ: ایک شخص درد دنداں سے سخت تکلیف میں تھا' لیکن دانت نکلوانے میں درد کے خوف سے لرزہ براندام ہو رہا تھا۔ ڈاکٹر نے اس کی کپکپی دور کرنے کے خیال میں دو پیگ شراب تیز کے پلا دیئے۔ جب اس پر نشہ طاری ہو گیا' تو ڈاکٹر نے پوچھا کہ اب تو آپ دانت نکلوانے کے لئے تیار ہوں گے۔ شرابی مریض دنداں نے کہا' دانت نکلوانا تو در کنار دنیا میں کوئی ایسی طاقت نہیں ہے' جو اس وقت میرے نزدیک بھی آ سکے۔

قوم سے مے کی خباثت کیا کہوں نیک کو شیطان کر دیتی ہے یہ
ایک جوہر ہے فقط اس میں مفید خود کشی آسان کر دیتی ہے یہ

حتیٰ کہ چوہا بھی بلی کو مقابلے کا چیلنج دیتا ہے' کہتے ہیں کہ کوئی چوہا شراب کے خم میں جا گرا' اور نکلتے ہی دم کے بل کھڑا ہو کر للکارا 'لاؤ تو بلیوں کو' جو آج ہی سب کا صفایا کر دوں۔ گویا اپنی موت کی مطلقاً پروا نہیں' چنانچہ عارضی بہادری کے نتیجے میں دنگا فساد' مار پیٹ اور واقعات قتل' عام طور پر دنیا میں ترقی پذیر ہیں۔ عبرت' حیرت۔

شراب خور تمام عیوب کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ شراب پیتا ہے' تو نشہ کی ترنگ میں بکثرت گوشت کھاتا ہے۔ گوشت سے طاقت بڑھا کر مغلوب شہوت ہو جاتا ہے۔ بازار حسن میں جا کر حرام کاری کا مرتکب ہوتا ہے۔ جب یہ جسم فروش طبقہ تمام دولت اڑا لے جاتا ہے' تو بھوکا ہو کر چوری کرتا ہے۔ ڈاکے ڈالتا ہے۔ ظلم و ستم اور ہر قسم کے مکر و فریب پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ یہ تمام عیوب باہم دگر وابستہ ہیں' جو کہ محض شراب خوری کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

ہر بدی کہ ہست از شراب می خیزد — کدام دیو کہ در شیشہ صہبا نیست

واضح رہے کہ ہٹلر اعظم جس نے دنیا بھر کی تمام طاقتوں کا پانچ سال برابر تن تنہا ہی مقابلہ کر کے تمام دنیا کو ایسا زیر و زبر کر ڈالا کہ آج تک نظام اعتدال پر نہیں آسکا' وہ شراب تو در کنار سگرٹ اور چائے تک نہ پیتا تھا۔

ایک امیر شخص کو شراب خوری سے روکنے کے لئے اس کے ایک ہم نشین خیر خواہ نے بہت کچھ پند و نصیحت کی۔ اس امیر نے جواب دیا کہ میں تو حکماء کے اس قول پر عمل پیرا ہو کر صرف ہفتہ وار نہایت اعتدال کے ساتھ پیتا ہوں۔

بہر روز حمام و ہر ہفتہ مے — بہر ماہ جلاب و ہر سال قے

مثل مشہور ہے کہ شریف آدمی کی دوستی اور شراب کی عادت ہمیشہ بڑھتی ہے گھٹتی نہیں۔

چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

کیونکہ انسان جس مقدار سے اسے پینا شروع کرتا ہے' چند روز کے بعد اس کے معمول ہو جانے کے باعث اس مقدار سابقہ میں اسے کچھ سرور نہیں آتا۔ پھر اس میں اضافہ کرتا ہے' چنانچہ اسی اصول کے ماتحت آخر کار اس کی یہ ہفتہ وار عادت روزانہ اور روزانہ سے ہر وقت میں تبدیل ہو گئی اور اعتدال نے بھی کثرت کی صورت اختیار کر کے اسے دائم الخمر بنا دیا۔ انجام کار یہ کہ تھوڑے عرصہ ہی میں عزت' صحت اور تمام دولت برباد کر کے نہایت حسرت و عسرت کے عالم میں ایام جوانی ہی میں عالم فانی سے رخصت ہو گیا۔ لوگوں کے لئے خزانہ عبرت اور اولاد کے لئے دائمی افلاس و نکبت وراثت میں چھوڑ گیا۔

اس کی بیٹی نے ہر اک چاہنے والا مارا — خیریت گزری کہ انگور کے بیٹا نہ ہوا

شہنشاہ جہانگیر نے اپنے ایک معتمد درباری کو کسی کار ضروری کے لئے محل خاص میں طلب کیا' جب وہ درباری حاضر ہوا' تو جہانگیر اس وقت مصروف مے نوشی تھا اور کثرت رعشہ سے اس کا ہاتھ اس قدر کانپ رہا تھا کہ شراب چھلک چھلک کر پیالے سے باہر گر رہی تھی۔ یہ الم انگیز و عبرت خیز کیفیت دیکھ کر اس حقیقی خیر خواہ شہنشاہ نے نہایت جرات کے ساتھ عرض کیا کہ جہاں پناہ! جب آپ اس پیالے کو اپنے ہاتھ میں نہیں سنبھال سکتے' تو اس قدر عظیم الشان اور وسیع سلطنت کو کیسے سنبھال سکتے ہیں؟ جہانگیر نے کہا کہ میں تو چند پیالے شراب اور چند سیخ کباب پر سلطنت نور جہاں کے ہاتھ فروخت کر چکا ہوں۔ بہر حال تمہاری اس مخلصانہ اور خیر خواہانہ نصیحت سے میں بے حد متاثر ہوا ہوں۔

اگرچہ میں اس مدت العمر کی عادت کو کلیتہ ترک کرنے سے معذور ہوں' البتہ اس میں کمی اور اعتدال پیدا کرنے کی ضرور کوشش کروں گا' چنانچہ سولہ پیالے روزانہ میں سے کم کرتے ہوئے وہ چار پیالے روزانہ پر آگیا۔ خیال کیجئے' کہ اتنا بڑا شہنشاہ باوجود اس قدر سطوت و مقدرت اور بہ موجودگی حکمائے دربار اور ماہرین اطبائے سلطنت اس عادت قبیح کے اثرات بد یعنی کثرت رعشہ و دیگر عوارض متفرقہ سے جو اس کا لازمی نتیجہ ہیں' خود کو محفوظ نہ رکھ سکا اور عمر طبعی تک پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہو گیا۔ وقت موت تو معین ہے' لیکن اسباب موت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

وقت مرگ گرچہ معین است   تو مرو در دہان اژدہا

لطیفہ: پادری: مسٹر پیٹر! شراب تمہاری دشمن جان ہے۔ اس سے ہمیشہ نفرت رکھو۔

پیٹر: لیکن گزشتہ اتوار آپ نے یہ بھی تو کہا تھا کہ اپنے دشمنوں سے بھی محبت رکھو۔

پادری: ہاں میں نے کہا تھا' لیکن یہ تو نہیں کہا تھا کہ انہیں ہڑپ کر جاؤ۔

سکندر اعظم جیسا فاتح عالم کثرت شراب خوری کے نتیجے میں صرف بتیس سال کی عمر میں موت کے ہاتھوں مفتوح ہو گیا۔ تابہ دیگراں چہ حشر۔

تاریخ شاہد ہے کہ جہانگیر کے دو حقیقی بھائی شہزادہ دانیال و شہزادہ مراد بھی کثرت شراب نوشی کی بدولت ایام جوانی میں فوت ہو گئے۔ اکبر کو ان دونوں شہزادوں کے دائم الخمر رہنے کی جب خبر ہوئی' تو اس نے اس عادت بد کو روکنے کے لئے ان دونوں پر سخت پہرہ لگا دیا تھا کہ کسی طرح سے شراب ان کے پاس پہنچنے نہ پائے۔ ایک نادان خیر خواہ بندوق کی نالی میں شراب بھر کا شہزادہ دانیال کو شراب مہیا کرتا۔ بندوق کے بارود کے دھوئیں والا زنگ تیزابی تاثیر سے شراب میں شامل ہو کر زہر ہلاہل کی خاصیت اختیار کر گیا' جس کے پینے سے شہزادہ دانیال کی فوری موت واقع ہو گئی۔ جب بادشاہوں کا یہ انجام ہو' تابہ عوام چہ رسد۔ تاریخ کے اوراق کھول کر دیکھو ہر سلطنت کا تاج و تخت شراب کے پیالے میں غرق دکھائی دیتا ہے۔

شہنشاہ بابر کی کثرت شراب نوشی اس کی خود نوشت سوانح عمری توزک بابری سے ظاہر ہے' چنانچہ اس کا یہ شعر مشہور عوام ہے اور بوقت مے نوشی بعض لوگ اس کو پڑھتے ہیں۔

نو روز و نو بہار و مے و دلربا خوش است   بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

فتح ہند کے سلسلے میں ایک مرتبہ دوران جنگ جب کہ دشمن کی فوج کا پلہ بھاری تھا' اور لازمی شکست کے آثار ظاہر ہوئے' اس نے دعا مانگی' اے اللہ کریم! اگر اس جنگ میں تو مجھے فتح یاب کر دے' تو آئندہ شراب ہرگز نہ پیوں گا۔ چنانچہ مجیب الدعوات نے اس کی توبہ قبول کر کے جنگ میں اسے معجزہ کے طور پر فتح مبین عطا فرمائی جس سے سلطنت مغلیہ کی بنیاد ہند میں صدیوں کے لئے مستحکم ہو گئی' جس کو محض توبہ شراب ہی کی برکت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

بابر کے بیٹے ہمایوں کو شیر شاہ سوری سے جو شکست ملی اور پھر عرصہ دراز تک مبتلائے مصائب گوناگوں رہا۔ تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ سب کچھ اس کی کثرت افیون خوری کے نتائج تھے' جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ عالم غنودگی میں رہتا' اور انتظام سلطنت نہ کر سکا۔ محمد شاہ رنگیلے کو نادر شاہ کے ہاتھوں جو تباہی و بربادی حاصل ہوئی اور قتل

وغارت کے علاوہ ہند کی تمام دولت' تخت طاؤس اور کوہ نور ہیرا وغیرہ نادر شاہ کے ہاتھ لگے' وہ سب کچھ اس رنگیلے کی شراب نوشی کا نتیجہ تھا۔

یہ امر واقعہ انتہائی طور پر غور طلب ہے کہ شراب خانہ خراب کی ترغیب و تحریص اور اس کی ترویج عام میں ہماری ایشیائی شاعری نے سب سے زیادہ حصہ لیا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عالمگیرؒ نے ازراہ دوراندیشی اور احترام شریعت مدنظر رکھتے ہوئے اپنی تمام قلمرو میں دیوان حافظ کا پڑھنا حکماً ممنوع قرار دیا تھا۔ ایشیائی شاعر صدیوں سے اپنے اشعار میں اس ام الخبائث کی تعریف و توصیف میں اس قدر غلط بیانی سے کام لیتے اور زور قلم صرف کرتے ہیں کہ عوام کالانعام اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے اور خواہ مخواہ ان کے دلوں میں ایسے ناپاک اشعار کے مطالعے سے اس کے پینے کی ترغیب و تحریک اور ایسی شاعری سے علانیہ توہین شریعت اور صریح تلقین شراب نوشی ہوتی ہے' اگر یہی اشعار کسی حقیقی اسلامی عہد سلطنت میں لکھے جاتے' تو مصنفین اشعار سزاوار قرار دیئے جاتے' لیکن یہ آزادی کا معاملہ ہے۔ اناالحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ۔ افسوس۔

فساد رویئز میں از شراب می زاد — کدام دیو کہ در شیشہ نیست صہبارا
شراب اڑتی ہے' پلک میں روا ہے' خون تقویٰ کا — مزا ہے اب تو رندوں کو' نہ مفتی ہیں نہ قاضی ہیں
مسجدیں چھوڑ کے جا بیٹھے ہیں مے خانوں میں — واہ کیا جوش ترقی ہے مسلمانوں میں
بادہ و رندی کا ذکر اب شعر میں بے سود ہے — کیا ضرورت نقل کی جب اصل ہی موجود ہے

بہت سے لوگ جو اس عادت میں مبتلا ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ ایسے اشعار ہی سے ترغیب پا کر ہم اس برباد کن عادت میں مبتلا ہوئے ہیں۔

ترک شراب سے متعلق عرفی کے ایک قصیدے سے چند آسان فہم اور مؤثر اشعار منتخب کر کے لکھے جاتے ہیں شاید کہ کوئی اصلاح پذیر طبیعت ان سے متاثر ہو کر مائل بہ توبہ ہو جائے۔

کردم از شراب ناب توبہ — وز گفتہ ناصواب توبہ
ہر چند کہ غم زدل رماید — ازبوئے بد شراب توبہ
در لفظ شراب چوں بود آب — در تشنہ لبی ز آب توبہ
مستانہ اگر رود سمندم — پایم کنداز رکاب توبہ
گر عرض کنم زبان مستی — از نشہ کند شراب توبہ
مے دیدم و پیچ و تاب خوردم — ازخوردن پیچ و تاب توبہ
تا بادہ بخواب ہم نہ بینم — شاید کہ کنم از خواب توبہ
در کشور بادہ تو شان ہند — کے دید کسے بخواب توبہ
عرفی چہ کنی بہ توبہ نازش — ہشدار کہ شد خراب توبہ
مخروش کہ تائب ازشرابم — تاکہ نہ شود سراب توبہ
بر عمر چوں نیست اعتمادے — باید کہ کنی شتاب توبہ

خواجہ حافظ کی ہمعصر ایک مشہور شاعرہ جہاں تخلص کرتی تھیں۔ حافظ نے اپنی ایک غزل میں اس پر ایک معاصرانہ طنز کی تھی۔

اعتمادے نیست برکار جہاں — بلکہ برگی دون گرداں نیز ہم

جس کا جواب جہاں نے اس شعر میں دیا۔

حافظ ایں مے پرستی تابکے — مے ز تو بیزار و مستاں نیز ہم

واضح رہے کہ اگر پودے کو ایک ہزار بوند پانی میں ایک بوند شراب ملا کر اسی نسبت سے روز پانی میں ڈالا جائے تو پودا عنقریب سڑ جائے گا اور مرجھا کر پتے زرد پڑ جائیں گے۔ جب نباتات پر اس قدر کم مقدار میں اس کا ایسا برا اثر ہے تو انسانی جسم کا اندازہ کرلو۔

شر جز و بشر ہے شامل شراب کے — دو شر میں پھر ہے شر بھی پردے میں آب کے

زوال عقل اور بے اختیاری حواس اس کا پہلا کرشمہ ہے۔

عقل سالم زمئے ناب نیاید بیروں — کشتی کاغذی از آب نیاید بیروں

اوگن کہوں شراب کا گیا نوتت سن لے — مانشے پشتوا کرے، دام گانٹھ سے دے

عیب کہوں شراب کا عقلمند سن لے — انسان سے حیوان کرے دام گانٹھ سے دے

سمندر میں اس قدر آدمی غرق نہیں ہوتے، جس قدر ایک جام مے میں ڈوب کر مرجاتے ہیں۔

کوئی آدمی ایسا بیوقوف نہیں جو روپیہ خرچ کر کے رسوائی و ندامت حاصل کرے اور صحت برباد کرے سوائے شراب کے۔

جو عقل کھری تھی، کی کھوٹی اس نے — اچھے اچھوں سے چھینی، روٹی اس نے

مستوں پہ شراب فاقہ مستی لائی — پتلون کو کر دیا لنگوٹی اس نے

شراب خانہ وہ جگہ ہے، جہاں دیوانگی اور بربادی بوتلوں میں فروخت کی جاتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ شراب روپے کی بربادی سے شروع ہوتی ہے اور عزت و عقل اور جان کی بربادی پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے۔

پاکیزگی نفس کی دشمن مے ہے — انسان کو خراب کرنے والی شے ہے

شیطان کی ہے یہ معتمد خاص — مسلم اور اس کو منہ لگائے ہے

واضح رہے کہ خاتم المعصومین ﷺ نے منشیات کی تمام تر اقسام کو حرام مطلق قرار فرمایا ہے۔ جو سب کی سب زہر ہلاہل کا درجہ رکھتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ زہر فی الفور ہلاک کر دیتی ہے، لیکن منشیات رفتہ رفتہ اعضائے جسمانی کو تحلیل کر کے ہلاکت کو پہنچاتی ہیں۔ زندگی بھر اس کے عادی ہدف ملامت خلائق ہونے کے علاوہ ہوش و حواس سے عاری اور دنیا و مافیہا سے بے خبر زندگی بسر کرتے ہیں۔ سوسائٹی ان کو پاگل قرار دیتی ہے۔ فرائض دینی پر عامل ہونا تو درکنار وہ اپنی روزی کمانے کے قابل بھی نہیں رہتے اور دربدر گداگری، حیلہ سازی اور فریب کاری کے مرتکب ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ تمباکو نوشی بھی بے شمار نقصانات کی حامل ہے اور اس کے زہر کا نام نکوٹین ہے۔ تمباکو کے حروف سے کسی نے کیا اچھا فقرہ اخذ کیا ہے۔

تمباکو   ت   م   ب   ا   ک   و

تم   مت   بنو   استعمال   کرنے   والے

تمباکو نوش راسینہ سیاہ است   اگر باور نہ داری نَے گواہ است

افیون کے متعلق صائب کا ایک شعر ہے۔

کاہش و افزائش ایں نشہ بایکدگر است   می خورد افیون ترا چنداں' کہ افیون می خوری

مطلب یہ کہ افیون کا بڑھنا اور جسم کا گھٹنا لازم و ملزوم ہیں۔ جتنی تو افیون کھاتا ہے' اتنا ہی افیون تجھے کھاتی ہے۔

ہندی کا مقولہ ہے۔

رتی کھائے رت کو' ماسہ کھائے ماس   رتی کھائے خون کو' ماشہ کھائے گوشت

آخر میں صرف اتنا لکھنا کافی ہے کہ دنیا میں اس شخص سے زیادہ بدنصیب کوئی شخص نہیں ہے' جو کسی نشے کا عادی ہو جائے' خواہ وہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو اور اس شخص سے بڑھ کر کوئی خوش نصیب نہیں ہے' جو کسی نشے کا عادی نہ ہو۔ خواہ کتنا ہی غریب کیوں نہ ہو۔

تبرکات حضرت سعدیؒ

(منظوم ترجمہ اردو)

کر شکر حق کہ دی تجھے توفیق خیر کی   محروم اس کے فضل نے تجھ کو نہیں کیا
احساں نہ رکھ کہ خدمت سلطاں کروں ہوں میں   احسان اسی کا جان کہ خدمت میں ہے رکھا
علم جتنا پڑھے تو حد سے فزوں   گر نہیں ہے عمل' تو ہے مجنوں
نہ محقق ہے اور نہ دانش مند   بیل پر ہیں لدی' کتابیں چند
اس تہی مغز کو نہیں ہے خبر   کہ یہ لکڑی ہے اس پہ یا دفتر
پہنچا تھا خانقاہ میں اک عابد کے پاس میں   کی عرض میں نے جہل سے تو مجھ کو پاک کر
وہ بولا مثل خاک تحمل کر اے فقیہ!   یا تو نے جو پڑھا ہے' وہ سب زیر خاک کر
غرض مندوں کی مت سن مدح ہرگز   وہ اپنی غرض کے ہیں تجھ سے خواہاں
کہ گر اک دن مراد ان کی نہ دے گا   کہیں گے عیب وہ تیرے دو چندا
بیاباں میں یہ دیکھا میں نے اکثر   ہے سبقت ست رو کو تیز رو پر
گرا تھک کر جو تھا چالاک گھوڑا   شتر آہستگی سے چل رہا تھا
تھا احمق ایک دیتا' خر کو تعلیم   کرے تھا عمر اپنی صرف اس پر
حکیم اک بولا کیا کرتا ہے ناداں   ترا یہ فعل ہے نادانی یک سر
یہ خر تجھ سے نہیں سیکھے گا کچھ نطق   خموشی سیکھ لے تو اس سے بے خبر

خصلت مرد سے اک روز میں پہچان سکیں — کہ کہاں تک ہے اسے رتبہ تحصیل علوم
اس کے باطن سے ولیکن تو نہ ہونا بے خوف — کہ بدی نفس کی برسوں میں نہ ہو گی معلوم
سنا ہے ایک مرد پارسا نے — چھڑایا بھیڑ کو اک بھیڑیے سے
بوقت شب چھری اس پر چلائی — تو اس دم بھیڑ سے آواز آئی
کہ تو نے بھیڑیے سے گو چھڑایا — مگر خود بھیڑیا تجھ کو ہی پایا
یہ بھی ہوتا ہے دانا پیر سے — بن نہیں پڑتی کبھی تدبیر ایک
گاہ ہوتا ہے کہ طفل غلط کار — بس لگا ہی دے ہدف پر تیر ایک
غم اپنا نہ کہہ دشمنوں سے کبھی — کہ لاحول پڑھ کر کریں گے خوشی
کھانا ہے بہر زندگی و خدمت عوام — اور مقصد حیات تو سمجھا، فقط طعام
اس سرائے جہاں میں ہر کوئی — آسرا ہر کسی سے ہے رکھتا
پر مجھے خیر سے تری ہرگز — نہیں امید، شر تو مت پہنچا
بزرگ اک کوہ پر تھا ہم نے دیکھا — سراپا نور حق اس سے ہویدا
نہ تھی کچھ فکر اس کو بام و در کی — قناعت جگ میں بس اک غار پر کی
کہا میں نے شہر میں گر تو آئے — دل بستہ ترا اک بار کھل جائے
کہا واں کے عجائب ہیں پری رو — اداؤں سے بھرے با شکل نیکو
کہاں مقدور انساں تاب لائے — جو کیچڑ ہو بہت، ہاتھی پھسل جائے
اگر رزق موقوف ہو عقل پر — تو نادان ہوتے یہاں تنگ تر
مگر رزق پہنچے یوں نادان کو — کہ دانا کی واں عقل حیراں ہو
باعث عصیاں یہی دونوں ہوئے — بخت نافرجام و عقل ناتمام
لائق تعزیر ہوں تو قید کر — پر نہیں بخشش سے بہتر انتقام
کہا میں نے دل میں کہ دم لوں ذرا — ہوئی بند صد حیف راہ نفس
دریغا کہ اس زیست کے خوان سے — اٹھاتے ہی لقمہ صدا آئی بس
آمد نہیں ہے تجھ کو، تو مت خرچ کر بہت — دریا کے بیچ گاتے ہیں ملاح یہ سرود
بارش نہ کوہسار میں برسے جو وقت پر — دجلہ بھی اک سال میں ہو جائے خشک رود
مراد جس کی تو برلائے تیرا ہو منقاد — سوائے نفس کہ حاکم ہو پائے گروہ مراد
جاہل ناداں پریشاں روزگار — بہتر از دانائے نا پرہیزگار
رہ تو نابینا تھا جھکا راہ میں — یہ گرا وہ آنکھیں ہوتے چاہ میں
کب پوچھتا ہے گوشت جو کتے کو مل گیا — دجال کا یہ خر ہے یا صالح کا ہے شتر
گر خرد مند کو اوباش سے پہنچے کچھ رنج — دل میں ہرگز نہ مکدر ہو نہ ہووے برہم
سنگ بد ذات اگر کاسہ زریں توڑے — قیمت سنگ نہ بڑھ جائے گی، نہ زر ہو گا کم

پدر جب آخری وقت اس کا آیا
مجھے یہ اک نصیحت کر کے گزرا

کہ شہوت آگ ہے کر اس سے پرہیز
نہ کر دوزخ کی آگ اپنے لئے تیز

نہ ہو گی تاب اس کی تجھ کو
بجھا آج اس کی آب صبر سے تو

جاہلوں کے گروہ میں اک عالم
یہ مثل کہہ گئے ہیں صدیقاں

ہووے معشوق جیسے اندھوں میں
یا ہو قرآن میان زندیقاں

سخن کہنے کا قصد اس وقت کر
جب جانے کہ ہو گا سخن کارگر

دوستوں کے ساتھ بات آہستہ کر
دشمن خونی نہ سن لیوے کہیں

گر کہے دیوار کے آگے بھی کچھ
چوکنا رہ، ہوں نہ واں بھی سامعین

تو اس دوست سے دھو خرد مند ہاتھ
جو ہو ہم نشین تیرے دشمن کے ساتھ

قضا نہ بدلے گی گرچہ ہزار نالہ و آہ
شکر یا شکایت کسی کے لب پر آئے

فرشتہ جو کہ کرہ پر ہوا کے حاکم ہے
نہ کھائے غم جو چراغ ایک بیوہ کا بجھ جائے

ہو گا درویشوں میں تیرا خوں مباح
مال تو اپنے گھر پہ کھینچ انگشت نیل

یہ تو مت کر فیل بانو سے ملاپ
یا بنا وہ گھر بندھے جس گھر میں فیل

نہ ہو کتے کو اک لقمہ فراموش
اگر سو دفعہ مارے اس کو تو سنگ

گر سب عمر سفلہ کو نوازے
ہو ادنیٰ بات پر آمادہ جنگ

وہ سنا ہے تو نے اک جنگل کے بیچ
واں سے گزرا ایک تاجر مالدار

بولا چشم تنگ دنیا دار کو
پر کرے ہے صبر یا خاک مزار

گر سفر کو جائے اپنے شہر سے
محنت و سختی نہ کھینچے پارہ دوز

ملک سے باہر خرابی میں پڑے
شب کو سوئے بھوکا شاہ نیم روز

ہے سنا تو نے چھپ کے اک دلبر
اپنے عاشق سے کہتا تھا اکثر

جب تک اپنی قدر ہے تجھ کو
تجھ کو میری قدر بھلا کیا ہو؟

متقی کو ہے بس یہی زنداں
کہ رہے وہ بحلقہ رنداں

کئے جس نے برسوں تلک نیک کام
کرے ایک بدی اس کو رسوائے عام

جب ہووے بھوک، قوت پرہیز کب رہے
افلاس باگ کھینچ لے، تقویٰ کے ہاتھ سے

ہووے جس جوہر کے قابل اصل ہی
تربیت کا اس میں ہی ہووے اثر

کوئی صیقل صاف کرنے کا نہیں
ایسے لوہے کو جو ہووے بدگہر

گو ملیں ساتوں سمندر ہی تجھے
ان میں کتے کو کبھی دھونا نہ پر

پاک ہونے کا نہیں بلکہ پلید
بیشتر ہووے گا، جو ہووے گا تر

جائے گو کعبہ کو عیسیٰ کا گدھا
پھر جو آئے دیکھیو ویسا ہی ہے خر

وہ غم کہ جس کے بعد خوشی ہو تجھے بہم
بہتر ہے اس خوشی سے کہ ہو جس کے بعد غم

لگائے ہے دو شخص میں آگ سی   چغل خور کرتا ہے ہیزم کشی
ملے دوسری بار دونوں کا دل   وہ کم بخت ہو، درمیاں میں خجل
نہیں لائق انسان خاکی نژاد   کہ دل میں بھرے کبر و تندی و باد
جو تجھ میں ہے گرمی و سرکشی   نہ سمجھوں میں خاکی، تو ہے آتشی
کہیں یہود و مسلماں دونوں لڑتے تھے   چنانچہ جھگڑے پہ ان کے ہنسا میں حد سے فزوں
کہا مسلماں نے کہ جو قبلہ مرا   نہ ہوں درست میں یارب یہود ہو کے مروں
یہود بولا کہ توریت کی قسم ہے مجھے   ہوں میں بھی تجھ سا مسلماں، جو جھوٹ کچھ بھی کہوں
جو عقل روئے زمیں سے ہو یک قلم معدوم   کہے نہ تب بھی کوئی آپ کو میں نادان ہوں
ہو خوش قد گر کوئی پردے کے اندر   جو تو کھولے تو ہے مادر کی مادر
ترحم بھیڑیے پر اے برادر!   ستم ہے یہ بیچاری بکریوں پر
خوشی کیونکر اس گھر میں آئے بھلا   کہ جس گھر سے عورت کی نکلے صدا
قطرے پہ قطرہ اکٹھا ہو تو نالا ہو جائے   نالے پر نالہ جو ہو جمع تو دریا ہو جائے
میں نے اک خشک مغز کو دیکھا   کر رہا تھا عیب صاحب گناہ
بولا میں خواجہ گر تو ہے بدبخت   نیک بخت آدمی کا ہے کیا گناہ؟
بنایا آپ کو خود تو نے نادان   جو ناداں کو رکھا صحبت میں اے جان
طلب کی میں نے اک دانا سے اک پند   کہا ناداں سے مت کر ربط و پیوند
کہ گر تو باخرد ہے خرد بنے گا   وگر ناداں ہے نادان تر بنے گا
فریدوں بولا نقاشان چین سے   مرے ایوان کے لکھ دو گرد یہ بات
بدوں سے کر نکوئی مرد ہشیار   کہ اچھے خود ہیں نیک اور نیک اوقات
لباس فقر و نان خشک پر میں   یہ لازم ہے کہ کر بیٹھوں قناعت
ہر ایک کی منتوں کا بوجھ اٹھانا   ہے بہتر یا کہ اپنا بارمنت
حق نے فرمایا کلوا واشربوا   ساتھ ہی اس نے کہا لا تسرفوا
گر نیک خو کے ہاتھ سے حنظل بھی کھائے تو   بہتر ہے اس مٹھائی سے جو دیوے ترش رو
لاتا تھا آب نہر سے جو اک غلام روز   آب نہر ہی لے گیا اک دن غلام کو
مچھلی کو دام کھینچ کے لاتا تھا بار بار   اب کے گھسیٹ لے گئی، مچھلی ہی دام کو
شہ زور کیا کرے گا، اس میں جو ہے مقدر   بازوئے سخت سے ہے یاروئے بخت بہتر

اشعار الاخلاق

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

جہاں کے حادثوں سے اک نہ اک رونا ہی رہتا ہے
مگر جو قضا فطرت کا ہے' ہوتا ہی رہتا ہے

اتفاق امر مصیبت کو میں سمجھا تھا مگر
اب وہ میرے لئے قانون ہوتا جاتا ہے

تجھے آئے امید فردا! بے شک پیار کرتے
گر اپنی زندگی کا ہم اعتبار کرتے

بلند آشیانوں پہ بجلی گری
جو نیچے تھے ڈوبے وہ سیلاب میں

بلائیں بھی وہیں آتی ہیں' جس جا تنگدستی ہے
یہ زنجیر مصیبت' بے کسوں کو خوب کستی ہے

کل ہم آئینے میں رخ کی جھریاں دیکھا کیے
یادگار عمر رفتہ کا نشاں دیکھا کیے

انسان کو ہے مصاحب بد سے کمال رنج
دیتا ہے پڑ کے آنکھ میں مژگاں کا بال رنج

قبر میں جاتے ہیں شاید رنج سے راحت ملے
اس زمیں سے دور کچھ تو آساں ہو جائے گا

کبھی شادی کبھی غم' ہے یہی عالم ہے عالم کا
مہ عید الاضحیٰ گزرا' تو چاند آیا محرم کا

یہ اثر تیرا ہم دور قمر دیکھتے ہیں
بے ہنر عیش میں ہیں' اہل ہنر دیکھتے ہیں

سبز ہوتی ہی نہیں یہ سر زمین
تخم خواہش دل میں تو بوتا ہے کیا

کہنے کو یوں جہاں میں ہزاروں ہیں یار دوست
مشکل کے وقت ایک ہے پروردگار دوست

کس سے کہوں تلون ابنائے روزگار
دشمن یہ لاکھ بار ہوئے' لاکھ بار دوست

زمانہ رنج دیتا ہے بقدر حال' انساں کو
گدا کو فکر نان' اندیشہ عالم ہے سلطان کو

بجا ہے ترک عبادت جو کرے صاحب زر
پڑھے نماز وہ کیا جو نشہ شراب میں ہے

بے ہنر مسند نشین اہل ہنر در در خراب
عقل انساں سے اللہ کا کارخانہ دور ہے

بدل جائے جو تھوڑے رنج و غم میں وہ طبیعت کیا
کیا ہو شکر جس منہ سے' کریں اس سے شکایت کیا

مرد خوش خو نہیں' تو پھر کیا ہے
پھول میں بو نہیں' تو پھر کیا ہے

شوق یہ سیر عدم کا کم نہیں
وہ چلے جاتے ہیں جن میں دم نہیں

کن حسرتوں سے چھوڑ کے' ہم یہ جہاں چلے
آئے تو بہت سبک تھے' پر کتنے گراں چلے

اب عفو وہ کرے نہ کرے اختیار ہے
امید عفو میں' میں گنہگار ہو چکا

اٹھاؤں سختیاں لاکھوں کڑی بات اٹھ نہیں سکتی
میں دل رکھتا ہوں شیشے کا' جگر رکھتا ہوں آہن کا

آئی بہار ہو گئے سب خار راہ سبز
لیکن ہوئے نہ آہ یہ بخت سیاہ سبز

جب تواضع سے جھکے' خجلت سے دشمن کٹ گیا
تیغ کا خم جانتے ہیں' ہم خم تسلیم کو

سر سبز باغ دہر میں اہل قلم نہیں
دیکھی ہری بھری کبھی شاخ قلم نہیں

بہر رفتار میں جب کرتا ہوں تدبیر نئی
ڈال دیتا ہے فلک پاؤں میں زنجیر نئی

یوں موسم شباب ہمارا گزر گیا
گویا چڑھا ہوا کوئی دریا اتر گیا

اٹھائے رنج کیا کیا زندگی میں
اجل آ' جان بچتی ہے اسی میں

سیہ بختی سخن سنجوں کو لازم ہے سمجھ دیکھو
نہیں چلتا ہے جب ہووے' سیاہی سے قلم خالی

امید و بیم کے جھگڑوں سے آگاہی نہیں رکھتے
سبب یہ ہے کہ ہم کوئی تمنا ہی نہیں رکھتے

تجھے اے چرخ! کیا مشکل ہے ہم کو مطمئن رکھنا
فقیر بے نوا ہیں' شوکت شاہی نہیں رکھتے

آہیں افلاک میں مل جاتی ہیں
محنتیں خاک میں مل جاتی ہیں

جمتی نہیں ہے ران کسی شہسوار کی
کیا شوخیاں ہیں ابلق لیل و نہار کی

موقع بحث نہیں' صاحب اقبال ہیں آپ
میری ہر بات بری' آپ کی ہر بات اچھی

کفر کی رغبت ہے دل میں' عورتوں کی چاہ بھی
کہتے جاتے ہیں مگر منہ سے معاذ اللہ بھی

واہ کیا جلوہ ہے' پیش چشم ادراک بشر
شبہ بھی' ہاں بھی' نہیں بھی' وہم بھی' اللہ بھی

اپنی قسمت سے بدل لاؤں میں قسمت کس کی
چھین کر دوں دل مضطر تجھے راحت کس کی

ہر لحظہ دیکھتا ہوں زمانے کی شان اور
گویا زمیں اور ہے اور آسمان اور

بھری ہے انجمن لیکن کسی سے دل نہیں ملتا
ہمیں میں آ گیا کچھ نقص' یا کامل نہیں ملتا

جان دے جاناں کو ورنہ تجھ سے لے گی قضا
خود تو ہی منصف ہو اے دل! یہ بجایا وہ بجا

تو رنج و راحت گیتی سے مت کر غم' نہ ہو شاداں
کہ آئین جہاں یکساں کہاں رہتا ہے اے ناداں!

خشت اول گر رکھے معمار کج
تا ثریا جائے گی دیوار کج

وہ کارخانہ جس کی غفلت پہ ہو بنا
ہشیار جینا اس میں کچھ حکمت نہیں ولا

لائق الفت نہیں ہر ایک سر
بار عیسیٰ کھینچے کب ہر ایک خر

رہے گا ہمیشہ تیرا کیسہ پر
جو سمجھے تو ہر شخص کو کیسہ بر

نہیں کہتا ہوں مذہب سے جدا رہ
یہ جس مذہب میں ہووے باللہ رہ

بھوکا ملحد اور خانہ خالی پرخواں
عقل باور نہیں کرتی رکھے خوف رمضاں

درمیان قعر دریا کر کے مجھ کو تختہ بند
پھر یہ کہتا ہے کہ دامن تر نہ ہووے بندا

باقی جنوں کو کام ہے مشت غبار سے
بچے ہیں کھیلتے مری خاک مزار سے

دیکھا کل اک بے عقل کو کہتے
باپ میرا مصاحب خاں تھا

باوجودیکہ کچھ نہیں معلوم
ہم نے مانا کہ بے شبہ ہاں تھا

کوئی لیکن ہے گوہ کھاتا
جو کہ عہد قدیم میں ناں تھا

عید آ گئی اور غم میں بڑھا اک غم دیگر
ماتم زدہ کو عید بھی ہے ماتم دیگر

نہ شادی نے دیا ساماں' نہ غم نے کچھ کیا نقصاں
کہ پیش ہمت مرداں جو آیا رہ گیا مہماں

وہ چہرہ جس سے دل نہ کھلے' ہے ندیدنی
وہ بات جو ہو بے مغز ہے ناشنیدنی

اے بے خبرا نہ شکوہ جور زمانہ کیا
اے اسپ خام سرکشی از تازیانہ کیا

جو کچھ کہ پہنچے تجھ کو وہ خود کردہ ہے ترا
جور فلک ہے کیسا، گناہ زمانہ کیا

دل جو خفتہ ہو ترا دیدہ بیدار ہے ہیچ
خانہ ویراں جو ہو رونق بازار ہے ہیچ

بیٹھنا اٹھنا سبھی تیرا جو ہے بہر نماز
دل جو یک جا نہ ہوا، جنبش بے کار ہے ہیچ

مجھ کو نہیں حساب و عذاب حشر کا ڈر
دنیا کے لوگ دیکھوں گا پھر ہے یہی خطر

جانور فربہ ہو راہ نوش سے
آدمی فربہ ہو راہ گوش سے (خوشخبری سن کر)

جو نہ ہووے یار میرا، ایزد اس کا یار ہو
جو کرے غرقاب مجھ کو، کشتی اس کی پار ہو

دشمنی سے خار رکھے، جو کہ میرے راہ میں
یا الٰہی! اس کا گلشن، دائما بے خار ہو

اگر دشمن موافق ہو نہ تجھ سے
تو لازم ہے رہے تو اس سے راضی

وگرنہ چند روزہ صبر کر لے
رہے گا وہ، نہ تو، نے فخر و رازی

اپنے جمال و مال پر مت کر غرور تو
کھوئے گا دونوں اک شب و تب میں ضرور تو

کہتا تھا کل مجھ سے پنہاں راز دان تیز ہوش
میں نہیں رکھتا ہوں مخفی، تجھ سے راز مے فروش

کار دنیا کو جہاں تک ہو سکے آسان کر
سخت پکڑے ہے زمانہ، اس کو جو ہے سخت کوش

بو حقیقت کی نہ سونگھے گا، نہ جانے جو یہ راز
گوش نامحرم کے، قابل ہو نہ پیغام سروش

یہی بہتر ہے خود کو شاد رکھے
اور اس شادی میں رب کو یاد رکھے

جہاں دار جانے جہاں پروری
کہیں ر ہے خشکی کہیں پر تری

کسی سے محبت کسی سے نہ کین
تو خود دانا تر ہے، جہاں آفریں

نہ کہہ فال بد، لاتی ہے حال بد
مبادا کہ کوئی کہے فال بد

یہ نکتہ سربستہ کھلا ہے حباب سے
کچھ بیش نہیں عمر تری نقش آب سے

ذوق فنا نہیں ہے تجھے، ورنہ میری جان
رنگین راز بہار ہے یاں جلوہ خزاں

کہتا ہوں ہر شب، کہ کل کو ترک یہ سودا کروں
پھر جو کل آتی ہے، تو امروز کو فردا کروں

اگر الحمد چاہو پڑھ دیں سو بار
مگر للہ کوڑی بھی ہو صد بار

زمانے کی چکی اسے دے گی پیس
جسے آمد انیس ہو خرچ بیس

گر کیا مختار فاعل، تو نے دنیا میں مجھے
پھر جو چاہوں اس کے ملنے میں ہے یہ تاخیر کیوں

ناتوانی سے قناعت پر ہوئے مجبور ہم
ضعف کے اسباب، عزت کے نگہباں ہو گئے

صبر، خود داری، دلیری، حق پرستی اب کہاں
رکھ لیا اچھا سا اک نام اور مسلماں ہو گئے

عمر دو روزہ ہو گئی اک حال پر بسر
خالی رہا زمانہ مرا انقلاب سے

بیچ میں رکتا نہیں زنہار جز دشت عدم
تو سن عمرواں بھی کس قدر شہ زور ہے

اپنی زندگی کو غم و رنج و مصیبت سمجھو
موت کی قید لگا دی ہے، غنیمت سمجھو

کرتے ہوں سنگ و خشت سے کتنے ہی استوار
ان کو مٹا ہی دیتا ہے نیرنگ روزگار

فکر فردا میں عبث روز اک نئی تمہید ہے
آج تک ہم کیا ہوئے کیا امید ہے

سزائے موت پا کر تجھ سے گو اے آسماں چھوٹے
زمین کی قید تنہائی سے' لیکن ہم کہاں چھوٹے

ہے بھڑک جتنی زیادہ جلد ہے اتنا زوال
سب ستاروں سے ہے روشن تر' ستارہ صبح کا

عالم تمام اپنی جوانی سے تھا جواں
ہم پیر کیا ہوئے کہ جہاں پیر ہو گیا

دونوں کی بے ثباتی سے تشبیہ تام ہے
تجنیس ہے حیات کی لفظ حباب میں

ہوئی حرفوں میں گو یک نقطہ رحمت سے سوا زحمت
عدد میں ہے مگر رحمت زیادہ ہوتی زحمت سے

جانتے ہیں کہ سدا خون جگر پینا ہے
پھر خوشی کیا کہ ابھی ہم کو بہت جینا ہے

شیطان کو ہے سوجھتی ہر دم نئی نئی
گو ہے سیاہ کار' پر روشن دماغ ہے

دیکھا بہت حضور کا انصاف دہر میں
باقی جو رہ گیا سو قیامت میں دیکھئے

ہیں ہر ایک مذہب میں کچھ کافر بھی' کچھ دیندار بھی
یاد رکھ تو بات یہ اک محرم اسرار کی

صورت و الفاظ کا اکثر نہیں ہے اعتبار
ہیں فقط یہ عادتیں رفتار کی' گفتار کی

سیاہ روزی میں میری قدر کو احباب کیا جانیں
اندھیری رات میں کس کو کوئی پہچان سکتا ہے

آج بنگلے میں مرے آئی تھی آواز اذاں
جی رہے ہیں ابھی کچھ اگلے زمانے والے

جب تک جئے مصیبت غم کی' نہ سر سے سر کی
سر سے گزر کے آخر' ہم نے مہم یہ سر کی

جہانگیری سے مشکل ہے' مگر کار جہاں بینی
جگر خوں ہو' تو چشم دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

تہذیب کے خلاف ہے' جو لائے راہ پر
اب شاعری وہ ہے جو ابھارے گناہ پر

انساں کے قول و فعل میں اس درجہ اختلاف
منبر پناہ مانگ رہا ہے خطیب سے

کان نے ہوش کو الجھایا افسانوں میں
آنکھ نے دل کو پھنسا رکھا ہے ارمانوں میں

دنیا سے میں نے کچھ بھی نہ چاہا
دل ہی نہ ابھرا جی ہی نہ چاہا

محتاج غیر کو نہیں اک حال پر ثبات
کیا رنگ دیکھتے نہیں تم ماہتاب کا

ہر قبر پر اڑائے علی الاتصال خاک
سمجھے جو آدمی کہ ہے میرا مال خاک

کچھ مزا گیہوں کا کچھ حوا کے کہنے کا خیال
آپ ہی کہئے کہ اس موقع پہ آدم کیا کریں

لازم سمجھ تو ذات کی خاطر صفات بھی
وہ گل نہیں ہے خار ہے' جو رنگ و بو نہ ہو

خلق نکو کو سب نے' خوشامد سمجھ لیا
کیا کیا مصیبتیں ہیں' غریب آدمی کے ساتھ

حرص گھٹ جائے وہی نعمت عظمیٰ ہو گی
میری دولت نہیں بڑھنے کی تو اچھا نہ بڑھے

قسمت گئی نہ لے کے کسی قدر داں تلک
وہ مدعا ہوں میں' جو نہ پہنچا بیان تلک

بدل دی ہے غم پیہم نے فطرت زندگانی کی
ہمیں تو اب قفس بھی آشیاں معلوم ہوتا ہے

وہ حرف ہوں ابجد میں جو مرقوم نہیں ہے
وہ لفظ ہوں جس کا کوئی مفہوم نہیں ہے

ٹھوکر جدھر کو لگ گئی جاتا ہوں لڑھکتا
اپنا ٹھکانا مجھ کو بھی معلوم نہیں ہے

ہر ذرہ چمکتا ہے انوار الٰہی سے
ہر سانس یہ کہتی ہے ہم ہیں تو اللہ بھی ہے

غنچے مرجھا کے گرا شاخ سے افسوس نہ کر
کھل بھی جاتا' تو یہی تھا کہ پریشاں ہوتا

پھینک دو کاٹ کے جڑ نخل تمنا کی امیر
پھول کم بخت میں آئے نہ کبھی پھل آئے

بگولے اس لئے منڈلا رہے ہیں، میری مدفن پر
کہ یہ دھبا بھی کیوں باقی رہے صحرا کے دامن پر

باران غم سے جب گل آدم بھگو چکے
اک قطرہ عیش کا بھی ملایا تبرکا

ہو نہیں سکتا کبھی ہموار دنیا کا نشیب
اس گڑھے کو اپنی ہی مٹی سے بھرنا چاہیے

کیا پوچھتے ہو دل کا مرے کیا مقام ہے؟
فطرت کے کارخانے میں غم کا گودام ہے

دل نہ آغاز دشمنی کرنا
اب کسی سے نہ دوستی کرنا

موت سے قبل زندگی کیسی؟
جی رہا ہوں ابھی خوشی کیسی؟

دل نکلتا نہیں پستی سے
قبر بہتر ہے تنگ دستی سے

ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہے
تہ خاک ہم تو اکیلے رہے

چرخ کے کیسے انقلاب ہوئے
پر کبھی ہم نہ کامیاب ہوئے

راہ سیدھی تو بتا دی خضر نے
اونٹ کا لیکن کرایہ کون دے

آدمی بھی ہے فرشتہ بے گماں
ہو نہ جب تک اس کا مطلب درمیاں

کر شکر جور و ظلم کا تنگی کی تاب لا
شکوہ نہ لب پہ اے دل خانہ خراب لا

نہیں ہیں جھریاں، چہرے پہ ضعف پیری سے
چنا ہے جامہ ہستی کی آستینوں کو

اے برق! ڈھونڈ پر کوئی اور خرمن زمانے میں
رہنے دے چار تنکے، مرے آشیانے میں

فرق ظاہر ہو گیا، جب سے قلم اور تیغ کا
دل میں انشا کا تھا جو ارمان رخصت ہو گیا

دیکھتے تم کہ شرارت سے یہ شر کیا کرتا
گر اجل سر پہ نہ ہوتی، تو بشر کیا کرتا

مرتبہ عالی نہیں پاتا ہے اسفل مال سے
جانتے ہیں اہل دانش جن کو عقل و ہوش ہے

سر کا رتبہ پاؤں کو ہرگز کبھی ملتا نہیں
اس سے کیا ہوتا ہے زر دوزی اگر پاپوش ہے

شکوہ نہ کر ازل سے یہی کارخانہ ہے
آج اس کا دور ہے، تو کل اس کا زمانہ ہے

کام کچھ کسب و ہنر آتا نہیں ادبار میں
زنگ سے جوہر عیاں ہوتے نہیں شمشیر کے

اے طبیبو! موت نے کھویا ہر ایک آزار کو
کم نہیں دارالشفا سے گور کو بیمار کو

اجل ہے سر پہ، تو بھی زیست کا ساماں نہیں کیا کیا
امیدیں رکھتی ہیں دل کو مرے اور تنگیں کیا کیا

دیں عمر خضر موسم پیری میں تو نہ لے
مرنا ہی اس سے خوب ہے، عہد شباب میں

بہت پسند ہے مجھ کو خموشی و عزلت
دل اپنا ہوتا ہے، اپنا خیال ہوتا ہے

نہ ملیں لوگوں سے تو زندگی دشوار
اگر ملو تو نتیجہ ملال ہوتا ہے

کیونکر نہ خاکسار رہیں اہل کیں سے دور
دیکھو زمیں فلک سے، فلک ہے زمیں سے دور

جو اس سے پہلے تھا، یہ وہی خاکداں ہے اب
یارب وہ خاکیوں کی کرامت کہاں ہے اب

کیوں ویسے آدمی نہیں آتے بروئے کار
آخر وہی زمیں، وہی آسماں ہے اب

شگفتگی کے ہوں ساماں ہزار غربت میں
پہ ایک سی ہے خزاں و بہار غربت میں

تہی دستوں کو کیا خوف بلائے آسمانی کا
کف افسوس مل کے رہ گئی' برق اپنے خرمن پر

جس جگہ ہیں صاف طینت ایک سے پست و بلند
آ گیا پانی جہاں سطح برابر ہو گیا

مردہ کچھ سنتا نہیں' چلا کے روتے ہیں عزیز
دم میں کتنا فاصلہ' اللہ اکبر ہو گیا

غم نہیں ثابت قدم کو گر جہاں گردش میں ہے
قطب کو جنبش نہیں ہے' آسماں گردش میں ہے

ہے کس قدر غرور' شکن راہ زندگی
جس سر کو دیکھتا ہوں' وہی پائمال ہے

تو نے جسے بنایا اس کو بگاڑ ڈالا
اے چرخ! میں نے اپنی عرضی کو پھاڑ ڈالا

اللہ کی یاد میں محویت دل بادشاہی ہے
مگر آساں نہیں ہے' ساری دنیا کو بھلا دینا

ناچیز کو نہ صحبت نیکاں اثر کرے
رشتہ کو کہہ تو آب گہر کیونکہ تر کرے

رکھنا امید' فہم کا اپنے قصور ہے
امداد وقت بد میں' قریبوں سے دور ہے

ہر قطرہ اور ذرہ ہے مورد حوادث
دفتر ترا کہاں تک' زور قلم کہاں تک

آہ کیا کیا ہو چکے ہیں' انقلاب روز گار
موجب عبرت ہے' تفسیر کتاب روز گار

آ گیا فضل اللہ سے فن صبر
اب مصیبت کی مجھے پرواہ نہیں

تکلف کی ضرورت کیا' جہاں سچی محبت ہو
حلاوت شیر مادر میں نہیں ہوتی ہے شکر سے

ہم کب شریک ہوتے ہیں' دنیا کی جنگ میں
وہ اپنے رنگ میں ہے' ہم اپنی ترنگ میں

بے ثباتی ہے نہایت حسن بے ناموس کو
پائیداری ہوتی ہے کم' شمع بے فانوس کو

کس رخ چلوں رسول' تو دنیا سے اٹھ گئے
اللہ کو سو' اس کو میں پہچانتا نہیں

غفلت میں زندگی کو نہ کھو گر شعور ہے
یہ خواب زیر سایہ بال طیور ہے

اسی کو دیتے ہیں' ہوتے ہیں جس سے متنفع منعم
کہ بادل سے سمندر ہی میں بس موتی برستے ہیں

غضب کا عبرت افزا' انقلاب چرخ گرووں
ابھی اک شور برپا تھا' ابھی اک ہو کا میداں ہے

اللہ میں شک ہو' تو ہو' موت میں نہیں کوئی شک
مشاہدے میں بھی کہیں احتمال ہوتا ہے

دیکھ جو کچھ سامنے آجائے' منہ سے کچھ نہ بول
آنکھ آئینے کی پیدا کر' دہن تصویر کا

ہے بروں کو عیش اور اچھوں کو ہے دنیا میں رنج
توڑتا ہے گل کو گلچیں' چھوڑتا ہے خار کو

کامیابی خارج از ملت سے ناکامی بھلی
لطف دشمن ہی سے شہرت ہو' تو گمنامی بھلی

بے وفا سمجھیں تمہیں اہل حرم' اس سے بچو
دیر والے کج ادا کہہ دیں' یہ بدنامی بھلی

پختہ ہو کر اپنی شاخ وبن سے ہوتا ہے جدا
ہر ثمر چشم محبت میں تری خامی بھلی

اے دل! نہ بنا غیر کو محرم اپنا
ہر زخم پہ رکھ آپ تو مرہم اپنا

تنہائی میں آپ اپنے دکھ درد کو جھیل
اپنے کو بنا آپ ہی محرم اپنا

عالم اسباب سے حاصل ہوا آخر کفن
چلتے چلتے آسماں سے ہم بھی خلعت لے گئے

تیرہ بختی کے اثر نے شام سے گل کر دیا
صبح کو کوے اٹھا کر شمع تربت لے گئے

قبر گر پختہ بنی مردے کو کیا
استخواں ہر ایک کا چونا ہو گیا

مردہ غریب تو ہے گڑھے میں پڑا ہوا
کیا فائدہ جو روضہ ہے اے مہرباں بلند

بیزار زندگی سے ہوں، یہ شوق مرگ میں
ڈھونڈوں چراغ لے کے، جو پیدا مزار ہو

زندگانی نے مجھے مردہ بنا رکھا ہے
ملک الموت سے سائل ہوں مسیحائی کا

آواز یہ آتی ہے لب آب بقا سے
مرنا ہی یہاں خوب ہے، جینا نہیں اچھا

اے موت! آ کہیں کہ رہوں تاچند منتظر
لاوے ہوئے سفر کا سرانجام دوش پر

دنیا میں لاکھ سعی سے پایا نہ ایک باغ
ملنا نہ سہل جان، تو اے بے خبر! بہشت

بجلی جلائے گلشن ہستی میں ہم صفیر
صیاد کے ڈر سے جو کروں آشیاں بلند

مے خانہ یہ خرابہ عالم اگر نہیں
پھر کس لئے کسی کو کسی کی خبر نہیں

ناسخ ہے اس جہاں کا دار غرور نام
معذور ہے اگر کوئی مغرور ہو گیا

نہیں غم نقد جاں گو ہاتھ سے جائے
نہ میں عطار سے لوں گا دوا قرض

توڑوں جو اپنے پائے طلب فائدہ نہیں
تدبیر وہ کروں کہ شکستہ ہو جائے حرص

خرمن عالم میں جو دانہ مری قسمت کا ہے
برق کی خاطر ہے کب سے آسیا کے واسطے

خاکساری کا جہاں میں سب سے عالی رتبہ ہے
یہ زمین وہ ہے کہ جس پر آسماں ہوتا نہیں

ہے یہ کیسا غم کدہ؟ اے بزم آرائے جہاں!
کتنے اس محفل میں ہیں، اور شاداں کوئی نہیں

کیا ضرورت تھی جو یہ زحمت گوار کی گئی
کیوں مجھے ناپید ہونے کے لئے پیدا کیا

عزت اسی کی اہل نظر کی نظر میں ہے
سب کچھ بشر میں ہے جو محبت بشر میں ہے

آج تک نہ ہوا اور نہ ہو گا کیا کیا
دیکھا اور دیکھیں گے دنیا کا تماشا کیا کیا

گھر آپ کے بچشم گہر بار آئے ہیں
ہم نذر دینے موتیوں کا ہار آئے ہیں

موئے سفید نکلے، بعد از شباب منہ پر
دیتی ہے زندگانی دیکھو، جواب منہ پر

معنی کا لطف کچھ نہیں صورت پرست کو
بلبل نہ ہو فریفتہ، عطر گلاب پر

فرش نفیس خاک ہے، بستر اگر نہیں
کنج لحد میں چین کریں گے جو گھر نہیں

کیا لطف زندگی دل غم مبتلا کے ساتھ
سیر جہاں کو آئے بھی تو کس بلا کے ساتھ

ہم پاس وضع سے رہے ناکام بیشتر
نازک دماغیاں بھی ہیں یاں التجا کے ساتھ

افسردہ دل چمن روز گار میں آئے
خزاں کو ساتھ لئے ہم بہار میں آئے

جب ان ناکامیوں پر منحصر ہے زندگی اپنی
خدایا مرگ کیا ہو گی، جو جینا اس کو کہتے ہیں

کروں میں ابتداء کس سے الہی
تمنائیں ہیں دل میں انتہا کی

دل مایوس میں وہ شورشیں برپا نہیں ہوتیں
امیدیں اس قدر ٹوٹیں کہ اب پیدا نہیں ہوتیں

مری بے تابیاں بھی جزو ہیں، اک میری ہستی کی
یہ ظاہر ہے کہ موجیں خارج از دریا نہیں ہوتیں

ہوا ہوں اس قدر افسردہ رنگ باغ ہستی سے
ہوائیں فصل گل کی بھی نشاط افزا نہیں ہوتیں

جنگل میں تختہ گل خود رو کو دیکھ کر
تازہ ہوا زمانہ کی ناقدریوں کا داغ

حقیقت میں نگاہوں کو چمن ہے منظر عبرت
نظر آتی ہے پھولوں میں جھلک خون عنادل کی

ہو گی نہ قدر جان کی قرباں کئے بغیر
دام اٹھیں گے نہ جنس کے ارزاں کئے بغیر

نفس سے سربرہوئی دانش' نہ صبر و عقل و ہوش
ایک دشمن برسر کین ہو' تو ہیں سب یا ہیچ

مری ناکامیابی کی کوئی حد ہو نہیں سکتی
صداقت چل نہیں سکتی خوشامد ہو نہیں سکتی

رو میں ہے رخش عمر کہاں دیکھئے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پاؤں رکاب میں

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں

بنا یہ جسم خاکی' مرکب جاں مدتوں سے اے دل
چلی ریگ رواں میں کشتی عمر رواں برسوں

کیا خاک ہو غم دل اندوہگیں غلط
لکھا نصیب کا بھی ہوا ہے کہیں غلط

کہنے کے واسطے ہیں بہت یار آشنا
لاکھوں میں یہاں نکلتے ہیں دو چار آشنا

زندگی تلخ ہے اب ضبط کئے سے حاصل
صبر کرتے رہے تھے صبر کے جب تک قابل

اچھی نہیں شے کوئی محبت سے زیادہ
وہ بھی ہے بری' ہو جو ضرورت سے زیادہ

ستم دور گردوں کے سہ جاؤں گا
جو گزرے گی دل پر وہ کہہ جاؤں گا

آرزوئیں کچھ نہیں جن کا لقب ہے کامیاب
مشکلیں کیا خاک ہوں گی وہ کہ آساں ہو گئیں

بشر کو چاہئے پاس دل بشر رکھے
کسی کا ہو کے رہے یا کسی کو کر رکھے

انساں چلے وہ چال کہ جو ہو جہاں پسند
مہماں ہے ہو وہ کام جو ہو میزباں پسند

جو کوئی دن کو چلے' شب کو ٹھہر جاتا ہے
قاصد عمر رواں آٹھ پہر جاتا ہے

درپیش ہے ہزار مصیبت امید سے
کچھ غم نہیں ہے دل کو جو کچھ آرزو نہیں

ناامیدی تیرے قرباں تونے دی راحت مجھے
ایک ارماں کم ہوا جب ایک دشمن کم ہوا

کیوں غنچہ پریشاں نہ ہو' ہوتے ہی شگفتہ
اس باغ میں ہوتا ہی دل شاد غضب ہے

جس پاس عصا ہو' اسے موسیٰ نہیں کہتے
ہر ہاتھ کو عاقل ید بیضا نہیں کہتے

لاٹھی بھلی کہ جس کی ملی ہووے رگ سے رگ
بے کار توپ جس کے ہوں پرزے الگ الگ

بے بصر ہیں وہ بختوں میں یہاں خورسند ہیں
جن کی آنکھیں کھل گئیں' ان کی زبانیں بند ہیں

جوں شرر ہے ہستی بے بود یاں
بارے ہم بھی اپنی باری بھر چلے

زور ہی کیا تھا' جفائے باغباں دیکھا کئے
آشیاں جلتا رہا' ہم ناتواں دیکھا کئے

روشن ہے اس طرح دل ویراں کا داغ ایک
اجڑے نگر میں جیسے جلے ہے چراغ ایک

جوش گل چاک قفس سے دم بدم دیکھا کئے
سب نے یاں لوٹیں بہاریں اور ہم دیکھا کئے

صحبت منافقانہ ہے ہر جا نفاق سے
گر اتفاق ہے کہیں تو اتفاق سے

زندگی بھر نہ یم دیدہ گریاں ٹھہرا
کشتی عمر ڈبوئی تو یہ طوفان ٹھہرا

غم ہے اس بحر میں کیا بے سروسامانی کا
ناخدا خود ہے خدا کشتی طوفانی کا

طلب اللہ سے کسی چیز کی نہیں ہم کو
یہی کہ عمر دو روزہ تمام ہو جائے

ساز ہر صورت میں اے دل مرکز بیداد ہے
لے الگ ہے سب کی، لیکن ایک سی فریاد ہے

ہر جزو کو ہے نسبت خاص اپنے کل کے ساتھ
کیا امتیاز قطرہ و دریا کرے کوئی

دیوان گان عشق کی بخشش عذاب ہے
پیدا کہاں بہشت میں صحرا کرے کوئی

ساز ہے ٹوٹا ہوا اور زمزمے خاموش ہیں
اہل دل لیکن ابھی محو نوائے دوش ہیں

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات تو ایک تغیر کو ہے، زمانے میں

الجھ پڑوں کسی دامن سے وہ خار نہیں
وہ پھول ہوں جو کسی کے گلے کا ہار نہیں

ہم کو بہار میں بھی سر گلستاں نہ تھا
یعنی خزاں سے پہلے ہی دل شاداں نہ تھا

کبک و قمری میں ہے جھگڑا کہ چمن کس کا ہے
کل بتا دے گی خزاں یہ کہ وطن کس کا ہے

واعظ اک عیب سے تو پاک ہے یاں ذات اللہ
ورنہ بے عیب زمانے میں چلن کس کا ہے

جا چکا قافلہ ملک عدم دور تو کیا
ہم بھی دم بھر میں اللہ چاہے تو جا لیتے ہیں

اللہ کو بھول گئے، لوگ فکر روزی میں
خیال رزق ہے رازق کا خیال نہیں

خوب خوش باش گزر اہل صفا کرتے ہیں
نہ خفا ہوتے ہیں ایسے، نہ خفا کرتے ہیں

آدمیت کو فقط جوہر انساں جانا
جس میں اخلاق نہ پائے اسے حیواں جانا

میں نے اپنا درد دل جا کر کہا جس پاس عالم میں
بیاں کرنے لگا قصہ وہ اپنی ہی خرابی کا

آندھی کی ہوا برق کا دم دیکھ چکے ہیں
آگے نہ بڑھی عمر سے رفتار کسی کی

اس کشت روزگار میں تخم بقا نہیں
اس بوستاں کے پھولوں میں بوئے وفا نہیں

اس بزم کے چراغوں میں نور ولا نہیں
اس بحر کے صدف میں در مدعا نہیں

گھر کون سا بسا کہ جو ویراں نہ ہو گیا
گل کون سا ہنسا کہ پریشاں نہ ہو گیا

کن قافلوں کو خاک، نہ اس راہ نے کیا
کن یوسفوں کو غرق نہ اس چاہ نے کیا

حق کا ملنا تو بہت آسان ہے
آدمی البتہ مشکل سے ملا

اٹھ گئی یوں وفا زمانے سے
کبھی گویا کسی میں تھی ہی نہیں

مر کر بھی نہ مرقد میں گئی گردش نصیب
ہم سمجھتے تھے زیر زمیں آسماں نہیں

یہ بزم مے ہے یاں کوتاہ دستی ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

غرور اب کیا بڑھے گا خم ہوئے اس درجہ پیری میں
ہم اپنے پاؤں سے اپنے سر کو ٹھوکر لگاتے ہیں

جس کی بہار پہنچی نہ آخر خزاں تلک
آیا نہ ایک گل کبھی اس بوستاں تلک

سختی سے گزرے اہل سعادت کی یاں معاش
ہے منحصر غذائے ہما استخواں تلک

ہے اپنی زندگی کی یہ روداد مختصر
کچھ روز بے کسی میں جئے اور مر گئے

سارے جہاں کا رنج مرے دل میں آ گیا
کیا کوزہ تھا کہ جس میں یہ دریا سما گیا

گرچہ الطاف کے قابل یہ دل زار نہ تھا
لیکن اس جور و جفا کا بھی سزا وار نہ تھا

ہیں جو روشن طبع، بغض اس سے سیہ کاروں کو ہے
چور کو جس طرح آتا ہے نظر دشمن چراغ

وقت بد میں کون دیتا ہے کسی کا ساتھ رند — یار ثابت اک ملی دنیا میں تنہائی مجھے
مال کار سمجھایا قبور نے ہم کو — یہ نقد مال لگا ہاتھ اس دفینے سے
غافل نہ فکر زاد سے رہنا کہ بے خبر — کیا جانئے یہ قافلہ کس دم سفر کرے
ہے رہنمائے خلق، عمل جس کے نیک ہوں — کافر ہو وہ عقیدے میں یا دیندار ہو
مختار بھی مجبور بھی کاموں میں بشر ہے — اس سے یہ سزا وار جزا ہے بھی، نہیں بھی
بادِ بے جا کے حوادث سے بچاتی ہے تجھے — موت کہتے ہیں جسے ہے پاسبان زندگی
روح کو آرام آغوش بدن میں کیوں نہیں — یااللہ اخلاص اس دلہا دلہن میں کیوں نہیں
نہیں ممکن کہ ہو اصلاح ظالم کی طبیعت کو — رہے خونریز خنجر، گر بجھائیں آب حیواں میں
سمجھیں کہ نرم و سخت مقدار ازل سے ہے — کب ہر کسی کے گوشت میں ہے استخواں عبث
حکمت حق ہے طبائع کی کجی اور راستی — گر کماں پیدا نہ ہو کس طرح پھینکے تیر کو
آتش کدہ میں دہر کے رہ سرنگوں کہ یاں — جو شمع سر اٹھاتے ہی لگتی رہے سر کو آگ
دے جو محتاجوں کو دینا ہے کہ فرصت ہے ابھی — ڈھونڈتا ہے مگر گور میں قاروں گدا ملتا نہیں
نہ کیوں پابند ہوں اہل صفا خانہ نشینی کے — نکلتے کس نے دیکھا ہے کبھی آئینے کو گھر سے
جو دم ہے غنیمت ہے کیا جانئے کیا کل ہو — اک دور کی نسبت ہے امروز کو فردا سے
بدل جاتی ہیں آنکھیں وقت پر ہر ایک مونس کی — ضرورت ہی نہ پیدا ہو، ضرورت ہے ہمیں اس کی
پڑھ سکتا سر نوشت کا مطلب نہیں کوئی — معلوم کچھ نہیں کہ یہ خط کس زباں میں ہے
کام سب تقدیر پر ہیں، ہے مگر تدبیر شرط — کچھ سبب بھی چاہیے اس عالم اسباب میں
بچانا شۂ طول امل سے دل کا مشکل ہے — سرور بادہ امید فردا آہی جاتا ہے
جو پہنچے ہاتھ تجھ تک چرخ گردوں — تو پوچھوں تجھ سے یہ کیوں اور وہ کیوں
کسی کو بخش دی صد گونہ نعمت — کسی کو نان جو دی وہ بھی پرخوں
محتاج اب نہیں ہم، ناصح نصیحتوں کے — ساتھ اپنے سب ہنستے ہیں روئے سیاہ پر
پیری عیاں ہوئی نہ ہو مائل گناہ پر — موئے سفید ہنستے ہیں روئے سیاہ پر
لباس اہل تقویٰ پر نہیں کچھ منحصر واعظ — کہیں کیا ہم نے کس کس بھیس میں دیکھا ہے دنیا کو
بے وطن ہو کر زمانے میں ہوئے نالاں بشر — آشنا نالوں سے ہرگز نے نیستاں میں نہیں
جس چشم کے پردے میں جھلکتے رہیں آنسو — دراصل وہ سر چشمہ انوار اللہ ہے
بغیر گردش کے نہیں ملتا ہے رزق — شاہد اس کا دیکھ سنگ آسیا
رہتا ہے وہ خرابے میں پنہاں مثال گنج — جو دل شکستہ ہے وہی دل ہے مقام دوست
جو لوگ آسماں نے یاں خاک کر اڑائے — بے غیرتوں نے لے کر، خاک ان کی گھر بنائے
دیوانہ ہے دنیا میں جو دیوانہ نہیں ہے — عاقل وہی ہے جو یہاں عاقل نہیں ہوتا
زندگی نے مجھے ہلاک کیا — مر گیا موت کے آنے سے

پسند آئی ہے عزلت' میں اب اور گھر کا گوشہ ہے　اللہ کی یاد منزل ہے' قناعت اپنا توشہ ہے

نہیں بننے کا سودا ہم سے اس بازار عالم میں　عداوت کی ہے ارزانی محبت کی گرانی ہے

اک دم ہے یاں ترقی اور تنزل ہے ایک دم　کوزے میں اہل جہاں اور آسماں

فطرت کو ناپسند ہے سختی زبان میں　پیدا ہوئی نہ اس لیے ہڈی زبان میں

بند کر اپنی زباں پھر نہیں دشمن کا خطر　مرغ صیاد کو اندیشہ صیاد نہیں

عریاں محض مجھ کو نہ کر' کچھ اللہ سے ڈر　چادر تو کوئی اے فلک میرے کفن کو چھوڑ

تصویر غم نظر آتی ہے عیش میں　ماتم صدف کا کرتا ہوں گوہر کو دیکھ کر

مزا نہیں ہے خموشی کا خوش بیاں کے لیے　زباں سخن کے لیے ہے سخن زباں کے لیے

راز پوشی کاش ہم کو بھی سکھائے عندلیب　نام شبنم کا ہو اور آنسوں بہائے عندلیب

درازی عمر کی ہے ہر کسی کو خاکساری سے　نہیں بجھتے جو خاکستر سے اخگر بند کرتے ہیں

سرکشی آخر فرومایہ کو دیتی ہے شکست　ٹوٹتا ہے نخل پر انجام خشت خام کا

بدسرشتوں کو نیکوں کا اثر ہو ہرگز　صحبت گل سے نہ ہوویں کبھی خوشبو کانٹے

یہ گردوں ابتدا سے اب تک ممنوں ہے میرا　سکھائی گردش اس کو جس نے وہ میرا مقدر تھا

دہن گرگ سے جیتا جو بچوں صحرا میں　ذبح کرنے کے لیے مول لے قصاب مجھے

جنت و حور کا طالب ہوں' میں افسوس افسوس　کار طاعت ہے باغراض علل میرا

خم جب سے قدر راست میں آیا سنبھل گئے　سیدھے ہوئے ہم ایسے کہ سب بل نکل گئے

ہم خود ہی راست ہو گئے' جب پیر ہو گئے　قد جب کمان ہو گیا ہم تیر ہو گئے

بہت مشکل ہے رہنا پاک دامن لوث دنیا سے　ضرور الجھا وہ جو اس وادی پر خار میں آیا

غضب ہے جان کو پہلو میں ہونا دل سے دشمن کا　محل خوف ہے ہمسایہ قصاب وبرہمن کا

کیونکر نہ ہووے خاک پتلے کو جاں عزیز　رکھتا ہے مہماں کو بہت میزباں عزیز

سراپا آرزو ہوں کیا نہ مانگوں اور کیا مانگوں　اللہ سے گردعا مانگوں دل بے مدعا مانگوں

جان دی ہے جس نے مجھے نان بھی دے گا وہی　جو ترا خلاق ہے ناخ وہی رزاق ہے

وہ حسرتیں لحد میں ہیں دنیا تھی جس سے تنگ　وسعت کہاں کی آگئیں دو گز زمین میں

رفیق حال برے وقت میں نہیں کوئی　شریک جنگ میں شمشیر کا نیام نہیں

پارسائی اور جوانی کیوں کر ہو　ایک جا پر آگ پانی کیوں کر ہو

سخت مشکل ہے شیوہ تسلیم　ہم بھی آخر کو جی چرانے لگے

وا دریغا عجیب ہستی ہے　موت ہستی پہ اپنی ہنستی ہے

ہم سا کوئی گم نام زمانہ میں نہ ہو گا　گم ہو وہ نگیں جس پہ کھدے نام ہمارا

دل ولاسوں سے کرے ہے آہ وزاری بیشتر　خانہ ماتم میں ہو پرسے سے زاری پیشتر

ہم بھی آداب شریعت سے تھے آگاہ مگر　نہ ہو برتاؤ میں جو رسم وہ کیا یاد رہے

اک شخص کو توقع بخشش کی بے عمل ہے
اے زاہدو تمہارا اس میں ہے کیا اجارا

ہر چند آئینہ ہوں پہ اتنا ہوں ناقبول
منہ پھیر لے وہ جس کے مجھے روبرو کریں

برنگ آبلہ اے وائے کیا یہ زندگانی ہے
کہ جس کے پاؤں پڑتا ہوں اسی کو گرانی ہے

رنج کیا کیا ہیں ایک جان کے ساتھ
زندگی موت ہے حیات نہیں

اپنی مرضی کے موافق دہر کو کیوں کر کروں
بے حد آتا ہے مجھے غصہ مگر کس پر کروں

کچھ پتہ منزل مقصود کا نہ پایا ہم نے
جب یہ جانا کہ ہمیں طاقت رفتار نہیں

مدتوں رشک نے اغیار سے ملنے نہ دیا
دل نے آخر یہ دیا حکم کہ کچھ عار نہیں

ملی کچھ روز راحت ہم کو برسوں جھیل کر زحمت
بڑی کاوش سے قطرے شہد کے حنظل سے نکلے ہیں

ہو فرشتہ بھی تو نہیں انساں
درد تھوڑا بہت نہ ہو جس میں

دین اور فقر تھے کبھی کچھ چیز
اب دھرا ہے کیا اس اور اس میں

فریب حسن سے گبرو مسلماں کا چلن بگڑا
اللہ کی یاد بھولا شیخ، بت سے برہمن بگڑا

نہ خریدار کا حصہ ہوں نہ حق بائع کا
میں وہ دانہ ہوں جو گر جائے کف میزاں سے

تباہی پر لازم یاد حق اہل توکل کو
اللہ پر چھوڑتا ہے ناخدا کشتی کو طوفاں میں

تدبیر سدا راست جو آتی نہیں اکبر
انسان کی طاقت کے سوا بھی ہے کوئی چیز

طفلی میں شادی متوحش رہی ہم سے
پایا نہ لطف جمعہ بھی کچھ ہفتہ کے غم سے

نفس شقی بھی روح کے ہمراہ تن میں ہے
یوسفؑ کے ساتھ گرگ بھی اس پیرہن میں ہے

کیوں منہ پہ لگاتے ہیں دھبے خضاب کے
پیری نہ رنگ لائے گی عہد شباب کے

باقی رہی ہے شیخ کو حسرت گناہ کی
کالا کرے گا منہ بھی جو داڑھی سیاہ کی

چھپتی نہیں ہے بات، بناوٹ کی بال بھر
کھل جاتی ہے اخیر کو رنگت خضاب کی

پیری میں شوق کیوں نہ کریں ہم خضاب کا
رہ جائے کوئی صفحہ کیوں سادہ کتاب کا

گزری سیاہ کاری میں یارب تمام عمر
آدھی شباب میں کٹی آدھی خضاب میں

روز سیاہ دہر سمجھ رنگ عارضی
دو چار روز رہتی ہے رنگت خضاب کی

منتشر رہتا ہے مجموعہ خاطر اپنا
ہر ورق جس کا پریشاں ہے وہ دفتر اپنا

میں تنگ ہوں اتنا کہ قبیلے میں سے کوئی
میراث کے لینے کو بھی وارث نہ کوئی آیا

ممکن نہیں جو حرف قضا ہو جبیں سے دور
جو نقش ہو چکا نہیں ہوتا نگیں سے دور

بے برگی پہ اپنی رو دیا میں
پتا جو گرا کسی شجر کا

زمین و آسماں کا فرق ہے ادنیٰ و اعلیٰ میں
چمک سے ہمسر خورشید ذرہ ہو نہیں سکتا

ہے فرق شاہ و گدا میں قول شاعر ہے یہی
شیر قالین اور ہے شیر نیستاں ہے اور

کھنچے گی خاک ہو گا ٹھکانا جہاں کہیں
دو گز زمیں تو دے گا کبھی آسماں کہیں

جگہ تربت کی بھی تھوڑی ملے بعد فنا مجھ کو
فلک میرا بھی حق ہے کچھ تو موجودات عالم میں

اپنے بندوں کو دیا ہے جس قدر اللہ نے
کچھ نہ کچھ اس کے سوا ہے ہر بشر کی احتیاج

کہیں ہم جستجو کرتے پھرے اور یہ کہیں نکلی
جو تھی آسائش دنیا وہ سب زیر زمیں نکلی

جب یہ کہتا ہوں کہ بس دنیا پہ اب تف سمجھئے
نفس کہتا ہے ابھی چندے توقف سمجھئے

فنا کا ہوش آنا زندگی کا درد سر جانا
اجل کیا ہے؟ خمار بادہ ہستی اتر جانا

نتیجہ زندگانی کا ہے کچھ دنیا میں کر جانا
خیال موت بے جا ہے وہ جب کہ مر جانا

مقام کوچ کیا ہے منزل مقصود تک بھولے
قیامت تھا سرائے دہر میں دو دن ٹھہر جانا

راحت کا جہاں میں یوں ہی ایک نام ہے گویا
راحت کی تلاش اک طمع خام ہے گویا

مطلب نہ سر نوشت کا سمجھا تو شکر کر
دیوانہ ہو جو حال قضا و قدر کھلے

محو کار اس بزم میں ہر شمع ہر پروانہ ہے
حسرت اس پر ہے جو صرف قصہ و افسانہ ہے

عبث طول امل ہے یہ چناں ہو گا چنیں ہو گا
نہیں ہے دور وہ ساعت کہ تو زیر زمیں ہو گا

غافل یہاں کے لذت و آرام پر نہ جا
دنیا میں ہائے ہائے بہت ہے مزے کے بعد

اک اضطراب دل کو مرے کر گیا خراب
کیا پوچھتے ہو حال زمیں، زلزلے کے بعد

نہ تعلق ہے کسی سے نہ شناسائی ہے
انجمن میں ہوں مگر عالم تنہائی ہے

غم نہیں ہے فلک! جو تاج نہیں
ہم کو سر کی بھی احتیاج نہیں

ہر طرح رزق ہم کو ملتا ہے
غم ہے موجود اگر اناج نہیں

شب غم کی سحر نہیں ہوتی
ہو بھی تو میرے گھر نہیں ہوتی

جو ہے جری بحکم خدا لازوال ہے
شہباز ہے حرام، کبوتر حلال ہے

اک جان پر ہزاروں کی کڑی سہی
تھوڑی سی زندگی، مصیبت بڑی سہی

ہم نے کاٹی ہر شب غم نالہ و فریاد میں
وائے گر ہوں یہ نفس بھی، زیست کی تعداد میں

زیادہ اس سے بھی کیا شر کرے اللہ جانے
اگر بشر کہیں جینے کی انتہا جانے

اس جبر پر تو ذوق بشر کا یہ حال ہے
کیا جانے کیا کرے جو اللہ اختیار دے

حسد جی کا وبال رہتا ہے
زندگی بھر ملال رہتا ہے

مال کے دستیاب ہونے پر
کس کو خوف مال رہتا ہے

نہ رنج رفتگاں کر رفتہ رفتہ
پہنچ جائے گا تو بھی کارواں تک

کیا ہوائے نفس پر غالب ہو انسان ضعیف
کچھ ہوا سے زور چل سکتا نہیں ہے کاہ کا

وہ دل خستہ ہوں دکھ جاتا ہے دل اندوہ دشمن پر
رلایا ہے کسی نے طالع ناکام رہزن پر

سال بھر خانہ اللہ میں دیکھا جا کر
سر بہ سجدہ کوئی دو ایک ہی انساں نکلے

ہم نے سمجھا تھا مسلماں یہاں کم ہیں مگر
عید کے دن تو مسلماں ہی مسلماں نکلے

آسماں کیا ہے، مری آہ رسا کے سامنے
بلبلے کی کیا حقیقت ہے ہوا کے سامنے

عیش فردا کی امیدیں واں یہ ہیں
طفل طبعوں کو کھلانے کے لئے

ایسا جو ہو تو شاید یہ دل رہے ٹھکانے
ہیں خط تقدیر سے تحریر سب پیشانیاں
جیسی حالت پیش آتی ہے زمانے میں جسے
قومی ترقیوں کی زمانے میں دھوم ہے
عبرت زدہ جو دل ہوا ارماں اس میں کیسے؟
دل کے جو دشمن ہیں ان کے شوق میں رہتی ہے آنکھ
پیری میں شیخ تائب عصیاں ہوا کہ جب
بعد مرنے کے بھی دل لاکھوں طرح کے غم میں ہے
کوئی شے ایسی نہیں عالم میں جو بے کار ہے
اللہ کی یاد میں دنیائے دوں سے منہ موڑے ہیں
مرگ ایک ماندگی کا وقفہ ہے
بالائے آسماں نہیں زیر زمیں نہیں
تجربے کے دشت سے دل کو گزرنے کے لیے
تابع ہوں ہادیان طریق صواب کا
اس کے خلاف آپ کی بحثیں ہیں نادرست
انسان سے انسان کی جنگ ہمیشہ
کوئی عرب کے ساتھ ہو یا ہو عجم کے ساتھ
عزیز احباب ساتھی دم کے ہیں سب چھوٹ جاتے ہیں
افسوس عمر کٹ گئی رنج و ملال میں
میری سی نہ غم دوست طبیعت ہو کسی کی
شعلہ تھا عہد جوانی اڑ گیا
پانی کی اور رائے، ہوا کا کچھ اور حکم
سکون قلب کی دولت کہاں دنیائے فانی میں
جو سعادت مند ہیں رہتے ہیں وہ بے خانماں
ہے کر سختی اٹھاتے ہیں دنیا کی سختیاں
جو ہیں اہل کرم شرمندہ ہوتے ہیں وہ سائل سے
جوہر وہ خاکساری نے پیدا کیا مری
شاعر بس اب بہار جوانی تمام ہے
یہ عدم والوں کی خاموشی نے ثابت کر دیا
افسانۂ شباب ۔ اللہ را ۔ پوچھیے

دنیا کو میں نہ جانوں، دنیا مجھے نہ جانے
پیش آتی ہیں وہی باتیں، جو ہیں پیش آنیاں
ذہن انسانی میں ویسا ہی اتر آتا ہے عکس
مردانے سے زیادہ زنانے میں دھوم ہے
بجلی گری ہو جس پر وہ شاخ کیا پھلے گی؟
جان کا مالک جو ہے اس سے نظر ملتی نہیں
کوئی گناہ کرنے کے قابل نہیں رہا
ہم نہیں دنیا میں، لیکن ایک دنیا ہم میں ہے
سنگ بھی موقع پہ، اپنے گوہر شاہوار ہے
وہی انسان اچھے ہیں، مگر افسوس تھوڑے ہیں
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر
راحت ہے جس کا نام، وہ اے دل! کہیں نہیں
روز اک صورت نئی ہے غور کرنے کے لیے
لیکن طلب کروں گا اللہ کی پناہ کو
فرمائیے چراغ کو دیکھوں کہ راہ کو
دنیا کے نظر آئے، یہی رنگ ہمیشہ
کچھ بھی نہیں ہے تیغ، نہ ہو جب قلم کے ساتھ
جہاں یہ تار ٹوٹا سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں
دیکھا نہ خواب میں بھی، جو کچھ تھا خیال میں
میں شوق سے لیتا ہوں مصیبت ہو کسی کی
برف تھا ہنگام پیری جم رہا
اب کس طرف سفینہ عمر رواں چلے
بس اک غفلت سی ہو جاتی ہے اور وہ بھی جوانی میں
دہر میں پیدا ہما کا آشیاں ہوتا نہیں
پتھر عوج ثمر کے، ثمر ہے نہال کا
جھکاتا ہے سر ساغر پہ شیشہ اپنی گردن کا
حاصل مہوشوں کو جو اکسیر سے ہوا
سمجھے ہو جس کو سانس وہ جھونکے خزاں کے ہیں
تھا عذاب سے بدتر عذاب زندگی
دیکھا ہے جسے جاگتے میں، یہ وہ خواب زندگی

طلسم کے بدن میں ہے، مقید روح انساں کی
نہیں اربع عناصر چار دیواری ہے زنداں کی

تلاطم میں ہمیشہ کشتی عمر رواں دیکھی
جہاں ہے قلزم، طوفاں کنار گور ساحل ہے

طلب اپنی نہ بڑھنے دو، ضروری رزق کی حد سے
بچا لے گی قناعت تیری، تجھ کو کفر کی زد سے

اچھا ہوا کہ زندگی مختصر ملی
ورنہ امید و یاس کا قصہ دراز تھا

اس قدر صدمے اٹھائے مردمان دہر سے
بھاگتا ہوں سوئے صحرا شکل انساں دیکھ کر

لوح پیشانی نہ دھوئی اے کراماً کاتبین
تم نے لکھے پر ہے، لکھی داستان زندگی

لطف امروز اور ہے، فکر فردا اور ہے
راہ دنیا اور ہے اور راہ عقبیٰ اور ہے

میں سمجھتا ہوں کہ ساحل بھی ہے گرداب فنا
ناخدا کا اپنے سر پر بار احساں دیکھ کر

کون چھینے بت کو، توڑے برہمن کے دل کو کون
اینٹ کی خاطر کوئی کافر ہی مسجد ڈھائے گا

ہوں تو دیوانہ مگر کہتا ہوں دانائی کی بات
حلقہ زنجیر بہتر، حلقہ احباب سے

راہ نوردان عدم اتنے پریشاں کیوں ہو
تم چلو ہم بھی کوئی دن میں ہیں آنے والے

نہ پوچھو مری انتہا موت ہے
وہ مجرم ہوں جس کی سزا موت ہے

دل اگر فارغ نہیں، ناساز ہے ساز نشاط
عید کے دن رنج بڑھتا ہے دل محبوس کا

طفل نو کی اشک باری سے یہ عقدہ کھل گیا
داستان غم سے ہے آغاز باب زندگی

گھر ہے اللہ کا گھر بے سرو سامانوں کا
پاسبانوں کا یہاں کام نہ دربانوں کا

کہہ رہا ہے شور دریا سے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے، اتنا ہی وہ خاموش ہے

سبز باغ دہر میں برگ خزاں ہوتا نہیں
پیر ہو کر پھر بشر کوئی جواں ہوتا نہیں

نہ روح کا ہے بھروسہ نہ اعتبار بدن
ہوا حباب میں ہے، یا حباب شیشے میں

جس جگہ تھے قصر و منزل بن گئیں گوریں تمام
شہر جو آباد تھے شہر خموشاں ہو گئے

خیر و شر کو تو سمجھ ناداں کہ آب
خاک کو نافع ہے آتش کو مضر،

رفتار سایہ کو ہے پست و بلند یکساں
ٹھوکر کبھی نہ کھائی راہ فروتنی میں

صحبت اہل صفا سے ہے تنفر بد کو
آئینہ دیکھ کے زنگی ہے پشیماں ہوتا

عاریت جو شے ہے حاجت اس سے بر آتی نہیں
پر تو ہیں پر کب اڑا جاتا ہے ازخود تیر سے

ہاتھ آئے کس طرح دور جہاں میں جام عیش
بخت بد سے یاں خم افلاک تک منکوس ہے

شکایت عالم پیری میں ہے کیوں قد پر خم کی
جھکا اتنا ہی تو، جتنا اکڑتا تھا جواں ہو کر

ہم مشقت کرتے ہیں کر فضل تو بھی بر محل،
تھوڑی سی روزی میں بڑھ جاتا ہے، دل مزدور کا

کھل نہیں سکتا کسی پر ماجرائے سرنوشت
یہ لفافہ بند رکھا، کاتب تقدیر نے

لذت ہے روح کو تن خاکی سے میل میں
فطرت نے مست رکھا ہے، قیدی کو جیل میں

روح کو خاک کے دامن میں لیے بیٹھا ہوں
میرا قالب ہی حقیقت میں ہے مدفن میرا

اکیلا ہو کے رہ، دنیا میں گر چاہے بہت جینا
ہوئی ہے فیض تنہائی سے، عمر خضر طولانی

گزر کی جب نہ صورت، گزر جانا ہی بہتر ہے
ہوئی جب زندگی دشوار، مر جانا ہی بہتر ہے

گفتگوئے اہل غفلت کی حقیقت کچھ نہیں
خواب میں چلائے ہر چند، آدمی خاموش ہے

وقت پیدائش ہمارے گریہ کا باعث نہ پوچھ
ابتدا ہی سے چلے ہیں، انتہا کو دیکھ کر

بعد مرنے کے اگر تقدیر کی گردش رہی
قبر کا پتھر بھی سنگ آسیا ہو جائے گا

زندگی میں نہ میں نے پھل پایا
ہو کیسے مرے سر مزار درخت

اگر تم چاہتے ہو محرم اسرار ہو جانا
سکھاؤ اپنے دل کو، حرص سے بیزار ہو جانا

کسی نے اونٹ سے پوچھا کہ گردن تیری کیوں خم ہے
تو وہ بولا کہ ہر اعضا مرا گردن سے کیا کم ہے

دل شکستہ میں ایمان رہ سکے، تو رہے
اجاڑ گھر میں یہ مہماں رہ سکے، تو رہے

دل ضعیف کو چارہ نہیں ہے کفر سے اب
اگر زبان مسلمان رہ سکے، تو رہے

جو ہو سکتا ہے اس سے وہ کسی سے ہو نہیں سکتا
مگر دیکھو تو پھر کچھ آدمی سے ہو نہیں سکتا

نہ رونا ہے طریقے کا نہ ہنسنا ہے سلیقے کا
پریشانی میں کوئی کام ڈھج سے ہو نہیں سکتا

اگر میرے سیہ خانے کو روشن کر نہیں سکتا
چراغ ماہ اپنی عالم افروزی سے شرمائے

ذرا دیکھے یہ باغ، زندگی کا خوں چکاں منظر
فلک باغ شفق کی گل فشانی پر نہ اترائے

پھول بننے کی توقع پر جئے بیٹھی ہے
ہر کلی جان کو مٹھی میں لیے بیٹھی ہے

شہسوار منزل ہستی! یہ غفلت تا کجا
ہر نفس تیرا سمندر عمر کو مہمیز ہے

خواب راحت ہے کہاں نادان دور چرخ میں
گردش ایام ہے اے دل یہ گہوارہ نہیں

گردش ایام سے پھرتا نہیں اپنا نصیب
اختر قسمت مرا ثابت ہے سیارہ نہیں

اچھی کہی یہ شیخ نے دنیا کو چھوڑ دو
کیا اسے ترک کر کے رہیں آسماں پر

جس نے کچھ احساں کیا، اک بوجھ ہم پر رکھ دیا
سر سے تنکا کیا اترا، سر پہ چھپر رکھ دیا

نہیں معلوم روز حشر کیا کچھ پیش آنی ہے
مگر مدح خلائق مغفرت غنیمت کوئی بدخواہ نہ ہو

خیر خواہ آج زمانے میں کہاں ملتے ہیں
ہے یہی لاکھ غنیمت کوئی بدخواہ نہ ہو

چاہیے جو اپنی خیر تو جائے نہ شر کے پاس
ہو جس بشر میں شر، نہ رہے اس بشر کے پاس

بدخصلتوں کو کرتا ہے بالانشیں فلک
اونچی ہے آشیانہ زاغ و زغن کی شاخ

دیکھا جو بخت بروئے ابنائے دہر کو
سمجھا میں نرم موم سے بھی کرگدن کی شاخ

ممکن ہے کہ ٹل جائے جبل اپنے مقر سے
انساں کی مگر دور جبلت نہیں ہوتی

ہے کسی مذہب کی منت کش اگر عقل سلیم
وہ مذہب اسلام باللہ العظیم

مجھے آتا نہیں اچھی طرح اظہار غم کرنا
مگر منحصر اس پر نہیں اس کا کرم کرنا

نہ مجھے دولت دنیا نہ مجھے اجر جمیل
نہ ہی نمرود کی طاقت، نہ مجھے صبر خلیل

تختوں نے پٹ کے قبر میں اندھیرا کر دیا
دو گز زمیں پہ یاں تو کئی آسماں ملے

پانی سے سگ گزیدہ ڈرے جس طرح اسد
ڈرتا ہوں آئینے سے کہ مردم گزیدہ ہوں

شمع مدفن تھی کہاں جو جل کے ہو جاتی خموش — ہے وہی شام غریبی کا اندھیرا پردہ پوش
تو ہی خود انصاف سے کہہ دے یہ کیا انصاف ہے — مالک ارض و سما تو' اور میں خانہ بدوش
کیا مرے اک دل کو خوش کرنے پہ وہ قادر نہیں — ایک کن سے دو جہاں کو جس نے پیدا کر دیا
تم صاحب قوت سہی مانا کہ ہم میں دم نہیں — اب آخری ہے فیصلہ یا تم نہیں یا ہم نہیں
کدورت تیرے دل میں مہ جبیں معلوم ہوتی ہے — ہمیں تو آسماں پر بھی زمین معلوم ہوتی ہے
یہاں تک زندگی دوبھر ہوئی آلام دنیا سے — قضا کو دیکھتا ہوں تو حسیں معلوم ہوتی ہے
دل درد آشنا ڈوبا جو دریائے محبت میں — حصار عافیت گرداب کو سمجھا مصیبت میں
گستاخ ہو کے عرض کیا ہے معاف ہو — ہم نے تو کوئی دل بھی نہ دیکھا جو صاف ہو
دنیا سے کبھی ہاتھ اٹھایا نہیں جاتا — دامن کو چھڑاتا ہوں چھڑایا نہیں جاتا
آشفتہ خاطری وہ بلا ہے کہ شیفتہ' — طاعت میں کچھ مزا ہے نہ لذت گناہ میں
ہر چیز کائنات کی لبریز یاس ہے — دل کیا اداس ہے کہ زمانہ اداس ہے
پکائیں پیس کر دو روٹیاں تھوڑے سے جو لانا — ہماری کیا ہے اے بھائی! نہ مسٹر ہیں نہ مولانا
جہاں پر شور ہے اے دل! پڑا کنج عزلت میں — کہیں مارا نہ جائے جنگ ہفتاد و دو ملت میں
دل ہی نہیں مرا کسی مطلب سے آشنا — حرف دعا ہو کیوں کر مرے لب سے آشنا
منعمو! شاد نہ ہو دولت دنیا پا کر — خود ہی کھو جاؤ کیا جانئے کیا کیا پا کر
کب قابل علاج محبت کا داغ ہے — دل خانہ اللہ ہے نہ اس میں چراغ ہے
گلستاں ترک کر کے باغباں بن میں جا بیٹھے — تمہارا جس پہ جی چاہے کرو جور و جفا بیٹھے
امیدوار رحمت باری ہوں اس قدر — ہوتا ہوں میں شریک' برائے گناہ میں
اہل دل سے نہ کبھی آپ سنیں گے نالہ — چاک دل میں ہے' مگر چاک گریباں میں نہیں
جبکہ بہار باغ عمر' رہ گزر فنا میں ہو — بچ کے چلے جاؤ کیوں بار خزاں کو کیا' عرض
آدمی وہ ہے جو انجام نہ بھولے اپنا — گور کی فکر ہو تعمیر مکاں سے پہلے
خوشی جس کی تمنا تھی' ملی وہ کنج مرقد میں — بہت ڈھونڈا تجھے بعد فنا' اے زندگی! میں نے
زندگی کی قدر اے محمود مشکل ہو گئی — بار وہ ڈالا حوادث نے دل ناشاد پر
مرنے کی مانگتے ہیں دعائیں اللہ سے ہم — تنگ آگئی ہے ہم سے دعا اور دعا سے ہم
شیطان کو ہے سوجھتی' ہر دم نئی نئی — گو ہے سیاہ کار' پر روشن دماغ ہے
بحر ہستی میں رہ کر ایام پیری کا ملال — لوگ خوش ہوتے ہیں کشتی قرب ساحل دیکھ کر
اس قدر اہل جہاں کو ہے محبت زر سے — پیٹ میں مارتے' ہوتا سونے کا خنجر
ہے قوی دشمن تو غالب ہوجئے تدبیر سے — پیلیاں میں کب ہے جو پل دماں میں زور ہے
تربیت کیا تیرہ باطن کے کرے دل میں صفا — سرمہ ہے بیکار چشم کور مادر زاد میں
نکالے عیب اتنے کر دیا بے عیب عالم میں — نہ کیونکر دوست سے پیارا ہمیں اپنا عدو ہووے

بے وفائی، جعلسازی، غیبت و ناراستی — جانتا ہو جو یہ گھاتیں آج وہ فرزانہ ہے
نیک چلنی، خلق خوش، ایمانداری، راستی — جس کسی میں ہوں یہ باتیں آج وہ دیوانہ ہے

کچھ غم نہیں اگر میں مایوس ہو گیا ہوں — اب یاس سے بہت کچھ مانوس ہو گیا ہوں

رہی نہ قلب میں قوت زمانہ سازی کی — دعا کرو نہ مری عمر کی درازی کی

ہمیشہ نظر میں وضو شکن منظر — اس انجمن میں لیے کس طرح نمازی کی

شمع اور پتنگے سے ہے ہر صبح وعظ عبرت — یہ بھی مرے پڑے ہیں وہ بھی بجھی دھری ہے

رکتے ہیں دست دعا اٹھتے ہوئے — ہے جو ہونا، کیوں رہے گا بے ہوئے

ہر ارادے میں نظر آتی ہے اک صورت یاس — شغل اب کچھ بھی نہیں کنج عزلت کے سوا

شور دنیا سے پریشاں اہل دل ہوتا نہیں — شور دریا در میں سیپی کے مخل ہوتا نہیں

دیں نہ ارباب صفا ہرگز کسی کے دل کو رنج — گوشہ دامن سے الجھا جھاڑ کب بلور کا

حباب ایسا اٹھایا بحر ہستی میں جو سر اپنا — بنایا بس وہیں موج فنا نے ہم سفر اپنا

خزاں سے پھول، جہنم سے بوستاں مانگے — وفا کا اہل جہاں سے امیدوار نہ ہو

باغ عالم میں نہیں کوئی کسی کی سنتا — نہ دماغ اپنا کرے مرغ خوش الحان خالی

ازل سے جانتے ہیں ہم میں نہیں مہر و وفا ہرگز — جہاں میں آزمائش خلق کی تحصیل حاصل ہے

اک غم فقط نہیں ہے دل ناشکیب میں ایسے — پڑے ہوئے ہیں بہت اپنی جیب میں

دیتے ہیں جنت حیات دہر کے بدلے — نشہ باندازہ خمار نہیں ہے

وقت پیری آ گیا اکبر جوانی ہو چکی — سانس لینا رہ گیا اب زندگانی ہو چکی

مے خانہ عالم ہے وہ ربط کہ جس میں — ہووے جو صراحی کہیں تو جام کہیں ہو

ہم گلشن دوراں میں اے خفتگی طالع — سرسبز تو ہیں لیکن جوں سبزہ خوابیدہ

دل صد چاک ہے گل خنداں — شادی و غم جہاں میں توام

خیر و شر کو سمجھ کہ ہیں دو زہر — سانپ کی زیست ہے تجھے سم ہے

خالی حرم کو شیخ ہی تنہا نہ کر گئے — حیرت میں بت بھی ہیں کہ برہمن کدھر گئے

درس اخوت

(حضرت فیض لودھیانوی)

اٹھ ازسر نو دہر کے حالات بدل ڈال — تدبیر سے تقدیر کے دن رات بدل ڈال
پھر درس اخوت کی ضرورت ہے جہاں کو — آقائی و خدمت کے خطابات بدل ڈال
کالا ہو کہ گورا ہو سبھی بندے ہیں اس کے — قومیت بے جا کی روایات بدل ڈال
کل چھوٹے بڑے آدم خاکی کے ہیں فرزند — ہر نسل سے بیزار ہو ہر ذات بدل ڈال

اخلاق میں طاقت ہے فزوں تیغ و سناں سے
پیکار کے یہ آہنی آلات بدل ڈال
کیا ظلم ہے انسان ہو انسان کا دشمن
ارباب ہوس کار کی عادات بدل ڈال
محنت سے بھی مزدور کو روٹی نہیں ملتی
اس بندہ مجبور کی اوقات بدل ڈال
حریت کامل کا وہ اعجاز دکھا تو
دنیا سے غلامی کے طلسمات بدل ڈال
میدان میں آچھوڑ کے تسبیح و مصلیٰ
کچھ دن کے لیے طرز عبادت بدل ڈال
تعلیم پہ موقوف ہے رعنائی افکار
بیہودہ کتابوں کی خرافات بدل ڈال
دونوں جہاں میں تجھ سا کوئی بھی بھلا نہ ہو
تو کام کر وہ جس میں کسی کا برا نہ ہو
بیکار ہے دہن جو سخن آشنا نہ ہو
ناکام وہ زبان ہے جو معجز نمانہ ہو
پھوٹے وہ آنکھ جس سے کہ آنسو بہا نہ ہو
صد چاک ہو وہ دل جو دردآشنا نہ ہو
اس کے سوا ہے کون جو بر لائے التجا
تو ملتجی کسی سے بھی غیر از اللہ نہ ہو
گر تو غنی ہے دست کرم کو دراز کر
ٹوٹے وہ ہاتھ' ہاتھ میں جس کے سخا نہ ہو
روپوش حق سے بن کے تو کرتا ہے سو گناہ
پھر دیکھتا ہے تجھ کو کوئی دیکھتا نہ ہو
چلنا ہے اس سرائے سے عقبیٰ کی فکر کر
یہ سوچ امر و نہی کوئی رہ گیا نہ ہو

روح تصوف

ہمہ اوست یا ہمہ از اوست

بنام اوکہ نامے ندارد
بہر نامے کہ خوانی سر برآرد

ابو تراب نخشبی۔ صوفی وہ ہے' جسے کوئی چیز ناپاک نہ کر سکے اور خود ہر چیز کو پاک و صاف کر دے۔

معروف کرخیؒ۔ تصوف کا معنی: حقائق کو اخذ کیا جائے از ران باتوں کو جو خلقت کے ہاتھ میں ہیں چھوڑ دیا جائے۔

ذوالنون مصریؒ۔ اہل تصوف وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ بزرگ و برتر کو تمام چیزوں پر ترجیح دی ہے' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ برتر نے ان کو تمام چیزوں پر فوقیت بخشی۔

سری سقطیؒ۔ صوفی وہ ہے جس کا نور معرفت اس کے نور زہد و ورع کو ماند کر دیتا ہو اور جو کرامتیں اسے عطا کی گئی ہیں ان پر اترا کر وہ مقدس قانون کی خلاف ورزی یا اس کا تہتک نہ کرتا ہو۔

سہل بن عبداللہ تستریؒ۔ صوفی وہ ہے جو اپنے خون یعنی قتل کیے جانے کو جائز و مباح سمجھے اور اپنے مال و املاک کو دوسروں کا مال و املاک تصور کرے۔

سبز صوفی آں بود کہ صافی شود از کدر۔ پر شود از فکر۔ در قرب اللہ منقطع شود از بشر و یکساں شود در چشم او خاک و زر۔

سنون المحبؒ۔ تصوف یہ ہے کہ نہ کوئی چیز تیرے قبضہ میں ہو اور نہ کسی چیز کا تجھ پر قبضہ ہو۔

صوفی وہ ہے کہ جب نہ پائے تو چپ رہے اور جب پائے تو اس سے دوسروں کو ترجیح دے۔

عمرو بن عثمان مکیؒ۔ صوفی وہ ہے جو ہر وقت اس شغل میں مصروف رہے جو اس کے نزدیک اس وقت سب سے اولیٰ وانسب ہو۔ بالفاظ دیگر اللہ کی قوت فاعلی کے ظہور کے لیے محض ایک انفعالی آلہ بنا رہے۔
احمد علی لاہوریؒ۔ ہمارا تصوف کتاب وسنت کے ذریعے مضبوط کیا گیا ہے۔ جس علم پر کتاب وسنت شاہد نہیں اس کی کوئی قدر ومنزلت نہیں۔
الحسین النوریؒ۔ صوفی کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ جب اس کے پاس کچھ نہ ہو' تو وہ بے قراری نہ ظاہر کرے اور جب کچھ موجود ہو ایثار سے کام لے۔
بغدادی۔ تصوف کے معنی یہ ہیں کہ باری تعالیٰ تیری خودی کو تجھ سے زائل کر کے تجھے فنا کردے۔ اور اپنے میں ملا کر تجھے زندہ وباقی کردے۔
ممشاد الدینوری۔ تصوف وہ ہے جس میں صفائے اسرار ہو۔ اس پر عمل کرنا جس میں کہ رضائے جبار ہو اور خلق کے ساتھ محبت بے اختیار ہو۔ اسرار سے مراد تزکیہ ہے۔ بے اختیار کے یہاں یہ معنی ہے کہ لوگوں سے ملو۔ لیکن اپنی مشیت یا قوت ارادی کو سلب کر کے۔
ابو محمد رویمؒ۔ تصوف نفس کو باری تعالیٰ کی مرضی پر چھوڑ دینے کا نام ہے۔
نیز تصوف تین خصلتوں پر مبنی ہے۔ فقر وناداری کو ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ ایثار علی النفس کا حقیقت شناس ہونا۔ مشیت ایزدی میں دم مارنے اور اپنی مرضی کا اظہار کرنے سے باز رہنا۔
علی بن سہل اصفہانیؒ۔ تصوف یہ ہے کہ اللہ کے سوا تمام چیزوں کے تعلق سے بری ہو۔
حسین بن منصور حلاجؒ۔ صوفی وہ ہے جو ذات کے لحاظ سے واحد ہو۔ نہ کوئی اس کی طرف متوجہ ہو اور نہ وہ کسی کی طرف متوجہ ہو۔ ابوالحسن بوشنگیؒ۔ تصوف کوتاہی قال اور مداومت عمل ہے۔
ابو محمد الجریریؒ۔ تصوف اعلیٰ درجے کے اخلاق کے حاصل کرنے اور ادنیٰ درجہ کے اخلاق سے گریز کرنے کا نام ہے۔ تصوف تمام تر ادب ہے۔
ابو علی الرودباری۔ صوفی وہ ہے کہ صوف پہنے۔ صفا' نفس کو چکھا دے طعمہ جفا' دنیا کو دیکھے از پس قفا' سلوک کرے طریق مصطفیٰ' درد کو سمجھے دوا۔ مرض کو جانے شفا' مرگ کو خیال کرے بقا۔
ابو بکر الکتانیؒ۔ تصوف اخلاق حسنہ کا نام ہے۔ پس جو شخص تم پر اخلاق حسنہ میں فوقیت لے جائے۔ سمجھ لو کہ وہ صفائی قلب میں بھی تم سے بڑھ گیا ہے۔
عبداللہ بن محمود المرتعشؒ۔ صوفی وہ ہے جو ہر بلا سے بے خوف اور ہر عطا سے سیر چشم ہو۔
تصوف مجموعہ ہے ان صفات کا جن کو ہر زبان میں اچھا جانتے ہوں اور ان کی ضد ہر زبان میں ناپسند ہو۔
حضرت امام غزالیؒ۔ تصوف دو چیزوں کا نام ہے۔ اول راستی باخدا۔ دوم نکوئی باخلق خدا۔ یعنی جو کوئی اللہ تعالیٰ کے نزدیک راست باز اور خلق اللہ کے ساتھ نیک خواہ اور بردبار ہے' وہ صوفی ہے اور راستی اللہ کے ساتھ یہ ہے کہ

حظوظ نفسانی کو اس کے حکم پر نثار کر دے اور نکوئی خلق الہٰی کے ساتھ یہ ہے کہ دوسرے کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم رکھے۔ بشرطیکہ حاجت ان کی شرع شریف کے موافق ہو۔

حضرت احمد خضرویہؒ۔ تصوف کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو دل سے دوست رکھے۔ اور زبان سے یاد رکھے اور ماسوا سے اپنے خیالات ہٹالے اور حق تعالیٰ سے نزدیک تر وہ شخص ہے جس کا خلق زیادہ ہو۔

حضرت جنید بغدادیؒ۔ تصوف اجتماع سے ایک ذکر ہے اور اسماع سے ایک وجد ہے اور اتباع سے ایک غم ہے۔ تصوف کا مشتق اصطفا ہے۔ جو ماسوا سے برگزیدہ ہو وہی صوفی ہے۔

تصوف ترک اختیار کا نام ہے۔

ابوالحسن النوریؒ۔ صوفی وہ ہے جس کی جان کدورت بشریت سے آزاد ہے۔ آفت نفس سے صاف ہے اور خواہشات سے خالی ہے۔ تب کہیں جاکر وہ درجہ اعلیٰ میں حق تعالیٰ کے ساتھ آرام کرتا ہے۔

فقر کا آخر تصوف کا اول ہے۔ مجدد الف ثانیؒ۔ تصوف زبدہ عمل باحکام شریعت ہے۔

تصوف اعتراض سے اعراض کرنے کا نام ہے۔ صوفی اس وقت ہوتا ہے کہ جملہ خلائق کو اپنا عیال خیال کرے۔

صوفی ماسوا اللہ سے بھاگے ہوئے ہیں۔ نہ تو وہ مالک ہیں نہ مملوک۔ نہ وہ کسی کی قید میں اور نہ کوئی ان کی قید میں۔

تصوف نہ تو رسوم میں ہے نہ علوم میں۔ بلکہ اخلاق کا نام ہے۔ اگر رسم ہوتا تو مجاہدہ سے حاصل ہوتا۔ علم ہوتا تو تعلیم سے ہاتھ آتا۔ مگر وہ تو اخلاق ہے۔ تصوف حق تعالیٰ کی دوستی اور دنیا کی دشمنی ہے۔

جنید بغدادیؒ۔ تصوف یہ ہے کہ ذکر ہو' لیکن حضور قلب کے ساتھ۔ وجد کی حالت طاری ہو' لیکن آیت و حدیث کو سن کر۔ اور عمل ہو' لیکن بہ پابندی قرآن و سنت۔

صوفی۔ زمین کی مانند ہے۔ جس پر ناپاک چیزیں پھینکی جاتی ہیں۔ لیکن جتنی چیزیں اس میں سے نکلتی ہیں' نفیس و پاک ہوتی ہیں۔ نیز صوفی کی مثال زمین کی سی ہے۔ جس پر نیک و بد سبھی طرح کے لوگ چلتے ہیں۔ وہ بادلوں کی طرح ہے' جو اپنا سایہ ہر ایک چیز پر یکساں ڈالتے ہیں اور مینہ کی طرح ہے' جو ہر چیز کو یکساں سیراب کرتا ہے۔

ابو محمد الرجیؒ۔ صوفی اس وقت تک صوفی نہیں' جب تک کہ حالت یہاں تک نہ پہنچ جائے کہ زمین اسے پناہ نہ دے آسمان اس پر سایہ نہ ڈالے۔ خلق اللہ اسے مردود و مطرود نہ جانے اور ہر حالت میں اس کا مرجع باری تعالیٰ ہی نہ ہو۔

ابو عثمان المغربیؒ۔ تصوف کوتاہی عمل اور مداومت بر عمل یعنی امیدوں کا کم کرنا اور عمل نیک پر ہمیشگی ہے۔

حقائق کے حاصل کرنے اور دقائق کے بیان کرنے اور خلق کے ہاتھ میں جو کچھ ہے' اس سے مایوس ہونے کو تصوف کہتے ہیں۔ ماسوا کا نسیان تصوف کا پہلا قدم ہے۔

ابوالحسن خرقانیؒ۔ صوفی ایک ایسا دن ہے' جس کو آفتاب کی حاجت نہ ہو۔ اور ایسی رات ہے' جسے چاند اور ستاروں کی ضرورت نہ ہو۔ اور ایک نیستی ہے' جس کو کسی ہستی کی حاجت نہ ہو۔

تصوف صرف خیال کے صحیح کرنے کا نام ہے۔ ابو عمرو بن المجید" تصوف صبر کرنا اور تحت امرونہی ہے۔

جنید بغدادی" صوفی وہ ہے جس کا دل ابراہیم کے دل کی طرح دنیا سے سلامت یافتہ ہو اور اسی کی طرح فرمان الٰہی بجا لانے والا ہو۔ اس کی تسلیم، تسلیم اسمٰعیل اور اندوہ، اندوہ داؤد۔ اس کا فقر، فقر عیسیٰ۔ اس کا صبر صبر ایوب۔ اس کا شوق، شوق موسیٰ اور اس کا اخلاق، اخلاق و اخلاص محمد ﷺ ہو۔

صوفی وہ ہے جس کو جانوروں کی آواز میں۔ ہر ایک سوز و ساز میں۔ چڑیوں کی چہک میں۔ پھولوں کی مہک میں سبزے کی لہک میں۔ جواہرات کی دمک میں۔ سورج کی چمک میں۔ سماو سمک میں۔ درختوں کے رنگ میں شیشہ و سنگ میں۔ آہنگ رباب و چنگ میں۔ زمزم و گنگ میں۔ پتھر کی سختی میں۔ خوشحالی و بد بختی میں۔ زمین کی نرمی میں۔ آتش کی گرمی میں، دریا کی روانی میں۔ کواکب آسمانی میں، پہاڑ کے ابھار میں۔ بیابان و مرغزار میں۔ خزاں و بہار میں ایک نادیدہ ہستی کا جلوہ نظر آئے۔

توئی معبود گر نزدیک و دیرم — توئی مقصود گر مشغول غیرم
اگرچہ کافرم یا بت پرستم — قبولم کن الٰہا ہرچہ ہستم

طریق عمل

(اکبر مغفور)

چاہا جو ان سے میں نے طریق عمل پر وعظ — بولے کہ نظم ذیل کو ارقام کیجئے
پیدا ہوئے ہیں ہند میں اس عہد میں جو آپ — خالق کا شکر کیجئے آرام کیجئے
بے انتہا مفید ہیں یہ مغربی علوم — تحصیل ان کی بھی سحر و شام کیجئے
یورپ میں پھریں پیرس و لندن کو دیکھیے — تحقیق ملک کاشغر و شام کیجئے
ہو جایئے طریقہ مغرب میں مطمئن — خاطر سے محو خطرہ ایام کیجئے
پیران بے فروغ کا گل ہو چکا چراغ — ناحق نہ دل کو تابع اوہام کیجئے
رکھیے نہ دل کو دیر و کلیسا سے منحرف — متروک قید جامہ و احرام کیجئے
الفاظ کفر و فسق کو بس بھول جایئے — ہر ملت و طریق کا اکرام کیجئے
رہیے جہاں میں وسعت مشرب سے نیک نام — مجھ کو مرید، ہندوؤں کو رام کیجئے
رکھیے نمود و شہرت و اعزاز پر نظر — دولت کو صرف کیجئے اور نام لیجئے
ساماں جمع کیجئے کوٹھی بنایئے — باصد خلوص دعوت حکام کیجئے
یاران فہم مذاق سے ہم بزم ہو جیئے — موقع ملے تو شغل مے و جام کیجئے
نظارہ نسواں سے تروتازہ رکھیے آنکھ — تفریح پارک میں سحر و شام کیجئے
مذہب کا نام لیجئے، عامل نہ ہو جیئے — جو متفق نہ ہو اسے بدنام کیجئے

طرز قدیم پر' جو آئیں مولوی
پبلک میں ان کو مورد الزام کیجئے
زنجیر فقہ توڑیئے کہہ کر خلاف شرع
مضمون لکھئے' دعوئ الہام کیجئے
لڑکے نہ ہوں' تو ہو نہیں سکتی چہل پہل
نیکریں پہنے وظیفہ و انعام کیجئے
تحصیل چندہ کیجئے لڑکوں کو بھیج کر
سارا علاقہ ہند کا اب خام کیجئے
بے رونقی سے کاٹئے کیوں اپنی عمر کو
کیوں انتظار گردش ایام کیجئے
جو چاہیے وہ کیجئے بس یہ ضرور ہے
ہر انجمن میں دعوئ اسلام کیجئے
لیکن نہ بن پڑیں جو یہ باتیں حضور سے
مردوں کے ساتھ قبر میں آرام کیجئے

دور مستقبل

(اکبر مرحوم)

یہ موجودہ طریقے راہی ملک عدم ہوں گے
نئی تہذیب ہو گی اور نئے ساماں بہم ہوں گے
نئے عنوان سے زینت دکھائیں گے حسین اپنی
نہ ایسا پیچ زلفوں میں' نہ گیسو میں خم ہوں گے
نہ خاتونوں میں رہ جائے گی پردے کی یہ پابندی
نہ گھونگٹ اس طرح سے حاجب روئے صنم ہوں گے
بدل جائے گا انداز طبائع دور گردوں سے
نئی صورت کی خوشیاں اور نئے اسباب غم ہوں گے
نہ پیدا ہو گی خط نسخ سے شان ادب آگیں
نہ نستعلیق حرف اس طور سے زیب رقم ہوں گے
خبر دیتی ہے تحریک ہوا تبدیل موسم کی
کھلیں گے اور ہی گل زمزمے بلبل کے کم ہوں گے
تاید پر قیامت آئے گی ترمیم ملت سے
مگر بے جوڑ ہوں گے اس لیے بے تال سم ہوں گے
ہماری اصطلاحوں سے زباں ناآشنا ہو گی
لعاب مغربی بازاری بھوک سے ضم ہوں گے
بدل جائے گا معیار شرافت چشم دنیا میں
زیادہ تھے جو اپنے زعم میں وہ سب سے کم ہوں گے
گزشتہ عظمتوں کے تذکرے بھی رہ نہ جائیں گے
کتابوں ہی میں وہ فن افسانہ جاہ و چشم ہوں گے
کسی کو اس تغیر سے نہ حس ہو گا نہ غم ہو گا
ہوئے جس ساز سے پیدا' اسی کے زیر و بم ہوں گے
تمہیں اس انقلاب دہر کا کیا غم ہے اے اکبر
بہت نزدیک ہیں وہ دن نہ تم ہوں گے نہ ہم ہوں گے
یہی خوشیاں رہیں گی دہر میں ایسے ہی غم ہوں گے
مگر اک وقت آئے گا' نہ تم ہو گے نہ ہم ہوں گے
امیدیں ٹوٹتی ہیں تو بہت صدمہ پہنچتا ہے
جو امیدیں کرے گا کم اسے صدمے بھی کم ہوں گے
چراغ زندگی ہو گا فروزاں' ہم نہیں ہوں گے
چمن میں آئے گی فصل بہاراں ہم نہیں ہوں گے
مانو اب تمہارے ہاتھ میں تقدیر عالم ہے
تمہی ہو گے فروغ بزم امکاں' ہم نہیں ہوں گے
ہمارے ڈوبنے کے بعد ابھریں گے نئے تارے
جبیں دہر میں چھلکے گی افشاں ہم نہیں ہوں گے
نہ تھا اپنی ہی قسمت میں طلوع مہر کا جلوہ
سحر ہو جائے گی شام غریباں' ہم نہیں ہوں گے

اگر ماضی منور تھا کبھی تو ہم نہ تھے حاضر
جو مستقبل کبھی ہو گا درخشاں، ہم نہیں ہوں گے

ہمارے دور میں ڈالیں خرد نے الجھنیں لاکھوں
جنوں کی مشکلیں جب ہوں گی آساں ہم نہیں ہوں گے

ہمارے بعد ہی خون شہیداں رنگ لائے گا
یہی سرخی بنے گی زیب عنواں، ہم نہیں ہوں گے

مکیں بھی ہمیں لامکاں بھی ہمیں ہیں
کسی بے نشاں کے نشاں بھی ہمیں ہیں

برہمن بھی، آواز ناقوس بھی ہم
موذن بھی ہم ہیں اذاں بھی ہمیں ہیں

ہمیں بت پرست اور ہمیں بت شکن ہیں
ہمیں بت ہیں محو بتاں بھی ہمیں ہیں

فنا و بقا کا بیاں کیا ہو اوگھٹ
نہیں بھی ہمیں اور ہاں بھی ہمیں ہیں

بٹھائی جائیں گی پردے میں بی بیاں کب تک
بنے رہو گے تم اس ملک میں میاں کب تک

دم سرائے کی حفاظت کو تیغ ہی نہ رہی
تو کام دیں گی یہ چلمن کی تیلیاں کب تک

جو رونمائی کی رسموں پہ ہے مصر ابلیس
چھپیں گی حضرت کی بیٹیاں کب تک

جناب حضرت اکبر ہیں حامی پردہ
مگر وہ کب تک اور ان کی رباعیاں کب تک

شعر میں اکبر یہی مضمون تو ہر بار باندھ
اے مسلماں! سبحہ کے، اے برہمن! زنار باندھ

سر میں سودا آخرت کا یہی مقصود ہے
مغربی ٹوپی پہن یا مشرقی دستار باندھ

اللہ حافظ مسلمان کا اکبر
مجھے تو ان کی خوشحالی سے ہے یاس

یہ عاشق شاید مقصود کے ہیں
نہ جائیں گے و لیکن سعی کے پاس

سناؤں تم کو اک فرضی لطیفہ
کیا ہے میں نے جس کو زیب قرطاس

کہا مجنوں سے یہ لیلیٰ کی ماں نے
کہ بیٹا تو اگر کر لے ایم اے پاس

تو فوراً بیاہ دوں لیلیٰ کو تجھ سے
بلا وقت میں بن جاؤں تیری ساس

کہا مجنوں نے یہ اچھی سنائی
کجا عاشق کجا علم کی بکواس

کجا یہ فطرتی جوش طبیعت
کجا ٹھونسی ہوئی چیزوں کا احساس

بڑی بی آپ کو کیا ہو گیا ہے
ہرن پر لادی جاتی ہے کہیں گھاس

یہ اچھی قدر دانی آپ نے کی
مجھے سمجھا ہے کوئی ہرچرن داس

دل اپنا خون کرنے کو ہوں موجود
نہیں منظور مغز سر کا آماس

یہی ٹھہری جو شرط وصل لیلیٰ
تو استعفا مرا باحسرت و یاس

ہم کو نئی روش کے حلقے جکڑ رہے ہیں
باتیں تو بن رہی ہیں اور گھر بگڑ رہے ہیں

ذاتی ترقیاں ہیں قومی ہے یا تنزل
گر ہیں یہ کھل رہی ہیں یا پیچ پڑ رہے ہیں

ٹانکے وہ لگ رہے ہیں جو کرتوں میں ٹوٹیں
بخیئے جو فطرتی تھے وہ اب ادھڑ رہے ہیں

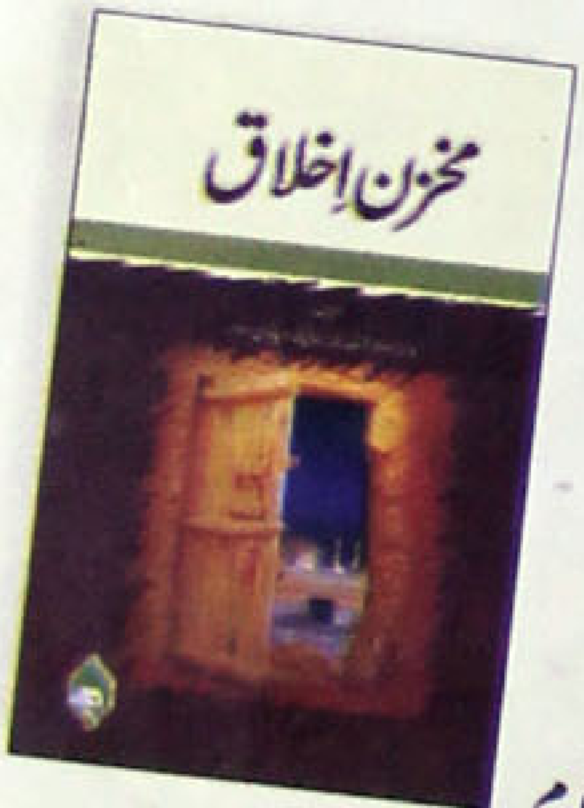
زیور معانی کس کی کریں گے زینت
لفظوں کے یہ نگینے کیوں آپ جڑ رہے ہیں

الحمدللہ

تمت بالخیر

اقوال وحکایات کا حسین ولازوال گلدستہ

مخزنِ اخلاق



تالیف:

علامہ مولانا رحمتُ اللہ سُبحانی لُدھیانوی مرحوم

اخلاقیات، احکامات اور پند و نصائح کے عنوان سے مضامین متفرقہ کا دلچسپ، مفید عام، دانش آموز، خرد افروز مجموعہ جسے دین اسلام اور دیگر مذاہب کے اکابرین کے ساتھ ساتھ سربرآوردہ اکابر نے متفقہ طور پر اصلاح نفس واصلاح دنیا و آخرت کے لیے لاجواب اور اس کے مسلسل مطالعہ کو ازبس ضروری قرار دیا۔

ادارہ مطبوعات سلیمانی

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور • فون 042-7232788
042-8414546 E-mail: idarasulemani@yahoo.com